سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ یونان

مؤلفہ

اڈولف ہولم

(انگریزی ترجمہ کی دوسری جلد کے ساتویں باب سے آخری باب تک)

مترجمہ

محمد ہارون خاں شروانی صاحب ایم۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

پروفیسر تاریخ کلیۂ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۴۳ھ م سنہ ۱۳۳۳ف م سنہ ۱۹۲۴ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

تنقید ناظر مذہبی
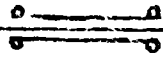
ناظرین کتاب اس میں بت پرستی کے بعض مضامین پڑہیں گے۔
بت پرستی کے جو کچھ خیالات اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں
وہ قدیم یونانیوں کے خیالات ہیں۔

صفی الدین

ناظر مذہبی کتب درسیہ جامعۂ عثمانیہ

فہرست مضامین

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ یونان

ابتدا سے یونانی آزادی کے اختتام تک

مؤلفہ اڈولف ہولم

(جلد دوم باب ہفتم)

ساتواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز سنہ ۴۴۵ ق م کے بعد

مشرقی اور مغربی فتوحات کے بعد یونانیوں کو نصف صدی کی مہلت مل گئی جس میں لڑائی جھگڑوں کی کمی کے وجہ سے وہ ایسے امور کی طرف متوجہ ہو گئے جو زمانۂ امن سے مخصوص ہوتے ہیں اور انہیں ترقی کے اس درجے پر پہنچے جو شاید کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوا ہو۔ یہ زبردست دماغی تحریک اس حالت میں بھی برابر جاری رہی جب دیگر لڑائیاں جس میں خصوصیت کے ساتھ خانہ جنگی کا سلسلہ قابلِ ذکر ہے، نمودار ہوئیں۔ یونانیوں کے پانچویں صدی ق م کے علمی ترقی کا بیان ہم تین مختلف

فصلوں کے ضمن میں بیان کرینگے جو اس زمانے کے سیاسی تاریخ کے تین حصوں کے مطابق ہیں جسطرح کیمون
اور اسکے بعد فارقلیس کی شخصیت نے اس دور کی سیاسیات کو خاص طور پر ممتاز کیا اور جیسے صدی
کے آخری ایام میں افراد اور فرق کے اختلافات بتدریج بیّن ہوتے گئے' ایسے ہی عقلی نقطۂ نظر سے پہلا
دور اِسکائیلس کا ہے دوسرا سوفوکلیس کا اور تیسرا یوری پیڈیس' ارسطوفانیس اور سقراط
کا - ہم اس عالی شان علمی ترقی کا بیان سیاسی واقعات کے اعادے کے بعد قلمبند کرینگے ۔

ایتھنز ان وطن پرست ریاستوں میں سے تھا جنکو لڑائی میں یونان کے اور شہروں سے زیادہ
نقصان پہنچا تھا - یہہ شہر تاراج ہوگیا تھا' اسکے مندر جل گئے تھے' ہر عمارت از سر نو تعمیر کی محتاج
تھی + اب ایک اور مشکل بالکل آفت ناگہانی بنکر نمودار ہوئی - ایتھنزی چاہتے تھے کہ شہر کی
حفاظت کیلئے نئی اور عالی شان فصیل بنائیں - اسپارٹی یہہ طے کرچکے تھے کہ پیلوپونیز سے
باہر کسی شہر پناہ کی ضرورت نہیں - وہ نہ جیسے ایرانی ایتھنز کے شہر میں جسکے گرد شہر پناہ تھی
گھس بیٹھے تھے اسی طرح فصیل والا شہر دشمن کا مامن بن جائیگا + اسلئے انہوں نے یہہ رائے دی کہ
قرین مصلحت یہہ ہوگا کہ نئے استحکامات موقوف کئے جائیں بلکہ پرانے استحکامات بھی منہدم کردیے جائیں
اور کم از کم ایتھنز تو ضرور ہی بے شہر پناہ کے رہے[1] یہ دراصل محض ایک بہانہ تھا - اصل واقعہ

[1] دیواروں کے واسطے دیکھو گروٹیس "تاریخ یونان" ج ۶' ۱ ۲ ۸ - فون ولاموویٹز میولینڈورف یہہ
کوشش کرتا ہے کہ ایتھنز کے خلاف اسپارٹی رویہ کو پسندیدہ قرار دے - مگر اسکی رائے غلط ہے - جیسا میولینڈورف
کا خیال ہے "قلعے کی خودسرانہ تعمیر" اس قرارداد کی خلاف ورزی نہ تھی جو سرحد کے متعلق فریقین میں تھی - ایتھنز کو
خودمختارانہ حقوق حاصل تھے اور وہ جیسی قلعہ بندی چاہتا کر سکتا تھا - اسپارٹا کا اس مقابلے میں ایتھنز کے
سد راہ ہونا اتنی ہی سنگین معاہدہ شکنی ہوتی جتنا ایتھنز کا طرز عمل اپنے حلیفوں کے ساتھ زمانۂ بعد میں ہوا - مگر
تمسطاکلیس کی چالبازی صرف اس صورت میں جائز تھی جب اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کرنے کا ہوتا - طوسی
دیدیس کی رائے اسکے خلاف ہے -' اور مابعد کے مورخین بھی کوئی قابل وثوق سند نہیں پیش کرتے - دیودورس
۱۱' ۳۹ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹی سفرا نے دھمکی ضرور دی' مگر یہ بیان قابل یقین نہیں - فقرۂ بالا اس قیاس پر
مبنی ہے کہ اسپارٹیوں نے دیواریں اٹھی ہوئی دیکھیں' مگر یہ بیان چالیسویں باب سے مختلف ہے - اسمیں یہ تحریر
ہے کہ تمسطاکلیس اسپارٹا میں تھا تو اسنے دیواروں کی تعمیر سے انکار کیا - اگر اسپارٹیوں نے دیواریں آنکھ سے
دیکھی ہوتی تو وہ کیسے انکار کرسکتا تھا - اسی وجہ سے یہ فقرہ بے معنی ہوجاتا ہے - میری قطعی رائے ہے کہ

یہ تھا کہ اسپارٹا چاہتا تھا کہ اس کے حلیف اس سے زیادہ قوی نہ ہو جائیں اور ہمیشہ اسکے ہی دست نگر رہیں۔ ایتھنزی فطرۃً اس خواہش کو پورا کرنے کے خلاف تھے۔ اسپارٹا کا اس قسم کا مطالبہ ایک آزاد ریاست کے سامنے پیش کرنا سمجھ میں نہیں آتا، مگر اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اپنی لیگ کا ایک رکن قرار دیتا تھا + ایتھنز کیلئے صرف ایک سوال تھا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲) اسپارٹیوں کا ارادہ جبر کا نہ تھا اسلئے کہ وہ اپنے اس ارادے پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے تھے کیا انکی یہ خواہش تھی کہ وہ ایتھنز میں اس غرض کیلئے ایک لشکر رکھیں؟ اس سوال کا جواب دینے کیلئے ہمکو اس عہد کے معاملات کی ایک ذہنی تصویر سامنے لانی چاہئے۔ ایک طرف حلیف ہیں جنکا فتح میں مساوی حصہ ہے، دوسری طرف ایتھنزی ہیں جنہیں اپنی فتح پر پورا بھروسہ ہے۔ ان واقعات کو پیش نظر رکھنے کے بعد ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنا پڑیگا کہ اسپارٹیوں کو ایتھنز کے مطیع کرنے کا خیال بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹا کو قلعہ بندیاں ناپسند تھیں اور انکی عین خواہش تھی کہ ایتھنز کی قلعہ بندی نہ ہو۔ خود اسپارٹا کی شہر پناہ نہ تھی اور اسپارٹیوں کو کسی دوسرے قلعوں پر فاتحانہ حملہ کرنے کا علم بھی نہ تھا۔ مگر ایتھنز بالکل متضاد اصول پر کاربند تھا۔ اسلئے اسکی ضرورت پیش آئی کہ اسے دھمکی دیجائے۔ ایتھنز کا یہ کہدینا کہ وہ اپنی دیواروں کو تعمیر کرانا چاہتا ہے غالباً اسپارٹا کا منھ بند کر دینے کیلئے کافی ہوتا۔ اگر اسپر بھی تمسٹاکلیس نے چال چلی تو غالباً اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ رنگی اسکی خصلت میں داخل تھی۔ دورنگی کے علاوہ تمسٹاکلیس کے اس کام میں ایک اور غرض بھی پنہاں تھی۔ اسپر شبہہ کیا جاتا تھا کہ اسنے اسپارٹا کی بہبودی کیلئے ۴۸۰ ق م کی بحری لڑائی کو مشتعل کیا تھا اب وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی زبردست کارنامے کے ذریعے سے ایتھنزیوں میں پھر ہر دلعزیز ہو جائے۔ اور اسنے سوچا کہ اگر اسپارٹی اختلاف کے باوجود دیواروں کی تعمیر جلد سے جلد عمل میں آجائیگی تو یہ ایک اہم ذریعہ ہر دلعزیزی حاصل کرنے کا ہوگا۔ تمسٹاکلیس کے متعلق کوئی منصفانہ رائے قائم کرنے کیلئے ایک اور بات کا ذکر ضروری ہے۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ وہ چاہتا تھا کہ دیواریں جلد سے جلد بن جائیں۔ اسپارٹا کے احتجاج سے اسے اس ارادے کی تکمیل کا موقعہ مل گیا۔ اگر کوئی خاص تحریک انکو اشتعال نہ دیتی تو غالباً دیواروں کی تعمیر میں ضرور دیر لگتی تمسٹاکلیس نے اسپارٹی احتجاج کو ایک عجیب شکل میں دکھا کر اس تحریک کو پیدا کر دیا اور دیواریں چشم زدن میں تیار ہو گئیں۔ تمسٹاکلیس ان لوگوں میں تھا جنکا دماغ تخیلات اور ارادوں سے بھرا ہوتا ہے اور جو خود بھی اپنے اصلی اور ثانوی مقاصد میں مشکل سے تمیز کر سکتے ہیں +

وہ یہ کہ انکار کی کیا صورت ہوگی - تمسطاکلیس نے رائے دی کہ یہ جواب دیا جائے کہ ایک وفد اسپارٹا بھیجا جائیگا - تمسطاکلیس نے اسپارٹا جانے کیلئے اپنے کو پیش کیا اور یہ التجا کی کہ تنہا اسپارٹا جائے اور اسکی غیبت میں ہی دیواروں کی تعمیر شروع کردیجائے، اور اگر ضرورت ہو تو کام پر عورتیں اور بچے بھی لگا دئیے جائیں تاکہ جلد سے جلد ایتھنز مدافعت کرنے کے قابل ہوجائے اسپارٹا پہنچنے پر اسنے دیوار کی تعمیر سے صاف انکار کردیا اور کہا کہ اسپارٹیوں کو شک ہو تو وہ اپنے سفرا دیکھنے کیلئے ایتھنز روانہ کردیں تاکہ اس قول کی صداقت پوری طور سے ظاہر ہوجائے + اسپر اسپارٹیوں نے ایک وفد ایتھنز بھیجا جسکو ایتھنزیوں نے فوراً گرفتار کرکے قید کرلیا اور اسپارٹا خبر بھیجدی کہ تمسطاکلیس اور اسکے ساتھیوں آبرونخس اور ارسطیدیش کی حفاظت کیلئے یہ لوگ بطور یرغمال رکھ لئے گئے ہیں - جب تمسطاکلیس کو یہ معلوم ہوگیا کہ دیوار کافی بلند ہوچکی ہے تو اسنے اسپارٹیوں سے حقیقت حال بیان کردی - اسپارٹیوں سے اور تو کچھ نہ ہوسکا بجائے اظہار ناراضی کرنے کے اب یہہ کہنے لگے کہ انکا مقصد تو ایتھنز کو محض ایک نصیحت کرنا تھا +

یہ مشتبہ امر ہے کہ یہ چال جو تمسطاکلیس نے ایسی خوبی سے چلی تھی اور جسمیں ایماندار ارسطیدیش کی بھی شرکت تھی آیا حقیقت میں ضروری بھی تھی - ایک طرف تو اس سے تمسطاکلیس کا اثر اسپارٹا میں بہت کم ہوگیا اور دوسرا اس سے بھی تاریک پہلو یہ ہے کہ دونوں ریاستوں کے تعلقات میں گونہ کشیدگی پیدا ہوگئی - تمسطاکلیس کی دیواروںکا دور پرانی دیواروںسے زیادہ تھا - ایکروپولس کے جنوب و مشرق میں جو پہاڑ ہے + اسے عبور کرکے (یعنی رصدخانہ اور عجائب خانہ کے قریب ہوکر) شمال و مغربکیطرف دیپیلون دروازے کا جسکے آثار اسوقت تک موجود ہیں احاطہ کرتی تھی اور ایریئس قلعے کو ایک کافی وسیع دور میں چاروں طرف سے گھیر لیتی تھی - طوسیدیدیش کہتا ہے کہ بعض جگہ دیوار میں قبروںکے تعویذ اور دیگر قدیم کتبے تک لگا دئے گئے ہیں - اور اس سے یہہ پتہ لگتا ہے کہ دیوار کی تکمیل بے حد سرعت کیساتھ عمل میں آئی ہوگی - اس کے بیان کی تصدیق آج بھی دیپیلون دروازے کے مشاہدے سے ہوسکتی ہے باوجود ان تمام انتظامات کے ایکروپولس کے استحکامات کیلئے کچھ نہیں کیا گیا - مگر پریئس میں جو کام شروع کیا گیا تھا وہ برابر جاری رہا - تمسطاکلیس نے ایتھنزیوں کو اسکی اشد ضرورت بتادی تھی

اور کام بھی شروع کرا دیا تھا اور اسکی زندگی ہی میں بڑی اُس کے استحکامات کی تکمیل ہو گئی۔ یہہ سچ ہے کہ بڑی اس کی دیوار اتنی بلند نہ تک نہ پہنچ سکی جتنا تخمینہ کیا گیا تھا۔ مگر عرض میں وہ تین ساڑھے تین گز سے کم نہ تھی اور بلندی بھی مدافعت کیلئے کافی تھی۔

اسپارٹیوں کا پہلے یہ خیال تھا کہ ایران کے خلاف جنگ جاری رکھی جاوے۔ انہوں نے پوسانیاس کو ایک مہم پر بھیجا جسکے تفصیلی حالات ہم تک نہایت غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں۔ مگر ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت کچھ کر دکھایا۔ پیلوپونیزی اور ایتھنزی بیڑوں اور چند دیگر جہازوں کی مدد سے اسنے جزیرۂ قبرص کا بیشتر حصہ فتح کرلیا جو اس مہم کا نہایت اہم واقعہ تھا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ قبرص، بحیرۂ روم کے ایک دور افتادہ حصے میں واقع ہے اور شام اور سلیشیہ کے ساحلوں کیلئے ایک اعلیٰ درجے کی جولان گاہ بن سکتا ہے، تو پوسانیاس کے کارناموں کی اہمیت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ فتح قبرص کے بعد اسنے شمال کا رُخ کیا اور بائی زنطہ پر، جو یونانیوں کے نزدیک قبرص سے بھی زیادہ اہم تھا قبضہ کرلیا۔ مگر اب پوسانیاس کا طریق عمل بالکل بدل گیا۔ بائی زنطہ میں اسنے اتنی مطلق العنانی برتی کہ حلیف نہ صرف اس سے بلکہ اسپارٹا سے بھی بدظن ہو گئے اور ایتھنز سے درخواست کی کہ وہ ہی ایران کے خلاف سربراہی کرے تو بہتر ہو۔[۲] ان حلیفوں میں پیلوپونیزی تو تھے ہی نہیں۔ وہ ہوتے تو اسپارٹا کے خلاف خواہ کتنا ہی احتجاج کرتے ایتھنز کے ماتحت رہنا کبھی گوارا نہ کرتے۔ بہرحال پوسانیاس نے اندر ہی اندر ایران سے پیام وسلام شروع کر دئیے اسنے شاہی خاندان کے چند افراد کو بائی زنطہ میں قید تھے رہا کر دیا۔ اور زرکسیز سے گونگیلس ساکن اریتریا کے ذریعے سے گفت وشنود شروع کر دی اور یہہ کہلوایا کہ وہ تمام یونان کو شہنشاہ کا مطیع کرنے میں مدد دیگا اگر اسکے صلے میں شہنشاہ کی لڑکی کیسا تھ اسکی شادی کر دیجائے۔ زرکسیز نے مناسب جواب دیا اور داسکیلیون کے ارتابازو کو بات چیت پر مامور کیا۔ پوسانیاس ایرانی کپڑے تک پہننے لگا اور تھریس کے سفر میں مصری اور ایرانی محافظین برابر اسکے جلو میں رہتے۔ جب اسپارٹا میں اسکے خلاف شکایات پہنچیں تو

---

[۲] یہ واقعہ ہیوسولٹ (۲-۴۴۴) کے نزدیک سنہ ۷۷/۴ ق م کا ہے۔

ایفوروں نے اسے واپس آنے کے لئے حکم دیا۔ پوسانیاس نے فوراً تعمیل کی۔ اسپارٹا پہنچنے پر اسپر غداری کا الزام لگایا گیا مگر محض بے بنیاد ثابت ہوا۔ ان تمام واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر دوبارہ دانیال کو بطور اسپارٹی نمایندے کے نہیں روانہ کیا گیا اور اسکی بجائے ایک شخص دورسکس بھیجا گیا۔ اب مشکل یہ پڑی کہ حلیفوں نے دورسکس کا کہنا ماننے سے صاف انکار کر دیا اور بالآخر اسپارٹا کو مجبوراً ایشیائی معاملات سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسپارٹیوں اور دیگر پیلوپونیزیوں کا ایشیا جانا بند ہوگیا۔ مگر پوسانیاس سے نہ رہا گیا اور وہ ازخود ہرمیونے سے بائی زنطہ گیا اور وہاں کا خودسر حاکم بن گیا۔ مگر اتھنزی اسکو برداشت نہ کر سکے۔ اب تو پوسانیاس کی حیثیت اسپارٹی قائم مقام کی بھی نہ رہی تھی اور اتھنزی اپنے آپ کو بائی زنطہ وغیرہ کا مالک سمجھنے لگے تھے۔ لہذا کوئی سات سال کے بعد انہوں نے آخرکار پوسانیاس کو بائی زنطہ جیسی مرکزی جگہ سے نکال باہر کیا[۳]۔ وہ وہاں سے کولونا واقع ملک تروئے چلا گیا اور وہاں پھر ایرانیوں سے نامہ وپیام شروع کیا۔ اسپر ایفوروں نے اس سے یہ کہلوا بھیجا کہ اگر وہ فوراً واپس نہ آیا تو اس سے دشمن کا برتاؤ کیا جائیگا۔ پوسانیاس نے اس حکم کی فوراً اس خیال سے تعمیل کی کہ وہ اپنے مخالفین کو رشوت دیکر قابو میں رکھ سکیگا۔ پہلے تو یہ قید خانے میں ڈال دیا گیا مگر عدالت نے اسے تمام الزامات سے بری کر دیا جو اسکے خلاف عائد کئے گئے تھے۔ اور رہا ہونے کے بعد وہ بحیثیت ایک آزاد شہری کے زندگی بسر کرنے لگا۔ اب اسپارٹی اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ ہیلوٹوں کو بغاوت کی اشتعالک دے رہا ہے۔ ممکن ہے کہ

---

[۳] جسٹن (۹، ۱) کے نزدیک پوسانیاس بائی زنطہ میں سات سال رہا۔ اتنی برس بعد ایک اور اسپارٹی کلیارخس، پوسانیاس کے قدم بقدم چلا مگر اسے خود اسپارٹیوں نے معزول کر دیا اور وہ کیخسرو کے پاس بھاگ گیا۔ گونگیلس کو اسپارٹیوں نے گامبریم، پالئے گامبریم، گرینیم اور میرنا بطور موروثی جائداد کے دیدئیے۔ اسطرح وہ دیماراتس کے گھرانے کا ہمسایہ ہوگیا جسکا قبضہ پرگامم، ہالی سرنا اور تیوتھرانیہ پر تھا کچھ عرصے کے بعد وہ خبطاکلیس کا بھی ہمسایہ ہوگیا۔ غیر ایشیائی حکومتیں جو تیس سال قبل ساحلی شہروں میں قائم تھیں اب اندرون ملک میں ہٹ گئیں اور ایران اور یونان کے درمیان گویا حاجبی ریاستوں کا کام دینے لگیں۔ ممکن تھا کہ پوسانیاس، کولونا پر قابض ہوجاتا اور اسطرح ان حکومتوں میں اضافہ کر دیتا۔ اگرچہ اس کی حرص کی پرواز اس سے بھی زیادہ بلند تھی مگر اسکی دوراندیشی اس معیار سے ہمیشہ نیچے رہی ہے

یہ سچ ہو مگر ایسی یقینی شہادت نہیں ملی کہ اسپارٹی اسکے خلاف کوئی کارروائی کرسکیں - یہ خبر دراصل آرگلس کے ایک باشندے نے پھیلائی تھی جسے کچھ عرصہ پیشتر پوسانیاس نے ارتابازو کو ایک پیام لیکر بھیجا تھا۔ اس شخص نے ارتابازو کو پیام نہیں پہنچایا اسلئے کہ اسے یہ خبر ملی کہ جن لوگوں نے اس سے پہلے پیامبری کی تھی وہ واپس نہیں آئے تھے۔ اس بات کا اس کو یقین ہوگیا اور بجائے ارتابازو کو پیام پہنچانے کے پیام نامہ خود کھول لیا۔ اسمیں یہ لکھا تھا کہ پیامبر کو فوراً مار ڈالا جائے۔ یہ خط اسنے ایفوروں کو دیدیا۔ ایفور مقدمہ چلانا پسند نہیں کرتے تھے۔ انکا اصل مقصود یہ تھا کہ خود پوسانیاس سے اقبال جرم کرالیں۔ اسکے لئے انہوں نے یہ جال پھیلایا کہ آرگلس سے کہا کہ وہ بعض ایک مدعی کی حیثیت اختیار کرے اور تینارم پہاڑ کے دامن میں پناہ گزیں ہوکر پوسانیاس کو اپنے پاس طلب کرے۔ جب پوسانیاس کے پہنچنے کا وقت ہوا تو ایفور برابر والے کمرے میں چھپ گئے اور باتوں ہی باتوں میں خود بادشاہ کے منھ سے اسکے جرم کا اقبال سن لیا۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ اسکے خلاف جو کارروائی چاہتے کرسکتے تھے۔ ایفوروں کی خواہش تھی کہ وہ اسے اسپارٹا ہی میں گرفتار کریں مگر پوسانیاس کو پتہ لگ گیا اور اسنے فوراً اتھینے خالکیوئیکس کے دامن میں پناہ لی جہاں وہ بالکل مامون ہوگیا۔ مگر ایفوروں نے یہ ترکیب نکالی کہ مندر کے دروازے چن دئے چھت علیحدہ کردی اور (شاید سوسم گرما ۴۷۰ق م میں) اسے بھوکا مار ڈالا[۴] اسکی لاش کیٹیاداس کے غار کے جوار میں جسمیں مجرم پھینکے جاتے تھے دفن کی گئی۔ موت سے ذرا پہلے یہ مندر سے نکال لیا گیا تھا۔ مگر بہرنوع اسکے ساتھ سختی کی گئی تھی اور اسپارٹیوں کو مجبوراً اسکے دو بت (کفارے کے طور پر) اتھینے خالکیوئیکس کے مندر میں رکھنے پڑے۔

جو واقعات قدیم روایات سے ہم تک پہنچے ہیں انسے پوسانیاس کے جرم میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہتا۔ اسکے تمام طریق عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے بہت سے ایسے ارادے کئے جنہیں وہ تکمیل کو نہیں پہنچا سکا۔ کامیابی کے وقت وہ متکبر ہوجاتا اور جب اسپر کوئی شبہہ کیا جاتا تو اسکی رہی سہی عقل بھی زائل ہوجاتی۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ ارتابازو سے وہ سازشی

---

[۴] پوسانیاس کی موت کی تاریخ کیلئے دیکھو بیوسولٹ ۲ ' ۳۸۳ و ۴۰۰ ہم اسی مصنف نے پوسانیاس کی زندگی کے آخری حالات پر تنقید کی ہے (صفحات ۳۸۰ سے ۳۸۳ تک)

مراسلت کیا کرتا تھا تو یہ اسکی انتہائی حماقت تھی کہ ایلچیوں کی قسمت کا فیصلہ ایک ہی خط میں کر دیا کرے + ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایک عمدہ سپہ سالار تھا یا نہیں ۔ پلاٹیہ میں لڑائی کی باگ اسکے ہاتھ میں نہ تھی ۔ اس نے صرف مدافعانہ تدبیریں اختیار کیں اور اسی میں نام پیدا کیا + اسکی موت اسپارٹا اور یونان کے لئے ایک شمہ بھر نقصان کی بھی باعث نہیں ہوئی ہوگی

مگر پوسانیاس کے زوال سے ایک بہت بڑے آدمی کو نیچا دیکھنا پڑا ۔ اسپارٹی یہ چاہتے تھے کہ اس ناگوار واقعہ سے انکو کچھ نہ کچھ سیاسی مفاد حاصل ہو جائے ۔ اگر انکی عزت میں کچھ بٹہ لگا تھا وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ کسی اور کو بھی اپنے ساتھ قعر میں گھسیٹ لے جائیں ۔ انہوں نے ایتھنز سفرا روانہ کئے اور تمسطاکلیس پر یہ الزام لگایا کہ وہ بھی پوسانیاس کی سازشی کارروائیوں میں شریک حال تھا +

جنگ ایران کے بعد تمسطاکلیس ایتھنز اور تمام یونان میں ایک بہت بڑا آدمی بنگیا تھا ۔ مگر اس جنگ کے بعد اسنے سوا ایتھنز اور پیری اُس کے استحکامات کی تکمیل کی اور کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا ۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسے کچھ کرنے بھی نہیں دیا گیا + کچھ عرصے کے بعد شاید ۴۷۱ ق م میں اسکے خلاف اخراج کا فتوی صادر ہوا ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک طویل مدت تک اسکے روشن دماغ میں طرح طرح کی اہم تدابیر آئی ہونگی جنکی تعمیل پر وہ قادر نہ تھا ۔ مگر نہ تو ہمیں ان تدابیر کا علم ہے اور نہ اسکے ان سیاسی مخالفوں کے طرز عمل کا جو انکی تکمیل میں مزاحم ہوئے + ایتھنز کے فرقی سیاسیات کے متعلق زمانہ مابعد کے مورخین کے خیالات اکثر ناواجب ہیں ۔ اور موجودہ زمانے میں جو انکی تاویلیں کی جاتی ہیں وہ خلاف قیاس ہیں ۔ روایات مابعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیموں اور ارسطیدیش، تمسطاکلیس کے

---

۵ پوسانیاس کی زندگی اس حوصلہ مند شخص کی مثال ہے جسے نہ تو اپنی ابتدائی تعلیم ملی ہو جو اپنے عہدے کی اس کرسی پر جو اسکی اکتسابی دھتی آرام سے بیٹھ سکے اور نہ اسکو کافی عقل یا استقلال اس نقص کی تلافی کے لئے دیا گیا ہو ۔ اسپارٹی تربیت سے لوگوں میں عیش پسند ایلچیوں میں زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی تھی ۔ اور جب پوسانیاس جیسے شخص کا انسے واسطہ پڑا تو اسکا دماغ پھر گیا ۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اگر پوسانیاس کے سوا اور بہت سے یونانیوں پر سیدھی سادھی یونانی تہذیب کے ساتھ مشرقی تعیش کے تعلق کا اثر پڑ جاتا + ہکو یونانیوں کی قدر کرنی چاہئے کہ ان میں اعلیٰ حیثیت کے لوگ بہت کم تھے جنکی قسمتوں نے ایسی گردش کا پلٹا کھایا ہو +

رتیب قوتیں[۹] اسکے سیاسی میلان کو اس تقویت سے تعبیر کیا گیا ہے جو تقویت اس سے پہنچی اور جسکا مخالف ارسطیدیشؔ فرض کر دیا گیا ہے۔ مگر اس خیال کے ثبوت میں کوئی شہادت پیش نہیں کیجاتی۔ اسکے برخلاف یہ واقعہ ہے کہ ارسطیدیشؔ کے ایتھنزی عمومیت کے مرقع کی آخری رنگ آمیزی کی۔ اسکے اس قول کے ثبوت میں صرف ایک ہی عام مقبولہ رائے پیش کی جاسکتی ہے کہ جو مدبر اپنے ملک کی بحری قوت میں ترقی دیتا ہے وہ اس شخص سے زیادہ عمومیت کی حمایت کرتا ہے جو محض فوجی قوت کو زیادہ اہم خیال کرتا ہے۔ یہ وہی تخالف ہے جو ہوبلیت اور ہوثون میں ہے اور یہی زمانہ قدیم میں ارسطیدیشؔ اور تمسطاکلیسؔ کی مخالف آرزوؤں کو مشخص کرنے میں استعمال کیا گیا مگر واقعہ یہ ہے کہ بحری قوت میں ترقی اور عمومیت دو مختلف النوع باتیں ہیں جنکو ایک دوسرے سے کوئی سروکار نہیں۔ انگلستان کے بحری اقتدار نے اس ملک کی عمومیت کو فروغ دینے میں ذرا بھی مدد نہیں کی اور اسکے برعکس عمومیت پسند شمالی امریکہ کے پاس کوئی بڑا بیڑہ نہیں ہے۔ عام طور پر ملاحوں کو سیاست سے کچھ زیادہ لگاؤ نہیں ہوتا۔ بدیں وجوہ پہلے تو ہمکو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بحری معاملات کی طرف ایتھنزیوں کی توجہ مبذول کرنے میں تمسطاکلیسؔ کا ایک مقصد ملاحوں کو پہلے سے زیادہ سیاسی اختیار دینا تھا۔ صرف اس ثبوت کے بعد ہی ہم بیڑے کی طرف اسکی توجہ کو عمومیت کی پرداخت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ مگر ہمیں اس طرز عمل کا پتہ بھی نہیں ملتا[۱۰]

قدیم مورخوں نے جو وجوہ تمسطاکلیسؔ کے اخراج کے بتائے ہیں ان کی محض ایک عام حیثیت ہے، انہوں نے اس پر محض متکبر اور حریص ہونے کے الزام پر

---

[۹] پلوٹارک "دکیمون" ۱۰) کا بیان ہے کہ کیمون اور ارسطیدیشؔ نے تمسطاکلیسؔ کی مخالفت عمومیت پسندی کی وجہ سے کی تھی۔ ڈنکر (۸، ۹۸ وغیرہ) نے اسے تفصیل کیساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ مفروضہ مثبت دعویٰ ہوتا اگر مصنفین مابعد کا یہ خیال ٹھیک ہوتا کہ ارسطیدیشؔ اعیانیت پسند تھا۔ مگر زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اسی خیالی حیثیت سے اعیانیت پسند تھا جو پلوٹارک نے "فارقلیس" ۹ میں فرض کی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کیمون اور ارسطیدیشؔ، تمسطاکلیسؔ کے مخالف تھے مگر اسلئے نہیں کہ وہ عمومیت پسند تھا۔

[۱۰] ڈنکر (۸، ۴۸-۷، ۱۸۷) یہ کہتا ہے کہ تمسطاکلیسؔ نے "عام جبریہ بھرتی" کو رواج دیا۔ واقعات اس بیان کی تائید نہیں کرتے اسلئے کہ اس سے بہت دنوں پیشتر سے ہی ایتھنز میں عام طور سے فوجی بھرتی جاری تھی ؎

اکتفا کیا ہے ۸ واقعہ یہ ہے کہ اس کے اخراج کی اصل وجہ کیلئے ہم کو اسکی روش کی طرف غور کرنا چاہئیے جو الیو ناسی بسیرا کے دشمن صرف عام طریقے سے الزام رکھ سکتے تھے نہ کہ کسی خاص سیاسی مطمح نظر کی بنا پر جو دوسرے سیاسی رہنماؤں کے اصولوں سے مختلف ہو۔

مِسْطا کلیس کی آرزو یہ تھی کہ وہ حکمرانی کرے اور وہ حکومت کرنا خوب جانتا تھا۔ اس کے اپنے خود چند مستحکم اصول تھے جنکو وہ ایتھنز کی سیاست کا بہترین منبع سمجھتا تھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ایتھنز کا سب سے اچھا خارجی طرز عمل کیا ہے مگر مشکل یہ تھی کہ شہر میں کوئی ایسا فریق نہ تھا جسپر وہ مستقل طور پر اعتماد کر سکے۔ واقعات اور اسکے عادات دونوں ایسی فریق بندی کے مانع تھے۔ خاندان پی سس تراتش کے زوال اور ایساغورث کی موت کے بعد جب اعیان کے استبدادی فریق کی اہمیت نہیں رہی تو اسوقت ایتھنز میں صرف دو فریق رہ گئے جو دو بڑے خاندانوں کے زیر اثر تھے۔ چھٹی صدی ق۔م کے وسط میں تین خاندان باقی گھرانوں سے ممتاز تھے یعنی دیاکری ای بسرگردگی پی سیس تراتش پی دیائی ای بسرگروہی ملتیادیس و لیکرس اور پرالی جسکا سردار میگا کلیس تھا۔ ۵۱۰ ق م کے بعد صرف دو فریق رہ گئے تھے ایک تو پے دیائی ای بسرکردگی ایمون ابن ملتیادیس ثانی اور دوسرا پرالی جسکے رہنما میگا کلی کلیس تھنیس کا دوست ارسطیدش اور کلیس تھنیس کا نسبتی بھتیجا زانتھی پس تھے۔ باقی دو فریق عموميت کی طرف کچھ آگے بڑھ چکے تھے۔ جیسے ملتیادیس کا گروہ چھٹی صدی زیادہ شرفا پرست تھا ایسے ہی کیمون کا فریق بھی اشرافیت کا دلدادہ تھا۔ اور الکموٗنی خاندان جسکے قائم مقام اب ارسطیدش اور زانتھی پس تھے اب وسط سے بائیں جانب ✱ بڑھ رہے تھے ۹ جب مِسْطا کلیس اپنے

---

۸ ڈنکر (۸، ۹۲) نے ان الزامات کا لحاظ دیا ہے۔ بیوسولٹ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ہم طلوسی دیدش کے اصلاحات کی حقیقی ماہیت سے پوری طور پر آگاہ نہیں۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اصلاحات کا وجود محض تھیوپومپس کے دماغ میں تھا۔ دربس۔

✱ وسط سے بائیں جانب کے معنی یہ ہیں کہ وہ پہلے سے زیادہ انتہاپسندی کی طرف مائل تھے۔ مترجم

۹ اسی قسم کے حادثات انگلستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ وگ اور ٹوری گروہوں کے سیاسی نصب العین میں بہت ہی کم فرق رہا ہے مگر اسکے باوجود خاص خاص خاندان دونوں کے پیشرو رہے ہیں۔ وگوں میں تو ٹمپل

ذاتی اصول کی پابندی اندرونی معاملات میں کرنا چاہتا تھا تو اسکے لئے لابدی تھا کہ وہ اسکے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ اس عمومی میلان کو اختیار کرے جسکا پی سِس ترائس اسقدر دلدادہ تھا۔ مگر اسمیں کئی رکاوٹیں تھیں۔ اول تو پی سِس ترائس کے اصول کو الکمونیوں نے گویا اپنے علم پر چسپاں کروا تھا دوسرے پی سِس ترائس کا فریق غیر مرتب حالت میں تھا۔ اور تیسرے جہاں تک ہم کو معلوم ہے تھِسٹاکلیس کا دوستانہ یا عزیزدارانہ تعلق کسی مقتدر خاندان کے ساتھ نہ تھا۔ بدیں وجہ نہ تو کوئی فریق اسکا ساتھ دینے کے لئے تیار تھا اور نہ کوئی فرقی اصول مرتب کرنے کی اسمیں اہلیت تھی۔ یہ سچ ہے کہ وہ لیکومی خاندان کا ایک فرد تھا [10] وہ ایک نو دولتا تھا اور اسکے ساتھ ہی خود رائے بھی تھا۔ جو شخص حکومت کا بھی آرزومند ہو اور اسکے عزیزوں کا کوئی گروہ بھی اس کی پشت پناہی کیلئے نہ ہو تو اسکا خدا ہی حافظ ہے۔ خاصکر ایسی صورت میں کہ وہ محض اصول پرست ہو اور ذرائع کے انتخاب میں بھی بے پرواہو۔ تِھسٹاکلیس کی بعینہ یہی حالت تھی۔ اسکی نفسیلت کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ اسکے دشمن بن گئے تھے جو اپنے خاندانی تعلقات کی بنا پر مختلف فریقوں کی رہنمائی کرتے تھے اور اسکے غیر محتاط ہونے کی وجہ سے ایسے لوگ بھی اس سے بدظن ہو گئے تھے جو ان سرگروہوں سے کم تعلق رکھتے تھے۔ اسکے برعکس ارسطیدِش میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جنسے انسان کسی گروہ کو زینت دیسکتا ہے۔ اسمیں اتنی ایمانداری اور دیانت داری تھی جتنی ایک مدبر میں ممکن ہے۔ وہ الکمونیوں کا جانب دار تھا۔ جہاں تک ممکن تھا وہ اپنی ذات سے دراندازی نہیں کرتا تھا اور اسکی اشراف پسندی کی شہرت محض اس بنا پر تھی کہ وہ عوام میں مقبول نہ تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ 10) ولیم رسل (بیڈفرڈ) اور کیوینڈِش (ڈیونشائر) ہی رہنما رہے ہیں اور آخر الذکر کا تو اب بھی وہی پایہ ہے۔ انگلستان میں ابھی کسی خود مختار نو دولتے کو لوگوں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ اسکی مثال کے لئے برِوم کی وزارت کے اختتام کی یاد بالکل کافی ہے۔ انگلستان اور ایتھنز دونوں میں آزادی پسند گروہ یہ چاہتا تھا کہ اعلیٰ طبقے کے لوگ اسکی رہنمائی کریں۔ تھِسٹاکلیس اسی لئے علیٰحدہ ہونے پر مجبور ہوا کہ وہ آزادی پسند اشراف کے قدیم اقتدار کو ماننے کیلئے تیار نہ تھا۔

[10] بیوسولٹ (1 ۸ ۰ ۵) یہ فرض کرتا ہے کہ سیرون سا کن فلیا جسنے کیلونی واقعے کا الکمونیوں پر الزام لگایا تھا ایک لیکومی تھا۔ دیکھو پلوٹارک "تِھسٹاکلیس" ۳۲۔ بہرحال یہ ضرور ہے کہ محض خاندانی تعلقات کی بنا پر کسی بڑے گروہ کو تِھسٹاکلیس اپنا نہیں کہہ سکتا تھا۔

ایتھنز کی قوت کے مسائل سے تمسطاکلیس کو ایک خاص دلچسپی تھی اور خارجی معاملات میں تو اس سے زیادہ کوئی واقف کار ہی نہ تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ وہ ہمیشہ سے حیلہ بازی میں مشاق تھا۔ اس کی سکینس کی دو سفارتوں سے (جنمیں سے پہلی سفارت کے متعلق تو کوئی شبہ نہیں) اور جس طریقے سے اسنے فصیل ایتھنز کی تعمیر کرکے نزاع اسپارٹا کا خاتمہ کر دیا یہ امر صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اسکے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان کچھ نزاع نہ تھی اسنے اسپارٹی بیڑے کو برباد کرنے کی تدبیر سوچی تھی[11] اغلب یہ ہے کہ اندرونی معاملات اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ تعلقات میں اسنے دیانتداری کا برتاؤ نہیں کیا اور اسی وجہ سے عوام الناس ایسے شخص سے فی الجملہ آزردہ ہوگئے ہونگے جسکے اثر کا انحصار محض اسکی ذاتی قابلیت پر تھا۔ اسپر بندۂ درم ہونے کا الزام لگایا گیا اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بڑے بڑے امرا کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ ششصد ق م ہی میں اسکے تعلقات ایران کے ساتھ ایسے نہ تھے جو کسی جمہوریہ میں ہونے چاہئیں یا جنسے ایتھنزیوں کے دل میں اسکی وقعت بڑھ سکتی۔ اسکا اپنی لڑکیوں کو سائیبرس اور اطالیہ کے نام سے موسوم کرنا فی نفسہ ایک ہلکی سی بات تھی مگر ممکن ہے کہ اس سے بھی اختلاف بڑھ گیا ہو[12] قصہ مختصر یہ ہے کہ یہ ممتاز شخص جو بہت سے تعصبات سے بالاتر تھا نہایت آسانی کے ساتھ بدنام ہوگیا اور اسکے تنزل میں خاصکر اسوجہ سے کوئی اور

---

[11] تمسطاکلیس کا ارادہ یونانی بیڑے کی بربادی کا تھا اور اس موقع پر ارسطیدش کی ایمانداری نمایاں ہے۔ پلوٹارک۔ "ارسطیدش"۔ ۲۲۔ "تمسطاکلیس"۔ ۲۰۔ مقابلہ کرو تفصیلی بحث D U ۸، ۶۵-۶۰۔ تمسطاکلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے خلیج پیگاسے میں اسپارٹی بحری بیڑا جلا دینے کا ۴۷۶ ق م میں ارادہ کیا تھا جب وہ لیوتی خیدیس کی ماتحتی میں تھسلی سے لڑ رہا تھا۔ نیز دیکھو کرٹیس ج ۲، ۸۲۷۔ تمسطاکلیس جنے ارتیمس ارسطوبولے کیلئے ایک مندر تعمیر کیا (پلوٹارک۔ "تمسطاکلیس" ۲۲۔) اور تولیون جسکا خیال تھا کہ اسکی کامیابی اوتوماتیا کی وجہ سے ہوئی دو متضاد شخصیتیں ہیں ۞

[12] تمسطاکلیس کے تعلقات بیرونی ممالک سے نہایت وسیع تھے اور ان ممالک میں ایران اسپارٹا آرگوس، کورکائرا، اٹلی اور شاید سسلی بھی شامل تھے۔ اسیوجہ سے تمسطاکلیس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اسنے چھٹی صدی ق م کے ایتھنزی طرز عمل کو جاری رکھا اور دراصل وہ ہی فارقلیس اور الکیبیاڈیس کا پیشرو ہے۔ طوسی دیدش (۱، ۱۳۸) نے اسکے اوصاف کا خاکہ کھینچا ہے۔ طوسی دیدش کو

رکاوٹ نہ رہی کہ ایک طرف تو ایتھنز میں اسکا کوئی اور ہم خیال نہ تھا اور دوسرے اسپارٹا والے اس سے متنفر تھے۔ سنہ ۴۷۱ ق م کے بعد وہ پھر سپہ سالار مقرر نہیں کیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ محض اسوجہ سے نہ تھا کہ امن کے زمانے میں دوسرے بھی اس عزت اور وقار کی تمنا کرنے والے موجود تھے' بلکہ غالبا اسکی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو یہ یقین نہ تھا کہ تمسطاکلیس ایران کے ساتھ ایسے تعلقات رکھیگا جنمیں محض ایتھنز کی ہی بہتری مدنظر ہوگی۔ اسلئے جب دونوں فریق اس سے ناراض ہوگئے تو ایسی صورت میں اسکا جلاوطن کیا جانا کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ مگر نہ تو اسکا ثبوت ہے اور نہ یہ قرین قیاس ہے کہ اسنے پیوسانیاس کی طرح غداری کی ہو۔ ایتھنز سے اخراج کے بعد پیوسانیاس اکثر آرگوس میں رہا جو اسپارٹا کی عداوت کا گویا مرکز تھا اور وہاں سے اسنے پیلوپونیز کی بعض دیگر ریاستوں کا سفر کیا۔ اسکے بعد اسپارٹیوں نے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور تمسطاکلیس پر یہ الزام لگایا کہ چونکہ یہ پیوسانیاس کے ساتھ غداری میں شریک تھا اسلئے اسکو سزا دینی چاہئے۔ الکمیون کے بیٹے لیوبوٹاس کی تحریک کے بموجب ایتھنزیوں نے تمسطاکلیس کو واپس بلانے کیلئے اسپارٹی سفیروں کے ساتھ چند ایلچی روانہ کئے۔ تمسطاکلیس نے خیال کیا کہ اسوقت راستے سے ہٹ جانا ہی مناسب ہے اور جزیرۂ کورکیرا کو روانہ ہوگیا جو اسکا پہلے سے مرہون منت تھا۔ مگر کورکیرا کے باشندوں نے بھی اسے اسپارٹیوں سے بچانے کی جرأت نہیں کی' اسلئے وہاں سے وہ اپیرس چلاگیا جہاں اسنے مولوسیوں کے بادشاہ ادمیتس کی پناہ مانگی۔ باوجودیکہ ایک مرتبہ تمسطاکلیس نے اپنے حصول مقصد میں دراندازی کی تھی لیکن اسے اس حاکم کی مہربانی پر پورا وثوق تھا۔ ادمیتس نے اسے دشمنوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ شاہ سکندر کے پاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲) غالبا پیوسانیاس کی سازش کی جو اسنے اسپارٹی آئین کے خلاف کی تھی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۰) کے مطابق کیمون اور ارسطیدیش تمسطاکلیس کے مخالف تھے اس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکے بخلاف استبدادی اور آزادخیال دونوں تھے۔ ہمارے پاس اس قول میں شبہ کرنے کی نہ کوئی اندرونی وجہ ہے نہ خارجی ہے

(۱۳) یہ کراتیرس کی رائے ہے جو میولر' ۱۱ میں منقول ہے (؟)

پیدنا روانہ کردیا جہاں سے وہ جہاز میں بیٹھکر ایشیا چلا گیا۔ جزیرۂ ناکسوس پہنچکر سے پہ خطرات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہاں اسے معلوم ہوا کہ ایک ایتھنزی بیڑہ جزیرے کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا ہو طوفان کی وجہ سے اسکا جہاز مجبوراً وہاں لنگر انداز ہوا۔ اب تمستطا کلیس کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اگر طوفان میں اسکا جہاز بیڑے کے قریب پہنچ گیا تو اسکو بیڑے والے پہچان لینگے' اسلئے اسنے جہاز کے کپتان پر اپنے تئیں ظاہر کردیا اسنے کسی ترکیب سے جہاز کو بیڑے سے دور ہی رکھا۔ تمستطا کلیس جب اس خطرے سے بچ گیا تو وہ اطمینان سے ایفی سُس گیا اور اردشیر کی تخت نشینی کے چند روز بعد ہی سوس پہنچا [۱۴] اسنے شہنشاہ کو وہ خدمات یاد دلائیں جو اسنے زرکسیز کیلئے کی تھیں اور یہہ درخواست کی کہ اسے ایک سال کے بعد شرف باریابی عطا کیا جائے تاکہ اس عرصے میں وہ فارسی زبان میں پوری مہارت حاصل کرلے۔ اردشیر نے یہ منظور کرلیا۔ بالآخر وہ بادشاہ کا منظور نظر ہوگیا اور شہنشاہ کو یونان کے ایرانی صوبہ بنانے کی بڑی بڑی امیدیں دلانے لگا۔ ایران میں ممتاز غیر ملکی غداروں کی ہمیشہ نہایت خاطر و تواضع کی جاتی تھی اور بلاشبہ تمستطا کلیس میں یہ صفت موجود بھی تھی۔ تین شہروں کی آمدنی اسکے جیب خرچ کیلئے مقرر کیگئی۔ یعنی شراب کیلئے ملیاوس۔ گوشت اور سامان رسد کیلئے می اُس اور روٹی اور سامان سکونت کیلئے دریائے میاندر والا مگنیشیہ + اسکا صرف روٹی کا خرچ سالانہ چالیس تالنت تھا۔* مگنیشیہ کے سکہ پر اسکا نام ہونے سے

---

[۱۴] طوسی دیدش (۱، ۱۳۷) کے مطابق اسنے اردشیر سے خط و کتابت بھی کی تھی۔ بیوسولٹ (۲، ۳۹۰) کی رائے ہے کہ مورخین مابعد بجائے اردشیر کے زرکسیز کا نام محض اعتبار بڑھانے کیلئے لیتے ہیں۔ اسکا خیال ہے کہ اگر تمستطا کلیس، ایفی سُس ۴۶۶ ق م میں آگیا۔ اور اس نے اردشیر کے ہی زمانے میں سوس کے ساتھ تعلقات قائم کئے ہونگے۔ اسلئے کہ اردشیر ۴۶۵ ق م میں تخت پر بیٹھ چکا تھا۔ بہرحال یہ تیقن کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ کریوگر کے خیال کو کہ زرکسیز نے ۴۶۷ ق م میں وفات پائی اب تمام مورخوں نے رد کردیا ہے۔ نیز دیکھو گرتیس ۲، ۵۲۸ و ۶۲

* ایک تالنت = قریب ۲۴۴ پونڈ = ۳۶۶۰ روپیہ۔
+ ۴۰ تالنت = ۱۴۶،۴۰۰ روپیہ۔ مترجم]

یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دراصل اس شہر پر مطلق العنان حاکم تھا۔ ۱۵
خود طوسی دیدش کے زمانے میں ہی اسکی موت کے مختلف وجوہ بیان کئے جاتے تھے۔
بعض تو یہ کہتے تھے کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہوکر اپنی موت سے مرا۔ مگر بعض کا یہ قول تھا کہ چونکہ وہ
اس وعدے کو جو اسنے شہنشاہ کے ساتھ کیا تھا کہ وہ یونان کو ایرانی سلطنت میں شامل کرا دیگا
پورا نکر سکا اسلئے اسنے ایک بیل کا خون پی کر خودکشی کرلی۔ اسکی موت کے سال کا ہم کو علم نہیں۔
فرض کیا جاتا ہے کہ وہ ۴۵۹ ق م میں مرا ہوگا۔ مگنیشیہ کے بازار میں اسکا ایک بت نصب
کیا گیا اور اسکے عزیزوں نے اسکی ہڈیاں اسکے جسم سمیت آیٹکا میں لاکر دفن کر دیں۔ ۱۶
تمسطاکلیس یونان کے عظیم الشان لوگوں میں سے تھا۔ اسنے یونان کیلئے بہت
کچھ کیا اور جہاں تک ہم کو علم ہے نقصان نہیں پہنچایا۔ اسکی شخصیت کچھ دلفریب نہ تھی اگرچہ یہ
بات عموماً بڑے مدبروں میں پائی جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسمیں بہت سے نقص بھی تھے
جنکا اسے آخر کار خمیازہ بھگتنا پڑا۔ تمسطاکلیس جیسے شخص کیلئے مگنیشیہ کے حاکم کا
منصب کچھ خوشی کا باعث نہ ہوسکتا تھا اور اگر یہ سچ ہے کہ اسنے ہمیشہ اسی خیال میں اپنی زندگی بسر کی
کہ اس سے یونان کو ایک ایرانی صوبہ بنانے کا مطالبہ کیا جائیگا تو ایسے عیش سے اسے کوئی تسکین
قلبی میسر نہیں آسکتی تھی اور دراصل اسکی حالت سینٹ ہیلینا کے قیدی سے بھی بدتر
ہوگئی۔ ۱۶

---

۱۵ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساحلی شہر لمپاکس اور مائی اُس اسوقت آزاد نہ تھے۔ بیوسولٹ
اور کیوہلر دونوں کی رائے یہ ہے کہ وہ آزاد تھے اور اسکی تفویض کا اصل مقصد صرف تمسطاکلیس کو ایرانی
جانبدار بنانے کیلئے طمع دینا تھا۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ دراصل لمپاکس پر قابض نہ تھا تو پھر تیسری صدی
ق م تک وہاں اسکی یاد زندہ کیسے قائم رہی۔ بیوسولٹ ۲ ' ۳۹۵ میں لولنگ ۶ ' ۱۰۲ کا تتبع کیا گیا ہے
۱۶ تمسطاکلیس کی موت کیلئے دیکھو طوسی دیدش ۱ ' ۱۳۸۔ بیل کا خون پینے اور اسکی وجہ سے
مرجانے کا قصہ سب سے پہلے Arist ۸۴ ' ۸۳ میں بیان کیا گیا ہے۔ بیوسولٹ ۲ ' ۳۹۵۔
۳۹۶ میں اہم واقعات کا ملخص دیا ہوا ہے۔ وہ یہ فرض کرلیتا ہے کہ تمسطاکلیس کی موت قریب قریب
۴۵۵ ق م میں واقع ہوئی ہوگی جب کہ مصر کی بغاوت کے بعد ارد شیر نے یونان کے مقابلے میں ایرانیوں
کو مسلح کرنا شروع کیا۔ اگر ہم ایرانی لڑائیوں کا جنگ ٹروائے سے مقابلہ کریں تو تمسطاکلیس یونانیوں کا

مملکت ایتھنز اسی دوران میں دونوں بڑے بڑے گروہوں کے قائم مقاموں یعنی کیمون اور ارسطیدیش کی نگرانی میں برابر ترقی کرتی رہی اور یہ دونوں امور ملکی انتظام یک جہتی کے ساتھ کرتے رہے۔ پہلے تو ارسطیدیش نے جو کیمون سے عمر میں بڑا تھا اندرونی اور خارجی معاملات میں رہنمائی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ اسنے آخر اپنے ہی تابع عمومی تنظیم کی تکمیل کرائی اور ایک قانون منظور کرایا جسکی رو سے ہر شخص یہاں تک کہ پہلی مالیت کے چوتھے طبقے کے افراد بھی آرخن مقرر ہو سکتے تھے ؎۱ چند مورخوں کا خیال ہے کہ اس موقع پر آرخنی کیلئے قرعے کے ذریعے سے انتخاب کا طریقہ رائج کیا گیا۔ اور ڈنکر بھی اسی خیال کی تائید میں اسکی توجیہ یہ کرتا ہے کہ اس قرعہ اندازی کا سبب یہ تھا کہ اشراف کو عمومیت کی توسیع کا کچھ معاوضہ مل جائے۔ مارالتھون کی لڑائی کے سنہ میں ہی ہیروڈوٹس نے لکھا ہے کہ پولیم ارخ کا انتخاب قرعے کے ذریعے سے ہوا تھا۔ اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اس طریقے کا رواج ارسطیدیش یا ایفیالتیس کے زمانے میں ہوا تو ہیروڈوٹس کو اسکی کیوں خبر نہ تھی۔ خود طریق انتخاب بذریعہ قرعہ نہ تو عمومی ہے اور شاعیانی۔ اسکا مقصد تو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵) اوڈیسئس سمجھا جائیگا۔ ہیروڈوٹس اور طوسی دیدیش کا جو خیال تھسطاکلیس کے متعلق ہے اس سے تھسطاکلیس اور ارسطیدیش کی سیاسی حیثیت کے متعلق میری صحت رائے کا ایک اندرونی ثبوت ملتا ہے۔ زر و شرفا پرست کا طوسی دیدیش کبھی انکو برا نہیں کہتا۔ ہیروڈوٹس جسکی بابت ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عمومی حکومت ایتھنز کا موید تھا ہمیشہ اسکے حب زر کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ارسطیدیش عمومیت پسند تھا اور اسکی مزید تصدیق ارسطاطالیس کی کتاب "ایتھنزی دستور" باب ۲۳ سے ہوتی ہے۔

؎۱ پلوٹارک "ارسطیدیش" ۲۲۔ بیوسولٹ ۲، ۳۲۰-۳۲۸+ بیولیان نے اپنی کتاب "تاریخ یونان" میں (جو میولر کی کتاب "علوم قدیمہ" ۳، ۴، ۴۰۰ میں شامل ہے) اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ فنک (بابت تھسطاکلیس مطبوعہ ۱۸۷۹ء) کا خیال ہے کہ حق رائے دہی کی وسعت کی بنیاد تھسطاکلیس ہی نے رکھی تھی۔ بیولیان بالکل سچ کہتا ہے کہ یہ درست نہیں ہو سکتا۔ مگر ارسطیدیش کے طرز عمل سے تبدیل آراء کا ضرور اظہار ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میرے نظریے سے جو اسناد کے حقیقی تفحص کا نتیجہ ہے اس واقعے کی آسان ترین تشریح ظاہر ہوتی ہے۔

یہ ہے کہ افسروں کے انتخاب میں بجبہ جانبداری پر امیدواروں کے تمام امکانی اوصاف قربان کیئے جائیں اسی وجہ سے قرعہ ان عہدوں کیلئے زیادہ موزوں ہے جنمیں کسی خاص قابلیت کی ضرورت نہو۔ جب آرخنی کی ذاتی اہمیت مفقود ہوگئی تو پھر قرعے کے ذریعے سے انتخاب میں کچھ حرج نہیں رہا۔ اسکی ابتدا کلیس تھنیس سے ہوئی جسنے استراتی گوروں اور ہرپتانیس کو فقط عمال کی حیثیت دیدی تھی۔ اسکے ساتھ ہی قرعی انتخاب کو یونانی نظر سے ایک اور خصوصیت حاصل تھی جسے نظرانداز نہ کرنا چاہیئے۔ چونکہ انکے نزدیک دیوتا تمام معاملات قرعے ہی کے ذریعے سے طے کرتے تھے اسلیئے اس طریقے کو برتنے سے منتخب شدہ اشخاص میں برگزیدگی الہی کا بھی اظہار ہوتا تھا۔ [18]

جب کیمون یہ بتلادیتا تھا کہ ایتھنز اور اسکے کسی خاص حلیف میں کس قسم کا برتاؤ ہونا چاہیئے تو ارسطیدش ہی ایتھنز اور اس حلیف کے معاملات طے کرنے میں خاص حصہ لیتا۔[19] ایتھنز کی لیگ دراصل اس زبردست مخالف ایران یونانی لیگ کا سلسلہ اور شاخ تھی اور جو خود پیلوپونیزی مخالفہ سے نکلی تھی جسکا سرگروہ اسپارٹا تھا ایتھنز نے [49]ق م

[18] مصنفین ماقبل دبوسخ۔ شیومان "یونان قدیم" ۱ ، ۳۵۶ وغیرہ انکی رائے میں قرعے کے ذریعے سے افسروں کا انتخاب دراصل کلیس تھنیس کا اختراع تھا۔ ڈنکر اور میولر سٹریوبنگ کا خیال ہے کہ ارسطیدش اور میولر اور لوگیل اور میوسولٹ (تاریخ یونان" ۲ ، ۱ ، ۴) کے نزدیک الیفیالتیس ہی اسکا موجد تھا۔ گلبرٹ صرف کلیس تھنیس کو مستثنے کرتا ہے۔ ہیروڈوٹس (۶ ، ۱۰۹) یہ طریق انتخاب کلیس تھنیس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اسکے خلاف صرف ایک سوال پیش کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ انکی کیا وجہ ہے کہ باوجود قرعی انتخاب کے ابتک عین وقت پر شسطاکلیس جیسے بڑے بڑے لوگ آرخن منفرر ہوسکتے تھے۔ اس کا یہ جواب ہے کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ قرعے کیسے ترتیب دیئے جاتے تھے۔ جس شخص کے نام کی گولی کلسے میں نہیں ڈالی جاتی تھی اسکا انتخاب ہونا محال تھا اور اگر صرف ایک ہی گولی ڈالی جاتی تھی تو ظاہر ہے کہ ایک ہی نکلتی تھی۔ اس طریقے کو مضحکہ انگیز سمجھنا بالکل بیکار ہے۔ قرعی انتخاب کا انتظام بالکل ویسے ہی کیا جاتا تھا جیسا ازمنۂ وسطے میں شہر فلورنس میں۔

[19] پلوٹارک "کیمون" ۱۱ اہمیت سے خالی نہیں۔ کیمون راستہ بتاتا تھا۔ اس دور میں ہر ایک حلیف سے علیحدہ علیحدہ برتاؤ کا طریقہ عام طور پر رائج تھا۔

میں ہی اس سرگروہی کو تسلیم کر لیا تھا اور ۴۸۰ ق م اور ۴۷۹ ق م میں اسے قطعی طور پر مان لیا تھا
مگر جونہی لڑائی یورپی یونان سے ایشیا اور ہیلیس پونٹ کو منتقل ہوئی اسپارٹا نے سرکردگی
کی اہلیت جاتی رہی۔ اور اسکے علاوہ اسپارٹی اور پیلوپونیزی ان حصوں میں لڑائی سے
تھک گئے۔ جب اسپارٹا ایشیائی یونانیوں کو ایران سے نہ بچا سکا تو انھوں نے ایتھنز
سے پناہ لی۔ ایتھنز نے انکی سرگروہی کو تسلیم کر لیا اور اسکو اپنے ہی اختیار میں رکھا۔ اس
تحریک کے اولین مدارج کا علم مثل اسی قسم کے اور بہت سے معاملات کے ابتدائی حالات کے
ہمکو بہت کم ہے[۲۰] صرف یہ تیقن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جب ایتھنز نے ایرانیوں کے خلاف
رہنمائی اختیار کی تو اسکے نئے حلیفوں یعنی ایشیائی اور جزائری یونانیوں میں نہ کسی قسم کی
ترتیب تھی نہ تنظیم۔ اور چونکہ اکثر کا یہ خیال تھا کہ ان میں جنگی قابلیت بالکل مفقود ہو گئی ہے
اسلئے وہ روپیہ دینا اور وقت پر جہاز اور سپاہی ایتھنز کے حوالے کر دینا اور باقی تمام جنگی کام
کو ایتھنز پر ہی چھوڑ دینا مناسب سمجھتے تھے۔ اسی لیے اسکی ضرورت پیش آئی کہ ہر حلیف کے
چندے کی مقدار مقرر کر دی جائے۔ اور یہ کام ارسطیدیش نے اپنے ذمے لیا۔ اسکا طریقہ
عام طور پر پسند کیا گیا اور ارسطیدیش کا مقرر کردہ فوروس یا خراج اس کی موت کے
بہت دن بعد تک بھی بہترین تخمینہ قرار دیا گیا[۲۱] خزانہ دلوس اپولو کے سپرد
کر دیا گیا جو ایونی محافظ دیوتا تھا اور اس کا انتظام ایتھنز کے نمائندوں کے ہاتھ میں

---

[۲۰] اس معاملے اور ہنسیاٹک لیگ کے قیام میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے ؎

[۲۱] ارسطیدیش کی موت کیلئے دیکھو پلوٹارک "ارسطیدیش" ۲۶۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی موت کے مقام اور واقعات متعلقہ کی بابت تین روایتیں مشہور تھیں۔ ان سب سے اغلب وہ ہے جس کا بیوسولٹ نے ۲، ۳۶۹ اور ۳۹۷ میں ذکر کیا ہے کہ وہ پونتوس کے باضابطہ سفر میں ۴۶۷ ق م یا اس کے بعد مرا۔ تعجب ہے کہ اتنے بڑے شخص کی موت کے متعلق اسقدر متضاد روایات ہوں۔ بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات کا تخمینہ: ۴۷۷ ق م ایران کے خلاف ایتھنز کی سرکردگی (بیوسولٹ ۲، ۳۴۴) ۴۷۶ ق م۔ پوسانیاس کی موت (۲، ۳۸۲)۔ غالباً ۴۷۱ ق م۔ تمسطاکلیس کا اخراج (۲، ۳۶۹)۔ غالباً ۴۶۸ ق م تمسطاکلیس کی فراری (۲، ۳۸۹) یا شائد ۴۵۹ ق م تمسطاکلیس کی موت (۲، ۳۹۶) ۴۶۷ ق م کے بعد ارسطیدیش کی موت (۲، ۳۹۷) ؎

رکھہ دیا گیا۔ اسطرح حلیفوں نے ایتھنز کو ازخود اپنا سردار تسلیم کرلیا۔ اور اسکے بعد ایتھنز نے ہر ایک رعایت کو جو اسکو ایک مرتبہ دی گئی اپنا حق سمجھا۔ اور کسی حلیف کی مشارکت سے علٰحدگی کی کوشش کو بغاوت قرار دیا۔ بدقسمتی سے بلحاظ یونانیوں کے اوصاف کے یہ طریق عمل انکے لیئے کسیطرح پر بھی غیر ضروری نہ نکلا۔

اسناد

متعلق باب ہفتم

ہم اسوقت اس زمانے کی تاریخ کے ابتدائی سنین کا بیان کر رہے ہیں جسکو مورخوں نے "خمسینی" کہا ہے۔ مگر یہ مدت دراصل چہل سالہ مدت ہے جو ۴۷۹ق م میں شروع ہوئی اور ۴۳۹ق م تک رہی۔ اسی سال میں ساموسی لڑائی ختم ہوتی ہے اور پیلوپونیزی لڑائی کے پیش خیمے سامنے آتے ہیں اور اسناد اور تواریخ دونوں کیلیئے ایک نیا تاریخی دور شروع ہوتا ہے۔ تاریخ تمدن کے سوا جسکے لیئے بہت سے عظیم الشان ناکمل آثار اسوقت تک موجود ہیں اس چہل سالہ مدت کیلیئے ہم تک نہایت کم اسنادیں پہنچی ہیں۔ کتبوں کے سوائے جنمیں سے بعض نہایت اہم ہیں مگر جو ہم تک غیر مکمل حالت میں پہنچے ہیں ہمارا علم محض قدیم تواریخ تک محدود ہے۔ یہ تواریخ دو حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہیں ایک تو کم و بیش سنوی وقائع اور دوسرے سوانح عمریاں طوسی دیدیش اور دیودورس پہلی طرز کے اسناد ہیں اور پلوٹارک کی لکھی ہوئی تھمسطاکلیس ارسطیدیش کیموں اور فارقلیس کے سوانح عمریاں دوسری شق میں آتی ہیں۔ نکیاس اور الکی بیادیس کی سوانح عمریاں دراصل پیلوپونیزی زمانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ منجملہ ان تمام اسنادوں کے طوسی دیدیش ہی واقعات کا قریباً ہمعصر ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے اسکی بنا ذاتی واقفیت پر مبنی ہوسکتی ہے۔ اسکی تصانیف کے مطالعے سے اسبات کا دل پر گہرا اثر ہوتا ہے کہ اسنے اکثر سچ کی تہ کو پہنچنے کی کوشش کی اور ایک حد تک وہ پہنچ بھی گیا۔ آجکل کے بعض مورخوں نے اسکے خلاف چند الزامات لگائے ہیں جنکے لیئے اکیسویں باب کے حاشیے دیکھنے چاہئیں۔ جب مصنفین مابعد کو کسی امر میں طوسی دیدیش سے اختلاف ہو تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان کو

طوسی دیدش سے بہتر معلومات بہم پہنچ سکتی تھیں؟ آیا انکی معلومات کا طوسی دیدش کے ذرائع سے بہتر قابل وثوق ماخذ تھا؟ یہ کافی نہیں کہ محض ان مصنفین کے نام بتا دیئے جائیں جن سے انھوں نے اقتباس کیا ہو اسلیئے کہ ممکن ہے کہ جو مصنف کتاب کا اصل ماخذ ہو اسی سے اقتباسات مستعار لیئے گیئے ہوں۔ اسلیئے ان اقتباسات کو نظر انداز کر کے ہمیں یہ دریافت کرنا چاہیئے کہ کن کن اسنادوں کو استعمال کیا گیا اور کون سی اسناد کو وہ استعمال کر سکتے تھے اور کس طرح انھوں نے ان اسنادوں سے استفادہ کیا۔

اس پہلی بات کے متعلق جسکی اہمیت بہت زیادہ ہے، عرصہ دراز تک اہل علم کا یہ خیال رہا کہ ڈیودورس اور پلوٹارک نے اپنے اسناد کی نقل کرنے میں کورانہ روش اختیار کی ہے اور یہ نقول لفظ بہ لفظ پلوٹارک اور دیودورس کے تصانیف میں مل سکتی ہیں لیکن یہ رائے اب تقریباً ناقابل قبول رہ گئی ہے اور کم سے کم پلوٹارک کے متعلق تو اب کوئی اس خیال کا مؤید نہیں رہا۔ ہر ایک قدیم مورخ کا طریقہ بھی ویسا ہی جدا تھا جیسا کہ اب ہمارا بعض تو صرف اپنے اسناد کے ساتھ ہی چلتے تھے اور بعض نفس مضمون پر روشنی ڈالتے تھے۔ پلوٹارک دہ بیاتی اور نقاش تھا، اور دیودورس سے زیادہ آزادی کے ساتھ تاریخی مواد پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ اسی وجہ سے یہ معلوم کرنا کہ کہاں ایک نئی سند کا استعمال ختم اور دوسری سند کا شروع ہوتا ہے پلوٹارک میں بہ نسبت دیودورس کے زیادہ مشکل ہے۔ اگر ہم یہ دریافت کرنا چاہیں کہ پلوٹارک یا دیودورس نے تاریخی مواد کا بہترین استعمال کیا اور اسکے مفہوم کو صحت کے ساتھ ادا کیا یا نہیں تو ہمکو فوراً یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ انکی صحت اس پائے کی نہیں ہے جسپر پورا اعتبار کیا جاسکے دیودورس نے اسلیئے غلطیاں کی ہیں کہ وہ اس ذخیرۂ اسناد کو نہ سمجھ سکا جو اسکے سامنے تھا۔ اور جیسا ہم تفصیلاً بعد میں بیان کرینگے پلوٹارک کو بہ نسبت فرداً فرداً ہر ایک واقعے کی صداقت کے نفس زندگی کی خاص اہمیت سے زیادہ بحث تھی۔ بدیں وجوہ پلوٹارک اور دیودورس دونوں کی تصانیف کے استعمال میں بہت سی مشکلات ہمارے سامنے آئینگی۔ انکے سلسلۂ بیان کی قدر اس وجہ اور بھی کم ہو جاتی ہے کہ سوائے طوسی دیدش کے باقی تمام قدیم اسناد جنکا انھوں نے اعتبار کیا ہوگا بلاشبہ قطعی بیکار ہیں۔

سوال یہ ہے کہ وہ کونسے مصنف ہیں جنسے ان دونوں نے حقیقتہً مدد لی ہوگی۔ موجودہ تحقیقات (جسکی بہترین مثال کیلیئے دیکھو ل، ہولٹس ایبفیل "تجسس متعلق تاریخ یونان

از ۴۸۹ ق م تا ۴۱۳ ق م"۔ لائپزگ ۱۸۹۰ء) سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ان کے
اصل ماخذ ایفورس اور تھیوپومپس تھے۔ اور جن دوسرے مورخوں سے انھوں نے
مدد لی وہ نہ تو ان دونوں سے زیادہ قدیم ہیں اور نہ ان سے زیادہ قابل وثوق۔ ایفورس
اور تھیوپومپس دونوں چوتھی صدی ق م میں تھے اور اسلئے انمیں اور "خمسینی" کے
واقعات میں ایک صدی سے زیادہ کا تفاوت تھا۔ ۴۸۰ ق م سے ۴۴۰ ق م تک
کے جو واقعات انھوں نے لکھے ہیں انکے ماخذ محض ادبیات ہی ہو سکتے ہیں۔ اب سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوا طوسی دیدس کے اور کوئی ایسی تحریر ان کے پاس موجود بھی تھی
یا نہیں۔ اور کیا ایفورس اور تھیوپومپس کو قابلیت یا خواہش ان چالیس سال کے
صحیح واقعات دریافت کرنے کی تھی بھی یا نہیں۔ موخر الذکر کی بابت تھیوپومپس نے اپنی
"تاریخ فیلقوس" کے دسویں مقالے میں اس مدت کا ذکر کرنے میں صرف اس غرض سے
مضمون نگاری کی ہے کہ اتھنزی عمومیت کے نقائص دکھائے اور اسکی ہجو کی کرے۔
ایفورس کا مقصد ضرور اس عہد "خمسینی" کی تاریخ لکھنا ہے۔ مگر پہلے تو فریکے وغیرہ نے ایک
عرصۂ دراز تک اسے قابل اعتبار مصنف قرار دیا ("تحقیقات ماخذہائے پلوٹارک متعلق
نکیاس والکیبیادیس" لائپزگ ۱۸۶۹ء) لیکن آخر ترین تحقیقات سے وہ قطعی ناقابل
اعتبار ثابت ہو چکا ہے۔ بوسولٹ نے اپنی "تاریخ یونان" کی دوسری جلد میں قطعی طور پر
ثابت کر دیا ہے کہ یہ مصنف کسی صورت سے سچا نہیں مانا جا سکتا۔ بلکہ بعض مرتبہ تو اس کا
جھوٹ فریب کی حد تک پہنچ جاتا ہے (بوسولٹ ۲، ۱۰۵ - ۱۰۶، ۱۵۲، ۴، ۱۵۴، ۱۷۴، ۲۲،
۴۴ وغیرہ) ایفورس اور تھیوپومپس دونوں اہل بلاغت تھے اور مشہور بلیغ ایسقراطیس
کے شاگرد تھے۔ انھوں نے تاریخ اظہار واقعات کیلئے نہیں بلکہ اپنی فصاحت دکھانے اور
محض ادبی تعلیم کی خاطر لکھی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ انکا مقصد واقعات کو سلجھانا تھا
تو بھی وہ سوا طوسی دیدس کے کہاں سے واقعات اخذ کر سکتے تھے؟ اول تو انکے زمانے
میں سرکاری نوشتے مثلاً تجاویز عموم، حسابات وغیرہ ضرور موجود ہونگے اسلئے کہ انمیں بعض
ہم تک بھی پہنچے ہیں)، مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ انکا معتدبہ استعمال کیا گیا ہو۔
سب سے پہلا شخص جسنے ان ماخذہائے تاریخ کی طرف اہم سیاسی تحقیقات کی خاطر جسکا اصلی
موجد ارسطاطالیس تھا، توجہ کی وہ اتی گونس گوناتاس کا بھائی کراتیرس تھا۔ اسنے کتاب

"تجاویز انتھینز" مرتب کی جسکا پلوٹارک میں بھی ذکر ہے۔ اسکے ساتھ چند اور مصنف گزرے ہیں جو عہد "خمسینی" میں تھے اور جنکی تحریرات سے الفورس اور تھیوپومپس نے اتنی ہی مدد لی ہوگی جیسے انہوں نے طوسی دیدش سے مدد لی۔ اور جیسا خود پلوٹارک نے کیا ہے۔ مگر ہر اسکائی حیثیت سے انکی تحریرات کچھ کم مایہ تھیں۔ وہ تحریرات خیوس کی ایون نے بھی کتابی "آپی دیمیائی" میں دیے ہیں اور ستیسمبروٹس ساکن تھاسوس کی "کتابیں" ہیں جو اسنے تمستاکلیس، طوسی دیدش اکبر اور فارقلیس پر تصنیف کی ہیں۔ یہ تصانیف دراصل محض تذکروں کے تحت میں آسکتی ہیں لیکن پلوٹارک نے انکے متعلق سوانح عمری فارقلیس میں جو رائے ظاہر کی ہے وہ بالکل درست ہے (فارقلیس ۱۳) ایون نے تو اہم واقعات کے متعلق بہت کم لکھا ہے۔ اور باوجود شمڈٹ کی کوشش کے ("دور فارقلیس" جلد ۲) ستیسمبروٹس تاریخ یونان میں اس اہمیت کو نہیں پہنچا جو شمڈٹ اسکو دینی چاہتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جیسا شمڈٹ کا خیال ہے اگر ستیسمبروٹس ہی "خمسینی" کیلئے پلوٹارک کا اصل ماخذ تھا اور اگر اسپر اعتبار کیا جاسکے تو ایسی صورت میں ۴۸۰ ق م سے ۴۳۰ ق م کے واقعات کے متعلق ہمارا علم قابل اطمینان ہو جائیگا مگر شمڈٹ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا ہے کہ پلوٹارک نے اس مورخ سے کچھ زیادہ مدد لی تھی، اور نہ وہ ستیسمبروٹس کو اس الزام سے بری کرسکا ہے کہ اسنے محض بازاری گپ کو ضبط تحریر میں لانے پر اکتفا کیا تھا۔ نتیجہ یہ ہے کہ جن واقعات کا سرچشمہ ستیسمبروٹس قرار دیا جاتا ہے وہ صحیح طور پر کچھ مشکوک سمجھے جاتے ہیں۔ (بوسولٹ ۲ ا ۹ ۴ ۴) حال ہی میں حقیقت واقعی تک پہنچنے کا ایک اور راستہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگر بوسولٹ اور بعض دیگر مورخین کی یہ رائے ہے کہ الفورس نے اپنی تصنیف کا ایک معتدبہ حصہ کسی ایکائی سے نقل کیا ہے۔ یہ قرار داد فی نفسہ اہم ہوتی اسلیئے کہ مقامی تجسس بہت سی نئی معلومات کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ مگر یہ بلحاظ تاریخ کے قدیمیات کیلئے زیادہ قابل قدر ہے۔ دوسرے اٹیکائی وقائع نگار ۴۰۰ ق م کے بعد ہی اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اسلیئے وہ الفورس سے کچھ زیادہ اہم نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان پر آجکل زیادہ اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ اور بوسولٹ (۱ ۳۶۳) کے نزدیک انکی تحریرات خود ستائی اور ناقابل وثوق تفصیل سے بھری ہوئی ہیں۔ سامو سی دورس کے وقائع بھی (جو چوتھی صدی کے آخری حصے میں لکھے گئے تھے) ممکن ہے کہ مقامی اہمیت رکھتے ہوں۔ مگر ان "

مصنفین کے متعلق ہمارا صرف ایک سوال ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا یہ قرین قیاس نہیں کہ انہوں نے اپنے ملک کے نام و نمود کیلیے ہر قسم کے واقعات کو بڑھا چڑھا کر اپنی تحریرات اس سے پر کر دی ہوں خواہ وہ واقعات سچے ہوں یا جھوٹے۔

تبصرۂ بالا پر نظر کر کے ۴۷۹ ق م سے ۴۳۱ ق م تک کی تاریخ کی اسناد کی وقعت کا اندازہ مفصلہ ذیل ہے۔

صرف طوسی دیدیش ہی قطعی طور پر قابل اعتبار ہے۔ غالباً اسکی رائے ہیلانیکوس کا تتمہ لکھنے کیلیے کچھ بھی اسلیے کہ اسنے بہت کم واقعات کا اعادہ کیا تھا (طوسی دیدیش ۱، ۹۷)۔ مگر خود طوسی دیدیش نے بھی ان واقعات کو جو ایتھنز کے عروج کا باعث ہوئے محض اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ نوشتوں سے نہ صرف اسکے بیانات کی تصدیق کی جا سکتی ہے بلکہ اسکی تصحیح بھی ممکن ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ دیودورس پلوٹارک یا دیگر مصنفین مابعد اسکے خلاف ہوں تو انہیں رد کر دینا ہی بہتر ہے۔ اور اگر آپس میں کوئی اختلاف نہ ہو تو جیسا مصنف ہو اور جیسی اسکی تحریر کی حقیقی حیثیت ہو اتنا ہی اسپر اعتبار کیا جائے۔ ان مصنفین مابعد کی تصانیف سے اس حصہ تاریخ (مثلاً تاریخ تمدن) کو جسکا سنویات پر زیادہ انحصار نہیں، بہت مدد مل سکتی ہے۔ اور اسکی ایک مثال پلوٹارک کی سوانحعمری تمارقلیس ہے۔

مگر سنویات کیلیے ان مصنفین مابعد کی کوئی وقعت نہیں اور اسکے متعلق دیودورس اور پلوٹارک کو غلط اہمیت دی گئی ہے۔ اس وقت ہمارے زیر بحث دور "خمسینی" کے سنویات کا سوال ہے جسکے واقعات پر حال میں مفصلہ ذیل مصنفین نے تنقید کی ہے۔

(۱) ک، ڈ کریوگر "تاریخی اور لسانیاتی مطالعات" جلد ۱۔ سنہ ۱۸۳۶ء
(۲) ا، شیفر "واقعات بعد جنگ ایران تا ابتدا لیگ سہ سالہ" لائپزگ سنہ ۱۸۶۵ء
(۳) انگر "ماخذ ہائے دیودورس" جلد ۲ سنہ ۱۸۸۱ء
(۴) ولیرسن "طوسی دیدیش کا بیان "خمسینی" کے واقعات کے متعلق" سنہ ۱۸۶۶ء
(۵) فون لکوارڈسن کی تصانیف سے اقتباسات بعد میں آئینگے۔
(۶) ڈنکر "تاریخ قدیم" ۸ و ۹۔
(۷) بیوسولٹ "تاریخ یونان" جلد ۲ جسمیں ہر ایک واقعہ پر مدلل بحث کیگئی ہے۔

مختلف علماء کے اخذ کردہ دلائل میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی
عام طور پر مصنفین کا یہ خیال ہے کہ فردی واقعات کے متعلق قطعی نتائج پر پہنچنا ممکن ہے۔ مجھے
امید ہے کہ میں اسکے برخلاف یہ ثابت کرسکونگا کہ ہماری اسناد اس قسم کی ہیں کہ ہمارے لیئے محفوظ
طریقہ یہی ہے کہ ہم سنوی نتائج کو قطعی ماننے کیلیئے تیار نہ ہوجائیں ؛

طوسی دیدیش میں بہت کم تاریخیں دی ہوئی ہیں، اسکے خلاف دیودورس ہر
واقعے کی ترتیب سنین واقعے کے موافق کرتا ہے۔ اسپیر ہرکس وناکس یقین کرسکتا تھا (اور
عرصہ دراز تک یقین کیا بھی گیا) کہ دیودورس کے سنویات تاریخ کی بنیاد قرار دیئے
جاسکتے ہیں۔ مگر فولکوآرڈسن (تجسسات متعلق ماخذہائے دیودورس" ۱۱-۱۶ کیل
۱۸۶۴ء) نے یہ قطعی طے کردیا ہے کہ الفورس نے جسپر مشرقی یونان کی تاریخ کے لیئے
دیودورس پورا اعتماد کرتا ہے بلاقید سنین اپنی تاریخ لکھی تھی اور میں نے اپنی "تاریخ سسلی"
میں اس واقعے کیلیئے تازہ شہادت جمع کی ہے۔ دوسرے حال کے دیگر محققین نے جو نظریئے
دیودورس کے ابتدائی سنین کے متعلق قائم کئے ہیں انسے اسکی افادیت بطور سنوی مورخ کے
اور بھی کم ہوجاتی ہے۔ خود انگر کے بھی عجیب وغریب مفروضے سے بھی کچھ مدد نہیں ملتی
مگر اسکا بیان حال ہی میں کیا جائیگا ؛

میرا خیال ہے کہ صفحات آیندہ میں یہ ثابت کردونگا کہ گو دیگر عہدوں کی
سنوی تعین میں دیودورس صحت کی پابندی کرتا ہو (جنگ پیلوپونیز کے واقعات تو اسنے
نہایت بگاڑ کر پیش کئے ہیں حالانکہ اسکی امداد کیلیئے بہترین مواد موجود تھا۔ دیکھو
فولکوارڈسن ۱۱۱) مگر اسنے "خمسینی" اور خاصکر ۴۸۰ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کے حصہ
اولین کے واقعات کے متعلق ایک محض مصنوعی سنوی تسلسل قائم کرکے اپنی تاریخ کے پڑھنے والو
کو دھوکہ دیا ہے۔ وہ دراصل یہ چاہتا تھا کہ تاریخی زمانے میں اخباری طرز قائم رکھے، اور
ٹھیک اس جگہ پہنچ کر اسناد نے اسے کچھ مدد نہ دی۔ اسکی غلطی کا سب سے بین ثبوت جو
اس سے باوجود اسکی بہتر علمیت کے سرزد ہوئی ہے" ۶۰-۶۲ میں ہے جہاں اس نے
کیمون کے تمام کارنامے ایک ہی سال میں دکھائے ہیں گو اسے یہ علم ضرور ہوگا کہ وہ سب
واقعات ایک ہی سال میں ظہور پذیر نہیں ہوسکتے۔ دراصل دیودورس نے ۴۷۹ ق م سے
۴۵۹ ق م تک کی تاریخ کی ترتیب مضامین کے اعتبار سے کی ہے اور اس کا اخباری ڈھانچہ

محض دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔

دیو دورس کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے [اسمیں میں نے (الف) (ب) (ج) وغیرہ کو علیحدہ علیحدہ شقوں میں تقسیم کیا ہے اور مغربی یونان کے واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے جنکے لیئے دیو دورس اکثر تیماکیس کا تتبع کرتا ہے]:۔

(الف) ۱۱، ۳۷۔ سستوس کی تسخیر۔ ۴۷۹؁ ق م۔

(ب) ۱۱، ۳۹ و ۴۰ ایتھنز کی دیواروں کی تعمیر۔ ۴۷۸؁ ق م۔

(ج) ۱۱، ۴۱-۴۳۔ پرئی اس کے استحکامات۔ ۴۷۷؁ ق م۔

(د) ۱۱، ۴۴-۴۶۔ پوسانیاس کا خاتمہ۔ ۴۷۷؁ ق م۔

(ہ) ۱۱، ۴۷۔ ارسطیدیش کی تدابیر۔ ۴۷۷؁ ق م۔ (۱۱، ۴۸ لیوتی خدیس کی موت کا بیان جو ۴۷۶؁ ق م میں واقع ہوئی، ایک اور محض سنوی ماخذ سے لیگیا ہے)۔

(و) ۱۱، ۵۰۔ ایران کے خلاف سیادت سے اسپارٹا کی دستبرداری۔ ۴۷۵؁ ق م۔

(ز) ۱۱، ۵۴-۵۹۔ تمسطاکلیس کا زوال۔ ۴۷۱؁ ق م۔

(ح) ۱۱، ۶۰-۶۲۔ کیمون کی تدابیر۔ ۴۷۰؁ ق م۔

(ط) ۱۱، ۶۳-۶۴۔ اسپارٹا کے جنگ میسینیا کے باغیوں کے خلاف۔ ۴۶۹؁ ق م۔

(ی) ۱۱، ۶۵۔ می کے نائے کی شکست۔ ۴۶۸؁ ق م۔

(ک) ۱۱، ۷۰۔ ایتھنزیوں اور انکے حلیفوں کے تنازعات۔ ۴۶۴؁ ق م۔

(ل) ۱۱، ۷۱، ۷۴، ۷۵، ۷۷۔ مصر کا بیان الیقیا لتقس تک۔ ۴۶۳؁ ق م تا ۴۵۹؁ ق م۔

(م) ۱۱، ۷۸۔ ایتھنز کے کارنامے، اپی دورس اور ای گینا کے ساتھ جھگڑے۔ ۴۵۹؁ ق م۔

(ن) میگارا ایتھنز کا ساتھ دیتا ہے۔ می رونڈیس کی فتح۔

یہ واقعات کی چودہ فہرستیں ہوئیں جنمیں ہر ایک بذاتہ مکمل ہے۔ انمیں سے بارہ فہرستوں کو دیو دورس نے ایک ہی سال میں رکھا ہے۔ ۱۱، ۶۴ میں دیو دورس کہتا ہے کہ میسینیا کی بغاوت (ط) دس برس متواتر رہی۔ ۱۱، ۸۴ کے مطابق اسکا اختتام چودھویں سال ہوا۔ اور یہاں اسکو ایک ہی سال میں ختم کر دیا گیا ہے۔ صرف مصر کے ہی واقعات (ل) ایسے ہیں جنکو چار سال پر پھیلایا گیا ہے۔ تسلسل واقعات دراصل مفصلۂ ذیل تھا:۔

۱۔ (ب) اور (ج) ممکن ہے کہ ایک ہی سال میں ہوئے ہوں۔ مگر یہ خلاف قیاس ہے۔

۲۔(د) اور (ہ) میں کئی سال لگے ؛

۳۔(و) یعنی اسپارٹا کی دست برداری دراصل (د) اور (ہ) کے فوراً بعد آنا چاہیئے۔

مگر یہاں ایک سال کا وقفہ دیا گیا ہے ؛

۴۔(ز) (ح) اور (ک) یعنی تمسطاکلیس کا زوال، کیمون کی تدابیر اور

اتھنزیوں کے تنازعات میں ایک ایک سال سے زیادہ عرصہ ضرور لگا ہوگا ؛

گویا بارہ فہرستوں میں سے یقیناً پانچ اور غالباً دو اور ایسی ہیں جنکو ایک ایک سال میں محدود کر دینے میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے ؛ اس سے دیودورس بطور ایک محقق سنوات کے بالکل غیر مفید ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اسبات پر اصرار کیا گیا ہے کہ واقعات کی صرف ظاہری صورت ہی اسکے خلاف ہے۔ اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ وہ مختلف واقعات کو یکجا سال میں شامل کر دیتا ہے اور (ط) میں تو وہ خود اسکا مقر ہے۔ اگر یہ سب اسنے کسی خاص اصول کو مدنظر رکھکر کیا ہے اور اگر یہ اصول کسی طرح معلوم ہو جائے تو یہ ممکن ہے کہ اسکے تسلسل واقعات سے ہمیں مدد مل سکے۔ انگر اور بعض دیگر مورخین کا یہ خیال ہے کہ وہ دراصل ان تمام واقعات کو جو کسی خاص سال میں شروع ہوئے ہوں اسی سال کے متعلق کر دیتا ہے اور اسکی پروا نہیں کرتا کہ بعض واقعات اس سال کے بعد بھی جاری رہے ہوں۔ مگر اس اصول کا تطابق اتنا مشکل ہے کہ فولکوارڈسن اور ہیوسولٹ تو یہ کہتے ہیں کہ "ہر ایک مجموعہ واقعات کسی خاص واقعے کے سال کے تحت رکھا گیا ہے" (ہیوسولٹ ۲، ۱۴، ۱۳) مگر مشکل یہ ہے کہ ہمیں یہ کسطرح معلوم ہو کہ اسکے نزدیک وہ خاص واقعہ کونسا ہے۔ مثلاً وہ کونسا واقعہ ہے جو سنہ ۴۷۷ ق م میں پیش آیا اور جسکی وجہ سے پوسانیاس کا زوال اور ارسطیدیس کی تدابیر اس سنہ میں رکھی گئیں۔ یوں تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آخیر واقعے سے ہی دیودورس نے تاریخ کا تعین کیا ہے (باب ۱۱، ۴ و ۳، ۲، ۱)؛ میری رائے یہ ہے کہ ان تمام نظیروں کے تطابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب غلط اور بیکار ہیں، اور مجھے یقین ہے کہ دیودورس نے سنہ ۴۷۹ ق م سے سنہ ۴۵۹ ق م تک کے واقعات کی تحقیقات کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ جہاں ایفورس چھوڑ گیا تھا وہاں سے واقعات کو شروع کر دیا اور سلسلۂ بیان میں مختلف آرخنوں کے نام جہاں جی چاہا لکھ دیئے۔ یہ سلسلۂ بیان باقاعدہ اور مرتب ہے اور مفصلۂ ذیل ہے:-

ستوس کی تسخیر کے بعد جب جنگ ایران ختم ہو جاتی ہے:-

(الف) ایتھنز شہر کی دیواریں تعمیر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی آزادی قائم رکھ سکے (ب)۔
اور ساتھ ہی پیرائی اُس کے استحکامات درست کرتا ہے (ج)۔
ایتھنز کی قوت بڑھ رہی ہے اور اسپارٹا کو پتوسانیاس کے رویئے کی وجہ سے زوال ہو رہا ہے (د)۔
اسلئے ایتھنز ایک نئی لیگ کا اپنے آپ کو سرگردہ بناتا ہے (ہ)
اور اسپارٹا گویا بحری سیادت سے دست بردار ہو جاتا ہے (و)
مگر ایتھنز کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسلئے کہ تمسطا کلیس کا حشر بھی پوسانیاس کے مثل ہوتا ہے (ز)
یہ سچ ہے کہ ارسطیدیس نے ایک بحری لیگ قائم کردی ہے مگر بجائے اسکے کیمون کے سرہی فتح کا سہرا رہتا ہے (ح)۔
اسی دوران میں اسپارٹا کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ایک بڑے زلزلے کے بعد ہیلوٹ بغاوت کردیتے ہیں اور میسینیا میں اسپارٹیوں کی مقاومت کرتے ہیں (ط)۔
آرگوس کو یہ موقع مل جاتا ہے کہ وہ اپنا اقتدار بڑھائے اور مکینائی کو برباد کردے (ی)
ایتھنز کی مشکلات دوسری قسم کی ہیں۔ انکا اصل سبب اسکی بڑی قوت اور اپنے حلیفوں کے معاملات میں مداخلت اور بدنصیب مصری مہم ہے (ل)۔
پیلوپونیزی اسی موقع سے فائدہ اٹھاکر ایتھنز پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ (م-ن)
مفصلۂ بالا ایک عمدہ اور باقاعدہ بیان ۴۷۸ھ ق م سے ۴۵۹ ق م تک کے واقعات کے ارتقا کا ہے۔ جزئیات کا اندراج صرف دو صورت سے ممکن تھا۔ یا تو اخبار کی طرز اختیار کی جاتی۔ مگر ایسی صورت میں اسپارٹی اور ایتھنزی واقعات کو ایک دوسرے میں مخلوط کرنا پڑتا اور کیمون اور پتوسانیاس وغیرہ کے کارنامے اسی خلط آمیز طرز پر ترتیب دینے پڑتے۔
دوسرے یہ ممکن تھا کہ مصنف ان واقعات کو جو ایک ہی برس کے اندر گزرے ہوں ایک ساتھ نہ لکھے بلکہ ان واقعات کو مجموعی طور پر بیان کرے جنکا ایک دوسرے سے کوئی اندرونی تعلق ہو۔ موخرالذکر طریقے پر الفورس نے عمل کیا ہے۔ اگر وہ سنین کو بھی بیان کرنا چاہتا تو ایک ہی سنہ کا مختلف تقسیموں کے تحت ذکر آتا۔ مگر ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ الفورس نے ایسا کیا ہو۔ اب ویودورس

کو لیجئے ۔ اس کا منشا یہ تھا کہ تاریخی زمانے کے واقعات کو اعتبار کی شکل میں لکھے مگر اسکی تحریرات کا اکیلا ماخذ الفوُرس تھا۔ مگر الفوُرس نے اس طریقے سے اپنی تصنیف مرتب نہیں کی تھی اور الفوُرس ہی کی اس نے نقل کی تھی۔ پھر اسے وقائع کسطرح دستیاب ہوے؟ اس نے نہایت اطمینان سے مختلف سنین الفوُرس کے مختلف سرخیوں کے سامنے رکھدیئے جنکو الفوُرس نے تشابہ مطالب کے مطابق ترتیب دیا تھا۔ مفصلۂ ذیل تمثیلات سے یہ ظاہر ہوجائیگا کہ اسکی سنویت نہ صرف ناممکن ہے بلکہ ترمیموں کے بعد بھی قطعی بیکار ہے۔ + اگر واقعہ (د) [پوسانیاس] سنہ ۴۶۲ ق م سے شروع ہوسکتا ہے جسکے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں (قیترس) تو پھر ایسی صورت میں سنہ ۴۶۲ ق م میں ہی واقعہ (ہ) (ارسطیدیش) ممکن نہیں۔ اس لیئے کہ جو الفاظ ۱۱، ۴۶ میں استعمال کئے گئے ہیں اور جن میں پوسانیاس کی پبلک زندگی کے پہلے سال کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اسی سال کے لئے کسی صورت سے استعمال نہیں ہوسکتے۔ بدیں وجوہ ارسطیدیش کیواسطے دیوودورس کی سنویت کا استعمال قطعی ناممکن ہے۔ ساتھ ہی یہ عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ واقعہ (ح) [کیمون کے تدابیر] سنہ ۴۶۲ ق م میں شروع نہیں ہوسکتا بلکہ سنہ ۴۶۷ ق م میں شروع ہونا چاہیئے۔ اور یہ قول تو بالکل فضول ہے کہ کیمون کی پبلک زندگی سنہ ۴۶۲ ق م میں ختم ہوگئی ہوگی اس لئے اس سنہ کے متعلق کیمون کا کوئی کارنامہ اس وقت تک معلوم نہیں ہوا۔ اس کے سوائے تھاسوس کی فتح کے بعد (جو ممکن ہے سنہ ۴۶۴ ق م میں ہوگئی ہو) واقعہ (ک) میں ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں جن میں سے چند (مثلاً ای گینا کی علٰحدگی) سنہ ۴۵۹-۵۰ ق م تک ہیں اور بعض (جیسے ایمفی پولس کا تصفیہ۔ بیوسولٹ ۲، ۴۱۲) سنہ ۴۶۶-۶۵ ق م تک ہوئے ہونگے۔ اگر ہمیں دوسرے ماخذوں سے نہ معلوم ہوتا کہ (ک) کے بعض واقعات دیوودورس کے دیئے ہوئے سنین سے پہلے ہی ہوئے تھے تو اس قسم کے کسی شبہ کی گنجائش بھی نہ رہتی۔ دیوودورس میں تو اسکے متعلق اشارہ بھی نہیں۔ آخرالامر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دیوودورس اصلی نہیں بلکہ مصنوعی سنویت ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ تسلسل واقعات ترتیب مطالب پر مبنی ہے اور تسلسل سنین یا تو گمراہ کنندہ ہے ورنہ محض بیکار ہے۔

اب ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ دیوودورس اور الفوُرس ملکر موٹے موٹے واقعات کے متعلق اچھی خاصی معلومات ہم تک پہنچاتے ہیں مگر جہانتک سنین کا تعلق ہے بالکل بیکار ہیں۔

ہم کو ان ماخذوں کا بھی علم ہے جہاں سے ایفورس نے اپنے بیان کا ڈھانچہ لیا اور جسمیں اسنے ایک خاص تعداد سلسلہ وار واقعات کی بھر دی۔ اس کا اصلی ماخذ طوسی دیدش تھا اور خود طوسی دیدش بھی سنین کی تخصیص نہیں کرتا۔ اگر ہم طوسی دیدش کی فصلوں پر عربی حروف تہجی ڈالیں تو مفصلہ ذیل سلسلوں کا ایک دوسرے سے تطابق ظاہر ہو جائیگا:۔

(الف) = "الف"۔ طوسی دیدش۔ ا' ۸۹ ؛

(ب) = "ب"۔ طوسی دیدش۔ ا' ۹۰-۹۳ ؛

(ج) = "ج"۔ طوسی دیدش۔ ا' ۹۲' ۳ ؛

(د) = "د"۔ ا' ۹۴-۹۵۔ واقعات مابعد کے ساتھ۔ ا' ۱۲۸-۱۳۴ ؛

(ه) = "ھ"۔ ا' ۹۶ ؛

واقعہ (و) طوسی دیدش میں علٰحدہ بیان نہیں کیا گیا بلکہ "د" میں شامل ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسکی ایک ذاتی رائے ا' ۹۷ میں درج ہے جسکے بجائے ایفورس نے واقعہ (و) رکھدیا اور جسمیں اسپارٹی واقعات اور ہیتوسمار یدلیس کا بیان ہے ؛

(ز) کو طوسی دیدش بہت بعد میں بیان کرتا ہے یعنی ا' ۱۳۵-۱۳۸ میں ؛

(ح) کی ترتیب دیودورس نے ا' ۹۸ اور ا' ۱۰۰ کے ذریعے سے دی ہے۔ اور ان واقعات کی سنویت کا طوسی دیدش نے زیادہ لحاظ کیا ہے ؛

(ط) = "ط"۔ ا' ۱۰۱-۱۰۳۔ مگر ۳-۲ میں تسلسل ٹوٹ گیا ہے ؛

واقعہ (ی) صرف دیودورس میں ہے اور اسکا بیان صرف اسلئے کیا گیا ہے کہ ۱۰۲ میں طوسی دیدش میں محض آرگوس کا ذکر کر دیا تھا ؛

(ک) = "ک"۔ ا' ۹۸' ۹۹' ۱۰۱ ؛ یہاں یہ عیاں ہے کہ دیودورس نے ان واقعات کو انکے ابتدائی سالوں کے تحت نہیں رکھا۔ بلکہ انکے ترتیب کا طریقہ بالکل جداگانہ ہے ؛

(ل) = "ل"۔ ا' ۱۰۴' ۱۰۹' ۱۱۰ ؛

(م) = "م"۔ ا' ۱۰۵ ؛

(ن) = "ن"۔ ا' ۱۰۵-۱۰۶ ؛

پس ظاہر ہے کہ دیودورس کی خواہ کوئی بھی سند ہو مگر وہ عموماً طوسی دیدش کے

تسلسل واقعات کا تتبع کرتی ہے مگر سنویت کو نظر انداز کر کے واقعات کو انکے نفس مطلب کی بنا پر ہی ملانا کافی سمجھتی ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ کیمون کا ذکر کیوں سب سے پہلے ایسے بے تعلق فقرے میں ہے جو سنوی اعتبار سے بالکل بے میل ہے۔ دیودورس کو پہلے پئوسانیاس، ارسطیدس اور تمسطاکلیس کا خاتمہ کرنا مقصود تھا۔ اور چونکہ تمسطاکلیس تماشاگاہ سیاسیات پر ۴۷۱ ق م سے پہلے نہیں آسکتا تھا اس لئے کہ اس سے قبل ہی پئوسانیاس کا خاتمہ ضروری تھا اور کیمون کو ۴۶۶ ق م تک انتظار کرنا پڑا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۴۶۵ ق م سے ۴۷۱ ق م تک کے سال خالی رہ گئے۔ مگر دیودورس نے انہیں سسلی کی تاریخ کے واقعات بھر دئے۔ غالباً اس کے لئے تمائیس سے جو سنوی اعتبار سے زیادہ باوقعت مصنف ہے واقعات لئے گئے ہیں۔ مگر ان سنین میں ایتھنز میں بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہوگا۔ ان تمام باتوں سے میرا وہ مفروضہ اور بھی زیادہ مستحکم ہو جاتا ہے کہ دیودورس نے واقعات الیفورس سے لئے جسنے انکی ترتیب محض تشابہ مطالب کے اعتبار سے دی تھی اور ہر ایک فصل کے شروع میں کم و بیش من مانی تاریخیں لکھ دیں۔

یہ سچ ہے کہ حال ہی میں انگر نے اپنی کتاب میں جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے دیودورس کی سنوی شہرت برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ انگر فرض کر لیتا ہے کہ دیودورس نے ان سنین کے اوائل کو بالکل چھوڑ دیا ہے جو الیفورس میں مذکور تھے اور اس طرح خود انگر کو بھی تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ دیودورس نے کئی کئی سال کی تاریخ ایک ہی سال میں جمع کر دی۔ مگر اس کی یہ قطعی رائے ہے کہ مجموعۂ واقعات کے پہلے واقعے کا یہ سال ہے اسلئے دیودورس کی سنویت کسی قدر کارآمد ہے۔ مگر انگر کا کیمون کی سی اہم شخصیت کے حالات میں بالکل تتبع نہیں کیا جاتا۔ اور شاید ہی کوئی مورخ ہوگا جو اسکی اس رائے سے اتفاق کرتا ہو کہ آئی اون کی تسخیر ۴۶۱ ق م تک عمل میں نہیں آئی۔ خود انگر بھی بہت سی باتیں ماننے کیلئے طیار نہیں۔ مگر انکے متعلق اسکا ایک نہایت عجیب و غریب نظریہ ہے۔ اسنے دیکھا کہ دیودورس کسی خاص سال کے واقعات کو اس سال سے پہلے کے موسم خزاں سے شروع کرتا ہے۔ لہذا وہ اس نتیجے پر پہنچا الیفورس نے (جس کا دیودورس نے ضرور تتبع کیا) دراصل مقدونوی سنہ کو جو موسم خزاں سے شروع ہوتا تھا اپنے وقائع کی بنیاد قرار دیا۔ یہی خیال ہیوسولٹ کا بھی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیودورس ان مشرقی واقعات کا بیان جو سنہ ۴۸۰-۴۷۹-۴۷۸ ق م میں پیش آئے ان حالات سے شروع کرتا ہے جو

۴۰۰-۴۸۱ق م ہوئے۔ مگر اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی اصلی وجہ وہ تھی جو انگر نے فرض کرلی ہے خود انگر بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس طریقے پر سال کو شروع کرنے کا متواتر عمل نہیں کیا گیا اور جب ہم ان واقعات کی اصلیت پر غور کرتے ہیں جنھیں دیودورس نے اصل سال کے بعد بیان کیا ہے تو ہم ایک بالکل مختلف نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ یہ واقعات اس قسم کے ہیں جنکا تعلق دراصل بحیثیت نفس مضمون اگلے سال سے ہے اور اسی لئے الیفورس نے انھیں آئندہ سال کے واقعات کے ساتھ رکھا ہے۔ مثلاً زرکسنر کی مہم ۴۸۰ق م میں ہی بیان کرنی تھی دیودورس کو کیا ضرورت تھی کہ مہم کی طیاریوں کو جنھیں وہ خوب جانتا تھا کہ ۴۸۱ق م میں کی گئی ہونگی اصل واقعے سے علحدہ کردے؟ اسطرح بہت سے واقعات جو نفس مضمون کے اعتبار سے کسی خاص مجموعی واقعات سے متعلق تھے نہایت آزادی کے ساتھ اصل سنہ سے ہٹاکر آئندہ کسی سال میں رکھ دئے گئے۔ یہ بات تیقن کے درجے کو پہنچ گئی ہے کہ الیفورس نے واقعات کو ان کے نفس مطلب کے اعتبار سے بیان کیا، درآنحالیکہ انگر کا خیال کہ انکی سنویت بھی درست ہے نہیں مانا جاسکتا۔ اگر اسے اس قسم کی صحت کا لحاظ ہوتا تو پھر اسکا طرز عمل کیا ہوتا؟ وہ غالباً زرکسنر کی پیش قدمی کے بیان میں یہ کہتا: "اب مقدونوی سال شروع ہوتا ہے، زرکسنر اپنی فوج کو جمع کرتا ہے۔ اسکے بعد موسم بہار شروع ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔" اور اگر واقعات متوازی ہوتے (جیسے پوسانیاس اور ارسطیدیس کے حالات) تو وہ غالباً مقدونوی سنہ کی ابتدا کا حال کئی مرتبہ کرتا اسلئے کہ مقدونوی سنہ ہر سال کے واقعات کے اختتام سے ذرا پہلے شروع ہوا کرتا تھا۔ میں اس معروضے کے ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں اور اس سے الیفورس کے لئے ایک ایسا طرز عمل اختراع کیا جاتا ہے جس سے وہ خود ہرگز واقف نہ تھا؟

اب ہم مختصراً دیودورس کی ۴۵۹ق م سے ۴۳۹ق م تک کی داستان بیان کرینگے (۱۱، ۷۹ سے ۱۲، ۲۸ تک):-

(س) ۱۱، ۷۹ = س۔ طوسی دیدیش ۱، ۱۰۷۔ اس میں اس امداد کا ذکر ہے جو اسپارٹیوں نے ۴۵۸ق م میں دورس کے باشندوں کو دی؟

(ع) ۱۱، ۸۰-۸۳ = ع۔ طوسی دیدیش ۱۰۷-۱۰۸۔ جنگ تناگرا و جنگ اونوفیتا ۴۵۸ق م؟ (دیودورس کے بیان کیلئے دیکھو باب ۱۰۔ حاشیہ (۶))

(ف) ۱۱، ۸۳ = ص۔ طوسی دیدیش ۱، ۱۱۱۔ ایتھنز فارسالس کے خلاف

۴۵۶ ؁ ق م ؛

(ص) ۱۱/۸۴ - ف - تولمداس کی مہلت اور واقعہ گینیمیم ؛

(ق) ۱۱/۸۵ = ق - طوسی دیدش ۱/۱۱۱ - فارقلیس - اوینیاداے ۴۵۵ ؁

ق م ؛ (اس کا ۱۱/۸۸ میں دوبارہ مع اضافوں کے ذکر ہے) ؛

(ر) ۱۱/۸۶ = ذ - طوسی دیدش ۱/۱۱۲ - سپونڈے ۴۵۴ ؁ ق م ؛ اسکے بعد

سسلی کی تاریخ بیان کیگئی ہے ؛

(ش) - ۱۲/۳-۴ = ش - طوسی دیدش ۱/۱۱۳ قبرس - کیمون ۴۴۹ اور ۴۵۰ ؁ ق م ؛

(ت) ۱۲/۴ صلحنامہ کالیاس - طوسی دیدش میں نہیں ہے - اسکی بجائے اس نے

اسپارٹا کی مخالفت دیکھی اور ایتھنز کی امداد فوکس کا ذکر کیا ہے اور ان واقعات

کا حال دیودورس میں موجود نہیں ہے ؛ (طوسی دیدش ۱/۱۱۲)

(ث) ۱۲/۵ - خ - طوسی دیدش ۱/۱۱۴ - میگارا کی بغاوت ؛

(خ) ۱۲/۶ = ث - طوسی دیدش ۱/۱۱۳ - کورونیا ۴۴۷ ؁ ق م ؛

(ذ) ۱۲/۷ = ذ - طوسی دیدش ۱/۱۱۵ - سپونداے -

اطالوی لڑائیوں کے بعد جنکا اسکے بعد ذکر ہے دیودورس ۱۲/۲۷-۲۸ میں اور طوسی دیدش ۱/۱۱۵-۱۱۷ میں ساموس کی جنگ کا بیان کرتا ہے - اسطرح دیودورس میں ہمکو پھر طوسی دیدش کے مطابق واقعات کا تسلسل ملتا ہے - مگر دیودورس نے اسمیں کچھ ردّوبدل کر دیا ہے جس سے واقعات پہلے سے بھی زیادہ تاریک ہو گئے ہیں بجائے "ص" "ف" کے (ف) اور (ص) ہے اور بجائے "خ" "ث" کے (ث) اور (خ) رکھدیا گیا ہے - اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایفورس کے پاس طوسی دیدش کے سوائے کچھ اور سند ہوگی جسکا ہمیں علم نہیں - اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ صرف دیودورس کے غلط مبحث کا نتیجہ ہو - مگر اس زمانے کے واقعات کے متعلق ایفورس طوسی دیدش کا اسقدر پیرو ہے کہ محض جگہہ پر کرنے کی خاطر وہ ایسے فقرے کے بجائے جو طوسی دیدش میں ہو مگر اسنے نقل نہ کیا ہو کوئی اور واقعہ بیان کرنے میں خلط ملط نہیں کرتا - اسکی مثال کیلئے دیکھو (۹) - اگر ہم اسبات پر غور کریں کہ دیودورس نے اپنا فرض ۱۱/۸۰-۸۲ میں کیا بری طرح ادا کیا ہے اور اسکی ردّوبدل کسقدر بے سود ہے تو ہمیں مجبوراً اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ تفصیل کے لئے دیودورس لغو محض ہے -

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں دیو دورس نے طوسی دیدیش سے زیادہ تفصیل کے ساتھ واقعات بیان کیے ہیں وہاں دراصل وہ طوسی دیدیش کے اس بیان کی تفسیر کر رہا ہے تو ہیں اس نظریے کا مزید ثبوت مل جاتا ہے۔ مثلاً ۱۱، ۳۹۔ ۴۰ بظاہر طوسی دیدیش کے بیان ۲، ۹، ۱۲ کی پراز خرافات مبالغہ آمیز توسیع ہے اور ۱۱، ۴۱۔ ۴۳ طوسی دیدیش کے بیان متعلق پیرائی اُس وتعمیر شہر پناہ کے جسکا ۱، ۹۳ میں ذکر ہے خیالی اور میرے نزدیک محض لغو تخیل ہے۔

۱۱، ۴۴۔ ۵۵ میں ہیں شمطا کلیس کے دو باضابطہ مواخذہ کا پتہ لگتا ہے جو بظاہر بے بنیاد ہیں اور جنھیں اب کوئی قابل توجہ نہیں سمجھتا۔ ۱۱، ، میں چند واقعات محض ایتھنزیوں کی طرفداری کیلئے گھڑ لیے گئے ہیں۔ انگر بھی جسکا دل کبھی دیو دورس کے خلاف کوئی بات کہنا نہیں چاہتا اپنی کتاب کے دوسرے حصے کے ص۱۲۳ میں کسی اور اسناد کے وجود کو ثابت نہیں کرسکا۔ اور جو الزامات اسنے طوسی دیدیش (۲، ۱۲۰) کے خلاف عاید کیے ہیں وہ بے بنیاد معلوم ہوتے ہیں۔ صرف آخری جزو (۱۲، ۲۸) میں ایفورس واقعات سے آگاہ معلوم ہوتا ہے اور کارآمد ہے۔

اب پلوٹارک کی قدر کا اندازہ کیجئے۔ سب سے پہلے ہیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اسکے وقائع کے عام اوصاف کیا ہیں۔ پلوٹارک کا مقصد یہ ہے کہ اسکی لکھی ہوئی سوانح عمریوں کے ذریعے سے لوگوں کی اخلاقی حالت درست ہو جائے۔ اور اسکی یہ کوشش ہے کہ ہر ایک سوانح عمری ایک علٰحدہ ادبی حیثیت رکھے ہر سوانح عمری میں ایک خاص طریق زندگی کی تصویر کھینچی گئی ہے اور سوانح عمریوں کے متوازی ہونے سے یہ طریق صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ مثلاً شمطا کلیس کا مقابلہ کامِلِس سے کیا گیا ہے اور اسے ملک کے آزادی دینے والوں کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ ارسطیدیس اور کیٹو دونوں ایماندار مدبر ہیں۔ نامور اور مالدار سپہ سالار کیمون کا موازنہ لوکولس سے کیا گیا ہے۔ فارقلیس فیبیس ماکسمس کی طرح باریک بین اور دوراندیش ہے۔ نکیاس اور کراسس دونوں امیر ہیں مگر سیاست میں اکثر کمزور ثابت ہوتے ہیں اور دونوں کا خاتمہ نہایت افسوسناک طرز پر ہوتا ہے۔ الکبیادیس بگڑا ہوا خود رائے خود نما شخص ہے جسکی تدبیر اور اوصاف میں یک رنگی پائی جاتی ہے اور جسکے مقابلے کیلئے کوریولانس چنا گیا ہے۔ اسی تخیل کی بنا پر پلوٹارک نے ان واقعات کا انتخاب کیا ہے جنھیں وہ ضبط تحریر میں لانا چاہتا ہے اور اسی سے اسکا طرز بیان معلوم ہوتا ہے۔ صرف بعض بعض جگہ مثلاً

فارِقلیس کے حالات میں اسکے نظریوں کا بطلان ہو جاتا ہے۔ تمسطاکلیس کے لیے "باؤیر" تنقید ماخذ ہائے سوانحعمری تمسطاکلیس" (لائپزگ۔ ۱۸۸۱ء) دیکھنی چاہیئے۔ کیمون اور فارقلیس کیلیئے مفصلۂ ذیل کتابیں اچھی ہیں:۔

(۱) ریول: "پلوٹارک کی سوانحعمری کیمون کے ماخذ" ماربرگ۔ ۱۸۶۷ء۔

(۲) "پلوٹارک کی سوانحعمری فارقلیس کے ماخذ"۔

(۳) ساؤپے کا مضمون گیوٹنگن کے انجمن علمیہ کے رسالے میں۔ ۱۸۶۷ء۔

بہتر ہوگا کہ ہم ارسطیدش، کیمون اور فارقلیس کی سوانحعمریوں کی تنقید کریں۔ تمسطاکلیس کے لیے باؤیر کی تصنیف کا حوالہ کافی ہے۔

پلوٹارک ارسطیدش کی سوانحعمری اسکی غربت کے بیان سے شروع کرتا ہے (باب ۱) اسکے بعد وہ اسکا تمسطاکلیس سے مقابلہ کرتا ہے اور اسکے مقابلے میں وہ اس کی خوبیوں کو ویسا ہی نمایاں کرتا ہے جیسا کہ یہ نمایش اسکے ہر واقعۂ زندگی میں پائی جاتی ہے (باب ۳۔ ۵)۔ مارا تھون میں وہ پہلا شخص تھا جسنے سپہ سالاری کے معاملے میں سرخم کرنا پسند کیا۔ (ہیروڈوٹس میں اس واقعے کا ذکر نہیں)۔ جنگ سلامس میں بھی یہی ہوا (باب ۷۔ ۸۔ ۹)۔ دسویں باب میں اس کلفت کا ذکر ہے جو ہرنوش کی واپسی سے پہلے ایتھنزیوں کو ہوئی۔ یہاں پھر ارسطیدش کا تعارف کیا گیا ہے اور جو درفائق جواب ایتھنز نے اسپارٹیوں کو دیا اسکی تحریک بلاشبہ خلاف واقعہ ارسطیدش ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے (یہ بھی ہیروڈوٹس میں نہیں پایا جاتا)۔ اس جواب کے دو حصے کیئے گئے ہیں اور ہیروڈوٹس کی تحریر کے خلاف ارسطیدش بطور ایک ایلچی کے سامنے آتا ہے۔ پلاٹیہ کی لڑائی کے بیان میں بھی ارسطیدش کی ہی عظمت مفصلۂ ذیل طریقے پر نمایاں کی گئی ہے:۔

باب ۱۱۔ ارسطیدش کے سامنے پیشنگوئیاں کی جاتی ہیں۔

باب ۱۲۔ تگیا اور ایتھنز کے درمیان تنازعات جنکا تصفیہ ارسطیدش نہایت خوبی سے کرتا ہے۔

باب ۱۳۔ پلاٹیہ کی سازش کا ارسطیدش خاتمہ کر دیتا ہے۔

باب ۱۴۔ جنگ میں ارسطیدش فتح پاتا ہے۔

باب ۱۵ - سکندر نمودار ہوکر ارسطیدیش کو طلب کرتا ہے ؛
باب ۱۶ - فوج کے دستوں میں تبدیلیاں اور ارسطیدیش کی شرافت ؛
باب ۱۷ - ۱۹ - جنگ - ارسطیدیش دوبارہ اپنی شرافت کی مثال دیتا ہے ؛
باب ۲۰ - ۲۱ - بیوطیہ کی تاریخ اور ارسطیدیش کی شرافت کی مزید تصدیق - ارسطیدیش
کی ایمانداری اخیر وقت تک قائم رہتی ہے ؛ (باب ۲۲) ؛
باب ۲۱ - ارسطیدیش کی موت ؛

چونکہ تمام سوانحعمری میں ارسطیدیش کی ہی عظمت کا راگ گایا گیا ہے اسلیئے ان تفصیلات میں جنکا ہیرودوٹس میں وجود نہیں شبہ کرنے کی ضرور گنجائش ہے - ممکن ہے کہ امتداد زمانہ سے روایات ہی تاریخ کا جزو بن گئی ہوں اور ادومی نیس جو غالبًا بیشتر حصے کے لیئے پلوٹارک کی سند تھا کسی صورت سے قابل وثوق نہیں ہے - باب ۱۱ میں جس کاہن کا ذکر ہے اس کے متعلق ڈنکر (۷، ۲۴۳) کی رائے ہے کہ اسکا بعد میں اختراع عمل میں آیا - دراصل یہ اختراع پلاٹیہ کے متعلق کیا گیا تھا اور ڈنکر کا خیال کہ اسکا تعلق ڈیلفی سے تھا بالکل غلط ہے - اور پلاٹیہ نے ہی اپنی اراضی کا ایک جزو تحفتًہ ایتھنز کو دیدیا تھا (مگر یہ استدلال بھی سکندر اعظم کے محض ایک جملے سے کیا گیا ہے (باب ۱۱) - تسامی نیس کے کاہن اور ماسیتیس کا قصہ دونوں غلط موقع پر بیان کیئے گئے ہیں - سازش پلاٹیہ کا ذکر (باب ۱۳) قطعی خلاف قیاس ہے - باب ۱۶ میں پلوٹارک محض ارسطیدیش کی عظمت دوبالا کرنے کیلئے بہت سی مشکلات پیدا کرتا ہے - باب ۱۹ میں ہیرودوٹس کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور اسمیں میگالا اور فلیس کا بھی تذکرہ موجود ہے - باب ۲۱ میں جس تجویز عوام کا بیان ہے اس کو خود ڈنکر نے رد کردیا (۷، ۳۵۶) یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پچیسویں باب میں ارسطیدیش اپنی ایمانداری کی شہرت سے ایتھنز کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے خواہ اسکا طریقہ خلاف قانون ہی کیوں نہ ہو - غالبًا ارسطیدیش کو لیگ کا خزانہ ایتھنز منتقل کرنے سے کوئی سروکار نہ تھا باب ۲۵) آخر الامر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو واقعات ایسے ہیں کہ پلوٹارک تو بیان کرتا ہے مگر ہیرودوٹس انکا ذکر نہیں کرتا وہ یا تو بدیہی ہیں اور ارسطیدیش کی کوئی خاص قابلیت نہیں ظاہر ہوتی ورنہ ناممکن ہیں - اور جہاں کہیں پلوٹارک کی سوانحعمری ارسطیدیش کی ہیرودوٹس سے مطابقت نہیں وہ قطعی بیکار ہے ؛

اب کیمون کی سوانحعمری لیجئے ۔ پہلے تین بابوں کی طویل تمہید کے بعد جسمیں پلوٹارک نے اسکی جائے پیدائش کی مفصل تاریخ لکھی ہے وہ کیمون کے عادات واوصاف کا بیان کرتا ہے ۔ اسکے بعد وہ اسکی فوجی خدمت کا ذکر کرکے چھٹے باب میں پوسانیاس کی بابت ایک لطیفہ بیان کرتا ہے اور ساتویں باب میں آیون کی تسخیر کی تفصیل بتاتا ہے جو دراصل چھٹے باب کے واقعات سے پیشتر ہو چکی تھی ۔ آٹھویں باب میں تھےسئیس کی ہڈیوں کا ایتھنز منتقل ہونے کا بیان ہے ۔ نویں باب میں ستوس اور بائی زنطہ کے مال غنیمت کی تقسیم کی بابت ایک لطیفہ درج ہے جسمیں کیمون اپنی دقیقہ سنجی کا بین ثبوت دیتا ہے ۔ دسویں باب میں پلوٹارک کیمون کی سیرچشمی اور ہردلعزیزی کا ذکر کرتا ہے اور گیارھواں باب دراصل اسکے حلیفوں پر حکومت کرنے کی طرز پر گویا ایک تبصرہ ہے ۔ بارھویں باب میں وہ یکایک جنگ ایران کا بیان کرنے لگتا ہے اور یوریمدون کی جنگ کا بیان کرکے (باب ۱۲ - ۱۳) باب ۱۴ میں میلیشیونت اور تھاسوس کے واقعات کا ذکر کرتا ہے اور باب ۱۵ میں بتاتا ہے کہ ایتھنزیوں نے کیمون کو بالائے طاق رکھکر ایفیالتیس اور فارقلیس کو بطور اپنے رہنماؤں کے چن لیا تھا ۔ کیمون لقونیہ کا ہمدرد تھا اور اسنے دو مرتبہ اسپارٹیوں کو میسینیہ کے خلاف مدد دی (باب ۱۶ و ۱۷) ۔ آخرکار اسکا اخراج عمل میں آتا ہے مگر پھر بلا لیا جاتا ہے (باب ۱۸) اور ایتھنز اور اسپارٹا میں سمجھوتہ کراکر ایران کے خلاف ایتھنزیوں کی رہنمائی کرتا ہے ۔ اسکی موت کے بعد یونانیوں کا ایران کے خلاف جوش بالکل ٹھنڈا ہو جاتا ہے (باب ۱۹) اور اگی سیلئوس کے کارنامے اسکے سامنے ہیچ ہیں ؛

اس سوانحعمری میں دو بڑی سنوی غلطیاں ہیں ۔ تیرھویں باب میں پلوٹارک نے نام نہاد صلح کیمون کو یوریمدون کی جنگ کے بعد رکھا ہے مگر اس صلح کے بعد بھی جنگ کی تواریخ برابر جاری رہتی ہیں ۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ چونکہ پلوٹارک نے تھمسطاکلیس کی سوانحعمری (باب ۳۱) میں ایک غلط واقعے کا اندراج کر دیا تھا اسوجہ سے باب ۱۸ میں وہ اسکی موت کیلئے ۴۴۹ ق م تجویز کرنے پر مجبور ہوا ۔ ان وجوہ کی بناپر اور بھی جو تاریخیں پلوٹارک نے کیمون کی سوانحعمری میں درج کی ہیں انھیں یونہی مان لینا نہ چاہئے ۔ یہ غلط ہے کہ ستوس اور بائی زنطہ کی تسخیر ایک ساتھ عمل میں آئی (باب ۹) اور یہ کہ یوریمدون کی جنگ کے بعد ایرانیوں کے ۱۳ جہاز میلیشیونت میں موجود تھے ۔ کیمون کی

سوانحعمری در اصل اسکی عمر کے واقعات پر گویا ایک تبصرہ ہے اور سنوی اعتبار سے بالکل بیکار ہے۔ عام طور پر ریڈول کا یہ خیال تسلیم کیا جاتا ہے کہ کیمون کی سوانحعمری کیلئے پلوٹارک نے تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی جس نے اپنی تاریخ فیلقوسی کے دسویں مقالے میں ایتھنز کے رہنمایاں عوام کے کارنامے بیان کئے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کا نام "سلانیوہوں کے کارنامے" پڑ گیا ہے۔ اسلئے اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ پلوٹارک نے تھیوپومپس کی مدلل طرز اختیار کی تھی تو ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا پڑیگا کہ پلوٹارک کی تصنیف تسلسل واقعات کے لحاظ سے کوئی سند نہیں ہے۔ اور چونکہ تھیوپومپس عمومیت کا مخالف تھا اسلئے پلوٹارک کی رائے جو اسنے بڑے بڑے ایتھنز کی مدبروں مثلاً تھسٹاکلیس ارسطیدیش کیمون اور فارقلیس کے اصول فرق بندی کے متعلق ظاہر کی ہے اسے ہم بلا کافی تحقیقات کے ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ تھسٹاکلیس ارسطیدیش اور فارقلیس کے متعلق یہ اور بھی زیادہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے اسی لئے یہی اصول کتاب ہذا میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اسوقت تک تھیوپومپس کے غلط خیالات کو آنکھ بند کرکے منظور کرلیا جاتا تھا اسکے برعکس کیمون کے وہ حالات جو ایون اور استیمبروتش سے اخذ کیئے گئے ہیں اور بعض دیگر خاص خاص قصے ضرور قابل لحاظ ہیں۔

پانچویں صدی ق م کے متعلق پلوٹارک کی سب سے اہم سوانحعمری "حیات فارقلیس" ہے۔ اسمیں تاریخی مواد مفصلہ ذیل طریقے سے ترتیب دیا گیا ہے:۔

باب ۱ و ۲۔ تمہید۔
باب ۳۔ فارقلیس کا حلیہ۔
باب ۴۔ علوم وفنون کی تعلیم۔
باب ۵۔ فلسفہ کی تعلیم اور اسکا اثر فارقلیس کے اوصاف اور اسکے طرز خطابت پر۔
باب ۶۔ فارقلیس کی صفائی قلب۔
باب ۷۔ میدان سیاسیات میں آمد۔
باب ۸۔ فارقلیس کی سنجیدگی کیمون کی مخالفت کی وجہ سے وہ انتہائی عمومیت پسند بن جاتا ہے۔
باب ۹۔ اریوپاگس کی مخالفت۔

باب ۳۷۔ فارقلیس دوبارہ لوگوں کی نظر میں بڑھ جاتا ہے؛
باب ۳۸۔ فارقلیس کی بیماری اور موت؛
باب ۳۹۔ فارقلیس کی طرز زندگی پر پلوٹارک کی رائے؛

یہ سوانحعمری پلوٹارک نے مفصلۂ ذیل اصول پر ترتیب دی ہے :۔

(۱) تمہید۔ باب ۱ و ۲؛
(۲) فارقلیس کے اوصاف۔ باب ۳ و ۶؛
(۳) فارقلیس ایک سیاست داں مدبر کی حیثیت سے۔ باب ۷ سے باب ۱۷ تک؛
(۴) فارقلیس ایک سپہ سالار کی حیثیت سے۔ باب ۱۸ سے باب ۲۸ تک؛
(۵) جنگ پیلوپونیز۔ باب ۲۹ سے باب ۳۸ تک؛
(۶) پلوٹارک کی رائے باب ۳۹؛

اس تالیف میں نفس مضامین کے بیان کا لحاظ سنویت سے زیادہ کیا گیا ہے اور علیحدہ علیحدہ سرخیوں کے تحت میں بھی محض سنین کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی۔ مثلاً طوسی دیدش کے اخراج کا تذکرہ چودھویں باب میں ہے مگر باب ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ میں بہت سے ایسے واقعات بیان کیئے گئے ہیں جو دراصل اس اخراج کے بعد پیش آئے؛ حسب تصریح متذکرۂ بالا باب ۱۸ و ۱۹ و ۲۱ کی ترتیب بھی سنویت کے اعتبار سے نہیں دی گئی۔ واقعات کا اعادہ اس جگہ کیا گیا ہے جہاں فارقلیس کے اوصاف بتانے کی ضرورت پڑی ہے۔ مگر ایک حیثیت سے مکمل "حیات" کی تقسیم متسلسل واقعات کے اعتبار سے بھی صحیح ہے اسلئے کہ فارقلیس مُدبّر پہلے ہی تھا۔ اسکے بعد سپہ سالار بنا؛

یہ سوانحعمری نہایت اہم ہے۔ تفصیل کیلئے مفصلۂ ذیل حوالے کافی ہیں:۔

باب ۱۱-۱۳۔ نوآبادیاں اور امور عامہ؛
باب ۱۷۔ یونانیوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش؛
باب ۱۹ و ۲۰۔ خرسونیز اور افتین کا سفر؛

مگر یہاں تفصیلی اقتباسات دینے کی گنجایش نہیں اسلئے کہ کتاب عمدہ تاریخی مواد سے بھری ہوئی ہے اور اسکا طرز بیان بھی اعلیٰ درجے کا ہے اور قدیم کتب تاریخی میں فارقلیس کی سوانحعمری کا پایہ نہایت بلند ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پلوٹارک کو اتنا کارآمد مواد

کہاں سے مل گیا؟ ہم سے کہا جاتا ہے کہ پلوٹارک نے ستیسمبروٹس (بیوسولٹ ۲، ۴۴۶) فلوخورس (بیوسولٹ ۲، ۵۵۸) اور تھیوپومپس سے مدد لی ہوگی (دیکھو بیوسولٹ ۲، ۴۴۶، ۴۷) - یہ ناقابل قیاس ہے کہ شمڈٹ کے خیال کے مطابق اتنا تاریخی مواد ستیسمبروٹس سے لیا گیا ہو - امور عامّہ کے متعلق حوالے یا تو فلوخورس سے لئے گئے ہونگے ورنہ کراتیرس کے سترھویں باب سے (بیوسولٹ ۲، ۵۵۸) - یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ پلوٹارک نے بجائے صحیح واقعات کے تھیوپومپس سے غلط بیانیاں اخذ کی ہوں - ہمیں فارقلیس کے سیاسی خیالات کی تبدیلیوں کو باور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی (باب ۹ - ۱۱) - بہرکیف فارقلیس کی سوانحعمری کے ماخذوں پر غور کرنے سے ہم ضرور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پلوٹارک نے عمدہ اسناد کو استعمال کیا ہوگا - غرض یہ ہے کہ اسکی "حیات کیمون" تو کیمون پر محض ایک مضمون کی حیثیت رکھتی ہے اسکی "حیات فارقلیس" حقیقی معنوں میں ایک سوانحعمری ہے؛

غالباً جن اسناد کو پلوٹارک کام میں لاسکا انکی نوعیت کا یہ نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی "حیات ارسطیدس" میں بہت ہی کم کارآمد مواد ہے؛ اسکی "سوانحعمری کیمون" غلط گوئیوں سے پر ہے اور اسکا "تذکرہ فارقلیس" معلومات سے لبریز ایک اعلیٰ پائے کی تصنیف ہے - اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دور فارقلیس کیلئے ایک عمدہ ذخیرۂ اسناد موجود تھا - مگر یہ ضروری نہیں کہ یہ اسناد کتابیں ہی ہوں - جب ارسطیدس کا ستارہ معراج کمال پر تھا تو ایتھنز میں بہت کم امور ضبط تحریر میں آتے تھے - کیمون کے زمانے میں تحریر کا رواج بڑھا اور دور فارقلیس میں ہر بات لکھی جانے لگی - ایون اور ستیسمبروٹس نے اپنی تصانیف عہد فارقلیس تک ترتیب نہیں دیں - بدیں وجوہ فارقلیس کے متعلق گویا ایک روایت قائم ہوگئی جسمیں ضرور رہے کہ بہت سی کارآمد باتیں بھی ہونگی - اور چونکہ فارقلیس کا پایہ تاریخ تمدن میں بہت بلند ہے اسلئے یہ روایت محرران اٹکا ضرور زمانۂ آئندہ کیلئے چھوڑ گئے ہونگے؛ بیوسولٹ نے ۲، ۵۶۵ میں اندوکیدیس کے حالات "خمسینی" کو ناقابل وثوق قرار دیا ہے - اسوجہ سے ہم اس دور کے اسناد کو تین شقوں میں تقسیم کرتے ہیں؛

(۱) ۴۸۰ء ق م سے ۴۵۹ء ق م تک کیلئے اسناد سوائے طوسی دیدس کے نہایت کمیاب ہیں؛

مصنفین مابعد صرف کیمون کے حالات پر قناعت کرتے ہیں؛

(۲) ۴۴۵ق م سے ۴۱۱ق م تک کیلئے دیگر نوشتے ضرور موجود ہونگے جنہیں الیفورس (یا دیودورس؟) نے ایسا بری طرح استعمال کیا گر پلوٹارک نے اپنی "حیات فارقلیس" میں انکی اچھی ترتیب دی ہے۔

(۳) فارقلیس کی حکومت اور جنگ پیلوپونیز کے اسباب طوسی دیدیش اور پلوٹارک سے معلوم ہوتے ہیں اور انکے ماسوا دیودورس بھی ان پر روشنی ڈالتا ہے۔

بُوسولٹ (۲، ۳۰۶، ۲، ۴۷، ۴۵) اس زمانے کے متعلق جو نوشتے موجود ہیں انکا ملخص دیتا ہے۔ ان نوشتوں کی مفصلۂ ذیل تقسیم کیجا سکتی ہے:۔

(۱) ایتھنزی نقصانات جنگ کی فہرست۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۴۳۲ (جنگ تھاسس) و ۴۳۳ (قبیلہ آیریخ تھئیس)۔

(۲) ایتھنزی مالیہ کے متعلق نہایت اہم نوشتہ: اتھینا دیوی کا خراج۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۲۲۶-۲۷۲۔ ان رقومات سے جو جنگ ساموس کیلئے قرض لی گئی تھیں اتھینا دیوی کے خازن کی نہائی۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۱۷۷۔ دیگر دیوتاؤں کے خازنوں کے حسابات مجموعہ نوشتہائے اٹیکا ۱، ۳۲۔ حسابات تعمیرات۔

(۳) ایتھنزیوں اور انکے حلفا اور نوآبادیوں کے درمیان مراسلات و عوام کی تجویز بنا بر ایریتھرائے۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۹-۱۱۔ کولوفون۔ ایضاً ۱۳۔ ملطیہ ۴، ۲۲۔ بریا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۱۔ لوبیا کی دوبارہ تسخیر کے بعد جو اولمپیا ۸۳، ۳ میں ہوئی خالکدیسی۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۴، ۲۷ (الف)۔ ہستیائیا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۱، ۳۰۔ ایتھنز کے تعلقات فوکس داونکستا۔ "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا" ۴، ۲۲ (ب)۔ تجویز عوام متعلق الیوسس۔ ڈیٹنبرگر ۱۳۔ اولمپیا میں لکے دیمونیوں کا چڑھاوا۔ "نوشتہائے یونان قدیم" ۷۵، ۱۲۶۔

آٹھواں باب

ایتھنز بماتحتی کیمون اور جنگ دریائے یوریمیدن و کابیان

ایتھنز کی لیگ کا سپہ سالار کیمون تھا جو ملتیادیس اور ہیگے سپی لے کا بیٹا تھا۔ اسکی بہن ایلپی نکے کالیاس کی بیوی تھی جو ایتھنز کا ایک دولتمند شہری تھا۔ اور خود کیمون اسی رشتے کیوجہ سے وہ جرمانہ ادا کرنے کے قابل ہوگیا تھا جو اسکے باپ پر مہم پارس کی ناکامی کیوجہ سے عاید ہوا تھا[1] اسنے سلامس کی لڑائی سے پہلے تمسطاکلیس کا ساتھ دیکر خود کو دور اندیش اور محب وطن ثابت کردیا تھا۔ اسکی یہ روش اسلئے اور بھی قابل تعریف تھی کہ اسکے باپ نے بڑی جنگ میں فتح پائی تھی اور خود تمسطاکلیس کا مدمقابل تھا۔ جب اسپارٹی ایشیائی یونانیوں کی رہنمائی کر رہے تھے تو وہ ارسطیدیس کے ساتھ سپہ سالاری کے معزز عہدے پر ممتاز ہوا تھا، اور جب اسپارٹیوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی تو وہ ایتھنزیوں اور اسکے حلیفوں کے افواج کا تنہا سپہ سالار رہ گیا۔

نئے سپہ سالار کی پہلی ہی مہم میں تھریسی شہر ایون ۴۷۶ ق م میں فتح ہوگیا۔ عجیب بات ہے کہ گو یہ شہر اسقدر بجانب مغرب واقع تھا، ایران کے تقریباً تمام ساحلی مقبوضات نکل چکے تھے، اور یورپ کے ان حصوں پر جو ایشیا کے قریب بھی تھے ایران اب قابض بھی نہ تھا تاہم ایون برابر ایران کا وفادار چلا آتا تھا۔ ایون کا ایرانی سپہ سالار بوگیس تھا اور جب اسے

---

[1] اب یہ باور کیا جاتا ہے کہ یہ کالیاس (پلوٹارک "کیمون" ۴ - نیپوس "کیمون" ۱) اور راسی نام داؤدخس ("مشعلچی مجاور") در اصل ایک ہی شخص تھے۔ نیپوس کا قول ہے کہ کالیاس اتنا صحیح النسب نہ تھا جتنا مالدار تھا مگر نیپوس کی کوئی سند نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ داؤدخس کالیاس کے علاوہ ایک اور مالدار کالیاس ایتھنز میں ہو جسنے اپنی دولت بھی شخص اول کی طرح سونے اور چاندی کے کانوں سے پیدا کی ہو۔ کہ اسکو "لاکو پلوتوس" کا لقب دیا گیا ہے جس کے معنی "امیر معدنیات" کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ شہر عنقریب مسخر ہونے کو ہے تو اسنے خود کو جلا کر خودکشی کرلی۔ کیمون نے اس فتح کی یادگار میں ہرمے کے تھانے میں جو ایتھنز کے بازار میں واقع تھا اس دیوتا کے تین مجسمے مع کتبوں کے نصب کیے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ایون کی تسخیر میں کیمون کے ہاتھ بہت مال غنیمت لگا ہوگا۔
۴۷۶ ق م کے اولمپی کھیلوں کے موقع پر لوگ کیمون کی طرف اتنے ہی متوجہ ہوگئے جتنے وہ چار سال قبل مسٹاکلیس کی طرف تھے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کیمون میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ لوگوں کا میلان اپنی جانب کرے۔ طرفہ یہ ہے کہ دنیائے یونان کے لئے اسنے مسٹاکلیس سے عشر عشیر بھی کام نہیں کیا تھا اور اسکی ہر دلعزیزی کا اصلی راز اسکی شخصیت، اسکا شریفانہ مزاج، اسکا خلق، اسکی سخاوت اور دریا دلی تھی۔ اسکے پاس دولت ایک تو ایون کے مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھی اور دوسرے اسنے کلس تھنیس کے بھائی کی پوتی ایسوڈیکی کے ساتھ شادی کی تھی اور اسکے جہیز میں ایک رقم خطیر اسے ملی تھی۔ اس رشتے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شہر کے سب سے ذی اقتدار خاندان سے طلبیات برحکومت کرنے کا متمنی تھا۔ مسٹاکلیس کے برعکس وہ یہ چاہتا تھا کہ اسپارٹا کے ساتھ ایک دیرپا معاہدہ قائم ہوجائے۔ اسنے اپنے ایک بیٹے کا نام ایلیس اور دوسرے کا نام لاکے ڈیموس رکھا جس سے اسپارٹی مسٹاکلیس کی لڑکیوں کے ناموں سے بھی زیادہ خوش ہوگئے۔ اسپارٹیوں نے اسے ایتھنز میں اپنا پروکسی نوس یا سفیر مقرر کیا۔ جس دور کا ہم ذکر کررہے ہیں اس میں یہ ممکن تھا کہ ایک ریاست کے ہمدرد دوسری ریاست کے شہری ہوں اور پروکسینوس کا عہدہ کسی شخص کو اسلئے دیا جاتا تھا کہ وہ اپنے شہر میں دوسرے شہر کے باشندوں کا خبرگیر اں رہے۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ پروکسینوس کی حیثیت آج کل کے سیاسی ایجنٹ

---

۴۲ پلوٹارک: "کیمون" ۷۔ بیوسولٹ ۲، ۳۶۲۔ ڈیو (۸، ۱۴۲) فرض کرلیتا ہے کہ ستوس کیطرح ایون کی تسخیر بھی دوبارہ ہی عمل میں آئی تھی۔ یہ نظریہ اسلئے غلط ہے کہ نہ تو دیودورس سے اس قسم کی کوئی بات اخذ کی جاسکتی ہے اور نہ تسل سینن کیلئے پلوٹارک کوئی سند ہے۔ اسکے ساتھ ہی بیوسولٹ ۲، ۸، ۳ دیکھنا چاہئے۔ دورسکس زمانۂ دراز تک ایرانی رہا (ہیروڈوٹس ۷، ۱۰۶) ۴۶۶ھ میں جب فائیدون آرکن تھا اسوقت دریائے اسٹریمون پر ایک نوآبادی قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔

کی سی نہیں بیتی ہو[۳]

کیمون اور ایتھنزیوں کے آئندہ چند سال کی جانبازیوں کا ہمکو بہت کم علم ہے۔ اغلب ہے کہ اسی زمانے میں پُوسانیاس دوسری مرتبہ بائی زنطہ گیا ہو اور اسکے اخراج میں خود کیمون نے معتد بہ حصہ لیا ہو۔ ہمکو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس واقعے سے متاثر ہوکر ہیلیسپونٹ کے کسی اور شہر نے بغاوت کی یا نہیں۔ غالباً ان حصص میں کیمون متواتر ایرانی افواج کے ساتھ برسر پیکار رہا ہوگا اور بہت سا مال غنیمت اسکے ہاتھ لگا' مگر ان مہمات کی تفصیل سے ہمیں قطعی واقفیت نہیں ہے۔ ایک اور کارنامے نے ایتھنزیوں کے قومی جوش کو حرکت دیکر اسکی شہرت کو دوبالا کردیا۔ جب ایتھنز میں وبا پھیلی ہوئی تھی تو ایک کاہن نے ایتھنزیوں کو صلاح دی کہ وبا کا دفعیہ اسطرح ہوسکتا ہے کہ تھیسیس کی ہڈیاں (جو جزیرہ سکیروس میں مرا تھا) شہر میں ہی لاکر دفن کیجائیں جیسے اس سے پیشتر اوریستیس کی ہڈیاں اسپارٹا میں دفن کی گئی تھیں۔ اسی زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ "مجلس ہمسایگان" نے دولوپی قزاقوں کو مجبور کیا تھا کہ وہ ایک جرم کے عوض تاوان ادا کریں۔ ابتدا میں تو وہ اس ہرجانے کو ماننے کیلئے طیار ہو گئے مگر پھر دولوپیوں نے تاوان ادا کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ صرف وہی افراد اسے ادا کریں جن سے جرم سرزد ہوا ہو۔ اس پر قزاقوں نے ایتھنز سے مرافعہ کیا۔ مملکت کی جانب سے کیمون نے دست اندازی کی اور آخرکار نہ صرف سکی روس کے تمام باشندوں کو تاوان ادا کرنے پر مجبور کیا بلکہ تمام قوم غلام بنالی گئی اور جزیرہ سکیروس پر ایتھنز نے قبضہ کرلیا۔ اسی دوران میں لوگوں نے ایک عقاب کو دیکھا کہ اپنے پنجوں سے ایک ہی جگہہ متواتر کھرچ رہا ہے۔ جب عقاب اڑ گیا تو وہ جگہہ کھودنے پر ایک عظیم الجثہ انسان کا ڈھانچہ برآمد ہوا جسے ایتھنزیوں نے فوراً اسی تھیسیس کی ہڈیاں قرار دیا جنہیں ایتھنز میں دفن کرنے کی انکو ہدایت کی گئی تھی۔ اس ڈھانچے کو لوگ نہایت حشم و خدم سے ایتھنز لے آئے اور وہیں وہ دفن کردیا گیا۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں کیمون نے یونانی ناٹک کے مستقبل پر ایک خاص اثر ڈالا۔

---

[۳] چونکہ آجکل قدیم تخیلات پر فخر کرنا اور انکا تتبع کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے اسلئے یونانی پرکسینوس (غیر ملکیوں کا محافظ) اور آجکل کے قنصل میں زیادہ تمیز نہیں کیا جاتا۔ اسکے متعلق مکمل تحقیقات کو پ مونسو نے اپنی کتاب "یونانی پروکسینوسیاں" (پیرس سنہ ۱۸۵۶ء) میں جمع کردی ہے۔

ناٹک کیلئے جو انعام مقرر تھا اسکے مقابلے میں دو شخصوں نے اپنے نام کا اندراج کرویا۔ ایک سوفوکلیس نے جو بالکل نوآموز تھا اور اس سے پیشتر کبھی اس قسم کے مقابلے میں شریک نہ ہوا تھا اور دوسرے ایس خیلس نے جسکی شہرت مسلمہ ہوچکی تھی۔ جسوقت آرخن اپسے فیون حاضرین میں سے ممتحن نامزد کرنے والا ہی تھا کیمون دوسرے سپہ سالاروں کے ساتھ تھیٹر میں حسب دستور ڈیونیسس کیلئے قربانی کرنے کیواسطے داخل ہوا۔ انکے آتے ہی آرخن نے باآواز بلند یہ کہکر کہ یہی دس سپہ سالار جو دس قبیلوں کے قائم مقام ہیں ممتحن مقرر ہونے چاہئیں۔ آخرکار سوفوکلیس کو انعام مل گیا جس سے ایس خیلس کو اسقدر رنج ہوا کہ وہ ایتھنز چھوڑ کر سسلی چلا گیا۔ اس قصے کو بہت سے مورخ ماننے کیلئے طیار ہیں مگر اسمیں شبہ ہے کہ آیا کیمون سکیروس سے واپس بھی آگیا تھا؟[4]

اس واقعے کے کچھ عرصے کے بعد کسی وجہ سے کارِسٹس ایتھنز کے خلاف ہوگیا اور ایتھنز کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر وہ اتحاد پر مجبور کیا گیا اور اسطرح اس جبری طرزِ عمل کا آغاز ہوا جو ایتھنز نے دیگر یونانی مملکتوں کے ساتھ روا رکھا۔ طوسی دیدِس ان واقعات کو اسی روشنی میں دیکھتا ہے اور پھر وہ ناکسوس کے ایتھنز کی لیگ سے بغاوت اور ایتھنز سے جنگ کا حال بیان کرتا ہے[5] ہم کو اسکا تو علم نہیں کہ اس مہم میں کیمون کا کیا حصہ تھا مگر ہم ان کارہائے نمایاں سے واقف ہیں جو اس سے ایرانیوں کے [illegible] طوسی دیدِس اسکا مفصل حال بیان کرتا ہے[6]۔

---

[4] پلوٹارک کے نزدیک اگر قصے کا واقعہ کیمون کے سکیروس سے واپسی پر ہی ہوا ہو تو سکیروس کے واقعات فائیدون کی آرخنی سے اپسے فیون کے آرخنی تک (یعنی ۴۷۶ ق م سے ۴۶۹ ق م تک) پیش آئے ہونگے۔ مگر پلوٹارک اسکو صاف طور پر نہیں تحریر کرتا کسی واقعہ کی تاریخ کا تعین کرنے کیلئے دیودورس قطعی بیکار ہے۔ گروٹس تاریخ یونان (۲۴۲–۲۴۳) اور بعض دیگر مورخوں کی رائے ہے کہ کاہن نے ۴۶۹ ق م میں اپنی رائے دی اور اسی سال اس پر عملدرآمد بھی کر دیا گیا۔

[5] طوسی دیدِس ۱، ۹۸۔

[6] طوسی دیدِس ۱، ۱۰۰۔ نیبوسولٹ (۲، ۴۰۰) کا یہ نہایت دلچسپ خیال ہے کہ پوسانیاس کی آخری سازشوں کا تعلق جو ۴۶۵ ق م تک (جو نیبوسولٹ کے نزدیک اسکی موت کا سال ہے) ختم نہیں ہوئیں، ایرانیوں کی اس جنگی سعی سے تھا جس کا نتیجہ یوریمدون کی صورت میں نظر آیا۔ نیبوسولٹ کے نزدیک لڑائی ۴۶۶ ق م میں

اسکے بعد ایتھنزیوں اور حلفا اور ایرانیوں کے درمیان ایک بحری اور بری جنگ پمفیلیا کی دریائے یوریمیدون پر ہوئی اور خشکی اور تری دونوں پر ملتیادیس کے بیٹے کیمون نے شکست فاحش دیکر ۲۰۰ سہ طبقہ فنیقی جہاز ڈبو دیئے یا گرفتار کر لئے۔[۱] اس لڑائی کے متعلق اگر ہم کو مزید معلومات بہم پہنچ سکیں تو بہتر ہوتا اسلئے کہ اس جنگ اور جنگ میکالے میں اسقدر مشابہت پائی جاتی ہے کہ ہیپوس توان دونوں کو جنگ میکالے کے نام سے ہی تعبیر کرتا ہے۔ متاخرین کے بیانات اس درجہ متضاد ہیں کہ ہمیں ان سے کسی قسم کی مدد نہیں مل سکتی۔ اس ضمن میں دیودورس نے کہیں کہیں شائد ایفورس کا تتبع کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کیمون دو سو سہ طبقہ جہاز پیرئی اس سے لیکر چلا اور سو جہازوں کا اضافہ کرکے کاریہ کے یونانی شہروں کو اپنا جانب دار بنایا اور پھر ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵) ہوئی تھی۔ اسکی مزید تفصیل کے لئے دیکھو دیودورس ۱۱، ۶۲۔ پولی آئینس ۱، ۳۴۔ یہ بالتیقن نہیں بتایا جاسکتا کہ دونوں میں سے کسکو ایفورس کے سمجھنے میں کم غلطی ہوئی ہے۔ بیس ہزار قیدی دراصل سو جہاز وں کے ملاح اور انکے ساتھی ہونگے اور اسکا حساب حسب معمول فی جہاز ۲۰۰ آدمیوں کی نسبت سے لگایا گیا ہے۔ پلوٹارک ("کیمون" ۱۲ - ۱۳) غالباً تھیوپومپس کا تتبع کرتا ہے مگر ساتھ ہی فانودیمس اور کالس تھینس کے اقتباسات بھی دیتا ہے موخر الذکر بیوسولٹ (۲، ۴۰۵) کے نزدیک لڑائی کی اصلی سند ہے۔ بیوسولٹ (۲، ۴۰۲) کا یہ بھی موجہ خیال ہے کہ ایون ساکن خیوس کا بھی اصلی سند کا رتبہ ہے۔ پلوٹارک میں جو نا معلوم نام ہیدروس ہے اسے بعض مورخ کیپروس (یا قبرس) پڑھتے ہیں۔ ڈنکر (۸، ۲۱۲) اسی کو ادیپرس پڑھتا ہے اور یہ ہی درست بھی معلوم ہوتا ہے پثوسانیاس ۱۰، ۱۵، ۴ - ۵ اور دیودورس ۱۱، ۶۲ میں چڑھاووں کا ذکر ہے اور وہیں یہ بھی بیان ہے کہ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ "قبرس" میں ہوئی تھی اور یونانیوں نے سو جہاز گرفتار کئے تھے۔ اصلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۴۴۹ق م کی لڑائیوں کے ساتھ جزوی خلط مبحث ہوگیا ہے۔ مقابلہ کرو وینڈورف کے مضمون "فتحمند ایتھنیا کا مذہب" میں (جو روما کے انجمن آثار قدیمہ کے یادگاری نمبر ۱۸۹۰ء میں نکلا تھا) اکروپولس کے اتھینا کے بت خانے اور فتح یوریمیدون کے درمیان تعلق دکھایا گیا ہے۔ اس کے متعلقہ مسائل کے لئے دیکھو بیوسولٹ ۲-۱۰۴ وغیرہ۔ صفحہ ۴۰۴ کے پہلے حاشیئے میں وہ لکھتا ہے کہ بجائے "ملک میں" کے "قبرس میں" پڑھنا چاہئے اور صفحہ ۴۰۶ میں اپنا خیال ظاہر کرتا ہے کہ چڑھاوے کا اصل مقصد ایتھنزیوں کے ہاتھوں ایرانیوں کی شکست کو دکھانا ہے۔ اور اسی موضوع کو غالباً اگتے ہوئے کھجور کے درخت کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

مقامات کی تسخیر کی جنمیں ایرانی یا دیسی باشندے آباد تھے۔ لیسیہ کے شہر از خود اسکے جانب دار ہو گئے اسپر ایرانیوں نے ایک بری اور بحری فوج قبرس میں مجتمع کی جسکے سپہ سالار تھراوش تیس اور فیرینداتیس مقرر ہوئے۔ کیمون نے بیڑے پر حملہ کیا اور اسے شکست دیکر سو جہاز ملاحوں سمیت اور دو سو خالی جہاز جنکے لوگ قبرس بھاگ گئے تھے گرفتار کر لئے۔ ایرانی لشکر دریائے یوریمڈن کے کنارے پڑا ہوا تھا اور کیمون نے نہایت تیزی کے ساتھ اسکی جانب پیش قدمی کی۔ اسنے یہ چال چلی کہ یونانیوں کو ایرانی کپڑے پہنائے اور ایرانی گرفتار شدہ جہازوں میں بٹھا کر دریا کے راستے ایرانی فوج کی جانب لیجانے کا حکم دیا۔ ایرانیوں نے تو یہ سمجھ کر کہ وہ اپنے ہی آدمی ہیں انکا مقابلہ نہیں کیا۔ یونانی نہایت اطمینان سے ایرانی پڑاؤ پر پہنچ گئے اور وہاں ایک باقاعدہ قتل عام کے مرتکب ہوئے پھر بھی ایرانی انھیں پہچان نہ سکے اور یہ سمجھے کہ وہ پسیڈیا کے بحری قزاق ہیں۔ اسکے کچھ عرصے کے بعد کیمون نے اپنی تمام فوج کو آتشی اشاروں کے ذریعے سے واپس بلا لیا ۳۴۰ جہاز اور ۲۰۰۰۰ آدمی گرفتار کرکے وطن کو واپس آیا۔

یہ بیان دیوڈورس کا ہے۔ پولی آئینس بھی یہی قصہ نقل کرتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ موخر الذکر لڑائی کا موقع دریائے یوریمڈون اور کیمون کی چال کا مقام جزیرۂ قبرس بتاتا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ حقیقۃً پیش آیا ہوتا تو کیا یہ ممکن ہے کہ طوسی دیڈیش اسکا مطلق تذکرہ نہ کرتا؟

پلوٹارک کا بیان مفصلہ ذیل ہے:- طوسی دیڈیش نے تو جہازوں کو پہلے سے زیادہ تیز رو بنا ہی دیا تھا۔ اب کیمون نے انکو زیادہ وسیع کر دیا اور اس قابل بنا دیا کہ انمیں بہت سے ہوپ لیت بیٹھ سکیں۔ ایونیہ سے پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کا ساحل مسخر کرنے کے بعد وہ کنیدس گیا اور خیوسیوں کی مدد سے شہر فاسیلس کو اپنا جانبدار کر لیا۔ اس نے یہ خبر سنی کہ اریوماندس قبرص سے ۸۰ جہازوں کا منتظر ہے اور دریائے یوریمڈون پر ۶ (یا بموجب الیفورس ۳۵۰) جہازوں کا بیڑہ لئے پڑا ہوا ہے۔ کیمون نے فوراً حملہ کیا دو سو جہاز گرفتار کئے، بہت مال غنیمت لیا اور اسکے بعد ان ۸۰ جہازوں کو بھی حراست میں لے لیا جو یوریمڈون چلدئے تھے۔ اس بیان میں دیوڈورس والی عجیب و غریب چال ظاہر نہیں ہوتی اور اس سے دیوڈورس کا اعتبار اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ جب دونوں لڑائیاں یوریمڈون پر ہی ہوئی تھیں تو پھر چال کی ضرورت ہی کیا تھی؟

ایتھنزیوں نے اس فتح کے شکریے میں دیوتاؤں کے سامنے نہایت بیش قیمت بھینٹ دئے

ڈیلفی کے اپولو پر ایک تانبے کا پھل اکھجور کا درخت چڑھایا گیا جسپر اتھینا کی مورت تھی۔ اسکے چڑھاوے کا اس واقعے سے متعلق ہونے میں (جسکا دیودورس یوریمیدون کے سلسلے میں بھی ذکر کرتا ہے) بہت شبہ کیا جاتا ہے ؛

جنگ یوریمیدون سے ایتھنز اور ایشیائی یونانیوں کو جنوبی ساحل ایشیائے کوچک پر جسپر اسوقت تک ایران کا اثر باقی تھا سیادت حاصل ہوگئی اور اس سیادت کے حصول میں صرف خیوس لیسبوس اور ساموس کے باشندے ایتھنز کے شریک جنگ ہوئے تھے ؛

آخر میں یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ نہ تو ۴۶۶ ق م کے بعد پوسانیاس اور ۴۶۰ ق م اور ۴۵۹ ق م کے بعد ایتھنز ہی جزیرۂ قبرس کو فتح کرسکے۔ اور بالآخر یہ جزیرہ یونانیوں سے ہمیشہ آزاد ہی رہا ؛ ؎

نوٹ متعلق باب ہشتم

کیمون کے لئے دیکھو فیڈش "سوانحعمری کیمون" بازل ۱۸۴۷ء اور "مختصر تحریرات جلد ۱۔ لائپزگ ۱۸۸۱ء۔ اونکن "ایتھنز اور یونان" جلد ۱ (کیمون اور ایفیالتیس) لائپزگ ۱۸۶۵ء۔ گروٹس "تاریخ یونان" جلد ۲۔ لندن ۱۸۸۱ء ؛

پانچویں صدی کے بیشتر حصے کیلئے کوکس کے "حیاتہائے مدبران یونان" جلد ۲۔ لندن ۱۸۶۸ء دیکھنی چاہیئے ؛

؎ بیوسونٹ کے نزدیک تسلسل واقعات :-

۴۶۹ ق م یا ۴۷۰ ق م۔ سکیروس کی تسخیر ؛

۴۶۸ ق م۔ کارستوس کی تسخیر ؛

۴۶۷ ق م۔ ناکسوس کے ساتھ جنگ ؛

۴۶۶ ق م۔ جنگ یوریمیدون ؛

نواں باب

اسپارٹا اور ایتھنز کی مشکلات کیمون کے اخراج تک

جب ایتھنز اسقدر جلد ترقی دکھارہا تھا تو اسپارٹا پر خاموشی طاری تھی۔ پٹوسانیاس کے معاملے میں اسے نہایت تلخ کامی ہو چکی تھی۔ "سیاسیات عظمیٰ" کے خیال کا ضروری نتیجہ ایرانی تعیش کے ساتھ وابستگی تھی اور یہ تعیش اسپارٹی عادات واطوار اور اسپارٹی اوصاف کے بالکل متضاد تھا۔ اسپارٹا ان آزمائشوں میں ہرگز پورا نہ اترا اور اسنے آخر الامر یہ تہیا کر لیا کہ ایشیائی معاملات کو دوسروں کے سپرد کر کے خود اپنی قدیم علیحدگی دوبارہ اختیار کرلے۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ اسپارٹا میں یہ بحث چھڑی کہ بحری سیادت کے اصول پر کاربند رہا جائے یا نہیں اور ایک شخص مسمی ہیتوئماریداس نے اسپارٹیوں کو یہ ترغیب دی کہ قیادت یونان کے خیال کو خدا حافظ کہکر پرانی لیگ پھر زندہ کی جائے۔[1] آخرکار اسپارٹا کو اپنے بلند پایہ سے نیچے اترنا پڑا۔ اور چونکہ خیال یہ پیدا ہو چلا تھا کہ اسمیں وہ پرانی قوت باقی نہیں رہی تھی اسلیئے وہ اندرونی مشکلات کا سامنا کرنے پر مجبور ہوا۔

گو اسپارٹا یونانی سمندروں کے قیادت سے مستعفی ہو گیا پھر بھی بری سرگروہی برقرار رکھنے میں اسے کوئی امر مانع نہ تھا۔ اسپارٹیوں نے سوچا کہ اتفاق "ہمسائگاں" کے تجدید سے بری سیادت قائم رکھنا ممکن ہے۔ اور تحریک کی کہ جو مملکتیں ایران کے خلاف شریک معاملہ نہیں ہوئیں وہ اس لیگ سے نکالدی جائیں۔ مگر تھمسطاکلیس نے پیلاگوروں (اراکین مجلس لیگ) کو یہ ترغیب دی کہ وہ اس تحریک کے خلاف رائے دیں۔ اسنے کہا کہ ۳۱ مملکتیں ایران کے خلاف جنگ میں شریک ہوئی ہیں مگر ان میں سے اکثر نہایت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اگر لیگ میں سوائے انکے کوئی اور مملکت شریک نہ رکھی جائیگی تو پھر دو تین زبردست مملکتوں کا

---

[1] دیوڈورس ۱۱، ۵۰۔ بیوسولٹ ۲، ۳۵۶ کے نزدیک دراصل یہ اپسوکراتیس کے محض تخیلات کے اختراعات کا نتیجہ ہے۔

پورا قابو چل جائیگا اور باقی کو اپنے حقوق سے دست بردار ہونا پڑیگا۔ [۱]

اس واقعے سے جسکا راوی محض پلوٹارک ہے اور دیگر سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ پلوٹارک حقیقی واقعات بتا رہا ہے تو بھی اسپارٹا کی یہ کوشش ضرور قابل تحسین ہے کہ یونان کی ادھوری کچھ ڈھیلی ڈھالی ایک حقیقی شارکت کی صورت میں تبدیل ہو جائے۔ اس سے قبل بھی اسپارٹا اسکے لیئے کوشش کر چکا تھا جب وہ آیونیائیوں کو ان شہروں میں آباد کرنے کا محرک ہوا تھا جو ایران کے ساتھ مل گئے تھے۔ اب اسکی یہ تجویز ہوئی اس قسم کے شہروں کی جو کچھ سیاسی حیثیت ہے وہی باقی رہے سوائے اسکے کہ انکے چند غیر متعین حقوق جو "لیگ ہمسائگاں" میں انھیں حاصل تھے ضبط کر لیئے جائیں اور یہ ظاہر ہے کہ

---

[۱] پلوٹارک: تھمسٹاکلیس نمبر ۲۰۔ یہ بیان نہایت مشکوک ہے اور اسکی صداقت میں شبہ کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ سب سے زبردست اعتراض یہ ہے کہ جہانتک ہمیں علم ہے باشندگان بیوتیہ دو ووٹ کو لیگ میں حق رائے وہی نہ تھا مگر تھیبز اور آرگوس کو تھا۔ بیوتی اور تھیبز ی ایک ہی ہوں مگر دوسی اور آرگوسی تو ایک نہ تھے اور یہ ممکن کب تھا کہ آرگوسی اور تھیبزی لیگ سے علیحدہ کئے جاتے۔ اگر اسپارٹی تحریک منظور ہو جاتی تو لیگ سے بعض آرونش اراکین مثلاً مالسی ' نطیوطی آئی نیانی' دولوپی مگینتی اور پررھائی بی علیحدہ کر دیئے جاتے جو نہ صرف ایران کے طرفدار رہتے تھے بلکہ جنکا دروازہ ہمیشہ ایتھنز اور اسپارٹا دونوں کے اثر کیلئے کھلا رہتا تھا۔ بدیں وجوہ اسپارٹی تحریک کے اس بیان میں صرف اتنی بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اسپارٹا کی عین خواہش تھی کہ پرانی لیگ کی جگہ نئی لیگ قائم کرے اور اسکے بعینہٖ وہی حقوق ہوں جو قدیم لیگ کے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر ایتھنز نے ان یونانیوں کے حقوق کی حفاظت کی جنھوں نے غداری کی تھی۔ اسنے "لیگ ہمسائگاں" کو حقیقی شارکت کی صورت میں تبدیل ہونے سے اسلیئے باز رکھا کہ اسے خوف تھا کہ نئی لیگ میں اسکو اسپارٹا سے بہت نیچا درجہ اختیار کرنا پڑیگا۔ مگر اسپارٹی تحریک کے بجائے وہ کوئی اور تحریک پیش نہ کر سکا۔ اور راسنے جن مملکتوں کا ساتھ دیا انھوں نے تو اسکا شکریہ بھی نہیں ادا کیا مثلاً تھیبز نے فوراً اسپارٹا سے معاہدہ کر لیا۔ یونان کی بنیاد مضبوط کرنے کی کوشش کی ابتدا فتوحات ہی سے ہوتی ہے۔ اس موقع پر اسپارٹائی مقاصد کو ایتھنز نے بالکل اسی طرح شکست دیا جیسے زمانۂ ما بعد میں اسپارٹا نے ایتھنز کے مساعی کی کامیابی میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ افسوس کہ انسانی فطرت اسی کے مقتضی ہے۔ دیکھو بیوسولٹ ۲، ۳۵۱۔

اس صورت میں لیگ پہلے سے زیادہ ذی اقتدار ہو جاتی۔ اسکے خلاف بشنط کلینس کے اعتراضات نہایت کمزور تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ حقیقی قوت دو یا تین مملکتوں کا تھی جو خود کو یونانی لیڈور یانی کہتی تھیں۔ اگر لیگ کو از سر نو مرتب کیا جاتا تو اسمیں جس قسم کے قانون رائے دہی کی خواہش رہی ویسا ہی بن سکتا تھا اور ممکن تھا کہ لیگ میں ایتھنز کا اتنا ہی اثر پیدا ہو جائے جتنا اسکا حق تھا۔ تاریخ اسبات کی شاہد ہے کہ ایتھنز کے اعتراضات کی بنا پر لیگ میں اصلاح تو نہ ہوئی مگر ایتھنز کے اقتدار میں بھی پہلے سے کچھ زیادہ اضافہ بھی نہ ہو سکا۔ خود وہ مملکتیں جنھیں محض ایتھنز کی وجہ سے لیگ میں رہنے دیا گیا تھا اب اسپارٹا کے ہی ممنون مشکور ہوئیں۔ اور عدم تجدید لیگ سے ایتھنز کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا۔

اسکے باوجود اسپارٹا اپنے ایک خاص مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اسکی خواہش تھی کہ تھسلی والوں کو اسکی سزا دی جائے کہ انھوں نے یونانیوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ خود تھسلی پر مسلط ہو جائے۔ شاہ لیوتی خدیس اس کام کیلئے تھسلی روانہ کیا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اسنے وہاں پہنچ کر الیوادائے قوم سے رشوت لے لی اور جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آگیا[1] واپسی پر لیوتی خدیس مجرم گردانا گیا اور آخرکار اسے تیگیا بھاگ جانا پڑا۔ چونکہ شہر اسپارٹا کا پرانا حلیف تھا اسلئے مروت میں آگر وہاں کے باشندوں نے بادشاہ کو حوالے کرنے سے قطعی انکار کیا۔ مختلف حصص یونان کا جذبۂ آزادی جنگ ایران سے بہت ترقی کر گیا تھا۔ اور تیگیا نے یہاں تک جرأت کی کہ اسپارٹا سی ذی اقتدار مملکت کے خلاف آرگوس سے معاہدہ کرے۔ گو ان حلیفوں کو اسپارٹا نے شکست دی مگر تیگیا کی حیثیت میں کوئی معتدبہ فرق نہ آیا۔[2]

پیلوپونیز کے دوسرے حصوں میں بھی جوش پھیلا ہوا تھا۔ ایلس نے ایک دستور اختیار کر کے جو عموی اصولوں پر مبنی تھا متعدد مواضعات کو یکجا کیا اور اس کا نام شہر ایلس رکھا[3]

---

[1] ہیروڈوٹس ۶، ۷۲۔ پوسانیاس ۳، ۷، ۹۔ بیوسولٹ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔

[2] ہیروڈوٹس ۹، ۳۵۔ پوسانیاس ۳، ۱۱، ۷۔ بیوسولٹ (۲، ۳۶۶) کے نزدیک یہ واقعہ ۴۷۳ ق م یا ۴۷۰ ق م کا ہے۔

[3] استرابو ۸، ۳۳۶۔ بیوسولٹ ۲، ۳، ۲۔

آرکیڈیا نے بھی اسپارٹا سے علیحدگی اختیار کرلی اور بعض مورخوں کے نزدیک اسی زمانے میں مین ٹینیا کے اتحاد باہمی کی تہذیب ہوئی۔ مگر یہ بات تیقن کے پایہ کو نہیں پہنچی[1] لیکن تاہم ہمیں یہ علم ضرور ہے کہ اس عظیم الشان جنگ میں جو اسپارٹا اور دیگر آرکیڈی شہروں کے درمیان ہوئی اور جس میں شہر ڈیپیا کے قریب اسپارٹیوں کو فتح ہوئی مین ٹینیا شریک نہ تھا۔ بہر نوع اگر مین ٹینیا نے اسپارٹا کی علانیہ مخالفت نہیں کی پھر بھی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹا کو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا[2] نہایت تعجب ہے کہ جنگ ایران کے بعد ہی وہ اسقدر کمزور ہوگیا ہو۔

اس ضمن میں ایک خاص واقعے کیطرف توجہ لازم ہے۔ دیو دورس کے نزدیک آرگوسیوں نے میکے نائی اور ترنز دونوں کو ۴۶۸ ق م میں تاراج کیا[3] میکے نائی اور ترنز نے تو ایران کے خلاف کوشاں ہونے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ اور آرگوس دوران جنگ میں یونان کو ایران کے ہاتھ فروخت کر دینے کیلئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ باوجود اسکے ڈیلفی میں باشندگان میکے نائی و ترنز کی یادگار قائم ہونے سے دس سال کے اندر ہی آرگوس کو یہ دونوں شہر برباد کرنے اور انکے تمام باشندگان ذکور کو غلام بنانے دیا گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یونان میں بہت سے افراد ایسے بھی ہونگے جنکو اسبات سے نہایت تاسف ہوگا کہ ان یونانی مملکتوں کو جو ایران سے جنگ آزما ہوئی تھیں ایک مضبوط لیگ بنانے میں اسپارٹا کو ناکامی ہوئی۔ بہر نوع میکے نائی کی تباہی جو ازمنۂ قدیمہ سے اب تک نہایت باوقار شہر تھا عوام کی نظروں میں ایک نہایت قبیح حرکت تھی اور یونان کی روایات کی قطعاً منافی تھی۔ بلاشبہ اسپارٹا کو اپنی ضروریات بھی مدنظر تھیں مگر ان ضروریات ہی کیلئے میکے نائی کا قیام لابد تھا۔ ان تمام باتوں سے صرف ایک نتیجہ نکلتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اسپارٹا نے میکے نائی کی حفاظت میں

[1] دیکھو جلد ۱ باب ۱۱ حاشیہ مفود بیُوسولٹ (۲، ۹، ۳) یہ ثابت نہیں کرسکا ہے

[2] ہیرو ڈوٹس ۹، ۳۵ ہمیں اس لڑائی کے صحیح سنین کا علم نہیں۔ بیُوسولٹ (۲، ۹، ۳، ۳۸۴) نے ۴۶۹ ق م تا ۴۶۸ ق م قرار دیا ہے۔ ڈیو (۸، ۳۴، ۱۳) کے نتائج درست ہوں مگر طریق استدلال صحیح نہیں معلوم

[3] دیو دورس ۱۱، ۶۵۔ اشترابو ۸، ۶، ۱۱۔ ۱۹، ۶، ۳۔ مقابلہ کرو ہیرو ڈوٹس ۸، ۱۳۸ بیُوسولٹ کا خیال ہے کہ میکے نائی کی فتح غالباً ۴۶۸ ق م میں ہوئی ہوگی۔ اس سے اسپارٹا کی عدم مداخلت کا طرز عمل سمجھ میں آسکتا ہے

صرف اسوجہسے ہاتھ نہیں اٹھا کہ وہ خود مصیبتوں میں گرفتار تھا بلکہ دیودورس کا تو یہ خیال ہے کہ اسپارٹا کی موجودہ ابتلا کا اصلی سبب ہیلوتوں کی بغاوت اور زلزلہ تھا۔ مگر ہمیں اسکی بابت کسی قسم کے اطمینان بخش معلومات نہیں ہیں ہ[1]

زلزلے نے اسپارٹیوں کو عظیم الشان نقصان پہنچایا جنگ آرکیڈیا ختم ہی ہوئی تھی اور اسپارٹا سوچ ہی رہا تھا کہ تھاسوسی باغیوں کو اسپارٹا کے خلاف کس طرح مدد دے کہ ایک زبردست زلزلے نے شہر کو ہلا دیا جس سے اسپارٹا میں کھنڈر ہی کھنڈر باقی رہ گئے اس زلزلے سے قریب قریب بیس ہزار جانوں کا نقصان ہوا اور بیان کیا جاتا ہے کہ تمام شہر میں صرف پانچ مکان کھڑے رہ گئے۔ مال واسباب کے بہ نسبت جانوں کی حفاظت زیادہ اہم تھی اسلیئے شاہ آرخی داموس نے تنبیہ کے علامات کے ذریعے سے شہریوں کو ایک جگہ جمع کیا اور سب کو ایک کھلے میدان میں لیجا کر بہت لوگوں کی جان بچائی ہ

اس واقعے کے بعد ہی پیریوئکی اور ہیلوتون نے بغاوت کا علم بلند کردیا کچھ عرصے پیشتر یہ شبہ ہوگیا تھا کہ ہیلوت پوسانیاس کے محض ایک اشارے پر باغی ہوجائینگے اور جب چند ہیلوت تینیاری پوسیدون کے دامن کو بھاگ گئے تو اسپارٹیوں نے اسی شبہ میں انکو قتل کرڈالا۔ اسپارٹا پر اس قتل کا مدت دراز تک دھبہ رہا۔ اور ایتھنزی وقتاً فوقتاً اسپارٹیوں کو یہ واقعہ یاد دلا دلا کر مطعون کیا کیئے ہ

طوسی دیدِس کا بیان ہے کہ پیریوئکی کی بغاوت میں تھوریئی اور ایتھائیا کے باشندے اور قدیم مسینیوں کے ورثا شامل تھے۔ ابتدا ہی میں ان باغیوں نے قلعہ اتھومے پر قبضہ کرلیا اور ایک معرکے میں تین سو اسپارٹی لیکر دگی ائم نیستس (قاتل مہرنوش) کام آئے اس جنگ کے طول کھینچنے سے اسپارٹی اقتدار میں گونہ فرق آگیا یہانتک کہ وہ اپنے پرانے حلیفوں سے امداد کا خواہاں ہوا جنمیں سے ائی گینا اور پلاٹیہ نے فوراً آمادگی ظاہر کی[2] مگر اسکا بھی کوئی

---

[1] دیکھو دیو ۸، ۲۳۴ وغیرہ۔ اور ۴۰ ۲۔ پوسانیاس (۴، ۲۴، ۵) کا خیال ہے کہ مسینیوں کی بغاوت اولمپیاد ۷۹، ۴ یعنی ۴۶۴ ق م میں ہوئی ہوگی۔ مگر میوسولٹ (۲، ۴۳۸) اسکے لیئے موسم گرما ۴۶۳ ق م تجویز کرتا ہے۔

[2] طوسی دیدِس ۲، ۲۷-۴، ۵۶۔ ۳-۵۴۔ میوسولٹ (۲، ۴۵۴) کے نزدیک کیمون مسینیہ موسم بہار میں گیا تھا۔ کیمون کی سوانحعمری (۱۵) میں پلوٹارک نے جو غلطیاں کی ہیں انکے لیئے دیکھو میوسولٹ ۲، ۴۵۵ ہ

خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور اِتھومے تسخیر نہ ہو سکا۔ اَیتھنز ی تو شہروں کے محاصرے میں کامل دستگاہ رکھتے تھے مگر پیلوپونیزیوں کو محاصروں کا زیادہ تجربہ نہ تھا اسلیئے اِسپارٹیوں نے اب ایتھنز سے مدد طلب کی۔ اگر اَیتھنزی اسپارٹا کیلئے خون بہانے کو طیار نہ ہوتے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوتی اسلیئے کہ انکو غالباً علم تھا کہ اِسپارٹا اسکے مد مقابل تھاسوس کو کمک بھیجنے والے ہیں۔ مگر کیمون کی یہ پالسی تھی کہ ایتھنز اِسپارٹا سے تعلقات قائم رکھے اور اسکے اثر سے ایتھنزی اسپارٹا کو مدد بھیجنے کیلئے طیار ہو گئے اور خود کیمون ایک لشکر لے کر میدان جنگ کو گیا۔ مگر ایتھنز کے اس آمادگی کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اِتھومے تسخیر نہ ہو سکا اور اِسپارٹیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اَیتھنزی باغیوں سے مل گئے ہیں اور خیال کرنے لگے کہ کیا عجب کہ محاصرین میں سے ایسے لوگ بھی ہوں جو محصورین کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے ہوں۔ آخرکار اس شبہ میں گرفتار ہو کر اِسپارٹا نے ایتھنزی فوج واپس کر دی۔ بلاشبہ یہ اَیتھنز کیلئے توہین تھی مگر اس توہین کا اصل باعث خود اسکا سفیہانہ اور لایعقلانہ طرز عمل تھا۔

عہد پِسسٹراٹس میں اِسپارٹا سے ہمیشہ عیارانہ اختلاف سے کام نکالا جاتا تھا، اب کیمون کے زمانے میں اَیتھنز کا اِسپارٹا کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ محض ایتھنز کی عنایت آمیز سرپرستی پر مبنی تھا۔ یونان کی بہتری کیلئے اِسپارٹا کا میسینیہ کو اپنی ماتحتی میں رکھنا کسی طرح ضروری نہ تھا اسلیئے کیمون کے اس طرز عمل کے نتائج اور بھی مضر ثابت ہوئے۔ اب اس انتہا پسندی نے اور بھی گل کھلائے۔ اور اسی اَیتھنز نے جو حال ہی میں میسینیوں کو غلام بنانے کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے پر تلا ہوا تھا اب اِسپارٹا کے خلاف آرگوسیوں اور تھسالیوں کے ساتھ عہد و پیمان محالفہ کر لیا۔[1]

جنگ نے دس سال متواتر طول کھینچا مگر اخیر میں اِتھومے کو ہتھیار رکھ دینے پڑے اور فتح کا سہرا اِسپارٹیوں کے ہی سر رہا۔[2] اختتام جنگ پر فاتحوں نے محصورین کو

---

[1] طوسی دیدیشس ۱، ۱۰۲۔

[2] کریوگر، کلاسین اور بیوسولٹ (۲، ۵، ۴) کی رائے ہے کہ طوسی دیدیشس ۱، ۱۰۳، میں بجائے "دسویں سال" کے "چوتھے سال" پڑھا جانا چاہیئے اور یہی زیادہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ بیوسولٹ (۲، ۵، ۴) کے نزدیک اِتھومے کی تسخیر ۶۱-۶۲ ق م میں عمل میں آئی ہوگی۔

پیلوپونیز سے چلے جانے کی اجازت تو دیدی مگر اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگادی کہ انہیں سے جب کسی کو کوئی پیلوپونیز میں گرفتار کریگا وہی اسکا مالک ہوجائیگا۔ اس قسم کے سخت شرائط میسینیوں کے شکست کا نتیجہ تھے مگر اپنے بچاؤ کیلئے اسپارٹیوں نے یہ مشہور کردیا کہ انکے عائد کرنے کی ایک کاہن نے ہدایت کی تھی۔ پیلوپونیز سے میسینی ایتھنز گئے جہاں ایتھنزیوں نے انکا خیر مقدم کیا اور نئوپاکتس میں (جسے حال ہی میں اوزولی لوکریوں سے چھینا تھا) رہنے کی اجازت دیدی۔ اسوقت سے ایتھنز کے یہ دوست ہی خلیج کارنتھ پر سنتری کی خدمت انجام دیتے رہے اور ایک ایسے بندرگاہ کے جو ایتھنز کیلئے نہایت اہم تھا متواتر حفاظت کرتے رہے[1]۔

اسپارٹا کو تو بہت سی مشکلات محض اسلئے پیش آرہی تھیں کہ اسکا طرز عمل دلیرانہ نہ تھا، اسکے برعکس ایتھنز کو اسی قسم کے مصائب کا اسواسطے سامنا کرنا پڑا کہ اسکی پالیسی حریصانہ تھی۔ اسپارٹا کے خلاف تو اسلیئے تو بغاوتیں ہورہی تھیں کہ اسکو کاہلی پسند تھی، ایتھنز کے خلاف اسوجہ سے شورشیں برپا ہورہی تھیں کہ اسمیں تکبر بھرا ہوا تھا۔ کیمون کی تسخیر ایون، سکیروس و کارستس کے بیان کے بعد طوسی دیدس مفصلہ ذیل قصے کا ذکر کرتا ہے[2]، "اب وہ باغی ناکسوسیوں کی طرف رجوع ہوئے اور انکا محاصرہ کرکے انکو شکست دی۔ ناکسوس پہلا حلیف تھا جسے ایتھنز نے تمام موجودہ قواعد کے خلاف اپنی تابعداری پر مجبور کیا۔ اسکی بغاوت کے بعد ایتھنز نے بعینہٖ یہی برتاؤ دوسرے شہروں کے ساتھ بھی روا رکھا۔ ایتھنز ہی سلطنت کے خلاف بغاوتوں کا سلسلہ اسلیئے جاری ہوا تھا کہ حلیفوں نے خراج دینا یا زمانۂ جنگ میں ایتھنز کو اپنے جہازوں اور اپنی فوج سے امداد دینا قطعی انکار کے ساتھ موقوف کردیا تھا"

---

[1] گروتیس (۲، ۲، ۱) کا خیال ہے کہ طوسی دیدس (۱، ۱۰۳) کے الفاظ "لوکریسی نکال دئیے گئے" کی تشریح تو منجملہ یونان قدیم" ۲۲۱ سے ہوجاتی ہے جسمیں لوکریسیوں کی نوآبادی نئوپاکتس کا ذکر ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس نوآبادی میں کورنتھی بھی شریک ہونگے اسلیئے کہ چند سکے پائے گئے ہیں جو کورنتھی طرز کے ہیں اور جنپر لفظ "لوکروں" کندہ ہے مگر حقیقت یہ زمانۂ بعد کے اطالوی لوکری کے سکے ہیں اگر ایتھنز اسپارٹا کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا برتاؤ اسپارٹا نے تھاسوس کے معاملے میں کرنا چاہا تھا تو میسینی غالباً آزاد ہوجاتے، اور یہ یونان کیلئے بہر نوع مفید ہوتا۔

[2] طوسی دیدس ۱، ۹۸، ۹۹۔

اور ایتھنزیوں نے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ جو حلیف کاہلی یا عداوت کی بنا پر ایتھنزی مطالبات پورا کرنے میں تعویق کرتے انکو ایتھنز نہایت سختی کیساتھ جبرًا پورا کراتا۔ اسکے ساتھ ہی انکی حکومت ناپسندیدہ تھی دوسرے یہ کہ وہ بغاوت نہایت آسانی کیساتھ فرو کر دیتے تھے۔ اکثر حلیف یہ چاہتے تھے کہ زندگی آرام سے بسر ہو اور جہاز مہیا کرنے کے عوض وہ ایتھنز کو روپیہ ہی ادا کر دیا کریں اسطرح ایتھنز کی قوت میں پہلے سے بھی اضافہ ہوگیا اور جب کسی حلیف نے بغاوت کی تو وہ ایتھنز کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا" یہ ہمیں نہیں بتایا گیا کہ ایسے حلیفوں کی کیا تعداد تھی جو بزور شمشیر مغلوب کیئے گئے۔

اسی قسم کے ایک اور جھگڑے کا ہم کو علم ہے۔ باشندگان جزیرۂ تھاسوس ایتھنز سے اسلیئے رشک رکھتے تھے کہ ایتھنز تھاسوسی ساحل پر برابر دست درازی کرتا رہتا تھا اور ہمیشہ تھاسوسیوں کو ساحلی کانوں پر قبضہ کر لینے کی دھمکی دیتا رہتا تھا[1] تھاسوس کی جو کچھ دولت تھی وہ ان ہی کانوں کی وجہ سے تھی اور انہیں سے اکثر ساحل ہی پر تھیں۔ موسم بہار ۴۶۵ ق م میں تھاسوس نے نہایت ہمت اور جرأت سے کام لیا اور ایتھنز سے باغی ہوگیا[2] ایتھنزیوں نے شہر تھاسوس کا محاصرہ کر لیا اور دس ہزار ایتھنزی حلیف دریائے استریمون کے ایک اہم موقع پر قبضہ کر کے وہیں بس گئے تاکہ برِ اعظم پر تھاسوسی اقتدار توڑ دیں۔ یہ جگہ دریا کے دہانے پر ہی تھی اور چونکہ اس جگہ نو سڑکیں مل جاتی تھیں اسلیئے اسکا نام "اینیا ہو دوئے" یا "نو راہا" تھا مگر چونکہ دریائے استریمون نے اسے قریبًا چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اسی مناسبت سے زمانۂ مابعد میں اسکا نام "امفی پولس" یا "پن گھٹ" پڑ گیا[3] بہرحال اس نوآبادی نے کچھ زیادہ ترقی نہیں کی۔ تھریسیوں نے نہ صرف بسنے والوں کی مخالفت ہی کی بلکہ ڈرابسکس پر انہیں شکست دی۔ اس شکست کا ایک نتیجہ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالبًا ایتھنزیوں کو نو راہا چھوڑ دینا پڑا۔ یا

[1] طوسی دیدش ۱، ۱۰۰۔

[2] ہیوسولٹ ۲، ۴۱۴۔ مقابلہ کرو گروٹیس کی تاریخ یونان ۶، ۲۷۔ "مجموعۂ نوشتہائے قدیم" (۱، ۳۴۰) میں کسی قبر کے کتبے کے ایک ٹکڑے کا ذکر ہے جسپر ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کا ذکر ہے جو تھاسوس میں مارے گئے۔

[3] طوسی دیدش ۱، ۱۰۰۔ دیو ۸، ۳۱۲ کا خیال بالکل درست ہے کہ تھاسوس دراصل اسی نوآبادی کی تجویز ہی کو سنکر بغاوت پر آمادہ ہوا تھا۔

کم سے کم دوبارہ بستی بسانے کی ضرورت پیش آئی۔

خود تھاسوسیوں کے خلاف کیمون بھیجا گیا اور اپنے مقصد میں وہ پہلی مہم سے زیادہ کامیاب رہا۔ اسنے انھیں بحری شکست دی اور ایک طولانی محاصرے کے بعد بغاوت کے تیسرے سال تھاسوسیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ ادھر اسپارٹا کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسیطرح تھاسوس کی مدد کیجائے۔ مگر اسپارٹی امداد کا شہر تھاسوس میں پہنچنا بالکل ناممکن اور محال تھا۔ اس مہم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز نے تھاسوس کو مجبور کیا کہ وہ اپنی شہرپناہ مسمار کردے، اپنے جہاز اور ساحلی مقبوضات ایتھنز کے سپرد کردے اور آئندہ سے سال بسال خراج ادا کرتا رہے۔ اس خراج کی تعداد اولمپیاد ۸۳، ۲ (۴۴۷ ق م) میں تین ٹالنٹ تھی[1] اندرونی معاملات میں دوسرے حلیفوں کی طرح تھاسوس بھی خودمختار رہا۔

گو کیمون نے تھاسوس فتح کرلیا تھا اور اس سے ایتھنز کی سیادت ملک شمال میں دوبارہ عود کر آئی تھی مگر اسکی ایتھنزیوں نے اتنی قدر نہ کی جتنا وہ مستحق تھا۔ اسکے مخالفوں نے اسپر یہ الزام لگایا کہ اسنے سکندر شاہ مقدونیہ سے رشوت لیلی ورنہ مقدونیہ کا فتح کرلینا کچھ مشکل نہ تھا۔ انھوں نے یہاں تک کیا کہ اسپر باضابطہ مقدمہ قائم کردیں مگر تحقیقات سے کیمون تمام الزامات سے بری ہوگیا۔[2] ارسطیدیس کی موت کے بعد الکموئیوں کے معاملات کی نگرانی چند نوجوانوں کے ہاتھ میں آگئی تھی جنمیں ایک فارِقلیس بھی تھا۔ اسکے باپ زانتھیپس پر ایک زمانے میں کیمون نے استغاثہ دائر کیا تھا اور اب یہ فارِقلیس کیمون کے مخالفوں میں شامل ہوگیا تھا۔ کیمون سے قوم اسوجہ سے اور بھی نالاں تھی کہ وہ تو اسپارٹا سے دوستانہ طرزِ عمل برتنا چاہتا تھا اور اسکے جواب میں اسپارٹا نے بالکل برعکس رویہ اختیار کیا تھا۔

حالات متذکرۂ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد دس برس کے اندر اسپارٹا

---

[1] اولمپیاد ۸۳، ۳ میں کاتوں پر تھاسوس کا پھر قبضہ ہوگیا تھا اور غالباً اسی لئے ایتھنز نے اسکے خراج کی مقدار تین ٹالنٹ کی جگہ تیس ٹالنٹ کردی تھی۔

[2] اس مقدمے کیلئے دیکھو پلوٹارک کی "سوانح کیمون" ۱۴ و ۱۵۔ کرتیُس (۶۲، ۱۵۰) دیموستھنیس کی نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ کیمون پر ایتھنز کے "جدی تنظیم" بدلنے کا الزام بھی لگایا گیا تھا۔ مگر بعض مورخ "جدی تنظیم" کی جگہ "پاروسی تنظیم" پڑھتے ہیں۔

اسی طرح ایتھنز بھی مشکلات میں پڑ گیا تھا گروہ اسپارٹا کی مشکلات کے برابر نہ تھیں[۱]

دسواں باب

ایتھنز کا خارجی طرز عمل جنگ اونوفیتہ تک

گو ایتھنز کے راستے میں بہت سی مشکلات حائل تھیں مگر اسکا اقتدار برابر بڑھتا ہی گیا۔ اسکی سیادت کی ماہیت پر تو آئندہ بحث کی جائیگی۔ یہاں اسکی وسعت کے اندازہ کیلئے یہ کافی ہے کہ ایجئن کے تمام جزیرے اسکے شمالی ساحل کی تمام بستیاں، درۂ دانیال سے باسفورس تک کے شہر اور پمفیلیہ تک ایشیائے کوچک کی تمام ساحلی ریاستیں، یہ سب ایتھنز کو اپنا رئیس تسلیم کرنے پر طیار ہو گئے۔ یہ بھی خالی از علت نہیں کہ سوائے تھریسی خرسونیز اور لسبیہ کے بیشتر حصے کے وہ براعظم یورپ یا ایشیا کے کسی جزو پر قابض نہ تھا بلکہ اسکی قوت صرف ان ہی خطوں تک محدود تھی جو شہری فرقوں کے زیر اثر ہوں۔ اور خود ایونیا اور ساحل کے بعض طبقات ایسے تھے جو اسوقت تک ایران ہی کے دست نگر تھے۔ اسکے برعکس بہت سے ممالک اور سلطنتیں ایسی بھی تھیں جو ایتھنز کے حلقۂ اثر میں آچکی تھیں۔ مثلاً تھریس اور

---

[۱] بیوسولٹ کے نزدیک سلسل واقعات :-

(۱) بہار ۴۶۵ء ق م - بغاوت تھاسوس (۲، ۱۴۱۴) ؛

(۲) گرما ۴۶۵ء ق م - زلزلہ اسپارٹا (۲، ۴۳۸) ؛

(۳) خزاں ۴۶۴ء ق م - تسخیر تھاسوس (۲، ۱۴۱) ؛

(۴) بہار ۴۶۳ء ق م - کیمون مسینیہ میں (۲، ۳۵۴) ؛

(۵) بہار ۴۶۲ء ق م - کیمون کا اخراج (۲، ۱، ۱) ؛

مقابلہ کرو ہولشتا بیل "معلومات تاریخ یونان میں اضافہ" صفحہ ۳۲ - فیریکیس (تھیز صـ۱۲) کے نزدیک تھاسوس موسم بہار ۴۶۳ء ق م میں فتح ہوا تھا ؛

مقدونیہ میں ایتھنز کا بہت اثر تھا اور گو تھسلی کی دوستی کا زیادہ اعتبار نہ تھا مگر کم از کم بظاہر تو تھسالوی دوست ہی تھے[1] یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز کے فوکس کے ساتھ کس قسم کے تعلقات تھے۔ کم از کم بیوتیہ پر تو ایتھنز کی اثر نام کو بھی نہ تھا۔ رہیں چھوٹی چھوٹی یونانی ملکتیں۔ انھوں نے ایتھنز سے ضرور معاہدے کر لئے تھے مگر ان مخالفوں کا مقصد سوائے اسکے کچھ نہ تھا کہ وہ ایتھنز کی مدد سے اپنے دشمن ہمسایوں کو نقصان پہنچائیں۔

اسکے سوائے میگارا اور ایتھنز میں محض قرب کی وجہ سے بھی دشمنی کی آگ بھڑکی ہوئی تھی[2] اور تاریخ میں صرف ایک مرتبہ جب کارنتھ اور میگارا میں مخالفت ہو گئی تھی میگارا نے ایتھنز سے معاہدہ کیا تھا[3] اس طرف ایتھنزیوں کو میگارا پر اسلئے اثر قائم کرنے کی ضرورت تھی کہ میگارا کی ارضی مشرق میں خلیج سارون تک اور مغرب میں خلیج کارنتھ تک پھیلی ہوئی تھی اور اسکے قبضے میں دو نہایت اہم بندرگاہ تھے۔ ایک نسائیا جو سالامس کے بالکل مقابل تھا اور دوسرا خلیج کارنتھ کا بندرگاہ پیگائے۔ میگارا پر پورا قابو حاصل کرنے کیلئے ایتھنزیوں نے شہر سے نسائیا تک دو مضبوط دیواریں قائم کر دیں اور جب اصول قلعہ بندی کا یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا تو اسی کی بنا پر خود ایتھنز میں اس پر عمل کیا گیا[4] دور و دراز پیگائے میں یہ فصیل بندی ممکن نہ تھی اسلئے ایتھنز نے

---

[1] مقابلہ کرو طوسی دیدش ۱، ۱۰۲ اور ۱۰۷ ا۔

[2] ہمسایوں کے آپس میں ایک دوسرے سے حسد کا تاریخ یونان پر نہایت زبردست اثر ہے۔ دیکھو میرا مضمون "تازیۂ طویل" جسکو میں نے "کرتیس" کے نام پر معنون کیا ہے۔ یہ یونان کیلئے سخت بدبختی ہے کہ یونانی خصلت کے ایتیوکلیس اور پولی نیکیس بالکل صحیح مثالیں ہیں۔

[3] طوسی دیدش ۱، ۱۰۳ ا۔

[4] میگارا کی لمبی فصیل کیلئے دیکھو طوسی دیدش ۱، ۱۰۳۔ ایتھنز کی فصیل کے متعلق طوسی دیدش ۱، ۱۰۷۔ جو واقعات طوسی دیدش نے باب ۱۰۷ میں بیان کئے ہیں وہ ضرور کیمون کے اخراج کے بعد پیش آئے ہونگے اسلئے جیسا طوسی دیدش سے ظاہر ہوتا ہے۔ اگر ایتھنز کی فصیل کی تعمیر جنگ ہالی ئس اور جنگ تنگرا کے بعد ہی شروع ہوئی تو ضرور ہے کہ فارقلیس نے انکی تعمیر کی ابتدا ۴۵۸ ق م میں کی ہو۔ پلوٹارک اپنے "واقعات کیمون" (۱۳) میں یہ بیان کرتا ہے کہ ان دیوارد کی بنیاد کیمون نے ہی رکھی تھی۔

پیگاسے کے ان جہازوں کا جو خلیج کارنتھ میں گشت لگاتے تھے مرکز مقرر کر دیا اور ان خطوں میں بھی
ایتھنز کارنتھ کا گویا مد مقابل بن گیا۔ غرض یہ ہے کہ تیس سال کے امن کے سلسلے میں طوسی ویدش
بیان کرتا ہے کہ ۴۵۶ ق م سے پہلے ہی ایتھنز خلیج کارنتھ کے جنوبی ساحل یعنے اکائیا کے
بیشتر حصے پر قابض ہو گیا تھا[1] مگر یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اثر کس طرح پیدا ہو گیا ایتھنزی
وہاں کے باشندوں کے ساتھ نہایت خلق سے پیش آتے تھے اور سوائے رنگروٹوں اور سامان رسد
کے ورکسی قسم کی تکلیف انکو نہ دیتے تھے۔ اسکے برعکس خلیج کورنتھ کے شمالی ساحل سے
وہ بہت کم واقف تھے۔ صرف مغربی بندرگاہ نوپاکٹس پر انکا قبضہ تھا اور آرگوس
کا شہر ترو زین نے اُنسے محالفہ کر لیا تھا۔ ظاہر ہے کہ خلیج سارون اور خلیج کورنتھ کے
شہروں کے ساتھ اسقدر مختلف النوع تعلقات قائم رکھنے کیلئے ایتھنز کو بہت جانفشانی
اور عرق ریزی کرنا پڑی۔ اور یہ ایتھنز کا ہی کام تھا کہ اسکے باوجود وہ ایک عظیم الشان اور دور و دراز
مہم سر کرنے کیلئے طیار ہو گئے۔ اور کوشش کی کہ مصر کو ایران سے علحدہ کر کے اپنے طرف لے آئیں
اگر ایتھنز میں زمانۂ زیر بحث یعنی پانچویں صدی کے وسط میں ان رہنماؤں سے زیادہ قابل مدبر
نہ ہوتے۔ جنکے ہاتھ میں صدی کے آخری ایام میں ایتھنز کی باگ تھی تو یقین ہے کہ اس مہم کا نتیجہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ طوسی ویدش غلطی پر ہے۔ یہ نظریہ درست
معلوم ہوتا ہے کہ کیمون نے ہی ان فصیلوں کی تعمیر شروع کر دی ہوا اور اسے ایک اور واقعے سے تقویت پہنچتی ہے
کہ فارقلیس نے ایک تیسری اندرونی دیوار تعمیر کی تھی۔ فارقلیس کے نزدیک یہ اندرونی فصیل مدافعت کے لیئے
دیگر فصیلوں سے زیادہ اہم تھی اور یقین ہے کہ وہ اسے ہی فالیرم کی فصیل سے پیشتر ہی تعمیر کرتا۔ منجملہ زمانۂ حال
کے مورخوں کے ڈنکر (۵، ۲۴۴) کو اسبات کا یقین ہے کہ کیمون ہی نے دیواروں کی بنیاد رکھی۔ واخشمتھ اپنی
تصنیف "شہر ایتھنز" (۱، ۵۵) میں ایک طرف تو اس نظریئے کے موافق بہت سے ثبوت تسلیم کرتا ہے اور
دوسری جانب طوسی ویدش کو بھی نظر انداز کرنا نہیں چاہتا۔ واخشمتھ کو یقین ہے کہ کیمون نے اپنا
ذاتی روپیہ ان فصیلوں کی تعمیر میں نہیں خرچ کیا ہوگا۔ مگر میں اس خیال کے موافق نہیں ہوں اسلیئے
کہ ان فصیلوں کی تعمیر بھی تو ایک شہر کی ایک عظیم الشان خدمت ہی تھی جسکے لئے ایتھنز یونکو
کبھی عار نہیں ہوا۔

[1] طوسی ویدش ۱، ۱۱۵۔

وہ یہی ہوتا ہے ہو سسلی کی مہم کا ہوا اور ایتھنز کو ایک بہت بڑی زک پہنچ جاتی ۔ مصری مہات نے اکثر ملک یورپ کو نیچا دکھایا ہے اور یہ مہم ان میں سب سے پہلی تھی ؂

شہنشاہ زرکسیز کے انتقال کے بعد مصر نے چاہا کہ ایرانی حکومت سے آزادی حاصل کرے اور جن لوگوں نے علم بغاوت بلند کیا ان میں سب سے پہلا شخص انارس حکمران لیبیا (طرابلس) تھا جو دولت ایران سے بغاوت کر کے مصر کا بادشاہ ہو گیا ۔ چونکہ ایتھنز دریائے مشرق میں اول درجے کی طاقت تسلیم کیا جاتا تھا اسلیئے انارس نے ایتھنز سے مدد طلب کی اور ایتھنز نے فوراً (غالباً ۴۵۹ ق م میں) دو سو جہازوں کا ایک بیڑا جو جزیرہ قبرص کے قریب پڑا ہوا تھا مصر روانہ کر دیا ۔ وہاں پہنچ کر ایتھنزی دریائے نیل کے شہر میمفس تک برابر چلے گئے اور سوائے شہر کے ایک ثلث حصے کے جو عام طور پر "دیوار سفید" کہلاتا تھا دیگر حصوں پر قابض ہو گئے ایتھنزی تو جنگ میں منہمک تھے وطن کے قریب ایتھنز کے دشمنوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اس شہر پر جس سے انکو دلی نفرت تھی حملہ کر دیں ؂

جب سے ایتھنز نے میگارا پر قبضہ کر لیا تھا اُسی وقت سے کورنتھی ایتھنز سے نہایت ناراض ہو گئے تھے ۔ بظاہر اسپارٹا اور کورنتھ ایک تھے گر چونکہ بین الاقوامی معاملات میں یونانی قواعد و قوانین کا اتنا خیال نہیں کرتے تھے اسلیئے اس نئی جد و جہد میں اسپارٹا بالفعل شریک نہیں ہوا ۔ غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۵۹ ق م میں ایتھنزی آرگولس کے شہر ہالی آئس میں لنگر انداز ہوئے مگر جو لڑائی جو اس مقام پر ہوئی اس میں اور کورنتھی اور ایپی دورس حلیفوں میں ہوئی اسمیں خود ان ہی کو شکست ہوئی بہر حال جب بمقام سیکری فالیپا (جو ایپی دورس کے قریب ہی ہے) ایتھنزی فتحیاب ہوئے تو آئی گینا بھی متحد ہو کر جنگ میں شامل ہو گیا اسکا اثر جنگ پر سوائے اسکے کچھ نہیں ہوا کہ بحری لڑائی میں ایتھنزی نے غنیم کے ستر جہاز گرفتار کر لیئے اور خود جزیرہ آئی گینا میں اتر گئے ۔ ادہر کورنتھیوں نے ایک طرف تو ۳۰۰ ہوپ لیت آئی گینا کی کمک کیلئے روانہ کیئے اور ساتھ ہی یہ خیال دل میں جما کر کہ ایتھنز نے اپنی فوج مصر تو بھیج ہی دی ہے اگر انکا خیال دوسری جانب منصرف کیا گیا تو یقین ہے کہ وہ آئی گینا سے ہٹ جائیں فا کنائے کورنتھ کے قریب کوہ گیرانیا پر قبضہ کر لیا ۔ کورنتھیوں کو یہ علم نہ تھا کہ آئی گینا سے قبضہ ہٹانے کے بجائے وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کر دینے کیلیئے طیار تھے ۔ اور تمام ایتھنزیوں نے جنمیں بڑے اور چھوٹے سب شامل تھے میگارا کے

علاقے میں می او نِدیس کی سرکردگی میں پیش قدمی کرکے کورِنتھیوں کو واپسی پر مجبور کیا۔ اور جب کورنتھی واپس ہو رہے تھے تو انکو ایک زبردست شکست دی جسے طوسی دیدِیش نے خلاف عادت نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اگر مار اتھون کی فتح پر نظر نہ کی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایتھنز کی بحری اور بری قوت اسقدر کمال کو کبھی نہیں پہنچی جیسے زمانۂ زیر بحث میں اسکا مفصل بیان طوسی دیدیش کے علاوہ اس یادگار کے کتبے میں موجود ہے جو قبیلۂ ایرختائیس کے ان ایتھنزیوں کی یادگار میں نصب کی گئی تھی جو قبرس، ہالی ائیس اور آئی گینا کی لڑائیوں میں مارے گئے تھے۔ اس کتبے میں کل ۱۲۰ نام کندہ ہیں اور گمان غالب ہے کہ اس قبیلے کا کوئی فرد کیکری فالیا کی لڑائی میں نہیں مارا گیا ہوگا ورنہ کتبے میں اسکا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ ایتھنز ان قربانیوں پر جو اسکے شہریوں نے کی اور اسکے سرگروہوں کی قابلیت پر جس سے کیمون کی غیر موجودگی میں الغوں نے انتظام مملکت کیا جسقدر فخر کرے بجا اور درست ہے[1]۔

جب بیرونی ممالک کے ساتھ جنگ وجدل کا سلسلہ بڑھ گیا تو اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہوگیا کہ شہر کی کماحقہ حفاظت کی جائے۔ غنیم کی فوج آسانی کے ساتھ ایتھنز اور پائی رے اس کے درمیان حائل ہوسکتی تھی اسلیئے یہ لابد تھا کہ ان دونوں کے درمیان تسلسل

---

[1] "مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۴۳۳۔ ڈنبرگر مع اپنی سنوی یادداشتوں کے ۳ ع۔ ڈنگو ۲۸۷، ۴۸۔ دیوڈورس کو ان واقعات کے سنین کا تعین کرنے میں جسکا اس کتبے میں ذکر ہے غلطی ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مصری مہم اولمپیاد ۸۰، ۱ میں (۱۱، ۷۷)، ہالی ائیس اور ائی گنیا کے واقعات ۸۰، ۲ میں (۱۱، ۷۰) اور میگارا کی جنگ ۸۰، ۳ میں (۱۱، ۷۹) واقع ہوئی گو حقیقی سنین کا تیقن نہایت مشکل ہے مگر یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ تفصیل کیلئے محض طوسی دیدِش پر ہی بھروسہ کیا جا سکتا ہے، دیودورس کی کوئی وقعت نہیں۔ طوسی دیدِش کے نزدیک مصری مہم (باب ۱۰۹ و ۱۱۰) میرونِدیس کی میگاری مہم (باب ۱۰۵) کے بعد پیش آئی۔ مگر دیودورس کے خیال میں میرونِدیس کی مہم کا میرونِدیس کی مہم سے دو سال پیشتر ہی خاتمہ ہوچکا تھا دیودورس پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مصری مہم کی تاریخ اولمپیاد ۸۰، ۱ نہیں بلکہ اولمپیاد ۸۰، ۲ یا ۸۰، ۳ ہے اور بیوسولٹ تو (۲، ۱۸۲ میں) اولمپیاد ۸۰، ۲ کو ترجیح دیتا ہے۔

بلا مزاحمت قائم رہے۔ ایتھنز نے میگارا اور نسیئہ کے درمیان فصیلیں تعمیر کردی تھیں مگر اسوقت تک ایتھنز اور پی رے اس تک کوئی فصیل موجود نہ تھی۔ کیمون نے ان فصیل بننے کیلئے تجویز کی تھی اور اسی کے زمانے میں ہر قسم کی طیاریاں بھی ہوگئی تھیں مگر طوسی دیدیش اسکی تکمیل کا حال آئی گینا ایی دورس اور کورنتھ کی لڑائیوں کے بیان تک نہیں کرتا۔ ان فصیلوں میں سے ایک تو فالیرم کی جنوبی حد تک اور شمالی اس جگہ تک جاتی تھی جہاں جزیرہ نما پی رے اس کا شمالی گوشہ شروع ہوتا ہے۔ گویا فالیرم کی حفاظت ہوگئی اب پی رے اس کی حفاظت کیلئے یہ رہ گیا کہ اسکے شمالی ساحل تک ایک اور فصیل تعمیر کی جائے۔ اسکی تعمیر کا کام ہو ہی رہا تھا کہ پیلوپونیز کی چند ریاستوں نے جھگڑے کے بجائے ایتھنز اور اسپارٹا میں عظیم الشان جنگ وجدل شروع ہوگئی ؎

فوکس کے باشندوں اور دریائے کیفی سس کے بالائی وادی کے زرعی جمہوریہ دورس سے جھگڑا ہوگیا تھا اور اسپارٹیوں کے اس نام نہاد مرکز کے تین گاؤں میں سے ایک پر فوکسیوں نے قبضہ بھی کرلیا تھا۔ اس واقعے پر اسپارٹا نے مداخلت کی اور کلیومبروٹس کا بیٹا نکومیدیس ... ہ الکڈمونیوں اور .... اہوپلیتون کو لیکر پلیستوناکس ولد پوسانیاس کا قائم مقام بنکر شمال کی طرف گیا اور فوکس والوں کو دورس سے نکال دیا ایتھنزی اسوقت سلسلۂ جزیرہ گیرانیا کی حفاظت کررہے تھے۔ جب انکو اسپارٹیوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو وہ فوراً پلٹ کر اسپارٹا کی راہ میں حائل ہوگئے۔ اسپارٹیوں کے بیوتیہ میں رہ جانے کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ انکا راستہ رکا ہوا تھا اور دوسرا سبب (جو دراصل اس مہم کا اصلی سبب تھا) یہ تھا کہ خود ایتھنز میں ایک فریق عمومیت سے بہت متنفر تھا۔ اور اسے اسمیں کچھ عار نہ معلوم ہوتا تھا کہ اسپارٹا کی امداد سے جو اسپارٹی فوج کے قیام بیوتیہ میں بآسانی میسر آسکتی تھی انقلاب پیدا کردے۔ لیکن ایتھنزی حکومت اس قسم کی ترکیبوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوئی۔ ایتھنز کے ہر ایک متنفس نے مدافعت کا تہیہ کرلیا اور حکومت نے تمام حلیفوں کو امداد کیلئے طلب کیا۔ ایتھنزی فوج میں جو اسپارٹیوں سے جنگ آزما ہونے کیلئے آگے بڑھی ... ۱۴ نفوس تھے جنمیں ایک ہزار آرگوسی بھی تھے۔ بدقسمتی دیکھو عین لڑائی کے دوران میں جو میدان تناگرا میں ہوئی تھسالوی سوار اسپارٹیوں سے جاکر مل گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کو شکست ہوئی۔ انہیں اسپارٹی فوج کیلئے راستہ چھوڑ دینا پڑا اور اسپارٹیوں نے زنجیرۂ گیرانیا کو عبور کرکے وطن کی راہ لی۔ اسپارٹی سپاہیوں نے اس مال غنیمت کی قیمت سے

جو جنگ تناگرا میں لئے ہاتھ آیا تھا ایک طلائی ڈھال طیار کرائی اور اسے زیئس دیوتا کے بت خانے کی چھت کی زیبائش کیلئے چڑھایا[1] مگر باوجود اس خوشی کے اسپارٹیوں کی فتح کوئی مالک فتح نہ تھی ورنہ اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی ایتھنز کی فصیل تک بڑھ آتے یہ ایک ایسے لشکر کی فتح تھی جو اپنے ملک کو واپس جانا چاہتا تھا مگر جسکا راستہ روک دیا گیا تھا۔ زمانۂ مابعد میں تو ایتھنز یوں نے اس تناگرا کی لڑائی کو اپنی فتوحات میں ہی شمار کیا[2] اور حقیقت یہ ہے کہ اس جنگ کے صرف ۶۲ روز

---

[1] ہیروسوٹ ۲ تا ۱۹۱۰۲ ۔ اس کتبے کا ایک قصہ "نوشتہائے یونان قدیم" ۲۶ الف میں ہے ۔ نکومدیس کی مہم فوکس کیلئے دیکھو ہیروسوٹ ۲ ء ۸۰ ۔ گرنیمس (۲ ، ۱۸۹ ء) اور گر شہوف کا خیال ہے کہ جنگ اوئنوفیتہ سے پیشتر ایتھنز میں عمومیت کا دور دورہ تھا ۔ گو یہ خیال تیقن کے حد کو نہیں پہنچا مگر اسکے خلاف بھی کوئی خاص ثبوت نہیں ہے ۔ اسلئے کہ عام خیال یہ ہے کہ یونانی ریاستوں میں عمومیت ہر جگہ ایتھنز کی طرفدار اور اشرافیت اسپارٹا کی جانب دار تھی مگر اس خیال میں مبالغے کی بہت کچھ آمیزش معلوم ہوتی ہے ۔

[2] گو طوسی ڈیڈش (۱ ، ۱۰۸) اسپارٹی فتح کو تسلیم کرتا ہے مگر الیفورس کا بیان تاریک ہے اور دیودورس (۱۱ ، ۸۰ - ۸۳) قطعی ناقابل یقین ہے ۔ ۱۱ ، ۸۰ میں دیودورس لکھتا ہے کہ آرخن بیون کے عہد میں یعنی اولمپیاد ۸۰ ، ۳ (۴۵۷ - ۴۵۸ ق م) میں کلدمونیوں نے بیوتیہ تک پیش قدمی کی اور دو روز متواتر جنگ ہوتی رہی مگر آخر کار کچھ نتیجہ نہ نکلا اور ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان یہ طے پایا کہ چار ماہ کیلئے جنگ ملتوی رہے ۱۱ ، ۸۱ - ۸۳ میں دیودورس بیان کرتا ہے کہ آئندہ سال یعنی مینو تھائیدیس کے آرخنی میں (یعنی اولمپیاد ۸۰ ، ۴ ۴۵۶ - ۴۵۷ ق م میں) اسپارٹی مع ایک زبردست لشکر کے تناگرا آئے ۔ ایتھنز ی بسر کردگی مرونڈیس گئے اور حملہ آوروں سے جنگ آزما ہوئے اور آخر کار ان ہی کو فتح ہوئی ۔ مورخ نے مرونڈیس کی فتح کا حال نہایت مقفیٰ و مسجع عبارت میں بیان کیا ہے ۔ اس فتح کے بعد وہ تمام بیوتیہ کو تاراج کر دیتا ہے اور (باب ۸۳) کچھ عرصے کے بعد اوئنوفیتہ کی لڑائی میں کامیاب ہوتا ہے ۔ باستثنائے ایتھنز کے تمام بیوتیہ کو ہتھیار رکھ دینے پڑتے ہیں دیودورس کے بیان مندرجہ ۱۱ ، ۸۰ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جنگ کتنی دیر رہی ۔ اسکے بعد اسپارٹی فوج بالکل بے حس و حرکت پڑی رہتی ہے (۱۱ ، ۸۱) اور یہ بھی نہیں ظاہر ہوتا کہ بیوتیہ کی تاراجی سے قبل آخروہ جنگ کہاں ہوئی تھی جسمیں مرونڈیس کو فتح ہوئی ۔ اور جس وقت تک دیودورس ۱۱ ، ۸۳ تک نہیں پہنچا اسوقت تک اوئنوفیتہ کی لڑائی کا ذکر ہی نہیں ۔ اصل یہ ہے کہ دو جنگوں کی تین بنا دی گئی ہیں ۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے بے بنیاد بیان کی ذرا بھی وقعت نہیں ہو سکتی ۔

بعد ہی ایتھنز کی فوج مرونیدیس کی سرکردگی میں دوبارہ بیوتیہ پہنچ گیا اور وہاں کے باشندے پھر لڑنے کیلئے طیار ہوگیا۔ اس لشکر نے بیوتیوں کو بمقام اونوفیتہ شکست دی اور انھیں اپنے معاہدہ کرنے پر مجبور کیا۔ فوکس میں بھی جو حال ہی میں اسپارٹا کا جانب دار ہوگیا تھا ایتھنز نے یہی طرز عمل اختیار کیا۔ اور واپسی میں ایتھنزی اپنے ساتھ لوکرس اوپُنتیہ کے ایک سو شہری بطور یرغمال کے لیگئے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس دور کے ایتھنزیوں کے کارنامے ضرور قابل تعریف ہیں اسلیئے کہ بہادر بیوتیوں کو نیچا دکھانا کوئی معمولی بات نہ تھی اور ان فوائد سے جو ایتھنزی حکومت کو اپنے شہریوں کی بہادری کے صلے میں حاصل ہوئے تھے جسطرح کام نکالا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور کے ایتھنزی مدبر نہایت قابل و دانا بیر تھے۔ حاصل کلام یہ کہ اس دور میں تمام وسطی ایتھنز کے زیر اثر آگیا تھا۔

ایتھنز نے اب اپنی طویل فصیلوں کی تعمیر اختتام کو پہنچادی اور ایگینا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر مجبور کیا۔ اس سے بھی زیادہ جنوبی سرحد میں انھوں نے کارہائے نمایاں کر دکھائے۔ چند ایتھنزی جہازوں نے بسرکردگی تولمیدیس پیلوپونیز کے گرد چکر لگا کر گیتھیم کا سلاح خانہ جلادیا، کورنتھی نوآبادی ایتولوی خالکس پر قبضہ کر کے خلیج کورنتھ میں اپنا حلقہ اثر کو مزید وسعت دیدی۔ سکے بعد ایتھنزی سکیون کے ساحل پر اترے اور جو باشندے انکی مدافعت کیلئے آئے تھے انکو شکست دی۔ غرض یہ ہے کہ اسپارٹا کی حکمت عملی کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ ایتھنز دنیائے یونان میں پیشتر سے بھی زیادہ ذی اقتدار ہوگیا۔

مگر ایک اور خطے میں اسنے اپنی قوت بالکل بے نتیجہ صرف کی جس سے نہ تو ایتھنز کو فائدہ ہوا نہ اسکی شہرت میں کسی قسم کی ترقی ہوئی۔ مصری معاملات کی روش ابتدا میں تو بالکل حسب دلخواہ رہی اور شہنشاہ ایران کو اپنے جبروت پر اسقدر کم بھروسہ رہگیا کہ اسنے یہ مناسب سمجھا کہ ایتھنز کے خلاف ایک اور ریاست کو کمربستہ کرے۔ اور اسپارٹیوں کو اٹیکا پر حملہ کرنے پر آمادہ کرنے کی غرض سے اسنے میگابازو کو مع کچھ روپے کے اسپارٹا روانہ کیا۔ اسپارٹا کے باشندوں نے روپیہ تو لے لیا مگر چپکے گھر بیٹھے رہے اور میگابازو کو ایشیا باقیماندہ روپیہ ساتھ لیکر واپس جانا پڑا۔ اب شہنشاہ نے اس سے بہتر طریقہ ایتھنز کو زک دینے کا اختیار کیا اور ایک شخص مسمی میگابیزو ولد زوپیرس کو ایک کثیر لشکر لیکر مصر روانہ کیا۔ میگابیزو نے تمام ملک فتح کرلیا، ایتھنزیوں کو میمفس سے نکال کر

جزیرہ پروسوپٹس میں جو دریائے نیل میں واقع تھا انکو گھیر لیا۔ اور بہت کم محصورین کو لیبیا (طرابلس) اور کیرینے (برکہ) بھاگنے کا موقع دیا۔ گو ایک شخص امیرتائیس مصر زیرین کے دلدلوں میں برابر مدافعت کرتا رہا مگر اسکے بیٹے پوسیرس نے ایران کے سامنے سر تسلیم خم کرلیا۔ اسکے بعد ایرانیوں نے انارس کو گرفتار کرکے صلیب پر چڑھایا اور گو اسکے بیٹے تھانیرس اور اسکے بھائی تن نیراس نے اپنا اقتدار لیبیا میں قائم رکھا مگر آخرکار انکو بھی ایرانی سیادت قبول کرنی پڑی[۱] اور جب پروسوپٹس کی تسخیر کے بعد ایتھنزیوں کا ایک امدادی بیڑہ جسمیں پچاس جہاز تھے دریائے نیل میں آیا تو اسے بھی ایرانیوں نے گرفتار کرلیا۔ یہ تھا نتیجہ اس عظیم الشان مصری مہم کا جسکا سلسلہ چھ سال متواتر جاری رہا تھا۔ افسوس ہے کہ جیسے طوسی دیدیس نے سیرا کیوز کے محاصرے کی تفصیل ہمارے واسطے چھوڑی ہے۔ ایسا کوئی مفصل بیان اس مصری مہم کا ہم تک نہیں پہنچا۔ ایسے بیان کیلئے ہیروڈوٹس کی سی نکتہ رس طبیعت اور طوسی دیدیس کی سی صداقت کی ضرورت تھی۔ ایتھنز کی تاریخ کے اسی دور میں ہم یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس "خمسینی" کے واقعات کے متعلق ہمیں کسقدر کم معلومات ہے۔ ایک طرف تو جتنی عظمت یونان کو سنین متذکرۂ بالا میں حاصل ہوئی اس سے زیادہ اور کسی عہد میں نہیں حاصل ہوئی ہوگی۔ دوسری جانب ہمارے ذرائع معلومات ٹھیک اسی دور کے متعلق نہایت درجہ کم ہیں[۲]

---

[۱] وڈیمان (۱) تاریخ مصر ۶۹۰ + بیوسولٹ ۲، ۵۱۰ + ہمیں ان ایتھنزی سپہ سالاروں کے نام تک نہیں معلوم جنھیں مصر میں فتح یا شکست ہوئی + ہم طوسی دیدیس کے نہایت ممنون ہوتے اگر ہمارے لڑائیوں کی تفصیلیں بیان کرنے کے بجائے بہت سے باب مثلاً ۱، ۶ ، ۱ بھرے ہوئے ہیں وہ مصری مہم کے متعلق ہمارے لیے کچھ زیادہ واقعات چھوڑ جاتا

[۲] بیوسولٹ کے نزدیک تسلسل واقعات مفصلۂ ذیل ہے:۔

۱ امداد کے لیے اپیل سنہ ۴۵۹ ق م (بیوسولٹ ۲، ۳۸۰) ۲ ہالی ائس سنہ ۴۵۹ ق م + ۳ کیکری فالیا ابتدائے سرما سنہ ۴۵۹-۴۵۸ ق م + ۴ آئی گینا کی لڑائی سنہ ۴۵۸ ق م + ۵ میگارا کی جنگ سنہ ۴۵۸ ق م + ۶ تسخیر آئی گینا سنہ ۴۵۷ ق م۔ (۲، ۳۸۲) ۷ جنگ تناگرا۔ ستمبر سنہ ۴۵۷ ق م + ۸ جنگ اونوفیتہ نومبر سنہ ۴۵۷ ق م۔ (۲، ۳۸۸) +

فیزیکیش ("ستھنز" صفحہ ۱۲) کا خیال ہے کہ جنگہائے تناگرا و اونوفیتہ سنہ ۴۵۷ ق م میں ہوئی تھیں۔

گیارھواں باب

ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیمون کی واپسی تک

ایک طرف بیرونی ممالک میں ایتھنزی اپنا حلقۂ اثر وسیع کر رہے تھے، دوسری جانب اندرونی معاملات میں انکا قدم عمومیت کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مگر ہمیں ان تبدیلیوں کا جو اس زمانے میں دستور ایتھنز میں ہوئی تھیں قطعی علم نہیں۔ طوسی دیدس تو انکا ذکر بھی نہیں کرتا اور مصنفین مابعد محض لفاظی ہی پر بس کرتے ہیں۔

ارسطیدس نے اپنی زندگی ہی میں عہدہ آرخنی پر کرنے کیلئے تمام ایتھنزیوں کو اجازت دیدی تھی۔ اسکے انتقال کے بعد ارسطیدس کا دست فارقلیس پسر زانتھی پس رہنمائے عموم ہوا اور اسکے عہد میں سیاسیات ایتھنز میں عمومیت نے بہت ترقی کی۔ اس کام میں اسے ایفیالتیس سے بہت مدد ملی جو گو مرتبے میں اس سے کم تھا مگر عمر میں اس سے بڑا تھا[1]۔ انکی سیاسی اصلاحات کی بابت

[1] بیوسولٹ (۳، ۲۵۶) پلوٹارک کی "حیات کیمون" (۱۵) کا حوالہ دیکر کہتا ہے کہ ایتھنز میں عمومی اصلاحات کی ابتدا اسی زمانے میں ہوئی تھی جب کیمون سپنیا گیا ہوا تھا۔ بیوسولٹ اور ریول دونوں کا خیال ہے کہ پلوٹارک کا ماخذ تھیوپومپس ہے۔ ایفیالتیس کے اصلاحات کیلئے مفصلۂ ذیل کتابیں دیکھنی چاہییں:

نوشنغ ہامر کی کتاب متعلق اصلاحات اریوپاگس مطبوعہ کیل ۱۸۸۲ء۔ شیومان نسولن کی ایبلی آیا اور ایفیالتیس کی حکمت عملی" رسالۂ انجمن فلسفہ ۹۳، ۵۰۵ وغیرہ۔ گلبرٹ "تقبیات" ۱، ۱۴۴۔ بیوسولٹ کا مضمون "تقبیات" ۱۹ اسپولرک وغیرہ (۱۲۴۱۴) میں۔

اسکے متعلق مفصلۂ ذیل فقرے خاص طور پر قابل غور ہیں:۔

ارسطاطالیس "سیاسیات" ۲، ۹، ۳۔ دیودورس ۱۱، ۷۷۔ پلوٹارک "کیمون" ۱۵۔ پلوٹارک "فارقلیس" ۹۔ (پلوٹارک کی ان دونوں تصنیفوں میں اکثر مقدمات کے اریوپاگس کی حد اختیار سے باہر نکال لیے جانے کا بیان ہے۔)

یہاں یہ ذکر بھی نامناسب نہ ہوگا کہ گو کیمبرج کے لغت میں لفظ "نوموفیولاکیس" کے تحت میں اسکے برعکس تحریر ہے

سوائے اس واقعے کے کہ اریوپاگس کے اختیارات پہلے سے محدود کر دیئے گئے دیگر اصلاحات کا ہمکو مفصل علم نہیں۔ مگر دستور کی صرف اسی ایک ترمیم سے اسکے مجوزہ قوانین کی ماہیت سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے۔ اریوپاگس دستور ایتھنز میں ایک شرفائی عنصر تھا اور اسکے اراکین عمر بھر کیلئے منتخب کئے جاتے تھے۔ اسلئے اگر اسکے اہم عدالتی اختیارات سلب کر لیئے جاتے تو یقیناً یہ اشرافی عنصر بہت کمزور ہو جاتا مگر اسکی ہم تک کوئی تفصیل نہیں پہنچی کہ اسکے اختیارات کم کر دیئے گئے ہوں۔ مورخین مابعد تو ضرور ایفیالتیس کی اصلاحوں کا حوالہ دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ اسنے اریوپاگس کے عدالتی اختیارات نہایت محدود کر دیئے تھے۔ مگر قدما میں صرف ارسطاطالیس نے اسکے متعلق کچھ لکھا ہے اور وہ صرف یہ کہ اریوپاگس کے اختیارات فارقلیس اور ایفیالتیس نے کم کر دیئے۔ زمانہ موجودہ کے بہت سے مورخ اسپر متفق ہیں کہ اریوپاگس کے بعض عدالتی اختیارات دیگر مجالس کو منتقل کر دینے سے دستور کی نوعیت عمومی نہیں ہو جاتی۔ اور یہ فرض کرنا پڑیگا کہ اریوپاگس سے وہ عام اختیار نگرانی دستور جو زمانہ قدیم سے برابر چلا آتا تھا لے لیا گیا ہوگا اور ایسی صورت میں اصلاحات مذکور کا میلان ضرور عمومیت کے جانب ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ ان اختیارات کا جو اریوپاگس کو بطور ایک عام سیاسی نگران کے حاصل ہوں کوئی قطعی ثبوت ہی نہیں ہے اسلئے یہ رائے ماننے کے قابل نہیں کہی جا سکتی۔

یہ ممکن ہے کہ اس اقتدار کو کام میں لاکر جو اریوپاگس کو بحیثیت ایک عدالتی مجلس کے حاصل تھا وہ اپنے آئینی فرائض پورا کرتی ہو۔ وہ ایک ایسی مجلس تھی جسکے ارکان سال بسال تبدیل نہیں ہوتے تھے اور ساتھ ہی اسے شہریوں کی موت اور زیست کا کلی اختیار تھا۔ ایسی عدالتیں اکثر اپنے اختیارات کو عمل میں لاکر ہر تجویز کے ساتھ اپنی رائیں عام معاملات کی بابت جنکا اثر لوگوں کی زندگی پر پڑے، دیا کرتی ہیں اور اریوپاگس بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہ تھی۔ بعض ممالک میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) مگر در اصل یہ "محافظان قوانین" دمیتریس ساکن فالیرم کا ہی ایجاد و اختراع معلوم ہوتے ہیں (گلبرٹ ۱ | ۱۵۱ - ۱۵۳)۔ اسی طرح "نوموتھتائے" یا مقننین بھی غلطی سے ایفیالتیس کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں (گلبرٹ ۱ | ۲۸۶)۔ اسی طرح "قانون تجاویز خلاف آئین" (گرافے پارانوموں) ۴۱۱ ق م میں بھی موجود تھا اسلئے ممکن ہے کہ یہ فارقلیس کے عہد میں ہی نافذ کر دیا گیا ہو (طوسی دیدش ۸ | ۶۷)۔

(مثلاً انگلستان میں) جہاں ججوں کی حیثیت بلند اور خود جج نہایت باعزت ہوتے ہیں وہ اپنے ہی اختیار سے ملک کے عام حالات کے گویا محتسب بن جاتے ہیں۔ مگر ایتھنز کے ہلی آیا کی صورت بالکل مختلف تھی۔ اسلیئے کہ اسکے ارکین کا قانونی اختیار صرف اس خاص مقدمے تک ہی محدود ہوتا تھا جو انکے سامنے بروقت پیش ہو۔ اسکی یہ حیثیت اریوپاگس کی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ ایک طرف تو یہ سابق آرخنوں کی مجلس تھی اور دوسرے مذہبی نظام میں اسکا پایہ بلند تھا۔ اور جب اسکے سامنے فوجداری کے اہم مقدمات پیش ہوتے تھے تو اسکی تجاویز میں نصیحت آمیز الفاظ بھی ہوتے تھے جنکا مقصد قوم کی مجموعی حالت پر گویا نظر ثانی کرنا تھا[1] بدیں وجوہ اس میں شبہہ کی کوئی وجہ نہیں کہ اریوپاگس کا ایتھنز میں یہی اثر تھا جو اسکی طرف بطور ایک عدالت کے منسوب کیا جاتا ہے اور اسے اس قسم کے موقعے حاصل تھے کہ شہر کی روایتوں اور شہر کے رسوم و رواج کا پشت پناہ اور محافظ بن سکے۔ جب اسکے اختیارات کم کر دئے گئے تو ایتھنز کے ذی اقتدار شہریوں کو مملکت کی بہتری کیواسطے نیک صلاح دینے کی صورتیں بہت کم باقی رہ گئیں اور اگر ایفیالتیس اور فارقلیس کے اصلاحات سے اریوپاگس کے اختیارات میں کچھ کمی ہوگئی تو اسمیں شبہ نہیں کہ اس سے وہ روحانی بندش جو ایتھنزیوں کو آپس میں متحد کیئے ہوئے تھی اور انکے جوش وخروش پر گویا ایک روک تھی اب ڈھیلی پڑھ گئی ہوگی۔

ان اختراعات سے ایتھنز میں بہت جوش پھیل گیا اور تعلیم یافتہ طبقے نے جو پرانے دستور کی نہایت قدر کرتا تھا اس نقصان کو جو اریوپاگس کی اصلاح سے قدیم دستور کو پہنچا سب سے زیادہ محسوس کیا۔ آئسخیلس نے اپنے ناٹک مسمی یومنڈیس میں جو سب سے پہلے ۴۵۸ ق م میں کھیلا گیا تھا اسی جذبے کی ترجمانی کی ہے اور اتھینے (دیوی کی) زبانی اس امید کا نہایت پرزور

---

[1] جو عدالتی حیثیت یہاں آریوپاگس کی طرف منسوب کی گئی ہے اسکے ثبوت میں یہاں پر بیٹر کی مثال پیش کرنیکی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ مگر مشرقی ممالک کے ججوں کا ذکر کچھ نامناسب نہ ہوگا۔ آریوپاگس کے ارکین کے اعضا بالکل مذہبی عابدین کے سے ہوتے تھے۔ اسکے برعکس ہیلیاستائی کے جیوری کے فیصلوں کی کوئی اخلاقی اہمیت نہ تھی۔ ایتھنز میں پجاریوں کا ایسا تو کوئی طبقہ نہ تھا جسے شہریوں کے اخلاق درست کرنے کا اختیار حاصل ہو اسلیئے یہ فرض اریوپاگس جیسی بااقتدار مجلس کو تفویض کر دیئے گئے تھے۔ گرتس (۹۲، ۱۰۹، ۱۵۴) نے فرض کر لیا ہے کہ اریوپاگس کو کونسل اور جمعیت کی کارروائی پر حق مانعت حاصل تھا۔ مگر مجھے اس حق کی کوئی مثال نہیں ملی۔

الفاظ میں اظہار کیا ہے کہ ایتھنز کی اس عدالت کا احترام کریگے جو اورلیتیس کے کفارے کے وقت اسلیئے قائم کی گئی تھی کہ اسکے ذریعے سے ایتھنز کی بہتری ہو، بری عادتیں رک سکیں اور ایتھنزیوں کو اعتدال اور نرمی کی تعلیم دی جائے۔ بہرنوع اس قسم کی تنبیہ سے کسی قسم کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا اور اریس خیلیس یا کیمون عمومیت کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کر سکے۔

جس بلند مرتبے پر ایفیالتیس اپنی ذاتی قابلیت اور اپنے سیاسی گروہ کی مدد کیوجہ سے پہنچ گیا تھا وہاں زیادہ عرصے تک وہ نہ رہ سکا۔ اور بقول ارسطاطالیس اسے چند لوگوں نے جن پر اسنے تغلب کا الزام لگایا تھا قتل کر دیا۔ اس واقعے کے متعلق چند مورخین کا خیال ہے کہ اس قتل کی سازش میں اشراف ایتھنز کا گروہ کا گروہ شریک تھا مگر ہمارے نزدیک یہ نظریہ اس لیئے بے بنیاد ہے کہ اس دور کے ایتھنزیوں میں اسقدر جوش ہرگز موجود نہ تھا کہ محض سیاسی مخالفت کی بنا پر کسی شخص کو قتل کیا جاتا جب اس سے کسی کو ذاتی خصومت نہ ہو۔[۱]

اس باب کے باقیماندہ حصے میں ایتھنز کے سیاسی طرز عمل میں جو تبدیلیاں جگہ پا رہی

---

[۱] ایفیالتیس کا ذکر پلوٹارک کی حیات فارقلیس (۷ و ۱۰) میں ہے۔ اسکے قتل کے متعلق دو متضاد روایات ہیں۔ پلوٹارک (۱۰) تو یہ کہتا ہے کہ ادومے نیس کے خیال میں ایفیالتیس کو فارقلیس نے قتل کرا دیا۔ اور ارسطاطالیس کا بیان ہے کہ اسے ارسطادکیس ساکن تناگرا نے ان لوگوں کے کہنے سے جنھیں اسنے عدالت کے سامنے ملزم گردانا تھا قتل کر دیا۔ اگر ہم اس کریہہ الزام کو جو ادومے نیس نے فارقلیس پر لگایا ہے نظرانداز کر بھی دیں تو بھی دونوں مورخ یعنے ادومے نیس اور ارسطاطالیس کے درمیان موازنہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ بیوسوفٹ کے نزدیک ایفیالتیس کیمون کے اخراج کے کچھ عرصہ بعد قتل ہوا۔ نیولر سٹر یونگ اس سے متفق ہے اور کہتا ہے کہ ایفیالتیس نے کیمون کے اخراج میں حصہ لیا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایفیالتیس کی اہمیت محض داخلی معاملات میں ہی پائی جاتی ہے۔ اور پلوٹارک بیان کرتا ہے کہ اسے صرف یک مرتبہ سپہ سالاری کا عہدہ تفویض ہوا تھا (پلوٹارک، کیمون " ۱۳)۔ مگر صرف ایک مرتبہ سپہ سالار منتخب ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ فوجی معاملات میں یکتا ہی ہو۔ ڈنکر نے "تاریخ قدیم" جلد ۸ میں اسناد کے ان قلیل اجزا کی مدد سے جو ہم تک پہنچے ہیں ایک مسلسل و مکمل فہرست ایفیالتیس کے کارناموں کی طیار کی ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ مگر گرنٹیس (۶۲، ۱۴۹ اور ۸۷، ۸ وغیرہ) محض واقعات کے اعادے پر ہی قناعت کرتا ہے۔

سے کے بعد ہوئیں انکا مختصر لب لباب بیان کیا جائیگا۔ جنگ تناگرا کے بعد کیمون جلاوطنی سے
واپس بلالیا گیا۔ جب تک ایران کی جانب سے خطرہ رہا ایتھنز کے تمام سیاسی گروہ متفق رہے۔
اور اس زمانے میں بھی جب خشطاکلیس جلاوطن کیا گیا ہے استبدادی اور ترقی پسندوں کے
گروہوں میں اتفاق جاری تھا۔ کیمون استبدادیوں میں سے تھا اور ارسطیدش ترقی پسندوں
کا سرگروہ تھا۔ اور اس اتفاق و اتحاد کی عملی صورت یہ پیدا ہوگئی کہ کیمون تو سپہ سالار بنایا گیا اور
ارسطیدش اکلیسیہ کا قائد اور شہر کا عامل اعظم مقرر کیا گیا۔ ارسطیدش کے انتقال کے بعد
عمومی گروہ میں کوئی اور شخص اسقدر تجربہ کار یا جہاں دیدہ نہ تھا اسلیئے ایتھنز کے کل طرز عمل کو
تنہا کیمون کے سپرد کر دینا پڑا جو میدان جنگ میں تو ضرور قابل تھا مگر بحیثیت مدبر اسقدر ہوشیار
نہ تھا۔ اسی زمانے میں عمومی گروہ میں ایک نہایت قابل شخص پیدا ہوا جسنے ایفیالتیس کی مدد سے
جو نیچ قوم کے طبقے کا ایک نہایت محنتی اور تندہ شخص تھا شہر کے اندرونی معاملات کا انتظام کرنا شروع
کیا۔ یہ شخص فارقلیس ولد زانتھی پس تھا۔ اب اس گروہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب وقت آگیا ہے
کہ عمومی اصولوں کو اپنے پیش نامے کے ابتدا ہی میں رکھ دیا جائے۔ اریوپاگس کے چند نہایت
اہم اختیارات ضبط کر لئے گئے، چند لوگوں کو جنکی بابت انقلاب کا شبہ تھا ایفیالتیس نے
سزا دلوائی، اور کیمون جسنے یہ عمومی تحریک روکنے کی کوشش کی اسکے پاداش میں جلاوطن کر دیا
گیا۔ یہ تمام واقعات اسپارٹا کی مہم دو برس سے بیشتر کے ہیں جسکا حقیقی مقصد یہ تھا کہ ایتھنزی
اشرافیت پسند اسپارٹا کی فوج کی مدد سے جو قریب ہی موجود تھی ایتھنز کے عمومی دستور کو پامال
کر دیں۔ اس چال کو ایتھنز کے عمومی سمجھ گئے اور خود کیمون اس شبہ کا شکار ہوا کہ وہ اور دیگر
شرفا پسند اسپارٹی مہم کے در پردہ جانبدار ہیں۔ تناگرا کی جنگ سے پیشتر کیمون ایتھنزی
لشکرگاہ میں گیا اور سپہ سالاروں سے التجا کی کہ اسے اسپارٹا کے خلاف لڑنے کی اجازت دیجائے
گو یہ امر مشتبہ تھا کہ محض اخراج کیوجہ سے کسی ایتھنزی کو اپنے شہر کے خلاف لڑنے اور اپنی جان
قربان کرنے کا اختیار رہتا یا نہیں، مگر کسی ایتھنزی سپہ سالار کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کیمون
کو جنگ آزمائی کی اجازت دیتا۔ اور جب انھوں نے ایتھنز سے اسکے لیئے اجازت طلب کی
تو وہاں بھی کوئی ایسا شخص نہ نکلا جو اکلیسیہ کے سامنے کیمون کی عرضداشت کی منظوری کی
تحریک پیش کرتا۔ اس سے مایوس ہو کر کیمون کے پاس اسکے سوائے کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا
کہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے دل بڑھائے تاکہ وہ دکھا دیں کہ انکے لیئے زندگی کا سب سے

اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ وہ عمدہ ایتھنزی بن جائیں۔ اور میدان جنگ میں کیمون کے بہت سے دوستوں نے وطن کی خاطر اپنی جانیں دیدیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ اگر ایتھنزی کیمون کی تجویز کو مان لیتے اور اسے جنگ میں حصہ لینے دیتے تو ایتھنزیوں کو ہی فتح ہوتی۔ مگر یہ قرین قیاس اسلئے نہیں کہ اسکے پاس فوج کی کمان نہ تھی۔ اور گو وہ ایتھنزی سپہ سالار وں میں سب سے زیادہ قابل تھا مگر تناگرا اور اوئنو فیتہ کی لڑائیوں میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ اسکے سوا بھی ایسے ایتھنزی موجود تھے جو فن سپہ سالاری میں کمال رکھتے تھے۔ تناگرا کے بعد ہی اسے ایتھنزیوں نے یہ سمجھ کر کہ اتنے قابل شہری کا شہر ہی میں رہنا مناسب ہے اسے واپس بلا لیا اور واپسی پر کیمون نے شہر کی نئی فضا اور نئے حالات بخوشی قبول کر لیئے۔ وہ محض یونانی سیاسیات سے متنفر ہو گیا تھا اور اسنے یہ منظور کر لیا کہ ایتھنز کے اندرونی طرز عمل کا دارمدار فارقلیس اور دیگر مدبروں پر رہے اور اسے جنگ ایران کا منتظم بنا دیا جائے۔ اس انتظام سے شرفا پسند گروہ کی گویا کمر ٹوٹ گئی اسلیئے کہ جبتک کیمون زندہ تھا اسوقت تک کوئی شرفا پسند ایسی تحریکات کو کبھی شکست نہیں دیسکتا تھا جسکی کیمون نے مخالفت نہ کی ہو۔[1]

بارھواں باب

ادبیات، علوم وفنون کیمون کے زمانے میں

ایتھنز کے مختلف سیاسی فریقوں کے درمیان جو تنازعات اور جھگڑے تھے ایں

---

[1] کیمون کے دائرۂ اثر کا رفتہ رفتہ محدود ہونا خالی از دلچسپی نہیں۔ ہمیں اسکا مفصل علم نہیں کہ اسنے ایتھنزی دستور کے عمومی سطح پر لانے کی کسطرح مخالفت کی۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ایفیالتیس کی کامیابی کیلیئے کچھ عرصہ ضرور لگا ہوگا۔ ابتدا میں تو کیمون ایتھنزی سیاسیات پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ اسپارٹا کی امداد کیلیئے ایتھنزی فوج تک بھیجانے میں کامیاب ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ فارقلیس یونان میں اپنا زبردست اثر قائم کر لیتا ہے اور بیچارا کیمون محض یونان کے موروثی دشمن کے خلاف جنگ آزمائی کرنے پر قناعت کرتا ہے۔

ایک قسم کا سکون پیدا ہو چلا ہے، اسلئیے بہتر ہے کہ سیاسی تاریخ کو آئندہ کیلئیے ملتوی کرکے عموماً یونان کی تہذیب اور شایستگی کا ذکر کیا جائے اور اسی سلسلے میں ایتھنز کی علمی ترقی کا بیان ہو۔ اس کتاب کے ساتویں باب میں ان مدارج کا مجمل ذکر کر چکے ہیں جو علوم و فنون نے اصول جنگ ایران سے (جب ہر شخص کے سامنے سوائے جنگ کے کچھ نہ تھا) صدی کے آخری ایام تک طے کئیے۔ اب اسوقت ہم ان میں سے پہلے درجے کا بیان کرینگے۔

یوں تو ایتھنز اس ذہنی ارتقا کے تینوں دوروں میں ممتاز ہے مگر پہلے دور میں اسکی ترقی اتنی نمایاں نہیں جتنی دوسرے اور تیسرے دور میں۔ اور پانچویں صدی ق م میں آخر کار ایتھنز علمی دور میں دیگر یونانی ریاستوں سے آگے نکل گیا۔ سسلی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسکی حیثیت بھی بلاد یونان میں بہت ممتاز تھی۔ مگر تو سسلی بھی ایتھنز کی برابری کا دم نہیں بھر سکتی۔ کسی زمانے میں ایونیا نے ضرور دیگر یونانی ملکوں کی دماغی قابلیتوں کے میدان میں رہبری کی تھی مگر اب ایونیا کی وہ حالت نہیں رہی۔ اور عظیم الشان لڑائیوں سے ایشیائے کوچک کے باشندوں پر یہ عیاں ہو گیا تھا کہ انکو اپنی حفاظت کیلئیے اسکی ضرورت ہے کہ وہ کسی زبردست یونانی ریاست کے دست نگر ہو جائیں۔ ایسی یونانی ریاست جو انھیں انکے دشمنوں سے بچانیکی قدرت رکھتی تھی ایتھنز ہی تھی۔ کسی ایسے باشندۂ ایشیائے کوچک کیلئیے جسکے کارنامے اور آرزوئیں وسیع تھیں (خواہ اسکے حوصلے محض مثالیت کے دائرے تک ہی محدود ہوں) کسی بیرونی ملک کی طرف ہی لو لگانی پڑتی، اور تمام یونانی ممالک سے زیادہ ایتھنز ہی میں علمی باتوں کی قدر و منزلت کی جاتی تھی۔ غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بہت سے ایونیائی جنھوں نے اپنے فن میں کمال حاصل کیا تھا اپنی زندگی کا ایک حصہ ایشیائے کوچک میں بسر کرکے ایتھنز ہی چلے آئے اور یہیں بود و باش اختیار کرلی۔ اور اسیطرح بہت سے باشندگان سسلی بھی (جو اپنے ہماں کے ورثہ کی طرح اپنے جزیرے کو دیگر ممالک سے بہتر و افضل سمجھتے تھے) اپنے اپنے شہر چھوڑ کر ایتھنز یا کسی اور یونانی شہر میں آکر آباد ہو گئے۔ اسکے سوائے گو سسلی کی شائستگی نہ صرف نہایت وسیع ہے بلکہ اسکا پایہ بہت بلند ہے، لیکن اسمیں وہ آزادی یا تعمق نہیں جو مشرقی یونان کی تہذیب میں پائی جاتی ہے۔ یہ تحریک گیلون اور ہیئرون کے زمانے میں ایک حد تک شاہی دربار ہی سے پیدا ہوئی تھی اور دو رجمہوریہ میں سسلی سے بہت سے ایسے شعرا پیدا ہوئے جنسے یونانیوں کو سراسر نقصان ہی پہنچا۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گو بعض علمی شعبہ جات میں ابھی ایتھنز پیچھے تھا مگر عام طور پر دیکھا جائے تو وہ بلاد یونان کا رہبر بن گیا تھا۔ اسوقت تک ایتھنز میں مزاری نظم کو فروغ نہیں پہنچا تھا اور پنڈار کی نظموں کو ایتھنز سے اتنا ہی کم تعلق ہے جتنا دیگر حصص یونان سے[1] اس میں بہ نسبت ایونیائی تمدن کے دوریائی عنصر کہیں زیادہ غالب ہے اور وہ دراصل یونان قدیم کا یعنی اس تمدن کا جو جنگ ایران سے پیشتر ملک میں رائج تھا قائم مقام ہے۔ یہ وہ تمدن تھا جو مختلف اقسام مذہبی اور عمرانی تخیلات سے پر تھا اور پنڈار ان تخیلات کا گویا ایک زندہ مجسمہ ہے۔ اس دور میں یونانی زندگی کے دو مذہبی مرکز تھے ایک ڈیلفی میں اور دوسرا ان زبردست کھیلوں میں جو مختلف حصص یونان میں ہوتے تھے اور جنسے یونانیوں کی جسمانی اور عقلی تادیب ہوتی رہتی تھی۔ پنڈار نے ان جذبات کا جو ان کھیلوں میلوں کی وجہ سے پیدا ہوتے تھے نہایت خوبی سے اظہار کیا ہے۔ یوں تو فلسفیانہ اور مذہبی نظریے عوام الناس کے کانوں تک پہنچ نہیں سکتے تھے، پنڈار نے ان نظریوں سے اپنی تصانیف کو مزین کر کے لوگوں کے خیالات کو بالا کرنیکی کوشش کی ہے اور اپنی نظموں کو جو ان مقابلوں کے فتوحات کی شان میں یادگار کے طور پر لکھی گئی تھیں ایک مثالی جامہ پہنا دیا ہے۔ پنڈار بازیوں میں جیتنے والوں کے کارنامے محض سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے کہ اسکے قول کے مطابق بازی لیجانے والوں کا اگر کوئی کارنامہ ہے تو یہی کہ وہ اپنے گھوڑوں کو نہایت عمدہ طرز پر سدھائیں۔ اسکی بجائے وہ فاتح کا نسب نامہ اور اسکے شہر کی اہمیت بالتفصیل بیان کرنا زیادہ مناسب خیال کرتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ان روایات اور افسانوں کا بھی ذکر کیئے بغیر نہیں رہتا جنکا تعلق فاتح کے آباء و اجداد یا اسکے وطن سے ہو۔ اور ان قصوں سے وہ عمدہ عمدہ سبق اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور فن شاعری کو انتہائے کمال کو پہنچا دیتا ہے۔ اسکے نزدیک نیکی ایک نہایت عمدہ اور قابل قدر چیز ہے مگر اسپر جس چیز کا نیکی سے بھی زیادہ اثر ہے وہ خدا کا خوف ہے۔ اسی لیئے اسکے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ خدا کی طاعت محض ظاہری طرز پر کی جائے۔ اور چونکہ انسان کا دیوتاؤں سے تعلق بلاواسطہ ہے اسلیئے انسان کو چاہیئے کہ انکی طرف کسی قسم کی برائی نہ منسوب کرے اور ہومر کیطرح یہ خیال نکرے کہ دیوتاؤں میں بدی کرنے کی قابلیت بھی ہے۔

---

[1] ان مصنفین کے لیئے جنکا اس باب میں ذکر ہے ان تاریخہائے ادبیات کے سوائے جو ابتدا میں لکھی گئیں حال کے مورخوں کی تاریخیں مثلاً برگ، سٹل اور کرسٹ کی تصانیف قابل ذکر ہیں (میولر کے "مجموعہ آثار قدیمہ" جلد ۷ نمبر دوم "علم بلاغت")

پنڈار سیاسیات کے ان مسائل سے جنھیں یونانی نہایت اہم خیال کرتے تھے قطعاً بے پروا ہے اور اسکے نزدیک تمام وساتیر اور آئین قریباً ایک سے ہی ہیں۔ یہانتک کہ اگر حاکم قطعی خودمختار ہو تو خودسری حکومت میں بھی چنداں ہرج نہیں اور کریسس کا اسکی نظر میں وہی رتبہ ہے جو ازمنۂ وسطیٰ کے جرمن شاعروں (یعنی منے زنگروں) کے نزدیک اس زمانے کے شرفا کا تھا۔ اسکی زندگی بالکل ویسی ہی تھی جو ترو بادور یعنی فرانسیسی فردسی شعرا کی تھی۔ وہ ایک امیر کے گھر سے دوسرے امیر کے گھر اور ایک محل سے دوسرے محل جاتا تھا اور جہاں کبھی کوئی تہوار منایا جاتا وہاں اس تہوار کو وہ اپنی غزلوں اور مزامیر سے آراستہ کرتا اور انعام اکرام لیکر گھر واپس آتا۔ گو پنڈار کو جنگ ایران کا زیادہ جوش نہ تھا مگر وہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا جسنے یونان میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیا تھا اسکے ساتھ یہ یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ شہر تھیبز کا باشندہ تھا جسکا طرز جنگ ایران کے زمانے میں غدارانہ نہیں تو نیم گرم تو ضرور تھا اور خود ڈیلفی نے بھی حب وطن کی کوئی اعلیٰ مثال قائم نہیں کی تھی۔

پنڈار کے خیالات خواہ کتنے ہی اعلیٰ ہوں، اسکی زبان خواہ کتنی ہی سلیس ہو، اسکی نظموں کا نفس مضمون ایسا ہے کہ اس سے صرف چند ہی لوگ کما حقہٗ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو لوگ آجکل کے زمانے میں پنڈار کی نظمیں پڑھتے ہیں وہ صرف اسکے علمی مفہوم سے ہی حظ اٹھا سکتے ہیں۔ مگر جو اثر اسکی غزلوں سے اسکے ہمعصروں پر ہوتا تھا وہ دراصل اُس لَے پر مبنی تھا جس پر غزلیں سنائی جاتی تھیں اور یہ آجکل ممکن نہیں۔ اگر یہ بآواز بلند پڑھی جائیں، اور پڑھنے والا اس اتار چڑھاؤ کا خیال نہ رکھے جو ستروفے اور انتی ستروفے* میں بار بار آتا ہے اور آخر اپیوڈوس** پر پہنچکر ختم ہو جاتا ہے تو غزلوں کا آدھا لطف جاتا رہتا ہے۔ اسکے سوائے ہم پنڈار کی غزلوں سے پوری طور پر اسلئے بھی محظوظ نہیں ہو سکتے کہ ہم اس موسیقی عنصر سے بالکل ناواقف ہیں جو اسمیں موجود تھا اور جسکا غزلوں کے اوزان سے نہایت گہرا تعلق تھا۔ بوجوہ متذکرہ بالا یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ زمانے کے بہترین ماہران یونانی بھی

* گیت کے اس حصّے کو جو کورس کے اور کیسترا کے دائیں طرف ناچنے کیوقت گایا جاتا تھا ستروفے اور اس حصّے کو جو بائیں جانب ناچنے کے وقت گایا جاتا تھا انتی ستروفے کہتے تھے۔

** اپیوڈوس = بند۔ [مترجم]

اس اثر کے عشر عشیر کا اندازہ نہیں کرسکتے جو پنڈار کے معصروں پر ہوتا ہوگا اس شاعر کے صرف ترانہائے فتح اور چند غزلیات کے بعض اجزا ہی ہم تک پہنچے ہیں۔ انکے سوائے اسکو ڈیتھرامب (یا بکیس دیوتا کی حمد میں اشعار) بھی کہے تھے اور یہ فن شعرگوئی کی وہی شق ہے جسے زمانہ مابعد میں پیوطیون اور سکیونیوں نے ترقی دی اور جسمیں ایتھنز ہی کے سینے سیاس نے (جس کو ارسطوفانیس نے اپنی ہجو ملیح کا نشانہ بنایا ہے) اسقدر کمال پیدا کیا۔

پنڈار سنہ ۵۲۲ ق م میں پیدا ہوا اور سنہ ۴۴۲ ق م میں مرگیا۔[1]

سمونڈیس کے ظاہری حالات قریبا ویسے ہی تھے جیسے پنڈار کے اور وہ بھی یونان کے درباروں اور شہروں میں گشت لگاتا پھرتا تھا سمونڈیس سنہ ۵۵۶ ق م میں پیدا ہوا اور سنہ ۴۶۶ ق م میں مرگیا۔ اور گو وہ پنڈار سے عمر میں بڑا تھا مگر اسکی طرز تحریر موجودہ طرز سے کہیں زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پنڈار کیطرح ایولی نہیں تھا بلکہ ایونی تھا اور کیوس کا باشندہ تھا جو ایتھنز کے قریب ہی ایک جزیرہ ہے۔ پنڈار کی طرح اسنے بھی مزماری نظمیں لکھی ہیں اور بھجن، ڈیتھرامب اور قصائد فتح کہے ہیں اسی کی طرح وہ یہ بھی خوب سمجھتا تھا کہ شہزادوں اور حکمرانوں کے درباروں کی پشت پناہی سے علوم وفنون کی ترویج میں بہت مدد ملتی ہے، اسی لیئے اپنی خدمات ایتھنز کے حاکم ہپارخوس تھسلی کے خاندان الیوادے اور سسلی کے حاکم ہیئرون کے سامنے پیش کردیں، گو جنگ ماراتھون کے وقت سمونڈیس کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی مگر اسنے ان جذبات کی جو یونان کی تاریخ کے اس دور میں ہمہ گیر تھے نہایت جوش وخروش کے ساتھ ترجمانی کی اور ان احساسات کا اپنی نظموں میں نہایت نفیس اور واضح طور سے اظہار کیا، اسوقت تک بعض پتھر جو جنگ ایران کے بعد بطور اظہار شکریہ بعض ہندرونیا یونانیوں نے نصب کیئے موجود ہیں اور انمیں سمونڈیس کے جو چٹکلے مندرج ہیں وہ اپنی طرز کے بالکل لاثانی نمونے ہیں، سمونڈیس کی شیریں کلامی اور اسکی فراست نے اسکا رتبہ ہفت عقلائے یونان

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ موجودہ زمانے کے چند شعرا نے قدیم طرز پر طبع آزمائی کی ہے مگر پنڈار کے اشعار کی کوئی اسوقت تک کامیابی کے ساتھ نقل نہیں اتار سکا۔ ڈیتھرامبوں وغیرہ کے لیئے دیکھو مسٹر سل کی "تاریخ ادبیات یونان" - ۲، ۱۱۱ وغیرہ۔ تھسبز اور سکیون کے لیئے "تاریخ یونان جلد ا باب ۳۴ دیکھنا چاہیئے"

کے برابر کردیا تھا* اسے اخلاقی اور درد انگیز مرثیہ مرتب کرنے میں جو اس زمانے میں نہایت ہر دلعزیز تھا کمال حاصل تھا، اور خود ہیروڈوٹس اسکی نظم کیانئی نیا کی تعریف کرتا ہے۔ سیمونیڈیس اپنی عمر کے آخری ایام میں ہیئرون کے دربار میں، جسنے حال ہی میں یونانی حملہ آوروں کو نیچا دکھایا تھا، گیا اور اپنے بھتیجے باکی لیڈیس کا سیراکیوز کے حاکم سے تعارف کرایا۔ اسمیں ایک بات قابل ذکر تھی۔ وہ یہ کہ گو وہ جنگ ایران کے شجاعانہ کارناموں کا نہایت جوش سے ذکر کیا کرتا تھا مگر لوگوں کے عمومی خیالات سے اسے بہت ہی کم دلچسپی تھی۔ وہ پنڈار سے کہیں زیادہ دنیا پرست تھا، وہ پنڈار سے زیادہ اپنی غرض پوری کرنا چاہتا تھا اور جہانتک ہکو علم ہے وہ لطف زندگی سے خوب اچھی طرح واقف تھا جہانتک لوگوں کو یہ گمان تھا کہ وہ زر پرست بھی ہے۔ سیمونیڈیس نے اپنی عمر کے آخری ایام سسلی ہی میں گذارے۔

پنڈار اور سیمونیڈیس کے بعد ہم ایتھنز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسنے اپنے احول کی علوی کیفیت سے متاثر ہوکر فنون لطیفہ کی ایک شاخ (یعنی ڈرامہ) کو ترقی دی جس کا نشو نما خاص سرزمین اٹیکا ہی میں ہوا تھا اور اسمیں وہ کمال پیدا کیا جو کسی اور خطۂ یونان کو حاصل نہ ہوسکا۔

ڈرامہ اور ہجوی ناٹک دونوں کا ماخذ دراصل دیتھرامب کا ضمیمہ تھا جو دیونیسس دیوتا کے واسطے گایا جاتا تھا اسلیئے دونو قسم کے ناٹک گویا مزامیر سے کے ہی توسیع سے نکلے ہیں۔ ہجوی ناٹک کا صرف ایک نمونہ یعنی یوریپیڈیس کا ناٹک مسمی کیکلوپس ہم تک پہنچا ہے نیم افسانہ تھیسپس ہیں کے بعد ڈرامہ کا سب سے پہلا استاد فرینیکس ہے جسنے جنگ ہائے آزادی خود اپنی آنکھ سے دیکھی تھیں۔ مگر اسمیں شبہ نہیں کہ حقیقی ناٹک کا ایجاد کرنے والا اسکائی لس

---

* ہفت عقلاء یونان:-

۱- سولن ساکن ایتھنز -

۲- طالیس ساکن ملطیہ -

۳- پٹاکوس ساکن متی لنہ -

۴- بیاس ساکن پری اینے -

۵- کلیوبوس خودسر حاکم لنڈس (روڈس) -

۶- خیلون ساکن اسپارٹا -

۷- پیریندر خودسر حاکم کورنتھ ۔ [مترجم]

ہی کو کہنا چاہئیے جسنے ماسوائے سنگت گروہ کے ایک اور ایکٹر کو رواج دیا جو عورت مرد دونوں کا روپ بھر سکے اور اسطرح یہ ممکن ہوگیا کہ تماشہ گاہ پر ایکٹر آپس میں گفتگو کریں۔ زمانۂ مابعد کے درامہ نویسوں کے بہ نسبت **فری نکوس** ہمعصر واقعات کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ اسکا ناٹک "تسخیر ملطہ" جسکی وجہ سے اسے ایک ہزار درہم جرمانہ ادا کرنا پڑا نہایت مشہور ہوگیا۔ ورانتی ہی سنی اسکے ایک اور درامہ "زنان فنیقیہ" نے پیدا کی جسمیں اسنے وہ اثر دکھایا تھا جو جنگ **سلامس** کی خبر سے دربار ایران پر پڑا ہوگا۔ یہ موخر الذکر ناٹک ایک اور وجہ سے بھی ممتاز ہے۔ ممکن ہے کہ یہ وہی ناٹک ہو جسکی بابت **پلوٹارک** کا بیان ہے کہ **تمسطا کلیس** ہی کی زندگی میں اسکی خواہش سے دکھایا گیا تھا اور جسپر انعام بھی تجویز ہوا تھا۔ نوشتے میں ذکر ہے کہ یہ نقل آدئی مانتس کی آخیر میں کیگئی تھی اور اسمیں **تمسطا کلیس** ساکن **فرباری** سنگت گروہ تھا اور **فری نکوس** نے سنگتیوں کو تعلیم دی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۴۷۶ق م میں پیش آیا۔

درامہ کو **آئس خیلوس** نے حقیقی معنوں میں ایک فن بنا دیا۔ **آئس خیلوس** ایتھنز کے ایک شریف خاندان کے رکن **یوفوریون** کا بیٹا تھا اور ۵۲۵ق م میں پیدا ہوا تھا۔ وہ لڑکا ہی تھا کہ ایتھنز نے اپنے کندھوں پر سے خودسری حکومت کا جوا اتار کر پھینک دیا اور اسنے **ماراتھون**، **ارتی میزیم**، **سلامس** اور **پلاٹیہ** کی لڑائیوں میں شریک ہوکر اپنی نوجوانی کے ہی عالم میں یونان کو آزاد کرنے کیلئے اپنے ہم قوموں کا ساتھ دیا۔ اور ایک آزمودہ وطن دوست اور پختہ کار ماہر فن کی حیثیت سے فنون لطیفہ کی اس شاخ کو ترقی دینے میں منہمک ہوگیا جس سے ایتھنزیوں اور زمانہ مابعد میں دنیائے یونان کو گہری دلچسپی پیدا ہوگئی۔ اس نے اندرونی اور خارجی اصلاحات کے ذریعے سے درامہ کو ایک نمایاں خصوصیت دی۔ پہلے تو صرف ایک ہی ایکٹر کافی سمجھا جاتا تھا۔ **آئس خیلوس** ایک اور ایکٹر کو تماشہ گاہ پر لے آیا اور اسطرح مکالمے میں گویا جان ڈالدی۔ زمانۂ مابعد میں **سوفوکلیس** بلکہ خود **آئس خیلوس** بھی تین ایکٹر

---

[۱] آئس خیلوس کے ناٹک کیلئے قون ولاموویٹز میولینڈورف کا مضمون جو ۱۸۸۶ء کے رسالہ ہرمس میں چھپا ہے دیکھنا چاہئیے۔ پانچویں صدی ق م کی تماشا گاہ کی ساخت کا مسئلہ مرض بحث میں آگیا ہے۔ اسکے لئے کاورے راؤ کا مضمون، بیومینسٹر کی تصنیف موسومہ "آثار" صفحہ ۱۷۳۰ وغیرہ قابل دید ہے اور شہر راکاریا کے موقع کیلئے (جو دراما سے قریب ہی ہے) میر یابم کے مرتب کردہ "روئداد مدرسہ امریکن در ایتھنز" ملاحظہ کیجئے

روا رکھتا ہے ۔ تین سے زیادہ ایکٹر (سوائے چھوٹے چھوٹے غیر اہم رولوں کے) المیکانی ناٹک میں نہیں پائے جاتے ۔ گو اس ناٹک کا وہ مقصد نہیں ہے جو آجکل حقیقی ناٹک کا سمجھا جاتا ہے یعنی زندگی کا عکس اتار دینا، اور اس ناٹک کیلئے ایسے مقصد کی تکمیل ناممکن العمل بھی (جیسا باب ۲۰ کے مطالعے سے معلوم ہوگا) مگر ناٹک کی شخصیتوں سے لکھنے والے کا یہ مطلب ضرور تھا کہ ایک قسم کی نقل اتاری جائے ۔ اور آئس خیلوس نے اپنی تمام کوشش اسی میں صرف کر دی ۔ اس کیلئے آئس خیلوس نے متعدد تدابیر اختیار کیں ۔ مصنوعی چہروں کا رواج تو پہلے ہی سے تھا، اسنے ایکٹروں کیلئے نفیس پوشاکیں تیار کرائیں، پس منظر اور پہلو منظر کو رائج کیا، بھوت پریت یا تو آسمان سے اترنے یا زمین سے نکلنے لگے ۔ اور گو سنگیت کی اب بھی ناٹک میں ایک خاص اہمیت تھی اور زمانہ آئندہ سے اسکا حصہ دخل ناٹک کے واقعات دکھانے میں کہیں زیادہ تھا مگر آئس خیلوس نے اسکے ساتھ ہی مکالمے کو پہلے سے کہیں زیادہ دلچسپ بنا دیا ۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ سنگیت کی تقاریر اور بالتعلق مکالمات کو ایسا یکجا جمع کیا جائے کہ ان سے کسی عظیم الشان واقعہ کی تصویر نظر کے سامنے آجائے جس سے ناظرین کو جذبات انسانی اور خداوند عالم کی قوت نگرانی کے باہمی تعلق کا عکس ظاہر ہو جائے ۔ اسطرح اسنے تھیٹر کو گویا ایک تعلیم گاہ کی حیثیت دیدی ۔ اسکے ناٹک کا ڈھانچہ تو ایسے خاندانی قصص ہیں جنکی ممتاز خصوصیات سے عوام آشنا تھے (مثلاً تھبز اور آرگوس کے افسانے) ۔ اور اسکے ذریعے سے آئس خیلوس نے الوہی تنظیم عالم سمجھائی اور بتایا کہ انسان کو کیا کرنا چاہیئے اور کن کن امور سے احتراز کرنا چاہیئے ۔ آئس خیلوس کے جو ناٹک قابل ذکر ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک میں تین دردیئے تھے اور ایک ہجویہ اور چاروں ایک ہی دن میں کھیلے جاتے تھے گو انکا ایک دوسرے سے تعلق تھا مگر یہ ظاہر ہے کہ ہجویہ کا تعلق دردیوں سے کم ہی ہوگا ۔ یہ بھی ضروری نہ تھا کہ تینوں دردیئے بھی ایک ہی قصے کے مختلف حصے ہوں اسلیئے کہ بعض مرتبہ مختلف قصوں سے ایک ہی قسم کے حالات پائے جاتے تھے اور انھیں تین دردیوں کے پیرائے میں بیان کر دیا جاتا تھا ۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ایک ہی خاندان کے حالات تینوں دردیوں میں بیان کیئے جائیں مثلاً "ہفت خلاف شہر تھبز" دراصل "لائیوس" "اوڈیپوس" اور "ہفت" کے تہ ناٹکا کا آخری دردیہ ہے جسکے بعد ہجویہ "ابوالہول" آتا ہے ۔ آگے میمنون خوئے فورائے اور یومنڈیس کا تہ ناٹکا بھی ہم تک پہونچا ہے جسمیں اس بددعا کا ذکر ہے جسکی وجہ سے خاندان اتریوس برباد ہو گیا اور جسمیں اتھینے کی دست اندازی اور اریوپاگس کے

اتفاق سے آخر کار ایک عمدہ نتیجہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ناٹک موسومہ "ملتجیاں" کے ساتھ کے دردیئے
ہم تک نہیں پہنچے جنمیں دانائیدیس کا ذکر ہے جو ائی گپتوس کے بیٹے تھے اور جنکا آرگوس میں
خیر مقدم کیا گیا تھا۔ ائس خیلوس نے اپنے ناٹک دانائیدس میں قتل کا واقعہ دکھایا ہوگا۔ پرومی تھوس
میں کسی شجاعانہ کارنامے کی تکمیل میں جو تکلیف ہوتی ہے اسکا دردی عنصر نہایت خوبصورتی کے ساتھ قلمبند
کیا گیا ہے۔ اسی طرح "زنان ایران" میں ائس خیلس نے اس اثر کی تصویر کھینچی ہے جو اس کے
خیال میں جنگ سالامس کی خبر سننے کے بعد دربار ایران پر ہوا ہوگا اور اسطرح ناٹک نویس اس
عظیم الشان فتح کو اور بھی زیادہ نمودار کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس تہ ناٹکے کے اجزاء
"فینیئس" اور سمندر کا دیوتا گلاؤکوس کا تعلق "مردمان ایران" سے معلوم نہیں ہوتا اور ہم اس
رشتے کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں جو پرومی تھوس کو دیگر اجزاء کے ساتھ ہے۔

ائس خیلوس کی زبان میں غیر معمولی تنوع پایا جاتا ہے۔ اسکے ناٹک موسومہ
"زنان ایران" "ہفت اشخاص" اور پرومے تھیئس کی سادہ بیانی کا مقابلہ اس جرأت آگیں دلیرانہ
اور قریباً ناقابل فہم ترتیب الفاظ اور تخیلہ سے کیا جاسکتا ہے جو "اگا میمنون" میں پائی جاتی ہے۔

سالہا سال اپنے وطن کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے کے بعد ائس خیلس نے
پیرانہ سالی میں اپنے وطن کو خیرباد کہکر سسلی کی راہ لی۔ سوائے اسکے کہ وہ چند واقعات کو جو ایتھنز
میں پیش آئے ناپسند کرتا تھا ہمیں اسکے ترک وطن کے اسباب کا علم نہیں۔ اغلب ہے کہ وہ ایتھنز کی
نئی عمومیت سے خوش نہ تھا یا اسے کسی مذہبی راز کے فاش کرنے کے جرم میں دیس نکالا دیا گیا ہو۔ بہرحال
اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں ایتھنز دوست اور دشمن کی تمیز نہ کرسکتا تھا اور اپنے
سچے بہی خواہ کی قدر کرنا نہ جانتا تھا۔ ائس خیلوس نے ۴۵۶ء ق م میں بمقام گیلا وفات پائی۔

ایک طرف تو ایتھنز میں ایک نئی قسم کی نظم ظہور میں آرہی تھی جو انسان کے دلی جذبات
میں اسکا ہمنوا بنکر گہری دلچسپی پیدا کرتی ہے، دوسری جانب ایونی عظمت کے ساتھ ایونی تمدن
بھی مفقود ہورہا تھا۔ ایونی قوم نے حقیقت کائنات کے مطالعے میں کمال حاصل کرلیا تھا ایک زمانے
میں ایتھنز ہی جغرافیہ، تاریخ، فلسفہ طبیعی اور تاریخ موالید کا مبدا اور منبع تھا اور ایشیائی ساحل
پر بھی یہی علمی میلان پایا جاتا تھا۔ مگر جس درخت میں ایک عہد میں اس درجہ جوش نمو تھا وہاں
اب صرف جہاں تہاں ایک آدہ کلی نظر آجاتی تھی۔ بڑے بڑے مشہور و معروف ایونیوں نے
ایشیائے کوچک کی بود و باش چھوڑ دی تھی اور اس درخت علم کی ایک شاخ یعنی فلسفہ طبیعی تو

بہت ہی جلد مرجاتی ہے۔

ایونی تمدن کا آخری قائم مقام ہیرقلیطس تھا۔ ہیرقلیطس کے اکثر پیشرو تو ملطہ کے باشندے تھے اور یہ شہر حقیقی علم کے تفحص اور تجسس میں ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔ مگر وہ خود افیسس کا رہنے والا تھا۔ افیسس کا تعلق سمندر پار کے ممالک کے بجائے اس مذہبی رو اور عام تہذیب سے تھا جو اندرون ایشیائے کوچک رائج تھی۔ وہ ۵۳۵ ق م میں پیدا ہوا اور ۴۷۵ ق م میں مرگیا اور اپنی زندگی میں وہ ہمیشہ سیاسیات سے الگ تھلگ رہا۔ قدما نے اسے "فلسفہ گریاں" یا "قنوطیوں کے سرتاج" کا لقب دیا تھا۔ جہاں تک ابتدائی عنصر کے نظریے کا تعلق ہے اس نے ان فلسفیوں کی جو اس سے پہلے ہوگذرے تھے پیروی کی مگر اسکے نزدیک یہ ابتدائی عنصر آگ تھی اور اس ضمن میں اسکے اور اسکے پیشروؤں کے نقطۂ نظر میں کوئی فرق تھا۔ اسکا خیال تھا کہ آخرکار ہر چیز آگ میں حلول کرجاتی ہے مگر اس نظریے سے وہ دراصل اس تبدیلی کا اظہار کرتا تھا جو کائنات میں ہمیشہ ہوتی رہتی ہے اور وہ اس لفظ کو اسی مخفیانہ طرز سے استعمال کرتا تھا جیسے فیثاغورث لفظ عدد کو۔ ہیرقلیطس کا عقیدہ ایلیاتیوں کے عقیدے سے مختلف تھا اسلئے کہ ان کے لئے تو "ہستی" اور اسکے لئے "حدوث" فلسفے کا حقیقی مرکز تھا۔ اسکا اور اسکے بعد امپی ڈوکلیس دونوں کا قول تھا کہ دنیا میں ہر ایک چیز کی اصل تنازع ہی ہے۔ اسے بعض مصنف "شخص تاریک" کا بھی لقب دیتے ہیں۔ اسکے مقولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ محض تبحر علمی عقلمندی کی نشانی نہیں ورنہ ہیسیود، فیثاغورث، زینوفانیس اور ہیکاتائیس ضرور عقلمند ہوتے۔ اس سخت کلامی کی اصل وجہ اسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے جب یہ یاد رکھا جائے کہ ایک طرف تو ہیرقلیطس محض تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور ان لوگوں کی یاد تازہ کرنا چاہتا تھا جنھوں نے اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور دوسری طرف جن لوگوں سے وہ متنفر تھا وہ ایسے تیز طبیعت اور راز جو یونانی تھے جنھوں نے عالم حقیقت کا مطالعہ کیا تھا اور اپنے معاصروں پر اثر ڈالنے کی

۱؎ ہیرقلیطس کیلئے منجملہ دوسری تصانیف کے ذیل کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

۱۔ شوشتر "ہیرقلیطس ساکن افیسس" (روشنی میں) ۔ لایپزگ ۱۸۷۳ء

۲۔ بائی واٹر "آثار ہیرقلیطس ساکن افیسس" لندن ۱۸۷۷ء

۳۔ لیفلانڈرز "فلسفہ ہیرقلیطس محقق اسرار کی روشنی میں" برلن ۱۸۵۸ء

کوشش میں عمر بسر کی تھی۔ جو اہمیت اس نے آگ کو دی ہے اس سے ایرانی مذہب کا خیال آتا ہے ہیراقلیطس نے اپنی تمام تحریریں آرتےمس کے مندر میں اسلیئے رکھ دیں کہ وہ اس دیوی کو کائنات کی قوتوں کا قائم مقام سمجھے ہوئے تھا۔

ایونیا کا آخری فلسفی توانیفی مس کے کوہستان میں راہبانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ ادھر ایتھنز میں اسوقت تک فلسفے اور حکمت کے دور کی ابتدا ابھی نہیں ہوئی تھی۔ پرانی طرز کے ایتھنزیوں کے لیئے تو سیاسیات اور فنون لطیفہ میں گویا تمدن کی جان تھے، یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایتھنز کے ہر ایک شعبۂ زندگی پر مذہب کا اثر تھا۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ مذہب محض اسی حد تک فنون لطیفہ اور تعلیم کے ساتھ رواداری سے پیش آتا ہے جس وقت تک وہ ان ہی جذبوں کا اظہار کرتے رہیں جنھیں وہ رواج دینا چاہتا ہے۔ مگر خاص حکمت ایسی مملکت ہیں جسکے ہر ایک رگ و ریشے میں مذہب نے حلول کر لیا ہو بالکل ناممکن ہے۔ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ شعر گوئی اور فنون لطیفہ تو انسانی جوش کو موجزن کرتے ہیں اور ان سے نہایت آسانی سے مذہبی خدمت لی جا سکتی ہے۔ لیکن حقیقی حکمت نقاد ہے اور اس سے ان جذبات میں جو مذہب کی اصل جڑ ہیں سخت ٹھیس لگتی ہے حقیقت یہ ہے کہ حکمت کسی آقا کے ماتحت ہونا گوارا نہیں کر سکتی۔ سقراط کے انجام سے یہ عیاں ہے کہ عرصۂ دراز تک مذہب ایتھنز کی رگ و پے میں سرایت کیئے رہا اور جاہ دور کی ایک صدی بعد تک اسنے کسی آزاد حکمی تعلیم کی قطعی رواداری نہ کی۔

اس دور سے پچاس سال بعد تو فنون لطیفہ کے میدان میں ایتھنز نہا رہ گیا تھا مگر جس زمانے کا اسوقت ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز کے سوائے دیگر مملکتیں سنگتراشی اور مصوری میں یونان کی رہبر تھیں۔ پیلو پونیز نے فن سنگتراشی میں جو ترقی کی اسکے دو سبب تھے۔ ایک تو کریٹ سے اسکا ایک نہ ایک قسم کا تعلق تھا اور دوسرے خود اولمپیا میں جو رغبت انسانی جسم کے نشو و نما اور پختگی کی طرف دلائی جاتی تھی اس سے پیلو پونیز کے فنون لطیفہ میں بہت ترقی ہوئی۔ سنگتراشی دراصل ایک دوریائی فن تھا اور مدت دراز تک یہ دوریائی ہی رہا۔ سکیون میں اس فن کا استاد کنا خوس تھا اور اگر یہ کہا جائے کہ اسی کی وجہ سے اس شہر میں سنگتراشی نے ترقی کی تو کچھ بیجا نہ ہوگا یہ وہی کنا خوس تھا جسنے ملطیوں کیلیئے دِدیمائیائی اپولو کا بت تراشا تھا۔ پیلو پونیز کی سنگتراشی کا ایک نہایت عمدہ نمونہ دہ بتوں کا مجموعہ ہے جو آئی گینا والی اتھینا کے مندر کے دو سر شلثوں پر تھا اور جو اسوقت تک میونخ میں موجود ہے۔[۵] دونوں سر شلثوں میں

[۵] آئی گینا کے یادگاروں کے لیئے جن کا ذکر جلد ا باب ۸ ۲ میں کیا گیا ہے مفصلۂ ذیل کتابیں

قبت کاری کے ذریعہ سے اصل قد انسانی سے ذرا چھوٹے مجسموں کے مجموعوں میں آئی گینی سورماؤں اور ٹروآئے کے باشندوں کے درمیان لڑائی دکھائی گئی ہے۔ بشرقی میں تو تیلاموں اور ہرقل ایشیائیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مغربی میں ایاکس ولد تیلاموں اور تیوکر دشمنوں سے ایک نعش کی حفاظت کر رہے ہیں جو یا تو اکیلیس کی ہے یا پیتروکلس کی۔ اور دونوں مجموعوں کے وسط میں اتھینا دیوی کھڑی ہوئی یونانی سورماؤں کی حفاظت کر رہی ہے۔ ان مجموعوں کی ترتیب میں تساوی اعضا کا خیال ضرور رکھا گیا ہے گرادو کے چہروں پر بجائے سختی کے حسب دستور مسکراہٹ نمایاں ہے اور تیں حقیقت کے مائل ہیں اور انکی حرکات میں (جنکی ماہیت نوعی ہے نہ کہ فردی) موزونیت اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ عام طور پر مغربی سرمثلث مشرقی سے بعد کا خیال کیا جاتا ہے۔ اور کیلکولے کا قیاس ہے کہ مشرقی مثلث تین پتھروں سے قبل اور مغربی کچھ عرصے بعد تراشا گیا ہوگا۔ اسمیں شبہ کی گنجایش نہیں کہ ان سرمثلثوں کا اصلی مقصد یہ تھا کہ دنیا کے سامنے ائی گینا کے باشندوں کے قومی جوش کی تصویر پیش کی جائے جو گو انتھنز سے ہمیشہ متنفر رہے مگر گزشتہ قوم کی جنگ میں تمام یونانیوں سے زیادہ بہادر شمار کئے جاتے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس جنگ میں ٹروائے کے مشرق اور مغرب کی لڑائی نے یونانیوں کے تخیل میں ایک خاص جگہہ حاصل کر لی تھی اور ائی گینا کی بہادری کی تصویر اس جنگ کے ہی آئینہ میں دکھائی گئی۔ اس جزیرے میں بعض نہایت قابل سنگتراش موجود تھے اور ان سب میں سب سے زیادہ مشہور اوناتاس تھا جسنے نہ صرف اولمپیا اور دلفی کیلئے مجسمے تیار کئے بلکہ جسکی کاریگری کے نمونے تھاسوس، تارنتم اور فگالیا کی ریاستوں میں جہاں فنون لطیفہ کی قدر ہوتی تھی، اور دنیائے یونان کے خود سروں مثلاً ہی نومنیس اور ہیرو کے درباروں میں پہنچتے تھے جنمیں سب سے نمایاں انسانوں اور گھوڑوں کے مکمل مجموعے تھے۔ اس سنگتراش کو پیتل ڈھالنے میں بھی یدطولی حاصل تھا اور کچھ بعید از قیاس نہیں کہ ائی گینا کے بت خانہ اپھینے میں جو مجسمہ ہے وہ اسی کی ساخت ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دیکھنی چاہئیں۔

برن "شاہ لڈوگ کے مجموعہ مجسمات میونخ کے حالات"

ک، اا ینگے: ائی گینا کے مجسموں کی ترتیب ۱۸۶۸ء۔ فریڈرش دولٹیرز "قدیم سنگتراشی میں پلاسٹر کا کام" برلن ۱۸۶۸ء صـ ۳۲۔

اولمپیا میں مگاریوں کے خزانہ کے سرمثلثوں پر جو منبت کاری ہے اور سیلی نوس کے مندر "و" (F) سقفی حاشیے کے بت غالباً اسی دور کے یادگار ہیں۔ سوائے ایک سر کے باقی جتنے بت سیلی نوس کے مذکورۂ بالا بت خانے میں ہیں انکے صرف دھڑ ہی دھڑ رہ گئے ہیں۔ یہ سر ایک نیم مردہ مفتوح دیو کا ہے اور اسکی وضع بالکل وہی ہے جو الی گینا کی مورتوں کی عام طور پر ہوتی ہے۔ مندر "ہ" (E) کی مورتیں غالباً زمانہ مابعد کی ہیں مگر انمیں وہ تکمیل ساخت نہیں ہے جو فدیاس کے بتوں میں خصوصیت کی پائی جاتی ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہے کہ سسلی کی نوآبادیوں کے تعلقات اپنے اصل شہروں سے بہت اچھے تھے۔ سیلی نوس مگارہ کی نوآبادی تھی اور اسمیں شبہ نہیں کہ پیلوپونیسس کی فنون لطیفہ کا سسلی پر اور خاصکر مگارا کا سیلی نوس پر ضرور اثر پڑا ہوگا۔

زمانۂ حال کی کھدائیوں میں چند نسخے دستیاب ہوئے ہیں جنسے اولمپیا کے مندر کی آرائش منظور تھی۔ مگر انسے وہ امیدیں پوری نہیں ہوتیں جو پاؤسانیاس کے بیانات کے مطالعے سے ہوئی تھیں۔ پاؤسانیاس کا بیان ہے "مشرقی سرمثلث کے مجسمے سنگتراش پایونیس ساکن مینڈے کے اور مغربی مثلث کے مجسمے الکامینس کے تراشے ہوئے ہیں جو فدیاس کے ایک مشہور اور ممتاز شاگردوں میں تھا۔ پایونیس کا ایک نہایت خوبصورت مجسمہ "فتح" حال ہی میں اولمپیا میں دستیاب ہوا ہے۔ مشرقی سرمثلث میں اتنا حسین بت کوئی نہیں ہے، اور جو مورتیں اونومائس اور پیلوپس کے رتھ دوڑ میں ہیں انکی سختی اور کرختگی صاف طور پر یہ کہے دیتی ہے کہ یہ شبیہیں اور

ملا اولمپیا کیلئے جلد ۱ باب ۱۹ دیکھنا چاہئے۔ اسکے ساتھ مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔
خزانہ اولمپیا" برلن ۱۸۸۲ء مضمون "اولمپیا" بقلم ایفلاش جو بامیسٹر کے مجموعے میں ہے۔
فلاش کی عام خیال کے خلاف یہ رائے ہے کہ اولمپیا کے سرمثلث پایونیس اور الکامینس کی تعمیر کردہ ہیں۔
لیوشکے کی کتاب "اولمپیا کے مندر کا غربی مجموعہ سرمثلث" (دورپٹ ۱۸۸۴ء) بھی دیکھنا چاہئے جس میں مصنف نے یہ رائے پیش کی ہے کہ مغربی سرمثلث لیک اور الکامینس کا تعمیر کردہ ہے جو فدیاس کا شاگرد کا ہم نام تھا۔ مگر اس نظریے کی تردید فلاش نے برلن کے ہفتہ وار رسالہ فلسفہ ۲۲ ۱۸۸۸ء میں کی ہے۔
سیلی نس کے لئے دیکھو بین ڈورف کی کتاب "سیلی نوس کے سقفی حاشیے کے مجسمے"۔ برلن ۱۸۷۳ء۔

"فخ" کا بت ہرگز ایک ہی سنگتراش کی کاریگری نہیں ہے اسلیئے کہ "فخ" کی صفائی یا تناسب اعضا مجموعہ مثلث میں ہرگز نہیں پایا جاتا ۔ اسی طرح مغربی سہ مثلث میں پی رتی تھوس کی شادی کے موقع پر جو لڑائی لاپیتھون اور قنطوروں کے درمیان ہوئی تھی وہ دکھائی گئی ہے ۔ مگر اسکی شبیہوں میں اس درجہ عدم آسائش عیاں ہے اور حرکات سے اسقدر تیزی ظاہر ہوتی ہے کہ ہم کسی صورت سے اس نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے کہ ان مجموعوں کا صناع پارتھے نون کے سر مثلثوں کے تراشنے والے کا شاگرد ہوگا ۔ اب روایت اور حقیقت کا اختلاف رفع کیا اسکے لئے مختلف مصنفوں نے بہت سے حل پیش کیے ہیں جنمیں سب سے قرین قیاس یہ ہے کہ پئوسانیاس کو غلطی ہوئی اور درحقیقت پائیونیس اور الکامنیس کو ان سر مثلثوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہو سکتا ۔ القصہ مجموعے کسی مقامی صناع کی دستکاری کا نمونہ ہیں جسکے ذہین ہونے میں تو کلام نہیں مگر جو عام تناسب اعضا اور تفصیل کی بجاآوری میں اسقدر باشعور نہ تھا جو ہم اس دور کے بہترین صناعوں میں پانے کے عادی ہیں ۔ ان سر مثلثوں کے سوائے بعض مجسمے جو سنگی حاشیوں پر تھے اسوقت تک موجود ہیں جنمیں سے چند ان سر مثلثوں سے عمدہ صناعی کے نمونے ہیں ۔

یونانی فن پیکر پذیری کی تاریخ میں سنگتراش فیثاغورث کا ایک خاص رتبہ ہے ۔ یہ ساموس یا ریگیم کا باشندہ تھا اور گو وطن کے لحاظ سے ایونی تھا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ ریگیم میں سسینہ کا اثر پایا جاتا تھا اور اسکے فن میں دوریائی عنصر نمایاں طور پر ظاہر ہے ۔ اسکی طرف متعدد اولمپی فاتحوں کے مجسمے منسوب کیئے جاتے ہیں ۔ اور اسنے ایک مجسمہ ترتیب دیا تھا جسمیں اسنے تدبعانیو یعنی اتیوکلیس اور پولی نکیس کو ایک دوسرے کو قتل کرتا ہوا دکھایا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ اسکا ایک مجسمہ جو ایک لنگڑے آدمی کا ہے اور جو اسکے دیگر مجسموں سے زیادہ مشہور ہے دراصل فلوکتیتس کی شبیہ ہے ۔ اسکے سوائے سیلی نوس کے آخری مقفی حاشیے کے مجسمے اور کروتونا کے سکے جنپر اپولو اور اژدہے کی لڑائی کی تصویر بنی ہے اسی فیثاغورث کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں اور ان سے اس سنگتراش اور صناع کی کاریگری کا نہایت اچھی طرح سے اندازہ ہو سکتا ہے ۔

فنون لطیفہ کے مزید ارتقا کی تاریخ میں آرگوس کے گروہ کی ایک خاص اہمیت ہے ۔

ش امر فیثاغورث کے متعلق والڈشائن نے اپنے مضمون میں جو رسالہ مطالعات یونان ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۱ء میں نکلا تھا بحث کی ہے ۔ اسکے لئے انرخس کی کتاب تکمیل کالاسیکی آئیڈیلز برک ۱۸۸۵ء بھی دیکھنا چاہیے ۔

اس گروہ کا سب سے ممتاز رکن آگے لاداس تھا۔ اس زمانے میں مختلف دیوتاؤں کے چڑھاوں کیلئے بُت بنانے کا عام دستور تھا اور خود آگے لاداس بھی اس میدان میں کچھ پیچھے نہ تھا۔ منجملہ دیگر کاریگریوں کے اسکا ایک مجموعہ گھوڑوں اور دیلفی کی گرفتار شدہ عورتوں کا تھا جو اسنے باشندگان تارنتم کی درخواست پر تراشا تھا۔ آگے لاداس اتنا مشہور اپنی صناعیوں کی بدولت نہیں ہوا بلکہ اسکا نام شہرۂ آفاق اسلیئے ہوا کہ جن سنگتراشوں کو قدما اپنے فن میں کامل کہتے تھے (یعنی میرون، پولیکلیتس اور فدیاس) وہ سب اسی کے شاگرد تھے۔ ان تینوں میں سے آرگوس پولیکلیتس نے اپنے فن کی روایات کو پیلوپونیز میں جاری رکھا اور میرون اور فدیاس کی وجہ سے اٹیکا سنگتراشی کے میدانیں انتہائے کمال کو پہنچ گیا۔[۱]

ان صناعوں کے بیان سے پہلے اٹیکائی صناعوں کے سلسلے میں کلامس کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کلامس کی جائے پیدائش کا ہمیں علم نہیں صرف یہ معلوم ہے کہ اس نے نہ صرف اٹیکا کیلئے اپنی صناعی کے نمونے تکمیل کو پہنچائے بلکہ دیگر یونانی ممالک اور یونانی حکام کیلئے بھی کام کیا مثلاً ہئیرون کے حکم سے اسنے ایک اولمپی چڑھاوا الیا۔ کیا جسمیں ایک رتھ اور چار گھوڑے تراشے گئے تھے۔ اسکی سنگتراشی میں خاص بات یہ تھی کہ وہ صناعی کے قدیم حدود سے باہر نہیں نکلا اور اسپر بھی انسانوں اور حیوانوں کے

---

[۱] اٹیکا کے ارتقائے فنون لطیفہ کیلئے کرٹیس کی "تاریخ یونان" ۲، ۱۳۱-۶۲ دیکھنا چاہیئے۔ اس کتاب میں کرٹیس کا بیان ہے کہ اٹیکا میں مٹی کے برتن بنائے جاتے تھے اور ان پر تصویریں کھینچی جاتی تھیں۔ سنہ ۵۴۰ ق م سے اسکا تعداد اور بنانے کا رواج ہو گیا تھا اور فنون لطیفہ کی اس شاخ میں خاک ریلیوں، یوفرونیس، دورس اور دیگر صناعوں نے کونہ کامیابی حاصل کی اور پولیگ نوٹس اپنے وطن تھاسوس کو خیرباد کہکر اٹیکا کو آباد ہوا اور وہاں عظیم الشان تاریخی طرز کو رواج دیا۔ اسی مصنف کے نزدیک مرمری منبت کاری اٹیکا ہی کی ایجاد تھی اور پیلوپونیز میں سکیون اگی گینا اور آرگوس نے سکوں پر مورتوں کی نقاشی بنانے میں کمال حاصل کیا تھا اور یہ ہی آگی گینا کی سنگتراشی کی اصلی بنیاد معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد کرٹیس، کلامس، میرون، پولیکلیتس کے زمانے میں جو فنون لطیفہ کو انتہائے کمال حاصل ہوا تھا اسکا ذکر کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ اٹیکا میں خیوس اور حلقہ وار جزائر کے طرز کا رواج ہو چلا تھا اور فدیاس کا فن تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی صفحہ ۸۴۵ کا حاشیہ بھی دیکھنا چاہیئے جہاں بہت سا تاریخی مواد خلاصے کے طور پر دیا ہوا ہے۔

معمولی حرکات کی نہایت خوش اسلوبی سے نقل کرنے کی کوشش کی۔ خود لوسیتن نے اس کے سوسانڈرا کے بت کی مسکراہٹ کی تعریف کی ہے؎ جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی صنعت میں فطرت کا تتبع کرنا چاہتا تھا۔ میرون ساکن الیو تھیرائے جو عمر میں فدیاس سے چند سال بڑا تھا کلامس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ اسکا اصلی مقصد یہ تھا کہ انسانی حرکات کا مجسموں کی ہیئت میں ظاہر کرے اور اسمیں شبہ نہیں کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اسکی مثال کیلئے لیکولے کے الفاظ بجنسہ نقل کردینے مناسب ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ "اسکا کار نمایاں یہ تھا کہ برہنہ دوڑتے ہوئے انسانوں کے تخیل کو مجسموں کی صورت میں ظاہر کرے۔ مثلاً خمیدہ دسکوبوس بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی تیر کمان سے نکل کر جارہا ہو۔ جب ایتھینے یکایک ظاہر ہوکر مارسیاس کی بالنسری بہ زور سے ہاتھ مارتی ہے تو مارسیاس فرط خوشی میں ناچتے ناچتے چکر کھاکر ایک دم پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے۔ جب لاداس دوڑ کے اختتام پر پہنچتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا اسکا دم واپسیں اسکے لب پر آچکا ہے، اور پرسیس میدوسا کو زعند لگاکر پکڑ لیتا ہے"۔ میرون نے گائے کا ایک مجسمہ تیار کیا تھا جو زمانہ میں بہت مشہور رہا تھا اور جسپر طباعوں نے طبع آزمائیاں کی تھیں۔ الغرض میرون ہی صناع عصر تھا، اسکے دسکوبوس اور مارسیاس کے مجسموں کے قدیم نقول ہم تک پہنچی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ میرون نے تو اپنے فن کو حد و تکمیل تک پہنچایا، فدیاس اسے اس حرم کے اندر ہی لے آیا۔

جو روایات ہمارے پاس آئی ہیں انکا ماحصل یہ ہے کہ دور کیمون میں فن تصویر کشی کا قائم مقام پولیگ نوٹس ہے مگر سوء اتفاق سے ہمیں اسکی بابت صرف یہ علم ہے کہ وہ اپنے زمانے میں نہایت ممتاز تھا اور تھاسوس کا باشندہ تھا۔ پانچویں صدی ق م کے کلاسی یونانی صنعت و علوم اور عام تمدن اور شائستگی میں ایونیائی اور دوریائیوں کا مقابلہ کرتے

؎ اس مجسمے کی خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں قدیم یونانی صنعت کا وہ کمال نظر آتا ہے جو اس زمانے میں مسکراہٹ کی نقل اتارنے میں سنگتراشوں نے حاصل کیا تھا۔ اس سے ہمیں یونان کے عام اوصاف معلوم ہوتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی عیاں ہوجاتا ہے کہ یونانی شرفا کے چہرے کی ساخت مجسموں میں دکھانے کی کس درجہ کوشش ہورہی تھی۔ حال ہی میں اس ذخیرہ میں سے جس سے کیمونی عہد کے تعمیر کاروں نے قلعہ کی عمارات کا بھراؤ کیا تھا چند مجسمے نکلے تمام سے پیشتر یعنی اکروپولس کی تباہی سے پہلے کے نکلے ہیں۔ ان مجسموں کی تصاویر بیونی شتر کی کتاب اکروپولس میں موجود ہیں۔

تھے۔ تھور دمقریطس اور پروتاغورث ساکن ابدیرا کی تحریرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے
کہ تھریسی یونانیوں نے انتظام و رعونک کے مسئلے کیطرف اپنی توجہ مائل کی تھی۔ مگر اسکے متعلق آئندہ
بحث کیجائیگی۔ مورخ ستسیمبروتس ساکن تھاسوس کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ
تھریسیوں میں بہت سے ایسے بھی لوگ موجود تھے جنکو دنیا کے عام معاملات میں گہری دلچسپی تھی۔
ظاہر ہے کہ اگر ان ممالک میں تمدن کی سطح کافی بلند نہ ہوتی تو بقراط اور اسکی طرح بہت سے اور
غیرملکی آآکر آباد نہ ہوجاتے۔ اسکے سوائے تھریسی باشندوں کے تعلقات ایتھنز کے ممتاز
کنبوں مثلاً ملتیادیس اور طوسی دیدس کے خاندانوں سے پائے جاتے ہیں جس سے ہم انکی شائستگی
کا اندازہ کرسکتے ہیں جو غالباً ساحلی شہروں کے اثرات کا نتیجہ ہوگا۔ تھاسوس کے باشندے نہ صرف
مجسموں کے شوقین تھے بلکہ فنون لطیفہ میں خود بھی مہارت پیدا کرلی تھی۔ انھوں نے اوناتاس
سے کئی مجسمے بنوائے تھے اور ہمارے پاس متعدد ثبوت فنون لطیفہ میں انکی مہارت کے موجود ہیں
پایونیس ساکن مینڈے کے متعلق اس سے پیشتر کہا جاچکا ہے۔ اسکے سوا شمالی یونان کے قیمتی کلدیا
اور مینڈے، اولنتھوس، ائی نس، ابدیرا، تھاسوس اور مقدونیہ کے سکوں سے انکے شوق
کا پتہ لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ممالک تہذیب و تمدن میں بہت بڑھے
ہوئے تھے۔ اور جس شخص نے یونان خاص پر اسکا اثر ڈالا، وہ پولیگنوتس تھا جس نے اپنی
قابلیت کے جوہر یونان کے مذہبی مرکز ڈیلفی میں دکھائے۔ اسنے ڈیلفی کے ایک وسیع کمرے کی
دیوار و پیر دو تصویریں کھینچیں۔ ایک ٹرائے کی بربادی کا نقشہ اور دوسری عالم زیریں کی
تصویر۔ پہلی تصویر تو دراصل بڑے بڑے شعراء کی نظموں کے بہترین مناظر کا مجموعہ تھا اور
دوسری تصویر میں گنہگاروں کی سزایابی دکھائی گئی تھی۔ ان تصاویر کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ہومر
ہی سے لے گئی ہیں یا اسکی کتاب کے منظروں کی تصویریں ہیں درست نہ ہوگا مگر اسمیں شبہ نہیں
کہ انکا تعلق اسکی کتاب "اوڈیسی" سے ہے اور دنیائے زیریں کی تصویر میں تو خود اوڈیسی اُس
بھوت پریت کو برآمد کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک اعتبار سے یہ تصاویر ہومر سے ضرور متعلق ہیں

۱ اس اثر کیلئے جو یونانی فنون لطیفہ پر شمالی یونان کا پڑا برن کا مضمون "پایونیوس اور شمالی یونان کے فنون لطیفہ" (رپورٹ ابلا یہلے میونخ ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۳۱ وغیرہ) دیکھنا چاہئے۔ وہ ثابت کرتا ہے کہ ایشیائے کوچک کی مثال کا شمالی یونان پر بہت زبردست اثر ہے۔ اسکے لئے فون روڈن کے مضمون کا بھی جو پیوبیسٹر کے مجموعہ میں شامل ہے مطالعہ بہتر ہے

اسلیئے کہ انمیں اسکی نقلموں کا اخلاقی پہلو عیاں ہوجاتا ہے۔ پہلی تصویر میں توالیاد کی شدید جنگوں کا اختتام دکھایا گیا ہے۔ دوسری میں انسانی زندگی کے آخری لمحے معہ تمام مسرتوں، رنجوں اور آفتوں کے پیش کیئے گئے ہیں جنکا اودیسی میں ذکر ہے۔ پولیگ نوتس نے خود ایتھنز میں ٹروائے کے فتوحات کی تصاویر پی سیاناکتی کمرے میں جو چوک میں واقع تھا بنائی تھیں جنکی نمائش مابعد میں کیمون نے تجدید کی اور اسکا نام پوئیکیلے "ایوان بوقلموں" رکھا تھا۔ اسکے سوائے اس نے دیوسکوری خاندان کے بت خانے کو بھی اپنی تصاویر سے آراستہ کیا اور اسکے دوستوں مکون اور پانائینس نے جنگ ماراتھون کی ایک تصویر پوئیکیلے میں کھینچی جسمیں ملتیادیس، کالی ماخوس اور قیمنے گیرس پہچانے جاسکتے تھے۔ پولیگ نوتس کے ہی زمانے میں انس خیلیس اپنا ناٹک "مسمی فرمان ایران" تماشہ گاہ پر لایا۔

غرض یہ ہے کہ دور مذکورۂ بالا میں فنون لطیفہ نے نہایت دلیری سے معصر واقعات پر بحث کرنا شروع کی۔ حقیقت یہ تھی کہ عظیم الشان کارنامے وقوع پذیر ہوچکے تھے اور لوگونکو انکی تمثیلات دیکھ کر مسرت ہوتی تھی۔ اسکے برعکس جولڑائیاں فارقلیس کے زمانے میں ہوئیں انکی اسقدر اہمیت نہ تھی اسلیئے کہ محض خانہ جنگی کو کبھی باعث فخر نہیں سمجھا جاتا۔ وربجائے اسکے کہ فنیاس کے تاریخی واقعات پیش کرنے کا موقع ملے فنون لطیفہ میں ایک دوسرے معنی میں تقلید پیدا ہوگئی۔

پولیگ نوتس کی تصاویر کا ایک دھندلا سا عکس اس عہد کے برتنوں کی تصاویر میں پایا جاتا ہے اور اسی میں وہ سرخ مورتوں والے برتن بنائے گئے تھے جنکا تعلق اسی مصور سے اکثر دکھایا گیا ہے۔[۱۱]

پولیگ نوتس کی کیمون سے ذاتی واقفیت تھی، وہ اس کا مصلاح کار اور

[۱۱] اسکے لیئے فون روڈن کا مضمون "برتن بنانے کا فن" بومیسٹر کے مجموعے میں دیکھنا چاہیئے۔ پٹوسانیاس کا خیال ہے کہ پولیگ نوتس نے امیدواروں کے اس قتل عام کی تصویر کھینچی تھی جسکا اودیسی میں اتھینے آرپا کے مندر میں مرتکب ہوا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سیسہ میں جو نبت کاری گیول باشی کے مقبرے میں ہوری تھی اور جواب وائنا میں موجود ہے اس سے پولیگ نوتس کے طریقہ کا پتہ چلتا ہے اور یہی اثر اس برتن کی ساخت سے ظاہر ہوتا ہے جسکی تصویر ۲۱۳۹ بومیسٹر کے صفحہ ۱۹۹۴ پر درج ہے۔ پولیگ نوتس کیلیے کلاؤن "اطلاع متعلق بآثار قدیمہ و نوشتہ جات آسٹریا ہنگری" جلد ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

پیشعلانے کا گویا فدیاس تھا۔ اور پولیگنیلے کی تصاویر میں اسنے ٹروجن عورت لاؤ دیکے کا بجنسہ وہی قیافہ بنایا جو کیمون کی بہن ایلپی نیکے کا تھا۔

غرض یہ ہے کہ ۴۸۰ ق م اور ۴۵۰ ق م کا درمیانی زمانہ زور، علویت، عظمت اور شان کا زمانہ ہے۔ ملیتادیس اور کیمون، اُس خیلوس اور پولیگ نوتس یہاں تک کہ میرون سب کا ایک ہی مطمح نظر ہے۔ سیاسی، ذہنی اور فنی حیثیت میں یکجہتی پائی جاتی ہے اور اس دور کے عام خصوصیات کا پیرایہ نہایت قابل اطمینان ہے۔

تیرھواں باب

ایتھنز کے حالات کیمون کی وفات تک

کیمون کی واپسی پر وہ اور فارقلیس مملکت ایتھنز کی دوش بدوش رہبری کرنے لگے۔ کیمون نے توآئندہ کیلیے یہ تہیہ کرلیا کہ وہ دستور ایتھنز کو عمومی شاہراہ پر چلنے میں مانع نہوگا اور فارقلیس نے یہ وعدہ کیا کہ ایتھنز کی تمام قوت ایران ہی کے خلاف استعمال کیجائیگی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آئندہ بھی ایتھنز نے اسبات کو گوارا نہ کیا کہ ارض یونان میں اسپارٹا کی سیادت قائم ہوجائے اور وقتاً فوقتاً اسکی راہ میں روڑے اٹکائے۔ مگر اس قسم کی مزاحمت میں کیمون کو کسی قسم کا دخل نہ تھا۔

غالباً یہ کیمون کی واپسی کے بعد ہی کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مسمیٰ اوریستیس تھسلی سے ایتھنز آیا۔ اس شخص کے باپ نے شاہی خطاب اختیار کرلیا تھا اور وہ خود کم از کم فارسالس کا حکمراں ضرور تھا۔ اسے فارسالس کے باشندوں نے اپنے شہر سے نکال دیا تھا اور اب اسنے ایتھنزیوں سے التجا کی کہ وہ اسے بحال ہونے میں مدد دیں۔ اسکے جواب میں غالباً ۴۵۴ ق م میں ایتھنزی چند بیوطی اور تھسلی سپاہی لیکر فارسالس گئے مگر وہاں اُن کو

---

۱ طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ دیودورس ۱۱، ۸۳۔

حسب دلخواہ کامیابی نہیں ہوئی اور اوینیس کو واپس آنا پڑا۔ اسی دوران میں دغالباً ۴۵۳ ق م میں ایک ہزار ایتھنزی خود فارقلیس کی سرکردگی میں مگارا کے بندرگاہ پیگئے سے چلے سکیونی علاقے میں لنگر انداز ہوکر سکیونیوں کو شکست دی اور چند اکائیوں کو ساتھ لیکر اکارنانیا کے شہر اودنیادے پر حملہ کردیا۔ مگر جب اس مہم میں بھی کامیابی نہ ہوئی اور فارقلیس کو بلاحصول مقصد ایتھنز واپس جانا پڑا تو ایتھنزیوں سے سوائے اسکے کچھ بن نہ پڑا کہ اپنے دلوں کو یہ کہکر سمجھالیں کہ اس مہم سے کم سے کم خلیج کورنتھ میں ایتھنز کی قوت اور جبروت کا مظاہرہ تو ہو ہی گیا ہے۔[۲]

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس واقعے کے تین سال بعد یعنی ۴۵۰ یا ۴۵۱ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان پانچ سال کیلئے عارضی صلح ہوگئی[۳] طوسی دیدش یہ بیان نہیں کرتا کہ فارقلیس کی مہم اور صلح کے درمیان کیا کیا واقعات پیش آئے اور غالباً کوئی ایسا اہم واقعہ پیش ہی نہ آیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے یونانی ریاستوں کے ساتھ تو جھگڑے طے کرلیے مگر ایران کے ساتھ جنگ جاری رکھی۔ نوشتوں سے بھی یہ عیاں ہوتا ہے کہ ایتھنز نے ۴۵۰ ق م میں خراج کی رقم ۵۰ ٹالنٹ کم کرکے ۴۰ ٹالنٹ رہنے دی جس سے یہ ظاہر ہے کہ اسکا مقصد خود یونانیوں سے جنگ آزمائی کا نہ تھا۔ کیمون کی حکمت عملی کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ اسپارٹا سے صلح و آشتی رہے اب پچھلی مہم کے بعد جب ایتھنز پیلوپونیزیوں کے خلاف کوئی کارنمایاں نہ کرسکا خود فارقلیس نے بھی یہ محسوس کرلیا کہ ایسی دشمنی کو پالنا جس سے وقتاً فوقتاً ایتھنز کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو بیکار محض ہے۔

اسکے برعکس ایران کے خلاف جنگ پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے جاری جاری ہی اور ۴۴۹ ق م میں کیمون دو سو جہاز لیکر قبرص چلا۔[۵] افسوس ہے پلوٹارک اس مہم پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا۔ دیودورس حسب معمول خلط مبحث کردیتا ہے۔ اور طوسی دیدش کا بیان صرف چند فقروں ہی میں

---

[۲] طوسی دیدش ۱، ۱۱۱۔ اس مہم کا دیودورس میں بھی دو جگہہ یعنی ۱۱، ۸۵ اور ۸۸ میں ذکر ہے اور پلوٹارک کے "واقعات فارقلیس" میں بہت کچھ مدح سرائی کی گئی ہے۔

[۳] طوسی دیدش (۱، ۱۱۲) تیس سال کے امن کی طرح اسے بھی مذہبی جامہ پہناتا ہے۔ اسکے لئے بیوسولٹ ۲، ۴۰۵ دیکھنا چاہیئے۔

[۴] بیوسولٹ ۲، ۵۰۶ کا مقابلہ کیا جائے۔

[۵] طوسی دیدش ۱، ۱۱۲۔ پلوٹارک: کیمون ۱۸، ۱۹۔ دیودورس ۱۲، ۳، ۴۔

ختم کر دیتا ہے۔ طوسی دیدرش کا بیان ہے کہ اس بیڑے کے ساٹھ جہاز تو امیرٹاس کی دعوت پر (جو مصر کے دلدلوں کا بادشاہ تھا) مصر چلے اور پس ماندہ جہازوں نے کیتیم واقع قبرس کا محاصرہ کر لیا۔ کیمون کے انتقال کے بعد سامان رسد میں کچھ کمی پڑ گئی تھی اسلیئے انھیں کیتیم کا محاصرہ اٹھا دینا پڑا اور جب وہ سلامِس واقع جزیرۂ قبرس کے قریب ہو کر گزر رہے تھے تو انھیں فنیقیوں اور سلیسیوں کے ساتھ لڑنا پڑا جسمیں ایتھنزیوں نے اپنے حریفوں کو شکست دی اور ایتھنز واپس چلے آئے۔ جو جہاز مصر گئے تھے انھوں نے بھی اسی قسم کے کار ہائے نمایاں انجام دیئے ؕ

بس یہی طوسی دیدرش کا مکمل بیان ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسمیں نہ تو کیمون کی موت کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے نہ ان مشکلات کا علم ہوتا ہے جو ایتھنزیوں کو کیتیم میں پیش آئیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ جب بیڑا واپس ایتھنز جانا چاہتا تھا تو پھر اسنے مغربی راستے کے بجائے مشرقی راہ کیوں اختیار کی اور جب لڑائی میں ایتھنزیوں کو فتح ہو چکی تھی تو پھر قبرس مسخر کیوں نہیں کیا گیا۔ خود سلامس کی فتح کی اہمیت سے ہم بالکل ناواقف رہ جاتے ہیں۔ اور ان مسئلوں کو حل کرنے کیلیئے ہمیں اپنے قیاس دوڑانے پڑتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ساحل ایجئن پر کاشت کی حالت اچھی نہ تھی اور غالباً اسی وجہ سے معاصرین کی نفود گاہیں قحط کے آثار نمایاں ہیں اور ایتھنزی مشرق کی جانب دشمن سے جنگ آزما ہوئے اور معاملات کا ایک بار تصفیہ کرنے کی غرض سے گئے ہونگے۔ قبرس کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایتھنزیوں کا ایران کے خلاف جوش اب کم ہو چلا تھا۔ زمانہ بدل رہا تھا اور پچھلے چند سال جنگ محض کیمون کی خاطرداری ہی سے جاری تھی ورنہ جو لوگ ملراتھون سلامس اور یوریمدون پر لڑے تھے وہ یا تو اس دنیا کو خیرباد کہہ چکے تھے یا اسقدر ضعیف ہو گئے تھے کہ معاملات حالیہ پر اثر نہ ڈال سکتے تھے اور نئی نسل کے خیالات انکے خیالات سے بالکل مختلف تھے۔ اس جوش کے کم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پچھلی لڑائیوں کا نتیجہ ایتھنز کے حق میں کچھ ایسا مفید بھی نہ نکلا تھا[۱]۔

---

[۱] اسکے لیئے جیوسولٹ ۲ ۱ ۹ ۰ ۵ دیکھنا چاہئے۔ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ایڈے سون نے جو کیتیم یا ممور کا باشندہ تھا یونانی خاندان تمیوکری کو جزیرے سے نکال کر اسے پھر ایک مرتبہ ایران کے زیر اثر کر دیا تھا دیکھو تہیں ۱۹۔ ۲۱ تا ۴۰ ۴۹، ۶۶۔ نیز دوڈرس ۱۲ ۱ ۹۸۔

اسکی ضرورت ہے کہ اب ایک نہایت اہم مسئلے پر غور کریں جو اس تاریک دور کے عظیم الشان مسائل میں سے ہے۔ چوتھی صدی ق م میں سننے میں آتا ہے کہ اس سے ایک صدی پیشتر (یعنی پانچویں صدی میں) ایک صلحنامہ ایرانیوں اور یونانیوں (بالخصوص اتھنزیوں) کے درمیان ہوا تھا جس کا نام صلحنامہ کیمون تھا اور جسکا ذکر صلح انتالکداس کے مقابلے کی غرض سے کیا جاتا تھا[ؐ] کہا جاتا تھا کہ

ؐ دیودورس اس صلحنامہ کا ذکر ۱۲، ۴ میں کرتا ہے مگر اس ضمن میں کیمون کا نام نہیں لیتا۔ اسکا بیان ہے کہ ارتابازو اور میگابیزو نے بھی (جنھوں نے مصر کے سامنے بھی صلح کروائی تھی) (۱۱، ۷۷) کالیاس کے ساتھ صلحنامے کی تکمیل میں شریک تھے۔ دیودورس دونوں صلحنامے کیلئے ایک سے ہی الفاظ استعمال کرتا ہے اور دونوں صلحنامے خلاف قیاس ہیں۔ کالیاس کا بیان پلوٹارک کے "واقعات کیمون" (۱۳) میں ہے اور ہیرودوتس میں اسکے سفر کا حوالہ دیا ہوا ہے (۷، ۱۵۱)۔ صلحنامے کے لیے ڈنکر ۹، ۱۴۱ دیکھنا چاہیئے جسکی پیروی بیوسولٹ (۲، ۵۱۲) نے کی ہے۔ صلحنامہ کیمون ڈالمان کی تحقیقات متعلق اقلیم تاریخ" (التونا ۱۸۲۲ء جلد اول صفحہ ۱) اور ک، و، کریوگر کے مطالعات فلسفہ تاریخ (جلد ۱) کی اشاعت سے متواتر زیر بحث رہا ہے۔ اور ڈنکر کی کتاب میں اسکے متعلق حال کی تمام کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے۔ اس فہرست میں اکورت کی کتاب "صلحنامہ کیمون" (گیسن ۱۸۸۰ء) کا بھی اضافہ کرنا چاہیئے جسکے مصنف کو یقین ہے کہ صلحنامہ کیمون فریقین کے درمیان واقعۃً ہوا تھا۔ جو شخص ۱۸ کیلئے صلحنامہ انتالکداس کے مقابلے کیلئے ایک ایسے صلحنامہ کی ضرورت تھی جسکی وساطت سے اتھنزی سلطنت کا مقابلہ اسپارٹی غداری کے ساتھ کیا جاسکے۔ یہ روایات ایسوکراتیس ۱۲۰ میں درج ہیں ڈنکر کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ اس نوشتے میں جو کراتیرس نے پڑھا تھا اور جو پلوٹارک کی "حیات کیمون" (۱۳) میں مذکور ہے وہ شرائط ہوں جنپر اتھنز صلح کرنے کیلئے تیار تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا اس قسم کی باتیں ضبط تحریر میں لائی بھی گئی تھیں۔ تھیوپومپس کے اجزا میں جو ہم تک پہنچے ہیں (۱۶۷، ۱۶۸) اور جسکے پڑھنے میں بوجہ ایونی حروف کبھی لکھے وقت پیش آتی ہے اس نام نہاد صلحنامہ کا بیان نہایت تاریک ہے۔ خاص صلحنامے کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ شہنشاہ کو اس قسم کی باضابطہ صلح سے کسی قسم کا فائدہ نہ پہنچتا تھا مگر طوسی دیدیس ۸، ۵ و ۵۶ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں دونوں مملکتوں کے درمیان صورت واقعات ایسی ہی تھی جیسی صلحنامے میں درج ہے ۵۶ میں مذکور ہے کہ تسافرنس نے درخواست کی کہ اسے بحیرۂ ایکین میں جہاز رانی کی اجازت دیدی جائے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شہنشاہ اس سمندر سے دست بردار ہوچکا تھا۔ اسکے برعکس طوسی دیدیس ۸، ۵ میں یہ صاف تحریر ہے کہ ایرانی کبھی ایونیا کے خراج سے دست بردار نہیں ہوئے اور ساموسی جنگ کے

یہ صلحنامہ یونان کیلیئے اتنا ہی باعث فخر تھا جتنا صلحنامہ انتالکداس اسکے لیئے باعث ذلت تھا. اسلیئے کہ اس صلحنامے نے تو ان یونانی بستیوں کو جو ایشیائے کوچک کے ساحل پر واقع تھیں ایران کے حوالے کردیا اسکے برخلاف صلحنامہ کیمون کے متعلق یہ امر طے شدہ تھا کہ اسکی رو سے قرار پایا تھا کہ ایرانی فوج ساحل ایجئن سے کم از کم تین یوم کے کوچ کے مقام پر رہیگی۔ اور اسکا بیڑا سوائے فاسیلس اور خیُلدونی جزائر سے جنوب و مشرق، اور شمال میں بحر اسود کے سوائے بحیرۂ ایجئن میں نہ آنے پائیگا + اس قسم کے صلحنامے کا طوسی دیدش کے مختصر بیان میں تو ذکر ہی نہیں ہے۔ دیودورس ضرور اسکا ذکر کیمون کی موت سے پہلے کرتا ہے اور اسکا یہ خیال ہے کہ اس صلحنامے کا اصل بانی کیمون ہی تھا۔ مگر طوسی دیدش کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیمون کی وفات کے بعد بھی جنگ برابر جاری رہی اور ایک اور مرتبہ دیودورس کا بیان ہمیں یقین کے قابل نہیں نظر آتا +

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴) واقعات سے (جسمیں ایک فینیقی بیڑے کا انتظار کیا جاتا ہے) میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایتھنز اور ایران کے درمیان ایسا کوئی عہدنامہ نہ تھا جسپر وہ اعتماد کرسکتا + اسمیں بھی شبہ نہیں کہ محض ساحلی جھگڑے بھی صلحنامے کا عدم ثابت نہیں ہوتا اسلیئے کہ خود ایرانی صوبہ دار بھی چھوٹے چھوٹے تنازعات کا باعث ہو سکتے تھے + مگر جنگ ساموس کے حالات مختلف تھے، ایرانی بیڑہ براہ راست شہنشاہ کے ماتحت تھا اور اگر یہ خیال تھا کہ بیڑا ساموس آجائیگا تو اس سے یہ نتیجہ لابدی ہے کہ ایتھنز کے پاس کوئی دستخطی عہدنامہ موجود نہ تھا + اس مسئلے پر ل، ہولتسابغیل نے اپنے مضمون "ایتھنز اور ایران کے تعلقات ۴۶۵ تا ۴۱۲ ق م" ("اضافہ جات بتاریخ یونان" برلن کالواری، ۱۸۸۴ء) پر بسیط بحث کی ہے + صفحہ ۳۴ پر وہ طوسی دیدش کے فقرے مندرجہ ۸، ۵۶ پر تنقید کرتا ہے اور یہی فقرہ نیولدکے کے "مضامین متعلق تاریخ ایران" (لائپزگ ۱۸۸۷ء) میں عہدنامے کے ثبوت میں جاہکس نے استعمال کیا ہے + ہولتسابغیل (صفحہ ۳۰ وغیرہ) میں یہ فرض کرلیتا ہے کہ کالیاس ایران ۴۴۹ ق م میں بھیجا گیا تھا اور کراتیرس نے درحقیقت اس عارضی صلح کے الفاظ محفوظ کیئے ہیں۔ جسپر اردشیر کی تخت نشینی کے وقت فریقین کے دستخط ثبت ہوئے تھے + اندوکلیس کی کتاب "حالات متعلق صلح" وغیرہ کا تتبع کرکے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ دارا (داریوش) دوم کی تخت نشینی کے بعد ۴۲۳ ق م کے اختتام پر ایپی لکوس نے ایک صلحنامے پر دستخط کیئے تھے جو اسوقت تک برابر قائم رہے جب ایتھنز نے امورگیس کو مدد دی (طوسی دیدش ۸، ۲۸) میں اپنی تاریخ مرتب کرتے وقت ان صنعت آمیز قیاسات کا لحاظ نہیں کرسکا +

اسکے بعد پلوٹارک اس تاریخی ابتری کو اور بھی زیادہ ابتر کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یا تو اس صلحنامہ کا حقیقی باعث جنگ یوریمیدون تھی ورنہ کم از کم اسپر اس لڑائی کے بعد دستخط ہوئے ہونگے۔ پلوٹارک کے یہ دونوں نظریئے خلاف قیاس ہیں۔ وہ خود ایک اور جنگ کا ذکر کرتا ہے جو کیمون نے ایران سے لڑی مگر یہ نہیں بتاتا کہ اس عجیب و غریب صلحنامہ کو کس فریق نے توڑا۔ اس سے یہ عیاں ہے کہ اس صلحنامہ پر ۴۴۶ ق م یا اسکے قریب کے زمانے میں دستخط نہ ہوئے ہونگے۔ سوال یہ ہے کہ آیا اسپر کسی زمانے میں بھی دستخط ہوئے؟ کیا یہ قرارداد جنگ سلامس (قبرص) کے بعد ہوئی اور اسے کیمون کی طرف بمنی اسکے کارہائے نمایاں کے اقبال کے طور پر منسوب کیا گیا؟ بلاشبہ ہمارے پاس اسبات کی شہادت موجود ہے کہ صلح کیلئے ایتھنز بہت کوشاں تھا۔ پلوٹارک دیودورس کا ہمزبان ہوکر کہتا ہے کہ کالیاس اس صلحنامے کا بانی مبانی تھا اور ہیرودوٹس کالیاس کی سوس میں موجودگی تو بتاتا ہے مگر یہ ظاہر نہیں کرتا کہ کالیاس وہاں کس مقصد کیلئے گیا تھا اور آیا وہ مقصد حاصل ہوا یا نہیں بیشک پلوٹارک کا دعویٰ ہے کہ اسکے علم میں صلحنامۂ مذکور کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام میں موجود تھا مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ پلوٹارک کے اسناد غلطی پر ہوں یا جس دستاویز کو وہ صلحنامہ بتاتا ہے دراصل وہ کوئی ایتھنزی تجویز عوام ہو جکی رو سے یہ ملکت چند خاص شرائط پر شہنشاہ کے ساتھ صلح کرنے پر راضی ہوگئی ہو۔ بدیں وجوہ محض کراتیرس کے مجموعۂ تجاویز عوام سے کوئی ثبوت صلحنامۂ مذکور کے وجود کا نہیں ملتا۔ فی نفسہ خود اس صلحنامے کا وجود بھی دراصل خلاف قیاس ہے۔ اس سے قبل کوئی اور مثال اس طرز کے صلحنامے کی ہمکو نہیں ملتی اسلیئے کہ صلحنامہ انتالکداس ایرانیوں اور یونانیوں کے درمیان صلح نہ تھی بلکہ خود یونانیوں ہی کے درمیان ایک عہدنامہ اور اسوقت ایران نے ایک برابر والی مملکت کی حیثیت سے معاملات میں دست اندازی نہیں کی تھی بلکہ اسکے احکام کی نوعیت وہ ہی تھی جو ایک شہنشاہانہ مملکت کے احکام کی ہونی چاہیئے۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ۴۴۹ ق م میں شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ چند خاص خاص مواقع میں اپنی فوج نہ لے جائیگا مگر سوال یہ ہے کہ اس قسم کے وعدے وعید سے سوائے اسکے کہ ایران کی عزت میں بٹا آئے اور اسے کیا حاصل تھا؟ ان تمام وجوہ کی بناپر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کراتیرس کے قبضے میں کوئی نوشتہ صلحنامے کی صورت میں تھا تو یقیناً وہ جعلی تھا اور "صلحنامہ کیمون" یا "صلحنامہ کالیاس" کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ بہرحال ان تمام باتوں کے ساتھ ہی یہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ان الفاظ سے جو صلحنامے کی طرف

منسوب کیئے جاتے ہیں ۴۴۹ ق م سے ۴۳۱ ق م تک کے ایران اور یونان کے حقیقی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ اس چالیس سال میں ایران نے ایشیائے کوچک کے ساحلی شہروں میں کسی قسم کی مداخلت کی اور نہ جزیرہ ایجین میں اپنے جہاز روانہ کیئے اور دوسری جانب یونانی بھی ایران کے خلاف کسی قسم کے جھگڑے میں شریک ہوئے۔ غرض یہ ہے کہ اس چہل سالہ دور کے واقعات اس سے قبل کی نصف صدی کے واقعات سے بالکل مختلف قسم کے ہیں۔ بدیں وجوہ اگر نام نہاد "صلح نامہ کیمون" سے یہ موٹی مفہوم سمجھا جائے کہ وہ ان کامیابیوں کا پتہ چلتا ہے جو کیمون کے ذریعے سے ایتھنز کو ایران پر ہوئیں تو اسمیں چنداں جرم نہیں۔ اور ممکن ہے کہ کالیاس ہی نے حکومت ایران سے یہ طے کیا ہو کہ دونوں مملکتیں ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں اور اپنا دائرۂ اثر چند معین حدود کے اندر رکھنے پر قناعت کریں۔

کیمون کی موت سے ایتھنز کا ایک عظیم الشان سپوت ضائع ہو گیا جو جری لڑاکا اور دست خوش خلق اور حقیقی معنے میں شرفا پسند تھا، اور جو ضرورت کے وقت نہایت تندہی سے کام کرنے کا عادی تھا اور جب ضرورت رفع ہو جاتی تو اپنے لیئے تفریح کے سامان مہیا کرنے میں کوتاہی نہ کرتا تھا اور اسکے ساتھ ہی عوام کی خوشنودی کے اسباب بھی اپنی جیب سے مہیا کرنے کیلیئے تیار رہتا تھا۔ اسکے باغات، اسکا دسترخوان، اسکی تھیلی یہ سب ہمیشہ غربا کیلیئے وقف تھے۔ یہ درست ہے کہ سیاسیات کے متعلق اسکی ذاتی رایوں سے ایتھنز کو شاید زیادہ نفع نہ پہنچتا۔ مگر ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ فارقلیس کے عمیق تر دماغ نے ایتھنز کو کچھ زیادہ ترقی کے شاہراہ پر نہ ڈالا بلکہ شاید پہلے سے زیادہ ہی ابتری پیدا کر دی۔ ایتھنز کبھی اسقدر قوی نہ ہوا جتنا دور کیمون میں۔ یہ سچ ہے کہ ایتھنز کے اقتدار کا باعث صرف کیمون ہی نہ تھا اسلیئے کہ کی روندیس بھی اسی دور کا ایک فرد تھا، کیمون کی مثال سے عمدہ نتائج پیدا ہوئے۔ اسکے عہد اور دور فارقلیس میں یہ فرق ہے کہ اسکے زمانے میں تو مملکت میں دیگر قابل افراد کیلیئے بھی جگہ تھی مگر تنہا ایک فارقلیس نے اپنے تمام معصروں کو ماند کر دیا تھا۔ دونوں ایسے زمانے میں مرے جب ایتھنز معرض خطر میں تھا۔ فرق یہ تھا کہ کیمون کی موت کے وقت صرف فوج کو خطرہ تھا، فارقلیس کی موت کے وقت خود شہر ایتھنز میں زوال آ رہا تھا۔ غرض تمام باتوں پر نظر کر کے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کیمون خوش قسمت تھا، فارقلیس بدقسمت۔

چودھواں باب

فارقلیس کے حالات تیس سال کے صلحنامہ تک

گو کیمون کی موت کے بعد ایتھنز تنہا فارقلیس کا دست نگر ہو گیا تھا مگر زمانہ دراز تک اسے کیمون کے ایک ساتھی طوسی دیدش ولد ملے سیاس سے جنگ زرگری کرنی پڑی۔ ان دونوں میں اچھے تعلقات اسلئے ناممکن تھے کہ طوسی دیدش بھی فارقلیس کی طرح جمعیت عوام کی رہبری کرنا چاہتا تھا اور کیمون کیطرح اسکا میلان جنگ کی طرف نہ تھا[1]۔

ابتدا میں فارقلیس کو اپنی تمام تر توجہ خارجی معاملات کیطرف مبذول کرنی پڑی۔ اسی نے یہ تحریک کی تھی کہ کالیاس سوس بھیجا جاوے اور اس سفارت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنز کے تمام مطالبات حاصل ہو گئے اور شہر ایتھنز نہ صرف دور فارقلیس میں بلکہ کلیون اور نکیاس کے عہد میں بھی امن چین سے رہا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مدبر جسکا اصول یہ ہو کہ جنگ ایران کا خاتمہ ہو جائے اس سے زیادہ اپنے شہر کیلئے کچھ نہ کر سکتا تھا اور یہ کہنا کہ "صلحنامہ کیمون" فارقلیس کی ناکامیوں میں سے ایک تھا بالکل خلاف واقعہ ہے[2]۔ اسکے ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کاشت فارقلیس درو کر رہا تھا

---

[1] پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۹ - ۱۵) میں جن سیاسی اوصاف کا ذکر ہے وہ غالباً ثیوپومپس کے اختراع ہیں اور یہاں توجہ کے قابل نہیں۔ فارقلیس کی وہی تصویر وہاں پیش کی گئی ہے جو عام طور پر کھینچی جاتی ہے - یعنی ایک فارقلیس جو گویا فطرتاً اشراف پسند ہے (کرتیس ۲ ۲۶۱ - ۲۰۴) جو سرا بنوہی زینے کے ذریعے سے مقبول عوام ہو جاتا ہے اور جب اپنے مخالفوں کا خاتمہ کر دیتا ہے تو خود مصنوعی چہرہ اتار کر پھینک دیتا ہے اور شاہی طرز اختیار کر لیتا ہے - مگر یہ فارقلیس تاریخی فارقلیس نہیں ہے۔ وہ دراصل گویا عمومیت پسند ہی پیدا ہوا تھا اسنے اپنے گروہ کے اصولوں کی بلا لغزش تکمیل کی اور کبھی اس ذمہ داری سے گریز نہیں کیا جو اسپر بحیثیت سرگروہ عوام عائد تھی۔ ہمارے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ ان اصلاحات کو جنھیں عام طور پر انحطاطی کہا جاتا ہے (مثلاً خدمت ملکی کا معاوضہ) دل سے منصفانہ نہ سمجھتا تھا اور اسکے اعمال کی بنا پر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ حکومت عموم کا یکساں موید رہا ہے۔

[2] ڈنکر نے بالکل غلط فرض کر لیا ہے کہ فارقلیس کو یہاں ناکامی ہوئی (تاریخ قدیم جلد ۹ باب ۲)۔

اسکی خم ریزی کیمون نے کی تھی جسکے تیتم پر اتھنزیوں کو شکست مل چکی تھی اور سلامس کی فتح ان کے لیئے ویسی ہی کار آمد تھی جیسے تناگرا کی فتح اسپارٹیوں کے لیئے ، اگر کیمون چند روز اور زندہ رہتا تو یقیناً جنگ جاری رہتی ، مگر یہ طرز عمل فارقلیش کے فطری میلان کے خلاف تھا اور وہ جنگ کو ایک نیک مقصد کی تکمیل کیلیئے ایک بالکل غلط راستہ سمجھتا تھا ۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک خاص تدبیر سے اتھنز کو ایک باسطوت مملکت بنا دے ، اور اسکے نزدیک ایران کے ساتھ مسلسل مناقشے اسکے قطعی منافی تھے

یہ بادی النظر میں عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے کہ عین اسوقت یونان حقیقی مشکلات میں مبتلا ہوگیا ، صورت حال ماقبل سے جسکو عام طور پر "صلحنامہ کیمون" کا لقب دیا گیا ہے اتھنز کا روپیہ اور اسکے بہت سے شہریوں کی جانیں بچ گئیں ۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ یونان میں ایک نہایت طاقتور مملکت بن جاتا ۔ مگر حالات اسکے بالکل برعکس نظر آتے ہیں اسلیئے کہ اول پیلوپونیزیوں نے اتھنز پر حملہ کر دیا اور سب سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ انھیں اس حملے میں گونہ کامیابی بھی ہوئی ۔ ان امور کی سب سے بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ کیمون اب موجود نہیں تھا ۔ اسکی شخصیت کا تعلقات اتھنز و پیلوپونیز پر دہرا اثر تھا ، ایک تو وہ اسپارٹا سے دوستی رکھنا چاہتا تھا اور دوسرے پیلوپونیزی اس بات سے واقف تھے کہ وہ میدان جنگ میں نہایت قابل سپہ سالار ہے اور نہ صرف وہ اسے اچھا آدمی سمجھتے تھے بلکہ یہ جانتے تھے کہ اگر اتھنز سے جنگ ہوئی تو کیمون ان کے لیئے ایک تازیانے کا کام دیگا ، اسکی موت کے بعد ایک طرف تو اتھنز کے تعلقات اسپارٹا سے ویسے نہ رہے جیسے پیشتر تھے اور اسپارٹی بھی اب اتنے خوفزدہ نہ رہے اسلیئے کہ نہ تو انھیں فارقلیس سے کسی قسم کی امید تھی اور نہ وہ اسکی مہارت حربی سے ڈرتے تھے اسپارٹا اور اتھنز میں یوں تو آئے دن جھگڑے پیدا ہونے کے موقع رہتے ہی تھے اسپارٹا کو علم تھا کہ کیمون کی موت کے بعد دونوں مملکتوں میں کبھی نہ کبھی لڑائی ہونی ہے ، وہ یہ چاہتا تھا کہ اتھنز کی عظیم الشان قوت کو توڑ دے اور اس عزم میں وہ کامیاب ہوا ۔

تنازعات کی ابتدا غالباً ۴۴۸ ق م میں ایک نہایت معمولی واقعے سے ہوئی ، اسپارٹیوں نے مذہبی حیثیت کی ایک مہم سر کی اور دیلفی کا بت خانہ فوکس کے باشندوں کے قبضے سے نکال کر خود دیلفی کے باشندوں کے حوالے کیا ۔ مگر انکی واپسی پر اتھنزی آ گئے اور پرانا انتظام عود کر آیا[۳]

---

[۳] ٹھوسی ڈیڈیش ۔ ۱، ۱۱۲ ۔ پلوٹارک "فارقلیس" ۔ ۲۱ ۔ مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ ۔ ۳۴، ۲۲ (ب) ۔

مگر روز بروز معاملات الجھتے ہی گئے یہانتک کہ بالآخر صدائے جنگ بیوطیہ سے اٹھ گئی۔
بیوطیہ میں اتھنزی فوج کی تعداد اسکے معاملات کی صحیح طور پر حفاظت کرنے کیلئے بالکل ناکافی تھی اور مختلف شہروں سے اتنے اتھنزی نکل جانے پر مجبور ہو گئے تھے کہ اورخومنس اور خیسرونیہ جیسے اہم مقامات پر بیوطیوں نے قبضہ کر لیا۔[1] آخر کار اتھنزیوں نے تولمدیس بکوسع ایکھزار ہوپلیتوں کے خیسرونیہ بھیجا اور انھوں نے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ مگر واپسی میں انکی مڈبھیڑ خیسرونیہ کے قریب اسی فوج کے ساتھ ہوئی جو مذکورۂ بالا شہروں پر قابض ہو گئی تھی اور اپنے حریفوں کے مقابلے میں جتنے ساتھ لوکرس اور یوبیہ کے جلاوطن باشندے بھی تھے اتھنزیوں کو شکست ہوئی۔ یوں بھی یہ شکست اتھنز کیلئے ایک نکبت تک تھی مگر چونکہ گرفتار شدہ شہریوں میں اتھنز کے چند نہایت سربرآوردہ لوگ تھے اسلئے اسکا اثر اور بھی دلخراش ہوا۔ اور ان قیدیوں کی واپسی کے عوض اتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ بیوطیہ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کریگا۔ اسکے ساتھ ہی بیوطیہ کے ان باشندوں کو بیوطیہ سے چلے جانے کی اجازت دیدی گئی جو اتھنز کا دم بھرتے تھے۔

بیوطیوں کی اس حکمت عملی کی اس درخشاں کامیابی کے بعد اب ناٹک کا دوسرا منظر ہمارے سامنے آتا ہے۔ یوبیہ اور بیوطیہ کے چند باشندوں نے اتھنزی مملکت کے خلاف اسقدر کامیابی حاصل کر لی تھی کہ اب اسپر ایک عظیم الشان حملے کی تیاریاں ہونے لگیں اور سب سے پہلے تو یوبیہ نے بغاوت کر دی۔ یوبیہ کی بغاوت نے اتھنز کے پہلو میں نشتر کا کام دیا اور ایک لشکر کو لیکر خود فارقلیس بغاوت فرو کرنے کیلئے اٹھا۔ مگر وہ یوبیہ پہنچا ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ میگارہ بھی آمادۂ بغاوت ہو گیا ہے اور سوائے نسائیہ کے باقی تمام میگاری شہروں سے اتھنزی نکال دئے گئے ہیں اور کارنتھی، سکیونی اور اپی ڈوری باغیوں کے ممد و معاون ہیں۔ ان تمام خبروں کے ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیلوپونیسی بڑے زور و شور سے اٹیکا کے حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان واقعات کا علم ہوتے ہی فارقلیس اتھنز واپس آیا مگر پلیستونا کس ولد پوسانیاس میدان تھریاسس پر جو ایلیوسس کے قریب ہے قابض

---

[1] طوسی دیدش ۱، ۱۱۳۔ طوسی دیدش ۳، ۶۲ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض بیوطی شہروں نے اتھنز سے الحاق کی خواہش ظاہر کی۔ شاید دونوں فریقوں میں توازن ہوگا اور دونوں آسانی سے حکومت میں انقلاب پیدا کر کے قابلیت ہو گی۔

ہو چکا تھا اور گو بالفعل فارقلیس نے اسکے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اسکے واپس آتے ہی پیلوپونیزی فوج اسپارٹا واپس چلی گئی۔ یہ خطرہ رفع ہوتے ہی فارقلیس یوبیہ جانے کیلئے تیار ہو گیا اور وہاں پہنچتے ہی اسنے بغاوت فرو کر دی فارقلیس نے سوائے ہستائیہ کے یوبیہ کے شہروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ مگر ہستائیہ کے باشندے جلاوطن کر دیئے گئے اور انکی اراضی اتھنزی ہجرت کرنے والوں میں تقسیم کر دی گئی اور شہر کا نام بدل کر اوریوس رکھ دیا گیا[۵]۔ طوسی دیدس لکھتا ہے کہ ان واقعات کے کچھ عرصے کے بعد ۴۴۶ ق م میں اتھنزیوں، انکے دیموتیوں اور اسکے حلفا کے درمیان تیس سال کیلئے صلح ہو گئی اور اتھنز نسائیہ، پیگائے، تروزین اور اکائیہ سے دست بردار ہو گیا۔

طوسی دیدس کی کتاب میں جس سے مذکورہ بالا بیان اخذ کیا گیا ہے بہت سی ایسی باتیں ہیں جو قابل غور ہیں۔ یوبیہ اور میگارہ کی بغاوتوں، بیوطیہ کے ہاتھوں شکست اور پیلوپونیزی حملۂ اٹیکا کے باعث اتھنزی نہایت سخت شرائط صلح منظور کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور بیوطیہ اور میگارہ کے ملک ایک حصہ ارگوسی آکتے اور اکائیہ سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ گو عام حالات میں واقعات مذکورۂ بالا کیوجہ سے بہت کچھ تبدیلی ہو گئی تھی مگر سوائے بیوطیوں اور میگاریوں کے باقی کوئی سلطنت اس تبدیلی سے کلیتہً خوش نہ تھی۔ اور اسپارٹا میں تو اسقدر بے چینی پھیلی ہوئی تھی کہ شاہ پلئیس توانائس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اسنے فارقلیس سے رشوت لے لی ہے اور وہ بالآخر اسپارٹا چھوڑ دینے پر مجبور ہو گیا۔ اسکے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پلئیس توانائس ضرور اپنی ہی ذمہ داری پر اسپارٹا سے واپس آیا ہو گا ورنہ اگر ایفوروں کی ہدایت سے واپس آیا ہوتا تو اسپر یکہ یہ الزام عائد نہ کیا جاتا۔ بہر نوع کم از کم رشوت ستانی کا قطعی ثبوت نہیں ہے۔ باوجود اظہار ناراضی کے اسپارٹی فوج ایک بادشاہ کی سرکردگی میں اٹیکا گئی اور یوبیہ کو مدد دینے کے بغیر جیسے خود اسپارٹا نے

---

[۵] خالکس کے ساتھ جو عہد نامہ ہوا اسکے اجزا اسوقت تک موجود ہیں۔ اسکے لیے "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" (۴، ۲۷ دالف) اور ڈٹن برگر۔ ۱۰ دیکھنا چاہیے۔ جو برتاؤ ہستائیہ کے ساتھ کیا گیا وہ خالکس سے سخت تھا (پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۲۳) + بیوسولٹ (۲، ۵۵۵) کے نزدیک صلحنامے پر جو طوسی دیدس (۱، ۱۱۵) میں دیا ہوا ہے، موسم سرما ۴۴۶ ق م میں دستخط ہوئے تھے۔

بیوسولٹ کے نزدیک فتلس پر اتہامات غیر معقول ہے۔

[illegible] فی ہم فوکس ۔ ۴۴۴ ق م (۲، ۵۴۵)، جنگ کورونیہ ۔ ۴۴۶ ق م ۔ (۲، ۵۴۶) +

بغاوت پر آمادہ کیا تھا واپس چلی آئی اسمیں شبہ نہیں کہ اسپارٹی اپنی کامیابی پر کلیتہً غیر مطمئن نہ تھے ورنہ وہ شرائط صلح ماننے کیلئے طیار نہ ہو جاتے۔ اصل میں ان کا کفارہ بیچارے یوبیہ نے ادا کر دیا تھا۔ ہو گو پلیستوانکس کی تیزی اور مستعدی سے ممکن ہے کہ اسپارٹی فوج کو زیادہ کامیابی ہوتی مگر اسوقت بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے ناکامی ہوئی ہو۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ ایتھنز کے خلاف بغاوتیں عمدگی سے طیار کی گئی تھیں اور انھیں نہایت خوبصورتی سے انجام کو پہنچایا گیا تھا۔

فارقلیس کو اپنے فوجی جوہر دکھانے کا تو موقع ہی نہیں ملا مگر اسنے اپنی مدبری کی ایک عمدہ مثال قائم کر دی اور ایتھنز کا یوبیہ پر قبضہ اسکی ہی گفت و شنود کی وجہ سے باقی رہا۔ یہ قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے اس بغاوت سے پیشتر اپنا فرض بحیثیت حاکم ایتھنز پورا کیا یا نہیں۔ کم از کم ایتھنز کو ایسا انتظام کرنا چاہئیے تھا کہ ایک ہی وقت میں مختلف اطراف سے اس پر زد نہ پڑے۔ دوسرے قرین قیاس صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اب ایتھنز کو اپنی قوت برقرار رکھنا اپنی اختیار سے باہر ہو گیا تھا اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ بالفعل تو ایتھنز کو فارقلیس نے ایک شدید مصیبت سے اپنے تدبر کو کام میں لاکر نجات دی، مگر یہ آئندہ کیلئے کوئی ضمانت نہ تھی اسلیئے کہ اسپارٹا کو نیچا دکھانے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یہ تھا کہ ایتھنز اپنے فوجی جاہ و حشمت کی بالاعلان نمائش کرے۔

آخر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ اگر بجائے پلیس توانکس کے ایتھنز کی کمان ایک پرا سیداس کے پاس ہوتی جو ضرورت کے وقت ایفوروں کو اپنا ہم خیال بنائے رکھتا تو ایتھنز کو ان پیچیدگیوں سے اتنی آسانی کیساتھ نجات نہ مل جاتی[۶]۔

[۶] یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس صلحنامے نے ایتھنز کو پیشتر سے زیادہ طاقتور کر دیا۔ ب اسکے پاس اندرون ملک میں کوئی مقبوضہ باقی نہ رہا تھا اور اسطرح اسے اس قسم کی مشکلات سے نجات مل گئی جنکا اس باب میں ذکر ہے۔ بجائے اسکے اب وہ ایک محض بحری مملکت رہ گیا تھا اور اب اگر اسپر کوئی دیگر مملکت حملہ آور ہوتی تو اسے صرف دارالصدر کو محفوظ رکھنا کافی تھا اسلیئے کہ سمندر پر اسکا بیڑا ناممکن التسخیر تھا اور ہلکر غنیم کو ایتھنز کو اپنے حال پر چھوڑ دینا پڑتا۔ افسوس ہے کہ گو فارقلیس نے جنگ پیلوپونیز کے ابتدا ہی میں اسکا اظہار کر دیا تھا مگر اسے اکثر لوگ بالکل بھول جاتے ہیں۔ یہ بھی افسوس کا مقام ہے کہ خود شکست کی وجہ سے ایتھنز کی حالت پہلے سے بہتر ہو گئی۔ اب اس کا کسی کو خوف نہ رہا تھا اور وہ زمانہ جلد آنیوالا تھا کہ ایتھنز کی بحری سیادت پر بھی اعتراض کیا جائیگا۔ زمانہ مابعد میں مونفس نے بھی اپنے بری مقبوضات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اسلیئے کہ صرف ان ہی مقبوضات کی وجہ سے

نوٹ

حال میں فارقلیس اور اسکے دور کا مفصلاً ذیل کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے :-

(۱) اونکن، "اتیھنز و یونان"۔ ۲ جلد ۔ لائپزگ ۱۸۶۵-۶۶ء۔ (جلد ۲) ۔

(۲) فلیپ ل، "تاریخ دور فارقلیس"۔ ۲ جلد پیرس ۱۸۷۳ء بر جرمن ترجمہ ڈیولر۔ لائپزگ ۱۸۷۴ء

(۳) کوکس "تاریخ یونان"۔ ۲ جلد ۔ لنڈن ۔ ۱۸۷۴ء ۔

(۴) ڈالوئڈ "دور فارقلیس"۔ ۲ جلد ۔ لنڈن ۔ ۱۸۷۵ء ۔

(۵) اشمڈٹ "دور فارقلیس"۔ ۲ جلد ۔ ییناً ۔ ۱۸۷۷-۷۹ء ۔

(۶) فون ولاموو تز میولینڈورف "شہنشاہی اٹیکا" اسکی "فلسفیانہ تحقیقات" جلد ۱ میں ۔

(۷) ڈنکر "تاریخ قدیم" جلد ۹ ۔

(۸) ایگل ہاف: "تحزیہ تاریخ"۔ شٹٹگارٹ ۱۸۸۶ء ۔

(۹) ا کرتیس "تاریخ یونان"۔ جلد ۲ ۔

ان کتابوں کے سوائے شمڈٹ کے "دور فارقلیس" میں فہرست کتب دیکھنی چاہیئے ۔

اسے ایسے معاملات میں دخل اندازی کرنی پڑی جنسے وہ علیحدہ رہ سکتا تھا۔

اسکے لیے مفصلہ ذیل کتاب دیکھی جائے :-

(۱) ڈیلبرک: "اصول جنگ فارقلیس کا حال اور اسکا مقابلہ فریڈرک اعظم کے اصول جنگ سے" تاریخی کتب سلسلہ جلد ۲ ۔ حصہ ۳ و ۴ ۔

پندرھواں باب

فارقلیس کے حالات جنگ ساموس کے اختتام تک

فارقلیس پر غالبا یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ اسمیں جلیت پھرت اور تیزی نہیں ہے۔ اور وہ زمانہ بعید نہ تھا کہ اس کمی کا اثر اسکی زندگی پر پڑے۔ اشرافی گروہ ہمیشہ اسکی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا اور اسنے اکرولپس کے تعمیرات کو خاص طور پر ہدف ملامت بنا لیا تھا۔ گو فارقلیس نے طوسی دیدش کا اخراج غالبا سنہ ۴۴۵ ق م میں صلحنامہ کی قرارداد کے وقت کرایا تھا اور اس اخراج سے اس نے اشرافیوں کی کمر توڑ دی مگر اسے اسپر بھی بہت ہی کم آرام لینا نصیب ہوا۔[1] ایک توان ریاستوں کی فہرست سے جو خراج ادا کرتی تھیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل سنہ ۴۴۳ ق م ہی پچیس تیس شہر سلطنت ایتھنز سے علحدہ ہو گئے تھے اور خراج کی مقدار ۴۹۴ تالنت کے بجائے جسکا تخمینہ کیا گیا تھا صرف ۴۰۰ تالنت رہ گئی تھی۔[2] اسکے سوائے ایونیا کی صورت حال سے گونہ تفکر پیدا ہو گیا تھا اسلیئے کہ طوسی دیدش کے بیان کے مطابق تیس سال کے صلحنامے سے چھٹے برس ساموس اور ملطہ کے مابین بری اینے کی بابت ایک جھگڑا پیدا ہو گیا جس سے خود ایتھنز کو بھی تعلق تھا اور

---

[1] طوسی دیدش کے اخراج کیلئے پلوٹارک حیات فارقلیس ۸ و ۱۶ دیکھنی چاہیئے۔ اسکا بیان ہے کہ اس واقعے کے بعد فارقلیس پندرہ سال تک یعنی غالباً ۴۴۴ ق م سے ۴۲۹ ق م تک استراتیگوس یا سپہ سالار تھا۔ بوسولٹ ڈنکر اور ہرشتہ نیونگ کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ واقعہ "بہار ۴۴۳ ق م" میں پیش آیا ہوگا۔ ڈنکر کے بیان (جلد ۹، باب ۸، صفحہ ۱۶۲ تا ۱۹۱) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض مورخوں نے تاریخ یونان میں ایسے واقعات کے متعلق اپنے قیاسات چسپاں کر دیئے ہیں جنکے حقیقی حالات سے ہم مطلق آگاہی نہیں رکھتے۔ اس قسم کے حالات میں وہ کچھ ایسا افسوں پھونک دیتے ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں یہ خیال تک پیدا نہیں ہوتا کہ اسمیں چند ذاتی تخیلات بھی موجود ہیں۔ جب ہم کرٹیس (۲، ۱۸۶) میں یہ پڑھتے ہیں کہ پہلے تو شرفائی گروہ نے اخراج کی کل فارقلیس کے خلاف چلانی چاہی اور پھر طوسی دیدش کیطرف موڑ دیا جو ان ہی میں سے ایک تھا تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس نظریے کی بنیاد گروٹے کی ایک رائے (جلد ۵، ۳۲۲) پر ہے۔

[2] بوسولٹ ۲، ۵۵۴۔

جسکی وجہ سے اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا[1] اس لڑائی سے نہ صرف فارقلیس کے طرز عمل کے اچھے اور برے پہلو عیاں ہوگئے بلکہ اس سے وہ بے چینی ظاہر ہوگئی جو اس زمانے میں ایشیائے کوچک کے حلفائے اتھینز میں پھیلی ہوئی تھی۔ چند نوشتوں کے اجزا اسوقت تک موجود ہیں اور اگر ان کی تاویل میں غلطی نہیں ہوئی اور اگر انکا سلسلہ ان روایات سے صحیح طور پر مل جاتا ہے جو قدما سے ہم تک پہنچی ہیں تو ہم لامحالہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس بے چینی کے آثار اس دور سے قبل ہی موجود تھے۔

۱۸۸

جو مضمون مملکت اتھینز کے متعلق زینوفون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اتھینز کی جمہوریت نے حلیف ریاستوں کی اشرافی حکومتوں کا ساتھ دینے یا انکے ساتھ رواداری کا برتاؤ کرنے میں عقلمندی نہیں کی[2] ملطہ کے اعیان کے ہاتھوں وہاں کی جمہوریہ کی بربادی کا حال لکھا ہے۔ ۴۵۰ ق م یا ۴۴۹ ق م کے ایک کتبے کا ٹکڑا اسوقت تک موجود ہے جسمیں اتھینز اور ملطہ کے آپس کے تعلقات کا ذکر ہے اور جسمیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ملطہ کے باشندوں نے یہ منظور کر لیا تھا کہ وہاں ایک اتھینزی لشکر رہے[3] اس امر سے کہ گو ملطہ اتھینز کا حلیف تھا مؤخر الذکر کو اس قسم کے انتظام کی ضرورت پیش آئی یہ ظاہر ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہوئی ہوگی جس سے امن عامہ میں فرق آگیا ہو) اور کیا عجب ہے کہ اسکے باعث وہی واقعات ہوں جنکا فقرہ مفصلۂ بالا میں ذکر ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں یہ فرض کرنا پڑیگا کہ ملطہ میں ۴۵۰ ق م سے پہلے اشراف اتھینز کے زیر سایہ حکومت کرتے تھے۔ اور جب انھوں نے ایرانی صوبہ داروں کی مدد سے

---

[1] جنگ ساموس کے متعلق بیفلک ہارٹنگ کی کتاب "فارقلیس بطور سپہ سالار" (مشتگارٹ ۱۸۸۶ء) دیکھنی چاہیے۔ اسکے متعلق ماخذ مفصلۂ ذیل ہیں:-

ثوسی دیدیس۔ ۱۱۵-۱۱۷۔

دیودورس ۱۲، ۲۷، ۲۸ (خاص قسم کے معلومات کیلئے)۔

پلوٹارک "حیات فارقلیس" ۲۵-۲۸۔

دیودورس غالباً الفورس کا تتبع کرتا ہے اور پلوٹارک نے اسکے ساتھ ہی دوروس باشندۂ ساموس سے واقعات نقل کیے ہیں۔

[2] "جمہوریہ اتھینز" ۳، ۱۱۔

[3] "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۴، ۲۲ (الف) (ملطہ)

"مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ۱، ۹-۱۱۔ (اریتھرائے)۔

وہاں کے عوام کو شکست دیدی تو اس جذبے کو ایتھنزیوں نے دبادیا اور ملطہ میں اپنی فوجی چھاؤنی قائم کردی، عہدنامۂ ملطہ سے بھی اچھی حالت میں وہ عہدنامہ ہے جو ایتھنز اور ایریتھرائے کے درمیان ہوا تھا۔ اس عہدنامے میں اس برتاؤ کا ذکر ہے جو ان باشندگان ایریتھرائے کے ساتھ ہونا چاہئے جنھوں نے جاکر ایران میں پناہ لی تھی، ان دونوں مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایونیا میں مستقل ایسے لوگ موجود تھے جنکے ایران کیساتھ گہرے تعلقات تھے۔

طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ملطہ اور ساموس کے آپس کے تنازعے میں ملطہ کو شکست ہوئی اور وہاں کے باشندوں نے ایتھنز سے آکر ساموسیوں کی شکایت کی۔ اسیطرح چند ساموسیوں نے جو عمومیت پسند تھے اپنے جزیرے کی اشرافی حکومت کے خلاف آواز بلند کی اسپر ایتھنزیوں نے چالیس جہاز طیار کرا کے اپنی فوج ساموس بھیجدی اور وہاں کی موجودہ حکومت ہٹا کر عمومیت قائم کردی۔ ایتھنزیوں نے اپنا ایک لشکر ساموس چھوڑ دیا اور اپنے ساتھ پچاس لڑکے اور پچاس مرد بطور یرغمال کے لیکر لیمنوس آگئے، بہرحال یہ تمام کارروائیاں قطعی بے سود ثابت ہوئیں چند ساموسی ارض ہا عظم بھاگ گئے تھے۔ اور وہاں ایرانی صوبہ دار سارد پسوتھنیس ولد ہیستاسپیس سے مدد لیکر اور سات سو مسلح آدمیوں کو ساتھ لے راتوں رات ساموس آگئے، اسکے بعد انھوں نے جزیرے کی اشرافیہ پلٹ دی اور ایتھنزی سپاہی گرفتار کرکے پسوتھنیس کے حوالے کیا اور لیمنوس کے یرغمال کو کسی ترکیب سے رہا کرا کر اور ملطہ کے خلاف طیاریاں شروع کریں عین اسی زمانے میں بیزنطہ ایتھنز سے باغی ہوگیا۔

بیان مندرجۂ بالا میں بہت سی باتیں غور طلب ہیں، اول تو لیگ کی کوئی باضابطہ تنظیم نہیں ہے اور دو حلیف ریاستیں ایک تیسری ریاست پر سے فی کے واسطے باہم برسر جنگ آزما ہیں۔ ایتھنز محض ایک فریق کی شکایت پر بلا کسی قسم کی پیشگی اطلاع دیئے ہوئے ایک حلیف ریاست پر حملہ کرا دیتے ہیں، اسمیں شبہ نہیں کہ ایسے طرز عمل کے بغیر وہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے اسلیئے کہ نہ تو وہ دونوں حریفوں کی جنگ روک سکتے تھے اور نہ انھیں ساموس کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا کسی قسم کا اختیار تھا۔ اسکے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ملطہ کی حکومت اشراف ایتھنز کے خلاف تھی اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلیئے ایتھنزیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ" ا / ۱۳، (کولوفون)۔

کیواسطے یہ ضروری تھا کہ وہ اسقدر تیزی سے اپنی قوت وسطوت کا اظہار کریں کہ حلیفوں کو اس کا علم بھی نہ ہو سکے۔ متقدمین کی رائے تھی کہ ایک عورت اسپازیہ کی ترغیب سے فارقلیس نے ساموس کیساتھ جنگ چھیڑ دی؛ خواہ یہ سچ ہو یا نہ ہو یہ بالکل ممکن ہے کہ اسپازیہ کے کہنے سے وہ اپنے ساموسی طرز عمل پر پہلے سے زیادہ جم گیا ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو فوائد اسے اس مداخلت سے حاصل ہوئے تھے اونکو وہ برقرار رکھ سکتا تھا یا نہیں؟ یرغمال اپنے قبضے میں کرنے سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا، مگر انکو غیر محفوظ مقام پر رکھنا صریح حماقت تھی۔ اسی طرح ساموس میں لشکر ضرور چھوڑنا چاہیے تھا، مگر اس لشکر کو ہمیشہ ہوشیار رہنا ازبس ضروری تھا۔ ان مثالوں سے یہ ظاہر ہے کہ خود فارقلیس فوجی معاملات سے قطعی نابلد تھا اور اسکے عہد میں فوجی معاملات کماحقہ تدبیر کے ساتھ سطے نہیں ہو سکتے تھے۔ واقعہ یہ تھا کہ حکومت بادِ مخالف سے بچ ہی نہیں سکتی تھی، اور یوبیہ، میگارہ، ساموس اور بیزنطیہ میں گھیرا جانا محض چند افسوسناک اور ناگزیر واقعات کیطرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ اسکے ساتھ ہی یہ ایتھنز کیلیے باعث فخر ہے کہ ساموس کے سوا منجملہ باقی حلیفوں کے صرف بیزنطہ نے ہی بغاوت کی۔ یہ شہر فی نفسہ ایتھنز کا وفادار تھا اسلیے وہاں ممکن ہے کہ اندرونی سازشیں متواتر کام کر رہی ہوں۔ اس امر سے کہ سوائے بیزنطہ کے دیگر شہروں نے بغاوت نہیں کی یہ عیاں ہے کہ ایتھنز اپنے ماتحت حلیفوں پر ظالمانہ طرز بند نہ کرتا تھا اور عام طور پر خودمختار شہروں کی طرف سے آنکھ کھول کر خبردار رہتا تھا۔

ساموس اور بیزنطہ کی بغاوتوں کے بعد ایتھنز کی قوت پھر عود کر آئی اور جہانتک ہم کو علم ہے وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گیا۔ خود فارقلیس ایتھنز سے ساٹھ جہاز لیکر ساموس چلا مگر راستے میں اسنے سولہ جہاز علیحدہ کر دیئے تاکہ لیسبوس اور خیوس سے امداد آسکے اور ساتھ ہی فنیقی بیڑے کی اچھی طرح سے مدافعت ہو سکے جسکا ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا[5]۔ باقی چوالیس جہازوں کا لشکر اسنے ساموس پر حملہ کر دیا۔ گو ساموسیوں کے پاس پچپن جنگی اور بیس بار برداری کے جہاز تھے مگر خلیج لاتمیا کے دہانے پر جزیرۂ ترا گیا کے قریب ساموسیوں کو ہی شکست ہوئی[6]۔ اب

۵۔ وقت تک سنہ ۴۴۱ ق م کے سپہ سالاروں کی فہرست موجود ہے جس میں ایک سوفوکلیس بھی تھا۔ اسکے لیے بوسولٹ ۲، ۲۹۰ دیکھنا چاہیے۔

۶۔ ترا گیا کے موقع کیلیے فون پفلگ ہارٹنگ ۱، ۱، صفحہ ۲۴۳ وغیرہ دیکھنا چاہیے۔ اس لڑائی کے

ایتھنزیوں کے پاس کمک بھی پہنچ گئی جس میں چالیس جہاز تو خود ایتھنز سے آئے تھے اور خیوس اور لیسبوس سے پچیس[۱] جہاز آئے تھے، ایتھنزی ان جہازوں کے ملاحوں کو لیکر جزیرے پر لنگر انداز ہوئے اور شہر ساموس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جب فارقلیس نے سنا کہ فینقی بیڑہ آرہا ہے اور ساموسی اتیساغورث پانچ جہاز لیکر انکے استقبال کو گیا ہے تو اسنے محاصرہ اٹھالیا اور ساٹھ جہازوں کو لیکر جنوب کیطرف چلدیا۔ گویا اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان چالیس جہازوں میں جو کمک کے طور پر آئے تھے وہ سولہ جہاز بھی شامل تھے جو ابتدا میں فارقلیس نے علٰحدہ کر دیئے تھے تو ان ایتھنزیوں اور حلیفوں کے جہازوں کی تعداد جو جزیرۂ ساموس کے مقابل پڑے ہوئے تھے صرف انچاس رہجاتی ہے۔ اب ان باقیماندہ جہازوں نے مورچہ بندی کر کے اپنی جائے قیام لنگر گاہ کو مضبوط کر لیا۔ دوسری جانب ہمکو ارسطاطالیس کے اقتباس سے جو پلوٹارک میں دیا ہوا ہے پتہ چلتا ہے کہ ساموسیوں کا رہبر ایک شخص ملی سوس تھا جو سیاسی رہنما ہونے کے ساتھ ہی فلسفی بھی تھا۔ ساموسیوں نے خوب سوچ سمجھ کر حملہ کیا پہلے تو انھوں نے ان جہازوں کو تباہ کیا جو باقیماندہ جہازوں کی حفاظت کیلئے کھڑے کئے گئے تھے اور پھر ان جہازوں کو جو مورچہ بندی کے حدود سے باہر نکلے شکست دیکر بندر کے گذرگاہ کو بالکل صاف کر دیا۔ مگر اس موقع پر جہاں ایتھنزی جہاز پڑے ہوئے تھے کوئی حملہ نہیں کیا۔ یہ حالت متواتر چودہ روز تک جاری رہی اور اس دوران میں ساموسی برابر اپنے شہر میں سامان رسد بھیجتے رہے۔

فارقلیس جو ایتھنزیوں کو ساموس چھوڑ کر کاؤنس اور کاریہ چلا گیا تھا اب واپس گیا اسکا کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا کہ راستے میں اسے فینقی بیڑا ملایا نہیں۔ یا تو اس نواح میں اس بیڑے کا وجود ہی نہ ہوگا ورنہ اسنے اپنے پڑاؤ سے نکلنے کی جرأت نہ کی ہوگی۔ اسکے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ فینقی بیڑہ موجود تو ہو مگر فارقلیس سے خوفزدہ ہو کر بغیر جنگ آزمائی کیئے ہوئے واپس چلا گیا ہو یا جیسے پلیستوناکس کے حملے کے زمانے میں فارقلیس نے اپنے تدبر کے جوہر دکھلائے تھے اسی طرح سے ایک بحری مظاہرے کے بعد اسنے غنیم سے گفت و شنود شروع کر دی ہو۔ یہ بھی امکان سے باہر نہیں کہ فینقی امیر البحر اس خبر کا منتظر ہو کہ ساموسیوں نے ایتھنزی باقیماندہ جہازوں کو جو پیچھے رہ گئے تھے شکست فاش دیدی ہے تاکہ وہ عین وقت نازک پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نتیجے کے متعلق طوسی دیدش اور ایفورس کی تو یہ رائے ہے کہ انہیں ایتھنزیوں کو فتح ہوئی مگر بعض دیگر مورخین جیسے ارسطاطالیس بھی ہے (پلوٹارک فارقلیس ۲۷) کہتے ہیں کہ انہیں ساموسی سپہ سالار ملی سوس کو بھی فتح ہوئی

قسر جود ہوا اور دوسروں کی محنت کا پھل اپنے آقا شہنشاہ ایران کیلیئے حاصل کرلے۔ یا یہ کہ یہ تمام قصہ دراصل ساموسیوں کی ایک چال تھی تاکہ ایتھنزی بیڑے کا ایک بیشتر حصہ فینیقیوں کے آنے کی غلط خبر سنکر انکے تعاقب میں چلا جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یہی انکا مطمح نظر تھا تو گو وہ اپنی چال میں کامیاب ہوگئے مگر ایسی صورت میں انکو ایک زبردست شکست ایتھنزیوں کو دینا لازم تھا اور اس کی ناکامی کی صورت میں یہ تفریح ساموسیوں کیلیئے کچھ سودمند ثابت نہ ہوا۔ؔ

فارقلیس نے ایک عظیم الشان بیڑا جسکا ایتھنز کی آئندہ تاریخ میں ثانی ملنا محال ہے مجتمع کیا اور سمندر کی جانب سے شہر کی ناکہ بندی کردی اس بیڑے میں چالیس جہاز طلوسی ویدنش ہاگنون اور فورمیون کی سرکردگی میں بیس تلے پولیموس اور انتکلیس کی ماتحتی میں اور تیس جہاز خیوس اور لیسبوس کے تھے اور ان سب جہازوں کی مجموعی تعداد نوّے تھی۔ ان کے سوا ۱۰۹ جہاز ساموس میں پیشتر سے موجود تھے اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان میں سے چند ضائع ہوگئے پھر بھی اسوقت کم از کم ایک سو اسّی ایتھنزی جہاز ساموس کے مقابلے کیلیئے موجود ہونگے۔ ابیں شبہ نہیں کہ نہ صرف ساموسی بھی اس عظیم الشان نمائش سے لرز گئے ہونگے بلکہ اس سے تمام بلاد یونان میں حرکت پیدا ہوگئی ہوگی۔ ساموسیوں نے ایک آخری مرتبہ کوشش کی کہ سمندر پر اپنا اقتدار پہلے کیطرح سے قائم رکھیں مگر ایتھنزیوں کی کثرت اور قابلیت کے سامنے وہ کچھ نہ کرسکے اور بالآخر انکو اپنی فصیل کی حفاظت پر ہی قناعت کرنی پڑی۔ اب ساموس کی فصیلیں پولیکراتیس کے زمانے سے نہایت مستحکم کردی گئی تھیں اور گو ایتھنزیوں کو محاصروں میں یدطولیٰ حاصل تھا مگر ان استحکامات کی تسخیر کوئی آسان کام نہ تھا۔ بہرحال اس مرتبہ انھوں نے اپنی قابلیت اور کمال کے لاثانی جوہر دکھائے۔ دیودورس کا بیان ہے کہ کلازومینے کے انجنیر ارتیمون نے مختلف قسم کے آلات حیل جنسے محاصرے میں آسانی پیدا ہو مثلاً منجنیق، سقف نما اور دیگر آلات طیار کیئے تھے۔

ؔ یہ بھی کچھ بعید از قیاس نہیں کہ درحقیقت ایک ایرانی بیڑا روبراہ ہو مگر فارقلیس نے اس کے امیر البحر کو پہلے صلح نامہ کالیاس یاد دلایا مگر اس کا جواب ملا کہ اس صلحنامے پر باضابطہ دستخط ثبت نہ ہوئے تھے اسکے بعد فارقلیس نے اس سے پہلے کے ایک اقرار نامے کا تذکرہ کیا جو شہنشاہ اور کالیاس کے درمیان ہوا تھا اور اسکے ساتھ ہی اپنے بیڑے کی قوت اور جبروت کی طرف اشارہ کیا جو کسی صورت میں حقیر نہ تھا۔ قصہ مختصر آخرکار فارقلیس نے ایرانی امیر البحر کو واپسی پر آمادہ کردیا۔

اور غالباً انہی سے مرعوب ہو کر شہر والوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے[8]۔ بغاوت کو اب نو مہینے گذر چکے تھے مگر اب بھی ساموس میں یہ قدرت تھی کہ وہ برابر مقابلہ کیے جائیں۔ اس موقع پر دو اموس ایتھنزیوں کے متد و معاون ہوئے۔ ساموسیوں کو یہ یقین تھا کہ اگر کوئی بیرونی کمک نہ پہنچی تو وہ کسی نہ کسی روز ہتھیار ڈالدینے پر مجبور ہو جائینگے اور دوسرے جو شرائط فارقلیس نے پیش کیے وہ نہایت نرم تھے۔ ساموسیوں کو ہدایت کیگئی کہ وہ اپنے استحکامات مسمار کر دیں، یرغمال ایتھنز کے حوالے کریں، ایتھنزیوں کو خرچہ جنگ بالاقساط حوالے کریں اور اپنے تمام جہاز ایتھنز کے حوالے کر دیں[9]۔ یہ شرط نہیں لگائی گئی کہ ساموس اپنا دستور تبدیل کرے یا عمومیت قائم کر دے اور ممکن ہے کہ بہت سے ساموسیوں نے اس شرط کو مستحسن کر مزید اخلت کا خیال ترک کر دیا ہو۔ غرض یہ ہے کہ ان شرائط سے ساموس ایتھنزی لیگ کا ایک ماتحت رکن بن گیا۔

خود ایتھنز کیلیے بھی یہ بہتر تھا کہ بغاوت جلد فرو کر دیجائے۔ یہ بالکل ممکن تھا کہ بہ نظر کیطرح دوسرے حلیف شہر بھی باغی ہو جاتے یا پیلوپونیز بھی ایتھنز کے خلاف شریک جنگ ہو جاتا بلکہ پیلوپونیزی سینات میں تو اس امر پر بحث بھی ہوئی کہ ساموس کو امداد دیجائے یا نہیں[10] اور زمانۂ مابعد میں کورنتھیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ در اصل ان ہی نے پیلوپونیزیوں کو ایتھنز کے خلاف

---

[8] دیقین کے تلخ تعلقات کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایتھنزیوں نے ساموسی قیدیوں کے جسم پر ایک الو کی تصویر اور ساموسیوں نے ایتھنزی قیدیوں کے جسم پر ایک ساموسی کشتی کی تصویر داغی۔ اسکے لیئے بوسولٹ ۲ ، ۵۹۲ دیکھا جائے۔ پلوٹارک (فارقلیس ۲۶) کہتا ہے کہ ایتھنزیوں نے بھی ساموسی کشتی کا نشان لگایا تھا مگر یہ قرین قیاس نہیں۔

[9] شرائط صلح کی تفصیل کیلیئے ڈنکر ۹ ، ۲۱۱ وغیرہ اور بوسولٹ ۲ ، ۰۰۰ دیکھنا چاہیئے۔ بوسولٹ میں ان رقوم کا بھی تذکرہ ہے جو ایتھنز نے جنگ ساموس میں خرچ کیں۔ انکی تعداد ان ۲ ، ۱۲ تالنت سے زیادہ ہوگی جو ایتھنز نے دیبی کے خزانے سے لیئے۔ اسمیں بوسولٹ بقایا خراج کے ۸۰۰ تالنت کا اضافہ کرتا ہے۔

[10] طوسی دیدیس ۱ ، ۴۰ و ۴۱۔ اس جنگ سے لیگ کے اندرونی تعلقات پر بہت اثر پڑا اور اسکے بعد کاریہ کے حلیف شہروں کی تعداد میں اسقدر کمی ہوگئی کہ اس ضلع کا ایونیہ کے ساتھ الحاق کر دیا گیا اور ۴۳۹ ق م میں ایتھنز نے ہر شہر کے خراج کی تعداد میں اضافہ کر دیا۔ (بوسولٹ ۲ ، ۶۰۲) ۔ سی سلامن کے بعد

ہتھیار اٹھانے سے یہ دلیل پیش کرکے باز رکھا کہ ہر ایک مملکت کو یہ پورا اختیار حاصل ہے کہ کسی حلیف ماتحت کی بغاوت کو بزور شمشیر فرو کردے۔ بہرحال غالباً یہ سب کچھ محض شیخی ہی شیخی تھی اس لیے پیلوپونیزی بیٹھے دیکھتے رہے کہ اب کیا ہوتا ہے۔ ایتھنزی جنگی تیاریاں ایک وسیع پیمانہ پر تھیں، ساموس کی تسخیر میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور پیلوپونیزیوں نے یہ خیال کیا کہ اگر انھوں نے ایسے وقت میں لڑائی چھیڑ دی تو وہ نہ صرف بدف مضحکہ ہیں گے بلکہ معرض خطر میں پڑ جائینگے اور انھوں نے یہ طے کرلیا کہ ایتھنز پر اسی وقت کامیاب حملہ ہوسکتا ہے جب ساموس عرصہ دراز تک متواتر مدافعت کرتا رہے۔ پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی پیلوپونیزیوں سے علیحدگی ہی بہتر سمجھی اور منصوبے باندھنے شروع کیئے۔ اگر کورنتھیوں نے واقعی امن کی صلاح دی ہوگی تو صرف اسوجہ سے کہ انسے اور ایتھنزیوں سے کسی قسم کی پرخاش نہ تھی اور جب تک ایتھنز نے دیار مغربی میں دست اندازی نہ شروع کردی اسوقت تک دونوں کے تعلقات اچھے ہی رہے۔

یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز نے اپنی فتح کا بیجا استعمال کیا اسلیئے کہ جو شرائط اس نے ساموس پر عائد کیئے ان سے زیادہ نرم شرائط ناممکن تھے۔ اول تو تدبیر اور پیش بینی کا تقاضا ہی یہ تھا اور پھر اس زمانے میں فارقلیس کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے بھی نرمی برتی گئی۔ فارقلیس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ کبھی اس قسم کے مظالم کا مرتکب نہیں ہوا جیسے اسکے بعد باشندگان متی لنہ سکیونے اور میلوس کے ساتھ سرزد ہوئے۔

جو ایتھنزی جنگ میں مارے گئے تھے انکے لیئے رواج کے مطابق پبلک جنازے کا انتظام کیا گیا اور اسمیں فارقلیس کو خطبۂ عام پڑھنا پڑا جو نہایت پسند کیا گیا اور چونکہ اسی جنگ میں وہی ایتھنزیوں کا رہبر تھا اسلیئے عورتوں نے اسے پھولوں کے ہار پہنائے۔ مگر اس موقع پر بھی ایلپی نکی نے جو کیمون کی بہن تھی اسے مطعون کیا کہ اسنے خود یونانیوں ہی کو شکست دی، اسکے بھائی نے تو غیروں کو نیچا دکھایا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایتھنز اور کورنتھ کے پرانے تعلقات جو دشمنی پر ہرگز مبنی نہ تھے پھر عود کر آئے تھے۔ اصل میں دونوں کے درمیان بغض و عناد کی آگ اسوقت تک نہیں بھڑکی جبتک ایتھنز نے کورکائرہ کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی۔

سولھواں باب

ایتھنز بہ عہد فارقلیس انتظام بلدہ

واقعات اور حالات کا مزید تسلسل بیان کرنے سے پیشتر شہر اثینیہ کے اندرونی انتظامات کا حال معلوم کرنا زیادہ مناسب ہے۔

فارقلیس کے زمانے کا ایتھنز ایک نہایت عجیب و غریب ہیولیٰ ہے اور جو ندرت اسے تاریخ عالم میں حاصل ہے وہ نہ صرف اسکی شہرۂ آفاق ذہنی اور فنی ترقی کیوجہ سے ہے بلکہ اسکا ایک بہت بڑا سبب اسکی سیاسی حیثیت ترکیبی بھی ہے۔ دراصل جو نسلیں فارقلیس سے پہلے گزر چکی تھیں انھوں نے اپنے اپنے زمانے میں اس سیاسی عمارت کی تعمیر میں کچھ نہ کچھ حصہ لیا اور آخر کار مکمل ایوان فارقلیس کے زمانے میں تیار ہو گیا۔ محض سطحی اور بیرونی نقطۂ نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیس نے اپنی طرف سے اس ایوان کی تعمیر میں کچھ افزائش نہیں کی، مگر جب اس پر نظر غائر ڈالی جائے تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسنے نہ صرف اسکے مختلف حصوں کو ایک خاص صورت میں ترتیب دیا بلکہ اسمیں ایک بالکل نئی روح پھونک دی۔

اس دور میں سلطنت ایتھنز کا نظام ایک مکمل ترقی یافتہ عمومیت پر مبنی تھا اور جہانتک ممکن تھا اسمیں عوام ہی برسر اقتدار تھے اور ان میں وہ تمام افراد شامل تھے جن پر قدما کے نزدیک اس لفظ "عوام" کا اطلاق ہو سکتا تھا اسلیئے کہ ارسطیدش نے تو ان بندشوں کا جو سیاسی اختیارات کے ضمن میں باقی رہ گئی تھیں خاتمہ کر دیا تھا اور ایفیالتیس نے وہ تمام رکاوٹیں نکال دیں جو میعادات عہدہ کے متعلق تھیں اور جب اسنے اریوپاگس کا اثر زائل کیا تو اسکے بعد کسی اہم عہدے کیلیئے ایک سال سے زیادہ کے واسطے انتخاب نہ ہوتا تھا۔ جس شخص کے والدین اراکین تھے وہ سترہ سال کی عمر میں باشندگان دیمے کی رائے لیکے اپنے باپ کے دیمے میں شامل کر لیا جاتا تھا اور اسکے بعد وہ نہ صرف اپنے دیمے کے

ا۔ فارقلیس نے کئی ہزار اشخاص کو جنکے ناموں کی فہرست شہریاں میں غلط اندراج ہو گیا تھا نکال کر شہریوں کی تعداد کم

اندرونی معاملات میں بلکہ تمام قوم کے سیاسیات کے متعلق مباحثات میں آزادانہ طور سے شریک ہوتا تھا۔ مگر اس سے قبل کہ وہ پبلک معاملات میں حصہ لے اسے فوجی تعلیم نہ صرف ایتھنز میں بلکہ دور افتادہ قطعات ملک میں حاصل کرنی پڑتی تھی اور اسکے ساتھ ہی اسپر لازم تھا کہ ان سرحدی لشکروں میں جو ملک کے ممالک میں جگہ بجگہ پھیلے ہوتے تھے فوجی خدمت انجام دے۔ سیاسی مسائل کے تین شق تھے یعنی معاملات دیمے (دیہات) معاملات فیولے (قبیلہ) اور معاملات پولس (شہری مملکت) ان میں سے دیمے کی تو محض مقامی اہمیت تھی۔ کلس تھنیس کے زمانے سے فیولے یا قبیلا کی محض مذہبی حیثیت باقی رہ گئی تھی اور اسکے ذریعے دیوتاؤں کے تہواروں کیلئے سنگتیے مہیا کئے جاتے تھے۔ اب رہی پولس یا شہری مملکت۔ ظاہر ہے کہ اسکے معاملات نہایت اہم تھے اور سوائے غیر معمولی جلسوں کے جو ضرورۃً منعقد ہوتے رہتے تھے ہر ۳۶ روز سے کے میقات صدارت (پریتانی) میں چار معمولی جلسے ہوتے تھے گویا اس شہری کی مصروفیت کا سامان

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تخفیف کردی۔ اسکے متعلق حال میں نہایت بابیک بحث ہوئی ہے۔ فلوخوروس ان خارج شدہ شہریوں کی تعداد ۴۷۶۰ بتاتا ہے اور پلوٹارک اپنی "حیات فاریقلیس" میں ۵۰۰۰ پر قناعت کرتا ہے۔ اسکے لئے "ڈنکر" "فاریقلیس کا ایک نام نہاد قانون" (برلن اکاڈمی کی رپورٹ ص۹۳۶ وغیرہ) "تاریخ قدیمہ" (۹، ۱۰۰) بیلوخ "یونانی اور رومن دنیا کی آبادی" (لائپزگ ۱۸۸۶ء ص۵۵ وغیرہ) اور بوسولٹ (۲، ۴، ۵ وغیرہ) دیکھنا چاہیئے۔ ابتدا میں تو فلوخوروس کا یہ بیان صحیح تسلیم کیا جاتا تھا کہ فاریقلیس نے ایک قانون کا نفاذ کرایا جسکی رو سے صرف وہی لوگ ایتھنزی حقوق شہریت کے مستحق سمجھے جاتے تھے جنکے باپ اور ماں دونوں ایتھنزی شہری ہوں اور اسکے ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ یہ قانون محض ایک قدیم قانون کی تجدید تھی۔ مگر غالباً یہ اپنی طرز کا تنہا قانون تھا جسکا مقصد محض یہ تھا کہ یہ اندازہ ہوسکے کہ ان لوگوں کے کیا کیا حقوق ہیں جو غیر معمولی حصۂ غلہ کے خواستگار تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں اس سے زیادہ فیصلہ کن امر کوئی نہ ہوسکتا تھا کہ ان کے ماں اور باپ دونوں ایتھنزی شہری ہیں۔

مٹ دیمی کی طرز معاشرت سمجھنے کیلئے موسوٗ لئے کی کتاب موسومہ "اٹیکا میں بلدی زندگی" (پیرس ۱۸۸۳ء) دیکھنی چاہیئے۔ گو اس میں صرف چوتھی صدی ق م سے ہی بحث کی گئی ہے مگر اس سے پانچویں صدی ق م کے متعلق نتائج بھی اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

جو سیاسی امور میں دلچسپی لے ہر ہفتے مہیا ہوا کرتا تھا۔ جمعیت کے سب سے اہم جلسے میں عمال کی ایپی خیئرو تونیہ تحقیقات ہوتی تھی جس میں یہ دریافت کیا جاتا تھا کہ کسی شہری کو کسی قسم کا اختلاف کسی عامل کی کارروائی سے تو نہیں یا کسی کو کوئی اعتراض انتخاب عمال یا عمال کی مالی رپورٹ یا مملکت کے طریق حفاظت یا کسی خاص شخص کے خلاف کسی کارروائی یا الزام ای سلنگے لیا پر تو نہیں ہے۔ دوسرے معمولی جلسے میں ان عاجل کی تحریکات پر بحث ہوتی تھی جو حکومت عائد کرنا چاہتی تھی۔ تیسرے جلسے میں معاملات خارجی پر مباحثہ ہوتا تھا اور چوتھے میں مذہبی معاملات اور روئداد میں پیش ہوتی تھیں جمعیت عوام میں کسی تحریک کے پیش کرنے کا حق نہ صرف اراکین مجلس (کونسل) کو تھا بلکہ ہر ایک شہری کوئی تحریک جمعیت میں پیش کرسکتا تھا۔ مگر ہر ایک تحریک کو مجلس (کونسل) کے ابتدائی حکم (پرو بولیوما) کے ذریعے سے جمعیت میں رجوع کیا جاتا تھا اور وہ تحریکات جو محض ترمیمیں نہ ہوتی تھیں۔ پہلے مجلس (کونسل) میں پیش ہوتی تھیں، خود مجلس کیلئے یہ ضروری نہ تھا کہ ہر ایک معاملے میں اپنی رائے دے ہی دے بلکہ وہ معاملات پر رائے زنی کیئے بغیر ہی انکا تصفیہ جمعیت عوام کے سامنے پیش کرسکتی تھی۔ ہمیں پوری طور پر یہ نہیں معلوم کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں قوانین کیونکر بنائے جاتے تھے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ قانون سازی کوئی آسان امر نہ تھا[1]۔ موجودہ قوانین کے خلاف جمعیت عوام کو کوئی تجویز منظور کرنے کا اختیار نہ تھا اور قبل اسکے کہ کوئی تحریک پیش کیجا سکے وہ ایک خاص مجلس ماتحت کے سامنے پیش ہوا کرتی تھی۔ اس پر بھی زیادہ دباؤ یہ تھا اگر کوئی رکن جمعیتِ عوام کوئی تحریک پیش کرے اور وہ منظور ہو جائے تو ایک سال تک وہ اس تجویز کا تنہا ذمہ دار ہوتا تھا اور اس دوران میں اسپر خلاف ضابطگی (پارانوموں) کا الزام عائد نہ ہوسکتا تھا جسکی تحقیقات معمولی جج یعنی ہیلیاسٹائی کرتے تھے۔ اس مدت کے بعد بھی اسپر الزام لگایا جاسکتا تھا مگر ایسی حالت میں اسکا اثر صرف یہ ہوتا تھا کہ تجویز منسوخ ہو جائے۔

علاوہ ان مقدمات کے جو اریوپاگس کے سامنے پیش ہوتے تھے باقی تمام مقدمات ہیلیاسٹائی کے حد اختیار میں تھے اور ان کی تحقیقات کے دوران میں وہی

[1] وضع قوانین کیلئے دیکھو بوسولٹ (میولر ۴، ۱۰۵)؛ گراسفے پارانوموں (مواخذہ خلاف ضابطگی) کیلئے گلبرٹ "حکومت قدیمہ" ۱۱ ۲۸۱ - ۲۸۵ دیکھنا چاہیئے۔ بوسولٹ (میولر۔ ۴، ۱۷۴)

صدارت کرتے تھے۔ ہر ایتھنزی شہری جس کی عمر تیس سال سے تجاوز کر گئی ہو ہیلیائیا کا رکن ہوسکتا تھا۔ اسے آرخنوں کے سامنے جاکر حلف دینا پڑتا تھا اور اسکے نام کے اندراج پر اسے ہیلیائیا کے کسی جزو میں جسکے ارکین کی تعداد پانچسو ہوتی تھی شریک کرلیا جاتا تھا۔ اسکے سوا خاص خاص مقدمات کے فیصلے کیلئے مخصوص جیوریاں مقرر کیجاتی تھیں جنکے ارکین کی تعداد مختلف ہوتی تھی۔ ان جیوریوں میں دوسو جحوں سے لیکر تین ہزار تک سننے میں آئے ہیں۔ ہیلیاسٹائے کو قانون کے مطابق فیصلہ کرنا پڑتا تھا اور اگر قانون نہ ہو تو ان پر لازم تھا کہ وہ اپنی ضمیر کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔ بہرحال انکا تصفیہ قطعی تھا اور اسکی نہ تو نظر ثانی ہوسکتی تھی اور نہ مرافعہ۔ جس مقدمے میں جو چاہتے فیصلہ دیدیتے اور کسی شخص کو انسے جواب طلب کرنے کا حق نہ تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ عوام کی مطلق العنانی کی ایک زندہ مثال تھی۔ ایتھنزی فطرۃً مقدمہ باز تھے اور ذاتی مقدمات کے سوا ایتھنزی حلیفوں کے مقدمات اور تنازعات بھی اس عدالت کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ بدیں وجوہ عام طور پر اسکے جج نہایت مصروف رہتے تھے۔[۲]

مجلس (کونسل) کے متعلق آخری امر جو قابل تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی رکنیت کیوجہ سے قوم کا ایک معتدبہ حصہ کام میں لگا رہتا تھا۔ اسکے انتخاب کے لیئے ہر امیدوار کو پہلے اطلاع کرنی ہوتی تھی تاکہ اسے مدعو کیا جاسکے۔ اور ہر ایک قبیلے (فیولے) سے پچاس بولیوتائی یا نمایندے چنے جاتے تھے جنمیں سے ایک کا رتبہ باقی نمایندوں سے ذرا برتر ہوتا تھا۔ چونکہ اس مجلس کا فرض یہ تھا کہ شہر کی حکومت کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہو اسلیئے سواتھوار دیکھ

---

[۱] بہت سے سیاسی معاملات عموماً اور شخصی مسائل خصوصاً ہیلیاسٹائے کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ اسکے لیئے گرٹس کی تاریخ یونان (۶۲، ۲۱۹) دیکھنا چاہیئے۔ گو بلاشبہ گرٹس کا یہ قول کہ انکا فرض یہی تھا کہ عہدناموں کی جانچ کریں اور انکو منظور کریں اور انھوں نے ہی خالکس کے عہدنامے کو اپنے حلف سے مستحکم کر دیا حقیقت حال سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ اسلیئے کہ ان عہدناموں کی تصدیق جو آئین کے مطابق طے پائے ہوں مجالس دستوری کا فرض تھا نہ کہ محض استحقاق۔ اور جن شہریوں نے نام نہاد صلحنامۂ نکیاس کی تصدیق کی تھی انسے یہ سوال نہیں کیا گیا تھا کہ وہ اسے منظور بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

[۲] ہیلیائیا خاص طور پر معاملات متنازعہ فیہ میں دست اندازی کرتی تھی۔ ڈنکر نے اسے دیوان بالائی کا لقب دیکر اسکی اہمیت کو بڑھادیا ہے۔

باقی ہر روز یہ مجلس نشست کرتی تھی۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی مجلس سے حکومت کے معمولی فرائض مثلاً امور عامہ کی متواتر نگرانی بقاعدگی سے ادا ہونا ناممکن تھا۔ اسی لیئے اسکے ارکین میں سے ایک مستقل ماتحت مجلس منتخب کیجاتی تھی جسکے ممبروں کو پری تانس کہتے تھے جو ایک ہی فیوُلے یا قبیلے کے نمائندے ہوتے تھے اور جو سال کے دسویں حصے یعنی ۳۶ روز تک ایوان پری تانیم میں مملکت کے خرچ پر رہتے تھے۔ اس ماتحت مجلس کا صدر ہر روز نیا منتخب ہوتا تھا اور وہی جمعیت عوام کی صدارت بھی کرتا تھا۔

گو ابتداءً ان جماعت عاملہ کے افسر آرخن ہی تھے جو اقتدارات شاہی کے حقیقی وارث تھے مگر کلس تھنیس کے زمانے سے انکے تمام واقعی اختیارات لے لیئے گئے تھے۔ اور جو کچھ تھوڑے بہت باقی رہ گئے تھے وہ ایسے تھے جسنے عزت تو ضرور تھی مگر زور کچھ بھی نہ رہا تھا۔ مثلاً وہ ان تمام رسوم میں جو انکفیں حکومت کی طرف سے انجام دینی ہوتی تھیں مملکت کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے اور بڑے بڑے تہوار وں کا انتظام اور حکومت کی طرف سے مذہبی قربانیوں کا اہتمام بھی انھی کے سپرد تھا۔ یہ فرائض اس مذہبی اقتدار کا بقیہ تھا جو قدیم بادشاہوں کو کسی زمانے میں حاصل تھا۔ عدالتی اختیارات میں سے اب انکے پاس صرف ہر ایک مقدمے کی ابتدائی تحقیقات اور عدالتوں کی صدارت باقی رہ گئی تھی مگر تجویز کا اختیار صرف جیوریوں کو تھا۔ تیسرے اہم شاہی منصب یعنی سپہ سالاری کے متعلق پہلے ہی ذکر آچکا ہے یہ عرصے سے استراتی گوسے کی مجلس کو تفویض ہوچکا تھا۔ آرخنوں کی بے اقتداری کا اثر مجلس اریوپاگس پر بھی پڑا جو آرخنوں ہی سے بنی تھی اور یہ مجلس بھی محض نمائشی اغراض کیلئے استعمال ہونے لگی۔

مندرجۂ بالا واقعات محض ایک فطری ارتقا کا نتیجہ تھے۔ سولن کے دستور کو نفاذ ہوتے صرف چندہی سال کا عرصہ ہوا تھا کہ ایتھنز کے حکومت کی باگ پی سِستراتوس کے ہاتھ میں آگئی۔ اسکا اصول یہ تھا کہ جہانتک ہوسکے لوگ اسے مطلق العنان نہ سمجھیں اسی لیئے اسنے آرخنوں کو برقرار رکھا مگر پی سِستراتوس یہ کرتا کہ اپنے کسی عزیز کو آرخنوں کی مجلس میں شامل کر دیتا اور فی نفسہ یہ مجلس بالکل بے اختیار ہو گئی تھی۔ اس خاندان کے زوال کے بعد ایساغورث نے جو آرخن اعظم تھا چاہا کہ جو اختیارات اسی مجلس کو قانوناً حاصل تھے وہ دوبارہ عود کر آئیں۔ اسی لیئے اصلاح پسند کلس تھنیس نے

کوشش کی کہ آرخنوں کی قوت قانوناً بھی گھٹ جائے اور انکے مقابلے کیلئے اسنے دس فیولوں (قبیلوں) کے فوجی قائم مقاموں یا استراتی گوءِ کا تقرر کیا اور انکی اہمیت کو بڑھانا شروع کیا۔ ابتدا میں اس نئے عہدے کے محرکوں کا یہ مقصد نہ تھا کہ یہ فوجی قائم مقام آرخنوں کے اختیار پہ تسلط کریں۔ خود جنگ ماراتھون کے ایک واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پولیمارخ کے ماتحت ہونگے اسلئے کہ جب ایسے معاملات میں جنمیں وہ متفق الرائے نہ تھے پولیمارخ نے اپنی رائے دی اور اسی پر عمل درآمد ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس لڑائی کے زمانے میں اس عہدہ کا کچھ نہ کچھ واقعی اقتدار باقی تھا۔ مگر یہ اپنی طرز کی آخری مثال ہے اور اسکے بعد نہ تو میدان جنگ میں اور نہ جنگ کی تیاریوں کے ضمن میں پولیمارخ کا نام سننے میں آتا ہے۔ بعینہ یہی صورت حال تاریخ یورپ کے آخری دور میں بھی پائی جاتی ہے۔ مگر ارتقاء حالات ذرا مختلف ہے۔ جب یورپ میں جاگیرات کا دور دورہ تھا تو مختلف ملکتوں میں میر مجلس عدالت، سپہ سالار وغیرہ کے عہدے موروثی عہدے تھے۔ مگر جب حکمرانوں نے اپنے جاگیرداروں مستاجروں پر کافی اثر پیدا کر لیا تو ایک طرف تو وہ اپنے ہی اختیار سے بلا لحاظ حق میراث ان عہدوں کو پُر کرنے لگے

ء آرخنوں کی اہمیت میں کمی اور سپہ سالاروں کی اہمیت میں افزائش دراصل پئی سِستراتوس کے عہد ہی میں شروع ہوئی۔ مگر ایک جانب تو اس نے مطلق العنان کیطرح حکومت کی اور دوسری طرف آرخنوں کو اپنے اختیارات صرف ضابطہ پری کے طور پر استعمال کرنے دیئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے خود اپنے لیئے ضرور کوئی ایسا دائرۂ عمل مخصوص کر لیا ہوگا جسکے اندر وہ اپنی خواہش کے موافق عمل پیرا ہو سکتا تھا اور دیگر عمال پر بھی اپنا اثر قائم کر سکتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ممکن تھا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ خود پئی سِستراتوس کے عہد میں استراتی گوس آرخن پولیمارخ سے آزاد ہوگا۔ فیساغورث نے تو عہدۂ آرخن کی اہمیت بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ اسکے بعد کلیستھنیس نے ایک طرف تو پئی سِستراتوس کا تتبع کرکے پولیمارخ کو گویا عضو معطل کر دیا اور دوسری جانب استراتی گوءِ کی مجلس قائم کر کے گویا عمومیت کا رنگ چڑھا دیا۔ اس اصلاح کی ترویج کیلئے ۵۰۸ ق م یا ۵۰۱ ق م میں اور بھی سہولت پیدا ہو گئی ہوگی اسلیئے کہ ۵۶۰ ق م سے ۵۱۰ ق م کی پنجاہ سالہ مدت میں عوام الناس پولیمارخ کو لاشئے محض سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے باعتبار اپنے عہدے استراتی گوس کے فارلیتیس نہ صرف ظاہری اعتبار سے پئی سِستراتوس کی یاد تازہ کرتا تھا (پلوٹارک: ”حیات فارقلیش“ ۱۱) بلکہ اسکا عہدہ دراصل اس صورت حال کی تجدید تھی جسپر پئی سِستراتوس متمکن تھا۔

اور نئے عہدہ دار پرانے بیرنوں کے فرائض انجام دینے لگے اور دوسری جانب قدیم زمانے کے تقسیم میں پرانے عہدوں کے خطاب ہی خطاب باقی رہ گئے۔ یہ کلیہ فرانس کی مثال سے واضح ہوجائیگا وہاں جب شاہ فرانس نے اپنے بیڑے کی کمان ان قابل عہدہ داروں کے سپرد کردی جو اپنے فرائض منصبی کو بہ نسبت موروثی امیر البحر کے زیادہ سمجھ سکتے تھے اسوقت بھی وہ امیر البحر بعض انتظامی اور قانونی فرائض برابر انجام دیتا رہا۔ ایتھنز میں متواتر بیرونی مہمات کی وجہ سے نہ صرف فطرۃً اسٹراتیگوس کی اہمیت بڑھ گئی بلکہ انہیں سے ایک باقی سب میں زیادہ با اختیار و با اقتدار ہوگیا۔ کوئی شبہ نہیں ملتیادیس، تمسطاکلیس اور کیمون کی قابلیت اور شہرت سے یہ جدید نظام پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور منضبط ہوگیا مگر اسکی تفصیل کا ہمکو کافی علم نہیں۔ اور بہ یقین کیساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ سال کے ابتدا میں کسی استراتیگس کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ اختیار دیا جاتا تھا یا نہیں یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم کیمون اور فارقلیس کی حیثیت تو اپنے دوسرے ساتھیوں سے برتر تھی[1]

[1] مضامین متعلق استراتیگوس کیلئے مفصلۂ ذیل تصانیف دیکھنی چاہئیں:-
عہدے کی از سر نو تنظیم فون ولاموو ٹز میولینڈ ورف کی کتاب "تحقیقات متعلق ارسطاطالیس" جلد ا ص ۳۴۳
استراتیگوئی کی حیثیت اور "رہنمایان عوام" یا سر عموموں" کی عام حالت کا اندازہ۔ گلبرٹ: اضافہ جات وغیرہ، ص ۱۶
علم حالات۔ اودیت سبے نود "ایتھنزی استراتیگوئی" پیرس ۱۸۸۴ء۔ و بوسولٹ ۲۳۳/۲
بوسولٹ کا خیال ہے کہ کسی عام یونانی جنگ میں ایتھنز کی کامیابی کیلئے اس بات کی ضرورت تھی کہ سپہ سالاری کے کل اختیارات ایک ہی شخص کے سپرد کردیئے جائیں اور اسی لئے استراتیگوس کی حیثیت اور اختیارات میں گونہ تبدیلی پیدا ہوگئی۔ بیلوخ نے اپنی کتاب "ایکلی سیاسیات بعہد فارقلیس" (لائیزگ ۱۸۸۴ء) میں صفحہ ۲۷۴ پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان افسروں میں سے ہر سال ایک افسر اعلیٰ مقرر ہوتا تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی باضابطہ ہوتا تو ضرور تھا کہ ہمارے مورخ اسکا صاف صاف ذکر کرتے۔ یہاں ایک امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے مجلس استراتیگوئی کی صدارت محض ایک ضابطہ پر ہی تھی اور اسکے متعلق قواعد خواہ کچھ بھی ہوتے اصل اصول میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوسکتا تھا۔ بجنسہ یہی سوال قدیم زمانے کی دیگر مجالس کے متعلق بھی کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال رفتہ رفتہ اشتراتی گوء کے ہاتھ میں نہ صرف میدان جنگ میں رہبری کا اختیار آگیا بلکہ وہ مختلف مہموں کی تیاری میں بھی نمایاں حصہ لینے لگے اور اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امور خارجہ بھی قانوناً نہیں تو واقعاً ان کے حد اختیار میں آ گئے۔ ایتھنزیوں کا قاعدہ تھا کہ وہ قانون سازی کا اختیار ان لوگوں کو تفویض کر دیتے تھے جن پر انکو اعتماد تھا مگر جہانتک ہوسکتا وہ مختلف انتظامی امور کی نگہداشت خود ہی کرتے۔ اسی لیئے امور خارجہ کے متعلق بہت سی ایسی باتیں تھیں جو انھوں نے اپنے لیئے مخصوص کر دی ہوں۔ باقی ہر ایک کام کے متعلق اشتراتی گوء ہی کو انتظام کرنا پڑتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایتھنز کے خارجی معاملات کی متواتر نگرانی کی ضرورت تھی اور ایتھنز کی مدبروں کا کام صرف اتنا ہی نہ تھا کہ ان ممالک کیساتھ اچھے تعلقات رکھیں جنسے ایتھنز کے مراسم دوستانہ تھے بلکہ ہر ایک ریاست کے حالات بہم پہنچانا انکا فرض تھا جسسے تعلقات پیدا ہو سکتے ہوں۔ بدیں وجوہ یہ امر کچھ تعجب انگیز نہیں ہے کہ ان مدبروں کو کبھی کبھی ایسے رقوم کی ضرورت لاحق ہوتی تھی جسکا وہ حساب نہ دے سکتے تھے۔ اور یہ اغلب ہے کہ اس قسم کے اخراجات جیسے وہ دس تالنت جو فارقلیس نے پلیشتوناکس کے حملے اٹیکا کے وقت خرچ کیئے تھے بار بار پیش آتے رہتے تھے[1]۔ فارقلیس گویا جو شخص بھی ایتھنز میں برسر اقتدار ہو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ مثلاً اسپارٹی الیفوروں اور رومن عومی ٹربیونوں کا کون صدر ہوتا تھا؟ ظاہر ہے کہ جب کوئی قومی مہم سر کیئے جانے پر بھیجے جاتے تو عموماً یہ فیصلہ کرتے کہ ان میں سے کون کون جائیگا اور ان کے ناموں کی ترتیب ہی سے گویا یہ معلوم ہوجاتا کہ کون صدارت کا مستحق ہوگا۔ ایتھنزی اشتراتی گوء کی ایک نقل رومن فوجی ٹربیونوں کی حالت میں پائی جاتی ہے۔ مگر رومنوں نے اس تبدیلی کو ناپسند کیا اور پھر قدیم انتظام عود کر آیا

[1] ان دس تالنت کا ذکر جو فارقلیس نے "بوجوہات ضروری" خرچ کیئے سب سے پہلے پلوٹارک (حیات فارقلیس - ۲۳) پلیشتوناکس کے حملے کے واقعات کے ضمن میں بیان کرتا ہے مگر تھیوفراسطس کے نزدیک جسکا حوالہ اسی فقرے میں دیا گیا ہے فارقلیس ہر سال اسپارٹا پر دس تالنت خرچ کر دیا کرتا تھا اگر یہ امر واقعہ ہے کہ کئی سال تک فارقلیس کو خفیہ اخراجات کیلیئے دس تالنت سالانہ دیئے جاتے تھے تو بھی ظاہر ہے کہ تمام رقوم صرف اسپارٹا ہی کو نہ جاتی تھیں۔ بلکہ یہ در اصل تدبیرانہ مقاصد کیلیئے گویا ایک سرمایہ کا کام دیتی تھیں۔

اسمیں شبہ نہیں کہ قائم مقام (پیڑوکسے نوء) بہت کچھ کرتے تھے۔ اُنکے لیئے مولسو کی کتاب

اسے کریمیہ سے نیپلز تک کے تمام شہروں کے حالات سے کما حقہٗ واقفیت حاصل کرنی پڑتی تھی اور وہ ان سازشوں کے حالات دریافت کرنے کیلئے جو ان میں سے کسی شہر میں ایتھنز کے خلاف ہو رہی ہوں محض کسی رازدار سیاح یا کسی ایسے ایتھنزی قائم مقام (پروکسی نوس) کی اطلاع کا انحصار (جسے خود مشکلات میں پڑجانے کا ہر وقت اندیشہ رہتا تھا) نہ کرسکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت کی طرف سے عمال کو مختلف ممالک کے حالات دریافت کرنے کیلئے سفر بھی کرنا پڑتے اور اس سے زیادہ کیا خلاف عقل کارروائی ہوسکتی تھی کہ اگر کوئی ایتھنزی شہری کے اخراجات کے لیے جو حکومت کے کام کو تجارت وغیرہ کے بہانے کارنتھ یا تھیبز جاتا جمعیت عوام کو خاص تجویز منظور کرنی پڑے۔ اس سے تو یہ بدرجہا بہتر تھا کہ کسی معتبر شخص مثلاً فارقلیس کے پاس خفیہ معاملات کیلئے ایک خاص رقم جمع کردیجائے۔ ہم آجکل کے زمانے میں اس قسم کے اخراجات اور معاملات کا بہ نسبت قدما کے زیادہ اندازہ کرسکتے ہیں۔ اور دس تالنت کی رشوت والے قصے سے محض فارقلیس کے دشمنوں کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے اور بس۔

یوں تو اشترائی گوءِ ایتھنز کے عام طرز عمل کی رہبری کرتے ہی تھے، قانوناً بھی انکی دستور ایتھنزی میں ایک خاص حیثیت تھی اسلیئے کہ انھیں کا یہ کام تھا کہ امور عامہ کے متعلق مختلف تحریکات پیش کریں۔ ایسی کوئی تجویز پیش جسکی وجہ سے عموم پر بار پڑتا ہو حکم لگانے کی ذمہ داری خود جمعیت عوام پر تھی اور یہ لازم تھا کہ ایسی تمام تحریکیں اسکے سامنے بہت روشن اور مشرح پیش کی جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس اسنے محرک کیلئے فن خطابت میں مہارت لازمی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ "یونانی قائم مقام" (پیرس ۱۸۶۳ء) دیکھنی چاہیئے۔ مگر اس پر قادر نہ تھے اسلیئے کہ ان کو ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ ان ہی کے شہر والے انسے بازپرس نہ کر بیٹھیں۔ بعض مرتبہ خود قائم مقام روپیہ لینے میں تعارض نہ کرتے تھے۔ (مونسوٹ ۹۶ و ۱۱۳)

یونان میں جس قسم کی خفیہ کارروائیاں پانچویں صدی ق م میں ہوا کرتی تھیں انکی مثالیں ان بغاوتوں سے عیاں ہوجاتی ہیں جو جنگ کورونیہ سے پہلے ہوئی تھیں۔ جب یہ ہکو معلوم ہے کہ نکیاس کے سیراکیوز سے تعلقات تھے تو پھر اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ وہ اس ضمن میں کبھی کوئی رقم خرچ نہ کرتا تھا۔

فارقلیس نہ صرف مستقل اشترائی گوس تھا بلکہ نگران امور عامہ اور انھوں تھیں یا منتظم تقریبات مذہبی بھی تھا اور اسطرح اسکو اپنا اثر ڈالنے کے متعدد موقع تھے۔ دیکھو گروٹس "تاریخ یونان" ۶۲ ۲۲۸

اور لابدی تھی اور یہ ضروری تھا کہ اِسٹراٹی گوءِ میں سے کم از کم ایک نہایت اعلیٰ درجے کا مقرر بھی ہو اور چونکہ اسکی مدد کے بغیر اسکے باقی ساتھی کچھ نہیں کرسکتے تھے یہی ان سب کا افسر شمار کیا جاتا تھا۔ چونکہ عمدہ تقریر ہی مجلس اِسٹراٹی گوءِ اور حکومت میں امتیاز حاصل کرنے کا سبیل ہوگئی تھی اسلیئے گو اِسٹراٹی گوس کے نام سے فوجی عہدے کا اظہار ہوتا تھا مگر اسکے فرائض کا مرکز ثقل رفتہ رفتہ اندرونی سیاسیات کی جانب ہٹ گیا[ش] یہ صورت حال در اصل فارِقلیس کے زمانے ہی سے شروع ہوجاتی ہے۔ گو اسکا اصول ہمیشہ یہ رہا کہ حتی المقدور جنگ میں کمی ہو مگر وہ سال بسال اِسٹراٹی گوس منتخب ہوتا اور اسی حیثیت سے ایتھنز پر حکومت کرتا۔ فارِقلیس، نکیاس اور الکبیادیس تینوں سپہ سالار بھی تھے اور رہنمایان جمعیت عوام بھی تھے اور بعض دفعہ کلیون کو بھی سپہ سالار کا رُوپ بھرنا پڑتا تھا۔ مگر کلیون کے دور میں ہی دونوں عہدوں کے درمیان تفریق شروع ہوگئی اور کلیون حقیقت میں محض سیاسی رہنما اور "رئیس عموم" ہی تھا۔ مدبّر اور فوجی بحصے کے عہدے جو نصف صدی سے اِسٹراٹی گوس ہی کے اختیارات کے اجزا تھے اب علحدہ ہونے لگے اور ہم چوتھی صدی ق م میں "رئیس عموم" اور سپہ سالار کے مناصب ایک ہی شخص میں نہیں پاتے۔ رہنمائے عموم عام طور پر کوئی خاص افسر نہیں ہوتا مگر یہی جمعیت کے سامنے تحریکات وغیرہ پیش کیا کرتا۔ یوں تو ہر ایک شخص کو اختیار تھا کہ وہ اپنی صوابدید جمعیت کے سامنے پیش کرے اور حقیقت میں یہی ایک نکتہ ہے جو ایتھنز کے عمومی اصول کا مرکز ہے، مگر ان تحریکات کو کامیاب ہونے کیلئے سوائے خطابت اور مستعدی کے مختلف امور کی معلومات بھی ضروری تھی۔ اور صرف وہ ہی شخص جسمیں اوصاف بالا موجود ہوں ایسا مشیر ہوسکتا تھا جو مضحک نہ ہو۔ اِسٹراٹی گوس کیلیئے رہنمائے عوام بن جانا اسلیئے مشکل نہ تھا کہ ایک طرف تو اسکے دفتری تعلقات سے اسے معاملات کا علم ہوجاتا تھا اور دوسری جانب اسکو اختیار تھا کہ جب کبھی وہ چاہے جمعیت عوام کو یکجا کرے

ش پوسانیاس (۱، ۲۹، ۱۵) نے افیالتیس کو "مقرر" کے نام سے خطاب کیا ہے جو "مدبر" کا مترادف ہے۔ ایتھنزی مدبر کا مقرر ہونا ضروری تھا۔ اس کی حال کی مثال خود انگریزی مدبر گلیڈسٹن تھا جو اپنے گروہ کا حقیقی رہبر صرف اس وجہ سے تھا کہ اس کا سب سے زبردست خطیب تھا۔

جہانتک مالیات کا تعلق ہے اشترا تے گوء کو اتنا اختیار تھا کہ وہ اس روپے کے خرچ کے ذمہ دار تھے جو جنگ کیلئے یا دیگر فوجی ضروریات کے لئے دیا جاتا تھا اور انکی رائے اس محاصل کے عائد کرنے کے وقت جو براہ راست لئے جائیں یا تری آرخیا (جہازی محصول) لگانے کے وقت لی جاتی تھی ایسے مالی انتظام کا پتہ جسکا تعلق خاص ایتھنز سے ہو اور لیگ سے کوئی واسطہ نہ ہو چوتھی صدی ق م میں تو پایا جاتا ہے مگر پانچویں صدی میں اسکا ذکر بھی نہیں۔خود عموم حکومت کے ہر شعبے کی طرف یہانتک کہ مالیات کی جانب بھی متوجہ ہوتے تھے اور یہ طے کرتے تھے کہ کون کون سی رقم اخراجات کی کس کس مد میں صرف کی جائیگی۔٭

لیگ کی آمدنی کی دو شقیں تھیں۔ایک براہ راست دوسرے بالواسطہ۔بالواسطہ میں کرورگیری کی آمدنی اور لاؤریون کی کانوں کے محاصل تھے اور براہ راست آمدنی میں صرف وہ محاصل تھے جو میتوئکوئی یا غیر ملکی باشندگان ایتھنز کو ادا کرنے پڑتے تھے۔خود ایتھنزی صرف غیر معمولی حالت میں صرف ایک ایک محصول براہ راست ادا کرتے تھے اور اس محصول کو ائس فورا کہتے تھے۔دولتمندوں اور امرا پر ایک طرف تو کشیت تری آرخوں کے جنگی جہاز

٭ چوتھی صدی ق م کی طرح پانچویں صدی ق م میں مالیات کے افسر اعلی کا وجود ادوم نیس میں جو ای کیوریس کا شاگرد تھا اور جسنے سراغبوں کے متعلق کتاب لکھی تھی نہیں پایا جاتا۔اسکے سوائے ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں اور خود اسکا حوالہ پلوٹارک کے خیالات ارسطیدیش (۲۴) میں دیا گیا ہے۔ظاہر ہے کہ محض جنگلوں کے جمع کرنے والے کو کسی خاص عہدے کے نام کی صحت کی بابت زیادہ ہنگ و دو کی ضرورت نہ تھی۔پلوٹارک نے سیاست ارسطیدیش (۴) میں ارسطیدیش کے متعلق وہی لکھا ہے جو اسنے حیات فارقلیس (۱۵) میں ایفیالتیس کے بارے میں لکھا ہے اور اسکا بیان ہے کہ موخر الذکر اپنی ذاتی حیثیت سے اسکا ہمیشہ کوشاں رہتا تھا کہ ایتھنز کو مالی نقصان نہ پہنچے۔اسکے برعکس ارسطیدیش کو صاحب عہدہ بتایا گیا ہے گو ممکن ہے کہ یہ عہدہ اشترا تے گیا ہی ہو۔مورخ میولر شتریوہنگ نے اس زمانے کے ایتھنزی طرز عمل کی بنیاد ایک عہدہ دار ”ناظم مالیات“ کو قرار دیا ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ اسکے لئے ہر چار سال کے بعد انتخاب ہوتا تھا۔مگر اب اسکا کوئی دوسرا مورخ ہمزبان نہیں اور بوسولٹ کی رائے بھی (۳، ۲۴۵) اس کے خلاف ہے۔

تعمیر کرنا اور انکی نگہبانی کرنا اور مملکت کو بیڑہ رکھنے میں مدد دینا ضروری تھا اور دوسری جانب ان پر لازم تھا کہ بطور شگست گروؤں کے مذہبی پوجاپاٹ کو برقرار رکھیں اسکے برعکس عوام ایتھنز کو حکومت سے وقتاً فوقتاً مختلف النوع منافع ہوتے اور ظاہر ہے انکا فائدہ اکثر غربا ہی کو ہوتا تھا۔ سب سے پہلے تو یہ بات قابل لحاظ ہے کہ خدمات مملکت کے صلے میں معاوضہ دیا جاتا تھا[1] مثلاً مجلس خاص کے پانچسو اراکین کو ایک درہم (قریب ۱۰ ر) یومیہ مجلس کی نشست کے دوران میں ملتا تھا جو عام طور پر غالباً ۳۰۰ روز رہتی تھی۔ اس رقم کی مجموعی تعداد قریب ۲۵ تالنت سالانہ ہوتی تھی۔ اسی طرح ہیلیاسٹائے کو بھی اجرت ملتی تھی اور فارِقلیس کے زمانے میں اسکی تعداد کم از کم دو اوبول (قریب ۳ ر) روزانہ تھی۔ اس کے سوائے فارِقلیس نے تھیوریکون یا ناٹک بھتہ کو بھی رواج دیا جسے دی اوبیلیا کہتے تھے اور جو ہر ایتھنز شہری کو اس مالی نقصان کے معاوضے کے طور پر دیا جاتا تھا جو اسے ناٹک دیکھنے کی وجہ سے ہوا ہو۔ ایتھنز ی اس محصول سے سب سے زیادہ چمٹے رہے۔ اسلئے کہ ایک طرف تو ناٹک کی حاضری ایک مذہبی رسم تھی اور دوسری جانب امتداد زمانہ سے ایتھنزیوں کے دیگر ذرائع آمدنی مسدود ہو گئے تھے۔ بدیں وجوہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تھیوریکون کی مسلسل ادائی ایتھنزیوں کے قومی تنزل کی وجہ سے تھی بلکہ اس سے چارۂ کار ہی نہ تھا۔ چوتھی صدی ق م کی ابتدا میں ان لوگوں کو جو جمعیت میں نشست کرتے تھے روزانہ ایک اوبول (قریب ۱ر) ملتا تھا بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ خود فارِقلیس کے دور میں انھیں یہ رقم ملتی تھی مگر اسکے متعلق کوئی امر یقین کیساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے کہ فارِقلیس کی عام سیاسی تنظیم میں یہ بھی شامل ہو مگر کم از کم زمانۂ مابعد میں یہ بات ظاہر نہیں کی جاتی کہ جمعیتِ عوام میں حاضری کی اجرت کی ابتداء فارِقلیس نے کی ہو۔ ان تمام رقوم کے علاوہ ایتھنزی سپاہیوں اور ملاحوں کو

---

[1] مثلاً طوسی دیدش (۸، ۶۰) کہتا ہے کہ یہ اجرت کا طریقہ در اصل عموم کیلئے رائج کیا گیا تھا اور جب چارسو کی مجلس مرتب ہوئی تو یہ منسوخ کر دیا گیا اور جب دستور کا طوسی دیدش اسقدر معرف ہے اسمیں اس قاعدے کو برقرار رکھنے کی صلاحیت نہ تھی۔ خدمات عامہ کے معاوضے کیلئے گلبرٹ "آئین تدبیر" ۱، ۳۲۵ وغیرہ اور بوسولٹ (میئولڈ سہ، ۱۰۰) دیکھنا چاہیئے۔ جمعیت عوام (ایکلیزیا) میں حاضری کی اجرت کے لئے ویلوزٹر کی کتاب "اجرت اراکین جمعیت عوام" (۱۸۶۸ء) اور گروٹیس "تاریخ یونان" (۲، ۶، ۸۲۵) دیکھنی چاہیئے۔

تنخواہوں کے سوا جب کوئی حلیف حکمراں ایتھنز کو تحفتہ غلہ بھیجتا یا جب صرف حکومت ہی اناج خرید کر قیمت پر فروخت کرتی اسوقت انکو غلے کی کثیر مقداریں ملتی رہتیں[۱۱]۔ بڑی مذہبی تقریبات کے مواقع پر بھی شہریوں کی دعوت کی جاتی تھی اور ان اشخاص کے ساتھ جو جنگ یا اپنے کسی خاص کام کیوجہ سے ناتوان ہو گئے ہوں مدد اور بعض حالتوں میں پرورش بھی کی جاتی تھی مثلاً حکومت ہی ان یتیموں کی پرداخت کرتی تھی جنکے پالنے والے جنگ میں کام آئے ہوں۔

ایتھنز نے اپنی سیاسی حیثیت سے بیشتر حصۂ یونان اور ساحل شرق کی تجارت پر قبضہ کرنے کیلئے خوب فائدہ اٹھایا اور اسطرح بحیرۂ اسود، تھریس، الوبیا، فینیقیہ، مصر، اسپرنہ، اسلی اور اٹلی کی پیداوار پریئس اور ایتھنز میں اس قیمت سے کچھ ہی زیادہ پر فروخت ہوتی تھی جو خود ان دور دراز ممالک میں غلے کی تھی[۱۲]۔

غیر ملکیوں کو بھی ایتھنز میں آباد ہونے کی ترغیب دی جاتی تھی اور بہت سے غیر ملکی پریئس اور ایتھنز میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ایسے آباد کار ایک محصول یعنی "محصول حفاظت" ادا کرتے تھے مگر اگر انمیں سے کوئی ایتھنز کی کوئی نمایاں خدمت کرتا تو اسے ایتھنز والوں کا "ساوی الحقوق" قرار دیا جاتا اور وہ اس محصول سے مستثنیٰ کر دیا جاتا[۱۳]۔ اس عمدہ برتاؤ سے جو ایتھنزی ان کے ساتھ کرتے تھے انکے اعلیٰ تمدن اور شائستگی کا پتہ چلتا ہے۔

ان تعلقات کے بیان سے جو ایتھنز اپنے حلیفوں کے ساتھ روا رکھتا تھا اور اس طریقے کے اعادے سے جس سے وہ اٹیکا سے باہر اپنے شہریوں کی نگرانی رکھتا تھا ایک ایتھنزی کی عام زندگی کا نقشہ مکمل ہو جاتا ہے جو غالباً ہر وقت فارینکلیس کے

---

[۱۱] اٹیکا کے خرچ کا اکثر اناج باہر ہی سے آتا تھا۔ اسکے لئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" جلد ۱ حصہ ۱۵ دیکھنا چاہیئے یہ بھی قاعدہ تھا کہ اس اناج میں سے جو پیریئس میں آتا تھا صرف ایک تہائی کی برآمد ہو سکتی تھی۔ اور اناج کی عام تجارت کیلئے قواعد مقرر تھے اور اسکا انتظام "نظمائے غلہ" کرتے تھے۔

[۱۲] کرٹیس، "تاریخ یونان"، ج ۲، ۲۶۸۔

[۱۳] اسکے لئے شمزر کی کتاب "غیر ملکیان اٹیکا" (مطالعہ جات وائنا) اور کرٹیس کی "تاریخ یونان"، (ج ۲، ۱۸۴) دیکھنا چاہیئے۔ اس سے قبل ملطیوں کی اس بڑی آبادی کا جو ایتھنز میں ابھی ذکر کیا جا چکا ہے جس سے ان خوشگوار تعلقات کا پتہ چلتا ہے جو ایتھنز اور ملطہ کے درمیان ہونگے۔

پیش نظر رہتا ہوگا۔

اسکی ضرورت ہے کہ ایک خاص امر پر جسپر کافی غور نہیں کیا جاتا یہاں زور دیا جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بظاہر تو ایتھنزی دستور کی شکل ایک مکمل عمومیت کی تھی مگر حقیقت میں فرق یہ تھا کہ عموم اسکے دعویدار نہ تھے کہ انھیں وضع قوانین کا کلیتہً اختیار ہے اور دوسرے وہ صرف ان تحریکات کو منظور کرنا پسند کرتے تھے جنکے متعلق محرک اپنی پوری ذمہ داری کرتا تھا۔ اس قاعدے کے برعکس (جو بلاپس دپیش قانون سازی پر ایک بہت بڑی روک تھی) روما میں قانون سازی کا اصول موجودہ اصول سے بہت ملتا جلتا تھا اور وہاں کثرت رائے کی قرارداد کے بعد محرک کی کوئی ذمہ داری باقی نہ رہتی تھی[۱۴] اسکے ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایتھنزیوں کی یہ رائے کہ جو شہری کسی قرار داد کی منظوری کیلئے تحریک کرتا ہے جسکا مقصد مختلف افراد قوم کی بہتری ہو تو اسے محض اثبات یا نفی میں رائے دینے والے سے زیادہ ذمہ داری اٹھانے کیلئے تیار رہنا چاہیئے۔ یہ ایتھنزی سیاسیات کے بیشتر خصوصیات کی گویا کنجی ہے کہ ایسی عمومیت انکے فہم و ادراک سے بالا تر تھی جن میں کسی تجویز کے محرک پر دیگر اراکین جمعیت سے زیادہ ذمہ داری نہ ہو[۱۵]

---

[۱۴] اور رومن لیکس یونانی نوموس سے مختلف اور یونانی پسیفزما سے مشابہ تھا۔

[۱۵] اس قسم کی ذاتی جوابدہی ایتھنز کی دولت عامہ کے ہر شعبے میں پائی جاتی ہے اور اس اصول کو مد نظر رکھ کر بہت سے ایسے واقعات ہماری سمجھ میں آجاتے ہیں جو اسکے بغیر سمجھنے مشکل ہیں۔ مثلاً ملتیادیس پر الزام، بہت سے رہبروں کا زوال، جلاوطنی، وغیرہ۔ اور اس ذاتی جوابدہی کے طریقے پر کاربند ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس عمل تاتراشیدہ اور سیدھے سادے طرز سے ذمہ داری کا اصول ایک مضبوط بنیاد پر قائم ہوگیا۔ اس نکتے کا ذکر سقراط نے اپنی مشہور آفاق تنقید عمومیت میں تو کیا نہیں مگر جیسے ایک اچھے شہری کو کرنا چاہیئے تھا اسنے اپنے ہمسر شہریوں کی محض مطلق العنان تجویز کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردیا۔ لفظ "سرانبوہ" بھی جسے زمانۂ مابعد میں ارسطوفانیس اور دیگر مصنفوں نے خراب معنے پہنادئے در اصل ایک نہایت معزز فرض کا نام تھا۔ ہمیں اس سخت حکم پر رہنمایان قوم کی گران ذمہ داری کا لحاظ کرکے بہت کچھ ترمیم کرنا پڑیگی جو شیومان (۳۱، ۱۸۶) اور دیگر مورخ عمومیت پر لگاتے ہیں۔ گرتیس نے بھی جہاں یونانی قانون (Gesety) کی اسقدر تعریف کی ہے (۲، ۱۵۸) اور ایتھنزی عمومیت

فارقلیس کی تنظیم جس میں اشتراکی عنصر خاص طور پر نمایاں تھا اور جسکی نقل زمانہ مابعد میں روما میں کیگئی تھی اسکے موجد کی موت کے بعد زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکی۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ جس قوم کو اس حد تک سوراج کی خواہش ہو اسکے لیئے ضروری ہے کہ خود اپنی روک تھام کر سکے۔ اور ایتھنزیوں میں یہ قابلیت بالکل نہ تھی۔ ان کی فروگذاشتیں اس وجہ سے اور بھی زیادہ نمایاں ہوگئی تھیں کہ لوگ اور انکی مال و دولت مشرقی بحیرۂ روم کے سیاسی اور تجارتی مستقر میں جمع ہونے کی وجہ سے امیر اور دولتمند اپنے عیش و عشرت میں پھنس گئے تھے۔ خود فارقلیس کے رشتہ دار الکبادیس کے حالات سے ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس عہد میں نیکی اور بدی کس حد تک موجود تھیں۔ بہرحال یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز اپنے شہریوں کے زنانہ خصائل کی وجہ سے برباد ہوگیا۔ اسکی وجہ دراصل اور ہی تھی اور ہم عنقریب دیکھینگے کہ فارقلیس نے اسکے استیصال کی کیا کوشش کی اور وہ کیوں ناکام رہا۔

نوٹ

فارقلیس کے ایتھنز کے دستور پر آثار قدیمہ کی دو مشہور کتابوں میں تبصرہ کیا گیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ذکر کیا ہے وہاں اس ذمہ داری کا کافی اندازہ نہیں کیا ہے جو کسی تجویز کے محرک پر عائد ہوتی تھی۔

۱؎ افلاطون کی رائے جو اسنے "گورجیاس" ۵۱۵ وغیرہ میں فارقلیس پر لگائی ہے اکثر صائب قرار دی جاتی ہے مگر ہم اسے ماننے کیلیئے تیار نہیں ہیں اسلیئے کہ یہ فقرہ درحقیقت کج بحثیوں سے مملو ہے۔ افلاطون کا قول ہے کہ ایک قابل منتظم ان جانوروں کو جو اسکے زیر تعلیم ہوں سدھاتا ہے۔ فارقلیس کے زیر تربیت ایتھنزی نہایت شریر ہو گئے اور بالآخر خود اپنے منتظم پر مقدمہ قائم کیا۔ گو کالکلیس مروتاً تسلیم کر لیتا ہے کہ انسانوں پر جانوروں کا حکم لگانا مناسب نہیں ہے مگر سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ افلاطون یہ بھول جاتا ہے کہ آدمی گھوڑے سے نہیں۔ دوسرے اگر گھوڑوں کے محافظ تعلیم کے دوران میں کوئی شخص حارج ہو تو گھوڑے بھی وحشی ہو جاتے ہیں۔ اور یہ ہمکو معلوم ہے کہ فارقلیس کو بدقسمتی سے اپنے راستے پر نہیں چلنے دیا گیا۔ گو افلاطون کی یہ تنقید تاریخی نقطۂ نظر سے خفیف سی ہے مگر اس جگہ یہ اسوجہ سے یہاں بیان کی گئی ہے کہ

ایک گلبرٹ کی کتاب دستور قدیمہ" اور دوسری بوسولٹ کا تذکرہ (میولر کی وسٹی بیانی کا مدعا) اور ناظرین کو مختلف اقتباسات مطالعہ کرنے کیلئے ان دو کتابوں کا حوالہ ضروری ہے۔ میں نے محرک تجاویز کی ذمہ داریوں پر اسلئے زیادہ زور دیا ہے کہ عام طور پر انکی اہمیت واضح نہیں کی جاتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ غالباً قلیس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس طرز کا ایک عمدہ حکمراں بنجائے جو سقراط کا مقصود تھا۔

سترھواں باب

ایتھنز بعہد فارتھیمس لیگ کے اراکین۔

جو رتبہ ایتھنز کو لیگ میں حاصل تھا دراصل اسی پر اس کی تمام ثروت وجبروت کا دارومدار تھا۔ اور ایتھنز نے اس رتبے پر مزید اضافہ کر کے گویا لیگ کی سیادت حاصل کر لی تھی گو اس کا سنگ بنیاد سنہ ۴۷۹ ق م کے بعد ہی رکھا گیا تھا مگر بیس سال کی قلیل مدت میں وہ اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی۔ سنہ ۴۵۴ ق م کے بعد جب تمام سلطنت

۱؎ لیگ کا نام ابتداء میں "ہے آتھے نائیون سیموماخیا" ("محالفہ ایتھنز") تھا مگر بہت جلد اسکی بجائے "ہے آرخے ہے آتھے نائیون" ("سلطنت ایتھنز") پڑ گیا اور مختلف صوبے "بلدیات" کہلانے لگے۔ (بوسولٹ ۲، ۸۱۴)۔ ارسطوفانیس کہتا ہے کہ لیگ میں ایک ہزار شہر شامل تھے مگر بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمیں صرف ۲۸۰ بلدیات کا علم ہے جنکے نام کرشہوف نے "مجموعہ نوشتہائے قدیم" جلد ۱ صفحہ ۲۲۶ وغیرہ میں اور گرٹیس نے "تاریخ یونان" ۶۲، صفحہ ۸۶۸ تا ۸۰۰ میں جمع کیئے ہیں اور گرٹیس نے ایک نقشے کے ذریعے سے انکے مواقع بتائے ہیں۔ اس موضوع کے لیئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" بھی مطالعہ کرنا چاہیئے۔

جنگ دریائے یوریمدون کے بعد بھی ہالی کارناسوس پر لیگڈامیس ہی حکومت کرتا رہا ہوگا اسلیئے کہ بالکل ممکن تھا کہ ایک شہر پر کوئی خودسر حکمراں بھی ہو اور ساتھ ہی وہ شہر ایتھنزی لیگ کا بھی رکن ہو۔ لیگ کے اراکین کی تعداد میں بظاہر کمی بیشی اسلیئے ہوا کرتی تھی کہ ہر سال بقایا وصول نہ ہوتی تھی اور بعض مرتبہ باقی دار حلیف کے تہدید میں عرصہ لگ جاتا تھا (بوسولٹ۔ ہیولر کے مجموعہ صفحہ ۲۱۲ میں) اور ساتھ ہی پونتوس کے شہروں کو بھی لیگ میں شامل کرنے کی کوشش برابر جاری تھی۔ ایک اور وجہ تعداد کے کمی بیشی کی یہ تھی کہ بعض چھوٹے چھوٹے شہر بڑے شہروں کے ساتھ شامل ہوکر روپیہ ادا کرتے تھے اور بعض مرتبہ بطور خود مثلاً سنہ ۴۳۳ ق م

ایک گلبرٹ کی کتاب "دستور قدیمہ" اور دوسری بوسولٹ کا تذکرہ (میولر کی دستی بیاض تاریخ) اور ناظرین کو مختلف اقتباسات مطالعہ کرنے کیلئے ان دو کتابوں کا حوالہ ضروری ہے۔ میں نے محرک تجاویز کی ذمہ داریوں پر اسلئے زیادہ زور دیا ہے کہ عام طور پر انکی اہمیت واضح نہیں کی جاتی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ فارقلیس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس طرز کا ایک عمدہ حکمران بن جائے جو سقراط کا مقصود تھا۔

سترھواں باب

ایتھنز بعد فارقلیس لیگ کے ارکین۔

جو رتبہ ایتھنز کو لیگ میں حاصل تھا در اصل اسی پر اس کی تمام تر قوت و جبروت کا دارومدار تھا۔ اور ایتھنز نے اس رتبے میں مزید اضافہ کر کے گویا لیگ کی سیادت حاصل کر لی تھی گو اس کا سنگ بنیاد ۴۷۸ قم سے بعد ہی رکھا گیا تھا مگر بیس سال کی قلیل مدت میں وہ اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی ۴۴۲ قم کے بعد جب تمام سلطنت

۱؎ لیگ کا نام ابتدا میں "ہے آتھے نائیون سیئومافیا" ("محالف ایتھنز") تھا مگر بہت جلد اسکی بجائے "ہے آرخے ہے آتھے نائیون" ("سلطنت ایتھنز") پڑ گیا اور مختلف حلقا "بلدیات" کہلانے لگے۔ (بوسولٹ ۲۰۰ ۸، ۱۴۸) ارسطوفانیس کہتا ہے کہ لیگ میں ایک ہزار شہر شامل تھے مگر بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہمیں صرف ۲۰۰ بلدیات کا علم ہے جنکے نام کرشہوف نے "مجموعہ نوشتہائے قدیم" جلد ۱ صـــ۲۲۶ وغیرہ میں اور گرٹیس نے "تاریخ یونان" ۶۲، صفحہ ۸۶ ۵ تا ۸۰۰ میں جمع کیئے ہیں اور گرٹیس نے ایک نقشے کے ذریعے سے انکے مواقع بتائے ہیں، اس موضوع کے لیئے بوئخ کی کتاب "مالیات ایتھنز" بھی مطالعہ کرنا چاہیئے۔

جنگ دریائے یوریمیدون کے بعد بھی ہالی کارناسوس پر لیگڈاموس ہی حکومت کرتا رہا ہوگا اسلیئے کہ بالکل ممکن تھا کہ ایک شہر پر کوئی خود سر حکمراں بھی ہو اور ساتھ ہی وہ شہر ایتھنزی لیگ کا بھی رکن ہو۔ لیگ کے ارکین کی تعداد میں بظاہر کمی بیشی اسلیئے ہوا کرتی تھی کہ ہر سال بقایا وصول نہ ہوتی تھی اور بعض مرتبہ باقی دار حلیف کے تہدید میں عرصہ لگ جاتا تھا (بوسولٹ۔ میولر کے مجموعہ صـــ۲۱۲ میں) اور ساتھ ہی پونتوس کے شہروں کو بھی لیگ میں شامل کرنے کی کوشش برابر جاری تھی۔ ایک اور وجہ تعداد کے کمی بیشی کی یہ تھی کہ بعض چھوٹے چھوٹے شہر بڑے شہروں کے ساتھ شامل ہوکر روپیہ ادا کرتے تھے اور بعض مرتبہ بطور خود مثلاً ۴۳۳ قم میں

(سوائے اِن بلدیات کے جن کا فرض جہاز مہیا کرنا تھا) پانچ صوبوں یعنی ایونیہ، ہیلسپونٹ،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ حلقہ ایونیا حلقہ کاریا کے ساتھ شامل کر دیا گیا جس کی وجہ سے باجگزاریاستوں کی تعداد میں کمی ہو گئی۔ (اس کے لیئے گرٹیس کی رائے اسکی "تاریخ یونان" ۶۲، ۸۰۲۳ میں دیکھنی چاہیئے۔

سلطنت ایتھنز کی مردم شماری کا اندازہ یقیناً خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس موضوع پر بیلوخ کی کتاب "یونانی اور رومن دنیا کی مردم شماری" نہایت پر از معلومات ہے (لائپزگ ۱۸۸۶ء) اگرچہ چندے کی مقدار اور تعداد نفوس میں وہی مناسبت تھی جسکا بیلوخ نے حساب لگایا ہے تو ایتھنز کی سلطنت کے شہروں میں ۹۰۰۰ سے ..... تک کی آبادی ہوگی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ساموس ملطہ کا مقابلہ کر سکتا تھا تو یہ قیاس بعید نہیں کہ دونوں کی آبادی قریباً مساوی ہوگی۔ بیلوخ (صفحہ ۲۳۲) کا یہ خیال ہے کہ ساموس نشر سہ طبقہ جہاز ایتھنز کے حوالے کر سکتا تھا اسلیئے اسکی آبادی تقریباً نو ہزار نفوس ہوگی۔ ملطہ دس تالنت ادا کرتا تھا اور اسکی آبادی کا اندازہ آٹھ ہزار کچھ زیادہ نہیں۔ اگر اسکے برعکس یہ فرض کر لیا جائے کہ بعض اراکین اس سے چوگنا خراج ادا کرتے تھے یعنی ہر دو ہزار شہریوں پر دس تالنت خراج لیا جاتا تھا تو اس مناسبت سے ۴۰۰ تالنت سے یہ مراد ہوگی کہ سلطنت ایتھنز میں نوے ہزار (۹۰۰۰۰) شہری آباد تھے۔ مگر غالباً یہ تخمینہ حقیقی آبادی سے بہت کم ہے۔ یہ امر یقین کے ساتھ نہیں بیان کیا جا سکتا کہ ایشیائی ساحل پر کتنے ایسے باشندے تھے جنکو حقوق شہریت حاصل نہ تھے۔ یہاں صرف بیلوخ کی رائے کا اعادہ کافی ہے کہ جزیرہ خیوس میں جو جزیرہ ساموس سے دوگنا ہے ایک لاکھ غلام اور بیس ہزار آزاد شہری آباد تھے اور اگر سلطنت ایتھنز کی آبادی کا بھی اسی مناسبت سے اندازہ کیا جائے تو بیس لاکھ نفوس کچھ بعید از قیاس نہ ہونگے۔ اسی مورخ کی رائے میں یوبیہ، جزائر اسپوراڈیس (افشاق) اور کیکلادیس (حلقہ دار) میں ایک لاکھ اور اٹیکا میں دو لاکھ بیس ہزار نفوس آباد تھے۔ مگر محض انسانی آبادی کے شمار سے سلطنت کی عظمت کا صحیح اندازہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جبتک ذہنی اور علمی دولت کا بھی خیال نہ کر لیا جائے۔ اور اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایتھنز کی سلطنت اس دولت میں بھی ممتاز تھی اور اتنے شہروں کے اتحاد کی نظیر ملنی جو اس درجے دولتمند، متمدن اور ترقی پذیر ہوں نہایت مشکل ہے۔

جزائر تھریس اور کاریہ میں تقسیم کردی گئی۔ ۴۲۵ ق م کے چند نوشتے اسوقت تک موجود ہیں جن میں سے ایک توان باجگزار ریاستوں کی فہرست ہے اور دوسرے نوشتے میں اس تدارافے کی تفصیل درج ہے جو بقدر قریب ڈیڑھ فیصدی کے اتھینا دیوی کو نذر کیا جاتا تھا۔

سلطنت ایتھنز پانچ صوبوں میں منقسم تھی + صوبہ جزائر میں سوائے دوربانی جزیرہ میلوس کے جو جنگ پیلوپونیز تک فتح نہ ہوا تھا کل مجمع الجزائر کیکلادیس (حلقہ دار جزیرے) شمال ونشرتی میں امبروس اور لیمنوس ع اور ایتھنز کے قریب جزیرہ آگی کینا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ سلطنت ایتھنز کے عام اراکین کو عموماً اور جزائر کو خصوصاً ایتھنز کے تجارتی طرز عمل سے جس سے وہ خود ایک تجارتی مرکز بن گیا تھا نقصان پہنچا۔ اور یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب کبھی بغاوت کی صدا بلند ہوتی ہے تو صرف جزائر سے مثلاً ناکسوس نے ۴۶۶ ق م میں تھاسوس نے ۴۶۵ ق م میں ساموس نے ۴۴۰ ق م میں لیسبوس نے ۴۲۸ ق م میں خیوس نے ۴۱۳ ق م میں بغاوت کردی۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض جزائر کے قبضے میں ساحلی اراضی تھی اور یہ ہی بہت سے جھگڑوں اور تنازعات کا باعث ہوا کرتی تھی۔ جیسے ساموس اور ملطہ میں محض ساحلی مقبوضات کے متعلق جھگڑا ہوا۔ ایسے ساحلی مقبوضات کی بہت سی مثالیں ملیں گی۔ مثلاً تھاسوس کی کانیں ساحل ہی پر تھیں۔ اور ٹس لیسبوس یہانتک کہ ٹینیڈوس کے قبضے میں ساحلی علاقہ تھا اور کم از کم ۴۱۳ میں خیوس اور ایریتھرائے کے درمیان سیاسی اتحاد پایا جاتا ہے۔ بر اعظم کے ساتھ اس تعلق کی وجہ سے یہ جزیرے ایشیائی تجارت میں بھی حصہ لے سکتے تھے۔ مگر وہ خود صرف اس تجارت سے براہ راست مستفیض ہو سکتے تھے جو دو مقاموں کے درمیان ہو۔ اور اس پر ایتھنز نے اجارہ قائم کرنا چاہا اور اسکے اس طرز عمل سے ان جزائر میں بغاوت کی آگ مشتعل ہوگئی۔ گو تھریس کے شہروں میں بھی جمہوریت کے جذبات موجزن تھے اور ساتھ ہی دولت مند اور بااثر بھی تھے مگر ان کو ایتھنز سے اس درجہ شکایات نہ تھیں اور وہ اس کی مخالفت پر کمربستہ نہ ہوئے ؛

شامل تھے [illegible]
بالیاکلوں کے جنوب [illegible]
سکوں کی وجہ سے جن پر [illegible] اپیلا ہوا
تھا اور اس میں ائی بنا سے پوتی دیہ تک کی تمام بستیاں، میندے اجہاں
کے سکوں سے بالخصوص دیوتا کی پرستش ظاہر ہوتی ہے)، سکیونے اولنتھوس
(جو دیموس تھنیس کے دور میں نہایت مشہور و معروف ہوگیا)، توروونے
سنگوس، اکرو تھواس، اولونیکسوس، غرض گنجان خالکدیس کے تمام
شہر اس میں شامل تھے۔ اسی صوبے میں ارسطاطالیس کا مسقط الراس ستاگیرا
آرگیلوس، دولتمند جزیرہ تھاسوس جہاں جمالیات کی بہت قدر ہوتی تھی معروف
کار ابدیرا جو تمدن اور شائستگی میں نہایت ممتاز تھا، اور ماردنیہ جہاں کی شراب
یکتائے زمانہ تھی، شامل تھے۔ تیسرا صوبہ ہیلیسپونٹ تھا جس میں خرسونیز کے تمام
شہر تھے جن میں سب سے ممتاز سیستوس، بحیرہ مارمورا کے شمالی ساحل کے
شہر مثلاً بساتھے، پرنتھوس، سلیمبریا، اور خود بائی زنطہ، اور ایشیائی ساحل
پر استاکوس، کیوس، واشکلیون، کیزکوس، جزیرہ پروکونے سس،
پاریون، لمپساکوس (جسکے سکوں کے حسن کی اتنی شہرت تھی جتنی خود کی زکوس
کے سکوں کی) پرکوتے، ابی دوس، سگیوم اور کیبرینے (جو دریائے
سکامندر پر واقع تھا) تھے۔ صوبۂ الونیہ شمال میں ایسوس سے شروع
ہوتا ہے (جسے بعض محققہ آسوس بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر اپنے بتخانے کیوجہ سے
مشہور تھا)۔ اسکے بعد جزیرۂ لیسبوس کے شمال میں گارگارہ اور اشتیرا
اور اسی جزیرے کے جنوب میں پتانے، گری نیوم اور میرنا (جو زمانۂ حال میں
ان برتنوں کی وجہ سے نہایت مشہور ہوگیا ہے جو ماہرین آثار قدیمہ نے زمین سے
کھود کر نکالے ہیں) اور چند دیگر نہایت نفیس بستیاں بھی اسی صوبے میں
شامل تھیں جنکی اہمیت کا اندازہ یہاں نہیں کیا جاسکتا مثلاً کیمے، فوکائیہ
کلازومے نائے، آیریتھرائے، ژتیوس، کیبیدوس، کولوفون اور
اس کا متعلقہ بندرگاہ نوتیون، ایفی سوس، پرتی اینے، می اوس، لطہ

پالیروس اور نسی روس منجملہ ان بلدیات کے ملطہ اور اینی سو کے
تھے اور تیکوس اور ابرتھرائے کا پتہ بھی ان دونوں سے کچھ ہی اچھا تھا۔
یہ بات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ سمرنا (جسکی ایک عددی سے
مختلف محالوں پر تقسیم ہوگئی تھی) اور دونوں میگنیشیا انتھری ایک کے ایین
رہے، چوتھا اور آخری صوبہ کاریہ تھا۔ اسمیں اول تو وہ شہر تھے جو ملطہ کے
مغرب میں واقع تھے یعنی ہیرومون، میلاسا اور پیداسوس جن کی تاریخ میں
اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ دوسرے یاسوس، کاریاندا، مینداوس،
زرمیرا، ہالی کارناسوس، کنیدوس مع جزیرہ نما کے متعلقہ اور جزائر کالیدنا
نوس، سیمے، کارپاتھوس، کاسوس، رودس کا بڑا اور دولتمند جزیرہ جس کے
مختلف شہروں کا اسوقت تک جزیرے کے صدر مستقر کے ساتھ الحاق نہیں ہوا تھا،
لدیہ کے بیشمار بلدیات تھے اور فاسے لس لیکیہ کے مقبوضات میں جنوب
ومشرق کی جانب سب سے آخر شہر تھا۔

یہ سب بلدیات خراج ادا کرتے تھے اور صوبے باجگزار صوبے تھے
اسی لیئے فوروس یا خراج کی فہرستیں صوبہ وار مرتب کی جاتی تھیں[۲] اور ان بستیوں کا

---

[۱] کرشہوف ("نوشتہائے قدیمہ" جلد ۱ صـــ ۲۲۶) کے نزدیک مفصلہ ذیل ان شہروں کی فہرست
ہے جو اولمپیاد ۸۱، ۳ (۴۵۴ ق م) میں دو تالنت یا اس سے زیادہ خراج ادا کرتے تھے۔

۱۔ خراج صوبہ الیونیہ :-

ہمنے ریوئی*	ایغی سوس	کولوفون	کیمے	لیبےدوس	ملطہ	تیوس	نوکیہ
۳ تالنت	۱ت، ۵۰۰ درہم	۲ت	۳ت	۱۲ت	۱۰ت	۶ت	۳ت

ابرتھرائے
۱ت

(* تیوس کے مغرب میں ایک شہر ایرائے تھا۔ طوسی دیدش (۸، ۱۹، ۲۰)
کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ہمنے ریوئی کہتے تھے، اسکے لیئے کیپرٹ کا نقشہ مغربی ایشیائے
کوچک (نقشہ ۶ ک) اور روگے کا مضمون برلن کے ہفتہ وار "جریدہ فلسفہ" ۱۸۹۲ء

شامل تھے۔ صوبۂ تھریس شہر الی سون اور مے تھونے سے جو دریائے
ہالیاکمون۔ کے جنوب میں واقع ہے شہر ائی نوس تک (جو نہایت خوبصورت
سکوں کی وجہ سے جن پر ہرمیس کی تصویر بنی ہوئی ہے مشہور ہے) پھیلا ہوا
تھا اور اس میں ائی نیا سے یوتی دیہ تک کی تمام بستیاں، مینڈے (جہاں
کے سکوں سے بالخصوص دیوتا کی پرستش ظاہر ہوتی ہے)، سکیونے اولنتھوس
(جو دیموس تھنیس کے دور میں نہایت مشہور و معروف ہوگیا)، تورونے۔
سنگوس، اکرو تھواس، اولوفکسوس، غرض گنجان خالکدیس کے تمام
شہر اس میں شامل تھے۔ اسی صوبے میں ارسطاطالیس کا مسقط الراس ستاگیرا
ارگیلوس، دولتمند جزیرہ تھاسوس جہاں جمالیات کی بہت قدر ہوتی تھی مصروف
کار ابدیرا جو تمدن اور شائستگی میں نہایت ممتاز تھا، اور مارونیہ جہاں کی شراب
یگانۂ زمانہ تھی، شامل تھے۔ تیسرا صوبہ ہیلیسپونٹ تھا جس میں خرسونیز کے تمام
شہر تھے جن میں سب سے ممتاز سیستوس بحیرہ مارمورا کے شمالی ساحل کے
شہر مثلاً بسانتھے، پرنتھوس، سیلمبریا، اور خود بائی زنطہ، اور ایشیائی ساحل
پر استاکوس، کیوس، واسکلیون کا کیزکوس، جزیرۂ پروکونے سس،
پاریون، لمپاکوس (جسکے سکوں کے حسن کی اتنی شہرت تھی جتنی خود کی زکوس
کے سکوں کی) پرکوتے، ابی دوس، سگیوم اور کیشریفے (جو دریائے
سکامانڈر پر واقع تھا) تھے۔ صوبۂ الونیہ شمال میں ایسوس سے شروع
ہوتا ہے (جسے بعض مرتبہ آسوس بھی کہتے ہیں۔ یہ شہر اپنے بتخانے کی وجہ سے
مشہور تھا)۔ اسکے بعد جزیرۂ لیسبوس کے شمال میں گارگارہ اور اشتیرا
اور اسی جزیرے کے جنوب میں پتانے، گری نیوم اور میرنا (جو زمانۂ حال میں
ان برتنوں کی وجہ سے نہایت مشہور ہوگیا ہے جو ماہرین آثار قدیمہ نے زمین سے
کھود کر نکالے ہیں) اور چند دیگر نہایت نفیس بستیاں بھی اسی صوبے میں
شامل تھیں جنکی اہمیت کا اندازہ یہاں نہیں کیا جاسکتا مثلاً کیمے، فوکائیہ
کلازومے نائے، اریتھرائے، زتیوس، کیبیدوس، کولوفون اور
اس کا متعلقہ بندرگاہ نوتیون، ایفی سوس، پرتی اینے، می اوس، ملطہ

اور جزائر اکاروس، لیروس اور نسی روس منجملہ ان بلدیات کے ملطہ اور افی سوس خصوصاً ممتاز تھے اور تیوس اور ابرتھرائے کا پتہ بھی ان دونوں سے کچھ ہی کم تھا۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ سمرنا (جسکی ایک صدی سے مختلف محالوں میں تقسیم ہوگئی تھی) اور دونوں مگنیشیا اتھری ایک لے رائین نہ تھے ایچہ تھا اور آخری صوبہ کاریہ تھا۔ اسمیں اول تو وہ شہر تھے جو ملطہ کے مغرب میں واقع تھے یعنی ہیرموس، میلاسا اور پیداسوس جن کی تاریخ میں اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ دوسرے یاسوس، کاریاندا، مینڈوس، ترمیرا، ہالی کارناسوس، کنیدوس مع جزیرہ نماے متعلقہ، اور جزائر کالیڈنا کوس، سیمے، کارپاتھوس، کاسوس، ۔ رودس کا بڑا اور دولتمند جزیرہ جس کے مختلف شہروں کا اسوقت تک جزیرے کے صدر مستقر کے ساتھ الحاق نہیں ہوا تھا، لدیہ کے بیشمار بلدیات تھے اور فاسےلس لیگ کے مقبوضات میں جنوب ومشرق کی جانب سب سے آخر شہر تھا۔

یہ سب بلدیات خراج ادا کرتے تھے اور صوبے یا جگزار صوبے تھے اسی لیئے فوروس یا خراج کی فہرستیں صوبہ وار مرتب کی جاتی تھیں[۱] اور ان بستیوں کا

---

[۱] کرشہوف ("نوشتہائے قدیمہ" جلد ۱ صفحہ ۲۲۶) کے نزدیک مفصلہ ذیل ان شہروں کی فہرست ہے جو اولمپیاد ۸۱، ۳ (۴۵۴ ق م) میں دو تالنت یا اس سے زیادہ خراج ادا کرتے تھے۔

۱۔ خراج صوبہ ایونیہ:۔

ہنے ریوئی* ابغی سوس کولوفون لیبیے دوس ملطہ تیوس فوکیہ

۳ت ۶ت ۱۰ت ۱۲ت ۳ت ۲ت ۱ت ۱۰۰۰درہم ۳تالنت

ابرتھرائے

۰ت

(* تیوس کے مغرب میں ایک شہر ایرائے تھا۔ طوسی دیدش (۸، ۱۹، ۲۰) کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کو ہنے ریوئی کہتے تھے، اسکے لیئے کیپرٹ کا نقشہ مغربی ایشیائے کوچک (نقشہ ۔۔۔) اور رؤسگے کا مضمون برلن کے ہفتہ وار "جریدہ فلسفہ" ۱۸۹۲ء

جو خراج کی بجائے جہاز اور ملاح مہیا کرتی تھیں یعنی جزیرۂ لیسبوس اور خیوس

بقیہ صفحۂ حاشیہ گذشتہ ۔ صفحہ ۲۳۹ ملاحظہ ہو) +

۲۔ خراج صوبۂ ہیلسپونٹ :۔

خالکدون کیتبر یتنے ملپ کوس پرنتھوس تینیدوس خرسونیز کے شہر
۹ ت ۳ ت ۱۲ ت ۱۰ ت ۴ ت ۳۰۰۰ درہم ۱۸ ت

ابی دوس ایرشیے بائی زنطہ کیزکوس پرولونےسوس سیلیمبریا
۴ ت ۲ ت ۱۵ ت تا ۱۲ ت ۹ ت ۳ ت ۵ ت

۳۔ خراج صوبۂ تھریس :۔

ابڈیرا اسئے نوس افیتہ قوم بوتیہ دکائیا تھاسوس تھرامبے اسکیونے
۱۵ ت ۱۲ ت ۳ ت ۲ ت (؟) ۴ ت ۳۰ ت (بعد ازاں ۴۳۸ ۳) ۶ ت

مینڈے پیپارےتھوس ساموتھریس سنگوس اکانتھوس
۸ ت ۳ ت ۶ ت ۴ ت ۳ ت

پوتی دیہ سرمیلے تورونے
۶ ت تا ۱۵ ت ۳ ت ۶ ت تا ۱۲ ت

۴۔ خراج صوبۂ کاریہ

کنیدوس باشندگان کیلندیا مرناسائے لندوس ترمیرا فاسےلس
۳ ت ۱ ت ۲ ت ۸ ت ۲۵۰۰ درہم ۱ ت ۳۰۰۰ درہم ۶ ت

قوم خروتی سی استی پالیا کوس باشندگان لسیہ یالی سوس کامیروس
۳ ت ۲ ت ۳ ت ۱۰ ت ۱۰ ت ۶ ت

(اسطرح روڈس تو ۲۴ تالنت دیتا تھا مگر ہالی کارناسوس سے صرف ایک تالنت صرف ۱ ت ۔ ۴۰۰۰ درہم وصول ہوتے تھے) {واضح ہو کہ یالی سوس، کامیروس، لندوس جزیرۂ روڈس میں تھے ۔ مترجم} +

۵۔ خراج صوبۂ جزائر :۔

کارستوس ائی گینہ اندروس لیمنوس کوریسوس سیریفوس
۶ ت ۳۰۰۰، ۳۰ ۱۲ ۹ (جزیرۂ کیوس) ۲ ت ۔۔ ۱۵۰۰ ۲ ت

اور ساموس کے مثل دولتمند جزیروں کے شہر شامل تھے کہیں ذکر نہیں۔ ہم ان اسباب کے متعلق جن کی وجہ سے اس نہایت مفید اصول سے (یعنی بجائے روپے کے جہاز مہیا کرنا) دیگر شہروں نے استفادہ حاصل نہیں کیا محض قیاس سے ہی کام لے سکتے ہیں۔ ابتدا میں تو یہ سب بالکل خود مختار شہر تھے جو محض ایران کے حملے کی مدافعت کے لیئے آپس میں متحد ہو گئے تھے۔ اسوقت تو ایتھنز کا یہ ارادہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب شہر بجائے اسکے کہ اپنے بنائے جہاز ایتھنز کے حوالے کریں ایک رقم معینہ اسکی نذر کر دیا کریں۔ مگر امتداد زمانہ سے ان میں سے اکثر شہروں نے مختلف وجوہ سے رفتہ رفتہ جہازوں کی طیاری کا مکمل انتظام خود ایتھنز ہی پر چھوڑ دیا[۳] اغلب ہے کہ ان میں سے بہت سے شہر تو ابتدا ہی سے جہاز مہیا کرنے کے قابل نہ ہونگے اور انھوں نے نہایت خوشی سے جہاز سازی کا کام ایتھنز ہی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اریتریہ خالکس تھے را انیروس کیوس کیتھنوس ناکس

۱۵ ت ۱۰ ت ۳ ت ۲ ت ۲ ت ۳ ت ۶ ت ۱۰ ہو

پاروس سفنوس تینوس +

۱۶ ت ۱۲۰۰ ہو ۳ ت ۳ ت

ظاہر ہے کہ خراج کا بار سب سے زیادہ جزائر ہی پر پڑتا تھا۔

[۳] پلوٹارک (حیات کیمون ۱۱) کی رائے ہے کہ کیمون کے سوائے دیگر ایتھنزی سپہ سالاروں نے بھی لیگ کے ان حلفا کو سزا دی جو خراج تو ادا کرتے تھے مگر "ملاح" اور "جہاز" مہیا نہ کرتے تھے۔ مگر کیمون نے ان حلیفوں کو جو لڑنا نہیں چاہتے تھے یہ اجازت دی کہ وہ محض خالی جہاز مہیا کرنے اور "صلاح نیک" دینے پر اکتفا کریں۔ اگر اس بیان کی صحت فرض کر لیجائے تو اس سے دو امروں کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ ایتھنز میں یہ خیال کہ بہ نسبت جہازوں کے روپے لینے میں زیادہ فائدہ ہے غالب نہ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اس امر کا تصفیہ اکثر مختلف سپہ سالاروں پر ہی چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ایتھنزی مدبروں نے اس کلیہ کی بنیاد جسپر ایتھنز عام طور پر عمل پیرا ہو گیا بتدریج ڈالی اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا ہر جگہ ایک ہی طرز پر نفاذ ہوتا تھا۔ مثلاً طوسی دیدش تے

سپرد کر دیا ہوگا اور اسکے معاوضے میں روپے کی ایک خاص مقدار ادا کرنے لگے ہونگے اور یہی طریقہ برابر جاری رہا ہوگا۔ بعض حلیف ایسے بھی ہونگے جنھوں نے محض اپنے آرام اور سہولیت کے خیال سے ابتدا ہی سے سیاسیات کے پیچیدہ مسائل اور انتظام جنگ کو ایتھنزیوں پر چھوڑ دیا ہو۔ اسکے سوا ایسے بھی حلیف تھے جنھوں نے ابتدا میں تو جہاز ہی مہیا کیے مگر ایتھنز کے خلاف بغاوت کے جرم میں انکو یہ سزا دیگئی کہ آئندہ بجائے جہازوں کے نقد روپیہ خزانے میں داخل کیا کریں۔ مشکل یہ ہے کہ ان تمام اسباب کو مد نظر رکھنے کے باوجود بھی وہ وجوہ صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتے جنکی وجہ سے صرف لیسبوس، خیوس اور ساموس ہی ایسے حلیف رہ گئے تھے جو خراج نہ ادا کرتے ہوں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز نے یہ ترکیب چلی ہو کہ اراکین لیگ حتی المقدور روپیہ ہی ادا کیا کریں اور ظاہر ہے کہ حلفا میں سے بہت سے ایسے ہونگے جنھوں نے بلا جنگ آزمائی کیئے ہوئے بتدریج اس اصول کو تسلیم کر لیا ہو۔

اسکے ساتھ ہی ہمیں طوسی دیدیش کا یہ فقرہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لیگ کے آغاز ہی میں خود ایتھنزیوں نے جہاز مہیا کرنے والے اراکین کی ایک فہرست مرتب کر لی تھی اور خراج گزار اراکین کا تعین کر لیا تھا۔ اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے ایتھنز کو اپنے حلیفوں پر کافی اقتدار اور نئی عضویت کے ترتیب دینے کیلیئے اسے کافی اختیارات حاصل تھے جو بالکل ایسے قانون ساز کے اختیارات کے مساوی تھے جو یونانی سیاسیات کے میدان میں ذی اقتدار ہو۔ اسکے سوائے ایک اور امر کا اعادہ ضروری ہے طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ خراج ادا کرنے میں تساہل کرنے کی پاداش میں حلیف ریاستوں کو جبراً مغلوب کیا گیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ تمام ریاستیں جنھیں خراج دینا پڑتا تھا کبھی نہ کبھی ضرور مغلوب ہی ہوگئی ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ ایک فقرے سے (۵، ۱۸) یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن تھا کہ ایک شہر خراج بھی ادا کرے اور ساتھ ہی اسے اندرونی معاملات میں اختیارات بھی حاصل ہوں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ محض ان ہی ریاستوں پہ تشدد روا رکھا گیا تھا جنکی صورت حال اور واقعات انکے لیئے ناموافق تھے۔ بنظر بریں امر ہم یہ کلیۂ عام پیش کرسکتے ہیں کہ باجگزار حلیفوں کے تعلقات مختلف نوع کے تھے، اور تمام شہروں کے متعلق ایک ہی رائے قائم کرنا کسی طرح سے درست نہیں ہے۔ مختلف حلفا کے خراج کے تعین کا کام ارسطیدیس نے اپنے ذمے لیا اور ہر ایک شہر کے خراج کی تعداد مقرر کر دی۔ طوسی دیدیس کے نزدیک[۵] پہلے ہی سال میں خراج کی تعداد چار سو سات تالنت

---

[۴] بعض خراج کی ادائی سے کوئی بلدیہ سپاہی مہیا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوتا تھا۔ اور یہ امر اور ہے کہ بہت جلد بری جنگ ایران کا خاتمہ ہوگیا اور ایتھنز کو سپاہیوں کی ضرورت اسقدر زیادہ نہ رہی۔ اسکے لیئے میولینڈورف کی کتاب "تحقیقات بابت مسائل لسانیات" جلد ۱ صفحہ ۱ تا ۳۰ دیکھنا چاہیئے جسمیں فاضل مورخ نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ ایک محدود دائرے سے باہر جو حلیف تھے وہ ہی سپاہی مہیا کیا کرتے تھے اسلیئے کہ غالباً انکی حیثیت پہلے سے کم ہوگئی تھی۔ اسکے خلاف بوسولٹ کا نظریہ ہے (۲، ۳۵۱-۳۵۰ ح ۲)۔

[۵] طوسی دیدیس (۱، ۹۶) کے نزدیک پہلے سال کے خراج کی مقدار ۴۶۰ تالنت تھی۔ مگر ارشہوف کی تنقید کے بعد (ہرمیس ۱۱، ۳) منجملہ دیگر مورخین کے بکلیٹ (۱ص ۳ : ۳) اور بوسولٹ (۳، ۳۵۲) اسے غلط قرار دیتے ہیں اور بہت سے مصنفوں کا یہ گمان ہے کہ طوسی دیدیس مذکورہ بالا فقرہ دراصل زمانہ مابعد کا اختراع ہے۔ مگر بیلوخ طوسی دیدیس کو صحیح سمجھتا ہے۔ اسکا خیال ہے کہ دراصل ارسطیدیس کے زمانے ہی سے الترا اکین لیگ میں شامل ہوگئے تھے اور انہیں سے ایک جزیرۂ روڈس بھی تھا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ یہ لیگ کی جغرافی تقسیم سے (جو ۴۴۳ ق م یا اس سے پہلے ہی عمل میں آئی ہوگی) یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مختلف اراکین کب لیگ میں شامل ہوئے۔

خراج کی مقدار کے متعلق طوسی دیدیس (۲، ۱۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آغاز جنگ پیلوپونیز کے وقت حلفا سے ۶۰۰ تالنت سالانہ کی آمدنی تھی۔ مگر فہرست ہائے خراج سے ۵۰۰ سے کم ہی کا پتہ لگتا ہے۔ اسکے لیئے بوسولٹ کا (نیولز ۴، ۲۱۶) مطالعہ کرنا چاہیئے۔ غالباً طوسی دیدیس نے ساموسی چندہ بھی اپنی رقم مقررہ میں شامل کر لیا ہے۔

سالانہ تھی، مورخین مابعد نے اس خراج کا نام "تشخیص ارسطیدیس" رکھا ہے۔ مگر اب اس تمام قصے کو خلاف حقیقت سمجھا جاتا ہے اسلئے کہ بعض مورخوں کا قول ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد تک خراج کی مقدار اسقدر نہیں ہوئی۔

گو اس جنگ سے لیگ کے حلقۂ اثر میں کوئی اضافہ ضرور ہو گیا تھا مگر اس میں شبہ نہیں کہ خراج نہیں بڑھایا گیا۔ بہرحال اس سے یہ تو لازم نہیں ہوتا کہ اس لڑائی سے پیشتر مقدار میں کچھ کمی تھی۔ اغلب یہ ہے کہ جو کچھ خراج لیا جاتا ہوگا وہ ان جہازوں کی تعداد پر منحصر ہوگا جو حلفا کو ایرانیوں کے خلاف مہیا کرنے پڑتے تھے۔ بیان کیا جا چکا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں ایک جہاز کی تیاری میں ایک تالنت صرف ہوتا تھا اور ٹریرارخ (کپتان) کے سالانہ اخراجات بھی اسی قدر ہوتے تھے۔ فی ملاح چار او بول یومیہ بطور تنخواہ و اخراجات طعام ملتے تھے۔ گویا اگر جہاز سال میں آٹھ ماہ برسر کار رہا تو قریب ۲۰۰ ملاحوں کو ۲۴۰ یوم تک یہ رقم ملیگی جسکی سالانہ مقدار ۲۰۰۰ ۳۲ درہم ہوتی ہے۔ اور اگر اس رقم میں ایک چوتھائی تالنت بطور سود قیمت جہاز اضافہ کیا جائے تو گویا کل سالانہ خرچ سات تالنت ہوا، بعض گویا ۴۶۰ تالنت سے صرف ۶۶ سہ طبقہ جہازوں کا انتظام ممکن ہے اور جب یہ دیکھا جائے لیگ کا حلقۂ اثر جزیرہ کیوس سے بائی زنطہ تک اور بائی زنطہ سے ملطہ اور جزیرہ روڈس تک پھیلا ہوا تھا تو (کو بعض حلیف جہاز بھی مہیا کرتے تھے) یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ رقم کچھ زیادہ نہ تھی، ماسوائے جہازوں کے مہیا کرنے کے ایتھنز کو سپاہیوں کی خوراک اور وردی کا بھی انتظام کرنا پڑتا تھا اور ۵۰۰۰ سپاہیوں کے لیئے اکثر ۶۰۰۰ درہم روزانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جنگ و جدال کے زمانے میں زیادہ روپے کی ضرورت تھی۔ مگر جب دائرہ جنگ میں کمی ہوئی تو یقیناً حلفا کو شکایت کا موقع ملگیا کہ مقدار خراج کم نہیں کی گئی۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ ارسطیدیس کو تو ضروریات جنگ پوری کرتا تھا مگر اس کے جانشین محض جبر و تشدد پر تلے ہوئے تھے، نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت اول تو قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ قریباً تمام اہم شہر ارسطیدیس کے زمانے میں اراکین لیگ نہ تھے۔ اور دوسرے ممکن ہے کہ جنگ دریائے یوریمدون کے بعد حلیفوں کو یہ امید ہوگئی کہ مقدار خراج کم ہو جائیگی مگر یہ امید پوری نہ ہوئی ہو اسکے لیئے گروٹس تاریخ یونان ۶۲، ۶۳ دیکھنا چاہیئے

درکار ہوتے ہونگے جس کے حساب سے صرف فوج کے اخراجات کے لیئے سالانہ ۱۰۰ تالنت درکار ہوئے۔ اگر ایتھنز اپنی جیب سے یہ رقم ادا کرتا تھا اور اسکے ساتھ ۶۶ سہ طبقہ جہاز بھی تیار رکھتا تھا تو گویا اسکے ذمے باقی سب حلفا کے مجموعی خراج سے نصف عائد ہوا حالانکہ حلیف ابتدا میں ایتھنز سے چھ گنے زیادہ مالدار تھے اور یہی تناسبت حلیفوں اور ایتھنز کے آبادی میں تھی۔ اگر دریائے یوریمدون کی لڑائی کے بعد خراج کی مقدار میں اضافہ نہیں کیا گیا تو اس سے ایتھنز کی انصاف پسندی عیاں ہوتی ہے اس لیئے کہ اسنے اتنی ہی مجموعی رقم برقرار رکھی جو کسی زمانے میں اس نے ضروری سمجھی تھی اور اراکین لیگ سے انفرادی مطالبہ جات میں کمی کردی۔ اس کے سوائے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہ مطالبہ جات نہایت قلیل تھے مثلاً ۴۳۳ ق م میں بائی زنطہ نے ایفینا دیبی کو اپنے خراج کا ساٹھواں حصہ ادا کیا گویا اس خراج کی مجموعی مقدار ۱۰ تالنت سے کچھ ہی زیادہ ہوئی۔ اور بائی زنطہ حقوق تجارت کے معاوضے میں یہی قلیل رقم ادا کرتا تھا۔ درآنحالیکہ اگر وہ خود انتظام کرتا تو یقیناً اس رقم سے تین جہاز بھی مہیا نہ ہو سکتے جو چھوٹی سے چھوٹی مہم کے لیئے بھی کافی نہ ہوتے اور قربانیاں مزید برآں ہوتیں اس کے برعکس ساموسیوں کو ۷۰ سہ طبقہ جہاز تیار رکھنے کی قدرت تھی اور انکے پاس مستقل طور پر ۲۵ جہاز تھے جن پر وہ سالانہ ۱۰۰ تالنت خرچ کرتے تھے۔ بوجوہات متذکرہ بالا یہ کوئی انصاف کے خلاف امر نہ تھا کہ ایتھنز وہ روپیہ جو حفاظت عامہ سے پس انداز ہوتا تھا اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرتا تھا۔ قریب ۴۵۴ ق م میں لیگ کا خزانہ دیلوس سے ایتھنز کو لیئے منتقل کر دیا گیا کہ دیلوس جیسے مختصر اور غیر محفوظ مقام پر خزانہ رکھنا خطرے سے

عہ پلوٹارک "ارسٹیدیس" ۲۵، مجموعہ نوشتہائے قدیمہ ۱، ۲۶۰ میں اس سال (۴۵۴ ق م) کا تعین کیا گیا ہے اور اسی کی تطبیق ساوپے نے گیوٹنگن کے "رسالہ انجمن علمیہ" ۱۸۶۵ء میں اور کیوہلر نے اپنی تصنیف "نوشتہائے (صفحہ ۱۰۲) میں کی ہے۔ انتقال ستقر کی تحریک ساموس کی جانب سے پیش کی گئی تھی۔

خالی نہ تھا۔ اب اس خزانے کی محافظہ بجائے دلوسی اپولو کے اتھینا دیبی ہو گئی اور اسکا اتھینا کا بت خانہ ہی اسکا مستقر بنا دیا گیا۔ ہر سال خراج کا ساٹھواں حصہ یعنی ہر ٹالنت پر ایک مینا اس دیبی کے نذر کیا جاتا تھا اور یہ رقم بطور ایک رقم محفوظ کے ایتھنز اور لیگ کی اغراض کیلئے جمع ہوتی رہتی تھی۔* اگر ایتھنز پس ماندہ رقم کو (جن کا اصل مقصد تو مصرف جنگ ضرور تھا مگر جسکی ضرورت نہ پڑتی تھی) اتھینا دیبی کی تزئین میں خرچ کرتا تھا تو ایسا کون سا یونانی تھا جو اس کا الزام ایتھنز پر لگا سکتا۔ اس لیئے کہ یونانیوں کے نزدیک تزئین اور تحسین تو مذہب کے گویا زرخرید لونڈیاں تھیں*

گو ایتھنز یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان بلدیات کے اندرونی معاملات میں بھی جو خراجگزار تھے، دست اندازی کرے مگر بالکل ممکن ہے کہ ابتداہی سے انھیں چند شرائط کی پابندی کرنی پڑی ہو جو ایتھنز اور لیگ نے عائد کیئے ہوں + ایتھنز کی یہ عام خواہش تھی کہ ان شہروں میں عمومیت کا دور دورہ ہو مگر اسکی یہ خواہش ہمیشہ پوری نہ ہو سکتی تھی۔ اس ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو رسالہ "مملکت ایتھنز" کے موضوع پر ہم تک پہنچا ہے اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بعض مرتبہ ایتھنز اشرافیہ کا بھی طرفدار ہو جایا کرتا تھا اسلیئے کہ وہاں کے عوام کا کبھی کبھی یہ بھی خیال پیدا ہو جاتا تھا کہ مواقع پیش آسکتے ہیں جب بہ نسبت ایک انبوہ کثیر کے جسکی رائے میں مطلق

---

* زمانہ حال کے مورخ اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ آیا علاوہ بت خانے کے خزانے کے ایتھنز میں کوئی اور بھی ملکی خزانہ تھا جسے لیگ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ (بوسولٹ ۲، ۲۲۳) + اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ ایسا خزانہ ضرور تھا اور کرشہوف اور بوسولٹ (میولر ۴، ۱۸۹) اس نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں مگر بوئخ اور بیلوخ کی رائے خلاف ہے + کرشہوف کی رائے اس کے مضامین رسالۂ برلن اکاڈمی ۱۸۶۴ء و ۱۸۷۶ء و ۱۸۷۶ء میں دیکھنی چاہئیں + گرٹس (تاریخ یونان ۲۵۱-۲۵۲، ۶۲) کا نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ساٹھواں حصہ منہا کرنے کے بعد باقیماندہ روپیہ مملکت کا مملوکہ ہو جاتا تھا اور خود عامۃ القوم کے زیر انتظام آجاتا تھا مقدس خزانے سے جسمیں یہ ساٹھواں حصہ جمع ہوتا تھا حکومت صرف روپیہ قرض لیکر خرچ کر سکتی تھی +

* اگر مملکت کے خزانے کا روپیہ دار الملکت کی آراستگی میں صرف کیا جائے تو یہ جرم نہ صرف ایتھنز سے سرزد ہوا

دریائی ہو وہ شرفا کے مختصر جماعت پر زیادہ بھروسہ کر سکتے تھے۔ ساموس کی مثال سے مطلب براری ہو سکتی ہے۔ وہاں ابتدا میں تو فارقلیس نے عمومیت قائم کی مگر سنہ ۴۱۲ ق م میں اشرافیہ برسر اقتدار ہو گئی تھی [۹] بعض مرتبہ ایتھنز اپنے کسی حلیف کے محض اندرونی معاملے میں براہ راست دخل اندازی کرتا تھا اور بالآخر تمام معاملات کا تصفیہ ایک عہدنامے کے ذریعے سے عمل میں آتا تھا۔ اس قسم کے ان عہد ناموں کے اجزا جو ایتھنز، ملطہ اور ایریتھرائے کے درمیان ہوئے ہم تک پہونچے ہیں۔ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بلکہ ہر ایک دارالریاست سے سرزد ہوتا ہے۔
رو ظوسی دیدش ۸، ۲۱، مجلو گلبرٹ (۱)۔۔ ہم کی رائے سے اتفاق نہیں ہے اور میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا کہ باشندگان سیلیمبریا کو تبدیلی دستور کی جو آزادی دی گئی تھی وہ کیوں مستثنیات سے شمار کیجائے۔ بوسولٹ (۲، ۲۲۴) اور دیگر مصنفین کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور ہر حلیف ریاست کے تعلقات جداگانہ تھے۔ یہاں یہ بیان کرنا بھی لازمی ہے کہ اشرافیہ اور عمومیہ کی حدبندی اسقدر صاف اور صریح نہیں ہے کہ ہم قطعی طور پر تصفیہ کر سکیں کہ ان میں سے کون طرز حکومت کسی خاص عہد میں رائج تھا۔ ایتھنز کیلئے تو سب سے زیادہ اہمیت اس فریق کے برسر اقتدار ہونے میں تھی جو ایتھنز کا ہمنوا ہو۔ اور اگر اسکے دوست تعداد میں تو کم تھے مگر تھے دولتمند تو اسکے لئے عددیت سے بہتر کوئی طرز حکومت نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں تھا کہ ہمیشہ طبقہ ادنیٰ کے افراد ہی ایتھنز کے مداح ہوں اور اسکے برعکس تجارتی بلدیات میں تو قرین قیاس یہ تھا کہ امراہی کے تعلقات ایتھنز سے ہونگے اس لئے اس کی حفاظت میں وہ بہ آسانی بحری تجارت کر سکتے تھے۔

تھسالوی معاملات کی حالت میں اسدرجہ یکسوئی نہ تھی جو بوسولٹ فرض کرلیتا ہے (۲، ۴۴) اسکی رائے ہے کہ طبقہ امرا (جو قبائل الیوادئے اور شکوپادئے کے زیراثر تھا) ایتھنز کے اقتدار کا دشمن تھا۔ ممکن ہے کہ بوسولٹ کا استدلال حقیقت پر مبنی ہو مگر الیوادئے جو بہرنوع عمومیت پسند نہ تھے ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتے تھے۔ غرض سیاسیات کی عام صورت حال اسوقت بھی وہی تھی جیسی اب ہے اور ملک کا سیاسی

ان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ایتھنز اور اسکے حلفا کے تعلقات محض عام سیاسی اصولوں پر مبنی نہ تھے بلکہ وہ ہمیشہ واقعات متعلقہ اور ماحول کا اندازہ کرلیا کرتا تھا، واضح ہو کہ بعینہ یہی حالت رومنوں کی تھی اسلیئے کہ روما نے اپنی سلطنت کے بعض صوبوں میں مختلف قبائل کو بالکل مختلف نوع کے اختیارات دے رکھے تھے،

ایتھنز نے حلفا کو سکے بنانے کی ایک حد تک آزادی دے رکھی تھی اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انھیں محض رعایا نہیں سمجھتا تھا، سکوں کے عام مسئلے پر ہم نے ایک علیحدہ حاشیہ میں مفصل بحث کی ہے[۱]

اب عدالتی انتظامات پر غور کیجئے، یہ امر ثابت ہے کہ اگر کوئی بلدیہ یا کوئی شخص ایتھنز کے خلاف غداری کرتا تھا تو اسے خود ایتھنز ہی عدالتوں کے سامنے پیش ہونا پڑتا تھا[۱] اور غالباً ایسے جرائم کی تحقیقات بھی جنکی سزا موت تھی ایتھنز میں ہی ہوتی تھی اور چونکہ حلیفوں کو بہ نسبت مقامی عدالتوں کے ایتھنزی عدالتوں سے زیادہ انصاف کی امید تھی اسلیئے اس ضابطے سے کسی کی کوئی خاص حق تلفی مقصود نہ تھی۔ اسکے سوا یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ دیگر معاملات میں مقامی عدالتوں کو کسقدر اختیارات حاصل تھے اور اسکی بابت قوانین و ضوابط فرض کرلینا صریحاً غلطی ہے۔ اغلب تو یہ ہے کہ اول تو حلیف شہروں کی عدالتوں کے حد اختیار میں امتیاز تھا اور دوسرے امتداد زمانہ سے انکے اختیارات برابر کم ہی ہوتے گئے، خاص خاص ریاستوں کے حد اختیار کے متعلق ان عہدناموں سے پتہ چلتا ہے جو ہم تک پہنچے ہیں مگر عام حدود کی بابت صرف مختلف مصنفین کی تحریریں پیش کیجاسکتی ہیں جو ہرگز اس قدر وقیمت کے مستحق نہیں ہیں جو عام طور پر خیال کیجاتی ہے مثلاً مملکت ایتھنز

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اصول پرستی کے خیال سے نہیں بلکہ سودمندی کے لحاظ سے تیار کیا جاتا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ خود اسوقت بھی دنیا میں عمومیت کا راج نہیں کہا جاسکتا،

حاشیہ[۱] طویل ہونے کی وجہ سے باب کے آخر میں لکھا گیا ہے۔

[۱] غداری کے مقدمات کے تصفیئے کیلیئے اسطوفانیس کا ناٹک "صلح" ۶۳۹ وغیرہ دیکھنا چاہیئے اور اسکے ساتھ ہی گلبرٹ ۱ ؍ ۴۰۲ کا بھی مطالعہ کیا جائے،

نامی کتاب میں جو اس وقت تک زیر مباحثہ ہے یہ لکھا ہے کہ ہر ایک تجویز کے لئے حلیف ایتھنز آنے پر مجبور تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک معاملے کے تصفیے کے لئے ہر ایک اہل معاملہ کا ایتھنز آنا قرین قیاس نہیں ہے۔ اور چونکہ اس وقت تک یہاں اس رسالے کے متعلق یہ طے نہیں ہو سکا کہ یہ قابل وثوق ہے یا نہیں اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا حلفا کی بیشتر تعداد بھی ایسی تھی جنکے باشندوں کو تجویز مقدمات کیلئے ایتھنز آنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور سوائے محض قیاس کے اور کوئی امر ہماری رہبری نہیں کر سکتا کہ وہ کون سے امور تھے جنکے تصفیے کیلئے وہاں آنا لازم تھا۔ غالبا وہ مقدمات جنمیں فریقین ایک ہی ریاست کے شہری ہوں اور مناظ نالش ایک خاص رقم سے تجاوز نہ کر گئی ہو انکو ایتھنز لانے کی ضرورت نہ ہوگی اور وہ معاملات جنمیں بنائے دعویٰ کوئی معاہدہ ہوتا غالبا اسی جگہ ہوتے ہونگے جہاں معاہدے کی قرارداد ہوئی ہو۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ایتھنز ہی خلاف انصاف تصفیہ کرتے اور اپنی سیادت کا بیجا استعمال کرنے پر تلے رہتے۔ نہ یہ صحیح ہے کہ حلیفوں کو ایتھنز جانے میں طرح طرح کی صعوبتیں اور تکالیف برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ اس لئے کہ ہر ایک حلیف زیادہ سے زیادہ دو روز میں ایتھنز پہنچ سکتا تھا اس ضمن میں آخری امر جو قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ ایتھنز کی جیوریوں پر یہ لازم نہ تھا کہ انکو مختلف حصص سلطنت کے مقامی قوانین پر عبور رہا ہو اور ایسے معاملات میں وہ محض اپنی ضمیر اور ذاتی پسند کے اعتبار سے تجویز دیتے تھے۔ اسی لئے فریقین کا فرض تھا کہ وہ ججوں کو تمام فراز و نشیب سمجھائیں۔ بہرحال یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اول تو ایتھنز جانا کچھ زیادہ تکلیف دہ نہ تھا اور اگر بالفرض فریقین وہاں جانا نہ چاہتے اور آپس میں سمجھوتہ کر لیتے تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا اور حلیفوں کو اس سے شکایت کا کیا موقع تھا۔[۱۲]

[۱۲] تفصیل کے لئے بوسولٹ (۲، ۴۳) مطالعہ کیا جائے۔ بعض مورخوں کی رائے میں خود مختار بلدیات کے حد اختیار میں کوئی کمی نہ تھی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لفظ "خود مختار" نہایت مبہم ہے اور محض اس لفظ کی بنا پر ہماری معلومات میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

اراکین لیگ ماہ ایلافے بولیون میں ایتھنز آکر خراج مخصوص افسروں کو جنکا نام ہیلے نوتاہی اسے تھا ادا کرتے تھے + اسکی ادائی کی نگرانی مجلس خاص کرتی تھی اور اگر بمدت یہ خراج ادا نہ کیا جاتا تھا تو ایتھنز سے ایک عہدہ دار محصل خراج "ذیکلوگائس" جنکی جماعتیں باقی دار شہروں میں تحصیل خراج کے لیئے جاتے تھے + جملہ دعاوی متعلق خراج ایتھنزی عدالتوں میں ہی طے پاتے تھے + بہت سے شہروں میں ایتھنزی فوج مخصوص افسروں یعنی "فرلورآرخی" کے ماتحتی میں رہتی تھی اور انکے سوائے حکومت کی طرف سے اظر بھی مقرر تھے جنکا سیاسی رنگ تھا۔ مگر ایتھنزی عدالتوں کے عملے میں سے تکلے تو ئیں ہار اور ایپی ملے نالی (منتظم) ہوتے تھے جنکا کام یہ ہوتا تھا کہ لیگ کے شہروں میں ایتھنزی سیادت کی حفاظت کریں یعنی مقدمات میں ترتیب دیں اور بوقت ضرورت خود بھی صدارت کے فرائض انجام دیں۔[۱۳]

سال میں آٹھ مہینے ایتھنزی جہاز بحیرہ ایجین میں گشت لگاتے تھے تاکہ تمام ریاستوں کو معلوم ہو جائے کہ سلطنت اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی مدافعت کرنے کیلیئے مستعد ہے۔ عام طور پر ایتھنز مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرتا تھا۔ مگر لیگ میں اتھینا دیبی کو گویا ایک قسم کی خصوصیت حاصل تھی اور حلیف اسکے لیئے نذرانے لاتے پہلے مجبور تھے ایتھنزی ایلیوسس کے دیوتاؤں کو بھی الہیہ لیگ سمجھتے تھے اور انکے سامنے حلیفوں کے نام سے چڑھاوے چڑھاتے تھے +[۱۴]

ابتدا میں تو مجالس لیگ جس میں حلیف شہروں کے قائم مقام ہوتے تھے ڈیلوس میں منعقد ہوتی تھیں۔ مگر یہ رفتہ رفتہ مسدود ہو گئیں۔[۱۵] اور اس میں شبہ ہے

---

[۱۳] فرار خوئے کیلیئے میولینڈ ورف کی کتاب تجسسات ا صد۳ و صد۴ دیکھنا چاہیئے۔ مناسب مقامات پر قلعے بنے ہوئے تھے جسمیں نوجوان ایتھنزیوں کی فوج رہتی تھی جسکی نگہداشت فرنورائے اور فرلوارخوئے (محافظ اور صدر محافظ) کرتے تھے + آئیس کوپوئے (ناظر) کا تعلق ملکی انتظامات سے تھا اسکے لیئے میولینڈورف صد۵ و صد۶ کا مطالعہ کرنا چاہیئے

[۱۴] مثلاً پلوٹارک "حیات فارِقلیس" + اگر ایتھنزی لیگ کو اتھینا دیبی کا اتحاد کیا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا +

[۱۵] طوسی دیدش ا، ۹۶ - ۹۷ + ان مجالس کے جلسوں کے خاتمہ کے وجوہ بالکل قرین قیاس ہیں + ہر حلیف کے ایتھنز کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات تھے +

جب جلسے ہونا بند ہو گئے تو ایتھنز نے ان شہروں سے جو جہاز مہیا کرتے تھے کبھی عام مسائل کے متعلق رائے لی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ جب فارقلیس برسر اقتدار تھا تو اس زمانے میں کسی شخص کو لیگ کی مجلس طلب کرنے کا خیال بھی نہ آتا تھا۔

چونکہ مذہبی آزادی مذہب کے حدود سے شمار کیجاتی تھی اور ایتھنز نے اپنے حلفا کو مذہبی معاملات میں مکمل آزادی دیدی تھی اسی لئے انکو مذہبی آزادی بھی حاصل تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اسنے اسکے برعکس اپنے لئے نہایت سخت مذہبی قوانین بنائے تھے اور ایتھنزی شہریوں کو قدیم مذہبی عقائد کی خلاف ورزی یا نئے دیوتاؤں کی پرستش کی مطلق اجازت نہ تھی۔ مگر دیگر شہروں کے مذہبی عقائد سے وہ کلیتاً علیحدہ رہتا تھا۔ یہ تو عیاں اور ناقابل انکار ہے کہ ایتھنز نے اپنے شہروں کے لئے تو مذہبی آزادی محدود کردی مگر ساتھ ہی اسنے نارواداری کی تبلیغ کا بیڑا اپنی چار دیواری سے باہر کیلئے نہیں اٹھایا۔ اور وہ شخص جو مذہب میں آزادی پسند ہونے کی وجہ سے ایتھنز میں قیام نہ کرسکتا تھا لیگ کے ان شہروں میں نہایت اطمینان کیساتھ اپنے عقائد کی تبلیغ کرسکتا تھا جہاں کا قانون اسے اجازت دے۔

شہر اور مملکت بالکل ہم معنے تھے اور مذہب کا ان دونوں سے نہایت گہرا تعلق تھا اسی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوا کہ دور افتادہ ریاستوں کو شہری حقوق دیکر مملکت کو وسیع کیا جائے غیر ملکی فرداً فرداً ایتھنزی بن سکتے تھے مگر بستیاں کی بستیاں ایتھنزی قومیت حاصل نہ کرسکتی تھیں۔ اور باقی زنطی باقی زنطی ہی رہے اور پاروسی پاروسی۔ مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بطور پنتولی کے غیر ملکیوں کو خاص کر ایسی حالت میں خوش آمدید کہا جاتا تھا جب وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تعین خراج کا مسئلہ ایتھنز اور فرداً فرداً ہر ایک ریاست پر چھوڑ دیا گیا تھا، ایتھنز کا کوئی دستور بھی نہ تھا جو مابہ النزاع ہوسکتا، اور اگر مسئلہ جنگ ایران پر بھی ان مجالس میں بحث نہیں ہوئی تو پھر آخر کوئی معاملہ زیر بحث نہیں ہوسکتا تھا اور مجالس کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی تھی۔ ایسی حالت میں اگر لیگ امور مباحثہ طے کرلیتی اور ایک ضابطے کا اختراع کرلیتی تو یہ نہایت تعجب کی بات تھی۔ زمانہ حال کے مورخوں کی رائے کیلئے بوسولٹ ۲ ۱ ۲ دیکھنا چاہیئے۔

بوجہ فضیلت دولت یا علم یا ہنر برتر ہوں، باوجود اس امر کے ملطہ، بائی زنطہ اور
باکی کارناسوس کے باشندے بہ نسبت اپنے شہروں کے ایتھنز میں رہنا زیادہ
پسند کرتے تھے۔ اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ کسی بات میں کم ہوں۔ انہیں
سے بعض تو اسقدر طاقتور تھے کہ انھوں نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا
اور اسمیں کامیابی حاصل کی اور خود جزیرۂ روڈس نے تو عین دوران جنگ پیلوپونیز
میں اپنے صدر مستقر روڈس کی بنیاد ڈالی۔ اور ان حلیف شہروں نے جو
بحر اعظم کے کناروں پر آباد تھے باوجود ایتھنز کے دست نگر ہونے کے اپنے
ان ہمسایوں کو جو تہذیب و تمدن میں ان سے کم تھے برابر شائستگی اور تمدن کا سبق
دینا جاری رکھا اور اپنا اقتدار گھٹنے نہ دیا، ان میں سے سب سے زیادہ کارہائے
نمایاں تھریسی بلدیات کے تھے۔ مگر جب ہم انکا مقابلہ ایتھنز کے حالات سے
کرتے ہیں تو ہم پر یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ ہم انھیں کسی طرح سے ان روشنی کی شعاعوں
سے تشبیہ نہیں دے سکتے جو ایتھنز کی فضا سے نمودار ہوتی تھیں۔

ایتھنز نے حلیف اضلاع میں اپنی سیادت اور اثر کو ایک اور طریقے
سے تقویت پہنچائی۔ اسنے بجائے الوٹکیائے یا پرانی طرز کی نوآبادیوں
کے کلیروخیاں یعنی نئی طرز کی نوآبادیاں قائم کرنا شروع کیا۔[16]

[16] کلیروخیوں کیلئے پلوٹارک کی حیات فارقلیس ۱۱ اور ر کرشہوف کی کتاب کلیروخیاں
اور طریق تحصیل خراج (مضامین انجمن علمیہ - برلن - ۱۸۷۳ء) اور فوکارٹ کی کتاب
پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کی نوآبادیاں" دیکھنی چاہئیں۔ بریا کی نوآبادی کا حال اسکے
نوشتہ ضابطۂ آبادکاری (مجموعۂ و منتہائے قدیمہ ۱، ۳۱) سے معلوم ہوتا ہے۔ مختلف
کلیروخیوں سے سال کیلئے جنکا اس کتاب میں ذکر ہے بوسولٹ کے مفصلہ ذیل اجزا کا
مطالعہ بہتر ہے:۔
۲، ۴ ۳۶۴ (ائیوان) - ۴۹۸ (سکیپروس) - ۵۲۶ (خرسونیس) - ۵۳۸ (لیمنوس
اور امبروس) - ۵۴۰ انوف، امی سوس، استاکوس۔ اسکے لئے ۱، ۴۲۸ بھی
دیکھنا چاہیئے) - ۵۴۲ (یوبیہ) - ۵۴۳ (ناکسوس، اندروس، بریا)۔

عام یونانی نوآبادیاں تو خود مختار شہر تھے مگر ایتھنز کی اور رومن نوآبادیوں کی خصوصیت
یہ تھی وہ بیرونی ممالک میں شہریوں کی بستیاں تھیں جنکے افراد بدستور مادر وطن کے
دست نگر رہتے اور جنکے اصل حقوق شہریت میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوتی۔ ان کا
ایتھنز سے بجنسہ وہی تعلق تھا جو سپینہ کو اسپارٹا سے، سوائے اسکے کہ جغرافی
نقطۂ نظر سے انکو مادر شہر سے اس درجے قرب حاصل نہ تھا بلکہ اسکے ساکن
دور دراز مقامات پر رہتے تھے اور انکا مقصد رومن شہریوں کی طرح محض روزی
پیدا کرنے کے بجائے اپنی سلطنت کی حفاظت کرنا بھی تھا۔ رومنوں کی طرح
وہ بعض مرتبہ سلسلہ وار اضلاع میں جاکر آباد ہوجاتے اور وہاں سلطنت جمہوریہ
ایتھنز کے اندر ایک ایسی ہی مملکت کی بنیاد ڈالتے جیسے زمانہ مابعد میں ہجرت
اقوام کے دور میں جرمنوں نے رومن شہنشاہیت کے اندر قائم کرلی تھی۔ کلیروخیوں
کا دستور بالکل جداگانہ تھا جس میں ایتھنز ہی کی طرز پر آرخن، مجلس خاص، ایکلیزیا
اور اشترائی کوئے تھے، مگر انکے خاص قسم کے مقدمات ایتھنز ہی میں طے
پاتے تھے۔ اس طرز آبادکاری کا اختراع اسوقت ہوا جب چھٹی صدی ق م
کے آغاز میں ہی ایتھنزیوں نے سلامس پر قبضہ کرلیا۔ مگر اسکا زمانہ مابعد
کے کلیروخیوں سے فرق یہ تھا کہ سلامس ایتھنز سے اسقدر قریب تھا کہ
وہ گویا اٹیکا کا ایک حصہ شمار ہونے لگا۔ جن کلیروخیوں کا تعلق چھٹی صدی ق م کی
تاریخ سے ہے وہ سب تھریسی شہر ایون کے سنہ ۵۰۶ ق م کے ناکام حملے کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لیمنوس اور اندروس کیلئے بوشولٹ (۲، ۲۰) اور گرافٹ کی
کتاب "تھریسی خرسونیز کے سیاسی حالات سنہ ۵۶۰ ق م سے سنہ ۴۱۳ ق م تک" (ڈیونگن
سنہ ۱۸۸۸) دیکھنا چاہیئے۔

باوجودیکہ جب کسی جگہ کے باشندوں کو کلیروخی کیلئے اپنی اراضی حوالے کرنی پڑتی تھی تو (کرٹیوس
کے قیاس کے مطابق) عام طور پر خراج کم کردیا جاتا تھا مگر اسکو اصلی باشندے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔
اور ممکن ہے کہ یوبیہ کی بغاوت کا اصل سبب یہ کلیروخیاں ہی ہوں۔ امفی پولس اور تھوریئی کی
نوآبادیاں اس لئے ناکام ثابت ہوئیں کہ اس میں غیر ملکی عنصر بہت تھا اور یہاں کے نئے باشندوں کی سیاسی حیثیت

قائم ہوئیں اور وہ مفصلہ ذیل تھیں :-

(۱) اسکیروس بزمانہ کیمون۔

(۲) تھریسی، خرشونیز، لیمنوس، امبروس، یوبیہ، ناکسوس، اندروس، بزمانہ فاقلیس،

(۳) تھریسی بریا

(۴) اینوت، امی سس، استاکوس، جنسے ممالک اشتین میں ایتھنز کی اقتدار بہت بڑھ گیا۔

(۵) یوبیہ کی دوبارہ فتح کے بعد شہر ہستائیہ کی جگہ اوریوس کی بنیاد۔

ڈنکر کا خیال ہے کہ اس سی سال تک جب گویا اسپارٹا نے ایتھنز کی سیادت کا خاتمہ کر دیا ... ۱۵ ایتھنز ی اس قسم کے کلیروخیوں میں جا کر آباد ہو چکے تھے۔ جزائر سکیروس، لیمنوس اور امبروس ایتھنز کی ذاتی ملک قرار دئے گئے اور چوتھی صدی میں بھی جب ایتھنز کی قوت بالکل زائل ہو چکی تھی یہ جزیرے برابر اسی کے ماتحت رہے اور خود روما نے بھی انھیں اسی حالت میں رہنے دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نصف صدی سے کچھ ہی زیادہ عرصے میں قریب ... ۱۰ ایسے شہریوں کو جنکی جائداد نہایت قلیل تھی دیگر ممالک میں بھیج کر اراضی کا مالک بنا دیا گیا اور وہ کم از کم زیوگتائی بن گئے۔ خود ایٹکا میں ایتھنز ی شہریوں کا اندازہ ... ۲۰۰۰ (یا بیلوخ کے نزدیک ... ۳۵) کیا گیا ہے[۱]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ متذکرہ بالا کلیروخیوں کی سیاسی حیثیت سے بالکل مختلف تھی۔ اس موضوع کیلئے گرٹیس ۶۴، ۸۰ کا مطالعہ کیا جائے۔

[۱] بیلوخ ۶۱، ۷۳۔ اس تعداد کے ساتھ ہی اگر ... ۹ میٹوئکی بھی ملائے جائیں تو آبادی ... ۴۵ شہریوں تک پہنچ جاتی ہے (صسمہ)۔ آبادی کا اندازہ لگانے کے وقت بیلوخ ان کلیروخیوں کو جو نامکمل حالت میں پھیلی ہوئی تھیں ایٹکا ہی میں شمار کرتا ہے۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ بہ نسبت ان محاصل کے جو زرکسز نے ایشیائی یونانیوں اور جزائر کے باشندوں سے وصول لئے ایتھنز کے محاصل سے چھپے گئے تھے ایرانی محاصل کیلئے کتاب ہذا باب چار کا مطالعہ کیا جائے۔

اور اگر سلطنت ان کے سوائے ... ۱۵ زمینداروں پر جو بیرونی ممالک میں پھیلے ہوئے تھے بھروسہ کر سکتی تھی تو اس سے اسکی وقعت اور اقتدار میں گونہ اضافہ ہوا ہوگا۔ کلیروخی کے باشندے اسی قبیلے اور دیمے کے اراکین رہتے تھے جسکے وہ ترک وطن کرنے سے پیشتر رکن تھے۔ چونکہ اولین رومن نوآبادیاں سلامس کی آباد کاری کے بعد ہی قائم ہوئیں اسلئے کہ قیاس کہ ان کا اثر رومنوں پر پڑا ہوگا کچھ غلط نہ ہوگا۔

اب یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ ایتھنز کو کسقدر حظ اور فائدہ بحری ملازمت اور لیگ کے دست نگر بلدیات وہ دورہ کرنے اور وہاں کے باشندوں کی وفاشعاری کے اظہار سے حاصل ہوتا ہوگا۔

اسناد متعلق باب ۱۷

سب سے زیادہ اہم چند نوشتے ہیں جنکے اجزا ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ دو شقوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ یعنی وہ فہرستیں جنمیں ان حصوں کا اندراج تھا جو خراج میں سے اتھینا دیوی پر چڑھایا جاتا تھا ("مجموعۂ نوشتہائے قدیمہ ۱، ۲۲۶) ۔ اور ۴۲۵ ق م کے تشخیص محاصل (نوشتہائے قدیمہ۔ ۱، ۳۷) ان سب کو کرشہوف اور کیوہلر نے جمع کر کے اس قابل بنا دیا ہے کہ انسے تاریخ میں مدد لی جا سکے۔

اس موضوع پر خاص خاص کتابیں مفصلۂ ذیل ہیں:-

(۱) کیوہلر، "نوشتہ جات و تحقیقات دربارۂ تاریخ مشارکت دیلوس و اٹیکا"۔ انجمن علمیہ برلن۔ ۱۸۶۹ء۔

(۲) کرشہوف: دیلوسی اٹیکائی مشارکت اپنے حیات کے پہلے دس سال میں ہرمیس ۱۱، ۱ وغیرہ۔

(۳) کرشہوف: فہرستہائے خراج۔ اولمپیاد ۸۵، ۲ تا ۸۸، ۱۔ انجمن علمیہ برلن ۱۸۷۰ء

(۴) لیو: آغار شراکت ویلونس و اٹیکا۔ ویسباڈن ۱۸۶۸ء
(۵) وانکاں: ایتھنز ایک کے حسابات۔ وغیرہ۔ لائپزگ ۱۸۶۸ء
(۶) شال: "متادت ایتھنز"۔ نشر ثانی۔ ۱۸۸۱ء
(۷) بوئخ: "مالیات ایتھنز"۔ تیسری اشاعت
(۸) کلیٹ: "تذہیبات یونان" حصہ ۱
(۹) بوسولٹ: " (میلولہ ۴، ۲۱۰ وغیرہ)
(۱۰) ژیرو: "شرائط حلفا"۔ وغیرہ۔ پیرس ۱۸۸۳ء
(۱۱) بوسولٹ: "تاریخ یونان"۔ جلد ۲
(۱۲) گرتیس: " ۶۲"۔ خاصکر صفحہ ۱۴۲ وغیرہ

حاشیہ نمبر (۵۰۱) سب سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ ایک اِستاتر کا وزن (جو مختلف یونانی سکوں کی گویا بنیاد ہے) مفصلہ ذیل تھا:-

آئی گینہ کے معیار کے مطابق - ۱۹۴ انگریزی گرین
ایرانی " " - ۱۶۷ "
بابلی " " - ۱۶۹ "
یوبیائی۔ اٹیکائی " - ۱۳۵ "
فنیقی معیار " - ۱۱۲ "

اور ایک استاتر کی قیمت مختلف مقامات میں اس درجے مختلف تھی کہ فنیقی استاتر ائی گینہ کے استاتر کے نصف سے کچھ ہی زیادہ تھا۔ اور گو ایک استاتر دو درہم کے مساوی ہی شمار کیا جاتا ہے مگر فنیقی استاتر بعض مرتبہ صرف ایک درہم کے برابر ہوتا تھا۔ بابلی اور ایرانی استاتر تقریباً ہموزن تھے اور دونوں ائی گینہ کے استاتر سے ذرا چھوٹے تھے۔ اس پیچیدگی کی وجہ سے خاص خاص مواقع پر یہ طے کرنا نہایت مشکل امر ہے کہ سکوں کا کوئی خاص سلسلہ کس معیار کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - مطابق ہے۔ اسی لئے ہیڈ تو بعض سکوں کو ائی گینہ کے معیار کے مطابق بتاتا ہے (مقدمہ)
مگر دیگر مورخین کی رائے ہے کہ تو وہ وزن میں ایرانی معیار سے قریب تھے مگر در اصل اسی معیار سے متعلق تھے۔ لطف یہ ہے کہ متعدد معیار مختلف شہروں میں یکے بعد دیگرے اختیار کئے جاتے تھے۔ اسی لئے اکثر سکوں کا تصفیہ محض ذاتی رائے پر چھوڑ دینا پڑتا ہے اور معیاروں کے اوزان سے مختلف سکوں اور بلدیات کی تواریخ کا تعین نہایت دشوار امر ہے۔

سلطنت ایتھنز میں سونے چاندی اور الکٹرون (مرکب نقرہ و زر) کے سکے ڈھالے جاتے تھے۔ سونے کا سکہ رائج الوقت ایرانی دارائی تھا (غالباً اس لفظ کا تعلق شاہ داریوش سے نہ تھا (دارا کے معنی محض شہنشاہ کے ہیں۔ آجکل بھی ایران میں ایک سکہ رائج ہے جسے "شاہی" کہتے ہیں۔ مترجم) الکٹرون ایشیائے کوچک میں سکوک کیا جاتا تھا اور ایتھنز اور بہت سے اور شہروں میں چاندی کے سکے رائج تھے۔ اب ہم سلطنت ایتھنز کا مفصل حال بیان کرینگے اور ان شہروں کا شمار کرینگے جہاں ہمارے علم میں سکے ڈھالے جاتے تھے۔

ایتھنز میں ۱۰ درہم، ۴ درہم، ۲ درہم، درہم ۳ اوبول، ۱½ اوبول، اوبول، ½ اوبول چاندی کے تھے اور انکے ایک طرف ایتھینا (دیبی) اور دوسری جانب ایک الو کی تصویر تھی۔ اسی لئے انھیں کو راکے ("زاغی") یا گلاؤکیس ("بومی") کہتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ فنون لطیفہ کی ترقی کی مناسبت سے ان تصاویر کی خوبصورتی میں ترقی نہیں ہوئی اور ایتھینا دیبی کی تصویر اپنی قدیم طرز پہ بے ڈھنگی ہی رہی۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ سکوں کا عام انداز برابر وہ ہی رہا جو قدیم زمانے میں تھا۔ یہ سکے غالباً غیر یونانی اقوام میں بہت ہردلعزیز تھے اور وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے۔ اس قسم کے تعصب کی مثال آجکل کے زمانے میں بھی مشرقی افریقہ میں مل سکتی ہے جہاں ماریا ٹیریزا کا ڈالر اسوقت تک رائج ہے۔ ارسطوفانیس کی ناٹک "غوکان" (۲۰) سے قدمانے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جنگ پیلوپونیز میں ایتھنز ی سونا ڈھالتے تھے۔ مگر ہیڈ (۳۱۳، ۳۱۴) کی رائے میں یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ بہرحال اس دور میں سکے بنانے میں بے پروائی ہونے لگی اور ایتھینا کے سر کی وہ قدیم حالت قائم نہ رہ سکی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ یوبیہ میں مخصوص یوبیائی معیار عرصہ دراز سے رائج تھا اور اسی کو زمانہ مابعد میں ایتھنز اور کورنتھ نے بھی اختیار کر لیا۔ مگر سلطنت ایتھنز کے زمانے میں صرف تین شہروں یعنی کارستوس، خالکس اور ایریتریا میں ٹکسالیں تھیں۔ اور جب یوبیہ سلطنت سے علحدگی کی ۴۴۵ ق م میں کوشش کی تو یہ ٹکسالیں بھی بند ہوگئیں۔

اس بغاوت کے فرو ہونے سے چونتیس سال تک ایتھنز نے اسکو سکے بنانے کی اجازت نہیں دی مگر ۴۱۱ ق م میں وہ دوبارہ باغی ہوگیا اور یوبیائی لیگ کی طرف سے علحدہ سکے ڈھلنے لگے جن پر لفظ "یوبوئے" کندہ تھا۔

موجودہ معلومات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جزائر ایجین میں صرف جزیرۂ سفنوس ہی ایسا تھا جہاں ٹکسالیں تھیں اور اس جزیرے ہی میں سونے اور چاندی کی کانیں بھی پائی جاتی تھیں (ہیڈ ۴۱۹ - ہیرودوٹس ۳، ۵۷)۔ اس جزیرے کے بعض سکے تو ایٹکائی معیار کے مطابق ہیں اور بعض آئی گینہ کے معیار سے متعلق، اور آئی گینہ کا معیار ہی نہ صرف جزائر میں بلکہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں سوائے کورنتھ کے باقی تمام ارض یونان میں رائج تھا۔

آئی گینہ میں بھی جو اس زمانے میں ایتھنز کا باجگزار حلیف تھا برابر اس کے مخصوص سکے "خیلونائی" رائج رہے (ہیڈ ۳۳۲)۔ جب ۴۳۱ ق م میں وہاں کے باشندے ملک بدر کر دیئے گئے تو سکے ڈھلنا بھی بند ہوگیا۔

ہیڈ کی رائے ہے کہ جزیرہ نمائے خالکدیس میں ائی نیہ، پوتیدیہ، مینڈے، سکیونے، اولنتھوس، تیروتے اور اکانتھوس میں یوبیائی معیار کے سکے بنتے تھے۔ مگر ۴۲۴ ق م میں غالباً براسیداس کی مداخلت کے بعد انھوں نے بجائے یوبیائی کے فنیقی معیار اختیار کر لیا اور یہ ہی مقدونیہ میں بھی عام طور پر رائج الوقت ہوگیا اور پانچویں صدی ق م میں خود مقدونی بادشاہ بھی اس کے مطابق سکے ڈھالنے لگے۔ دریائے اسٹریمون کے کنارے پر صرف ترا گی لوس (؟) ہی ایسا شہر ہے جہاں فنیقی اوزان کے چھوٹے چھوٹے سکے ڈھالے جاتے تھے (ہیڈ ۱۹۰)۔

تھریسی ساحل کے شہروں میں ابدیرا، دکائیا (جسکا ابدیرا سے دیرینہ تعلق تھا)، مارونیہ اور اینوس کے سکے اس وقت تک موجود ہیں جنمیں سے مارونیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ اور انے نوس کے سکے تو یوبیائی اٹیکائی معیار کے مطابق بنائے گئے ہیں اور باقی تین شہروں کے سکوں میں فینیقی معیار قائم رکھا گیا ہے۔ یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ ایڈیرا اور مارونیہ کے سکوں پر وہاں کے عمال کے نام کندہ ہیں۔ یہ یونان میں اپنی طرز کی پہلی مثال ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندوں میں جمہوری احساس ضرور تھا مگر اشراقی حکومت کی طرف زیادہ میلان نہ تھا۔ فون سالیٹ کہتا ہے کہ چونکہ اسے نوس کے سکوں پر وہاں کے عمال کے نام کندہ ہیں اسلئے وہاں کی طرز حکومت عدیدیت نہ ہوئے تھی۔ مگر یہ لازم نہیں۔ (ہیڈ ۲۱۱)

اندرون تھریس کے اضلاع کا ایک چار درہم کا سکہ سپارادوکوس اول (ق ۴۳۰ ق م) کے زمانے کا ہے (ہیڈ ۲۳۹) اور چند دو درہم کے سکے سیوتھیس اول کے جن پر "سیوتھا کو آرگیریون" "سکہ سیوتھیس" یا "نقرۂ سیوتھیس" کندہ ہے موجود ہیں۔ یہ سکے اٹیکائی معیار کے مطابق ہیں اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ تھریس میں ایتھنز کا معتد بہ اثر ہوگا

جزیرہ تھاسوس بابلی معیار کا تابع تھا اور یہ معیار ساحلی اضلاع پانگایا اور ایماتھیا میں مروج تھا مگر اسکا استاتر سبتاً ہلکا ہوتا تھا۔ استاتر کے وزن میں ایتھنزی سیادت کے زمانے میں متواتر کمی ہوتی گئی یہانتک کہ وہ بالکل اٹیکائی استاتر کے برابر ہوگیا۔ جب تھاسوس ایتھنز سے ۴۱۱ ق م میں علیحدہ ہوا تو اسنے خالکدیسی شہروں کی طرح فینیقی اوزان استعمال کرنا شروع کردئیے۔ اور ہیڈ (۲۲۰) اس دور کے ایک تھاسوسی سکے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے اسکی ساخت میں اتنی ہی مہارت دکھائی گئی ہے جتنی شاید خود فدیاس دکھاتا۔

یہ قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ تھریسی خرسونیز اور شہر خرسونی سوس کے بعض سکے اسی زمانے کے ہیں۔ جن سکوں کو میں ملتیادیس کی طرف منسوب کرتا ہوں انکے لئے اس کتاب کا باب ۱۰ حاشیہ ۱۱ دیکھنا چاہیئے۔

ابتدا میں اپولونیا (پونتوس) کی طرح سیلمبریا کے سکے ایرانی معیار کے مطابق تھے مگر بعد میں اسنے اٹیکائی معیار اختیار کرلیا۔ اس کے برعکس خود پونتوس کے شہر میسمبریا میں ۴۵۰ ق م کے بعد اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھالے جاتے تھے۔

پانتی کاپیم کے طاقتور شہر کا ایتھنز سے عرصہ دراز سے تعلق تھا اور چونکہ ممکن ہے کہ وہاں کے اسکیث قوم کو ایتھنزی سکے پسند آئے ہوں اس لئے پانچویں صدی ق م تک ایتھنزی سکے ہی وہاں مروج تھے اور خود شہر میں مطلق سکے نہ ڈھالے جاتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تجارت کا مرکز اسٹون تھا اور اس شہر میں جو معیار قائم تھا وہ فینیقی یا ایجائی معیار سے زیادہ کم تھا اور وہاں کے دو فینیقی درہم آئی گینہ کے ایک درہم کے برابر ہوتے تھے (ہیڈ ۴۴۳ تا ۴۴۴)

اب مغرب کی جانب چلئے اور ایشیائے کوچک کے شہر شمار کیجئے۔ اشتینی ہرقلیہ میں ۵۵۱ء ق م سے پیشتر سکّے ڈھالے نہ جاتے تھے مگر اسکے بعد وہاں اسٹوف کے سکوں کے ہم وزن سکّے بننے لگے۔ خالکدون میں ایجائی معیار کے پانچویں صدی ق م کے جزو آخر میں بنے ہوئے سکّے اسوقت تک موجود ہیں۔ شہر بائی زنطہ میں ۴۰۰ق م سے پیشتر صرف لوہے کے سکّے رائج تھے سونا اور چاندی اسوقت تک مسکوک نہ ہوا تھا (ہیڈ ۲۲۹)۔ اشتر ابو کا قول ہے کہ استاکوس میں ۵۲۳ ق م میں ہی اینھنہ کی نوآبادی قائم ہوگئی تھی مگر پھر بھی پانچویں صدی ق م میں اس کا معیار وہی ایرانی ہی رہا۔ ان تمام تمثیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ باسفورس کے ایشیائی ساحل پر اینھنز کی اثر تھا تو ضرور مگر غالب نہ تھا۔

کی زکوس معاملات زر کے ضمن میں نہایت اہم شہر ہے۔ اس میں پانچویں صدی میں سب سے پہلے سکّے ڈھالے گئے (ہیڈ ۴۲۹)۔ اسکے استاتر اور ہیکتائے تو الکتزون کے تھے اور سونے کے سکّے کی جگہ خالص سونے کے ایرانی دارائیاں چلتی تھیں جو پانچویں اور چوتھی صدی ق م تک کے طلائی سکوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھیں اور اسوقت تک متواتر رائج رہیں جب فیلقوس شاہ مقدونیہ نے مقدونوی طلائی زر کو رواج دیا۔ یہاں کے سکّوں کا ذکر اکثر اینھنزی نوشتوں میں آتا ہے اور ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت خوبصورت تھے اور مختلف طرز کے تھے۔ ان کی بابت بہترین تذکرہ کینن گرین وال کی کتاب "کی زکوس کے الکتزون کے سکّے" میں ہے جس سے یہ عجیب وغریب واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے باشندے اپنے سکّوں پر دیگر بلدیات مثلاً گیلا اور پوسیڈونیا کی مہریں کھد واتے تھے۔ یہاں کے اور لیشبوس اور فوکائیا کے استاتر کا وزن ۲۵۰ گرین تھا مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایونیہ کے بہت سے شہروں کے قدیم الکتزون کے سکّے اور لمپساکوس اور ابی ڈوس کے سکّوں کے اوزان ان سے مختلف تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ لمپساکوس کے الکترونکے سکوں کا ابتدائیں تو وہ نیا معیار تھا جو ملطہ کا تھا (۲۲۰ گرین) مگر پانچویں صدی ق م میں یہ ۲۳۲ گرین لے ہو گئے (ہیڈ ۵۶۲) کیزیکوس کی طرح اٹیکائی نوشتوں میں یہاں کے تولبصورت استاتروں کا بھی ذکر ہے۔ اور درآنحالیکہ چاندی کے سکے سنہ ۵۰۰ ق م سے پیشتر کو فینیقی معیار کے مطابق مضروب کئے جاتے تھے مگر اسکے بعد ایرانی معیار ہی ملحوظ رکھا گیا ❊

چھٹی صدی ق م میں ابی دوس میں الکترون ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب ہوتی تھی مگر پانچویں صدی ق م اسکے سکے ڈھلنے بند ہو گئے اسلئے کہ غالباً اس شہر کی اہمیت لمپساکوس سے کم ہو گئی مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس صدی میں چاندی ضرور ایرانی اوزان پر مضروب کی جاتی تھی ❊

ہیڈ (۴۷۰) کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی مثل چھٹی صدی ق م کے لیبرینے میں الکترون کے ہیکتاسے ڈھالے جاتے تھے اور داردانوس میں (۴۷۱) الکترون کے ہیکتاسے فوکائیا اور کیزیکوس کے اوزان پر اور استاتر ملطہ کے معیار کے مطابق مضروب کیئے جاتے تھے اور چاندی کے سکوں کیلئے ایرانی وزن کا خیال رکھا جاتا تھا ❊ شکیپسس میں چاندی کی کانیں تھیں اور وہاں چاندی کے سکے ڈھالے جاتے تھے جو غالباً ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے (ہیڈ ۴۷۴)

متی لنہ اور فوکائیہ کے درمیان جو عہدنامہ موخرالذکر شہر کے سکوں کی بابت غالباً سنہ ۴۳۰ ق م میں ہوا تھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لیسبوس اور فوکائیہ میں الکترون کے ہیکتاسے مضروب ہوتے تھے (اسکے لیئے لنورمان کی کتاب "سکہ جات قدیمہ" ۲ ' ۲ ❊ اور ہیڈ کی کتاب صفحہ ۴۸۴ دیکھنی چاہیئں ❊ اسکے سوا متی لنہ میں چھوٹے چھوٹے چاندی کے سکے، بمقابلہ یونانی اٹیکائی درہم (ہیڈ ۴۸۴) اور لیسبوس میں ایسے سکے بھی ملے ہیں جنہیں صرف ۴۰ فیصدی چاندی ہے اور جو عام طور پر "کانسے کے سکے" کہلاتے ہیں۔ یہ غالباً خوردے کیلئے استعمال ہوتے تھے (لینورمان ا ' ۱۹۷ - ہیڈ ۴۸۳) ❊

چھٹی صدی ق م میں الیونیہ میں الکترون کے سکے رائج تھے اور ملطہ انکا گویا مرکز تھا ❊ یہاں کا استاتر لدیہ کی معیار کے مطابق ۲۲۰ گرین کا تھا اور فوکائیہ لیسبوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - اور کیزیکوس سے بقدر ۱۴ یا ۱۵ گرین چھوٹا تھا مگر کلازومینائے ایریتھرائے خیوس، ایفی سوس، ساموس اور ایولیائی شہر وار دانوس اور کیوسے اور ہالی کارناسوس کے سکوں کے ہموزن تھا۔ ہمارے پاس ۲۰۰ گرین کا ایک اسٹاتر بھی ہے جو ائی گینہ کے معیار کے مطابق تھا اور یہ اسٹاتر ہیڈلی رانے میں سنہ ۴۰۰ ق م سے بعد کا نہ ہوگا۔ بہرحال پانچویں صدی ق م میں ملطیہ کے الکٹرون کے سکے کا ضرب ہونا تو بند ہوگیا مگر فوکائیا میں ہیکٹائے ڈھالے جاتے ہیں اور اسٹاتر کا ذکر بھی پڑھنے میں آیا ہے۔ الکٹرون کے یہ نام سکے اتنے ہی مروج تھے جتنے کیزیکوس کے۔

پانچویں صدی خاص طور پر ایونیائی شہروں کے چاندی کے سکوں کے لئے ممتاز تھی اور صرف ملطیہ ہی ایسا شہر تھا جسنے غالباً اس وجہ سے اسکے اینتھنز کے ساتھ نہایت عمدہ تعلقات تھے اس صدی میں کوئی چاندی کا سکہ نہیں ڈھالا۔ جن شہروں میں چاندی مسکوک ہوئی مثلاً خیوس میں اور قریب کی ساحلی بستیوں میں مثلاً کلازومینائے ایریتھرائے اور ایفی سوس میں فنیقی معیار کا خیال کیا جاتا تھا۔ اسی معیار کا خود ساموس میں بھی لحاظ تھا مگر اسکے سکوں کے چند خصوصیات ہیں جو دیگر بلدیات میں نہیں پائی جاتیں۔ کلازومینائے میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے ڈھلتے تھے اور تیوس میں ابتدا ہی سے ائی گینہ کے معیار کے مطابق عمل ہوتا تھا اور سنہ ۴۹۴ ق م کے بعد فنیقی اوزان اختیار کر گئے۔ کولوفون اندرون ملک میں واقع تھا اور اسنے ایرانی نمونے کا تتبع کیا۔ خیوس کا دودرہم کا سکہ نہایت وزنی تھا یعنی اسمیں بجائے ۲۱۱ گرین کے ۲۲۳ گرین بلکہ بعض مرتبہ ۲۳۰ گرین تک چاندی ہوتی تھی۔ ساموسی سکوں کا وزن ساموس کیلئے ہی مخصوص تھا مگر پی گارڈنر اپنی کتاب "ساموس اور ساموسی سکے" صفحہ ۵۲ میں بالکل صحیح لکھتا ہے کہ سوائے اسکے کہ یہاں بجائے ۲۰۲ گرین کے ۲۰۴ گرین کے سکے ڈھالے جاتے تھے باقی فنیقی معیار کا تتبع ہی لازم ہوگا۔ بہرحال ۴۳۹ء میں ساموس کو شکست ہوئی اور اسکے بعد ساموس کے سکے اٹیکا کے سکوں کے ہموزن بننے لگے۔ ان سکوں کی شبیہ سے ان کی تاریخ ضرب کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان پر زیتون کی شاخ بنی ہوئی ہے جنپر الفاظ "سا" اور "اتھنین" کندہ ہیں اور جنکا ذکر پہلی مرتبہ بوریل اور بعد میں کرٹیس نے اپنی "تاریخ یونان" (۲-۶، ۹۲۸) میں کیا ہے۔ کارلوز کی تصنیف صفحہ ۲۶ دیکھنا چاہیئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ اسکی رائے ہے کہ مثل بہت سے اور سکوں کے یہ بھی دوسری مرتبہ ضروب ہوا تھا ۔

کاریہ کے سکوں کے اقسام غالباً ایونیہ کے سکوں سے بھی زیادہ ہیں ۔ جزیرہ روڈس کے مقابل ساحل پر شہر اسنیہ ایں بابلی معیار کی مطابقت کیجاتی تھی مگر وہاں کا استاتر بجائے ۱۶۰ گرین کے صرف ۱۵۹٫۵ گرین کا تھا (ہیڈ ۵۲۱)۔ کنیدوس اور اسکے سامنے والے جزیرہ سامیں الی گینہ کے اوزان کا تتبع کیا جاتا تھا ۔ مگر جب ۴۱۲ء ق م میں کنیدوس نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اس نے فنیقی اوزان ہی اختیار کر لئے ۔ شہر کامروس کے سکے بھی جو روڈس کے مغربی ساحل پر واقع تھا الی گینہ ہی کے نمونے پر ڈھالے جاتے تھے مگر لیدیات یا لی سوس اور لندوس جو جزیرے کے شمال و مشرق میں واقع تھے فنیقیہ کا تتبع کرتے تھے ۔ ان ہی کی طرح ہالی کارناسوس نے بھی جہاں غالباً اس سے پیشتر چاندی مسکوک نہ ہوتی تھی فنیقی اوزان اختیار کر لئے مگر جزیرۂ کوس میں اٹیکائی معیار کے مطابق سکے بنتے تھے اسلئے کہ اسکے تعلقات ایتھنز کے ساتھ نہایت گہرے تھے ۔ یہ امر خاص طور پر قابل غور ہے کہ کاریہ اور تھریس دونوں میں ایتھنز سے علحدگی کے موقعے پر فنیقی معیار اختیار کیا گیا اور اسے ہی فیلقوس اور سکندر اعظم نے خود مقدونیہ میں رواج دیا (ہیڈ ۱۹۶ - ۱۹۷)۔ ترمرا کے شاہی سکے غالباً پانچویں صدی کے ابتدائی حصے کے ہیں (ہیڈ - ۵۳۲)

لیسیہ کا شہر فاسےلس کے سکے جو ایتھنزی لیگ کے شہروں میں سب سے مشرق میں واقع تھا ایرانی معیار کے مطابق ہوتے تھے ۔ مگر اسکے برخلاف خاص خطۂ لیسیہ کے سکے بابلی اوزان کے مطابق بنائے جاتے تھے مگر کہیں کہیں وہ یوبیہ کے معیار پر بھی اتر آتے تھے ۔

اس بیان کے آخر میں ہکو یہ کہنا ہے کہ مسطاکلیس نے مگنیشیہ میں ایٹکائی دو درہم کا سکہ مسکوک کیا ۔

امور بالا کا لحاظ کر کے ہم مفصلۂ ذیل نتائج اخذ کر سکتے ہیں :-

(۱) سونے کے سکے تو زیادہ سے زیادہ صرف ایتھنز میں پائے جاتے ہیں اور وہ بھی نہایت درجے کمیاب ہیں ۔

(۲) فنیقی معیار کے مطابق الکترون کے سکے کیزکوس ، لیسبوس اور فوکایا میں پائے جاتے ہیں ۔ لمپساکوس کے اوزان ذرا مختلف ہیں ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (۳) چاندی کے مفصلۂ ذیل اقسام کے سکے پائے گئے ہیں۔
معیار ائی گینہ:- ذی گینہ، تیوس، کنیدوس، خرسونیز، کامروس +
معیار ایران:- یونتوسی ایولونیا، داردانوس، شنکپیسس، لمپساکوس، ابی دوس، نولونون، فاسیلس +
بابلی معیار:- تھاسوس، اشیرا، لسبیہ +
یوبیائی اٹیکائی معیار:- ایتھنز، خالکدیس، ای ٹوس، تھوریس، تھاسوس، سیلیمبریا، خالکدون، لیسبوس، کلازومنائے، ۴۳۹ق م کے بعد ساموس، کوس، لسبیہ +
فنیقی معیار:- ماروئیہ، دکائیا، ابدیرا، کلازومنائے، ایرتھرائے، خیوس، ساموس، یالیسوس، لندوس + خالکدیس کے شہروں اور تھاسوس نے بھی بغاوت کے بعد یہ ہی معیار اختیار کر لیا تھا۔

ان سکوں کے سوا ایرانی دارائیاں بطور سونے کے رائج الوقت سکوں کے عام طور پر استعمال کی جاتی تھیں + تانبے کے سکے سب سے پہلے جنگ پیلو پونیز کے اختتام پر ایتھنز میں مضروب کیے گئے (ہیڈ ۳۱۵) اور اسی زمانے میں غالباً مشرقی یونان میں رائج ہوئے +
اس سے یہ ظاہر ہے کہ سکوں کے اقسام غیر معمولی طور پر زیادہ نہیں ہیں + صراف ہر جگہ موجود تھے اور یہ لیکر ایک شہر کے سکوں کو دوسرے شہر کے سکوں میں تبدیل کر دیتے تھے۔ یہ عام طلبہ سمجھنا چاہئے کہ ایتھنزیوں کی خواہش تھی کہ اپنے چاندی کے سکوں کو دیگر بلدیات میں رائج کریں۔ مگر انھوں نے کسی کا حق ضرب سلب نہیں کیا اسلئے کہ حلفا (اندرونی معاملات میں) بالکل خودمختار تھے + اسکے ساتھ ہی یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہر ذی اختیار ریاست کیلئے ضروری تھا کہ وہ سکے بھی ڈھالے اور ابتدا میں تو صرف وہی ریاستیں سکے ڈھالتی تھیں جنکے پاس چاندی کی وافر مقدار تھی اور ایسی ریاستیں تعداد میں بہت کم تھیں + یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یوبیہ اور ائی گینہ میں اسقدر چاندی کہاں سے آگئی کہ وہاں کے باشندے خود اپنے سکے مضروب کرنے لگے۔ اسکے متعلق ہم صرف یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ لیڈیوں کا خط ایک طرح سے یوبیہ اور ائی گینہ کے درمیان واقع تھا اور غالباً ان خطوں کو وہاں سے بہ نسبت ایتھنز کے زیادہ چاندی ملتی ہوگی + جزائر سیکلادیس میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ - صرف سفنوس ہی ایسا جزیرہ تھا جہاں دو رہ یادت ایتھنز میں چاندی سکوں ہوتا تھی اور اس سے
یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبت ایشیائے کوچک اور تھریس کے یہ جزیرے ایتھنز کے زیادہ دست نگر
تھے اور بظاہر محض ملطہ ہی ایسا جزیرہ تھا جو اپنے آپ کو بالکل ایتھنزی شمار کرتا تھا۔

باب اٹھارہ

ایتھنز بعہد فارقلیس

یونان کی رہبری کا مسئلہ۔

ایتھنز نے ایک ایسی شہنشاہی کی بنا کی تھی جو نہ صرف وسیع تھی بلکہ اس میں نفیس اور نادر بلدیات بافراط موجود تھے اور جسمیں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ اسکے مختلف اجزا کے درمیان دیگر ممالک حائل نہیں تھے بلکہ یہ سب بلدیات سمندر کے واسطے سے متحد ہو گئے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ ایتھنز اپنی قسمت کی یاوری پر قانع ہوجاتا مگر ان ملاحوں کے جنکو اپنی طاقت اور قوت پہ ناز ہوتا ہے۔ اور جنکے لئے قدرت کوئی بیرونی سرحد متعین نہیں کرتی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی سرحد کو وسعت دینے کی کوشاں رہتی ہیں۔ اور چونکہ ہم کو یہ غلط خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ جیسے جیسے انکے حدود وسیع ہوجائینگے ویسے ہی شہنشاہی کی حفاظت بھی آسانی سے ہوسکیگی اس لئے جسقدر دشمن انکے سدراہ ہوتے ہیں اتنا ہی انکے شوق وسعت میں ترقی ہوتی ہے۔ یہ ہی وہ اسباب تھے جن سے ایتھنز ارض یونان میں اپنے حدود وسیع کرنے کے درپئے رہتا تھا۔ مگر اسکو علم تھا کہ اگر براہ راست اسکی کوشش کی گئی تو اسکے مخالفین کے جوش کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکے گی اور اسکی مطلب برآری نہ ہوسکیگی اور اگر وہ دوریائی مملکتوں میں (جو اسپارٹا کی جانب دار تھیں) غیر دوریائی عناصر پر اثر ڈالے گا تو یقیناً اسپارٹا کو خبر ہوجائیگی اور وہ اپنی حفاظت کیلئے مستعد ہوجائیگا۔ اسکے ماسوا، بیوتیہ کی طرح وہ مملکتیں جو دوریائی اصل نہ تھیں صرف ایسی حالت میں ایتھنز کی ہمنوا ہوتی تھیں جب انکی اسپارٹا سے صریح دشمنی ہوتی۔ ان تمام وجوہ کی بناپر یہ ناممکن تھا کہ ایتھنز کبھی تمام یونان کا

سیاسی مستقرین جات ۱+

۱ـ اس کتاب کے پڑھنے والوں پر عیاں ہو گیا ہو گا کہ اس میں عام یونانی طرز عمل یا قومی آرزوؤں اور امیدوں کے
باب میں یا ان لوگوں کی تعریف و توصیف میں کچھ نہیں لکھا گیا جن کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں
نے تمام یونان کو متحد کرنے کی کوشش کی ۔ اس ظاہری نظر اندازی کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے
استدلال سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ سیاسی حالات اور واقعات و امکانات قدیم یونان سے
وابستہ ہو جائینگے ۔ درانحالیکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کا سیاسی
تخیل شہری مملکتوں (پولیس) سے آگے نہیں بڑھا ۔ انکے نزدیک زیادہ سے زیادہ دو کسی پولیس کے "سیاسی اقتدار کی توسیع"
میں صرف یہ گنجائش تھی کہ وہ دیگر بلدیات پر قابو پا جائے مگر کسی ایسے بلدیئے کو اپنی سیاسی شخصیت
تاحد و بنانا توی سے قوی شہر کیلئے بھی بالکل ناممکن تھا + اس قسم کا قابو ایتھنز کو حاصل ہو گیا تھا
مگر جب اسپر پیلوپونیزیوں کا حملہ ہوا تو یہ اقتدار قائم نہ رہ سکا + اسکے برعکس پیلوپونیزیوں نے
ایک لیگ بنائی جو دوسروں کو تو مغلوب کر سکتی تھی مگر خود اپنے بچاؤ کی قابلیت نہ رکھتی تھی + بوجوہات
بد اتفاق اور اتحاد کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کیمون اور کالیکراتی دیس کی آرزو کے مطابق
ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ایک محالفہ ہو جائے مگر مثل دیگر بین قومی معاہدوں کے یہ بھی
دیرپا نہ تھا + پائدار اور مضبوط بندش صرف اسطرح ممکن تھی کہ مفتوحہ شہروں میں جا بجا لشکر متعین
کیئے جائیں ۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا ایتھنز کو اسطرح قابو میں نہ رکھ سکا اور جب ایتھنز
مغلوب ہو گیا تو اسپارٹا نے وہاں لشکر رکھنے کی کوشش بھی نہیں کی ۔ غرض یہ ہے کہ جب تک
یونانیوں میں یونانی خون موجزن تھا اسوقت تک یہ ممکن نہ تھا کہ ایتھنز ہی اس طرز عمل کا آغاز
کرے اور پیلوپونیز کو اپنی ماتحتی میں رکھیں + ایک حقیقی متفقیت صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے
جب مختلف مملکتوں کے وکلا کو مکمل سیاسی اختیارات سپرد کر دیئے جائیں ۔ مگر پانچویں صدی
ق م کی یونانی ریاستیں ایسے سیاسی بندوبست کو نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھتی تھیں جیسے کوئی
مملکت اپنے اختیارات قربان کر دے ۔ اور وکلا کی تجاویز اسوقت تک قابل نفاذ نہیں سمجھی
جاتی تھیں جبتک کہ مختلف مملکتوں نے انھیں فرداً فرداً منظور نہ کر لیا ہو + حقیقت یہ ہے کہ
یونانیوں نے کبھی ایسے اتفاق کی خواہش نہیں کی جسکی زمانۂ حالیہ کے قریب قریب ہر ایک قوم
آرزومند ہے ۔ اور ہمیں یہ کلیہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ قدیم یونان میں قومی اتحاد صرف کسی بیرونی

مگر کیا کسی دوسرے طرز سے بھی ایتھنز یونان کا سردار نہیں بن سکتا تھا؟
اس کا جواب فارقلیس کے عہد میں اسوقت دیا گیا جب ایتھنز نے سیادت یونان
حاصل کرنے کی کوشش کی جسے پلوٹارک مفصلۂ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔
"جب اسپارٹا کو ایتھنز کی روز افزوں قوت اور اقتدار ناگوار ہونے لگا تو فارقلیس
نے چاہا کہ لوگوں پر ایتھنز کی اہمیت اور بھی زیادہ آشکارا ہو جائے اور اپنے تو ہم
ایتھنز سے ایک تجویز منظور کرائی جسکا ماحاصل یہ تھا کہ یورپ اور ایشیا کے تمام چھوٹی اور
بڑی یونانی مملکتوں کے شہری اپنے نمائندے ایک کانگریس یا مجلس میں بھیجیں جو ایتھنز
میں منعقد ہو اور ان سے ان معبدوں کی بحالی کے متعلق استفسار کیا جائے جو
ایرانیوں نے برباد کر دیئے تھے اور ان قربانیوں اور چڑھاووں کی بابت
مشورہ کیا جائے جنکی یونانیوں نے اسوقت منت مانی تھی جب ایشیائی حملہ آور
سرزمین یونان میں موجود تھے۔ اسکے سوائے چونکہ یہ بھی ضروری تھا کہ یونانی
بہ اطمینان کامل سمندر پر سفر کر سکیں اسلیئے فارقلیس نے یہ خواہش کی کہ جملہ بحری سال بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) خطرے کے مقابلے کے وقت ممکن تھا۔ اس قسم کا خطرہ جنگ ایران کے سال ہا سال بعد تک نہیں پیدا ہوا اور نہ تو یونانیوں نے اتحاد کی کوشش وقت پر کی اور نہ اسکی کبھی تکمیل ہوئی۔

سلطنت ایتھنز کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ لیگ شکست نہیں ہو سکتی اور جو ریاستیں اس سے علیحدہ ہونا چاہیں وہ غدار شمار کی جائیں مگر ظاہر ہے کہ سوائے ایتھنز کے کسی حلیف ریاست نے اس عجیب وغریب اصول کو تسلیم نہیں کیا۔ بجنسہ اسی قسم کا مسئلہ ریاستہائے متحدۂ امریکہ میں شمالی ریاستوں اور جنوبی "مشارکتی" ریاستوں کے درمیان مابہ النزاع تھا۔ اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں ایک اتحاد کے اراکین نے جنکے حقوق بالکل مساوی تھے اور جنکی آرا کا ہر ایک معاملے کے تصفیئے کیلیئے پورا لحاظ کیا جاتا تھا یہی نظریہ پیش نگاہ رکھا ہے کہ ہر ایک رکن کو اجازت ہونی چاہیئے کہ جب چاہے متفقیت کی رکنیت سے علیحدہ ہو جائے تو ہم نہایت آسانی سے یہ تصور کر سکتے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ یکجا ہو کر ایک مملکت قائم کریں

سی کانفرنس میں طے پا جائیں ۔ ان امور کی قرارداد کیلیئے اسنے دونوں
موں کی تمام بڑی چھوٹی مملکتوں کے وفد ایتھنز میں طلب کیئے اور اس مقصد کی تکمیل کیلیے
سالیے ایتھنز کی سفیر اطراف یونان کو روانہ کیئے گئے جنکی عمر پچاس سال سے متجاوز تھی ۔ ان میں سے
پانچ سواحل و جزائر ایشیا، پانچ ہیلیسپونٹ و تھریس مع بائی زنطہ، پانچ بیوشیہ، فوکس اور
پیلوپونیز اور لوکرس، اکارنانیہ اور امبریسیہ اور پانچ یوبیہ، اوئیٹیہ اور
خلیج مالیہ اور فطیہ کے اکایانوں اور تھسالونیوں کے پاس روانہ کیئے گئے ۔ مگر
چونکہ پیلوپونیزی اس کانفرنس کے اصول ہی کے مخالف تھے اسلیئے اس تمام دوڑ دو
کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا ۔ اس تحریک کے پیش کرنے میں ایتھنزی مدبروں نے نہایت
ہوشیاری کی چال چلی تھی ۔ ایتھنز کو اپنی پرہیزگاری اور اتقا پر ناز تھا اور اسی لیئے
یہ تحریک مذہبی رنگ میں رنگی گئی تھی ظاہر ہے کہ اگر اسپارٹا اسے تسلیم کر لیتا تو
تمام یونانیوں کا ایتھنز ہی کو اپنا مذہبی پیشوا مان لینا کچھ بیجا نہ ہوتا ۔ افسوس ہے
کہ اس واقعے کی صحیح تاریخ کا پتہ چلنا دشوار ہے ۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ
یہ تجویز ۴۴۴ ق م کے موسم خزاں میں منظور ہوئی تھی ۔ مگر اس سنہ کے مان لینے
میں یہ دقت پیش آتی ہے کہ ایسی تحریک صرف اسوقت کی جاسکتی تھی جب ایتھنز
کو کافی اقتدار حاصل ہو اور بلاشبہ ۴۴۴ ق م میں ایتھنز کو اسدرجہ اقتدار
ہرگز حاصل نہ تھا ۔ پلوٹارک کے بیان مفصلۂ بالا کے ابتدائی الفاظ سے یہ ہرگز
نہیں پتہ چلتا کہ یہ تیس سال کے امن کے بعد کا واقعہ ہے ۔ اور اگر یہ فرض
بھی کر لیا جائے کہ "ایتھنز کی روزافزوں قوت" محض ادبی مبالغہ آمیزی
کا شگوفہ ہے پھر بھی تجویز کے الفاظ سے ہرگز ۴۴۴ ق م کا تعین نہیں کیا
جاسکتا ۔ تجویز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک نہ تو معبدوں کی مرمت
کی گئی تھی اور نہ وہ نذریں گزرانی گئی تھیں جنکی یونانیوں نے منت مانی تھی ۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) درحقیقت تو یہ جنگ بھی اس قسم کے اتحاد کی آزمودہ ہی نہ تھی ۔ دراصل مقدونیہ کی
فتح یونان اسی اصول کا نتیجہ تھا ۔ میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ عدم اتحاد کیوجہ سے یونانیوں کو کوئی
ایسا نقصان نہیں پہنچا جو اتحاد کی صورت میں نہ پہنچتا ۔ مگر اس مسئلے پر یہاں تفصیل کیساتھ بحث نہیں کیجا سکتی ۔

یہ قیاس نہایت دشوار ہے کہ یونانی مملکتوں میں کوئی بھی ایسی ہوگی جو چھتیس[۳۶] سال
تک اتنا اسقدر اہم مذہبی معاملے کو معرض التوا میں ڈال رکھے۔ اور بحری حفاظت
کا انتظام تو خود ایتھنز۔ اور اسکے حلیف کر ہی چکے تھے۔ اگر بالفرض ۴۴۸ ؁
ق م میں ایتھنز ہی کوئی ایسی تحریک پیش کرتے تو اسکا جواب یقیناً یہ ہوتا کہ آپکی
خواہش کی تکمیل تو ہو بھی چکی اور اسکی تعمیل تو خود آپ ہی کر چکے ہیں۔ بدیں وجوہ
اغلب ہے کہ یہ واقعہ ۴۴۸ ؁ ق م سے پیشتر ہی کا ہو اور ممکن ہے کہ فارقلیس کے
اقتدار کے ابتدائی زمانے یعنی قریب ۴۶۰ ؁ ق م کا ہو۔ خود نفس تجویز سے معلوم
ہوتا ہے کہ اسکا پیش کنندہ ایک نوعمر شخص ہے جسکو ابھی تجربے نے یہ نہیں بتایا کہ
کسی اہم معاملے کی تجویز اسوقت تک نہیں کرنی چاہیئے جبتک کہ اسکی تعمیل کم و بیش
قابل یقین نہ ہو۔

ماسوائے امور متذکرۂ بالا کے سفارتوں کی تقسیم بھی نہایت درجہ اہم ہے۔
اول تو دس سفرا ایتھنز کے بحری لیگ کے اراکین کے پاس روانہ کیئے جاتے
ہیں۔ پانچ ان ریاستوں کو جنسے اسپارٹا کے خاص قسم کے تعلقات تھے اور
باقی ماندہ پانچ لیگ "ہمسائیگان" کے شمالی ریاستوں اور یوبیہ کو۔ اگر یہ کانفرنس
مجتمع ہوتی تو ممکن ہے کہ اسکی وجہ سے خاص خاص یونانی ملکتوں کے درمیان
مخالفت کی کوئی صورت نکل آتی جس سے لیگ ہمسائیگان کی اہمیت کم ہو جاتی۔
اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ ایتھنز کی یہ چال دراصل اس تحریک کے خلاف چلی گئی تھی
جو اسپارٹا نے اپنی لیگ کی باز تنظیم کی غرض سے کی تھی۔ یاد رہے کہ اسوقت اسپارٹا
چاہتا ہے کہ ان تمام ریاستوں کو جنپر غداری کا الزام آسکتا ہے خارج کردیا
جائے۔ ایتھنز نفی میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمیں فیاض طبیعت
اور صاحب ہمت ہونا چاہیئے اور ہر اپنے نئے سب حلیفا کو خوش آمدید کہنا
چاہیئے۔ اس واقعے کا تذکرہ باب ۹ میں آچکا ہے۔ فارقلیس کی سفارتوں
کی تقسیم سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز اپنی مطلوبات کے مطابق عملدرآمد
چاہتا تھا۔ اور اگر ایتھنز کی چال چل جاتی تو آئندہ لیگ میں اراکین کی
نصف تعداد تو ایتھنز کے حلیف ہوتے، ایک ربع اسپارٹا کے حلیف

اور باقی اراکین لیگ ہمسائیگاں سے لئے جاتے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی عضویت اسپارٹا کے پسند نہ ہوتی اسلیئے کہ جب کبھی رائے لینے کا موقعہ آتا تو اسکا پلہ ہمیشہ جھکا رہتا۔ بہرحال ان تمام باتوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ جنگ ایران کے بعد اسپارٹا اور ایتھنز دونوں نے کوشش کی کہ تمام یونان کے لیئے ایک دستور مرتب کیا جائے، خواہ وہ دستور کتنا ہی سست و ضعیف ہو۔ اسپارٹا یہ چاہتا تھا کہ اسکا مرکز بڑی قوت ہو اور اسے ایتھنز کی جانب سے زک پہنچے۔ ایتھنز کوشاں تھا کہ اسکا دارومدار اقتدار بحری پر ہو اور اسکا سد راہ اسپارٹا ہوا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قدرت ہی نے تو ان کو ایسا بنایا تھا کہ انکی مملکتوں میں باہمی اتحاد و اتفاق ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

اس امر کے لیئے کہ فارکلیس یونانیوں پر ایتھنز کی اخلاقی سیادت قائم کرنا چاہتا تھا پلوٹارک کے سوائے کوئی اور سند نہیں ہے۔ الیوسس کے ایک نوشتے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی مقصد کے حصول کے واسطے ایک اور کوشش کی گئی۔ اسمیں عوام ایتھنز کی ایک تجویز درج ہے جسمیں سنہ تو دیا ہوا نہیں ہے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۴۴۶ ق م کے بعد کے اور جنگ پلوپونیز سے پیشتر کی ہے۔ بعض مورخوں کا قیاس ہے کہ یہ سنہ ۴۲۹ ق م کی ہے اور بعض سنہ ۴۴۳ ق م کا بتاتے ہیں۔ اسمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ الیوسس کی دیبی کو ایتھنز اور اسکے حلیف گیہوں کی پیداوار کا ۶۰۰ واں اور جو کی پیداوار کا ۱۰۰ واں حصہ بطور نذرانے کے پیش کریں اور اسکا جمع کرنا ایتھنز میں ہوتو ویپارخوں اور دیگر بلدیات میں اکلوگیس کے سپرد ہو (دیکھو باب ۱۷)۔ ان احکام کے بعد مفصلۂ ذیل عبارت درج نوشتہ کی گئی ہے:۔
اسکے ساتھ ہی مجلس خاص کو یہ ہدایت کیگئی کہ وہ دیگر یونانی مملکتوں کو بھی اس تجویز کی نقول روانہ کردے اور انکو مطلع کردے کہ ایتھنزی اور اسکے حلیف یہ چڑھاوا دیبی کے سامنے چڑھاتے ہیں مگر وہ یہ نہیں چاہتے کہ دیگر یونانیوں پر اسکا بار ڈالیں [یہ غالباً اسلیئے کہ اسکا جمع کرنا ناممکن ہوتا] مگر اسکے ساتھ ہی وہ درخواست کرتے ہیں کہ ڈیلفی کے کاہن کے قول کے مطابق

عملدرآمد کیا جائے اور تمام یونانی شہر ایتھنز کی طرح اپنی اپنی طرف سے نذرانے پیش کریں۔ اسکے ساتھ ہی نوشتۂ مذکور میں اسکا بھی ذکر ہے کہ ایتھنز ہی اپنے ہی اختیار سے چندے کا ایک جزو بطور چڑھاوے کے چڑھائینگے اور جس ریاست کیطرف سے غلہ وغیرہ آیا ہو اس کا نام بھی مشتہر کردینگے۔ اس تمام تجویز کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ایتھنز کا منشا تھا کہ تمام یونانی ابلیوس کے بت خانے کو اپنے مقدس ترین مندروں میں سمجھیں اور اس ذریعے سے ایتھنز کا وقار بڑھ جائے۔ ہمیں اسکا علم نہیں کہ اس تجویز کی کس حد تک تعمیل ہوئی۔ ایسوکراٹیس ضرور کہتا ہے کہ اکثر یونانی مملکتوں نے اپنے غلے کا ۱۰۰ واں حصہ ایتھنز روانہ کردیا۔ مگر ممکن ہے کہ مثل دیگر فقروں کے ایسوکراٹیس نے یہ فقرہ بھی محض اثر پیدا کرنے کیلئے درج کردیا ہو۔ اسلیئے کہ ایتھنز ی تو یہ ہی چاہتے تھے کہ جسقدر توقیر ابلیوس کے مندر کی یونانیوں کی نگاہ میں تھی اس سے زیادہ ظاہر کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایتھنز نے یونان کا رہنما بننے کی کوشش کی مگر وہ بارآور نہیں ہوئی۔ جو برتاؤ اسنے اپنے حلیفوں کے ساتھ کیا وہ ہرگز ایسا نہ تھا کہ اس سے بے تعلق یونانی اسکے طرف مائل ہوجاتے۔ چونکہ اسکی حکومت ایک خاص دائرے میں محدود تھی جسمیں وہ اپنا اثر قائم رکھتا تھا اسلیئے جو ریاستیں اس دائرے سے باہر تھیں انھیں اس سے مطلق ہمدردی نہ تھی بلکہ اسکے بجائے یہ اطمینان تھا کہ انکی قسمت ایک مطلق العنان شہر کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور انکے نزدیک تو ایتھنز سے اسپارٹا ہی اچھا تھا اسلیئے کہ وہ اپنے حلیفوں سے خراج تک وصول نہ کرتا تھا۔

نوٹ باب ۱۸

اس باب کیلیئے اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:۔

پلوٹارک "حیات فارقلیس" فوکارٹ "رسالۂ امور یونانی" ہم ۲۲۵

جسمیں نوشتۂ ایلیوسس کا خلاصہ دیا ہوا ہے۔ مجموعہ نوشتہاے قدیمہ (۱ تتمہ ۲۷ (ب)۔ ڈٹنبرگر ۔

جس جال کا پلوٹارک (۱۷) نے ذکر کیا ہے اسکے لیئے اشمڈٹ کی کتاب "دور فارقلیس" ۱،۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں اس واقعے کیلیئے سنہ ۴۶۰ ق م تجویز کیا گیا ہے۔ مگر ڈنکر (۹، ۱۲۰) کا قیاس ہے کہ یہ سنہ ۴۴۴ ق م میں اور بوسولٹ کی رائے میں (تحریک فارقلیس بنا بر اتحاد اقوام یونان) سنہ ۴۴۰ و ۴۴۹ ق م میں ہوا ہوگا۔ تجویز محاصل کیلیئے ڈنکر ۹، ۱۲۶ دیکھنا چاہیئے۔ ایسوکراتیس کا بیان ہے کہ اکثر یونانی شہر اپنے اناج کا ۱/۶۰ حصہ ایتھنز بھیجتے تھے۔

جس نوشتے میں محاصل کا ذکر ہے اسی میں پیلارگی کون کا بھی بیان ہے اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں میں کیا خاص تعلق تھا؟ اسکے لیئے ہمیں یہ سب سے پہلے طے کر لینا چاہیئے کہ ایلیوسس کا مندر کس جگہ واقع تھا۔ یونانی مورخوں نے اسے شہر کے نشیبی حصے میں بتایا ہے اسلیئے یا تو وہ محلہ پیلارگی کون کے قریب ہوگا یا ممکن ہے کہ اس محلے کے اندر ہی واقع ہو۔ اس کے لیئے ملش ہوفر "ایتھنز" (یونیمنٹس یادگار ہائے، صفحہ ۱۹۸) دیکھنا چاہیئے۔ پیلارگی کون کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اکروپولس کے مغرب میں واقع تھا۔ مگر کرٹیس کا خیال ہے کہ پیلارگی کون دراصل اکروپولس کی چار دیواری کا نام تھا اور اسی کے نزدیک ایلیوسس کا مندر واقع تھا۔ اس مسئلے کیلیئے بیوتی شر کی کتاب اکروپولس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دمیتر دیوتا کی پوجا اور پیلارگی کون میں کوئی نہ کوئی قریب کا تعلق ضرور تھا اور اس کا تعلق یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م میں اس دیوتا کی پوجا شہر کے اس حصے میں جسے پیلارگی کون یا پیلاسگی کون کہتے تھے بحیثیت ایک پیلاسگی دیوتا کے ہوتی تھی۔

انیسواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس

امور خارجہ اور تدبر

اوراق بالا میں فارقلیس کے تدبر اور ان تعلقات کا کہیں ذکر نہیں جو اسنے یونانی اور غیر یونانی اقوام کے ساتھ روا رکھے اسلیئے اس اثر کی تصویر جو فارقلیس کا ایتھنز کی امور پر تھا محض ادھوری ہی رہ جاتی ہے + اس ضمن میں خود یونانی ریاستوں کے آپس کے تعلقات کا ذکر اس وجہ سے ضروری ہے کہ فارقلیس کی یہ خواہش تھی کہ اگر سب ریاستیں نہیں تو کم از کم وہی ریاستیں جو اصولاً ایتھنز کے مدمقابل ہوں اسکے زیر اثر آجائیں +

سب سے پہلے تو مشرق کو لیجیئے + سلطنت ایتھنز کا رخ مشرق ہی کی طرف تھا اور اس کا قدرتی تعلق مشرقی ممالک ہی سے تھا - مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے ایتھنز کی شہنشاہی میں صرف ساحلی بلدیات ہی شامل تھے اور اسکے دائرہ اثر سے باہر یا تو یونانی اشرافیتیں تھیں یا نیم یونانی یا غیر یونانی ملکیتیں یا ایسے شہر تھے جو فاصلے کے سبب سے ایتھنز کے زیر اقتدار نہ آسکتے تھے +

تھسلی اور ایتھنز کے تعلقات میں ہمیشہ اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا + ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایتھنز کی فوج میں ایک تھسالوی رسالہ تھا - مگر اسکے ساتھ ہی جنگ تناگرہ اور دیگر واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تھسالوی سپاہی ہمیشہ وفادار نہ رہے تھے (جلد اصفحہ ۴۱۸) اور اس قوم پر ایتھنز کلیتًا بھروسہ نہ کرسکتے تھے + اس نقیض کی دو وجہیں تھیں - ایک تو یہ کہ ایتھنز میں

عمومیت اور تھسلی میں اشرافیت کا دور دورہ تھا اور فطرتاً ایک دوسرے کے مقابل تھے اور دوسرے بیوشیوں اور فوکیوں کی باہمی دشمنی تو تھی ہی تھسالوی عرصہ دراز سے دونوں کے مخالف تھے اور فوکسی ایتھنزیوں کے دوست تھے اور چاہتے تھے کہ وہ ڈیلفی کا ہن اور اسپارٹا کے گزند سے محفوظ رہیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ایتھنز اور فوکس کے روابط کے بڑھنے سے تھسالوی ناراض ہو جاتے تھے۔ اسی وجہ سے ایتھنز اور تھسلی کے تعلقات عمیق نہ تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ ایتھنزیوں کو تھسلی سے صرف شمالی سرحد کی حفاظت کرانی مقصود تھی اور ظاہر ہے کہ تھسلی کو اسکی بجہداشت خود اپنی حفاظت کیلئے بہر حال کرانی پڑتی تھی۔

مقدونیہ میں صورت حال بالکل مختلف تھی۔ ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات دیرینہ تھے اور جیسے شاہ سکندر کے آباو اجداد ایتھنزیوں کے رفیق تھے ویسے ہی وہ بھی انکا حلیف تھا۔ اور جنگ ایران میں اسکی کوشش ہمیشہ یہ ہی رہی کہ وہ ایتھنز کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے۔ اسکے تخت پر بیٹھنے سے پہلے خاندانی تنازعات کی وجہ سے سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ مگر اس نے چوالیس سال (۴۹۸ق م تا ۴۵۴ق م) کے طول طویل عہد حکومت میں نہ صرف ملک کے مختلف حصوں کو اپنے ماتحت کر لیا بلکہ پایونیوں، لنکستیوں اور اورستیوں سے اپنی سیادت تسلیم کرالی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ جسقدر شاہ سکندر مرکزیت پسند تھا اتنا ہی زیادہ عمائد ملک اور مقدونوی قوم میں نفاق کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ اور اسکی موت کے بعد سلطنت کے پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ مغربی حصہ جو رقبے میں دیگر حصص سے بڑا تھا پروکاس کے پاس پہنچا اور مشرقی حصے کا مالک فیلقوس ہو گیا۔ باقی غرباقصیٰ میں قوم ایلیموتیوں کا حکمراں ان دونوں کا چچازاد بھائی درداس بن گیا۔ یہ وہی درداس ہے جس سے فارقلیس اور اسکے بعد کے ایتھنزی مدبروں کو تعلقات قائم کرنے پڑے۔ مقدونیہ مغربی تھریس کے ان شہروں کے عقب میں واقع تھا جنکے ایتھنز سے دوستانہ مراسم تھے۔ اور مقدونوی فرمانرواؤں کا ہمیشہ یہ ہی میلان رہا کہ وہ سواحل کو اپنے دستنگر کرلیں۔ اسی وجہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات خواہ دوستانہ ہوں خواہ دشمنانہ، ہمیشہ معروف و مصرح رہتے تھے۔

ایتھنز اور مقدونیہ کے تعلقات کی طرح وہ تعلقات بھی نہایت اہم تھے جو ایتھنز مقدونیہ کے شمالی ہمسایوں یعنی تھریسیوں کے ساتھ روا رکھتا تھا۔ یہ لوگ ابتداً یونانیوں ہی کے ہم نسل تھے مگر انکے اب کئی ٹکڑے ہو گئے تھے جنمیں سے اودریسی دیگر تھریسیوں سے زیادہ طاقتور تھے۔ ان اودریسیوں کے بادشاہ تیریس نے ایک بڑی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو دہانۂ دریائے ڈینوب سے بجانب جنوب شہر سالمیدیسوس تک جو بحراسود پر واقع تھا اور بجانب غرب جزیرۂ تھاسوس کے مقابل جبل رھوڈوپ تک چلی گئی تھی۔ مگر اس تیریس کے انتقال (سنہ ۳۸۳ ق م) کے بعد اسکے بیٹوں یعنی ستالکیس اور سپارادوکوس نے سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ بلاشبہ تھریسی اقتدار ان یونانی شہروں کیلئے باعث فکر تھا جو ابدیرا سے مشرق کی جانب واقع تھے (مثلاً مارونیہ، ائینوس، بلدیات پروپونتس تا شہر بائی زنطہ) مگر چونکہ تھریسیوں کا مطمح نظر یہ نہ تھا کہ وہ ساحلی علاقے پر قبضہ کریں اور نہ وہ اپنے ہمسایوں (مقدونیوں) کے برابر متمدن ہی تھے اسلیئے ان کی طرف سے یونانیوں کو اس خطرے کا زیادہ احساس نہ تھا۔

ایتھنزیوں نے یہ مناسب سمجھا کہ مقدونیوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کریں تاکہ انکی مدد سے وہ ان دشمنوں کا توڑ کر سکیں جو بوجہ قرب کے ان سے زیادہ خطرناک تھے، اور یہ سوچ کر انھوں نے پرڈکاس سے مراسم پیدا کرنے چاہے۔ چونکہ فیلقوس سے انکو یہ خوف تھا کہ وہ قریب کے سونے کی کانوں پر قبضہ کریگا اسلیئے اس ضلع میں انھوں نے نوآبادیاں قائم کرنی شروع کیں جنمیں سے ایک شہر برایا بھی تھا اس شہر کے صحیح موقعے کا تو ہمکو علم نہیں مگر ایک نوشتے سے اس کی آبادکاری کا پتا چلتا ہے۔ پے درپے کوششوں کے بعد اسی علاقے میں سنہ ۴۳۷ ق م میں ہالنون نے دریائے استریمون کے کنارے شہر امفی پولس اسی مقام پر آباد کیا جسے پہلے اینیا ہودوئے کہتے تھے[1]۔

---

[1] باب ۹۔ امفی پولس کے موقع اور آبادی کیلیئے بوسولٹ ۲ ۱۰۱ ۱ وغیرہ اور کرٹیس کی "تاریخ یونان" ۲ (۶) ۶۰ ۲ اور ۱۸ ۱ دیکھنا چاہیئے۔

تھریس اور مقدونیہ کے اندرونی معاملات۔ روز بروز زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے جس سے ایتھنز یوں کو سخت تردد ہوا۔ سب سے پہلے تو ستالکیس اور سیارادوکوس کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور موخرالذکر کو اسکیتھیہ بھاگ جانا پڑا جہاں اسکا بھتیجا اولتاماساداس حکمران تھا۔ مگر چونکہ خود اوکتاماساداس نے اپنے سوتیلے بھائی سکیلیس کو تخت سے اتار کے تھریس بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا اسلئے اسے سیارادوکوس کو اسکیتھیہ میں بھی پناہ نہ ملی بلکہ ستالکیس اور اولتاماساداس نے آپس میں ایک عہدنامہ کر لیے اپنے اپنے پناہ گزیں کو ایک دوسرے کے حوالے کر دیا۔ ان ترکیبوں سے ستالکیس نہایت طاقتور ہو گیا اور طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ اسنے اپنا دائرہ اثر بائی زنطہ سے دریائے اسٹریمون تک پھیلا لیا[۲] اور خود ایتھنز یوں کو اس سے مخالفہ کرنا پڑا۔ اسنے ابدیرا کی ایک یونانی عورت سے شادی کی تھی اور اسکا نسبتی بھائی جو اس کے دربار میں دیگر امرا سے زیادہ ذی اثر تھا، ہمیشہ تھریس اور یونان کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم کرنے کا کوشاں رہتا تھا۔

بجنسہ اسی قسم کا سیاسی تموج مقدونیہ میں بھی پیدا ہوا جہاں پردکاس نے فیلقوس کو شکست دیکر داس کی سلطنت ایمیوتش بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ ابتدا میں تو پردکاس اور ایتھنز کے تعلقات اچھے تھے مگر جب اسنے فیلقوس کا ملک فتح کر لیا اور ایتھنز یوں کا ہمسایہ ہو گیا تو انھوں نے اسے اپنی راہ ترقی میں حائل سمجھکر اسکے لئے خود مقدونیہ ہی میں مشکلات پیدا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ مگر بمقابلہ مقدونیہ تھریس میں اس قسم کی تدابیر آسانی سے کارگر ہو سکتی تھیں اور گو ابتدا میں تو نفودوروس کے تعلقات ایتھنز سے شگفتہ نہ تھے مگر رفتہ رفتہ اسکا میلان طبع بدلگیا اور تھریس ایتھنز کا حلیف بنگیا[۳]

---

[۲] طوسی دیدیش ۲، ۲۹، ۹۶ - ۹۸

[۳] ڈنکر ۹، ۲۹۹ کا خیال ہے کہ نفودوروس ابتدا ہی میں ایتھنز کا طرفدار ہو گیا تھا مگر طوسی دیدیش کہتا ہے کہ تھریس اور ایتھنز میں اسی وقت مخالفہ ہوا جب ایتھنز اور کورنتھ

چونکہ یونانی ساحلی بلدیات خشکی کی طرف سے قلعہ بند تھے اور بحری حملے کیلئے مفقود تھے اور فارسیوں کے پاس خاطر خواہ بیڑا نہ تھا اس لئے اونکو ان کی جانب سے بہت کم نقصان پہنچ سکتا تھا۔ تھریسی خرسونیز اور ایشیائے کوچک کے درمیان دره دانیال واقع ہے اور اس آبنائے میں ایتھنز یوں کی دلچسپی کے متعدد سامان موجود تھے۔ مثلاً اکسین کے غلے کی تجارت میں انکا بہت بڑا حصہ تھا اور انکو یہ پسند نہ تھا کہ اس سمندر کا پیش خیمہ یعنی پرد پونٹس کسی اور دولت کے قبضے میں ہو۔ اور اسی وجہ سے سولن ہی کے زمانے میں اس بحری گذرگاہ کے ایشیائی ساحل پر سگیوم نوآبادی قائم کرکے اپنا اثر پیدا کر لیا تھا اور ملتیادیس فاتح مارا تھون خاندان اپی سترا توس اور ایتھنز یوں کی اجازت سے خرسونیز کا خود سر حاکم ہوگیا تھا۔ بالآخر پانچویں صدی ق م میں یہ جزیرہ نما پھر سلطنت ایتھنز میں شامل ہوگیا اور اب ایتھنز ہی آبنائے میں ہو کر باطمینان تمام اکسین جاسکتے تھے جسکے دونوں ساحلوں پر یونانی نوآبادیاں پھیلی ہوئی تھیں اور ان میں سے اکثر کو ایتھنز ہی ملطی اور اپنا ہم نسل خیال کرتے تھے۔ چونکہ بحر اسود میں کوئی ایرانی بیڑا تھا ہی نہیں جسکی مقاومت کے لیے ایتھنز کی بحری امداد درکار ہو اور اندرونی دشمنوں سے تو ان شہروں کو بہر حال بلا امداد غیرے لڑنا ہی تھا اسی سبب سے ان بلدیات نے ایتھنز کو خراج ادا کرنا فضول سمجھا اور ایتھنز ہی بحری لیگ سے یہ علیحدہ ہی رہے۔ خود ایتھنز نے بھی اسکی زیادہ پرواہ نہیں کی اسلیئے کہ اگر یہ شہر اسکی لیگ میں شامل ہوجاتے تو ایتھنز کو بحر اسود میں اپنے جہاز رکھنے پڑتے۔ مگر ساتھ ہی اکسین میں اپنی قوت و جبروت کا مظاہرہ کرنا بھی ضروری تھا اور ۴۷۹ق م میں اس سمندر کو ایک بیڑا روانہ کیا گیا جسکا سپہ سالار ارسطیدس تھا۔ بلکہ روایت ہے کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے درمیان نقیض بڑھ گئے۔ دیموس تھینس (اشراتیات ۱۰۳) کے نزدیک ایتھنز یوں کا طرز عمل یہ تھا کہ غیر یونانی اقوام کو ایک دوسرے کے خلاف کرنیکی کوشش کی جائے۔

اسی سنوپ کے دوران میں مر بھی گیا[۴] اس واقعے کے بعد انسٹین کا ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے اسلیئے کہ کیمون کی مصروفیت کیلیئے ان اطراف میں جہاں پیچ پیچ کی لڑائی جاری تھی بہت کافی سواد موجود تھا۔ مگر جب فارقلیس برسر اقتدار ہوا تو شمالی و مشرقی ممالک کی اہمیت پھر تازہ ہوگئی۔ اور اسکا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ اسنے خرسونیز کو بیرونی حملہ آوروں کے دست برد سے محفوظ کرنے کے لیئے اول تو... اکلیہ و نئے آباد کیئے اور پھر تھریسی قزاقوں کے مدافعت کیلیئے خاکنائے کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک دیوار تعمیر کرکے اسے قلعہ بند کردیا[۵] اسکے بعد انسٹین والوں کو مرعوب کرنے کیلیئے اسنے ایک موقع کا فائدہ اٹھاکر ایتھنز کی قوت و اقتدار کی نمایش کی۔ ہوا یہ کہ اسنوپ کے چند باشندے اپنے خودسر حاکم تمیسی لاؤس کے خلاف ایتھنز سے امداد کے خواہاں ہوئے اور انکی مدد کرنے کے لیئے فارقلیس بحر اسود گیا۔ واضح ہو کہ بہ نسبت بحیرۂ روم کے ایتھنز کیلیئے اس سمندر کا سردار اعلےٰ بننا زیادہ آسان تھا اسلیئے کہ وہاں تو فاسس کے مشرق میں ایرانی جنگی جہازوں سے ملنے کا خطرہ تھا مگر یہاں ایرانی بیڑا تھا ہی نہیں۔ بہر حال اس مہم کا خاطرخواہ نتیجہ نکلا۔ فارقلیس کے ساتھ لاماخوس کچھ عرصے تک اسنوپ میں رہا اور... ۶ ایتھنزیوں کو وہاں اراضیات مل گئیں۔ زمانۂ مابعد میں شہر امی سوس کو (جو دریائے ہالیس کے دہانے پر واقع تھا) ایتھنز کی نوآبادی بتایا جاتا تھا اور اسی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے اسی زمانے میں وہاں بھی ایتھنزی آبادکار پہنچ گئے ہونگے۔ چونکہ بحر اسود کے شمالی ساحل پر غلہ بافراط پیدا ہوتا تھا اسلیئے جنوبی ساحل کے معاملات اسقدر اہم نہ تھے جتنے شمالی ساحل کے معاملات اور اس غلے کی تجارت پرائی اٹس کیلیئے نہایت اہم تھی۔ یوں تو وہاں کا ہر یونانی شہر غلے کی تجارت کا بازار بنا ہوا تھا مگر پانتی کاپیوم

ے[۴] پلوٹارک: "ارسطائڈس" ۲۶۔
[۵] پلوٹارک: "فارقلیس" ۱۹ اسکا ڈنکر ۹، ۱۰۹ اور ۸، ۶۰، ۳ سے مقابلہ کیاجائے۔

پیش کیا [illegible] ... یونانی تجارتی تعلقات قابلِ لحاظ تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں کو اس میں زیادہ نفع تھا کہ وہ مصر کو تجارتی حیثیت سے جائیں بہ نسبت اسکے کہ وہ بیکار ایران کی سلطنت کا حصہ چھیننے کی کوشش کریں۔ اسکا ثبوت ایرانی ایتھنز کے سیاسی اشخاص ہمیشہ کمزوری ہی سے تعبیر نہیں کرتے تھے زوپیروس کے قصے سے پایا جاتا ہے۔ یہ زوپیروس اسی میگابیزوس کا بیٹا تھا جسکے ہاتھوں ایتھنز نے مصر میں شکست کھائی تھی اور اپنے ہمنام زوپیروس کا نواسا تھا جس نے محض اپنی جان نثاری کی وجہ سے داریوش کا شہر بابل پر قبضہ کرا دیا تھا خود میگابیزوس کو شہنشاہ اردشیر نے معزول کر دیا تھا اور اب زوپیروس نے اسکے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ مگر اسے ملک سے بھاگ جانا پڑا اور قریب سنہ ۴۴۰ ق م میں وہ ایتھنز آگیا[9]۔ یہ واقعات ماقبل کا عجیب وغریب تضاد ہے کہ پہلے تو یونانی فرماںروا اور سپہ سالار ایران میں پناہ گزیں ہوتے تھے مگر اس مرتبہ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ طبقۂ اعلیٰ کا ایک ایرانی بھاگ کر اس امید پر ایتھنز آتا ہے کہ ممکن ہے کہ جمہوریہ ایتھنز پھر اسے برسرِ اقتدار ہو جانے میں مدد دے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسکی سلطنت کو بحیرہ روم کے ساحلی ممالک ایران کا ہم پلہ سمجھتے تھے۔ مگر قسمت نے زوپیروس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ ایک ایتھنزی فوج سمیت کاریہ کے شہر کاؤنوس گیا جو ایتھنز سے باغی ہو گیا تھا اور وہاں لڑائی میں مارا گیا۔ اس واقعے

---

[9] مصر کے معاملات اور غلے کے تحفے کے قصے کیلئے پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۳۷) اور فیلوخوروس (جزو ۹۰) اور ہیروڈوٹس (۳، ۱۶۰) اور تیسیاس ("ایرانیاں" ۴۰۔ ۴۳) سے مدد لی جائے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام بسامطیق نہیں بلکہ امیرتائیوس تھا۔ ڈنکر نے تمام اجزا کو یکجا کر کے ایک تصویر تیار کی ہے جو ایک نادر ایجاد کی حیثیت سے عجوبۂ روزگار ہے۔ جو سکے نوکراتیس میں پائے گئے ہیں انمیں ایک خاص تعداد پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے سکوں کی ہے جس سے ایتھنز اور مصر کے گہرے تعلقات کا پتہ لگتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے ایتھنز کو غلے کی برآمد ہوتی تھی

پتہ چلتا ہے کہ ایران اور ایتھنز کے درمیان محض جزوی معاملات پر جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان جھگڑوں سے عام فضائے امن میں خلل نہیں آتا تھا۔

اب مغرب کی طرف آیئے[1] جہاں اٹلی ایتھنز کے اثر کا تماشہ گاہ بنا ہوا تھا سو اس بارے کے تعلق ہمارے پاس کافی ذخیرۂ معلومات موجود نہیں ہے اسلئے کہ قدماء نے اپنی عام طرز کے مطابق یا تو مختصر واقعات نگاری سے یہ ہی اکتفا کیا ہے ورنہ ان سے محض خطابی اور اخلاقی نتائج اخذ کئے ہیں۔ اور انکی تحریروں میں اس قسم کے معاملات مثلاً مختلف ریاستوں کے آپس کے تعلقات تدبر و تدابیر رسل و رسائل، عہد ناموں وغیرہ کا ذکر بھی نہیں جو مورخ کے لیئے نہایت اہم ہیں بلکہ وہ مختلف ملکوں کے باہمی تجارتی تعلقات کا بیان بھی نہیں کرتے۔ اور ان کے متعلق معلومات کا تنہا ماخذ آثار قدیمہ اور چیدہ چیدہ بیانات ہیں۔ مثلاً تمسطاکلیس کی مشہور دھمکی سے کہ اگر ایتھنزی مغلوب ہو گئے تو سب کے سب سیبارس میں جاکر آباد ہو جائینگے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایتھنز اور اٹلی کے درمیان دیرینہ تعلقات تھے اور ان کا ثبوت اس اثر میں بھی پایا جاتا ہے جو ایتھنز نے نیاپولس میں پیدا کر لیا تھا۔ مثلاً جب ایتھنزی سپہ سالار دیوتی مس صقالیوں کے ساتھ برسرپیکار تھا تو اسنے نیاپولس میں ایک مذہبی میلے کی بنیاد ڈالی[2]۔ گو عام خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگ پیلوپونیز کے بعد کا[3]

---

[1] ہ۔ ڈروائے سن: "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۱۸۸۲ء۔

[2] تمائیوس (۹۹ ام) جسکا اقتباس تزیتزیس کی تفسیر لیکوفرون میں درج ہے، واضح ہو کہ عہدہ لمپادودرومی صرف ایتھنز ہی میں پایا جاتا ہے (پینوسانیاس ۱، ۳۰، ۲۔ موممبسن "یادگارہائے زیر بحث "فائیکین") مگر یہ مسئلہ کہ تمائیوس نے مبالغہ تو نہیں کیا ہے اسوقت تک زیر بحث ہے۔

[3] [یہ اس تہوار کا نام تھا جسمیں پجاری ہاتھ میں مشعلیں لیکر دوڑتے تھے۔ اس لفظ کے لغوی معنی "مشعل دوڑ" کے ہیں۔ مترجم]

(موجودہ کرچ) جو خاکنائے کریمیہ پر واقع تھا مدت دراز تک اس تجارت کا مرکز بنا رہا[1]۔ ۴۳۸ ق م تک مِتی لنہ کا خاندان آرخیانا کتیان اس پر حکمراں تھا اور اسکے بعد اسپارتوکوس اور اسکا خاندان سریر آرائے حکومت ہوا۔ خود پانتی کاپیوم میں ان حکمرانوں کا درجہ محض عمال کا تھا مگر شہر کی حدود سے باہر وہ بادشاہ کہلاتے تھے اور قوم اسکیث کے ملک کے ایک وسیع حصے پر حکومت کرتے تھے۔ پانتی کاپیوم کے ذریعے سے قوم اسکیث کے ساتھ بھی ایتھنز کے تعلقات قائم ہوگئے۔ قلعبنا تخمیناً پنج سالہ سے ایتھنز کی خدمت میں ۳۰۰ اسکیث غلام تھے جن سے کوتوالی پیدہ اور جلادی کا کام لیا جاتا تھا۔ اور زمانۂ مابعد میں اس تعداد میں مزید اضافہ بھی ہوگیا۔ ایتھنز اور پانتی کاپیوم کے تعلقات عرصۂ دراز نہایت گہرے رہے اور اس شہر کے ایتھنزیوں کو یہ اجازت بھی دیدی کہ بمقام نمفائیم جو اسکا مقبوضہ تھا خود اپنا بندرگاہ تعمیر کرلیں جس سے انکی آمدنی میں ایک تالنت سالانہ کا اضافہ ہوگیا۔ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی ایام میں بھی اسپارتوکوس کے جانشین سانیروس اور لیوکون دیگر یونانیوں سے زیادہ ایتھنزیوں کا لحاظ کرتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ دونوں شہروں کے درمیان غلے کے سوائے دیگر اشیا کی تجارت بھی جاری تھی مثلاً ایتھنز میں پانتی کاپیوم سے مچھلی چمڑے اور غلاموں کی درآمد ہوتی تھی اور موخرالذکر شہر کے تجار پیرئی اس سے شراب، تیل، ظروف گلی اور دیگر مصنوعات لیجاتے تھے۔ بہت سے ایتھنزیوں نے پانتی کاپیوم کو اپنا مسکن بنالیا تھا اور جیسے ایک سال بیشتر انکے تعلقات تھریسیوں سے قائم ہوگئے تھے ویسے ہی اب اسکیثیوں کے ساتھ بھی شادی بیاہ کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ اور اگر طوسی دیدش مثلاً نیم تھریسی تھا تو دیموس تھنیز کی پردادی بھی ایک اسکیث عورت کی بیٹی تھی[2]۔

---

[1] ایتھنز اور اس خاکنائے کے آپس کے تعلقات کیلئے بوسولٹ ۲، ۵۳۰ تا ۵۴۲ دیکھنا چاہیئے۔
[2] ایس حیلا برس ۱۷۱۔ مقابلہ کرو مقریوں "کریمیہ میں یونانی نوآبادیاں" نانسی ۱۸۹۲ صفحہ ۵۲

بحر اسود کی تجارت کی اہمیت کا اس واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ۴۱۰ ق م میں الکبیادیس نے بحیثیت ایتھنز کی سپہ سالار کے ان تمام جہازوں پر جو بحر اسود سے نکلتے تھے دس فیصدی کا محصول عائد کیا جو کالکدون کے مقبوضہ شہر کریسوپولس میں لیا جاتا تھا۔ مورخوں کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ یہ جدید محصول نہ تھا بلکہ زمانہ دراز سے کریسوپولس میں ایتھنز کی محاصل وصول کرتے تھے۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ اسباب کی قیمت پر دس فیصدی بہت بھاری محصول ہے اور عام طور پر اس قدر محصول نہیں لگایا جاتا۔ پونٹس کا وہ غلہ جسکی بالائی زنطہ میں درآمد ہوتی تھی اس قاعدے سے مستثنیٰ تھا اور اسطرح بالائی زنطہ کو دیگر بلدیات پر ایک خاص فوقیت حاصل تھی۔

اب ایشیائے کوچک اور جنوب و مغربی بحیرۂ روم کو لیجئے۔ یہاں سب سے پہلے تو جزیرۂ قبرص ملے گا جسکے قبضے کی بہت سی مملکتیں متمنی تھیں اور جہاں کے باشندے بے شمار بولیاں بولتے تھے ہمیں اسکا بہت کم حال معلوم ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز اور قبرص کے تعلقات کیسے تھے اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ غالباً فارقلیس نے قبرص کے معاملات میں دست اندازی نہیں کی اور شاہ ایواغورث کے حالات سے ہمیں یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس جزیرے میں یونانی تہذیب برابر قائم رہی اور یونانی قومیت کے احساس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔

مصر میں بھی فارقلیس نے ایتھنز کا اقتدار دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اسکا مطمح نظر یہ تھا کہ ایران سے عمدہ تعلقات پیدا ہوں اسلئے وہ مصر میں کسی قسم کی ریشہ دوانیاں جائز نہ رکھ سکتا تھا۔ اور اسنے ایتھنزیوں کو مصر کی پیچیدگیوں میں الجھنے سے برابر باز رکھا۔ بہر نوع ان ممالک سے عمدہ تعلقات کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ۴۴۵ - ۴۴۶ ق م میں بسامطیق شاہ لبیہ نے ایتھنزیوں کو ۳۰۰۰۰ بشل* گیہوں کا نفیس تحفہ

۱۔ بوسولٹ ۲ ۱۰۱۵۔

* ایک بشل ۳۲ سیر کا ہوتا ہے اسطرح ۳۰۰۰۰ بشل = ۲۴۰۰۰ من
(مترجم)

پیش کیا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے تجارتی تعلقات قابل لحاظ تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں کو اس میں زیادہ نفع تھا کہ وہ مصر کو تجار کی حیثیت سے جائیں بہ نسبت اسکے کہ وہ بیکار ایران کی سلطنت کا حصہ چھیننے کی کوشش کریں۔ اسکا ثبوت ایرانی ایتھنز کے سیاسی کشیدگی کو ہمیشہ کمزوری ہی سے تعبیر نہیں کرتے تھے زوپیروس کے قصے سے پایا جاتا ہے۔ یہ زوپیروس اسی میگابیزوس کا بیٹا تھا جسکے ہاتھوں ایتھنزیوں نے مصر میں شکست کھائی تھی اور اپنے ہمنام زوپیروس کا پوتا تھا جس نے محض اپنی جان نثاری کی وجہ سے داریوش کا شہر بابل پر قبضہ کرا دیا تھا۔ خود میگابیزوس کو شہنشاہ اردشیر نے معزول کر دیا تھا اور اب زوپیروس نے اسکے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ مگر اسے ملک سے بھاگ جانا پڑا اور قریب سنہ ۴۴۰ ق م میں وہ ایتھنز آگیا۔[۹] یہ واقعات ما قبل کا عجیب وغریب تضاد ہے کہ پہلے تو یونانی فرمانروا اور سپہ سالار ایران میں پناہ گزیں ہوتے تھے مگر اس زمانہ میں یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ طبقۂ اعلیٰ کا ایک ایرانی بھاگ کر اس امید پہ ایتھنز آتا ہے کہ ممکن ہے کہ جمہوریہ ایتھنز پھر اسے برسر اقتدار ہو جانے میں مدد دے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور اسکی سلطنت کو بحیرہ روم کے ساحلی ممالک ایران کا ہم پلہ سمجھنے لگے تھے۔ مگر قسمت نے زوپیروس کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ ایک ایتھنزی فوج سمیت کاریہ کے شہر کاؤنوس گیا جو ایتھنز سے باغی ہو گیا تھا اور وہاں لڑائی میں مارا گیا۔ اس واقعے

---

[۹] مصر کے معاملات اور غلے کے تحفے کے قصے کیلئے پلوٹارک کی "حیات فارقلیس" (۲۷) اور فیلوخوروس (جزو ۹۰) اور ہیروڈوٹس (۳، ۱۶۰) اور تیسیاس ("ایرانیات" ۴۰-۴۳) سے مدد لی جائے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام بسامطیق نہیں بلکہ امیرتائیوس تھا۔ ڈنکر نے تمام اجزا کو یکجا کر کے ایک تصویر تیار کی ہے جو ایک نادر ایجاد کی حیثیت سے عجوبۂ روزگار ہے۔ جو سکے نوکراتیس میں پائے گئے ہیں انمیں ایک خاص تعداد پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے سکوں کی ہے جس سے ایتھنز اور مصر کے گہرے تعلقات کا پتہ لگتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے ایتھنز کو غلے کی برآمد ہوتی تھی

پتہ چلتا ہے کہ ایران اور ایتھنز کے درمیان محض جزوی معاملات پر جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ مگر ان جھگڑوں سے عام فضائے امن میں خلل نہیں پڑتا تھا۔

اب مغرب کی طرف آیئے جہاں اٹلی ایتھنز کے اثر کا تماشہ گاہ بنا ہوا تھا[1] افسوس ہے کہ اسکے متعلق ہمارے پاس کافی ذخیرہ معلومات موجود نہیں ہے بلکہ قدما نے اپنی عام طرز کے مطابق یا تو محض واقعات کے اعادے پر ہی اکتفا کیا ہے ورنہ ان سے محض خطابی اور اخلاقی نتائج اخذ کیئے ہیں۔ اور انکی تحریروں میں اس قسم کے معاملات مثلاً مختلف ریاستوں کے آپس کے تعلقات، نذرو تدابیر رسل ورسائل عہدنامجات وغیرہ کا ذکر بھی نہیں جو مورخ کے لیئے نہایت اہم ہیں بلکہ وہ مختلف ملکوں کے باہمی تجارتی تعلقات کا بیان بھی نہیں کرتے۔ اور ان کے متعلق معلومات کا تنہا ماخذ آثار قدیمہ اور چیدہ چیدہ بیانات ہیں، مثلاً تمسطاکلیس کی مشہور دھمکی سے کہ اگر ایتھنزی مغلوب ہو گئے تو سب کے سب سیبارس میں جاکر آباد ہو جائینگے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایتھنز اور اٹلی کے درمیان دیرینہ تعلقات تھے اور ان کا ثبوت اس اثر میں بھی پایا جاتا ہے جو ایتھنز نے نیاپولس میں پیدا کر لیا تھا۔ مثلاً جب ایتھنزی سپہ سالار دیوتی مس صقالیوں کے ساتھ برسرپیکار تھا تو اسنے نیاپولس میں ایک مذہبی میلے کی بنیاد ڈالی[2]* گو عام خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگ پیلوپونیز کے بعد کا

---

[1] لاؤرواسے سن: "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۱۸۸۲ء۔

[2] تمائیوس (۹۹، مر) اسکا اقتباس تزیتزیس کی تفسیر لیکوفرون میں درج ہے، وضع ہوا عہد ولمپیاد ذورومی* صرف ایتھنز ہی میں پایا جاتا ہے (پوسانیاس ۱، ۳۰، ۲۔ پومیلنسٹر "یادگار ہائے زیر بحث "فاکیدن") مگر یہ مسئلہ کہ تمائیوس نے مبالغہ تو نہیں کیا ہے اسوقت تک زیر بحث ہے۔

[* یہ اس تہوار کا نام تھا جسمیں پجاری ہاتھ میں مشعلیں لیکر دوڑتے تھے۔ اس لفظ کے لغوی معنی "مشعل دوڑ کے ہیں"۔ مترجم]

مگر اسمیں شبہ نہیں کہ نیاپولس پر ایتھنز کا عرصہ دراز سے اثر ہوگا ورنہ محض ایک ایتھنزی سپہ سالار کا مقرر کیا ہوا تھوار اسقدر زمانے تک برقرار نہ رہتا، اسیطرح تھوریئی کے سکوں کی طرح نیاپولس کے سکوں پر اتھینا دیوی کو نہتی خود کے بجائے ایتھنزی خود پہنے ہوئے نظر آتی ہے ایتھنز اور مغربی ممالک کے تعلقات ابتدا میں تو محض تجارتی ہی تھے اور ایتھنز ظروف گلی کے عوض غلے اور ایٹروریہ کی دھات کی اشیاء کی درآمد کرتا تھا۔ مگر پانچویں صدی ق م کے وسط میں ایتھنزیوں نے تھوریئی کی بنیاد ڈالکر اٹلی میں مستقل سیاسی قدم جما لیا۔

لوسیبارس قریب پچاس سال پیشتر ہی برباد ہوچکا تھا مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اسکے باشندوں کا جذبۂ قومیت بھی مفقود ہوچکا تھا، تاریخ عالم میں اس قسم کی مثالیں کثرت سے ملیں گی کہ ایک شہر یا ملک تو تباہ ہوگیا ہو مگر اس کے باشندوں میں احساس قومیت اور یکجہتی برقرار ہو مثلاً اسپارٹی قبضہ ہونے کے بعد بھی مسینیہ کے باشندوں میں برابر جذبۂ شہری قائم رہا۔ اور زمانۂ حال میں ملک پولستان کی مثال بدیہی ہے جہاں ملک کی تقسیم کے بعد بھی پولستانیوں کی قومیت مردہ نہیں ہوئی، غرض سیبارس کے اکثر باشندے بحیرۂ تیرینیہ کے ساحلی اضلاع مثلاً لاؤس، سکڈروس، پوسیدونیہ وغیرہ بھاگ گئے اور وہاں اپنے پرانے شہر کی تجدید اور اسے دوبارہ آباد کرنے کے منصوبے کرنے لگے،

۴۵۳ ق م میں ان جلاوطنوں کے ورثا نے پرانے شہر کے موقع کے قریب ہی ایک نیا شہر آباد کیا مگر کروتون کے باشندوں نے انھیں وہاں سے بھی نکال دیا جب انھوں نے یہ دیکھا کہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بلا امداد غیرے بیرونی حملوں کی کماحقہ مدافعت نہیں کرسکتے تو انھوں نے باہر کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ اسپارٹا نے تو انکی صدا پر توجہ نہیں کی مگر ایتھنز نے وعدہ کیا کہ وہ انکے واسطے ایک نیا شہر آباد کرادیگا،

ایتھنز میں اس قسم کی مہم سر کرنے کی خاص اہلیت تھی اسلیئے کہ شہر سیرس میں جو اسپارٹا کے نزدیک ہی تھا پالاس دیوی کا بت نصب تھا اور ضلع سیرٹس میں خصوصاً اور جنوبی اٹلی میں عموماً ایتھنز کا لحاظ کیا جاتا تھا، اسکے سوا ملطہ اور

سیبارس کے آپس کے تعلقات نہایت عمدہ تھے اور ملطہ اور ایتھنز کا معاملہ گویا واحد تھا۔ ایتھنز کا تیسرا امتیاز یہ تھا کہ تجارتی معاملات میں اسے خاص فوقیت حاصل تھی اور وہ سیبارس سے شہر کی تجارتی اہمیت کو خوب سمجھ سکتا تھا۔ گو اسی زمانے میں اطالوی قبائل نے اپنی قوت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا اور وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گئے تھے، اور لوکانیوں کی قوت بھی روبہ ترقی تھی مگر ان تمام مشکلات کے ساتھ ہی ایتھنز کی نظر میں سیبارس کا مستقبل نہایت اہم اور شاندار تھا اور اسنے اس شہر کی دوبارہ آبادکاری کا تہیہ کر لیا[۱۱]۔ یہ امر مشکل سے سمجھ میں آسکتا ہے

[۱۱] اس کوشش کیلئے جو سیباریسیوں نے اپنے شہر کو دوبارہ آباد کرنے کیلئے کی دیودورس ۱۱، ۹۰ اور ۱۲، ۱۰ دیکھنا چاہیئے۔ نئے سیبارس کے سکوں کا حال (جنمیں سے بعض تو تنہا سیبارس کے اور بعض سیبارس اور پوسیڈونیہ کے یکجائی تھے) ہیڈ کی "تاریخ سکہ جات" سے مل سکتا ہے۔ تھوریئی کی آبادکاری دیودورس کی رائے میں ۴۴۶ق م (عام خیال کے بموجب موسم بہار ۴۴۳ق م) میں ہوئی (بوسولٹ ۲، ۵۰۰)۔ تھوریئی کیلئے ل شلر کی کتاب "معاملات تھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) اور ف، ہیول کی کتاب "جمہوریہ تھوریئی" دیکھنی چاہیئے۔ اس شہر کے موقع کیلئے کالاواری کی نظریات درست نہیں (لینورمون "یونان عظمیٰ" ۱، ۲۶۳)۔

دس قبیلوں میں سے چار کے نام تو ایتھنز اور اسکی باجگزار ریاستوں کے نام پر رکھے گئے تھے (اتھینائس، یوبوئس، نیسیوتس، یاس)، تین وسطی اور شمالی یونان پر (بیوتس، دورس، امفکتیونس) اور تین پیلوپونیز کی ریاستوں پر (آرکاس، اکائس، ایلیا)۔ مگر اسپارٹا اور پیلوپونیزی دوریانیوں کا کہیں ذکر بھی نہیں اسلئے کہ انھوں نے نوآبادی کے قیام میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قبیلہ اکائس ایتھنزیوں کا طرفدار تھا اور آرکاس مذبذب تو ہم اس نتیجے پر پہنچینگے کہ تھوریئی میں ایتھنزی فریق کی حالت کچھ قابل رشک نہ تھی۔

دیودورس (۱۲، ۱۱) کا بیان ہے کہ تھوریئی کے قوانین کو خارونداس نے ترتیب دیا۔ یہاں غالباً وہ تمائیوس کی جگہ ایفورس کا تتبع کر رہا ہے اسلئے کہ اتنی فاش غلطی کا

جب کروتون والوں نے اس مقام پر قبضہ کر لیا تھا تو اس کوشش ہی یا ایتھنز کو کسطرح کامیابی حاصل ہو سکتی تھی مگر ان معاملات پر ذرا غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جن اصولوں پر ایتھنز ہی کاربند ہوئے' جسطرح وہ ڈیلفی ہی کا ہنہ اور دیگر یونانی مملکتوں سے امداد کے خواستگار رہوئے اور ہر جگہ سے انھیں خاطر خواہ جواب بھی مل گیا' یہ سب طریقے دراصل ان ہی مشکلات کو رفع کرنے کے لیئے برتے گئے تھے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ اگر سیبارس کی مہم سر کرنا ضروری ہے تو اس سے صرف ایتھنز ہی کو نفع نہ پہنچے بلکہ تمام دنیائے یونان متمتع ہو۔

چونکہ دیو دورس ان واقعات کی تنہا سند ہے اسلیئے اسکا تتبع کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مہم آبادکاری بھیجنے سے پیشتر ایتھنزیوں نے یہ عام اعلان کر دیا کہ جو شخص اس میں شامل ہونا چاہے وہ شوق سے شامل ہو۔ اور دس جہاز بسرکردگی زینوکرتیوس و لامپون بھیجے۔ روانگی سے پیشتر اپولو کی کاہنہ نے یہ ہدایت کر دی کہ شہر اس جگہ آباد کیا جائے جہاں "پانی تو ناپ کر ملتا ہو مگر روٹی کی ناپ تول کی ضرورت نہو"۔ جب آبادکار سیبارس کی حدود میں داخل ہوئے تو انھیں ایک چشمہ موسومہ تھوریا ملا جو قدیم شہر سے کچھ دور نہ تھا۔ اور اس چشمے میں تانبے کا ایک نل لگا ہوا تھا جسے وہاں کے لوگ "مدمنوس" یا پیمانہ کہتے تھے۔ لامپون مذہبی قوانین سے خوب واقف تھا اور اس قسم کے معاملات میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اور اسنے فوراً یہ طے کر دیا کہ یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں پانی پیمانے میں ہو کر آتا ہے اور اسکے ثبوت کی ضرورت ہی نہیں کہ اس ملک میں غلہ بافراط پیدا ہوتا ہے۔ بالآخر یہاں ایک نیا شہر آباد کیا گیا اور اسکا نام تھوریئی رکھا گیا۔ اسکے باشندے یونانی اور قدیم سیبارسی تھے۔ اور انھوں نے شہر میں سات سڑکیں تعمیر کیں چار طول میں اور تین عرض میں۔ اول الذکر متوازی سڑکوں کے نام ہرقلیہ' افرودیسیاس' اولمپیاس اور دیونیسیاس اور باقی ماندہ متوازی سڑکوں کے نام ہیروا'

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مرکب تمائیوس شکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ بعض مورخوں کی رائے ہے کہ یہ ضابطہ دراصل پروتاغورث نے تیار کیا تھا اور بالکل ممکن ہے اسنے خارونداس کے قوانین سے مدد لی ہو۔

تھوریا اور تھورینا تھے۔ اس قسم کی متوازی سڑکوں کا موجد ملطی، ہپوداموس
ہے۔ جس نے شہر پِرِیُ اُس اور بندرگاہ جزیرہ روڈس تعمیر کیے تھے اور بہ نسبت زمانۂ
مابعد کے اس دور میں اس طرز تعمیر کا عام طور پر تتبع کیا جاتا تھا۔ مگر خود دیودورس
کہتا ہے کہ اس نو آبادی کے قیام میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور چند ہی روز
شہریوں میں تنازعات پیدا ہونے لگے۔ اول تو قدیم سیبارسیوں نے یہ دعوے
کیا کہ ان ہی کو بڑے بڑے عہدے ملنے چاہئیں اور نئے یونانی آبادکاروں کو
محض چھوٹے چھوٹے عہدوں پر قناعت کرنی چاہیئے۔ اور یہ اصول پیش کیا کہ سیباری
بیبیوں کو یونانی عورتوں پر سبقت حاصل ہے اور یہ کہ شہر کے قریب کی اراضی سیبارسیوں
اور بعید اراضی یونانیوں کو دی جائے۔ جھگڑوں نے اس قدر طول کھینچا کہ کھلی لڑائی کی
نوبت آگئی اور نئے آنے والوں نے بہت سے قدیم باشندوں کو مار کر باقی ماندہ کو شہر سے
نکال دیا۔ ان جلا وطنوں نے دریائے ترائس پر تیسرا سیبارس آباد کیا۔ جس کے
چند سکے اس وقت تک موجود ہیں۔ فاتحوں نے یونانیوں سے مزید کمک طلب کی اور
ایک عمومی دستور بنایا اور کروتوں کے باشندوں کے ساتھ (جو سیبارس کی آبادکاری
سے کچھ خوش نہ تھے) ایک سمجھوتہ کر لیا۔ اس نئی بستی میں دس قبیلے تھے:- آرکاس،
اکائس، ایلیا، بیوشی، امفکتیونس، دورس، یاس، اتھینائس،
یوبوئس، نیسیوٹس، سات سڑکوں کے باہمی اتصال سے بیس چوک بن گئے تھے۔
اور ممکن ہے کہ اس تقسیم کا کوئی تعلق دس قبیلوں سے ہی ہو۔ دیودورس کا بیان
ہے کہ اب یہاں کے باشندوں نے ضابطہ قوانین موضوعہ خارونداس اختیار کر لیا جو
ان میں سب سے زیادہ عقلمند شہری تھا۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ بیان قطعی بے بنیاد ہے۔
اس لیے کہ خاروند اس کو مرے ہوئے عرصہ گذر چکا تھا۔ قبیلوں کے ناموں سے
ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کی ہی اکثریت تھی اور اسپارٹا کی محض ایک ظاہری حیثیت تھی۔
سڑکوں کے ناموں میں کہیں اتھینا دیبی کا نام نہیں ملتا۔ مگر ممکن ہے کہ اس کا اصل سبب
یہ ہو کہ وہ دوسری دیبیوں سے کہیں زیادہ ممتاز سمجھی جاتی تھی۔ تھوریئی پہلے تو
تارنتم سے اور پھر خود ایتھنز سے برسرپیکار ہوا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بجائے
اس کے کہ اس نئے شہر سے ایتھنز کو کسی قسم کا فائدہ ہوا اس کو نقصان ہی نقصان

یہ ہیچا ہم خواہ مخواہ اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ اتھنزیوں نے اس تنفر کو جو انہیں عام آبادکاری کے اصول سے تھا۔ خیر باد کہتے میں اور بجائے کلیرو خیاں قائم کرنے کے آبادکاری کی ایک وسیع اسکیم ترتیب دینے میں بہت غلطی کی۔ خاص کر ایسی حالت میں جب بلا دوسری قوموں کی مدد کے جو اس کا شکریہ تک ادا کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے وہ انہیں قائم نہ کرسکتا تھا۔ اور فارقلیس سے اس طرزِ عمل پر کاربند ہونے کی ہرگز امید نہ کی جاسکتی تھی۔ بہرحال تھوریوں نے بہت جلد مادّی اور ذہنی ترقی کی شاہراہ پر قدم بڑھایا اور چونکہ ایسی نو آبادی کا تخیل بالکل نیا تھا جس میں تمام یونانی شہر حصہ لیں۔ اس لیئے وہاں بہت سے اہل فراست جمع ہو گئے اور واضع قوانین پروتاغورث، ہیروڈوٹس اور امپی دوکلیس نے وہاں بود و باش اختیار کرلی۔

شہر تارنتم[۱۳۱] تھوریئی سے بیزار تھا اور ہمیشہ قوم مساپئی سے برسرِ پرخاش رہتا تھا۔ سنے اب اتھنز سے عمدہ تعلقات قائم کر لیئے۔ سسلی کی جنگ کے زمانے میں اتھنزیوں اور ارتاس شاہ مساپیان نے اس محالفت کی پھر تجدید کرلی[۱۳۲]۔

جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ریگیوم اور لیونتی نی کے ساتھ اتھنز کے تعلقات دوستانہ تھے اور چونکہ فریقین یک جدی تھے اس لیئے یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سسلی کے مغربی شہر سگستا میں بھی اتھنز کا بہت اثر تھا ۔

اتیروریہ کے باشندوں کے ساتھ بھی اتھنز کا رویّہ مخالفانہ نہ تھا۔ چونکہ مسینہ کی شاہراہ بحری سسلی اور زیرین اٹلی کے خالکدیسی یونانیوں اور سیراکیوزیوں کے قبضے میں تھا اور وہ تجارتی رقیبوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اس لیئے ابتدا میں اتھنز اور اٹیروریا کے تعلقات محض بری تجارت تک محدود تھے۔ پانچویں صدی ق م میں اٹیکائی ظروف گلی اٹیروریا، کمپانیا اور اڈریا میں پائے جاتے ہیں۔ اور زمانۂ ماضیہ میں کیوم سے جو خالکدیسیوں اور کورنتھیوں کا گویا قائم مقام تھا۔ مغربی

[۱۳۱] اولمپیہ میں ایک چڑھاوے کی تختی پائی گئی ہے جس پر تارنتم کے متعلق ایک نوشتہ ہے اسکے لیئے ڈتن برگر ۳۰ دیکھنا چاہیئے
[۱۳۲] طوسی دیدس ۷، ۳۳ ۔

اٹلی کے بازاروں پر تسلط قائم کر لیا تھا۔

ہمیں ایتھنز اور قرطاجنہ کے باہمی تعلقات کا بہت ہی کم علم[۱] ہے۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح ایتھنز کی قوت و اقتدار مشرق میں ممتاز تھے اسی طرح قرطاجنہ کی دھاک مغرب میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس عظیم الشان مملکت کے ضعف اقتدار اور طرز عمل کا پتہ لگانا فارقلیس کیلئے نہایت اہم تھا۔ یہاں ہمیں نوشتوں کی بیٹ، قاعدگی اور ... کمی جو قدما کے وقائع میں اکثر پائی جاتی ہے صاف عیاں ہو جاتی ہے۔

دائرے کا محیط ختم کرنے کیلئے اب مشرق کی طرف آنا چاہیئے۔ مغربی یونان میں سب سے طاقتور مملکت کورکیرا کی تھی جو ہمیشہ کورنتھ کا مخالف اور اریتریا کے تعلقات کی بنا پر ایتھنز کا دوست بنا رہتا تھا۔ تمسٹاکلیس کورکیرا کا ہمیشہ ساتھ دیتا رہا۔ اور یہ فرض کرنا کچھ بیجا نہ ہوگا کہ اگر ایتھنز کبھی یونان میں کورنتھ کا مدمقابل بننا چاہتا تو پہلے سے بھی زیادہ کورکیرا کی مدد پر انحصار کر سکتا تھا۔ مگر جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی نازک زمانے تک دونوں مملکتوں کے درمیان کسی قسم کے معاہدے کی نوبت نہیں آئی۔ ایتھنزیوں نے ارض یونان کے مغربی حصے پر بھی قدم جمالیئے۔ لوکرس کے باشندے ہمیشہ ایتھنز کے مدمقابل رہتے تھے۔ اور اب تولیداس نے انتے مولیکریم اور نوپاکتوس چھین کر میسینیوں کو وہیں آباد ہونے کی اجازت دیدی[۲]۔ اس نواح کی صورت حال میں سی سالہ امن سے کوئی تبدیلی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ مگر جنگ پیلوپونیز سے پہلے ہی ایتھنز نے ان اضلاع کے پیچیدہ معاملات میں دست اندازی کر دی[۳]۔ بات یہ تھی کہ امفی لوکی آرگوسیوں نے امبراسیہ کے چند باشندوں کو اپنے شہر میں آنے دیا تھا۔ مگر موخر الذکر نے اپنے محسنوں ہی پر ہاتھ صاف کیا

---

[۱] ہولتسا پفل کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م میں بھی روما کی طرح ایتھنز کے بھی قرطاجنہ سے براہ راست تعلقات تھے اسکے لیئے اس کتاب کا باب ۲۲ دیکھنا چاہیئے۔

[۲] طوسی دیدش ۲۰۲، کورنتھ اور قرطاجنہ مدمقابل تھے اسلیئے دونوں کا اثر زائل ہوجاتا تھا اور ایتھنز نہایت اطمینان سے مغرب میں تجارت کر سکتا تھا۔ بحیرہ تیرہنیہ میں سیراکیوز بہت طاقتور تھا۔

اور انھیں شہر سے نکال دیا + اسپر آرگوسیوں نے اکارنانیہ والوں سے مدد مانگی
ان دونوں نے دست التجا ایتھنزیوں کے سامنے پھیلایا + ایتھنز نے فورمیون
تیس سہ طبقہ جہازوں کو لیکر امبراسیہ بھیجا گیا اور اسکی مدد سے امفی لوکیوں اور
اکارنانیوں نے آرگوس کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور ان امبراسیوں کو
جو اپنے محسنوں کو جلا وطن کرنے کے قبیح جرم کے مرتکب ہوئے تھے غلام بنا لیا۔
اس واقعے سے پیشتر تو شہر امبراسیہ ہی ایتھنز کا دوست تھا' اب ایتھنز اکارنانیوں
پر بھی نہایت وثوق سے اعتبار کر سکتا تھا +

اب یہ ہیں واضح ہو گیا ہے کہ فارقلیس کے زمانے میں ایتھنز کے تعلقات
مختلف مملکتوں سے بالکل مختلف النوع تھے اور انکا دارومدار یا تو محض سیاسی
یا تجارتی اسباب پر تھا۔ اگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ ہر چہار طرف سے محفوظ و مامون
رہے تو اسے ہمیشہ خبردار رہنا پڑتا تھا۔ اور اس حفاظت کی سب سے بڑی ضمانت
یہ تھی اسکے حلیف اسکے دوست تھے اور اسکے رقیب اور دشمن صریحاً کمزور تھے +
مشرق میں تھریسیوں اور مقدونیوں کے اندرونی تعلقات اور آپس کے
تنازعات ایتھنز کیلئے مفید و کارآمد تھے اور تھریس اور مقدونیہ اپنی قوت
واقتدار میں کسی قسم کی ترقی نہ دے سکے۔ مغرب میں کورنتھ اور کورکیرا کے آپس کی
دشمنی ایتھنز کیلئے ایک فال نیک تھی ورنہ اسے ان دیار میں اپنا دائرہ اثر
وسیع کرنے کی اور کوئی صورت نہ تھی۔ فارقلیس کو ان تمام امور کا لحاظ کرنا پڑتا تھا
اور نہ صرف معاہدے وقت مناسب پر طے کرنے پڑتے بلکہ حاسد رقیبوں کی ترکیبوں
کا توڑ کرنا پڑتا اور ان مقاصد کی یکسوئی کیلئے تمام یونانی اور غیر یونانی ریاستوں کے
حالات جو پانتیکا پیوم سے سگستا تک پھیلی ہوئی تھیں معلوم کرنے کی ضرورت
ہوتی تھی + موجودہ طرز کی سفارتوں کا سلسلہ تو تھا ہی نہیں۔ اور خود پروکسی نوس
بھی (جنکا عام طور پر موجودہ قنصلوں سے مقابلہ کیا جاتا ہے) ان ہی مملکتوں
کے شہری تھے جہاں انکی بودوباش تھی اور اسطرح ان ریاستوں کے شہریوں
کی صرف حفاظت ہی کر سکتے تھے جنھوں نے انھیں مقرر کیا تھا مگر
ان کے لیئے ہر ایک معاملے میں ان کا قائم مقام بننا ناممکن

تھا۔[1] خواہ کوئی بھی ایتھنز میں برسرِ اقتدار ہو، فارقلیس ہو یا کوئی اور، لیسے یہ لازم تھا کہ ہر ایک مملکت کے ساتھ عمدہ تعلقات قائم رکھے اور درآنحالیکہ معلومات بہم پہونچانے میں حکومت اسکی بہت ہی کم مدد کرتی تھی مگر پھر بھی وہ اس گتھی کو سلجھانے کیلئے ایتھنزیوں کے سامنے جواب دہ تھا۔ زمانۂ قدیم میں بہت کم مدبر ایسے گزرے ہیں جنھوں نے اتنی مشکلات کے باوجود معاملات خارجہ کی اسقدر عمدگی اور توجہ سے نگرانی کی ہو اور معاملات کو اس خوبی سے طے کیا ہو جتنا فارقلیس نے۔[2] اور ہمارا خیال تو یہ ہے کہ اسے ضرور اپنے ذاتی روپے کا ایک جزو ان مقاصد کی تکمیل کیلئے صرف کرنا پڑا ہوگا۔

---

[1] باب ۸۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ کسی نوع آجکل کے قنصلوں کی طرح اس مملکت کے عام قائم مقام ہوتے جنہیں انھیں مقرر کیا تو انکو اکثر خود اپنے ہی شہر کے خلاف معلومات بہم پہنچانے پڑتے ہونگے۔

[2] پلوٹارک (" فارقلیس " ۱۵) ایتھنز اور فارقلیس کا دائرۂ اثر بالکل مساوی قرار دیتا ہے۔

یہاں یہ بتانا مناسب ہے کہ اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ گو ایتھنز ذہنیات کا مرکز تھا مگر اسکی سیاسی شخصیت کا پایہ اسقدر بلند نہ تھا۔ اور گو اس نظریئے کی کافی تکذیب ہو چکی ہے پھر بھی بعض مورخ اب بھی دل ہی دل میں اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ مغلوں کی سی عظیم الشان سلطنتیں نہایت قابل تعریف ہیں۔ مگر اب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ بعض باتوں میں پانچویں صدی ق م کا ایتھنز ازمنۂ وسطیٰ کی بڑی بڑی سلطنتوں سے بھی زیادہ عظیم الشان تھا۔ قدما اسلیئے ایتھنز کی سیاسی اہمیت پر زور نہیں دیتے کہ یہ اہمیت بہت دن تک قائم نہ رہی۔ مگر کم از کم پچاس سال تک تو ایتھنز اور ایران کی حیثیت مساویانہ تھی۔ غرض یہ کہ ۴۸۰ ق م سے ۴۳۰ ق م تک ایتھنز کا طرز عمل تاریخ کا ایک نہایت درخشاں ہیولیٰ ہے اور ایتھنز مقدونیہ اور روما کا حقیقی پیش رو ہے۔

بیسواں باب

ایتھنز بعہد فارقلیس

ادبیات و فنون یونان

دور فارقلیس میں ایتھنز کے ایک نہایت اہم شعبے کا ذکر ابھی باقی ہے۔ یونانیوں کا خیال تھا کہ آرائش بلدہ اور شہریوں کا سامان تفریح اور وہ طریقے جنسے ایک شخص اپنی زندگی فراخ دلی سے بسر کرسکتا ہے، یہی وہ امور ہیں جو انسان کی ذہنی ترقی کا حقیقی معیار ہیں۔ قدما کا متفقہ بیان ہے اور خود فارقلیس کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسنے ان معاملات کی طرف خاص توجہ کی۔ ان باتوں کے ماسوا اسکی ایک خواہش اور بھی تھی جسکا اعلان کرنا اسنے مناسب نہ سمجھا۔ اور اس خواہش کا ذکر ہم قدیم مورخوں کی تصنیفات میں اسلیئے نہیں پاتے کہ ان کا یہ شیوہ رہا کہ اپنے تعصبات اور خیالات سے متاثر ہوئے بغیر کبھی کسی امر کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اس خواہش کا ذکر اس باب کے آخر میں کیا جائیگا۔ بہر ہیج فارقلیس نے جو توجہ آرائش بلدہ اور شہریوں کے سامان تفریح پر کی اسکے تو خود قدیم مورخ شاہد ہیں اور انکے بیانات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایتھنز کی تاریخ کا یہ دور نہایت اہم اور درخشاں تھا۔ باب ہذا میں اسی ضمن میں یونان کی ذہنی ترقیوں کا حال بھی بیان کیا جائیگا۔

یونانیوں کا خیال تھا کہ جب خود مملکت فنون لطیفہ کی سرپرستی کرنے کیلیئے تیار ہو تو اُن فنون کو دیوتاؤں کی عظمت اور خدمت کیلیئے استعمال کرنا چاہیئے اور اسی اصول پر کاربند ہوکر فارقلیس چاہتا تھا کہ شہر کو زینت دیجائے اور زینت و آرائش کی بنیاد مذہب پر ہو۔

ایتھنز کی مربی دیبی پالاس اتھینا تھی اور گورس کی بودوباش اکروپولس میں تھی مگر دائرہ اہتمام سلطنت ایتھنز میں پھیلا ہوا تھا۔ اور جب لیگ کا خزانہ

ڈیلوس سے ایتھنز منتقل ہوا تو یہی دیبی اسکی حفاظت کی خاص طور پر ذمہ دار ہوئی۔ خود اکروپولس کا چڑھاوا اتھینا کی شان کے شایاں تھا اور جب اکروپولس کی تزئین اور آرائش کی گئی تو خواہ مخواہ فن پیکر تراشی کو بھی کمال حاصل ہوا +

کیمون نے ایتھنز کی آرائش میں عملی حصہ لیا تھا اور چونکہ فنون لطیفہ کے میدان میں فارقلیس نے کیمون کے ہی اصول کی پیروی کی[1] اسلیئے اس باب میں ہم سب سے پہلے کیمون کے کارہائے نمایاں کا ذکر کرینگے + کیمون اور فارقلیس میں یہ فرق تھا جہاں کیمون اپنے ذاتی روپے سے اخراجات بلدہ کا کفیل ہوتا تھا وہاں فارقلیس آرائش ایتھنز پر زر عامہ خرچ کرتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ دونوں کا طرز عمل اپنی اپنی جگہ درست تھا۔ اسلیئے کہ کیمون کو تو بڑی بڑی لڑائیوں میں مال غنیمت ملا تھا اور وہ ان امور عامہ میں اپنی ذاتی دولت باطمینان تمام صرف کرسکتا تھا مگر فارقلیس کو اس معنے میں کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اور چونکہ اسکے نزدیک ایتھنز کی زیبائش کا اصل مقصد یہ ہی تھا کہ ایتھنز ہی مذہب کا بول بالا ہو اسلیئے بہ نسبت افراد کے روپیہ کے مملکت کا روپے اس کار خیر میں لگتا ہی افضل و اولےٰ تھا۔

---

[1] پانچویں صدی ق م کے ایتھنز کے متعلق معلومات میں زمانۂ حال کی کھدائیوں سے معتدبہ اضافہ ہوا ہے اور مختلف مصنفوں کی تصانیف اور مباحث کے ذریعے سے ان کھدائیوں کے حالات چار دانگ عالم میں شائع ہو گئے ہیں + واخسموتھ کی تصنیف "شہر ایتھنز بزمانۂ قدیم" (جلد ۱ ۱۸۷۴ء) میں بنیادی اسناد پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی تھی مگر اس کتاب اور برسیان کے "جغرافیۂ یونان" (۱۸۶۲ء) پر بہت معلومات کا اضافہ ہوا ہے + اس ضمن میں مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے:۔

۱۔ ملش ہوفر: "ایتھنز" و بئومیکسٹر کا "مجموعہ یادگار ہائے قدیمہ" جلد ۱ ۱۸۸۴ء) +
۲۔ لولنگ: "ایتھنز کا تفصیلی نقشہ" (میولر "بیاض قدیمات" جلد ۳ ۱۸۸۹ء) +
۳۔ بیڈیکر: "رہنمائے یونان" اشاعت دوم ۱۸۸۹ء۔
۴۔ بیوٹی شر: "ایتھنز کا اکروپولس" برلن۔ ۱۸۸۸ء +

آخر الذکر کتاب میں فاضل مصنف نے نہ صرف آخر ترین تحقیقات کا ملخص دیا ہے بلکہ اپنی کتاب کو

اسکے برعکس کیمون دراصل اس طریقے کی ایک وسیع پیمانے پر پیش بندی کر رہا تھا جو
مارسیلس اور سلے فیریس جیسے رومن سرداروں نے روا رکھا اور جنھوں نے روما کو
مال غنیمت کے روپے سے معبدوں اور مجسموں سے آراستہ و پیراستہ کیا +

قدما سایہ دار مقامات پر خاص طور سے فریفتہ تھے جہاں وہ اپنا بیشتر
وقت صرف کرتے تھے۔ اسی لئے کیمون نے باغیچۂ اقادموس جو ڈپلون
دروازے کے سامنے تھا درست کرایا رفتہ رفتہ اسے لوگ جیم خانے کے طور پر استعمال
کرنے لگے اور یہ نوجوانوں کا ورزش گاہ اور ضعیفوں کا فرودگاہ بن گیا۔ اسی مقصد سے
اسنے اگورا میں درخت لگوائے اور ان ماہتابیوں کی تعداد میں اضافہ کیا جو
اگورا کے ہر چہار طرف تھیں۔ کیمون کے ایک عزیز پی سیاناکس نے شہر کے
چوک میں ایک بہت بڑا ایوان تعمیر کرایا جسکی دیواروں کو خود پولیگنوٹس اور
میکون نے مختلف تصاویر سے مزین کیا + اس ایوان کا نام بوئے کیلے یا
"آشیانۂ بوقلمون" پڑگیا + جب کیمون تھے سیوس کی ہڈیاں جزیرۂ اسکیروس
سے ایتھنز لایا تو اسنے اُن کے لیئے ایک مقبرہ بنوایا۔ مگر اس مقبرے کا محل
وقوع اسوقت تک زیر بحث ہے۔ اور یہ امر تصفیہ طلب ہے کہ آیا یہ وہی خوبصورت
معبد ہے جو اس چھوٹی سی پہاڑی پر بنا ہے جو شمال و مشرق سے اریو پاگس اور
ڈپلون کے درمیان ہوتی ہوئی عین بازار تک چلی آتی ہے[۱] + اس ٹکڑے کی طرز
تعمیر سے تو یہ پتہ لگتا ہے یہ پارتھے نون سے قبل کی عمارت ہے۔ اسکے مجسموں
میں سے مشرقی اور ہر دو اطراف کی مورتی تختیاں اسوقت تک بدستور ہیں اور مشرقی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بے شمار تصاویر سے مزین بھی کیا ہے +

بیو ٹی شر نے ڈرٹم سے جسقدر معلومات اخذ کی ہیں انکو اپنی کتاب میں تسلیم نہیں کیا +

[۱] تھے سیوم نامی تہخانے کیلیئے ہُو میسٹر کا مجموعہ دیکھنا چاہیئے جہاں پ اگر یف قرن تعمیر اور
ہُو میسٹر نے سنگتراشی پر بحث کرتا ہے۔ اسی مضمون میں گریف نے مختلف تصانیف کے اقتباسات
بھی دیئے ہیں + روایات کے بموجب یہ تھے سیوس ہی کا مندر تھا۔ روس نے آریس کے متعلق
خیال ظاہر کیا اور زمانۂ مابعد میں ہرقل ہفائستوس اور اپولو پاترواس کا نام پیش کیا گیا ہے +

تختیوں میں تو ہیرکلیز کے کارنامے اور اطراف کی تختیوں میں تھیسیوس کے سوانح دکھائے گئے ہیں اور بعض مورخوں کا خیال ہے کہ یہ میرون کی دستکاری کے نمونے ہیں۔ اسیطرح اس عمارت کے صحن کے ہر چہار طرف جو حاشیہ تھا اسکا بھی ایک حصہ تا حال موجود ہے جسمیں لاپیتھون اور قنطوروں کی باہمی جنگ دکھائی گئی ہے اور کے کوے کا خیال ہے کہ اس حاشیئے میں فدیاس کی صنعت کی علامات ہیں۔ غرض یہ ہے کہ جہانتک طرز تعمیر کا تعلق ہے ہمیں یہ باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ مندر قریب ۴۵۰ ق م میں بنا ہوگا۔ مگر اس سے یہ ہرگز لازم نہیں کہ یہ ہی تھیسیوس کا مقبرہ یعنی تھیسیوم تھا۔

کیمون نے اپنی توجہ اکروپولس کی طرف بھی مبذول کی اور اسکی قلعہ بندی کا خاص طور پر لحاظ کیا۔ اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں کہ ابتدا میں اسکی فصیل کی کیا حالت تھی۔ اس فصیل کا ایک حصہ تو پیلاسگی قوم کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور اسے اینیاپیلوس (نو درہ) یا پیلارگیکون یا پیلاسگی کون کہتے تھے۔ جنگ ایران میں شہر کا ایک حصہ مسمار ہوگیا تھا اور جب ایتھنز ایران کے پنجے سے رہا ہوگیا تو شہر پناہ کے اس حصے کی مرمت کی گئی۔ فصیل کی تعمیر کیمون کے دور میں شروع اور عہد فارقلیس میں ختم ہوگئی اور بعض مورخوں کا یہ خیال درست نہیں معلوم ہوتا کہ شمالی دیوار تمسطاکلیس کی تعمیر کردہ ہے۔ جو اراضی جنوبی فصیل کی دوسری جانب تھی وہ پارتھنون کیلیئے مسطح کردی گئی تھی۔ اسی میں ٹیلے کی ڈھال کے دہنی جانب جنوب و مغرب کی طرف ایک برج تھا اور اسپر نیکے اپتیروس یا "فتمند اتھینا" کا بتکدہ بنا ہوا تھا جسکا ذکر بعد میں آئیگا۔

کیمون قلعے کی تزئین سے بھی غافل نہ تھا۔ اسنے قلعے میں نہ صرف چھوٹے چھوٹے مندر بنوائے اور اتھینا کے بتخانے کی بنیاد رکھی جسے بعد میں خود فارقلیس نے تکمیل کو پہنچایا اور جسکا پارتھنون نام پڑا بلکہ اسنے "جنگجو اتھینا" کا تانبے کا ایک عظیم الشان مجسمہ فدیاس ولد خارمید اس سے بنوایا اور یہی اس مشہور سنگتراش کی درخشاں پبلک زندگی کی

ابتدا اتھی ؔ + جب غیر ممالک کے سیاح جہازوں پر بیٹھکر ایتھنز آتے ہوئے راس

۳ؔ ان مصنفوں کے علاوہ جنھوں نے برن، اوور بیک، ال ۔ م ۔ مچل، مرے وغیرہ کی طرح یونانی فن پیکر پزیری پر علحدہ کتابیں لکھی ہیں، مفصلۂ ذیل مورخوں نے فدیاس کے حالات قلمبند کیئے ہیں :-

۱ ۔ ل ۔ دے رونشو: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۶۱ء ۔

۲ ۔ ا ۔ پیٹرسن: صنعت فدیاس ۔ برلن ۱۸۷۳ء ۔

۳ ۔ والڈشٹائن: "فدیاس کی صنعت"۔ لنڈن ۱۸۸۵ء +

۴ ۔ والڈشٹائن کا مختصر مضمون ہیومیسٹر کے مجموعے میں +

۵ ۔ کولی نیوں: "فدیاس"۔ پیرس ۱۸۸۵ء۔ فدیاس کی موت کے لیئے :-

میولر شٹر یو بنگ: "روایات بابت وفات فدیاس" (۱۸۸۲ء) ۔

لیوشکے: "وفات فدیاس" (بون ۱۸۸۳ء) +

میولر شٹر یو بنگ فیلو خوروس (جزو ۹۷) کی تصحیح کرتا ہے اور بجائے قدیم روایات کے جسکی صحت میں کلام ہے ایسا نظریہ قائم کرتا ہے جو ہمارے خیال میں بالکل درست ہے۔ مگر اسپر ہمارا ایک اصولی اعتراض ہے ۔ میولر شٹر یو بنگ کی عادت ہے کہ وہ ایسے واقعات مطلق نظر انداز کر دیتا ہے جنکا اسناد میں تو ذکر ہو مگر اسے عجیب وغریب معلوم ہوتے ہوں اور بعض مرتبہ تو محض اپنے مطلب کے خاطر فقرے کے فقرے تبدیل کر دیتا ہے (فدیاس ۔ متی لنہ) ور نہ خود مصنف پر شک وشبہ رکھتا ہے (پلاٹیہ ، کورکیرا) + ساتھ ہی یہ یاد رکھنا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ اور اقوام کی طرح بعض مرتبہ یونانی بھی لغو بیانی سے کام لیتے تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انکے افعال ہمیشہ عقل کے مطابق ہوتے تھے + Sen Cortsor (۲،۸) کا بیان ہے کہ فدیاس پر ایک زمانے میں ایلس میں تغلب کا الزام لگایا گیا تھا اسلیئے فیلو خوروس کے فقرے تبدیل کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی + ہم اسکا تعین کرنے سے قاصر ہیں کہ فدیاس کی عمارتیں کس ترتیب سے بنائی گئی تھیں اور جو کچھ نظریہ قائم ہوسکتا ہے وہ محض قیاسات پر مبنی ہے ۔ فیلو خوروس کے جزو مذکورہ بالا کی بنا پر

سونیوم کا دور کرتے تھے تو اس بت کے نیزے کی نوک ان عجائبات میں سے تھی جس پر سب سے پہلے انکی نظر پڑتی تھی +

اپنی پبلک زندگی کے ابتدائی دور میں ہی اسنے ماراتھون کے مال غنیمت سے تیرہ تانبے کے مجسمے بنا کر اس صنعت میں بھی کمال پیدا کیا - ان میں سے ایک ملتیادیس کا مجسمہ تھا جسکے ہر چہار طرف اپولو، اتھینا اور دس بڑے بڑے بھتر ہی سورما بیٹھے نظر آتے تھے ایلیس کے باشندوں نے اولمپی زیوس کا بتخانہ تعمیر کیا تھا جسکے سر مثلث اور موٹی تختیوں کا ذکر باب ۱۲ میں آچکا ہے - اب انھوں نے فدیاس کو ایلیس بلایا اور اسسے زیوس کا سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ بنانے کا حکم دیا - زیوس قریب ۴۰ فٹ بلند تھا اسکے ایک ہاتھ میں فتح کی دیوی کا مجسمہ اور دوسرے ہاتھ میں عصائے سلطانی تھا - اور یونانیوں کی نظر میں اسکے چہرے سے وہ تمام علامات ظاہر ہوتی تھیں جنھیں ہومر نے ابوالالہ کی شخصیت کے ساتھ وابستہ کیا تھا + بعض مورخوں کا گمان ہے کہ اوتریکوئی کے زیوس کے مشہور سر سے فدیاس کے تخیل کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے - مگر ہمارے نزدیک ایلیس کے سکے اس سے بھی زیادہ فدیاس کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں + اولمپی زیوس کے تخت، کرسی، بنیاد اور جنگلا غرض ہر چیز نہایت نفیس مجسموں سے مزین تھی اور ان بے شمار افسانوں اور روایات کی تصاویر دی ہوئی تھیں جنسے خدائے برتر کی عظمت و اقتدار صنف انسانی کے سامنے آشکارا ہو +

فدیاس کی واپسی سے پیشتر ہی کیمون کا انتقال ہوگیا تھا - جب وہ ایتھنز آیا تو فارقلیس کی قوت شباب پر تھی اور اسنے لیگ کا روپیہ دیلوس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - بہت سے مورخوں کا خیال ہے کہ فدیاس نے اولمپیہ کے زیوس کا مجسمہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں تیار کیا تھا - اس کے لیئے کرٹئس کی تاریخ یونان ۲ (۱۶۲، ۱۴۴ و ۱۵۸ دیکھنا چاہیئے + رابرٹ اور بعض دیگر مورخوں کو اسمیں شبہ ہے کہ فی الواقع ایلاداس فدیاس کا استاد بھی تھا +

ایتھنز منتقل کر کے قلعے کی دیبی کے خزانے میں بحفاظت تمام جمع کر دیا تھا۔ اب فارقلیس کو یہ خیال ہوا کہ اس روپے کا ایک حصہ (جو دراصل جنگ ایران کے انتظام کے لیئے جمع کیا گیا تھا) قلعے کی زینت پر خرچ کرنا چاہیئے۔ خراج ہر سال طلب کیا جاتا تھا اور وصول بھی ہوتا تھا مگر چونکہ جہازوں اور ملاحوں کی ضرورت نہ تھی اسلیئے اسکی رقوم ایتھنز کی زیبائش پر باطمینان کل خرچ ہوسکتی تھیں اور ساتھ ہی حفاظت یونان کے اہم فرائض میں بھی کسی قسم کی کمی آنے کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ بلاشبہ خزانہ لیگ کی ہی ملکیت تھی مگر قلعہ ایتھنز بھی تو اسی لیگ کی مربی دیبی کا مسکن تھا اور اگر یہ روپیہ اسکی تزئین میں خرچ کیا گیا تو یقیناً بیجا نہ تھا۔ اس معاملے پر اپنا حکم لگانے وقت ہمیں قدما کے احساسات کا اندازہ کرلینا چاہیئے۔ یہ متعدد مرتبہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ابتدا میں یونانی اپنے مکانات نہایت سیدھی سادھی طرز کے بناتے تھے اور تمام صناعی پبلک ایوانوں پر صرف کر دی جاتی تھی۔ یونانی ایوان بلدیہ تک تعمیر نہ کرتے تھے اور یہ پبلک تعمیرات محض بتخانوں اور مندروں پر ہی مشتمل تھیں۔ اور اسمیں ہرگز مبالغہ نہیں کہ یونان میں فنون لطیفہ گویا یونانی مذہب کا جزو لاینفک تھے۔ کیمون نے اپنا ذاتی روپیہ لگاکر ہی ایتھنز کی عمدہ عمدہ روشیں اور نفیس ترین بالاخانے بنوائے۔ اسکے برعکس فارقلیس محض مملکت کا روپیہ ہی صرف کر کے مذہبی ایوان اور دیوتاؤں کے مجسمے تیار کراتا تھا اور لیگ کے ارکین کی شکایت کسی حالت میں انصاف پر مبنی نہیں ہوسکتی۔

فارقلیس کو ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اسکی فنی تجاویز کو راستے پر لائے اور جو اسکے مدبرانہ تخیلات کو ایسا بیرونی جامہ پہنائے جو صرف ایک صناع ہی پہنا سکتا تھا۔ اور فدیاس ان صفات کا حقیقی مجسمہ تھا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ فدیاس ہر شعبے کا مبدء بھی تھا اور نگران بھی۔ اسکی ماتحتی میں اس سے کمتر درجے کے بہت سے صناع کام کرتے تھے مگر اپنی شخصیت اور قابلیت کی وجہ سے وہ ان سب پر سبقت لے گیا تھا اور اسکی وہی حیثیت ہوگئی تھی جو پوپ لیو دہم کے دربار میں رافائل کی تھی۔ بلاشبہ اکثر ایسا ہوتا ہوگا

فدیاس اپنے مکان سے اکروپولس جا رہا ہو اور اسکے ساتھ مصوروں، سنگتراشوں اور معماروں کی ویسی ہی فوج ہو جیسی خود رافائل کے ساتھ اسوقت ہوتی تھی جب وہ پاپائے روما کے محل کی طرف اپنے غیرفانی مجسمے تیار کرنے یا خود لیو کے سامنے اپنے نقشے اور خاکے پیش کرنے کیلیے جاتا تھا۔

جو عمارتیں فارقلیس کے حکم سے فدیاس نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائیں انمیں سب سے ممتاز پارتھے نون تھا جو اگرہ دیوی اتھینا کا مسکن تھا۔ زمانہ کمال تک

---

۴ گروٹس کی تاریخ یونان (ج ۶ ص ۴۴۶) میں جو حواشی دیئے ہوئے ہیں وہ تاریخ فنون لطیفہ اور مفصل نقشہ کشی کیلیے قابل قدر ہیں۔

۵ اگر پارتھے نون کے متعلق مزید معلومات کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے تومیکالس کی کتاب (لائپزگ ۱۸۷۱ء) کا مطالعہ کرنا چاہیئے جسمیں فاضل مصنف نے اس تحقیقات کا ملخص دیدیا ہے جو اسوقت تک ہوئی تھی اور اسپر مدلل بحث کی ہے۔ کس، بوٹی شر پارتھے نون کو ان تبخانوں میں شمار کرتا ہے جو دراصل عبادت گاہیں نہ تھیں بلکہ ایسی عمارات تھیں جو محض چڑھاوا چڑھانے کے لیئے بنادی گئی تھیں اور جنکا نام اسنے "اگونی بتخانوں" کا نام رکھا ہے۔ اسی نظریئے کی خود گروٹس بھی تائید کرتا ہے (تاریخ یونان ج ۶ ص ۴۴۶) مگر جولیس اور بعض دیگر مورخوں نے اسکے خلاف نہایت زبردست دلائل پیش کئے ہیں۔ ہمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ عمارت پارتھے نون اتھینا کے نام پر ایک عظیم الشان نذرانہ تھا اور مثل دیگر بتخانوں کے پارتھے نون میں پجاریوں کا کوئی خاص سلسلہ نہ تھا۔ اسکے لیئے لولنگ (اہیولر ۳، ۴۴۳) اور فون سیبل (بیونیسٹر) کے مضامین دیکھنے چاہئیں۔ حال ہی میں ڈیورپ فیلڈ کی تحقیقات سے مختلف مندروں کے باہمی تعلق اور خاصکر پارتھے نون سے پہلے کے مندروں کا سلسلہ نمایاں ہوگیا ہے اور ڈیورپ فیلڈ اور پیٹرسن نے رسالہ انجمن آثار قدیمہ ایتھنز ۱۸۸۵ء میں ایک دوسرے کے مخالف دلائل پیش کئے ہیں۔ ہمیں شبہ نہیں کہ پی ستراتوس کا بتکدہ (جسکی تاریخ کا تعین اسوقت تک نہیں ہوسکا) ایرکتیوم کے جنوب میں تھا۔ اور کو اتھینا کے نئے مندر کی بنیاد تو کیمون نے ہی رکھی مگر اسکی تکمیل فارقلیس نے اپنے خیالات کے مطابق کی۔ حال کی کھدائیوں سے اکتینا یولیاس

اکثر مورخوں کا خیال تھا کہ موجودہ پارتھے نون در اصل پِسِسْتراتوس کی ایک اور عمارت کے موقع پر استادہ ہے اور جو بنیادیں اس وقت تک ہیں وہ در اصل اسی قدیم عمارت کی باقیات ہیں۔ مگر حال ہی میں ایریکتھیوم کے جنوب میں چند بنیادیں بر آمد ہوئی ہیں اور اب اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ یہ چھٹی صدی ق م کے ایک مندر کی بنیادیں ہیں۔ اسی لیے پارتھے نون کی بنیادوں کو کیمون کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس نے اس موقع پر اتھینا کا ایک مندر بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ پارتھے نون پندرہ سال تک زیر تعمیر رہا اور ۴۳۲ ق م تک مکمل نہ ہو سکا۔ فارقلیس کے زمانے میں اسکے میر عمارت اکتینوس اور کالیکراتیس تھے انھوں نے دوریائی طرز کی ستون دار عمارت تیار کی جسکے چاروں طرف ۴۶ ستون ہیں یعنی ۸، ۱۷ اطوال میں اور آٹھ آٹھ عرض میں۔ ہر ستون مرکز کی جانب ذرا منحدب ہیں اور ہر ستون میں بیس بیس نلیاں ہیں۔ ایونیائی طرز کے بموجب گردنے کو موتیوں کی لڑی منبت کرکے مزین کیا گیا ہے۔ اس بتخانے کے اندرونی حصے میں مشرق کی طرف پرو ناؤس یا بر آمدہ تھا اور اسکے اور چاروں طرف ستونوں کی قطار کے درمیان صرف ستون ہی ستون تھے۔ عمارت کے وسط میں ناؤس یا عبادت گاہ اور اسکے مغرب میں اوپستھودوموس یا اٹھری بر آمدہ تھا جسکا رخ باہر کی طرف تھا۔ عبادت گاہ کا مغربی حصے کے چاروں طرف دیوار کھینچکر محدود کر دیا گیا تھا اور اسی میں اتھینا اور مملکت ایتھنز کا روپیہ رکھا جاتا تھا۔ جیسے عمارت کے اندر کی طرف منبت کاری تھی ویسے باہر کی جانب بھی گلکاری اور پھول پنکھڑیوں میں رنگ آمیزی کرکے اسکو اور بھی خوبصورت بنا دیا گیا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (مرہیپہ) کے مندر کے مشرقی جانب قدیم شاہی قلعے کی فصیل بر آمد ہوئی ہے اور یہ وہی عمارت ہے جسے ہومر ایریکتیوس کا مسکن بتاتا ہے (جریدہ لسانیات یونان ۱۸۸۶ء ۹) اور اس عمارت میں اور تیرنز کے محل میں صریح یکسانی پائی جاتی ہے۔ (جریدہ لسانیات برلن ۱۸۸۵ء ۱۵) کے مطابق اکروپولس کے عجائب خانے کے سامنے ہومیتر کے عمق پر تانبے کے برتن اور مکانوں کی دیواریں نکلی ہیں۔

اس مندر کا سب سے خوشنما اور خوبصورت زیور وہ مجسمے تھے جو سرِ مثلث، مورتی تختیوں اور اندرونی گردنے پر بنے ہوئے تھے۔ مشرقی سرِ مثلث میں اتھینا کی پیدائش کا واقعہ دکھایا گیا تھا اور مغربی سرِ مثلث میں اتھینا اور پوسیڈن کی باہمی جنگ کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ ان میں سے اکثر بت جو محض منبت کاری کے نمونے نہیں بلکہ مکمل مجسمے ہیں عجائب خانۂ برطانیہ میں اس وقت تک موجود ہیں اور ان سے یونانی فن سنگتراشی کا انتہائے کمال ظاہر ہوتا ہے۔ جو اثر ان مجموعوں کے مفصل مطالعہ سے انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ ان افراد کے اجسام اور لباس سے ہرگز زائل نہیں ہوتا جن پر یہ مجموعے مشتمل ہیں اور ان کے سکون میں کسی قسم کی سختی ہے نہ حرکات میں بے آرامی۔ در اصل ان مجسموں کی ہی مدد سے ہمیں یونانی صناعی کی ماہیت معلوم ہوتی ہے اور جب یہ مجسمے لندن آئے اور دنیا ان سے واقف ہوئی تو بہترین اور بلند پایہ صناعوں اور سنگکاروں نے ان کی مدح سرائی کی اور ان کا اثر ہمارے فنی تخیلات پر اسقدر پڑا کہ ان میں دفعتاً انقلاب پیدا ہو گیا۔ چونکہ مورتی تختیوں میں جو جگہ تھی وہ محدود تھی اسلئے حسب معمول انہیں دیوتاؤں اور دیوہیکلوں مثلاً لاپی تھیوں اور قنطوروں، اتھینزیوں اور امیزنوں، یونانیوں اور ترویانیوں کی باہمی جنگ کے نقشے دکھائے گئے تھے۔ ان میں سے بعض مورتیں تو لندن میں ہیں اور بعض خود اکروپولس میں موجود ہیں۔ گردنوں کی منبت کاری میں جشن اتھینائی جلوس کی ایک تخیل آمیز تصویر دی ہوئی ہے۔ اس تصویر میں جلوس اور اسکے ابتدائی مراحل کو مخلوط کر دیا ہے اور جلوس دیوتاؤں کے سامنے ہو کر گذرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس مجموعے میں تناسب اور عالی منشی کے حرکات خوب دکھائے ہیں۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ بہت سے کھڑے ہوئے بہت سے گھوڑوں اور گاڑیوں پر سوار بعض ساکت اور بعض متحرک۔ اور لطف یہ ہے کہ جسقدر جگہ صناع کو میسّر آئی ہے اسکا یہ انتظام کیا ہے کہ نہ تو کوئی جگہ خالی ہے اور نہ زیادہ اژدحام ہی معلوم ہوتا ہے اور ایک ہی قسم کی حرکت کے تواتر سے بھی کوئی سُقم نہیں پیدا ہوتا۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جو آجکل کے بھی بڑے بڑے

صناعوں میں مشکل سے پائی جاتی ہیں۔ غرض یہ ہے کہ پارتھینون کے سنگی مجموعے نہایت اعلیٰ درجے کے مناظر سے بھرے ہیں جنمیں ناٹک کی نفاست پائی جاتی ہے اور مورتی تختیوں میں چھوٹی چھوٹی متحرک تھاویر اور گرونوں میں مسلسل قصے دئے ہوئے ہیں جنمیں رزمیانہ انداز کا آثار چڑھاؤ پایا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ فدیاس نے گردنے اور تختیاں اپنے شاگردوں سے بنوائی ہوں مگر سہ مثلثوں میں تو نہ صرف اسکا تخیل بلکہ خود اُسکی دستکاری نظر آتی ہے اور اسمیں تو شبہ کی گنجایش ہی نہیں کہ مندر میں جو سونے اور ہاتھی دانت کا بت تھا وہ اسی کے ہاتھ کا بنایا ہوا تھا۔[+] یہ بت استادہ اتھینا کا تھا اور اسکی دیوی کا ایک پیر ذرا پیچھے کی طرف ہٹا ہوا اور دہنا ہاتھ جسپر دیوی فتح کا بت تھا آگے کو بڑھا ہوا ایک چھوٹے سے ستون پر رکھا ہوا تھا اور بایاں ہاتھ ایک ڈھال پر رکھا ہوا تھا اور جسکے وسط میں ایک گورگون[+] کا سر بنا ہوا تھا۔ بت کے جوتے اور ڈھال اور اس ستون پر جسپر بت رکھا تھا سب پر مورتیں ہی مورتیں تھیں اور ڈھال پر مسلح عورتوں کی لڑائی کی تصویریں تھیں جنمیں فدیاس نے اپنی اور فارقلیس کی تصویریں بھی بنا دی تھیں۔ اس مجسمے کو ۴۳۸ ق م کے بین الاتھینا کے میلے کے موقع پر حلیفوں اور غیر ملکیوں کے۔ و یر و تحسین و آفرین کے نعروں میں بے نقاب کیا گیا۔

[+] حال میں دو مجسمے برآمد ہوئے ہیں جنکی ساخت سے ہمیں فدیاس کے "اتھینا پارتھینوس" کا بہتر اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک تو وہ مجسمہ ہے جو لینورموں کے نام پر منسوب ہے اور جو پنکس کے قریب ۱۸۵۹ء میں ملا تھا اور دوسرا وہ اہم مجسمہ ہے جو وار واکیون میں ۱۸۷۹ء میں برآمد ہوا تھا۔ یہ دونوں بت ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہیں اور اول الذکر کی تصویر کولی نیون کے "فدیاس" میں صفحہ ۲۵ پر دی ہوئی ہے۔ پارتھینوس کے سر کے صحیح اندازے کیلئے اسپازیس کا جواہر (جواب دانیا میں ہے) اور جسکی تصویر اس کتاب کی جرمن اشاعت کے سر ورق پر دی ہوئی ہے اور کول اوبا (پتروگراڈ) کے طلائی تمغے قابل ذکر ہیں۔ ڈھال کیلئے سٹرنگفورڈ کی ڈھال (جواب عجائب خانہ برطانیہ میں ہے) غور سے دیکھنا چاہیئے لینورموں مجسمے کی ڈھال بھی منبت کاری کی گئی ہے۔

[+] گورگون وہ کریہ منظر عورتیں تھیں جنکے سر پر بجائے بالوں کے سانپ لہراتے تھے (مترجم)۔

اور قریب سات سو سال تک یہ مندر اس بت کا مسکن رہا۔ مذہب عیسوی کی تبلیغ پر لوگوں نے اسے گرجا بنا کر حضرت مریم کے نام پر منسوب کر دیا مگر ۱۶۸۷ء میں ایتھنز پر وینس والوں نے حملہ کیا اور انکے بمب سے اسکا وسطی حصہ اڑ گیا۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں لارڈ الگن پارتھے نون کے نقشے انگلستان لے آیا اور انھیں برطانوی حکومت نے خرید کر عجائب خانۂ برطانیہ میں رکھ دیا جہاں یہ اسوقت تک موجود ہیں۔

اکروپولس کی عبادت گاہ تو تیار ہو گئی اب اسکا صدر دروازہ بننا باقی تھا جو اسکی شان کے شایاں ہو[٭]

٭ فون ولامووٹز میولینڈورف نے اپنی کتاب "تحقیقات لسانیات" کی پہلی جلد میں شہر پناہ اور قلعے پر ایک نہایت دلچسپ مضمون لکھا ہے اور اسمیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ پرانی شہر پناہ پی سسترا توس نے مسمار کر دی اور سنہ ۴۷۹ ق م میں اسکا وجود ہی نہیں رہا۔ میولینڈورف کے اس نظریہ کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ پی سسترا توس نے محض اسلیئے فصیل مسمار کرائی کہ یہ وہ غیر محفوظ شہر پر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ مگر یہ بالکل ممکن ہے کہ اسنے ایسا ہی کیا ہو اور سنہ ۴۷۹ ق م میں یہ دیواریں باقی نہ رہی ہوں۔ پیلارگی کون یا پیلاسگی کون اور اسکے نو دروازوں کے متعلق مورخوں میں اختلاف ہے۔ کرتیس (۱۸۶۸ء) کے نزدیک یہ اس فصیل کا نام تھا جو قلعے کے گرداگرد کھنچی ہوئی تھی اور اسمیں نو دروازے تھے جنمیں باہر سے نو سیڑھیاں قلعے کے اندر جاتی تھیں۔ اور اسکا سطحی خاکہ بیوتی شر کی کتاب "اکروپولس" (نقشہ، صفحہ ۵) میں دیا ہوا ہے مگر جب سے شاہی محل برآمد ہوا ہے اسوقت سے وہ نظریہ دوبارہ پیش کیا گیا ہے جو کرتیس کے نظریئے سے پہلے مانا جاتا تھا اور وہ یہ ہے کہ دراصل قلعے کے اندر جانے کا راستہ تو ایک ہی تھا مگر اسکی حفاظت کیلیئے نو دروازے یکے بعد دیگرے تھے۔ غالبًا پارتھے نون کی تعمیر کیلیئے اراضی اسیوقت مسطح کی گئی ہو گی جب کیمون نے جنوبی فصیل بنائی۔ پیلارگی کون کیلیئے لولنگ کا مضمون (مجموعہ امیولر، ۳، صفحہ ۳۳۶-۳۸) اور قلعے کے جغرافیے کے لیئے صفحہ ۳۳۹ دیکھنا چاہیئے اور بیوتی شر کے نقشۂ اکروپولس (۵) میں خاکوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پیشگاہ یا صدر دروازے کے مسئلے پر رابون نے اپنی تصنیف "پروپی لیا" (برلن ۱۸۸۲ء) میں مفصل بحث کی ہے اور ڈرم نے "جزیدۂ فن مصوری" میں اور ڈیورپ فیلڈ نے

کیمون کا مقصد تو یہ تھا کہ اس عمارت سے قلعے کا کام بھی لے مگر چونکہ طولانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "معلومات متعلق شہر ایتھنز" میں کی ہے "فتح" کے مندر پر روس،
شلو برٹ اور ہینسن نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے (برلن ۱۸۵۹ء) اور کیکولے نے
جنگلے کی منبت کاری کا حال لکھا ہے (اسٹٹگارٹ ۱۸۶۱ء) ان تصانیف کے علاوہ لونگ
کا مضمون (۱ میولر ۳، ۱۴۱) کار آمد ہے۔ اور اسی مورخ کی تحقیقات اریکتیوم
(میولر ۳، ۳۴۹) بھی قابل دید ہے جہاں اسناد کی فہرست دی ہوئی ہے اور فارفلیس
کی عمارت او دیوم کے لیئے پلوٹارک کی حیات فارفلیس (۳) اور لونگ (میولر ۳۲۶)
کے خیالات کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔ اکروپولس کے حالات کے متعلق المشہور فرنے اخبار
"ڈوئچے رنڈ شاؤ" (ماہ مئی ۱۸۸۸ء) میں ایک نہایت قابلانہ مضمون لکھا ہے جسکے چند
فقرے اسقدر حسب حال اور مناسب ہیں کہ یہاں انکے نقل کرنے سے میں باز نہیں رہ سکتا۔
وہ لکھتا ہے:-
غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م سے یہ قلعہ گویا شہر کا تتمہ ہوگیا اور جسطرح اس کے
نام (اکروپولس) میں لفظ "پولس" برابر قائم رہا اسی طرح وہ شہر اور اسکی بہترین عمارات
کا منتخبہ تھا اور اسمیں استحکامات، حرم، خزانہ اور عجائب خانہ سب ہی چیزیں موجود تھیں
چونکہ یہ اتھینا کا مسکن تھا جو ایتھنز کی محافظ تھی اسلیئے اسے ایسا بنایا گیا تھا کہ باہر سے
قلعہ معلوم ہو۔ اسکے صدر دروازے کی ساخت بدلکر اسے پروپی لیا یا پیشگاہ کر دیا
گیا تھا۔ رواقوں سے باہر فتح کی دیبی اتھینا کا خوبصورت چھوٹا سا مندر تھا اور فصیل کی
جگہ اب سنگ مرمر کی ایک دیوار تعمیر کر دی گئی تھی اور اسکے شمالی حصے میں اتھینا کے
قدیم بتخانے کے ستون اور حاشیئے چن دیئے گئے تھے تاکہ ایتھنزیوں کو ایرانی حملے کے
نقصانات اور اسکی کامیاب مدافعت کی یاد تازہ رہے۔ دراصل یہ قلعہ کا قلعہ ایک عظیم الشان
حرم تھا اور اسکی ساخت بہت بڑی قربانگاہ کی سی تھی اور وہ گویا اتھینا، زیوس، پوسیدون
اور دوسرے دیوتاؤں کے نام پر ایک چڑھاوا تھا۔ اس کی چوٹی پارتھنون سے مزین
تھی اور اریکتیوم گویا پالاس کے بت اور اسکے متعلق قدیم روایات اور باقیات کا مسکن
تھا۔ خواہ اکروپولس میں خواہ اسکے نیچے کے محترم حدود کے اندر یونان کے سب سے بڑے

فصیل کی تعمیر سے ایتھنز میں کسی قلعے کی ضرورت باقی نہ رہی تھی اور چونکہ اسے یہ بھی خوف تھا کہ اکروپولس کے مزید استحکام سے ممکن ہے کہ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ فارقلیس خود سر بننے کا آرزومند ہے اسلئے اس نے اکروپولس کی قلعہ بندی کا خیال ہی چھوڑ دیا + اتھینا دیبی کا مسکن خاص ہونے کی حیثیت سے خود مذہبی روایات ہی گویا اس کی محافظ تھیں اور کوئی امر مانع نہ تھا کہ بجائے قلعہ بند پھاٹک کے ایک عالیشان صدر دروازہ تعمیر کیا جائے۔ اسکا علم نہیں کہ اکروپولس کی چٹان کے نیچے کس قسم کی عمارت بنائی گئی مگر چٹان کی چوٹی کے قریب ایک کنارے پر میر عمارت منےسکلیس کی نگرانی میں غالباً ۳۷-۴۳۲ ق م میں پروپی لیا یا صدر دروازہ تعمیر کیا گیا + اس کے سامنے کے حصے میں چھ ستون تھے۔ باہر سے یہ بجائے خود ایک مندر معلوم ہوتا تھا اور اسکے اطراف سے ستون باہر کو نکلے ہوئے اور پیش گاہ کے بالکل مقابل تھے + شمالی حصے میں تصویر خانہ تھا اور یہ حصہ جنوبی حصے سے زیادہ چوڑا تھا اسلئے کہ جنوب کی طرف پروپی لیا کے قریب ہی بازو دار نیکے (" فتح ") کا مندر تھا اور اس مندر کا دروازہ حائل ہونے کی وجہ سے جنوبی حصے کو مزید وسعت نہ دیجا سکتی تھی اس مندر کی عمارت نہایت مختصر یعنی طول میں ۵½ میٹر اور عرض میں ۵ میٹر تھی +

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیوتاؤں اور دیبیوں کے نام پر نذریں چڑھائی جاتی تھیں اور بئوروان کے ارتمیس، دمیتر "ام الارض" ہیفاسٹوس، دیونی سیوس (جکی تماشہ گاہ اسوقت تک چٹان کے جنوب مشرقی حصے پر ہے)، اسکلے پیوس، افرودیت، کاری تیس، پان اور نمف۔ غرض اس قلعے میں دیوتاؤں کا مجمع تھا اور یہی انکا "پان تھیون" (دیوآلیا) تھا + پان تھیون کے ساتھ ہی یہ قلعہ خزانے کا بھی کام دیتا تھا اور اسمیں اراکین لیگ کا خراج اور اتھینا اور دوسرے دیوتاؤں کا مخصوص روپیہ بت خانے کے ظہری کمرے (اوپستھودوموس) میں رکھا رہتا تھا۔ اسمیں عجائب خانہ بھی تھا جسمیں مختلف طرز تعمیر کے نفیس ترین نمونے اور نذروں اور پیشکشوں کا ہجوم رہتا تھا جنپر اس دور کے بڑے بڑے صناعوں نے اپنی تمام صنعت صرف کر دی تھی۔ اور ان سب خصوصیات کے سوا پروپی لیا میں تصویر خانہ بھی تھا۔

اس کے گردنے کا بیشتر حصہ جس میں دیوتاؤں کے جلسوں اور باہمی جنگ و جدل کے مجسمے دیئے ہوئے تھے اسوقت تک محفوظ ہے مگر وہ اتنے خوبصورت نہیں جتنی وہ مینت کاری ہے جو اس طرف کے کنگوروں پر کی گئی ہے جہاں فتح کی دیبیاں فتح و نصرت کے نشانات قائم کرتی ہوئی قربانی کے جانور چڑھاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

اگر کوئی مسافر فتح کے مندر کے مغرب کی طرف کھڑا ہو تو اسکے سامنے ایک وسیع بحری اور بری منظر ہوگا اور وہ الیوسس، سالامس، کوہستان میگارا، اکرد کورنتھ، خلیج سارون، آئی گینا تک تمام ملک بلکہ آرگولی اکٹے کے جنوب میں جزیرہ ہیدر یا تک دیکھ سکے گا۔ اس موقع سے وہ تمام کارروائیاں نظر آتی تھیں جو ایتھنز کے دشمن اسکے خلاف کرتے تھے اور چونکہ یہاں سے "فتحمند" اتھینا اپنی محفوظ اراضی پر اچھی طرح نظر دوڑا سکتی تھی اور اپنے حریف کورنتھ کی دیبی افرودیت کو آسانی تمام دیکھ سکتی تھی اسلیئے اسکے مسکن کیلیئے اس سے بہتر جگہ ممکن نہ تھی۔

ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ اکروپولس کی چوتھی اہم عمارت یعنی ارکیتیوم کی تعمیر فارقلیس ہی کے زمانے میں شروع ہوئی مگر باقیات سے یہ ضرور پتہ لگتا ہے کہ اسمیں کیمون کے دور کی جملہ خصوصیات پائی جاتی ہیں خواہ درحقیقت یہ اسکے بعد ہی بنا ہو۔ جس جگہ "مربیہ" اتھینا کے ساتھ ارکیتیوس کی پوجا ہوتی تھی وہاں ابتدا ہی سے اسی قسم کی عمارتیں موجود تھیں اور پارتھینون کا اولین بتکدہ اسی جگہ بنا ہوا تھا۔ مگر ان عمارتوں کی ظاہری شکل و صورت کا ہمکو پتہ نہیں۔ قلعے میں ارکیتیوم ہی سب سے قدیم عمارت تھی اور یہیں زیتون کا وہ درخت تھا جسے (نعوذ باللہ) اتھینا نے پوسئیدون سے جنگ کرتے ہوئے پیدا کیا تھا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ارکیتیوم کی جو صورت آج نظر آتی ہے وہ جنگ پلوپونیز کے بعد تک مکمل نہیں رہی تھی۔ یہ ایونیائی طرز کی عمارت ہے اور اسکا رخ مشرق سے مغرب کی طرف کو ہے اور اسکی شکل بے قاعدہ ہے۔ اسکی مغربی جانب ستونوں کی دو قطاریں شمال اور جنوب کی طرف نکلی ہوئی ہیں۔ اس عمارت کا سب سے مشہور وہ برآمدہ ہے جسکی چھت بجائے ستونوں کے کاریاتی دیس یا عورتوں کے مجسموں پہ استادہ ہے اور یہ عورتیں پتھر اور مٹی کے چبوترے پر

کھڑی ہوئی ہیں۔ (واضح ہو کہ یونانی فن نقیہ کے احیاء کے بعد اسی ارکتیوم ہی کے نمونے پر اطالویوں نے اکثر کلا بیچے تیار کئے ہیں) اس کے قریب ہی پوسئیدون، ہفائستوس بوتیس سورما، اور گکروپس کی بیٹیوں یعنی پندروسوس اور اگلاوروس کی پوجا ہوتی تھی اور اگلاوروس کے نام پر ایک چھتا بھی منسوب تھا جو اسوقت تک موجود ہے۔ ارکتیوم میں تو اتھینا دیوی کی خاص پجارن اور قریب کے مکانوں میں باقی پجارنیں یعنی آریفورے رہتی تھیں۔

جسطرح اکروپولس اور اسکی بڑی اور چھوٹی عمارات اور مجسمے (جنیں سے بعض کا ذکر کیا گیا ہے اور بعض کا نہیں کیا گیا) گویا ایتھنزیوں کی طرف سے ایک نذرانہ تھا جو انکی اپنی دیبی کے قدموں پر چڑھایا گیا تھا اسی طرح پین اتھینیا کا تہوار اس عقیدت مندی کا اظہار تھا جو ایتھنز کو اپنی مربیہ کے ساتھ تھی۔ یوں تو یہ تہوار ہر سال ہوتا تھا مگر ہر چوتھے برس اس میں غیر معمولی تزک و احتشام کیا جاتا تھا اور یہ جہا پین اتھینیا کہلاتا تھا۔ اسیں تفریح کے متعدد سامان تھے۔ یعنی کشتیاں اور گھوڑوں کے کرتب (جنسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اتھینا اور پوسئیدون دیوتا کی پوجا میں کیا تعلق ہے)۔ ورزشی کرتب، اور فن موسیقی کے مقابلے جنمیں بانسری اور بربط بجائے جاتے تھے اور محفلہائے سرود منعقد ہوتی تھیں۔ ابتدا میں تو موسیقی کے مقابلوں کے بجائے ہومر کی نظمیں پڑھی جاتی تھیں مگر فارقلیس نے ان مقابلوں ہی کو ترجیح دی اور ان کے لیئے باکھوس کی تھیٹر کے قریب ایک سرودگاہ ("اوڈیون") زرکسیز کے اس ڈیرے کے نمونے پر بنایا جو لڑائی میں یونانیوں کے ہاتھ لگا تھا اور اسیں بہت سے ستون لگائے اور اسپر ایرانی جہازوں کے پردوں اور مستولوں کی چھتگیری لگائی اس عمارت کا تو کوئی حصہ باقی نہیں رہا مگر ایک اور سرودگاہ کے کھنڈر موجود ہیں جو ہیرودیس اٹیکوس نے بنایا تھا یہ بالکل تھیٹر کی سی عمارت تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ اس طرز کی عمارات یعنی اوڈیا (سرودخانے) مسقف ہوتی تھیں اور یونانی تھیٹر عام طور پر کھلے ہوئے بنائے جاتے تھے۔

موسیقی اور ناٹک کے مقابلوں کا اصل مقصد سنگیتیہ مہیا کرنا تھا اور نہیں جو لوگ

اوّل آتے تھے انھیں انعام میں تپائیاں دی جاتی تھیں۔ مگر جیتنے والے بجائے انھیں اپنے گھر لیجانے کے کسی نہ کسی دیوتا کے نام پر منسوب کرکے کسی عام گزرگاہ پر رکھ دیتے تھے۔ خود انھیں حتےٰ المقدور آراستہ و پیراستہ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی اور جن ستونوں پر وہ رکھی ہوتی تھیں وہ بھی نہایت نفیس ہوتے تھے۔ ایسی بہت سی تپائیاں اس سڑک کے کنارے رکھی تھیں جو دیونی سیوس کے تھیٹر سے مشرق کی طرف اکروپولس کا دورکرکے شمال کی طرف چلی گئی ہے اور ان میں سے ایک یعنی لیسکراٹیس کی تپائی آجتک موجود ہے +

مہابین اتھینا کے میلے کا سب سے نادر جزو وہ جلوس تھا جو پارتھے نون کے حاشیئے کے کتبوں کی وجہ سے غیر فانی ہوگیا ہے + اس تہوار کے موقع پر اتھینز کے مرد، عورتیں، شہری اور غیر شہری سب اپنی مربی دیبی کے سامنے شہر کی نا کتخدا لڑکیوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی اور زردوزی کی ہوئی ایک خلعت پیش کرتے اور زمانہ مابعد میں یہ خلعت ایک جہاز نما گاڑی پر لہراتی ہوئی مندر کو جاتی تھی + اور وہاں اتھینا "پولیاس" کے بت کے ہر چہار طرف لٹکائی جاتی تھی۔ اور جو بیل اس موقع پر قربانی چڑھتے تھے انکے گوشت سے اتھینزیوں کی دعوت کی جاتی تھی +

آریوپاگس (یا کوہ "آریس") کے شمال او۔ اکروپولس کے شمال و مغرب میں اتھینز کا بازار یا چوک تھا اور اسکے مغرب میں ایک بتکدہ تھا جسے عام طور پر تھےسیوم کہتے تھے[۱] اس چوک میں اور اسکے قرب وجوار میں اتھینزیوں کے

---

[۱] تاریخی زمانے میں بازار صرف آریوپاگس کے شمال کی جانب تک ہی محدود تھا + کیوپرٹ نے "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات اتھینز" کے ضمیمہ ۲۲ میں اگورا کی ترتیب اور مختلف پبلک عمارتوں کی شرح تصویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس موضوع کیلئے ملش ہوفر کا مضمون "اتھینز" (بومیئسٹر) اور لولنگ کا مضمون (امیولر) قابل ذکر ہیں + پری تانیوم چوک میں نہ تھا بلکہ قلعہ کے شمالی جانب اگلوریوم کے قریب تھا + چوک یا بازار کے مشرق کی عمارات تو اسوقت تک باقی ہیں (مثلاً وہ عمارت جسے ورزش گاہ ہیڈرین کہتے ہیں۔ "ہوا برج" اور اس کے قریب کی پیشگاہیں اور وہ دروازہ جو بازار میں نہ تھا مگر جسکا نام "درِ بازار" پڑگیا ہے)۔

پبلک اور خانگی معاملات طے ہوتے تھے۔ جنوبی حصہ تو شہر کی سیاسی زندگی کا مرکز اور شمالی خرید و فروخت کے لیے مخصوص تھا۔ شمالی حصے کے مغربی کنارے پر دو نہایت خوبصورت بالاخانے جنھیں "صحن خسروی" اور "صحن مشتری" (استوا ایلیو تھرلوس) کہتے تھے اور اپولو پترؤس کا بتخانہ تھا اور "صحن مشتری" بارہ دیوتاؤں کی تصاویر سے مزین تھا۔ اس کے مغربی جانب ایوانہائے مملکت تھے مثلاً میترو ئم (دفتر خانۂ مملکت)، بولیو تیریون (ایوان مجلس خاص)، ایوان مدور یعنی تھولوس (طعام خانۂ پری تانیس) استراتی گیوم (دفتر افواج)، دسوں قبیلوں کے سورماؤں کے بت، خودسروں کے قاتلوں کے مجسمے، اور مشرق کی طرف ذرا ہٹکر میترو ئم اور بولیو تیریون کے دونوں طرف پوٹے کیلے تھے جنکا بیان اس سے پہلے باب دوازدہم میں کیا جا چکا ہے۔ "صحن خسروی" اور پوٹے کیلے سے ایک راستہ نکلتا تھا جسے "شاہ راہ ہرمیس" کہتے تھے مگر یہ ٹھیک نہیں بتایا جا سکتا کہ یہ کس طرف کو جاتا تھا۔ اس بازار کے شمالی حصے میں دوکانیں اور مشرقی جانب شاہ اتالوس دوم کا رواق تھا جسکے باقیات تاحال موجود ہیں۔ اجمیں اکثر عصر کے وقت مختلف قماش و طبائع کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ جنوبی بیٹھکوں میں وہ لوگ بیٹھتے تھے جنھیں عدالتوں میں کام ہوتا شمال کی طرف وہ لوگ جاتے جنھیں کچھ خرید و فروخت کرنی ہوتی یا کسی دوکاندار سے کچھ کہنا سننا ہوتا۔ بازار میں ہر قسم کا مال و اسباب پٹاروں میں چنا رہتا۔ وہیں صراف سکوں کا ڈھیر لگائے ہوئے بیٹھتے۔ اور وہیں ایسے لوگ بھی چلتے پھرتے نظر آتے جنھیں کوئی کام نہ ہوتا۔ قدیم روایات کے مطابق نِکس یا نشستگاہ جمعیت عوام اسی بازار کے جنوب کی طرف کو تھی اور شاید مقرر اسی چٹان کے ٹکڑے پر کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہونگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر خاص چوک کی عمارتوں کے اب بہت کم نشانات باقی ہیں۔ تیاموں کی سڑک کیلیے لونگ (امیولر) ۳، ۲۲۶، نِکس کے لیئے ۲۱۴ وغیرہ، ایتھنز کی قبرستان اور خانگی تعمیروں کے لیئے جن کا رواج چوتھی صدی ق م سے پڑا) ۲۴۰ کا مطالعہ بہتر ہوگا۔

جو اسوقت تک اس موقع پر آگے کو نکلا ہوا ہے۔ بازار کے شمال و مغرب کی طرف شاہراہ دروموس ایتھنز کے صدر دروازے یعنی دیپیلون کی طرف جاتی تھی اور اسکے دونوں طرف ستونوں کی قطاریں بنی ہوئی تھیں اور شہر کے باہر قبرستان میں ہوتی ہوئی اقادمیہ اور کولونوس کی طرف چلی جاتی تھی۔ اس قبرستان میں بہت سے ایتھنزی سورماؤں اور مدبروں مثلاً سولون اور فریقلیس کی قبریں تھیں اس محلے کو دیموس کیرامی کوس یعنی کمہاروں کا محلہ کہتے تھے اور حال میں ہی اس محلے میں بہت سے مقبرے برآمد ہوئے ہیں جنسے تاریخ فنون لطیفہ میں معتدبہ معلومات کا اضافہ ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م کی اٹیکا کی قبروں پر جو منبت کاری ہے وہ اپنی سادگی کے سبب سے نہایت ہی دلفریب ہے۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ایتھنزی صنعت کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اتھینا کی عظمت کا لوگوں کے دلوں پر نقش کیا جائے مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے اس دیبی کے سوائے دیگر معبودوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا تھا اور بعض تپائیاں (جنکا ذکر اوپر آچکا ہے) باکھوس کے نام پر بھی چڑھائی گئی تھیں ہم رفتہ رفتہ دیوتی سیوس کا بھی ذکر کرینگے مگر بہتر ہے کہ یہاں سنگتراشی کے ضمن میں ان عمارتوں کا بیان مناسب ہے جو دمیتر کی خاطر بنائی گئی تھیں۔ گو دمیتر کے شہر ایلیوسس کی مقدس عمارتوں کے کھنڈر اتنے عالیشان نہیں ہیں جتنے اکروپولس کے مگر اس میں شبہ نہیں کہ فارقلیس کی خواہش تھی کہ اس زمانے کے بڑے بڑے صناع صرف ایتھنز کی ہی تزئین نہ کریں بلکہ ایلیوسس کو آراستہ کرکے بھی اپنے جوہر دکھائیں[۹] اور یہاں کی مذہبی عمارتوں سے

۹۔ ایلیوسس کی عمارات کیلئے بیڈیکر (دوسری اشاعت) دیکھنی چاہیئے جہاں بجائے پرانے نقشے کے جو ہٹو میئنٹر کے مجموعے کی پہلی جلد سے لیا گیا تھا ایک بالکل نیا نقشہ لگایا گیا ہے۔ بلکہ سے کی کھدائی کا کام یونانی انجمن آثار قدیمہ کر رہی ہے۔ ایلیوسس کی جو منبت کاری ایتھنز کے مرکزی عجائب خانے میں موجود ہے اسکی ہٹو میئنٹر میں صفحہ ۴۱۳ پر نقل ہے۔ مختلف

ایک مخصوص طرز تعمیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ باہر کی طرف کی پروپی لیا یا پیش گاہوں سے تو ایجیمنہ کی پیش گاہوں کا نقشہ سامنے آجاتا ہے مگر ان کے علاوہ اندر کی طرف بھی چھوٹی چھوٹی پیش گاہیں تھیں جو بیرونی پروپی لیا کی نسبت سے ذرا ٹیڑھی بنی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی رازوں کے فاش ہونے کے خیال سے اسکی ضرورت تھی کہ پروپی لیا اور بیرونی دنیا کے درمیان کوئی نہ کوئی سد راہ حائل ہو۔ خاص بتکدۂ اسرار کی بنیاد تو اکتینوس نے ڈالی تھی مگر یہ نہایت آہستہ آہستہ تعمیر ہوا اور جنوب ومغربی برآمدہ تو چوتھی صدی ق م میں فیلو نے اضافہ کیا تھا۔ یہ بتکدہ قریب قریب مربع تھا اور اسکے وسط میں سات سات ستونوں کی چھ قطاریں تھیں جن سے وہ متعدد ایوانوں میں منقسم ہوجاتا تھا۔ ان ایوانوں کا اصل مقصد یہ تھا کہ مخفی رسوم کی ادائی میں بہت سے لوگ شریک ہوسکیں۔ ایلیوسس میں ایک نہایت عمدہ مُنبّت برآمدہ ہے جسمیں دیمیتر کورے اور ایک نوجوان شخص کی شبیہیں ہیں اور اس سے پانچویں صدی ق م کی صنعت کا اور اس اثر کا جو ایلیوسس کی پوجا کا صنعت وفنون لطیفہ پر ہوا اندازہ ہوتا ہے۔

ان عمارتوں کے علاوہ اور مقامات پر بھی دور فارقلیس کے نمونے موجود ہیں۔ راس سونیوم پر اتھینا دیبی کے نام کا ایک مندر تھا جسکے نو ستون اسوقت تک زیب راس ہیں اور انہی کی وجہ سے اب اسے راس کولونائس کہتے ہیں۔ مگر امتداد زمانہ سے اس مندر کے مجسّموں کو بہت نقصان پہنچا ہے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) موضوعوں کیلئے مفصلہ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں:-

سونیوم: ڈیوریپ فیلڈ۔ ۹

رحامنوس: لوننگ ۴

فگالیا: تصانیف سٹاکلبرگ (روما، ۱۸۲۶ء) اور کوکریل کی کتاب (جو پیٹر پین ہیلینوس کا بتخانہ آئی گینا اور اپولو اپیکیوریس کا بتخانہ باسئے)۔ لندن ۱۸۶۰ء

بئومنسٹر کا مضمون جو اسکے مجموعے (ص ۱۳۱۹) میں درج ہے۔

آجکل لوگ اس راس کو صرف وہ خوشگوار منظر دیکھنے کیلیئے جاتے ہیں جو وہاں کھڑے ہوکر نظر آتا ہے۔ اسی طرح مارانھون کے شمال میں ایک بتخانہ بمقام رھامنوس اسوقت تک ہے جو نیمیسس یعنی انتقام کی دیبی کی طرف منسوب ہے۔ روایت ہے کہ اس دیبی کا بت فدیاس یا اگوراکریتوس نے اس پاروسی سنگ مرمر کے ٹکڑے سے تراش کر بنایا ہے جسے ایرانی اپنی فتح کی یادگار قائم کرنے کیلیئے مارانھون لائے تھے۔ اگوراکریتوس سے بھی مشہور الکامنیس ساکن لیمنوس ہے جسکا ذکر اس سے پیشتر اولمپیا کے بیان کے سلسلے میں کیا گیا ہے اور اسی الکامنیس کی طرف دسکوبولوس کا وہ استادہ مجسمہ منسوب کیا جاتا ہے جسکی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں۔ اٹیکا کے حدود سے باہر اسی صنعت کا ایک نمونہ وہ بتخانہ ہے جو جزیرہ نمائے پیلوپونیز میں فگالیہ کے قریب بمقام باسئے واقع ہے اور جسے اکتینوس نے عظیم الشان قدرتی مناظر کے وسط میں اپولو اپی کیوریس کے اعزاز میں غالباً ۴۳۰ ق م اور ۴۲۹ ق م کے طاعون کے زمانے میں تعمیر کیا تھا۔ اس بتخانے کی اندرونی ساخت اور اسکی تین چوتھائی بلندی کے ستون اور طاق قابل غور ہیں۔ یہاں ۱۸۱۲ء میں ایک حاشیہ برآمد ہوا جسمیں امیزنون کی جنگ دکھائی گئی ہے۔ یہ حاشیہ اب عجائب خانہ برطانیہ میں رکھا ہوا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ فدیاس اسی آرگوسی مدرسے کا تعلیم یافتہ تھا جسنے خود آرگوس میں بھی بڑے بڑے صناع پیدا کیئے اور فدیاس کا سب سے نامور ہم مدرسہ ایک آرگوسی ہی یعنی پولیکلیتوس تھا جو غالباً سنگتراش اجیلادس کا بیٹا اور دو صناعوں یعنی نئوکیدیس اور دیدالوس کا بھائی تھا۔ اس پولیکلیتوس نے نوجوان انسان کی ایک خاص شبیہہ ایجاد کی جو بڑے بڑے اہالیان صنعت کیلیئے اسوقت تک برابر نمونہ رہی جبتک لسی پوس نے فن سنگتراشی میں نئے اصول کا اضافہ کیا۔ اسکے متعدد مصنوعات کا ہمیں علم ہے۔ اسکا سب سے مشہور مجسمے کا نام دوریفوروس تھا جسکی متعدد نقول پائی گئی ہیں۔ اور اسی نے ایک نوجوان دیادی مینوس کا بت تراشا ہے جسمیں وہ اپنی آنکھوں پر

پٹی باندھتا نظر آتا ہے۔ اور اسی کی طرف امیزن کی ایک مشہور شبیہہ منسوب کیجاتی ہے۔ اسی پولیکلے توس نے آرگوس کی قدیم مربی دیبی ہیرا کا مشہور سونے اور ہاتھی دانت کا مجسمہ تراشا جو فدیاس کے زیوس کا گویا جواب تھا۔ اسمیں بھی آرگوس کی دیبی بیٹھی ہوئی نظر آتی تھی اور ایک ہاتھ میں انار لیئے ہوئے تھی اور دوسرا ہاتھ اپنے عصا پر رکھا ہوا تھا۔ اس مجسمے کی متعدد نقلیں اسوقت تک موجود ہیں اور آرگوس کے سکوں پر اسکا سر کندہ ہے + ان تمام بتوں کے علاوہ سکیونی آرگوسی طرز کے سنگتراش ان لوگوں کے مجسمے بھی بناتے تھے جو مختلف مقابلوں میں اوّل آتے تھے [۱] اب صرف تصویرکشی باقی رہ گئی۔ جسکا ذکر باب دوازدہم میں آچکا ہے +

گو جو کچھ باقیات جزیرہ سسلی میں دریافت ہوئی ہیں وہ سب محض عمارتوں تک ہی محدود ہیں مگر ان ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز اور مشرقی یونان کی طرح وہاں بھی صناعی کمال کو پہنچ گئی تھی + ان عمارتوں میں سب سے بلند تر سلی نوس اور اکراگاس کے بتخانوں کا ہے جنکی عظیم الشان وسعت اور نفیس آرایش سے خود فدیا انگشت بدنداں تھے + اس بڑے بتخانے کے علاوہ اکراگاس میں دو اور بتخانے ہیں جو اس سے زیادہ محفوظ ہیں اور انمیں ایک عجیب خوبصورتی اور شان نظر آتی ہے۔ سلی نوس اور اکراگاس کے کھنڈر قدیم زمانے کے جلیل القدر کھنڈروں میں سے ہیں اور گو سلی نوس ۴۰۹ ق م میں اجڑ گیا اور اسکے بعد کبھی اسکی مرمت نہیں ہوئی پھر بھی اس کے باقیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی فن تعمیر کیا کچھ کر سکتا تھا +

---

[۱] پولیکلیتوس کیلئے بُرسُنسٹر صفحہ ۱۳۴۵ دیکھنا چاہیئے جہاں ان کتابوں کی فہرست دی ہوئی ہے جو اس صناع پر لکھی گئی ہیں + حال ہی میں مورخوں کی توجہ اسکے ان مجسموں کی طرف مبذول ہوئی ہے جو ایپی دوروس (دستولوس) میں برآمد ہوئے ہیں + ہیرا کی تصویر والے آرگوسی سکوں کیلئے امہوف بلومر اور پی گارڈنر کے مراسلات جو "جریدہ مطالعہ یونانیات" (۱۸۸۵ء تصویر ۱ - ۱۲ تا ۱۵) میں شائع ہوئے ہیں دیکھنا چاہیئے +

پوسیدونیہ (یعنی مینوم) کے عالیشان مندر کی تاریخ تعمیر کا تعین آسان نہیں مگر پیتاپونتوم کے مندر کے کھنڈروں سے پتہ لگتا ہے کہ ان کی بنا پانچویں صدی ق م میں ڈالی گئی تھی۔

پانچویں صدی ق م میں ایتھنز میں بہت سی عمارات محض مفاد عامہ کیلیئے تیار کی گئیں اور ان میں بجائے صناعی کے عوام کا فائدہ زیادہ مقصود تھا۔ ان عمارتوں میں وہ آب گزار اور بدروئیں جن کا خاکہ مشہور آفاق ہیئت داں میتون نے تیار کیا تھا بلدہ اور پرائی اوس کی درمیانی فصیل اور خود پرائی اوس کی عمارات تھیں جو جنگ ایران میں مسمار ہوگئی تھیں[1] ہمیں معلوم ہے کہ اس دور سے قبل ہی دونوں مقامات کے درمیان دو طویل دیواریں تعمیر ہو چکی تھیں مگر مشکل یہ تھی کہ جنوبی دیوار اس فالیروم تک چلی گئی تھی اور خود فالیروم کی لنگرگاہ قلعہ بند حدود کے اندر آگئی تھی اسلیئے اگر بالفرض کوئی غنیم خاص فالیروم پر جہاز سے اتر آئے تو وہ طویل دیواروں کے درمیانی میدان میں ہوکر بآسانی تمام ایتھنز کو آسکتا ہے۔ انہی وجوہ سے فارقلیس ان استحکامات کو کافی نہ سمجھتا تھا اور اسنے ایک اور دیوار تعمیر کی جو شمالی فصیل کے متوازی خلیج فالیروم کی شمالی حد تک چلی گئی۔ ان دونوں یعنی شمالی اور جنوبی دیوار کے درمیان صرف ۶۰۰ گز کا فاصلہ تھا اور اسکی حفاظت ایک مختصر فوج بہ آسانی کرسکتی تھی۔ اب پرائی اوس ہی ایتھنز کا بندرگاہ رہ گیا تھا اور اسمیں متعدد تجارتی گودام بنائے گئے جنمیں سے ایک عین بندرگاہ کے کنارے تھا اور چونکہ اس میں

---

[1] "نقشہ جات اٹیکا" کے پہلے نمبر (برلن ۱۸۸۱ء) میں ملش ہوفر کا مفصل و مدلل مضمون دیکھنا چاہیئے۔ آب گزاروں کے لیئے ا السنر کی تحقیقات کا جو "رودادہائے انجمن اثریات" (۲، ۱۰۷ وغیرہ) میں درج ہے مطالعہ سودمند ہوگا۔ ملش ہوفر ("ایتھنز" بؤمیئسٹر صفحہ ۱۴۸۱) کہتا ہے کہ غالباً پانچویں صدی ق م سے ہی ایتھنز کیلیئے کوہ نیتے لیکوس کے چشموں سے پانی آنے لگا تھا۔ کرتیس نے (۲ (۶) ۲۸۰ و ۲۸۱) میتون اور علم ہیئات کی ترقی پر بحث کی ہے۔

مختلف اشیاء کے نمونوں کی نمائش ہوتی تھی اسلیئے ایسے دس سے زیادہ نمونہ خانہ بھی تھے۔ شہر پرائی اوس ملطی ہپو ہماریٹ ہپو داموس کے نقشے کے مطابق شہر تھوری کے اصول پر بالکل باقاعدہ بنایا گیا تھا۔ اس کے اور شہر ایتھنز کے درمیان صرف چار پانچ میل کا فاصلہ تھا اور یہ ہی ایتھنز کی تجارت کا مرکز اور سلح خانہ تھا۔ اکثر باشندگان ایتھنز پا پیادہ ہی ایتھنز کو آتے جاتے تھے۔ ان ہی وجوہ سے دونوں شہروں کے درمیان تجارت میں بہت ترقی ہوئی۔

اب ہم عملی زندگی سے ہٹکر مذہب و فلسفے کے تخیلی دائرے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جسطرح الحقیقۃ دیبی کے اثر سے ایتھنز کی مذہب ممتاز و مشرف ہوا اسی طرح دیوتی سیوس کی پوجا کا ایتھنز کی ادبیات کے ایک خاص شعبے پر اثر پڑا اور وہ شعبہ ناٹک تھا۔ ناٹک در اصل عید دیوتی سبیہ کی ایک شاخ تھی اور اس زمانے میں اسکا سب سے بڑا ماہر الیس خیلوس تھا جسکا ذکر اس سے پیشتر آچکا ہے اسی وجہ سے پیشتر کی طرح یہاں محض درد یہ کا بیان کیا جائیگا اور سرودیہ کی بحث جنگ پیلوپونیز کے دور تک چھوڑ دی جائیگی۔

فارقلیس کے عہد کا سب سے بڑا دردیہ نویس سوفوکلیس تھا[۱]۔ وہ ایتھنز کے

---

[۱] سوفوکلیس پر مشل کا پر از معلومات بیان اس کی "تاریخ ادبیات یونان" ۳ ۲ ۲ ! ۱۰۹۱ اور کیسٹ کا مضمون میور کے مجموعے جلد ۱۶۰ تا ۸۰ دیکھنا چاہیئے۔ بلاشبہ اسکی زندگی کے بعض واقعات مخترعہ ہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سوفوکلیس سرود یہ نویسیوں کا نشانہ تضحیک نہ تھا اسلیئے وہ کیوں اس کی خصوصیات کو خواہ مخواہ غلط جامہ پہنانے کی کوشش کرتے۔ دیکھیے پلوٹارک کی حیات فارقلیس ۸ء۔ ناٹبرت عجائب خانے میں جو اسکا قابل تعریف مجسمہ ہے اس سے خود ستائی اور تصنع کی بو آتی ہے۔ فرائی تاغ نے برلنا بارڈی ۲ ۲ ۱۱ ۳ ۲ میں اسکی صنعت کی بہت تعریف کی ہے۔ اور اشمڈٹ نے "اخلاق اہل یونان قدیم" ۲ ۱۶۰ میں ناٹک انتی گونے کے سطور ۹۰۵ تا ۹۱۲ پر بحث کی ہے۔ بران بارڈی نے درد یہ الکترا کو "مہربانی آمیز" کا لقب دیا ہے (۲ ۲ ۳۷۶) اور اسکے پر حسرت انجام کی وجہ سے قدیم نقادوں نے اس ناٹک کو ہجویوں کے زمرے میں رکھا تھا۔

قریب کولونس کے دیہے میں ۴۹۶ھ ق م میں پیدا ہوا اور سالامس کی فتحیابی کے بعد ایتھنز میں جو میلا ہوا تھا تو جن بچوں نے اس فتح کی خوشی میں اس میلے میں نظمیں گائی تھیں انہیں سے ایک سوفوکلیس بھی تھا ۔ پچیس سال کی عمر میں یعنی ۴۶۸ھ میں اس نے اپنے مد مقابل ائس خیلوس کو ہرا دیا اور اسی زمانے سے ایتھنزی اسے دل وجان سے چاہنے لگے اور فارقلیس کا خاص منظور نظر ہونے کی وجہ سے وہ استراتی گوس بن گیا اور اسی حیثیت سے جنگ ساموس میں ایتھنزی فوج کی کمان کی ۔ مگر میدان جنگ میں بھی اس نے عیش وعشرت کے سامان کو خیرباد نہ کہا اسلیئے فارقلیس کو اسے فہمائش کرنی پڑی ۔ روایت ہے کہ اس میں اور اسکے بیٹے یوفون میں جھگڑا ہوگیا اور یوفون نے اپنے بوڑھے باپ پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کرنا چاہیں تو سوفوکلیس نے اپنا ناٹک ایدیپوس کولونیوس ججوں کو سنایا اور اسطرح اپنے ذی شعور ہونے کا ثبوت دیا ۔ ۴۰۶ھ ق م میں اسکا انتقال ہوگیا اور اپنے عزیز وطن کا ستارہ گویا غروب ہوتے ہوئے دیکھ لیا ۔

سوفوکلیس نے ائس خیلوس کی طرز کا تہ ناٹکا یعنی ایسے تین دردلیا کا مجموعہ جنکا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہو نہیں لکھا اسی لیئے اسے ائس خیلوس سے زیادہ اپنے ناٹکوں میں اندرونی ربط پیدا کرنا پڑا ۔ اسکے اور ائس خیلوس کے ناٹکوں میں یہ امتیاز ہے کہ اسکے ناٹکوں میں تیسرا ایکٹر بھی رہتا ہے اور ائس خیلوس کے ناٹکوں سے زیادہ انمیں زندگی کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے مگر ترتیب مناظر میں وہ اپنے پیشرو سے آگے نہیں بڑھا ۔ سوفوکلیس اپنے ناٹکوں میں سنگت سے اتنا کام نہیں لیتا جتنا ائس خیلوس یعنی وہ صرف ناٹک کا اصل مقصد اپنی زبان سے چند نفیس اور دانشمندانہ الفاظ ادا کرکے بیان کردیتا ہے ۔ سوفوکلیس یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہ انسان اپنے مقدر کا غلام ہے اور تقدیر اور تدبیر کے تنازع کا حل ناٹک کے سانگی اس اعتقاد کا اظہار کرکے کرتے تھے کہ خود رائی اور کمظرفہ سرکشی دیوتاؤں کو پسند نہیں ۔ سوفوکلیس ناٹک کے "اسلوب" کا یعنی اس فن کا جس کے ذریعے سے

ناٹک کے پیرائے میں زندگی کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے گویا استاد ہے۔ اور آجکل کے قابل ترین مبصرین کی رائے ہے کہ وہ ناٹک کی ساخت کے قواعد پر نہایت خوبی اور صحت کے ساتھ کاربند ہوتا ہے اور جہاں تک دلچسپی انتہائے کمال اور انجام کا تعلق ہے آجکل کے زمانے میں اسکے بہت کم ہمسر پیدا ہوئے ہیں۔

روایت ہے کہ سوفوکلیس نے کم وبیش ایک سو سے زیادہ ناٹک اور دو بیئے تصنیف کیئے مگر حوادث زمانہ سے صرف سات دو بیئے باقی بچے ہیں اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ انہیں سے انتی گونے بہترین ہے۔ یہ ۴۴۲ق م میں پہلی مرتبہ کھیلا گیا تھا اور ناٹک کی دلچسپی میں متواتر اضافہ اور سانگیوں کی خصوصیات میں مسلسل ارتقا اعلیٰ ترین طریق سے دکھایا گیا ہے۔ بادشاہ کی بے انصافی اور اسکی درشتی مزاج اور انتی گونے کے ایثار اور استقلال کا مقابلہ نہایت خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے اور ناٹک کے اختتام پر دکھایا گیا ہے کہ کریون کے بیٹے کی موت ہی اسکے افعال کی سزا ہے۔ "الکترا" میں ماں سے بیٹی کی نفرت پر بہت زور دیا ہے اور مصنف نے اس واقعے سے حاضرین کو تذبذب میں رکھا ہے کہ عرصہ دراز تک الکترا یہ سمجھتی ہے کہ اسکا بھائی مرچکا ہے۔ ناٹک "ایدیپوس خودسر بادشاہ" اپنی بے صبری سے اپنی بربادی کا سامان پیدا کر لیتا ہے اور "ایدیپوس کولونیوس" میں اس قصے کا انجام ایسے الفاظ میں ہوتا ہے جن سے ایتھنز کے اقبال اور اقتدار کا اثر پیدا ہو۔ نابینا بادشاہ اور اسکی بہن انتی گونے کولونوس میں یومینڈیس کے باغ میں دست اتحاد دراز کرتے ہوئے جہاں عام فانی انسان داخل نہیں ہوسکتے نظر آتے ہیں۔ اب تھبزیوں کو معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اس بادشاہ کی واپسی کے تھبز کی خیریت نہیں اور اسکی واپسی کی ضرورت پر متفق ہوکر کریون اور پولی نکیس کو اسے طلب کرنے کیلئے روانہ کرتے ہیں۔ مگر ایدیپوس واپسی سے انکار کرتا ہے اور خود شاہ ایتھنز تھیسیوس تھبزیوں کے زور وظلم سے اسکی حفاظت کرتا ہے۔ ایدیپوس سرزمین اٹیکا پر ہی اپنی جان دیتا ہے اسکی نعش کا جس تزک واحتشام سے استقبال کیا جاتا

وہ اس ملک کے لیئے باعث رحمت اور موجب برکت ہوتا ہے۔ ناٹک "اجاکس" کا ہیرو اپنی اہمیت کے گھمنڈ میں اسقدر بھرا ہوا ہے کہ اس خبط میں[۱] اکثر کوئی نہ کوئی حماقت آمیز فعل کر گذرتا ہے اور دوسروں کا نشانۂ تضحیک بن جاتا ہے اور آخر کار خودکشی کر لیتا ہے۔ ناٹک فیلوکٹیٹیس میں سوفوکلیس نے شخصی خصوصیات کی تصاویر کھینچنے میں اعلیٰ درجے کی صناعی سے کام لیا ہے۔ ناٹک کا ہیرو ٹروائے طلب کیا جاتا ہے اسلیئے کہ اسکی کمان کے بغیر اس شہر کی تسخیر ناممکن ہے۔ مگر وہ خود وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ اسپر اودیسیوس اور نیوپطلیموس اسے دھوکہ دیکر کہ وہ اسے وطن لیئے جا رہے ہیں اپنے جہاز پر سوار کرا لیتے ہیں اور جب وہ نیوپطلیموس کو اپنی کمان امانتاً سپرد کرتا ہے اور نیوپطلیموس اودیسیوس کو دیدیتا ہے اور چونکہ فیلوکٹیٹیس سنسان و ویران جزیرے پر بغیر تیر کمان کے گزارہ نہیں کرسکتا اسلیئے وہ مجبوراً انکے ساتھ جاتا ہے مگر بالآخر نیوپطلیموس اسپر ترس کھاکر اسکا ہتھیار اسی کو دیدیتا ہے۔ بدیں وجوہ اگر غیب سے ہرقل نہ پہنچ جاتا اور ہمارے ہیرو کی رائے نہ پلٹ دیتا تو ٹروائے ہرگز تسخیر نہ ہوسکتا۔ سوفوکلیس کے ناٹکوں میں سب سے کمزور تراخینی ہے جسمیں ہرقل کی موت کا ذکر ہے۔

چونکہ اسوقت ہم یونان کے سب سے بڑے درد یہ نویس کے ناٹک پر بحث کر رہے ہیں اسلیئے مناسب ہے کہ یونانی درد یئے کی خصوصیات دکھائیں اور وہ فرق ظاہر کریں جو قدیم یونانی اور زمانۂ حال کے درد یئے میں پایا جاتا ہے اور اسطرح اوّل الذکر کی تاریخی اہمیت کو عیاں کر دیں[۱۲]۔ قدیم یونانی درد یئے اپنے

---

[۱۲] جہاں یونانی ناٹک کا ذکر آیا ہے اور اسکا مقابلہ دوسرے ممالک کے ناٹک سے کیا گیا ہے وہاں ایک خاص بات ملحوظ رکھی گئی ہے اور وہ یہ کہ قارئین کرام کی توجہ اس فرق کی طرف مبذول کیجائے جو اسپین اور رومن اور زمانۂ حال کے ناٹک میں پایا جاتا ہے۔ قدما اسٹیج کے طویل مکالمے پسند کرتے تھے اور اس ضمن میں یہ مناسب ہوگا کہ ہم گیوٹے کے "سفر اطالیہ" (وینس، اکتوبر) کا ایک فقرہ درج کریں جو حسب حال ہے۔

گیوٹے تھیٹر جاتا ہے اور ایک اطالوی درد یئے کے طویل مکالمے کو سنکر لکھتا ہے:۔

اصل مقاصد اور ظاہری حالت میں نہایت ممتاز ہیں۔ جو تعلق اسکے اصل اور اسکے مقاصد کا تاریخ سے ہے وہ تو صاف ظاہر ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسکے مطالب اور معنے پر ان تخیلات کا نہایت زبردست اثر ہے جو اس زمانے کے شعرا کے پیش نظر تھے۔ یونانی ڈرامہ در اصل ان مزاری تذکروں سے نکلا ہے جسکا مقصد یہ تھا کہ یونانی دیوتاؤں کی تعظیم و تکریم کی جائے۔ اسٹیج پر جو اشخاص ہوتے تھے انکو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو ایکٹر جو ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے اور جنکی تعداد تین چار سے زیادہ نہ ہوتی تھی اور دوسرے وہ لوگ جو اس مکالمے کو سنتے تھے اور اپنے خیالات اور جذبات کا مزاری مصرعوں میں اظہار کرتے تھے۔ اسکے برخلاف موجودہ ناٹک کی بنا ازمنۂ وسطے میں پڑی ہے اور اسکے حالات قدیم یونانی ناٹک سے بالکل مختلف ہیں۔ یوں تو اسکا ابتدائی تعلق بھی مذہب کے ساتھ تھا مگر چونکہ ناٹک عیسائی مذہب یا اسکی عبادت کا کبھی جزو نہیں رہا اسلیئے یہ تعلق بہت جلد جاتا رہا۔ اسکے ماسوا ازمنۂ وسطے (اور زمانہ حال) کا ناٹک محض نظموں کی ہی کشادہ صورت نہیں ہے بلکہ زندگی کے حرکات اور اعمال کی چلتی پھرتی تصویر ہے اسلیئے زمانہ حال کا ناٹک حقیقی زندگی کے مختلف شعبوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور چونکہ ایکٹروں کی تعداد محدود نہیں اسلیئے بہ نسبت یونانی ناٹک کے اسمیں پلاٹ نہایت آسانی سے قائم کیا جا سکتا ہے اور اس پلاٹ کو بسہولت تمام سمجھا جا سکتا ہے۔ مثلاً تاسو اور ایفی گینیا میں بھی جنکا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے　　۷۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: اسکے بعد یونانی ڈرامے کی لمبی تقریریں اور لامتناہی مباحثے میں بآسانی سمجھ سکتا ہوں اسلیئے کہ موجودہ اطالویوں سے زیادہ ایتھنز کی خطیبوں کی تقریریں سننے اور ان پر رائے قائم کرنے کے اہل تھے اور انھیں حد انتہائے عامہ میں جہاں وہ اپنا اکثر عزیز وقت گذارتے تھے بہت حظ حاصل ہوتا تھا۔ ایک اور امر سے جو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مصنوعی چہروں اور ایسی پاپوشوں سے جس سے پنڈلیاں تک ڈھک جاتی ہوں باریک ترین جذبات اور طبیعت کے اتار چڑھاؤ کا کامل اظہار مشکل سے ہو سکتا ہوگا۔

کیونکہ بعض مرتبہ یک وقت پانچ پانچ ایکٹر ایک ہی منظر کے دوران میں اسٹیج پر پالیتا ہے۔ یونانی فن ناٹک نویسی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ایسی صورت حال سے گریز کیا جائے، اور گو اسمیں مصنف کو حال کے ناٹک نویسوں سے زیادہ ہوشیاری اور احتیاط کرنا پڑتی تھی مگر یہ ناٹک حالات اور واقعات کا آئینہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اٹیکا کی اسٹیج زیادہ چوڑی چکلی نہ ہوتی تھی اور اسپر تین چار ایکٹروں سے زیادہ ایک ہی وقت میں نہیں آسکتے تھے اور یہ ایکٹر ہمیشہ حاضرین کے سامنے رہتے تھے اور وزن دار مکالموں سے انھیں محظوظ کرتے رہتے تھے۔ اسکے برعکس آجکل کے ناٹکالیہ کا اسٹیج خوب وسیع اور کشادہ ہوتا ہے اور اسپر بعض مرتبہ ایکٹروں کا ایک انبوہ عظیم جمع ہوجاتا ہے۔ کبھی ایک دو ایکٹر علیحدہ ہوکر گفتگو کرتے ہیں کبھی اسٹیج ہی پر لڑائیاں ہوتی ہیں اور پھر یہ ایکٹر باقی ایکٹروں سے ایسے ہی مل جاتے ہیں جیسے واقعی زندگی میں۔ اگر یونانی اسٹیج کی فن پیکر تراشی سے مشابہت دیجاسکتی ہے تو آجکل کے ناٹک کی حالت بالکل فن مصوری کی سی ہے اور جب موجودہ ناٹک کو زندگی کی ایک تصویر قرار دیا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ سنگتیا نہ صرف بیکار محض ہوجاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تو کھیل میں اسقدر حارج ہوجاتا ہے کہ اسے ناٹک میں شامل ہی نہیں کیا جاتا۔ ہمارے ناٹک کی طرح قدیم ناٹک میں بھی اخلاق کا پہلو تھا مگر ہمیں یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے کہ قدما کا اخلاقی معیار ہمارے اخلاقی معیار سے بالکل جدا تھا اور بہت سے ایسے نادر اور نفیس جذبات ہیں جو ہمیں فطری معلوم ہوتے ہیں مگر قدما ان سے ناواقف محض تھے اسی طرح سوفوکلیس میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنسے ہمارے کان مطلق ناآشنا ہیں۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ زمانۂ مابعد کے مصنفوں نے بہت سے فقرے اضافہ کر دیئے ہوں مگر یہ اضافہ بھی قدیم زمانے میں کیا گیا ہوگا اور اسمیں قریب قریب اُن ہی جذبات کا اظہار کیا گیا ہوگا جن سے خود صاحب کتاب واقف تھا۔ ایک اور امر یہاں قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ بعض مرتبہ شعرا اسٹیج پہ ذو معنی الفاظ کی بھرمار کر دیتے ہیں اسکے دو اسباب ہیں اول تو یونانی عموماً اور ایتھنزی خصوصاً اس قسم کی لفاظی پسند کرتے تھے اور دوسرے پانچویں صدی ق م کا زمانہ وہ زمانہ ہے

۲۸۰

جب فن بلاغت کو بہت ترقی ہو رہی تھی اور اسکی ہر دلعزیزی کی وجہ سے اسٹیج کی لفاظی کو بھی بہت تقویت پہنچی در اصل قصہ یہ تھا کہ یونانی محض زندگی کی متحرک تصاویر دیکھنے ہی کے آرزو مند نہ تھے بلکہ اسکے خواہشمند تھے کہ ایکٹروں کی زبان سے طول طویل تقریریں سنیں اور جو کچھ انسان کے دماغ میں گزرتا ہے اسکی آواز انکے کانوں میں گونجے۔ یونانی اسٹیج کے مکالموں کا مقصد یہ نہ تھا کہ زندگی کی تصویریں اتاری جائیں بلکہ سنگتی دوہوں اور طویل تذکروں اور بیانوں کی طرح وہ بھی گویا لفظی صنعت کا ایک امتحان ہی تھا۔

یونانی درد یہ نویسوں میں صرف تین بڑے بڑے درد یہ نویس ایسے ہیں جنکی تصانیف سے ہم واقف ہیں۔ ان میں سے دو کا بیان تو کر دیا گیا ہے تیسرے یعنی یورپدیس کا ذکر آیندہ دور میں آئیگا بعض مصنف ایسے بھی ہیں جنکی تصانیف تلف ہوگئی ہیں۔ مثلاً خیوس کا ایون اپنے زمانے میں اپنی قسم کی نظموں کیلئے مشہور تھا اور اگا تھون کا زمانہ موجودہ دور سے بعد کا زمانہ ہے اور اسکی شہرت کا دارمدار صرف یہ ہے کہ انکا بیان افلاطون نے اپنے سمپوزیون میں کیا ہے۔

جہانتک ہمیں علم ہے چوتھی صدی ق م سے پیشتر تھیٹر اور اورکیسترا یعنی ناچ گھر میں کسی قسم کا فرق نہ تھا اور ابتدائی باضابطہ تماشہ گاہیں جنکے کھنڈر اسوقت تک موجود ہیں اس صدی کے دوسرے حصے میں تعمیر ہوئی تھیں[۱۲]۔

گو ایتھنز کا تیسرا نامور درد یہ نویس یورپدیس سوفوکلیس کے بعد پیدا ہوا تھا مگر اسکا انتقال سوفوکلیس سے پیشتر ہی ہو گیا۔ اسکا بیان در اصل اسلئے ملتوی کیا گیا ہے کہ اسکی تصانیف کی خصوصیات بالکل مختلف ہیں اور در اصل وہ ایک اور تہذیب کا نام لیوا ہے جسکا اثر یونان پر عموماً اور ایتھنز پر خصوصاً پانچویں صدی

---

[۱۲] تماشہ گاہوں اور ناٹکالیوں کے لیئے کاویاؤ کا مضمون (ہو مینسٹر صفحہ ۱۷۴۳) اور امیولر کی کتاب تاریخ تماشہ گاہ یونان" (فریبرگ ۱۸۸۶ء) دیکھنا چاہیئے یونانی تماشہ گاہ کی ساخت کے مسئلہ پر آخرترین تحقیقات سے ایک خاص روشنی پڑتی ہے۔

۲۸۱

سے آخری بیس سال میں پڑا اور جسکا ذکر بعد میں کیا جائیگا۔ مگر در اصل اس نئی تحریک کی ابتدا ان ذہنی رجحانات میں تلاش کرنی چاہیے جنکی اصل ایشیائے کوچک میں تھی اور اس سے ایتھنز ایک حد تک فارقلیس کے دور میں ہی متاثر ہوچکا تھا۔ اب بھی ایونیائی بلدیات ایتھنزی بحری لیگ میں سب سے سرسبز اور مالدار شمار کیے جاتے تھے اور اب بھی ان شہروں میں بڑے بڑے صناع اور علما پیدا ہوتے تھے۔ مگر یہ صناع و علما اپنے وطن میں رہنا پسند نہ کرتے تھے اور جیسے مقناطیس لوہے کو اپنی طرف جذب کرلیتا ہے ایسے ہی ایتھنز انھیں اپنی طرف کھینچ لیتا تھا اور وہ اپنے ساتھ ایونیائی تہذیب و شائستگی کا بیج لے آتے تھے۔ مگر ان ایونیائی تخیلات میں ایک ذاتی عنصر بھی تھا جو پرانے خیال کے ایتھنزیوں کو مطلق پسند نہ تھا اسی لیئے ایونیائی اصولوں کو جنھیں ایونیائی علما و فضلا رواج دینا چاہتے تھے ایتھنزیوں نے خوش آمدید نہیں کہا۔

ایونیائی فلسفیوں نے اسوقت تک محض کائنات کا عنصر اولیں دریافت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر اب اس میدان میں مطلق گنجائش نہیں رہی تھی۔ بہرحال یہ ممکن تھا کہ تحقیقات کی روش تبدیل کر دی جائے اور بجائے مادے کو اس قدر اہمیت دینے کے اس قوت کی جستجو کی جائے جو مادے کو متحرک کرکے اس میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہے۔ اس طریق بحث کا موجد انکساغورس ساکن کلازومینا تھا [۱]۔ اسکے نزدیک (ہر شئے کی اصل) ایک عنصر اولیں تھا جسمیں عناصر متباینہ کی بے ترتیب آمیزش تھی۔ اس آمیزش میں ترتیب اور تہذیب ایک اور حی و ذی شعور وجود نے پیدا کی جسے وہ نوئس (عقل) کہتا ہے۔ اسکا

---

[۱] انکساغورس کے واقعات کے لیئے آخرترین تحقیقات کا ملخص بوسولٹ ۲، ۴۰۶ میں دیکھنا چاہیئے۔ گرنیس کا خیال ہے کہ (۲، ۶۲ ، ۸۴۳) کہ یہ فلسفی ۴۵۰ق م میں ہی اتھینز سے آگیا تھا مگر یہ قابل یقین نہیں اسلیئے کہ اسپر جنگ پلوپونیز سے ذرا پہلے فارقلیس کی دوستی کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ اسکے برعکس بوسولٹ کا خیال زیادہ درست معلوم ہوتا ہے اسلیئے کہ انکساغورس ۴۶۲ق م سے ۴۳۲ق م تک ایتھنز میں رہا۔

قول ہے کہ مادّے میں ابتدا سے ایک مستدیر حرکت کی قابلیت ہے اور نوئس اس حرکت کو کام میں لا کر مادّے میں تہذیب و ترتیب پیدا کرتا ہے اور یہ حرکت امتداد زمانہ سے برابر بڑھتی جاتی ہے جس کے عمل انفصال و افتراق سے مختلف اجسام پیدا ہو جاتے ہیں اور کائنات کی یہ تنظیم برابر ابد تک جاری رہتی ہے۔ اپنے وطن سے انکساغورس ایتھنز پہنچا اور نہ صرف فارقلیس سے دوستی پیدا کی بلکہ ایتھنز کے دیگر نامور شہریوں مثلاً یوریپدیس اور طوسی دیدیش پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ مگر ایتھنزیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ اپنی خصوصیات اور مذہبی رنگ قائم رکھنے کا خاص انتظام رکھتے تھے اور جب ان امور کے متعلق کوئی سوال پیدا ہوتا تھا تو وہ خود فارقلیس کا کہنا بھی نہیں مانتے تھے۔ انکساغورس کو اس اصول کا علم اپنے مخ ذاتی تجربے کے بعد ہوا اور اس پر الحاد کا الزام لگایا گیا اور فارقلیس کی وفات سے پیشتر ہی اسے ایتھنز چھوڑ دینا پڑا۔ سیاسی اور فرقی سازشیں بھی فارقلیس کی کمزوری کا اصل باعث تھیں۔ بہت سے ایتھنزی تو فارقلیس کے مدبرِ حکومت ناپسند کرتے تھے اور کسی شخص کا فارقلیس کا دوست یا زیرِ حفاظت ہونا ہی انہیں نفرت کے جذبات بھڑکانے کے لیئے کافی تھا۔ بعض ایسے تھے جو اس کی سیاسی تدبیروں کے تو مداح تھے مگر اس کا غیر ملکی فلسفیانہ ماحول انھیں بالکل پسند نہ تھا۔ غرض فارقلیس کے دو قسم کے مخالف تھے جن کا ایتھنز میں بہت اقتدار تھا مگر ان کی اہمیت اس لیئے کم تھی کہ انہیں آپس میں اتفاق نہ تھا۔ اور جب کبھی وہ آپس میں متفق ہو جاتے اور فارقلیس اور اس کے دوستوں کو کسی نہ کسی خطرے کا سامنا کرنا پڑتا۔ بہر حال فارقلیس کو اسلیئے بہت نقصان پہنچا کہ ایتھنزیوں میں سے بہت سے افراد یونانی تہذیب سے نفرت کرتے تھے اور فلسفے کو اسلیئے ضرر پہنچا کہ بہت سے ایتھنزی فلسفے کے اس سرپرست سے متنفر تھے جو ایتھنز پر حکومت کر رہا تھا۔

یونانی تہذیب کو فارقلیس کی داشتہ اسپازیہ سے جو شہر ملطہ کی باشندہ تھی بہت فائدہ پہنچا[1]۔ اسپازیہ اپنے فہم و دانش اور اپنے حسن دونوں کی وجہ سے شہرہ آفاق تھی

[1] اشمٹ نے اپنی کتاب "دور فارقلیس" (جینا ۱۸۷۷ء) میں اسپازیہ کی زندگی کے

۲۸۲

اور فن بلاغت میں ید طولیٰ رکھتی تھی مکالمہ مینکسے نوس میں سقراط یہ لکھتا ہے کہ اسنے اسپازیہ کو تقریر کرتے ہوئے سنا۔ بلکہ ایتھنز میں تو یہ مشہور تھا کہ جو کچھ بدولی اور کمال خود فارقلیس کو فصاحت و بلاغت میں حاصل ہوا ہے وہ سب اسی اسپازیہ کی بدولت ہے۔ مگر بلاشبہ اس میں نہ صرف مبالغہ آمیزی معلوم ہوتی بلکہ طعن کا پہلو بھی ہے۔ ایک اور صفت اسپازیہ کو ممتاز کرتی تھی اور وہ امور خانہ داری میں مہارت رکھتی تھی اور جب زینوفون اس مسئلے پر بحث کرتا ہے کہ نوعمر لڑکیوں کو امور خانہ داری کیونکر سکھانا چاہیئے تو وہ اسپازیہ کا ہی قول نقل کرتا ہے + وہ ان تمام صفات سے ملو تھی اور یقیناً اس رتبے کے شایاں تھی جو ایتھنز میں اسکو میسر ہوا تھا اور وہ فارقلیس کے گھر اور اس ادارے کا مرکز تھی جسکا زیور صناع اور علماء و فضلا تھے اور جیسے انکساغورس اور ایلیائی زینو، پروتاغورث اور سقراط مورخ جیسے ہیرودوٹس اور غالباً طوسی دیدیس شاعر جیسے سوفوکلیس اور صناع جیسے فدیاس، اکتی نوس، کالیکراتیس اور منے سکلیس مہذب و شائستہ اشخاص جیسے ہپوداموس (جسکا عنقریب ذکر کیا جائیگا) اور موسیقی داں دامون جسے نہ صرف موسیقی میں کمال تھا بلکہ سیاسیات میں اسقدر پیش پیش رہتا تھا کہ اسے بعضوں نے تو خود فارقلیس کا سیاسی استاد بنایا ہے [۱] اور لامپون جیسے پیش بین تھے + ایسے ادارے کا مرکز بن کر اسپازیہ نے

۲۸۳

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ تقریباً ہر ایک پہلو پر بحث کی ہے + اور وہ (صفحہ ۲۸۵ تا صفحہ ۲۹۷) یہ ثابت کرتا ہے کہ اسپر جتنے الزام لگائے گئے تھے وہ سب اسکے ہمعصروں کے گھڑے ہوئے تھے اور امتداد زمانہ سے یہ سب الزام مدون ہوتے گئے +

[۱] دامون کیلئے بوسولٹ ۲، ۴۴۴ اور پلوٹارک "فارقلیس" ۴، ۹ (جس میں لفظ "دامونڈیس" استعمال کیاگیا ہے + پلوٹارک کی "حیات ارسطیدیس" و "حیات نکیاس" سے معلوم ہوتا ہے کہ دامون بالآخر جلاوطن کردیا گیا + ڈنکر نے جو محض اپنے تخیل کی بنا پر تاریخ کا گویا ضمیمہ ترتیب دیا ہے اسمیں دامون ایک ممتاز جزو ہے + فارقلیس اور فلسفیوں کیلئے بوسولٹ ۲، ۴۴۴ دیکھنا چاہیئے +

ان عقیدت مندوں کا راستہ گویا صاف کر دیا جو ایتھنز میں آزادی نشو و نما کے حامی تھے۔ یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اسپازیہ سیاسی معاملات میں بھی اپنے ساتھی کی مشیر تھی یا نہیں۔ اسمیں تو شبہ نہیں کہ ملطہ کا ساتھ دینے کیلئے اسپازیہ کو فارقلیس کو ابھارنے کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر ساموس کی مہم کی اسپازیہ نے یقیناً مخالفت نہ کی ہوگی بلکہ حمایت ہی کی ہوگی۔ بلا شبہ قدما کی رائے ہے کہ اسپازیہ نے فارقلیس پر بجا سیاسی اثر ڈالا مگر اسکا کوئی کافی و شافی ثبوت نہیں مل سکا ہے۔
مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ الزام ان الزامات کا عشر عشیر بھی نہیں جو اسپازیہ کے چال چلن پر لگائے گئے۔ اصل یہ ہے کہ عوام کے لئے یہ بالکل کافی تھا کہ اسپازیہ خوبصورت اور ہوشیار تھی اور ایتھنز کے سب سے ممتاز سیاسی کی ہمنشین تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ غیر ملکی تھی۔ پہلے تو سرو ی شعرا نے اسپر الزام تھوپنے شروع کئے۔ اسکے بعد قدیم علما آئے۔ اور آجکل کے طالب علم کے دل میں جسقدر رنگ مطبوعات کیلئے ہے اس سے زیادہ لگاؤ قدما کو تحریر سے تھا اور جو کچھ انھیں ملا فوراً ضبط تحریر میں لے آئے اس وجہ سے یہ الزامات زبان زد ہو گئے۔ اب موجودہ زمانے میں مورخوں اور فضلا کی زمانۂ دراز تک یہ عادت رہی کہ جو کچھ انھوں نے لکھا دیکھا اسے جمع کر لیا غرض یہ ہے کہ خوبصورت ملطیہ کے چال چلن پر جو دھبہ تھا اسپر مہر سی لگ گئی۔ حال ہی میں بعض مورخوں نے کوشش کی ہے کہ جس اعلیٰ پایہ سے اسے ان الزامات کی وجہ سے اتار پڑا اسکا دوبارہ اندازہ کیا جائے اور جب مورخوں نے بہت سے دوسروں کو بھی مختلف قسم کے الزامات سے بری کرنے کی کوشش کی ہے تو وہ تو اسکی ان سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس تردید الزامات میں ہمیں حد سے زیادہ نہ بڑھنا چاہیئے اسلئے کہ اسپازیہ کو قدیم زمانے کی خوش اخلاق نیک شعار رومن بڑھیا کا رتبہ کبھی نہیں مل سکتا۔ قدیم یونانی طرز معاشرت اور تمدن نہ صرف زمانۂ حال کے طرز معاشرت سے بالکل مختلف تھا بلکہ رومن زندگی سے بالکل متغائر تھا اور اگر فارقلیس کا تعلق ایک خوبصورت غیر ملکی عورت سے ہو گیا تھا جو یونان کے مدینۃ الحکما کے عالم ترین اور متبحر ترین اشخاص سے

ملا کرتی تھی تو ممکن ہے کہ اسکے کانوں تک ایسے امور بھی پہنچتے ہوں جنھیں ہم آجکل کے زمانے میں پسند نہ کریں۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہ نکالنا چاہئیے کہ اسپازیہ آرام طلبی میں نیکی سے گریز کر جاتی تھی۔ جب موجودہ زمانے کے لکھے ہوئے تذکروں سے صحیح واقعات اخذ کرنے میں اسقدر دشواری ہوتی ہے تو پانچویں صدی ق م کی یونانی سوانح عمریوں میں اصلیت کا تہ کو پہنچنا کس طرح ممکن ہے۔

ایونیا ہی میں ہپوداموس ملطی پیدا ہوا جسکا ذکر اس سے پیشتر بھی آچکا ہے۔ ہپوداموس کی طبیعت بدعت آفریں تھی۔ وہ نہ صرف میر عمارت تھا بلکہ فلسفے میں بھی کمال حاصل تھا اور اسنے ذہنی علوم کے بہت سے شعبوں میں نام پیدا کیا [۱]۔ اسکی شہرت کا اصل سبب یہ تھا کہ اسنے پرائی اوس، تھوری اور رودس کے شہروں کے نقشے تیار کئے اور متعدد نئے شہروں کو علم ہندسہ کے مطابق ایک نہایت باقاعدہ اصول کے ماتحت تعمیر کیا۔ دیودورس کا بیان ہے کہ رودس ۴۰۸ ق م میں اور تھوری ۴۴۳ ق م میں بنا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہپوداموس کی عملی زندگی نہایت طولانی تھی۔ اسکے بنائے ہوئے شہروں میں بہت سی سڑکیں ایک دوسری کو زاویۂ قائمہ پر عبور کرتی تھیں اور شہر کے متعدد مستطیل حصے بن جاتے تھے مگر اس ضمن میں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ طریقہ ہپوداموس کا ایجاد کردہ نہ تھا۔ سالینوس کے باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ اس شہر کی ساخت میں بھی یہی اصول مدنظر رکھا گیا تھا اور اسمیں تو شبہ ہی نہیں کہ اس کی دو مرکزی سڑکیں ایک دوسری کو زاویۂ قائمہ پر

[۱] بوسولٹ ۲، ۵۶۶۔ ارسطاطالیس اپنی "سیاسیات" (۲، ۵، ۲) میں ہپوداموس کا قول نقل کرتا ہے کہ شہر میں دس ہزار اشخاص آباد ہوں۔ ہرمان: "ہپوداموس ملطی"۔ ماربرگ ۱۸۴۱م۔ اڈمان: "ہپوداموس ساکن ملطہ"۔ اسکے فلسفے اور شہروں کی ساخت کے درمیان یہ تعلق ممکن ہے کہ تھوری کے مکانوں کے بیس مستطیل مجموعوں میں ... نفوس اور شہر کے دس قبیلوں (قبیلوں) میں ایک ایک ہزار نفوس ہوں۔

کاٹی تھیں۔ اور یہی اصول تھپلس (کیپانیہ) میں بڑے پیمانے پر کیا گیا۔ اصل یہ ہے کہ بعض دیگر شعبہ جات زندگی کی طرح یہاں بھی مشرقی اثر کا پتہ چلتا ہے اسلیئے کہ بابل اور دیگر مشرقی بلدیات کی تعمیر اسی مستطیل قاعدے کے مطابق ہوتی تھی اور اس طرز تعمیر کے مطابق کا مرکز ملطہ ہی تھا۔ غرض یہ کہ پانچویں صدی ق م سے پیشتر ہی مختلف بلدیات اسی طرز پر تعمیر کیئے جاتے تھے اور ہپوداموس کو صرف یہ امتیاز حاصل تھا کہ اسے اپنے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں اس طریقے کو چند نہایت اہم بلدیات کی تعمیر میں رواج دینے کا موقع مل گیا اور اسکے فلسفے اور تصانیف سے اسکا نام اور بھی مشہور ہوگیا۔ لطف یہ ہے کہ ہپوداموس کا خیال تھا ان علوم ہی میں ریاضی کی سی صحت اور پابندی کی ضرورت ہے۔ مثلاً اسکا عقیدہ تھا کہ شہر کے باشندوں یا شہریوں کی تعداد دس ہزار ہونی چاہیئے اور اسے تین طبقوں میں تقسیم کیا جائے یعنی کاشتکاروں کا طبقہ سپاہیوں کا طبقہ اور کاریگروں کا طبقہ اسی طرح اراضی کے بھی تین ہی حصے ہوں ایک مذہب کے لیئے وقف ہو دوسرا ریاست کی ملک ہو تاکہ اس سے سپاہی متمتع ہوسکیں اور تیسرے کے مالک کاشتکار ہوں۔ کاریگروں کے لیئے کسی حصے کو مختص نہیں کیا گیا اور وہ بہرحال مذہبی پجاریوں کے دست نگر رہتے۔ ہپوداموس اپنے خیالات کو کبھی عمل میں نہ لا سکا۔

۲۸۵

ایونیہ سے تو انکساغورس، ایون، ہپوداموس اور اسپازیہ ایتھنز آئے مگر ہالی کارناسوس ہی کو (جو در اصل دوریائی تھا مگر جسمیں ایونیائی تہذیب سرایت کرگئی تھی) یہ فخر حاصل ہے کہ اسمیں اپنے زمانے کا سب سے بڑا مورخ ہیروڈوٹس پیدا ہوا[19]۔

---

[19] ہیروڈوٹس کے حالات کیلیئے مفصلۂ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہیئے:-
وانڈمان، کلیات ہیروڈوٹس" (اشٹائن کی تمہید خاص طور پر قابل مطالعہ ہے)
کرٹس:- "تاریخ ادبیات یونان" ۲، ۳۶۸ تا ۳۹۲۔
کرسٹ:- صہ ۵۲۱ تا صہ ۵۲۹۔
بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۲، ۹۸ تا ۱۰۳۔

ہیرو ڈوٹس سنہ ۴۹۰ ق م اور سنہ ۴۸۰ ق م کے درمیان پیدا ہوا جب
نہ صرف ہالی کارناسوس بلکہ کوس، انسی روس اور کالیدنا پر وہی ارتےمیزیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میرا خیال ہے خود نئے ہیروڈوٹس کی تصانیف کے شائق ہیں اسکے ساتھ پوری طور پر انصاف نہیں کرتے۔ مثلاً اشٹائن کہتا ہے کہ "مصنوعات اور واقعات کے انتخاب۔ مختلف واقعات کی تاریخ کا تعین اور انکی ماہیت کو سمجھنے کے اصول نہ تو قابل اطمینان ہیں اور نہ ان میں یکسانی پائی جاتی ہے"۔ نہیں معلوم وہ کونسے واقعات اور کن اشخاص کی خصوصیات ہیں جنھیں ہیروڈوٹس سمجھنے سے قاصر ہے اور تاریخ کے وہ کون سے اجزا ہیں جن کی تاریخ اور تسلسل واقعات کے تعین) اشکال کے باوجود طوسی دیدش لاثانی مرتبہ رکھتا ہے۔ اشٹائن کی رائے ہے کہ ہیروڈوٹس بھی اپنے پیشروؤں کی طرح "تاریخی مواد کے انتخاب بلکہ استعمال میں بھی" قابل اطمینان نہیں ہے۔ مگر جب ان "پیشروؤں" کی تصانیف ہی موجود نہیں تو پھر انکا مقابلہ ہیروڈوٹس سے کیونکر کیا جا سکتا ہے۔

طوسی دیدش کا مشہور قول کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا کہ اسے کوئی وقتی انعام مل جائے بلکہ وہ ہمیشہ کیلئے نام آوری کا خواہاں تھا، اصل ہیروڈوٹس پر ایک حملہ تھا۔ اور آگے چلکر ہم دیکھینگے کہ طوسی دیدش کا فخر کرنا کہ اسکی تصانیف برتر و ارفع ہیں حق بجانب نہ تھا۔ اور اس قول کی صرف یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اسکی تصانیف محض دل خوش کن ناٹک کا تماشہ نہ تھیں بلکہ اسکا مطلب یہ تھا کہ ایک وقتی ضرورت پوری کیجائے اور ان ممالک کی بابت معلومات بہم پہنچائی جائیں جنسے ایتھنز کو تعلق تھا۔ ہیروڈوٹس اور طوسی دیدش میں ایک فرق یہ بھی تھا کہ ہیروڈوٹس تو ایک غیر ملکی تھا جسکی ایتھنز میں قدر کیجاتی تھی اور طوسی دیدش ایک ایسا ایتھنزی تھا جسے دیس نکالا دیدیا گیا تھا اور یہ فرق طوسی دیدش کیلئے نہایت دلخراش تھا۔ یونانی ہیروڈوٹس کی ویسی ہی قدر کرتے تھے جیسی وینس کے باشندے اپنے سفرا کی کرتے تھے اور ہمارے لیئے دونوں کی تحریرات کی ایک ہی قدر و قیمت ہے وینس اور ہیروڈوٹس دونوں انھی امور کی اطلاع دیسکتے تھے جو انکے نامہ نگاران سے بیان کرتے تھے اور جیسے قابل ترین وینسی سفرا سے بھی غلطیاں سرزد ہو جاتی تھیں اور جو اوسط درجے کے سفرا تھے وہ غیر شعوری طور پر دھوکہ بھی دیسکتے تھے ایسے ہی ہیروڈوٹس کا بھی حال تھا۔

زیر سیادت ایران حکمران تھی جسنے جنگ سالامس کے موقع پر اپنے جوہر اور ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ ہیروڈوٹس کا ایک رشتہ دار پنیاسس نامی تھا جسنے رزمیہ نظموں کا احیاء کیا اور اسکی نظمیں لوگوں کو اسقدر پسند آئیں کہ بعض تو اسے خود ہومر کا ہم پلّہ بتاتے تھے۔ ہیروڈوٹس اور پنیاسس میں بہت مطابقت پائی جاتی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسپر اپنے دوست کا بہت زبردست اثر پڑا۔ مثلاً ہیروڈوٹس تو ہمیشہ قدیم مذہب کا راگ گایا کرتا ہے اور پنیاسس کا تو لقب ہی "معتبر علامات" تھا۔ اگر پنیاسس نے ہرقل کی فتوحات کو نظم کے پیرائے میں بیان کیا تو ہیروڈوٹس بھی مختلف اقوام انکے مذاہب اور رسوم کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ ہیروڈوٹس کا بچپن ہی کا زمانہ یونانیوں کی عظیم الشان فتوحات کا زمانہ ہے اور ان کا اسکے دماغ پر نہایت زبردست اثر پڑا جو مرتے دم تک نہ مٹ سکا۔ جب ہالی کارناسوس نے ایرانی جوا اپنے کندھوں پر برقرار رکھنا مناسب سمجھا اور زمانہ دراز تک ارتمیزیا کی اولاد وہاں حکمران رہی تو پنیاسس اور ہیروڈوٹس دونوں وہاں سے ساموس بھاگ گئے اور ساموس سے ہی اپنے شہر کو آزاد کرانے کے منصوبے گانٹھنے لگے بلکہ ان ہی کوششوں میں پنیاسس کا کام تمام ہو گیا۔ پنیاسس کے مرنے کے بعد ہیروڈوٹس نے شہر کے خود سر لیگداموس کو نکال دیا مگر چونکہ اس میں ایونیائیوں کا تجسس کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لیئے وہ بہت زیادہ عرصے تک وطن میں نہ رہا بلکہ سیر و سیاحت کیلیئے نکل گیا۔ گو ایتھنز اسے نہایت پسند تھا مگر وہ اسے بھی چھوڑ کر تھوری چلا گیا اور ایتھنز کی سیراکوزی لڑائی سے پیشتر ہی اسکا انتقال ہو گیا۔ خود اسکی تصانیف میں اسنے لکھا ہے کہ اسنے ایشیا میں اسور، افریقہ میں مصر و سرنہ اور یورپ میں پونٹوس تک کی سیاحت کی مگر اسکے "یونان عظمےٰ" (اطالیہ) اور سسلی جانے کا ثبوت محض "اندرونی شہادت" سے ہم پہنچ سکتا ہے۔ اسکی عظیم الشان تاریخ اسکی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور یہ اسکے عقائد، اسکے مطالعے اور ذاتی تحقیقات کے نتائج سے ملو ہے۔ گو اس کا اکثر حصہ جنگ پیلوپونیز سے پیشتر ہی کا لکھا ہوا ہے مگر اسکی تکمیل کے بعد بھی ہیروڈوٹس اس میں برابر

۲۸۶

اضافے کرتا رہا۔ اسیلئے اسمیں اس جنگ کے ابتدائی واقعات کا بھی ذکر ہے۔
اسکا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ اسکی کتاب اسکی زندگی میں ہی شائع ہو گئی ہو
مگر اسکی موت سے پہلے ہی ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہیروڈوٹس کوئی کتاب
لکھ رہا ہے اور اس کتاب کا ایک خاص مقصد ہے۔ بلکہ خود مصنف ہی نے
اسکے چند اجزا یونانیوں کے سامنے پیش کیئے تھے مثلاً اولمپیہ کے چہار سالہ
میلے میں اسنے اپنی تاریخ کے چند حصے یونانیوں اور خاصکر ایتھنز یوں
کے سامنے پڑھکر سنائے اور ایتھنز یوں نے اسکے لیئے دس تالنت انعام
تجویز کیا + ان تمام امور کے باوجود بھی چونکہ اسے دور و دراز ممالک کی سیاحت
کا ذوق تھا اسیلئے اسکو کبھی ایتھنز میں مستقلانہ قیام کی خواہش نہ ہوئی +
خاکے اور ترتیب مضامین، خیالات اور طرز تحریر سب میں ہیروڈوٹس
کی تاریخ اپنی قسم کی بہترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور اسمیں نفس مضمون
اور خارجی شکل کی یکسانی، بیکار پیچیدگیوں اور نامناسب اختصار سے گریز
غرض فنی تصانیف کی جملہ خوبیاں موجود ہیں۔ جہانتک ہم کو معلوم ہے یہ کتاب
ہیروڈوٹس کے پیشرو واقعہ نگاروں اور اسکے بعد کے قدیم مورخوں دونوں
کی تصانیف سے ممتاز ہے اور اسمیں اور طوسی دیدش کی تصنیف کی
تقریباً ہر تفصیل میں فرق ہے + اسکے ابتدا میں ہی ہیروڈوٹس کتاب کا
نام ہستوری ایس اپو ڈیکسس "یعنی "تحقیق واقعات" تجویز کرتا ہے۔
اور اسی زمانے سے یونانی لفظ "ہستوریا" (یعنی تحقیقات) فن تاریخ پر دلالت
کرنے لگا ہے + واقعہ یہ ہے کہ ہیروڈوٹس نے دائرۂ زندگی اور دائرۂ
عمل کی ہر چیز کی تحقیقات کی جسکا تعلق صنف انسانی سے ہو اور ہر مادی شئے
کی اصلیت کا راز دریافت کرنے کی کوشش کی اور چونکہ اسے ایسے مضامین
(جیسے مسئلۂ مبدءِ کائنات) سے مطلق رغبت نہ تھی جنھوں نے ایونیائی
فلسفیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اسیلئے ان سے قطعی کنارہ کشی اختیار کر لی +
ماسوا ان مسائل کے اسکی نظر میں ماضی اور حال دونوں کا ایک ہی پایہ ہے۔
اسکی کتاب میں تاریخی بیان اور جغرافی حالات دونوں موجود ہیں اور نفس مضمون کا

۴۸۷

تقاضا بھی رہی ہے اسلیئے کہ اسمیں جغرافی اور تاریخی معلومات یورپ اور ایشیا یونانی و غیر یونانی اقوام کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ تضاد زرکسیز اور داریوش کے معرکوں سے نہایت بدیہی طرز سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ واقعات تھے جنکے بیان کرنے کیلیئے ہیروڈوٹس نے قلم اٹھایا۔ مگر یہ تنازعات بیان کرنے کیلیئے اسنے اپنے مقصد کو زیادہ وسعت دی اور ابتدائی واقعات سے قصہ شروع کیا۔ اسنے اپنی کتاب آیندہ نسلوں یا صنف انسانی کے فائدے کیلیئے نہیں لکھی بلکہ اسکا مقصد یہ تھا کہ اپنے ہمعصر یونانیوں کو مزید معلومات حاصل ہوں اور ہیروڈوٹس میں جو خصوصیت ہے یعنی غیر یونانیوں اور مشرقی ممالک کے حالات اور واقعات بیان کرنا اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ اسکے ہمقوم ہمعصر مشرقی ممالک کی حالت سے واقف ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ یونانی خود اپنے عادات و اطوار سے بخوبی واقف تھے اور ہیروڈوٹس کو اسکے حالات تفصیل سے بیان کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اسی لیئے جو کچھ حال یونانی طرز معاشرت کا اس تصنیف سے اخذ کیا جا سکتا ہے وہ صرف استدلال اور اس تضاد سے ظاہر ہوتا ہے جو مشرقی اور یونانی رسوم میں تھا۔

اس کتاب کی ترتیب عجیب و غریب ہے اور مصنف نے محض اعادہ واقعات اور تذکرے کو نہایت صنعت کے ساتھ ایک دوسرے میں پرو دیا ہے وہ اپنے مقصد میں پورے طور پر کامیاب ہوا ہے اور لطف یہ ہے کہ انسان واقعات یا تذکرہ پڑھنے سے ہرگز نہیں تھکتا۔ ابتدا میں لدوی قوم نے ساحلی یونانی بلدیات کو فتح کیا تھا اسی لیئے ہیروڈوٹس انکا بیان اپنی کتاب کی ابتدا میں کرتا ہے اور لدوی تاریخ پر تبصرہ کرتا ہے اور چونکہ ایرانی لدویوں کو مغلوب کر لیتے ہیں اسلیئے تاریخ ایران بیان کی جاتی ہے۔ جب کبھی ایسے ملک کا بیان آتا ہے جسے ایرانیوں نے مغلوب کیا ہو اور جسکی خصوصیات بھی قابل لحاظ ہوں فوراً ہیروڈوٹس اس موقع کو غنیمت جانکر اسکی تاریخ بیان کرنے لگتا ہے۔ اسکی کتاب کے پہلے مقالے میں بابل اور دوسرے میں مصر کا حال ہے اور تیسری جلد بھی تاریخ ہی کیلیئے وقف ہے اور اسمیں کیکاوس اور

۲۸۰

دروغ گو اسمردس کا ذکر ہے اور داریوش کی تخت نشینی کے ذکر کے ساتھ
سلطنت ایران کے صوبوں کی تقسیم بتائی گئی ہے + ایرانی محض ارض ایشیا پر ہی
اکتفا نہیں کرتے بلکہ جزائر کی طرف پیشقدمی کر کے ساموس پر قبضہ کر لیتے ہیں +
اب داریوش شمال اور مغرب کا رُخ کرتا ہے اور اسکیتیون کے خلاف
ایک مہم تیار کرتا ہے جنکے رسوم و رواج اور ملک کی خصوصیات کا ہیروڈوٹس
اپنی کتاب کے چوتھے مقالے میں ذکر کرتا ہے + داریوش کو تو اسکیتیہ سے
بے نیل مرام واپس آنا پڑتا ہے مگر اسکے سپہ سالار مغابیس کو فتح کر لیتے ہیں اور
مقدونیہ اور تھریس کو مطیع کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں + ہیروڈوٹس تھریس
کا تو نہایت مفصل ذکر کرتا ہے مگر مقدونیہ کا حال بالکل نہیں لکھتا اسلیئے کہ اسکے
نزدیک مقدونوی قوم اور یونانیوں میں کوئی امتیاز نہ تھا اور جن لوگوں کے فائدے
کیلئے وہ لکھ رہا تھا انھیں مقدونیوں کے متعلق مکمل معلومات حاصل تھیں + پانچویں
اور چھٹے مقالے میں ایونیہ کی بغاوت کا ذکر ہے اور جب مصنف ارسطاغورس
کی اپیل کا حال لکھنے لگتا ہے اور اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی تعلقات پر بھی
بحث کرتا ہے مگر صرف اسی قدر کہ اس زمانے کے سیاسیات پر روشنی پڑ سکے +
اب ایرانی ارض یونان کو مطیع کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر مہرنوش اپنی ابتدائی
مہم میں ناکام ہوتا ہے اور اسی ضمن میں ہیروڈوٹس اسپارٹی دیمارالوس
اور کلیومنیس کے باہمی تنازعات کا ذکر کرتا ہے + اور داتیس اور ارتافرنز
کے حملوں کے بعد ماراتھون کے عظیم الشان معرکے کا حال لکھتا ہے + تخت ایران
پر زرکسیز جلوہ گر ہوتا ہے اور بنفس نفیس اس جلیل القدر مہم کا سامان کرتا ہے
اس جنگ کا ذکر آخری مقالوں ہی تک کیا گیا ہے + بہت سے مورخوں کی رائے
ہے کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ غیر مکمل حالت میں ہے مگر ہم اس سے متفق نہیں ہیں
محض الفاظ "ختم شد" کے نہونے سے یہ نتیجہ ہرگز اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ تاریخ
غیر مکمل حالت میں ہے + ہیروڈوٹس نے صرف زرکسیز کے حملوں تک کا حال
بیان کیا ہے اسلیئے کہ دونوں سلطنتوں کے درمیان کسی صلحنامے پر دستخط نہیں
ہوئے اور اگر ماراتھون پر جنگ ختم نہیں ہوتی تو پھر اسکے بعد کوئی اور واقعہ

۲۸۹

ایسا نہیں ملتا جسپر جنگ ختم ہوئی ہو۔ اگر ہیروڈوٹس اسکے بعد کے واقعات لکھتا تو یقیناً اسے یونانیوں کی جارحانہ کارروائی کا ذکر کرنا پڑتا جسکے حالات بالکل مختلف النوع ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جنگ ماراتھون پر کتاب ہی ختم ہوگئی۔

ہیروڈوٹس کی تاریخ کا ہومری نظموں سے عموماً اور اوڈیسی سے خصوصاً بطور ایک تصنیف کے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ دونوں کتابوں میں اول تو ہمیں بحر و بر کی سیر کرائی جاتی ہے اور پھر ایک عظیم الشان جنگ کے بعد بدکردار حملہ آوروں کو مغلوب کیا جاتا ہے۔ تھمسطاکلیس اور چالاک اوڈیسیوس دونوں قریب قریب ہم شکل ہیں اور اوڈیسیوس بھی یونانی خصوصیات کے ایک ممتاز رخ کا کوئی برا قائم مقام نہیں۔ ہیروڈوٹس کی کتاب بھی سیسٹوس کی فتح پر ہی ختم ہوتی ہے جہاں ایک مغرور ایرانی کو حسب حال سزا دیجاتی ہے۔

ابھی ہیروڈوٹس اور ایتھنز کے تعلقات کی بابت کچھ کہنا باقی ہے۔ چھٹے مقالے کے ایک فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارکلیس کو نہایت قابل سمجھتا تھا۔ مگر یہ فرض کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں کہ وہ عام طور پر الکمونیوں کو بھی پسند کرتا تھا جنکے روایتی جدامجد کو اسنے تاریخ میں ایک نہایت خراب حصہ دیا ہے۔ جس قدر عام طور پر مورخوں کا خیال ہے وہ اس سے زیادہ غیر جانبدار تھا مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسنے ایتھنز کی بہت خدمت کی اور اس خدمت کا اب اعتراف نہیں کیا جاتا۔ کم از کم مفصلۂ ذیل واقعات کی اہمیت پیش نظر رکھنی چاہیئے:۔ ۲۹۰

اسمیں شبہ نہیں کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ ایتھنزیوں کی نظر میں نہایت اہم اور مفید مطلب ہوگی۔ یہ تاریخ سی سالہ صلحنامے کے بعد لکھی گئی تھی جو ۴۴۵ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ہوا تھا اور ہمیں اسی دور کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ان یونانیوں کیلیئے جنھیں ایرانیوں کی دشمنی کا احساس تھا ایتھنز گویا نقطۂ اجتماع تھا۔ جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں تو اسکے لیئے سب سے اہم مسئلہ خود اپنی حفاظت اور بچاؤ کا مسئلہ تھا مگر قبل اسکے کہ اس جنگ میں شدت کی صورت پیدا ہو ایتھنزی مشرق کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے تھے اور اسکے لیئے

یہ از بس ضروری تھا کہ مشرقی ممالک کے حالات اور اسکے باشندوں کی طرز معاشرت
اور رسم و رواج کی معلومات انکو ہو جائے اور سلطنت ایران کی پیداوار اور
طرز حکومت اور ادارات سے ایتھنز ہی خوب اچھی طرح سے واقف ہو جائیں۔
اس اہم کام کے پورا کرنے کیلئے ہیروڈوٹس سے بہتر آدمی ملنا ممکن نہ تھا
اور وہ ایتھنز یوں کو جملہ امور کے متعلق نہایت قابل اطمینان اطلاعیں بہم پہنچاتا ہے
اور جن حصہ جات ایران سے ایتھنز یوں کو خاص لگاؤ تھا انکے مفصل حالات
بیان کر دیتا ہے۔ انھیں مصری امور سے بہت دلچسپی تھی بلکہ ہزاروں ایتھنزیوں
نے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہ سچ ہے کہ کیمون کے انتقال کے بعد
ایتھنز یوں نے مصری معاملات سے براہ راست کنارہ کشی اختیار کر لی تھی
مگر ممکن تھا کہ انکی پالیسی پھر پلٹ جائے اور مصریوں کی طرز معاشرت کے متعلق
جو اطلاع ہیروڈوٹس نے منضبط کی وہ یقیناً نہایت کارآمد تھی۔ مصر کے سوائے
ایک اور خطہ شمال کی جانب تھا جہاں سے ایتھنز کو غلہ اور مچھلی آتی تھی اور ایتھنز ہی
ہر طرح سے متمتع ہوتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنز یوں کیلئے ایسے خطے کے
حالات معلوم کرنا خالی از دلچسپی و سودمندی نہ تھا اور اس مسئلے پر ہیروڈوٹس
نہایت عمدگی سے روشنی ڈالتا ہے اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر پونٹوس
کی یونانی نوآبادیوں کا بھی مفصل حال بتاتا اور انکی تاریخ اور عام خصوصیات کا ذکر
کرتا تو یقیناً بہتر ہوتا۔ مگر وہ انکی طرف متوجہ نہیں ہوتا اسلئے کہ اسکا مقصد یہ نہ تھا ۲۹۱
کہ جن امور سے یونانی کماحقہٗ واقف تھے انکا اعادہ کرے۔ وس تالنت کا
جو انعام اسے دیا گیا تھا وہ اس تعریف و توصیف کا انعام نہ تھا جو اسنے ایتھنز
اور ایتھنز یوں کی کی تھی۔ اسکے لیئے تو حسب معمول محض پتوں کا حلقہ کافی ہوتا۔
بلکہ دراصل یہ اس رقم کے معاوضے میں ایک تحفہ تھا جو ہیروڈوٹس نے ایتھنزیوں
کی خاطر سیر و سیاحت میں خرچ کی ہوگی۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے مقامات
کو وہ محض ایتھنز کی خاطر گیا ہوگا اور ان امور کے سوا جنکا اسنے اپنی کتاب میں اعادہ
کیا ہے اور بہت سی باتیں پھر ایسی ہونگی جنسے ایتھنز یوں کو خاص دلچسپی ہوگی
اور بہت سے امور سے واقفیت حاصل ہو گئی ہوگی جنکے بیان کرنے کیلئے وہ ہی

خاص طور پر موزوں تھا اور جنکی ایتھنز یوں کیلئے خاص قدر و قیمت تھی۔ جب رسل و رسائل کا سلسلہ قائم رکھنا اس قدر مشکل تھا تو ہمیں یہ دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ ایتھنز نے اپنی سلطنت کے دور و دراز اجزا کو کسطرح اپنے قابو میں رکھا اور اگر کسی ایسے شخص کا پتہ مل جائے جس نے اس مشکل کام میں ایتھنز کی مدد کی ہو تو یقیناً ہمیں اس سے بہت نفع ہوگا۔ غالباً فارقلیس کی ہی کوشش سے ایتھنز یوں نے ہیروڈوٹس کو دس تالنت نذر کیئے اور انکی اور اس روپے کی نوعیت جو فارقلیس کا حساب دیتے ہوئے خرچ کیا کرتا تھا ہم شکل تھی۔

ہیروڈوٹس نے غالباً اسوجہ سے ایتھنز میں آکر سکونت اختیار نہیں کی کہ اسے سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ اسکے ساتھ ہی ممکن ہے کہ اسے یہ احساس ہوا ہو کہ ایتھنز یوں کو تمدن ایونیہ سے کوئی خاص ہمدردی نہیں۔ ہم انکساغورس کے انجام سے واقف ہیں اور خود حکیم بقراط نے بھی جسکا حال عنقریب بیان کیا جائیگا ایتھنز میں رہنا پسند نہ کیا۔ اور دیمقراطیس نے جو اپنے زمانے کے مشہور آفاق فلسفیوں میں سے تھا اور ہیروڈوٹس کی طرح سیر و سیاحت کا بھی شائق تھا ایتھنز میں محض آمد و رفت ہی کافی سمجھی۔[۱]

۲۹۲

---

[۱] دیمقراطیس کے حالات کی جو آخری تحقیقات ہوئی ہے اسکا بو سولٹ (۲، ۴۰۰) میں ملخص دیا ہوا ہے۔

بہت سے مورخوں نے ممتاز یونانیوں کے مشرقی ممالک کی سیاحت کے حالات کو محض اختراعی وجوہ سے مشکوک سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ مملکت ایران میں غیر ملکیوں کے ساتھ سختی یا تشدد کا برتاؤ نہ ہوتا تھا اور جو یونانی چھٹی یا پانچویں صدی ق م میں بابل یا مصر جانا چاہتے تھے انھیں کوئی امر مانع نہ تھا اور وہ شوق سے جا سکتے تھے۔ اور جب تاریخ یونان پڑھنے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یونانیوں میں تفتیش اور تحقیقات کا مادہ تھا تو پھر کوئی وجہ شک و شبہ کی باقی ہی نہیں رہتی۔ اصل وجہ اس ظاہری شک و شبہ کی جو مورخوں کی تحریرات سے یونانیوں کی سیاحتوں وغیرہ کی بابت ظاہر ہوتا ہے یہ معلوم ہوئی ہے کہ انکی یہ خواہش نہ تھی کہ اسکا شائبہ اظہار بھی ہو کہ یونانی فلسفہ مشرقی فلسفے کا کسی طرح بھی مرہون منت تھا مگر اب

دیمقراطیس ساکن ابدیرا نہایت مرفہ الحال تھا اور اپنا روپیہ سیر و سیاحت میں صرف کیا کرتا تھا۔ اسنے منجملہ دیگر ممالک کے ان ملکوں کی بھی سیر کی جہاں ہیروڈوٹس گیا تھا مثلاً بابل گیا اور روایت ہے کہ اسنے مصر میں پانچ سال تک قیام کیا اور وہاںسے واپس آکر اسنے وطن مالوف میں آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اسے عام طور پر "حکیم خندہ لب" کا لقب دیا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام دنیوی اشیاء اور ان اشخاص سے جنسے وہ ملتا تھا افضل اور اعلیٰ تصور کرتا تھا۔ اپنے دوست لیوکیپس کی مدد سے جو غالباً اسکا استاد بھی تھا اسنے "نظریہ سالمات" دریافت کیا اور چونکہ ابدیرا تیوس کی نوآبادی تھی اسلیئے یہ نظریہ گویا الیونیہ کے فلسفہ طبیعی کی چوٹی کی دریافت تھی۔ اسکا ٹھیک پتہ نہیں لگ سکا کہ دیمقراطیس کو کس دور میں رکھا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ چوتھی صدی ق م کے ابتدائی سنین میں زندہ تھا اور اس سے پیشتر ہی الیونیائی فلسفی ان عناصر اولین کی تحقیقات کر چکے تھے جو انکے نزدیک جملہ کائنات کا مبدء و منبع تھے اور انا کساغورس اس قوت پر بحث کر چکا تھا جسمیں ان عناصر کی ہئیت میں تغیر و تبدل کرنے کی قابلیت تھی۔ اب صرف ایک مسئلہ باقی رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ یہ عمل تغیر کیونکر ممکن ہے۔ دیمقراطیس اور لیوکیپس نے یہ جواب دیا کہ کائنات در اصل نہایت باریک اجزا یا سالمات سے مرکب ہے جنکا مزید تجزیہ نہیں ہو سکتا اور جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور فضائے محیط میں چکر لگاتے ہوئے اپنی باہمی مشابہت یا غیر مشابہت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملتے رہتے یا علٰحدہ ہوتے رہتے ہیں اور اکثر محض اتفاق کی ہی بدولت ہر منفرد شئے کے حدوث کا باعث ہوتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مورخوں کے خیالات میں گونہ تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔

دیمقراطیس اور اسکے بھائی مسمی ہیروڈوٹس کا نام پانچویں صدی میں ابدیرا کے سکوں پر جہاں وہ حاکم تھا اور منقود و روس کے سکوں پر کندہ ہے (طوسی ڈیڈش ۲۹۲) [ہیڈ: تاریخ سکہ جات صـ۲۲۱ ونڈل بانڈ (۱ میورلہ ۱۱ صـ۲۰۰ وغیرہ)]

اور ان سالمات میں سے جو نفیس ترین ہیں انسے روح کی ترکیب ہوتی ہے اس نظریئے میں عنصر اوّلیں یا کسی خاص مادی یا ذہنی قوت فرض کر لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی اور یہی وہ مشہور ہندسی نظریہ کائنات تھا جسکی چار دانگ عالم میں اشاعت ہوئی + ایک طرف تو دیمقراطیس محض علم ہندسہ کے اصول پر حقیقت کائنات دریافت کرنے کا خواہشمند تھا اور دوسری جانب اسکی تصانیف کے اجزا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اسکو بھی اپنے فلسفے سے اطمینان نصیب نہیں ہوا اور ہم اسے اس خیال میں غرق دیکھتے ہیں کہ علم جسکا دارومدار محض حواس انسانی کے ادراک پر ہو ہمیشہ غیر مکمل رہیگا اور لطف یہ ہے کہ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ بہترین خوشی وہ ہے جو خوبصورتی کے تخیل سے پیدا ہو + ظاہر ہے کہ ان مختلف نظریوں میں کسی قسم کا تطابق پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں +

غرض یہ ہے کہ ایتھنز نے اناکساغورس کو تو جلا وطن کر دیا دیمقراطیس کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکا ۔ زمانہ مابعد میں سقراط کو الحاد کے الزام پر سزائے موت دی اور ارسطاطالیس کو ایتھنز سے چلا جانا پڑا [۱] مصنفیوں نے جو الزامات اناکساغورس سقراط اور ارسطاطالیس پر لگائے تھے وہ سب دراصل محض بہانہ سازی تھی اور انکا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ انھیں ان حکما سے چھٹکارا ملے + مگر ان مقدموں کا فیصلہ کرنے کا اختیار عموم ایتھنز ہی کو تھا اور وہ ان معاملات پر نہایت سنجیدگی سے غور کرتے تھے + دور شباب میں آزادانہ تحقیقات کے ارتقا کا جولانگاہ بننے کی ایتھنز کو قابلیت نہ تھی اور اس خصوصیت کا صرف فلسفی ہی شکار نہیں ہوئے جنمیں سے بعض غیر ملکی تھے اور جنکے ساتھ مراعات کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ خود شعرا کی بھی جنمیں اکثر ایتھنز ہی کے باشندے تھے مخالفت کی گئی + اگر کوئی ہر دلعزیز شاعر بھی اپنی پرانی لکیر سے نکل آیا (جو

[۱] ایتھنز کے ذہنی رجحان کی کمزوریوں کو شوارکس اپنی کتاب "عمومیت" (جلد ۱ ۔ لائپزگ ۱۸۹۳ء) میں خوب واضح کرتا ہے ۔ مگر فارقلیس کے مقید منصوبوں پر کافی زور نہیں دیتا ۔ اسکے لیئے پلوٹارک، فارقلیس (۳۵ و ۴ ۳) دیکھنا چاہیئے +

محض توصیف، اعتدال اور کائنات کے جمالی تخیل تک محدود تھی تو لوگ اس سے منہ موڑ لیتے۔ اور اگر وہ خود رائے اور اپنی ذاتی قابلیت سے آگاہ بھی تھا تو اسکے لیئے ایتھنز کو خیرباد کہنا ہی مناسب تھا۔ ایس خیلوس اور یوریپدیس کے حالات بظاہر بالکل متضاد تھے مگر دونوں میں ایک خصوصیت تھی اور وہ یہ کہ دونوں اپنے خیالات تو دوسروں کے خیالات سے ممتاز سمجھتے تھے۔ اور بالآخر دونوں کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنا عزیز وطن چھوڑ دینا پڑا۔ فصاحت و بلاغت اور فنون لطیفہ یہی دو شعبے تھے جو ایتھنز میں پسند کیئے جاتے تھے۔ ان میں سے فصاحت و بلاغت پر تو حملہ ہی ناممکن تھا اسلیئے کہ اس میں کمال حاصل کرنے کیلیئے ذہانت کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ اسکے برعکس حقیقی فنون لطیفہ کا دارومدار عقلیات پر تھا اور اگر اسکا کوئی ماہر ہر دلعزیز نہ ہو تو اس پر حملہ کرنا خلاف امکان نہ تھا۔ کسی نے ایتھنز والوں سے کہہ دیا کہ فدیاس نے اتھینا دیبی کی ڈھال پر اپنی تصویر کندہ کرکے مذہب کی بے حرمتی کی ہے تو وہ سب اسکے خلاف متفق الرائے ہو گئے۔ اسی طرح انھیں الزامات کا یقین ہو گیا جو ارسطاطالیس پر لگائے گئے جب انکو معلوم ہوا کہ اسنے بجائے دیوتاؤں کے ایک قصیدہ کسی شخص فانی کی توصیف میں لکھا۔ یہ سب مظاہرے دراصل یونانیوں کا مذہب، حب وطن اور قدامت پسندی کا کرشمہ تھے جو انکی فطری خصوصیات سے تھیں۔ اسی وجہ سے وہ اپنے مذہب میں کسی جدت یا بدعت کے روادار نہ تھے اور ہمیشہ اپنے کان ان الزاموں کی طرف لگائے بیٹھے رہتے تھے جنکا تعلق مذہب سے ہو۔

۲۹۴

فارقلیس کو اپنے ہم وطنوں کی ان کمزوریوں کا خوب احساس تھا اور اسنے حتی المقدور انھیں ایک دوسرے راستے کی طرف مائل کرنا چاہا۔ وہ اپنی اس کوشش میں کہ تمدن ایونیہ کو تقویت پہنچائی جائے کامیاب نہیں ہوا اور اسے معلوم ہو گیا کہ ایتھنزیوں میں جو قدامت پسندی کا احساس تھا اسکی بنیاد کس درجے مستحکم تھی۔ یہ سچ ہے کہ اس مشہور تقریر میں جو طوسی دیدس اسکی طرف منسوب کرتا ہے ان خیالات کے اظہار کیلیئے ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ مگر اس تقریر میں فارقلیس نے ایتھنزیوں کو وہ جامہ نہیں پہنایا جسمیں

وہ ملبوس تھے بلکہ وہ جامہ پہنا یا ہے جبکہ وہ خود خواہشمند تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایتھنز میں ہر شخص جو چاہے کرسکتا ہے۔ مگر واقعہ اسکے بالکل برعکس تھا اور ایتھنزیوں میں مطلق یہ اداری نہ تھی۔ اگر ایتھنز اور یونان ہم معنے ہوتے تو حکمت کا آزادانہ ارتقا بالکل ناممکن ہوجاتا۔ اور یہ یونان کیلئے عین خوش قسمتی تھی کہ وہاں بہت سی جمہوریتیں ایسی تھیں جنہیں اہم معاملات پر نہایت آزادانہ رائے زنی ہوتی تھی اور خود ایتھنز کے حلیف بھی ایسے مذہبی اور سیاسی اصولوں کو اپنے لیئے قابل اتباع نہ سمجھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ انکساغورس نے اپنی جلاوطنی کے بعد نہایت اطمینان سے بلاخوف مزاحمت لیساکوس میں بود و باش اختیار کرلی اور حکمت کے میدان میں ایتھنز کی جگہ یونانی تہذیب کے دوسرے مرکزوں نے لے لی۔

محض مادی نقطۂ نظر سے دور فارقلیس کے ایتھنزی شہری کی حیثیت نہایت ممتاز تھی اور فنون لطیفہ سے خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ شہر ایتھنز ایک عظیم الشان سلطنت کا دار الحکومت ہوگیا تھا۔ تھریس اسوقت تک قدیم تہذیب کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ہیلیسپونٹ ایسی بحری شاہ راہ تھا جسمیں ہوکر دولتمند یونٹوس کا تجارتی مال و اسباب نکلتا تھا۔ ایونیہ بے شمار بلدیات سے بھرا ہوا تھا جن میں ملطیہ اور افی سوس سب سے مشہور تھے۔ کاریہ کی تہذیب خصوصیت کے ساتھ اسلیئے ممتاز تھی کہ اسمیں یونانی اور غیر یونانی عنصر مخلوط تھا اور جزائر مقدس جزیرۂ دیلوس کے ہر چہار طرف پھیلے ہوئے تھے۔ غرض اس سلطنت میں مشرقی یونان کے سب سے خوبصورت دولتمند اور مہذب حصے شامل تھے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان تمام بلدیات کی حیثیت محض غلامی کی تھی۔ بلاشبہ چند معاملات میں وہ ضرور ایتھنز کے تابع تھے مگر اکثر امور میں انھیں حکومت خود اختیاری حاصل تھی اور مقامی دستور اور مذہبی معاملات میں وہ مختار کلی تھے۔ وہ ایتھنز کو روپیہ کی ایک قلیل تعداد بطور خراج ادا کرتے تھے اور قانوناً وہ ایتھنز کے صرف اسقدر دست نگر تھے کہ چند مقامات کے فیصلے کیلئے انھیں ایتھنز کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ بایں ہمہ ایتھنزی شہری کو اپنی سلطنت میں ایک خاص قسم کا اقتدار حاصل تھا۔ اگر وہ چاہتا تو سال کے کسی مہینے میں سہ طبقہ جہازہ میں بیٹھکر جزیرۂ ایجین

ہیلیسپونٹ اور ۔۔۔ میں گشت لگاتا اور دیکھتا کہ سمندر پہ لوٹ مار کا بازار تو گرم نہیں ہے اور ایتھنز کے حلیف اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں یا نہیں۔ ہر حلیف کو یہ خیال تھا کہ مبادا ابھی ایتھنز ہی کسی روز انکے مقدمات طے کرنے پر مامور ہو جائے اسلیئے جہاں کہیں رہ جاتا اسکی بہت خاطر و مدارات ہوتی اور اس کے لیئے ہر طرح کا سامان سفر بہم مہیا کیا جاتا۔ ایسے ایتھنزیوں میں سے اکثر مرفہ الحال نہ ہوتے تھے اور مملکت کے سر اس حصۂ دنیا میں سفر کرنا بسا غنیمت سمجھتے تھے + خود ایتھنز میں رہ کر بھی انھیں خدمت مملکت کا صلہ ملتا تھا۔ اوّل تو جیوری کے ارکین کی حیثیت سے مہینے میں کئی مرتبہ انھیں اس خدمت کا معاوضہ دیا جاتا اور بہت سے ایتھنزی مجلس خاص کے بھی رکن تھے اور اس حیثیت سے علیحدہ مشاہرہ پاتے اسکے علاوہ شہریوں کے تفریح کا انتظام متعدد میلوں اور تیوہاروں کے ذریعے سے کیا جاتا تھا اور ان میلوں میں وہ باطمینان کلی شامل ہو سکتے تھے اسلیئے کہ جو مالی نقصان انھیں ہوتا تھا اسکا معاوضہ حکومت کی طرف سے انھیں مل جاتا تھا۔ بہت سے ایسے تھے جو سرکاری کاروبار پر زراعت کو ترجیح دیتے تھے اور جب کبھی کوئی فوج مغلوب ہوتی تھی اور اسکی اراضی ایتھنزی شہریوں میں تقسیم ہوتی تھی اسوقت انھیں اپنا استحقاق جتانے کا موقع رہتا۔ مگر اس قسم کی تقسیم کے متعلق ہماری معلومات کا دائرہ بہت تنگ ہے اور یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ کتنی اراضی اسطرح انھیں حاصل ہوئی تھی۔ قصہ مختصر اگر کوئی شہری عسرت کیساتھ اپنی زندگی بسر کرتا تو یہ اسکا ذاتی فعل تھا اسلیئے کہ اگر وہ ریاست کو اپنے حال سے آگاہ کر دیتا تو یہ ریاست اسکے سامان خور و نوش کا انتظام کر دیتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنز ایک عظیم الشان سلطنت پر حکمران تھے جسپر نہایت خوشگوار اور ملائم طرز سے حکومت کی جاتی تھی اور اسکا انتظام دراصل اشتراکیت کی ایک مرتبہ صورت تھی +

یہ ایسی باتیں ہیں جنسے کسی امیر یا حاکم کی بھی آرزوئیں پوری ہو سکتی تھیں مگر ایسے فارقلیس سے حوصلہ مند شخص کی پیاس نہ بجھتی تھی۔ اور ایتھنز کی مادی مرفہ الحالی ایتھنزیوں کی بحیرۂ روم میں سیادت، انکا فنون لطیفہ سے مسرور و محظوظ ہونا غرض یہ سب باتیں فارقلیس کیلیئے بالکل ناکافی تھیں وہ اسکا خواہشمند نہ تھا کہ ایتھنز ہی صرف

۲۹۶

حکومت ہی کریں بلکہ وہ انھیں عالی دماغ اور قابل ترین حاکم بنانا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے کاروبار کیلئے ہر طرح سے موزوں ہوجائیں۔ جیسل کے تخیلہ کی آرائش کی ایتھنز ہی نہایت قدر کرتے تھے یونانی قدیمیات کے مستحکم بنا پر قائم تھی اسیلئے فنون لطیفہ خود مذہب کے زرخرید غلام سمجھے جاتے تھے۔ فارقلیس مذہب اور فنون لطیفہ دونوں کی دل سے قدر کرتا تھا مگر اسکے یہ ڈر تھا کہ اگر لوگ ان ہی کی طرف توجہ کرنے لگینگے تو کاروبار مملکت کو سخت صدمہ پہنچے گا اور وہ چاہتا تھا کہ انکے لیئے دماغی غذا بھی بہم پہنچائی جائے تاکہ علم و حکمت کے ذریعے سے ان میں روشنی پیدا ہو۔ وہ اسے محسوس کرتا تھا کہ اسکے اور اسکے ہم وطنوں کے زاویۂ نگاہ میں گونہ اختلاف ہے اور یہ اختلاف اسقدر وسیع تھا کہ درآنحالیکہ خلاف عادت قدرتی واقعات کو ایتھنز ہی فال نیک یا فال بد سمجھتے تھے وہ ان کو محض واقعات سے ہی تعبیر کرتا تھا۔ ان تمام یونانیوں کا اندازہ لگا کر اسنے کوشش کی کہ ایتھنز میں علم کے ہر ایک شعبے کا نشو و نما ہو۔

فارقلیس کو اپنے مقصد کے حصول کیں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایتھنزیوں کو اسکے کسی فلسفے کی خواہش نہ تھی۔ ایتھنز کے قدامت پسندوں کو پیغمبروں کی بہتی بانی فراست نئی فطرت کے فلاسفہ کی عجیب و غریب نظریوں سے زیادہ پسند تھی۔ اور بہت سے عمومیت پسند تو عوام الناس کی تعلیم و تربیت سے بالکل ہی بے پروا تھے۔ حق تو یہ ہے کہ ایتھنز کی سی قدیم قوم کسی نئی تہذیب کو یہ آسانی اختیار کرنے کیلئے مطلق تیار نہ تھی۔ فارقلیس کے پاس یقیناً اس قسم کے ذرائع ہونگے جنسے وہ اس اختلاف کا اندازہ لگا سکے مگر اسنے ہرگز یہ پیش بندی نہ کی ہوگی کہ اسکے خیالات کا اس شدت سے اختلاف کیا جائیگا۔ ہم بائیسویں باب میں اس بحث کی طرف پھر رجوع کرینگے اور دیکھینگے اس مدبر کے آخری ایام اناکساغورس، فدیاس اور اسپازیہ کے تقدیعہ سے کسقدر تلخ ہو گئے۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ جو رنج اور ملال اسے ہوا ہوگا وہ اس خیال سے نہیں کہ یہ سب اسکے دوست تھے بلکہ جس بات سے اسے سب سے زیادہ صدمہ پہنچا وہ یہ تھی کہ اسنے جو طریقے ایتھنزیوں کی بہتری کیلئے اختیار کیئے انسے انھوں نے منہ موڑ لیا۔[۲۰]

۲۰ ہم باب ۱۲ کے آخر میں لکھ چکے ہیں کہ میدن کے دور کے اواخر میں تمدن ایتھنز میں جو لائی تھی

۲۹۷

اکیسواں باب

کورکائرا، پوتی دیہ، پلاٹیہ

اس مادی ترقی میں جو ایتھنز کے رتبے اور حیثیت میں ہو رہی تھی ایتھنز اور اسپارٹا میں تنازعات برپا ہونے کی وجہ سے سخت ہرج واقع ہوا جن کی ابتداء در اصل کورنتھ اور ان دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات سے ہوئی کورنتھ کا بحری اور تجارتی دنیا میں خاص رتبہ تھا اور اس میدان میں اسکے اور ایتھنز کے درمیان جھگڑے پیدا ہونا نہایت آسان تھا۔ اسکے برعکس پیلوپونیز ہی کو اسپارٹا اپنی دنیا اور اپنا عالم سمجھتا تھا اور اسکے اور کورنتھ کے درمیان بہت گہرے دیرینہ تعلقات تھے؛

جب کورکائرا نے اپنی دامنوں کی آبادکاری کی تھی تو اتفاقاً وہاں کے آبادکاروں کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور جملہ فنون لطیفہ کے موضوع جنگ آزادی کے کارنامے ہی قرار دیئے جاتے تھے مثلاً ائس خیلوس اور پولیگنوٹس نے اسی خیال کے مطابق اپنی تصانیف تصاویر ترتیب دیں، مگر دور فارقلیس کے مقاصد بالکل جداگانہ تھے۔ اور اس زمانے کے ماہران فن قومی اور تاریخی میدان کو چھوڑ کر محض تخیلے کی طرف رجوع ہوئے اور سوفوکلیس اور فدیاس نے محض قدیم روایتوں ہی کو پیش نظر رکھنا کافی سمجھا۔ غالباً ایتھنز کے ناٹک کیلئے یہ باعث منفعت نہ تھا کہ ڈرامہ نویس بجائے قومی مقاصد اور قومی حوصلوں پر زور دینے اور لوگوں کی ذہنی سطح بلند کرنے کے محض قدیم روایتوں اور رزمیہ قصوں پر اکتفا کریں اور حقیقی رزمیہ حالات کو سرور یہ نویسوں پر چھوڑ دیں جنھوں نے جو تھوڑا بہت اثر ماراتھون کے سپاہیوں کی تعریف و توصیف کرکے پیدا کیا وہ امن پسند کمزور طرز عمل کی حمایت کرکے بالکل کھو دیا ہے؛

پیشؔ ایک کورنتھی تھا۔ اب اپی دامنوس کے شرفا اور عوام الناس کے درمیان کسی بات پر مناقشہ برپا ہوا اور عوام نے شرفا کو شہر سے نکال دیا۔ مگر جب شرفا کی باری آئی تو انھوں نے ساحل بر اعظم کے غیر یونانی باشندوں کی مدد سے عوام کو شکست دیدی اور عوام کو اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اپنے مادر بلد یعنی کورکائرا سے امداد کے خواستگار ہوں۔ مگر مشکل یہ پڑی کہ کورکائرا والوں نے کسی قسم کی مدد دینے سے انکار کردیا اور انھوں نے دیلفی سے استفسار کیا کہ آیا وہ کورنتھ کے سامنے دست استدعا پھیلا سکتے ہیں یا نہیں۔ وہاں سے جواب ملا کہ اپی دامنوس والے یقیناً کورنتھ سے مدد مانگ سکتے ہیں۔ کورکائرا ہمیشہ اپنے مادر بلد کورنتھ کی مخالفت پر کمربستہ رہتا تھا اسی لیئے اپی دامنوس کے سفرا کا کورنتھ میں نہایت جوش و خروش سے استقبال ہوا۔ اس سفارت کے جواب میں کورنتھیوں نے چند نئے آباد کار اپی دامنوس روانہ کیئے اور چونکہ کورکائرا نے رفتہ رفتہ اپنی بحری قوت کو اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچا دیا تھا اور بآسانی سوا سو سہ طبقہ جہاز میدان کارزار میں پہنچا سکتا تھا اسلیئے یہ آباد کار بجائے بحری راستے کے بری راستے یعنی الپولونیا ہوکر اپی دامنوس گئے تاکہ کورکائرا کے چنگل سے بچ سکیں۔ اب کورکائرا والوں نے اپی دامنوس شرفا کی نہایت سرگرمی سے پشت پناہی کرنی شروع کی اور وہاں کے عوام کو حکم بھیجا کہ وہ فوراً شرفا کو واپس بلالیں اور جب عوام نے اس حکم کی تعمیل سے گریز کیا تو انھوں نے فوراً شہر کا محاصرہ کرلیا[1]۔ کورکائرا کی طرح کورنتھ نے بھی اس معاملے میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی لینا شروع کی اور نئے آباد کاروں کی تعداد بعض اپی دامنوس روانہ کرنے کا قصد تھا بڑھادی۔ کورنتھ کا میدان عمل بھی وسیع ہوگیا اسلیئے کہ نہ صرف مگارا، اپی دوروس، ہرمیونے اور تروئیزن بلکہ

۳۰۷

[1] اب گویا کورنتھ تو اسپارٹا کی دوستی کا دم بھر کر عومیوں کی پشت پناہی کر رہا ہے اور کورکائرا ایتھنز کا حلیف بھی ہے اور شرفا کا بھی ساتھ دیتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مخالفوں کی بنا محض اشرافیت پسندی یا عمومیت پسندی ہی نہ تھی بلکہ ایسے مخالفوں میں زیادہ تر بلدیہ کا انفرادی مفاد بھی ملحوظ رہتا تھا۔

لیوکاس امبریسیہ اور پالے (کیفالے نیا) بھی کورنتھ کا ساتھ دینے پر کمربستہ ہو گئے۔ اسکے علاوہ اسنے تھیبز اور فلیوس سے روپیہ کا اور ایلس سے خالی جہازوں کا مطالبہ کیا۔ مگر کورکائرا والے جنگ آزمائی پر کمربستہ نہ تھے۔ انھوں نے فیصلے کی غرض سے چند تحریکات پیش کیں اور کہا کہ اگر کورنتھ اپی دامنوس سے اپنی فوج ہٹالے تو پھر وہ جملہ معاملات پنچایت کے سپرد کر دینگے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر فریقین میں باضابطہ جنگ شروع ہو کر وقتی طور پر بند ہو گئی پھر بھی وہ ان ہی شرائط پر قائم رہینگے۔ کورنتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ انکے مطالبات کلیتاً پورے ہو جائیں اور کسی قسم کا فیصلہ ثالثی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر قسمت نے انکی یاوری نہ کی اور انکے بیڑے جہازوں کو کورکائرا کے اسی جہازوں سے شکست دیدی اور جس روز یہ واقعہ ہوا ہے اسی دن اپی دامنوس نے کورکائرا کی فوج کے سامنے ہتیار رکھ دیئے اور کورکائرا نے اپنی فتوحات اور مغربی سمندروں کی سیادت سے فائدہ اٹھا کر لیوکاس کو تاراج کر دیا اور کلینے میں جو ایلس والوں کا بحری اسلحہ سازی کا کارخانہ تھا اسے جلا دیا۔ اب کورنتھ نے یہ چاہا کہ اس نواح میں اپنی قوت حتی المقدور مستحکم کر دے اور کورکائرا کے مقابل والے ساحل پر اکتیوم اور کیمیریوم کی قلعہ بندی کر لی جسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی جزیرہ نمائے لیوکمنے پر جہاں انھوں نے اپنی فتح کی ایک یادگار قائم کی تھی ایک قلعہ تعمیر کر لیا۔ غرض یہ ہے کہ کورنتھ ہی کا پلہ بھاری رہا۔ جب کبھی انکا جی چاہتا وہ نہایت آزادی سے کورکائرا پر براہ راست حملہ کر سکتے تھے اور اسکے برعکس کورنتھ کے بندرگاہوں کو کورکائرا سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اب کورکائرا والوں نے ایک طاقتور حلیف کی ضرورت کو محسوس کیا اور ایتھنز سے گفت و شنید شروع کی۔ جب کورنتھیوں کو اسکا علم ہوا تو انھوں نے بھی ایتھنز سفراروانہ کیئے تاکہ کورکائرا کے سفرا کا جواب دے سکیں۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ دونوں مملکتوں کے سفرا نے ایتھنز کی جمعیت عوام میں یکے بعد دیگرے تقریریں کیں اور اسنے اپنی کتاب میں

ان تقریروں کا ملخص دیا ہے [۱] اس مورخ کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ان تقریروں کی
صحت کیلیئے جو اسی تاریخ میں درج ہیں صرف اپنی ہی سند کافی سمجھتا ہے اور یہ ایک
کلیہ ہے کہ ان تقریروں کے دلائل و استدلال میں ذاتی رنگ آمیزی کا بھی دخل
ہوتا ہے۔ اس کلیئے سے کورنتھ اور کورکائرا کے سفرا کی تقریریں بھی مستثنے نہ ہیں
معلوم یہ ہوتا ہے کہ فریقین میں گفت و شنود زمانہ دراز تک جاری رہی ہوگی جسے
طوسی دیدش نے ایک ہی جگہ بیان کر دیا ہے۔ بدیں وجوہ ہم بعض ان دلائل
کے اعادے پر اکتفا کرتے ہیں جو فریقین نے ایتھنز یوں کے سامنے پیش کیئے۔

اپنی استدعا کی تمہید کی طور پر کورکائرا والوں نے کہا کہ اسوقت تک جو وہ
الگ تھلگ رہے اسکا انھیں نہایت افسوس ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ انھیں
کہیں نہ کہیں سے مدد کی ضرورت ہے۔ اگر ایتھنز نے انسے محالفہ کر لیا تو یہ خود
اسی کیلیئے مفید ہوگا۔ کورکائرا خالی ہاتھ نہیں آیا بلکہ وہ ان دو یونانی بیڑوں میں
سے ایک کا مالک ہے جو ایتھنز کے اثر سے آزاد ہیں۔ اور اگر دونوں دولتوں
میں محالفہ ہوگیا تو ایتھنز کیلیئے یہ نہایت سودمند ہوگا اسلیئے کہ جنگ کی ابتدا
کے بعد پیلوپونیزیوں کا پہلا وار ایتھنز ہی پر ہوگا۔ ایک اور امر بھی قابل
لحاظ ہے اگر ایتھنز نے کورکائرا کو اپنے حلیفوں میں شامل کر لیا تو اس فعل سے
کسی قانونی حق کی خلاف ورزی نہ ہوگی اسلیئے کہ پنچایت کورنتھ نے قبول نہیں
کی تھی اور وہی قصوردار تھا بلکہ کورنتھ نے تو اتنی جرأت کی تھی کہ ایتھنز
کے حلیف بلدیات تک سے فوج مہیا کرنے کی کوشش کی اور اسطرح گویا
ایتھنز کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ طوسی دیدش کا بیان ہے کہ ان
دلائل کا کورنتھیوں نے یہ جواب دیا کہ نکے اور کورکائرا کے آپس سے کے

---

[۱] جنگ پیلوپونیز کے اسباب کیلیئے پلاس کی کتاب "اسباب جنگ" آرکی داموس "شاداطے
شہ" دیکھنا چاہیئے۔ کورکائرا کی مہم کے حالات کے نوشتے (مجموعہ نوشتہائے قدیمہ
۱٫۱ و ۱۷۹) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گلاؤکون کا ساتھی اندوکیدیس نہ تھا بلکہ دراکونتی دیس
تھا۔ طوسی دیدش کا بیان اس کے مخالف ہے۔

تعلقات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کورکائرا والے بالکل لغو ہیں۔ انھوں نے پنچایت کی تحریک اسوقت پیش کی تھی جب کورکائرا ایک بالکل خلاف قانون حرکت کا مرتکب ہوچکا تھا اسلیئے یہ تحریک لغو اور بیکار محض تھی۔ کورنتھ کے خلاف یوں بھی ایتھنز کورکائرا والوں سے محالفہ نہیں کرسکتا اسلیئے کہ ایتھنز اور کورنتھ کے درمیان عہد نامے موجود ہیں اور چونکہ کورنتھ نے ایتھنز کے ساتھ اسوقت دوستانہ سلوک کیا تھا جب لسبے اور ساموس اور آتی کینا کے درمیان مناقشے برپا تھے اسلیئے ایتھنز بھی کورنتھ کے مرہون منت تھی ایسا دوسرے یہ ہرگز یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ایتھنز اور پیلوپونیز کے درمیان لڑائی چھڑ ہی جائیگی۔ کورنتھ اور ایتھنز کی دوستی امن اور صلح کیلیئے بہترین شاہراہ ہے اور ایمانداری سے بہتر کوئی حکمت عملی نہیں۔

غرض یہ ہے کہ دو روز کی گفت و شنود کے بعد ایتھنز نے کورکائرا کی استدعا اس حد تک منظور کی کہ اسکے ساتھ ایک دفاعی محالفہ کرلے مگر انھیں اپنی مشارکت میں شامل کرنے سے انکار کردیا۔

۳۰۵

یہ قطعی طور پر طے کرنا کہ کورنتھ برسر حق تھا یا کورکائرا بالکل ناممکن ہے اور یہ ہمارا کام بھی نہیں کہ جو دلائل طوسی ڈیڈش نے بیان کیئے ہیں انکی جانچ پر تال کریں۔ کورنتھ نے ہی پنچایت کی تحریک مسترد کردی تھی اور کوئی شخص ایتھنز کو اسپر ملامت نہ کرسکتا تھا کہ اسنے کورکائرا کی پشت پناہی کی۔ کورنتھ کا یہ کہنا کہ وہ کسی زمانے میں ایتھنز کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا تھا مطلق بے سود تھا اسلیئے جب اسنے یہ حکمت عملی اختیار کی تھی اس زمانے میں غالبًا ہی کورنتھ کیلیئے مفید مطلب ہوگی۔ اگر کورکائرا کی پشت پناہی کرنے میں ایتھنز نے بے انصافی کی تو وہ ایسی بے انصافی تھی کہ اگر وہ ہمیشہ ایسی ہی حکمت عملی پر کاربند ہوا کرتا تو وہ یقیناً عدل و انصاف کا نمونہ بن جاتا۔ ایتھنز کی حکمت عملی کا جزو لاینفک یہ تھا کہ کورکائرا کی بحری قوت کو کسی اور مملکت کے قبضۂ قدرت میں نہ جانے دے۔ اور کورکائرا سے محالفہ کرنے میں اسے کسی کے قانونی استحقاق کی خلاف ورزی کرنے کی ضرورت نہ تھی اور چونکہ یہ محض دفاعی تھا اسلیئے کوئی شخص اس کی

ظاہری شکل وصورت پر اعتراض نہیں کرسکتا تھا۔

ابتدا میں تو ایتھنز نے کورنتھ کو ڈرانے اور دھمکانے کیلئے صرف دس جہاز کورکائرا روانہ کئے مگر کورنتھ ایسا ڈرنے والا آسامی نہ تھا اور اس نے اسی جوش وخروش سے کورکائرا کا مقابلہ کیا جس سے خود فارقلیس ساموس کے ساتھ لڑ چکا تھا۔ کورنتھ کے ڈیڑھ سو جہازوں میں بارہ میگارہ کے دس لیوکاس کے ستائیس امبریسیہ کے اور ایک اناکتوریوں کا تھا اور ان سب جہازوں نے کیمیریوم پر لنگر ڈال دیا۔ اسکے جواب میں کورکائرا والے ایکسو دس جہازوں کو لیکر راس لیوکمنے کے قریب جزیرہ سی بوتا پر لنگر انداز ہوئے جہاں انکی فوج اور زاکنیتھوس کے ایک ہزار سپاہی خیمہ زن تھے۔ ایتھنزیوں کو یہ حکم تھا کہ لڑائی میں محض اشد ضرورت کے وقت دخل دیں اور انھوں نے کورکائرا والے بیڑے کے داہنے جانب اپنے جہاز لا کھڑے کئے۔ ان کے مقابل کورنتھی بیڑا تھا جنھوں نے کورکائرا کی طرح اپنے حلیفوں کو داہنے ہی بازو پر رکھا تھا۔ لڑائی کے دوران میں دونوں فریقوں میں سے کسی نے فن حرب کے جوہر نہیں دکھائے اور بالآخر دونوں کے داہنے بازوؤں کو شکست ہوئی یہانتک کہ ایتھنزی اس خطرے کو محسوس کرکے کہ مبادا کورکائرا والے بالکل مغلوب ہوجائیں جنگ میں کود پڑے۔ یہ دیکھکر کہ کورنتھیوں نے اپنے مردوں اور تباہ شدہ کشتیوں کو تو میدان جنگ سے علیحدہ کردیا اور ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرنے ہی کو تھے کہ یکایک انھوں نے بیس اور ایتھنزی جہاز جنوب کی طرف سے آتے ہوئے دیکھے اور چونکہ اب انہیں اتنی جان باقی نہ رہی تھی کہ وہ ان تازہ دم جہازوں سے پھر برسرپیکار ہوں اسلئے وہ فوراً رک گئے جس سے کورکائرا والے اور انکے ساتھیوں کو بہت تعجب وتحیر ہوا اور دوسرے دن جب انھوں نے لڑنا چاہا تو کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا۔ اصل میں انھوں نے دشمن کے ایک ہزار سپاہی گرفتار کرلئے تھے اور انکی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح وہ ان قیدیوں کو کورنتھ پہنچادیں۔ کورنتھی سپاہی یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ اگر کورنتھ اور ایتھنز میں مسلسل مڈبھیڑ ہوئی تو انپر ایک سیاسی ذمہ داری عائد ہوجائیگی جسکے وہ اسوقت تک

اہل نہ تھے جب تک کورنتھی شہریوں سے استمزاج نہ کیا جائے۔ اسی لیئے انھوں نے صرف اسپر قناعت کی کہ ایتھنزی سپاہیوں کو برا بھلا کہیں اور اُنسے دریافت کیا، اگر کورنتھی میدان جنگ چھوڑکر چلے جائیں تو وہ مزاحم تو نہ ہونگے۔اس کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ اگر کورنتھی کورکائرا پر حملے کی غرض سے جانا چاہتے ہیں تو وہ ضرور سدراہ ہونگے ورنہ انکا یہ مقصد نہیں کہ انکی راہ میں حائل ہوں۔ جب کورنتھیوں کو اطمینان کلی ہوگیا تو وہ سبی بوتا میں اپنی "فتح" کی یادگار قائم کرکے روانہ ہوگئے اسکے جواب میں کورکائرا والوں نے بھی اپنی فتح کی یادگار نصب کی اسلیئے کہ گو انھوں نے کورنتھ کے صرف تیس جہاز برباد کیئے تھے (درآنحالیکہ خود انھیں ستر جہازوں کا نقصان ہوا تھا) مگر یونانیوں کے نزدیک چونکہ کورنتھیوں نے لڑنے سے گریز کیا تھا اسلیئے گویا انھوں نے کورکائرا کی اعلٰی قوت کو تسلیم کرلیا بہرحال گو واپسی میں کورنتھیوں نے شہر انکتوریوں پر دھوکے سے قبضہ کرلیا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ کورنتھ نے جو مہم سرکی تھی اسمیں انھیں محض ایتھنز کی مداخلت کی وجہ سے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔

ان دونوں مملکتوں کے باہمی تنازعات کو ان واقعات سے اور بھی قوت پہنچی جو شرق میں رونما ہورہے تھے۔ پوتی دیہ خالکناے پالینے پر ایتھنز کا ایک باجگزار شہر تھا۔ مگر اپنی مادر بلد کورنتھ کے ساتھ اسکے نہایت گہرے تعلقات تھے اور کورنتھ ہی سے ہر سال ایک عامل (اپی دیمیورگوس) پوتی دیہ آتا تھا۔ اب ایتھنز نے اس سے ڈرکر کہ مبادا کورنتھ کے مسلسل اثر کی وجہ سے پوتی دیہ ایتھنز سے بغاوت کر بیٹھے اس شہر کو یہ حکم دیا کہ آئندہ سے اپی دیمیورگوس کورنتھ سے نہ آنے پائے اور شہر پالینے کی طرف کی فصیل جو سمندر کی جانب شہرپناہ کا کام دیتی تھی مسمار کردی جائے تاکہ جب ایتھنزیوں کی خوشی ہو وہ شہر میں داخل ہوسکیں۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اگر پوتی دیہ کے ہمسائے یعنی مقدونوی اسے بغاوت پر آمادہ نہ کرتے تو محض دور و دراز کورنتھ کے کہنے سے وہ ہرگز بغاوت پر آمادہ نہ ہوتا۔ گو پرد کاس اور ایتھنز میں دوستی تھی مگر ایتھنز کی یہ خواہش تھی کہ اسکی قوت حد سے زیادہ تجاوز نہ کرجائے اسی لیئے بعض سرتبہ

ایتھنز پروکاس کے مخالف دروا س اور فیلقوس کی طرفداری کرنے لگتا۔ بہرحال یہ تو ایتھنز ہرگز نہ چاہتا تھا کہ پوتی دیہ اور مقدونوی شاہزادوں میں زیادہ ربط ضبط ہو۔ اسکے جواب میں پردکاس نے کالکدیسیوں، بوتیوں اور پوتی دلیوں کو درغلانا بلکہ خود انکے لیئے مدد طلب کرنے کیلئے اسپارٹا کو سفارت بھیجی۔ جب ایتھنز کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے فوراً تیس جہاز اور ایک ہزار ہوپ لیت مقدونیہ روانہ کئے تاکہ وہاں سے وہ پوتی دیہ جاکر یرغمال حاصل کریں اور شہر کی فصیل مسمار کردیں۔ اسی دوران میں پوتی دیہ والوں نے ایتھنز اور اسپارٹا دونوں جگہ اپنے سفیر روانہ کیئے تاکہ ایتھنز سے تو یہ استدعا کریں کہ وہ اسکی موجودہ حیثیت کو حسب حال رکھے اور اسپارٹا سے یہ کہیں کہ اگر ایتھنز پوتی دیہ پر زیادتی کرے تو وہ اسکی مدد کرے۔ مگر قبل اسکے کہ ایتھنز کی فوج پوتی دیہ پہنچے اس نے اور کالکدیس کے باشندوں اور بوتیوں نے علم بغاوت بلند کردیا اور کالکدیسیوں نے جو ساحل پر آباد تھے پردکاس کے کہنے سے یہ طے کیا کہ اپنے قدیم مساکن کو خیرباد کہدیں اور اولنتھوس میں جاکر آباد ہو جائیں۔ مگر اولنتھوس نے اونکو خوشی سے قبول نہ کیا اور وہ بولیے جھیل پر مقدونیہ کے زیر سایہ آکر آباد ہوگئے۔

بجائے اسکے کہ باغی شہروں کے خلاف ایتھنز ہی کوئی مہم سر کریں انھوں نے اپنی فوج ان باغیوں کے بشدت پناہ پردکاس کے طرف روانہ کی۔ دوسری طرف کورنتھ نے ارستیوس ولد ادیمانتوس کی کمان میں ۱۶۰۰ ہوپلیت اور ۴۰۰ ہلکے ہتیار والے رضاکار اور اجیر سپاہی بھیجے۔ جب ایتھنز کو پوتی دیہ کی بغاوت کی خبر ہوئی تو اسنے دو ہزار ہوپلیت اور چار جنگی جہاز کالیاس اور چار اور افسروں کی ماتحتی میں کالکدیس روانہ کیئے اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ ایتھنزیوں نے تھرمے پر (جسکا بعد میں تھسالونیکا نام پڑگیا) قبضہ کرکے خود مقدونوی پایہ تخت پیدنا کو محصور کرلیا ہے۔ جب افسروں کو ان نمایاں کامیابیوں کا علم ہوا تو انھوں نے مشورہ کرکے یہ تصفیہ کیا کہ ایتھنز کے لیئے سیاسی بساط میں کچھ تبدیلی پیدا ہوجانا ہی بہتر ہے اور یہ سوچکر پردکاس کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا۔ اور چونکہ مقدونی

سوار اور تین ہزار ہوپلیت لیکر پوتی دیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر قبل اسکے کہ اس مہم میں کچھ کیا جا سکے پردِکاس دفعتہً پوتیدیہ کا طرفدار ہوگیا اور وہاں کے سواروں کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حکمت عملی کے اس تبدیلی کی دو ہی وجوہ ہوسکتے ہیں۔ یا تو پردکاس خیلقوس اور ایتھنز کی باہمی دوستی کو اپنے لیئے خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا ورنہ ممکن ہے کہ ابتدا ہی میں اسکا مقصد صرف یہ ہو کہ کسی نہ کسی طرح سے وہ اثر زائل کردے جو ایتھنزیوں کا پیدا ہوگیا تھا۔ وجہ خواہ کچھ ہی ہو اب اسکا اور اسکے حلیفوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایتھنزیوں پر دو طرف یعنی اولنتھوس اور پوتیدیہ کی سمتوں سے حملہ کریں اور انکی فوج کو تباہ کردیں مگر جو جوش و خروش ابتدا میں انکی صفوں میں تھا وہ بہت جلد ٹھنڈا ہوگیا اور جس فوج کو اولنتھوس کی طرف سے حملہ کرنے پر مقرر کیا تھا اسنے صرف اسی پر کفایت کی کہ ایک ٹیلے پر سے لڑائی کا معائنہ کرے تاکہ عین وقت پر آکر جنگ میں شریک ہوکر سستی شہرت مول لے۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پوتیدیہ کے حملہ آور تنہا رہ گئے اور انھیں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا اور ارستیوس کو شہر پوتیدیہ بھاگ جانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ واضح ہو کہ یہی وہ معرکہ تھا جسمیں خود ایتھنزی سپہ سالار کالیاس کام آیا اور جسمیں حکیم سقراط نے الکبیادیس کی جان بچائی[۳]۔ اب ایتھنز سے کمک بھی آپہنچی اور ایتھنزیوں نے پوتیدیہ کو چاروں طرف سے محصور کرلیا۔ ارستیوس پیلوپونیز سے فوج لانے کے بہانے یہاں سے چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا اور اسوقت تک برابر کالکدیس ہی میں رہا جب فورمیوں کی پیشوائی میں ایتھنزی اس ضلع میں لڑ رہے تھے۔

اب کورنتھی یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ ایتھنزیوں کی برابری نہیں کرسکتے اور کسی مددگار کو چاروں طرف اس خیال سے ڈھونڈنے لگے کہ ایتھنز کے خلاف تمام پیلوپونیزی ایک کو کھڑا کردیں۔ ایک طرف تو آئی گینا کے باشندے

---

[۳] مجموعہ نوشتہائے قدیمہ ۱، ۴۴۲ میں اس منظوم کتبے کی نقل ہے جو مقتول ایتھنزیوں کی قبر و نیز لگایا گیا تھا۔

محض مجبوراً ایتھنز کا ساتھ دے رہے تھے اور پوتیدیہ کی آگ بھڑکانے میں خفیہ طور سے مدد کر رہے تھا اور دوسری طرف غالباً موسم گرما ۴۳۲ق م میں ایتھنز نے مگارا کے باشندوں کو ایک تجویز عوام سے ایتھنز کی بازاروں اور بندرگاہوں سے نکال دیا تھا اور اب مگاری علی الاعلان ایتھنز کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے[1] یوں تو ایتھنز اور مگارا میں زمانہ قدیم ہی سے مناقشے برپا رہتے تھے مگر وہ قعر جو دونوں ریاستوں کے درمیان تھا اسوقت سے اور بھی وسیع ہو گیا جب سیبوتا کی لڑائی میں مگاریوں نے شرکت کی۔ اور اگر ایتھنزیوں نے اپنے دشمنوں کا اپنی سلطنت کے بازاروں سے اخراج کر دیا تو یقیناً وہ مورد الزام نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر

[1] الرخ کی کتاب "مگاری پنسے فرنا" (ہمبرگ ۱۸۳۰ء) کا مقابلہ ڈنکر (۹، ۳۲۹) سے کیا جائے گ، ہرتسبرگ ("تاریخ یونان ورومہ" برلن ۱۸۷۹ء - ۱، ۲۹۵) کہتا ہے کہ حریف کی تجارت کو تباہ کرنا ان طاقتور اسلحہ میں سے تھا جو جمہوریہ وینس اپنے حکومت یونان کے دور میں استعمال کیا کرتی تھی۔

اسطوفانیس اپنے ناٹک موسومہ "اکارنیان" (۱، ۵۲۰) میں اسپازیہ کی بدکاری کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مگاری اسپازیہ کو لیکر بھاگ گئے۔ مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسی قسم کے بہت سے قصے جنکے صدق وکذب کا ہمیں مطلق علم نہیں باشندگان ایتھنز کی تفریح کیلئے مرتب کئے جاتے تھے۔ اور اس جگہ مثال کی طور پر ایسے افسانوں کا ذکر بے موقع نہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ پی ستراتوس یا سولن کے زمانے کے لڑائیوں میں مگاری چند ایتھنزی عورتوں کو اپنے ساتھ بھگائے گئے تھے اور اسی طرح اس واقعے کے بہت عرصے کے بعد پیلاگی قوم نے براؤرون کی چند عورتوں کو اپنے ساتھ فرار کر دیا اور ایک روایت کے بموجب براؤرون کی دیونیسیا کے میلے کے موقع پر اکثر مرتبہ لوگ شراب پی پی کر عورتوں کو بھگائے جاتے تھے اور انسے بدکاریاں کرتے تھے لہٰذا وجوہ عورتوں کے بھگائے جانے کے الزامات اور ان افسانوں کا تماشہ گاہ پر لایا جانا اٹیکا کیلئے کوئی نئی بات نہ تھی اور ایسے سوانگوں کے سلسلے میں اسپازیہ کا نام بھی شامل کر لیا جاتا تو حاضرین یقیناً محظوظ ہوتے۔ اب علمائے قدیم آئے اور انھوں نے اس افسانے کو تاریخی جامہ پہنا دیا۔

یونانی خیال کے مطابق جو شرکت مگاریوں نے سیبوتا کی لڑائی میں کی تھی وہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کریں اور محض اس امداد سے ایتھنزیوں کا یہ استدلال کہ مگاری انکے دشمن تھے صریح غلطی تھی۔ بدیں وجہ ایتھنز کو کوئی اور بہانہ تلاش کرنا ضروری تھا۔ اور اب انھوں نے یہ معلوم کیا کہ مگاریوں نے نہ صرف ایسی اراضی کی کاشت کی تھی جو الیوسس کے دیوتا کی ملک تھی بلکہ کچھ متنازعہ فیہ سرحدی اراضی پر بھی تبعند کر لیا تھا اور ایتھنز کے مفرور غلاموں کو اپنی حمایت میں لے لیا تھا۔ یہ الزامات لگانے سے ایتھنزیوں کا مقصد یہ تھا کہ یونانیوں کی نظر میں دونوں کی باہمی عداوت پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے، ممکن ہے کہ یہ واقعات ایک حد تک صحیح بھی ہوں مگر ایتھنزی احکام سے مگارا کی تجارت کو سخت صدمہ پہنچا تھا اور اب اسکا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔

چونکہ چند ایتھنزی ایلچی اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں اسپارٹی لوگوں کی تقریریں سننے اور انکا جواب دینے کی اجازت دیتے تھے اسلئے جسقدر امید تھی اس سے زیادہ مدلل و مفصل طور سے اسپارٹا میں ایتھنز کے خلاف شکایتوں اور الزاموں کے متعلق گفت و شنود ہوتی رہی، طوسی دیدش کہتا ہے کہ یہ ایلچی محض اتفاقاً اسپارٹا میں موجود تھے اور انھیں کسی اہم مسئلے پر رائے زنی کی اجازت نہ تھی، مگر اس موقع پر بھی گفت و شنود غالباً اتنے سیدھے سادھے طریقے سے نہ ہوئی ہوگی جیسا وہ فرض کر لیتا ہے بلکہ گفتگو سے قبل خفیہ بات چیت بھی ضرور ہوئی ہوگی اور ایتھنزیوں نے اپنے قائم مقاموں کو ان مسائل کے متعلق پوری ہدایتیں کردی ہونگی جنکے پیش ہونے کی انھیں امید تھی۔ اسمیں بھی شبہ نہیں کہ جو تقریریں طوسی دیدش سفیروں کی طرف منسوب کرتا ہے ان میں وہ الفاظ استعمال نہ کئے گئے ہونگے جو اسکی کتاب میں دئیے ہوئے ہیں۔ بلکہ در اصل اسکا بیان ان تمام خفیہ اور علانیہ دلائل و استدلال کا ملخص ہے جو فریقین کیجانب سے پیش کی گئیں۔[۵]

[۵] اس موقع پر ایتھنزی ایلچیوں نے یہ اعلان کیا کہ ایتھنز جملہ امور کے متعلق پنچایت کرنے پر آمادہ ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں ضرور مملکت کی جانب سے یہ ہدایت ہوگی۔

کورنتھی اسکے ثبوت کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ایتھنز یوں نے بین قومی قانون کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ کورکائرا اور پوتیدیہ کی طرف ایتھنز کی دست درازی سے آئندہ کیلئے بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اسپارٹا کا جوش بڑھانے کیلئے وہ اسکی تعویقانہ کارروائیوں پر اسے مطعون کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسکے مقابلے میں ایتھنزی پھر بھی بھاری بھرکم ہیں اور انہیں چلت پھرت کی ممتاز خصوصیت ہے۔ اس امتیاز کو نمایاں کرنے کی غرض سے وہ دونوں اقوام کے عام خصوصیات کا تجزیہ اور تفصیل بیان کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یا تو اسپارٹا ایتھنز پر حملہ کرے ورنہ کورنتھ اسپارٹی لیگ سے علحدہ ہو جائے یا مجبور ہو جائیگا۔ اسکے جواب میں ایتھنزی ایلچی بعض قانونی مسائل کا اعادہ کرنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ ابتدا ہی میں وہ ایتھنز کی تعریف و توصیف کرکے ایتھنزی کارنامہائے جنگ ایران پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نازک زمانے میں اسپارٹا نے ہرگز ایتھنز کے برابر یونان کی خدمتیں انجام نہیں دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایتھنز سے لوگ صرف اسلیئے متنفر ہیں کہ اسنے اپنی لیگ کے اراکین میں سیادت کا مرتبہ حاصل کرلیا ہے مگر یہ سیادت تو خود اسپارٹا نے اپنی ہی خواہش سے ایتھنز کے سپرد کی ہے اور اگر دونوں کی صورت حال یکساں ہو تو یقیناً اسپارٹا کو بھی اسی قسم کے اہتمام کیلئے تیار ہونا پڑیگا اسلیئے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ طاقتور اپنے احکام میں حق و ناحق کا خیال نہیں کرتا اور فطرت اسی کی متقاضی ہے کہ انسان اپنے برابر والوں کے دعوے ماننے کیلئے اتنی آسانی سے تیار نہیں ہوتا جتنی ایک قوی دشمن کی اطاعت کرنے کیلئے[1] اسپارٹا کو خوب سوچ سمجھ کر ایسے جھگڑوں میں شریک ہونا چاہیئے جسمیں امور تنقیح طلب کا پتا ہی نہ ہو۔ بہرحال ایتھنز گفت و شنود کرنے اور پنچایت کے اصول کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے۔

اکثر اسپارٹی اصولاً جنگ کے مؤید تھے مگر شاہ آرکی داموس کے خیال میں

---

[1] طوسی دیدش ۱ ، ۷۶۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اور اسکے بعد ساموسی گفت و شنود کے موقع پر طوسی دیدش نے فارقلیس پر اظہار ناراضی کیا ہے۔

موجودہ موقعہ ایتھنز سے لڑنے کیلئے مناسب نہ تھا۔ اسنے کہا کہ ایتھنزی قوت واقتدار کادارومدار اس کے بیڑے اور اسکے روپے پر ہے اور ان دونوں کے مہیا کرنے میں یقیناً اسپارٹا کو زمانہ دراز درکار ہوگا جسکے بغیر اسپارٹی کسی طرح ایتھنزیوں کو ہتیار ڈالنے پر مجبور نہیں کرسکتے۔ اس لیئے بہتر ہے کہ وہ آہستہ آہستہ جنگ کی تیاری میں مشغول ہوجائیں۔ اور اسمیں شبہ نہیں کہ اگر جنگ دو تین سال تک ملتوی رہی تو وہ انہی تیاری کرلینگے کہ اسکے بعد جنگ کا نتیجہ بالکل مختلف ہوگا چونکہ جنگ کا دارومدار مادی سرمائے پر ہے اسلیئے ہمیں محض التوائے جنگ سے ہرگز شرمانا نہ چاہیئے۔ دراصل وہی حزم واحتیاط جسکا الزام کو تھی ہم پر رکھتے ہیں ہماری قوت کا حقیقی رازہے۔ ان وجوہ سے مناسب ہے کہ بالفعل ہم ایتھنزیوں کو یہ کہکے ٹال دیں کہ وہ ہمارے حلیفوں کے ساتھ انصاف سے پیش آئیں۔

آرکی داموس کے بعد ایفور ستھنیلائداس کھڑا ہوا اور اسنے نہایت ایماندار ی اور بیباکی سے آرکیداموس کے دلائل کا جواب دیا۔ اسنے کہا کہ ایتھنزیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش تک نہیں کی کہ انپر غلط الزام لگایا گیا ہے اسپارٹا کی عزت ووقار کو ملحوظ رکھکر صرف ایک بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ جنگ ہے۔ اس تقریر کے بعد اس نے حاضرین سے بہ آواز بلند رائے لی کہ لڑائی کا اعلان کیا جائے یا نہیں۔ جو واقعات اس رائے زنی کے بعد پیش آئے اسکا ہمیں پوری طور پر علم نہیں ہے اسلیئے کہ طوسی ڈیڈس کا بیان بالکل ناکافی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ محض آواز سے کوئی بات قطعی طور پر طے نہیں ہوئی۔ بہرحال ایفور مذکور الصدر نے تمام بقیہ کارروائی کو نظر انداز کردیا اور لوگوں سے نام بنام رائے دینے کیلیئے درخواست کی۔ مگر بجائے مسئلہ جنگ پیش کرنے کے اب سوال کا پیرایہ بدل دیا اور جو سوال پیش کیا وہ صرف یہ تھا کہ آیا ایتھنز نے صلحناموں کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں اور وہ برسر ناحق ہے یا نہیں۔ ایسے سوال کا جواب نفی میں دینے کیلیئے جس سادگی کی ضرورت تھی وہ ہرگز اسپارٹیوں میں موجود نہ تھی اسلیئے ستھنیلائداس کو کثرت رائے کا گویا پہلے ہی سے یقین تھا۔ اور جب اکثریتہ یہ قرار پاگیا کہ ایتھنز غلط راستے پر تھا تو پھر جب اسپارٹا کی تیاریاں تکمیل کو پہنچ جاتیں

اسی وقت لڑائی چھیڑ دینے میں کسی قسم کی قباحت نہوگی رائے دینے کے وقت اسپارٹیوں نے یہ نہیں سوچا کہ انسے جنگ و صلح کے متعلق پوچھا ہی نہیں گیا اور قرارداد صرف یہ تھی کہ اتھنز نے صلحناموں کے خلاف ورزی کی ہے۔ اب ایفوروں نے یہ حکم دیا کہ اسپارٹا کے حلیف بھی اپنی رائے اسپارٹا ہی میں ظاہر کریں۔ اور اس سے جنگ کی امید میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ اس یقین کو اور بھی قوی کرنے کی غرض سے دیلفی کے دیوتا سے تفاول کیا گیا اور وہاں سے وہی جواب ملا جسکی تمام اسپارٹیوں کو قوی امید تھی یعنی یہ کہ خواہ اس سے مدد طلب کیجائے یا نہیں وہ اسپارٹا کا ضرور ہی ساتھ دیگا۔ اگر یہ ہی دیوتا ہومر کے عہد کا کوئی دیوتا ہوتا اور تفاول سنہ ۴۳۲ ق م سے پیشتر کیا جاتا تو یقیناً ہر شخص اتھنز کے طاعون کو اسی دیوتا کے غیض و غضب کی طرف منسوب کرتا۔ مگر اب وہ زمانہ ہی نہ رہا تھا اور سوال یہ تھا کہ آخر اتھنز سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا تھا جو اس دیوتا کو اسدرجہ ناپسند ہوا۔

مجلس حلفا اسپارٹا ہی میں منعقد ہوئی اور اسمیں کورنتھی ہی جنگ کے سب سے زیادہ خواہاں نظر آئے اسلیئے کہ اس سے انھیں کو دیگر حلفاء سے زیادہ فائدہ پہنچتا تھا۔ انکو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ کہیں انکی چال کھل نہ جائے۔ اسلیئے انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ اندرون ملک (یعنی اسپارٹا) کے باشندوں کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان پر اتھنز کی حکمت عملی کا کوئی اثر نہ پڑیگا۔ اسلیئے اگر ساحلی شہروں (مثلاً کورنتھ) پر دشمن کا قبضہ ہوگیا اور تجارت درآمد و برآمد دونوں مسدود ہوجائینگی (یعنی ملک کو قحط اور افلاس کا سامنا کرنا پڑیگا) اور بالآخر اتھنز کے ساتھ جنگ آزمائی اسدرجہ مایوس کن ہم بھی نہیں جیسا لوگوں کا خیال ہے۔ ہم بہ آسانی تمام جہاز تعمیر کرسکتے ہیں اور اولمپیا اور دیلفی کے مقدس خزانوں سے روپیہ لے سکتے ہیں (جب فوکس کے باشندے اس خیال کو عمل میں لائے تو انکے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا گیا!!)۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اتھنز کی قوت و جبروت کا دارومدار صرف انکے جہازوں اور روپے پر ہے۔ کورنتھیوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ہم اتھنزیوں سے بہادر بھی ہیں (کورنتھی اور اتھنزیوں سے بہادر!!)۔ اور جب ہمارے ہی باپ داداؤں نے یونان کو آزاد کیا تھا تو کیا اب ہم

کسی شہر کو خود سری کی اجازت دینگے؟ اور اگر ہم ایسے شہر سے لڑنے کیلئے آپس میں اتحاد نہ کرلیں تو یقیناً ہم کہیں کے نہ رہینگے اسلیئے کہ بلاشبہ ایتھنز ہم میں سے ہر ایک سے (خود اسپارٹا سے بھی) زیادہ طاقتور ہے۔ کورنتھیوں کے اس مظاہرے کے بعد جنگ کے مسئلے پر رائے لی گئی اور حلیفوں کی کثرت رائے اسکے موافق نکلی۔ مگر چونکہ وہ فی الفور جنگ کیلئے تیار نہ تھے اسلیئے اٹیکا پر پہلا پیلوپونیزی حملہ اس قرارداد سے ٹھیک چھ مہینے بعد ہوا۔

اب فوری تدبیریں کیا اختیار کی جائیں؟ یہ سوال اس لیئے اہم تھا کہ اگر پیلوپونیزی قرارداد کے بعد ہی ایتھنز لڑائی چھیڑ دیتا تو پیلوپونیز کے ساحلی شہر کسی حالت میں اسکی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکتے تھے اور ایتھنز کا یہ فعل قانوناً نہیں تو عملاً بالکل درست ہوتا۔ اس سے محفوظ رہنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ ایتھنز کے ساتھ گفت وشنود کا سلسلہ فوراً شروع کردیا جائے۔ یونانی محض ضابطہ پر کاربند ہوتے اور الفاظ قانون کے تتبع کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اور اسی اصول کو ملحوظ رکھکر پیلوپونیزیوں کی طرف سے یہ دلیل پیش کی گئی کہ جنگ کی قرارداد ان کا اپنا خانگی معاملہ تھا اور جب تک اسکی باضابطہ اطلاع ایتھنز کو روانہ نہ کی جائے اسوقت تک انھیں اس سے انکار کرنے کا پورا حق تھا۔ نظر بصورت حال مفصلہ بالا ایتھنز کی بہتری اس میں تھی کہ جنگ فوراً شروع کردی جائے تاکہ دشمن کو جنگی تیاریوں کی فرصت ہی نہ ملے اور اسے یہ چاہیئے تھا کہ فوراً اسپارٹا کو ایک پیغام آخری روانہ کردیتا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ فارقلیس میں فریڈرک اعظم شاہ پروشیہ کی سی تنومندی نہ تھی۔ اسنے دشمن کے مطالبات کا انتظار کیا۔ اور باہمی گفت وشنود میں جو وقت ضائع ہوا اس سے دشمن کو گونہ فائدہ پہنچا اور اسے جنگ کی تیاریاں کرنے کا وقت مل گیا۔

جو مطالبات اسپارٹیوں نے ایتھنز روانہ کئے وہ اسدرجہ خلاف انصاف تھے کہ ایتھنز انھیں کسی حالت میں منظور نہیں کرسکتا تھا۔ مگر چونکہ وہ روانہ کردیئے گئے تھے اسلیئے ایتھنز کو اسکا جواب دینا لازم تھا اور اس پیام رسانی میں جو وقت صرف ہوا وہ اسپارٹا کی تیاری کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوا۔ پہلا مطالبہ

اور یہ تھا کہ ایتھنز کیلون کے ساتھیوں کے قتل عام کا کفارہ دیں جس کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ اس مطالبے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنز کیلون کے مخالفوں یعنی الکمیونی فارقلیس کو جلا وطن کر دیں۔ یونان کے عام رواج کے مطابق دشمن کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ مکر و فریب میں اپنے مخالف سے بڑھ جائے اور اس مطالبے کا ایتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ پہلے اسپارٹی تیناروں اور ایتھینے خالکیوئکس کے دو گناہوں کا کفارہ تو دے لیں جو ہیلوتوں کے قتل عام اور پوسانیاس کی موت سے انپر واجب ہوا تھا۔ ان جوابوں سے بظاہر تو اسپارٹیوں کو خود اپنے ہی اسلحہ سے شکست ہوگئی مگر در اصل اس بیکار گفتگو سے انھیں جنگی تیاریوں کیلئے بہت وقت مل گیا۔ اب اسپارٹی نفس مطلب پر آگئے اور پوتی دیہ اور ائی گینا کی آزادی اور مگاری تجویز عوام کے استرداد کا مطالبہ کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ ایتھنز نے اس مطالبے کو بھی نامنظور کر دیا۔ مگر ابھی اپنی تیاریاں مکمل کرنے کیلئے اسپارٹا کو تھوڑا اسا وقت اور درکار تھا اسلیئے اسنے ایک اور سفارت بسرکردگی رامفیوس ملی سپوس اور اگے ساندر ایتھنز روانہ کی تاکہ ایتھنز سے اسکی لیگ کی برخاستگی کیلئے کہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مطالبہ پوتیدیہ اور آئی گینا والے مطالبے سے بھی کہیں زیادہ سخت تھا۔ اسپر ایتھنز میں عوام کا ایک جلسہ ہوا جسمیں مختلف شہریوں نے مختلف جذبات کا اظہار کیا اور بعض نے کہا کہ اسپارٹیوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر مگاری تجویز واپس لے لی گئی تو وہ راضی ہو جائینگے اس لیئے بہتر ہے کہ یہ تجویز مسترد کر دیجائے۔ مگر مشکل یہ آپڑی کہ فارقلیس کسی قسم کی اطاعت کے قطعاً مخالف تھا۔ اسنے کہا کہ اسپارٹا کے مطالبات میں روزافزوں ترقی ہو رہی ہے اور اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کی توہین و تذلیل ہی اسکا تنہا مقصد ہے۔ اور اسمیں مطلق شبہ نہیں کہ اگر ایتھنز نے مگارا کے معاملے میں سر خم کیا تو اسکے سوا اور مطالبات پیش کئے جائینگے۔ بوجوہات متذکرہ یہ ظاہر ہے کہ اسپارٹا کے ساتھ جنگ ضرور ہوتی ہے اور ایتھنز کو اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسپارٹا کے حلیف خود مختار ہیں اور انکے اور اسپارٹا کے حقوق بالکل برابر کے ہیں اسلیئے وہ اسپارٹا کو اپنا اتالیق تسلیم

کرنے کیلیئے تیار نہیں ہے[۱]+ اس کے عکس ایتھنز کے پاس روپیہ اور جہاز ہیں۔ بدیں وجہ پیلوپونیزیوں کی حالت کچھ اچھی نہیں ہے + یہ سچ ہے کہ پیلوپونیزی اٹیکا پر چھاپہ ماریںگے مگر ہم کم از کم اسیقدر آسانی سے خود دشمن کے سواحل پر اپنے جہازوں سے حملہ کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ پیلوپونیزی اتنی جلد بیڑا تعمیر نہیں کر سکتے اسلیئے انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا + یہاں طوسی ویدیش ان دلائل کا جواب دیتا ہے جو اسکے نزدیک کورنتھ کی جانب سے اسپارٹی مجلس میں پیش کئے گئے تھے اور فارقلیس کی زبانی کہتا ہے کہ اگر پیلوپونیزی اولمپیا اور ڈیلفی کے خزانوں پر بھی قبضہ کرلیں پھر بھی وہ اس روپیے کو کسی مفید کام میں خرچ نہیں کر سکتے اسلیئے کہ اول تو انھیں ملاحوں کی ضرورت ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہم میں سے وہ بہت سے افراد کو اپنا طرفدار اسلیئے نہیں بنا سکتے کہ ہمارے حلیف شہروں کے باشندے خود اپنے ہی شہروں کے خلاف لڑنا پسند نہ کرینگے۔ دوسرے ہمارے جہازوں کے جتنے ناخدا ہیں وہ سب ایتھنزی ہی ہیں اور وہ کسی حالت میں دشمن سے میل گوارا نہ کرینگے + (یہاں طوسی ویدیش یہ بھول جاتا ہے کہ خود کورنتھ ہی میں نہایت آسانی سے ملاح اور ناخدا مہیا ہو سکتے تھے) + بالفرض اگر اٹیکا بھی تاراج کر دیا جائے پھر بھی ایتھنز کے قبضے میں بہت سے جزیرے اور ساحلی اراضی رہ جاتی ہے اور اگر خود اٹیکا جزیرہ ہی ہوتا تو یقیناً وہ ناقابل تسخیر ہوتا اور بہتر تو یہ ہے کہ تمام اٹیکا خالی کر دیا جائے اور ایتھنز کی حیثیت بالکل ایک جزیرے کی سی کر دیجائے + ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی صورت اور حالت میں ہمیں بری لڑائی نہ لڑنا چاہیئے اسلیئے اگر ہم ایسا کرینگے تو جو کچھ ہمارے پاس ہے اسکے بھی ہاتھ سے چلے جانے کا خطرہ ہے + آدمی ملک اور اراضی کیلیئے نہیں پیدا کیئے گئے بلکہ ملک اور اراضی انسانوں کیلیئے ہے۔ اور اگر آپ لوگ

[۱] طوسی ویدیش ۱' ۱۴۱ "مساوی آلاراء" + جن حلیفوں کے حقوق اور حیثیت ایک ہی ہوتی تھی وہ زمانۂ قدیم میں زیادہ کارآمد نہ ہوتے تھے + اسلیئے کہ جب چاہتے وہ مخالفے سے علیحدگی اختیار کرلیتے۔ اور ایتھنزیوں کی خودسری ایک حد تک عام مفاد کے مطابق تھی +

میرا کہنا مانیں تو میری تو خواہش یہ ہے کہ آپ خود اپنا ملک تاراج کر دیں۔ لہذا ہمیں جنگ کیلئے تیار رہنا چاہیئے مگر اپنی عزت و وقار قائم رکھنے کیلئے ہمیں پنچایت کا اصول بھی مان لینا بہتر ہوگا ۔ ایک بات یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اس جنگ میں ہمیں اپنے مقبوضات وسیع کرنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے اور ہمیشہ اپنے آباو اجداد کی یاد تازہ رکھنی چاہیئے جنھوں نے اس سے بھی زیادہ مشکلات کا سامنا کرکے ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔ ان ہی امور کو مدنظر رکھکر جواب لکھا گیا اور جوابی تحریکات کو منسلک کرکے اسپارٹی سفرا کے حوالے کر دیا گیا ۔ اب گفت و شنود ختم ہوئی اور فریقین جنگ کی تیاری میں کلیتہً مصروف ہوگئے ۔

اسپارٹی جنگ پہ تلے ہوئے تھے اور جنگ لابد تھی۔ ان کے تازہ مطالبات میں ایتھنز کے کسی مفروضہ گناہ کا ذکر نہ تھا بلکہ اس سے سیدھی سادی درخواست یہ کی گئی تھی کہ اپنی لیگ کو برخاست کر دے ۔ اور ایتھنز کے لئے فوجی عمل کے سوا اب کیا چارہ کار باقی تھا ۔ اسکے سوا یہ باور کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ جنگ میں اسپارٹیوں کو کامیابی ہوگی ۔ اسلیئے کہ اس سے قبل بھی انھیں دونوں میں میدان کارزار گرم رہ چکا تھا۔ اور حق تو یہ ہے کہ اسکی جو حالت سی سالہ امن سے پیشتر تھی اس سے یقیناً اسکی موجودہ حالت بہتر ہی تھی اسلیئے کہ اول تو اب اسکا دست نگر کوئی بڑی مقبوضہ نہ تھا اور دوسرے اسکی مدد کیلئے اب کورکارا کا بیڑا موجود تھا ان تمام امور کو مدنظر رکھکر ایتھنز کو کیا ضرورت تھی کہ اگر عزت کے ساتھ جنگ سے نہ بچ سکے تو اسمیں شامل ہونے سے بے کار خوفزدہ ہو ۔

جنگ کی ابتدا میں فریقین کی حالت کا نہایت عمدگی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ایک طرف نہایت طاقتور فوج اور دوسرے جانب ایک با اثر بیڑہ تھا۔ اسپارٹا کی ماتحت ایک بڑی بڑی لیگ اور ایتھنز کی ایک عظیم الشان بحری سلطنت تھی جو سواحل اور جزائر پر مشتمل تھی ۔ قریبًا سب اسپارٹی مزارعین اور قریبًا تمام ایتھنزی تجار اور اہل معاملہ تھے ۔ اسپارٹی دیہات اور ایتھنزی بلدیات کے باشندے تھے ۔ اگر (پچھلی صدی کے آخری دور میں) روس اور انگلستان کے درمیان لڑائی ہوتی ہوتی تو صورت حال قریب قریب ویسی ہی ہوتی جو جنگ پیلوپونیز کی ابتدا میں تھی

مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اٹیکا انگلستان کی طرح پانی سے گھرا ہوا نہ تھا اور بہ نسبت انگلستان کے اسکی حالت ہالینڈ سے زیادہ مشابہ تھی جب موخر الذکر ملک کو پہلے اسپین سے اور پھر فرانس سے لڑنا پڑا۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ابتدا ہی سے فارقلیس کی امید تھی کہ اگر پیلو پونیزیوں نے اٹیکا پر حملہ کیا تو یقیناً انھیں ناکامی ہوگی۔ یہ امید اس حد تک پوری ہوتی نظر آتی تھی کہ کبھی نہ کبھی پیلوپونیزیوں کو یہ معلوم ہونا لابد تھا کہ وہ شہر ایتھنز کو کسی حالت میں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور اس میں بھی شبہ نہ تھا کہ اگر دوران جنگ میں کسی غیر مرئی وجوہ سے ایتھنز بالکل ہی زیر نہ ہو گیا تو ایتھنز کی کامیابی کے مادی اسباب یقیناً بار آور ہوتے۔[1] اسکے علاوہ

---

[1] اصولاً تاریخ کا دارومدار واقعات کی فہرستوں پر ہونا چاہیئے۔ مگر مورخ اگر وقتاً فوقتاً اس دلچسپی کا اظہار بھی کرے جو اسے اپنے مضمون میں ہے تو یقیناً اسمیں کوئی مادی حرج نہیں ہوسکتا۔ اسپارٹا کی روایات اور اسکی فطری خصوصیات کے مطابق جب وہ ایتھنز پر غالب ہوگیا پھر بھی اسے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسپارٹا کی فتح کی وجہ سے دنیا کو گو نہ نقصان ہی پہنچا۔ ایتھنز کبھی اسپارٹا کے اقتدار کو نیست ونابود کیا توڑ بھی نہیں کرسکتا تھا۔ پھر اسپارٹا کو جنگ آزمائی کی صرف یہ حاجت تھی کہ کورنتھ کی مادی ضروریات پوری ہوسکیں ایونیائیوں اور دوریانیوں میں جو نسلی امتیاز تھا وہ ضرور اس جنگ میں ممد ومعاون ہوا ہوگا۔ مگر محض یہی وجہ جنگ کیلیئے کافی نہ تھی اسلیئے کہ یونان میں بہ نسبت غیروں کے ہم نسل ہمسایوں میں ایک دوسرے سے زیادہ دشمنی اور رقابت تھی۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ تھیبز اور کورنتھ کے باشندے ایتھنز کے سب سے سخت دشمن تھے۔ انیں تھیبزی تو دوریانی النسل تھے ہی نہیں اور اگر اسپارٹا کو دوریانی خصوصیات کا نمونہ قرار دیا جائے تو کورنتھیوں کی خصوصیتیں ہرگز دوریانی نہ تھیں۔ دراصل تجارتی بغض وحسد ہی ایتھنز کی بربادی کا باعث ہوا۔ کورنتھ کی یہ خواہش کہ وہ اپنی تجارت دیار مغرب میں آزادی کیساتھ جاری رکھ سکے اصل میں اسپارٹا کے زوال کا باعث تھا۔

کرٹیس نے سچ کہا ہے کہ کورنتھ کی نوآبادیوں کا چھٹی صدی ق م تک پتا چلتا ہے اور اسکے اس اقتدار میں کورکائرا ہمیشہ رخنہ انداز رہتا تھا۔ مگر جب کورکائرا اور

دو اور امر کامیابی کیلئے لازمی تھے - یعنی ایتھنز یوں کی قابلیت اور انکی قسمت کی یاوری اسلئے کہ ایتھنز کی شہری بیرونی حملوں سے اسقدر محفوظ نہ تھے جتنا فارقلیس نے سمجھ رکھا تھا - اور خود پیلو پونیز یوں میں فن ملاحی کی قابلیت موجود تھی اور انکے لیئے ایک نفیس بیڑا تیار کرنے میں کوئی امر مانع نہ تھا - اسکے برعکس طوسی دیدیش کی روایت کے بموجب فارقلیس نے ایتھنز کی جمعیت عوام کے سامنے یہ اظہار کیا کہ ایسا بیڑا نہایت مشکل سے تیار ہوگا اسلیئے کہ خود ایتھنز کو اپنا بیڑا تیار کرنے میں پچاس سال کا عرصہ لگ گیا - ایتھنز کی جمعیت عوام کے ارکین کو فارقلیس کا یہ خیال یقیناً دلخوش کن معلوم ہوا ہوگا مگر افسوس ہے کہ اسکا مدار واقعات اور حالات پر نہ تھا - جب سیراکیوز کو ایتھنز یوں نے چاروں طرف سے محصور کر لیا تو اسنے اسی حالت میں دو سال کی قلیل مدت میں اپنا بیڑا آراستہ کیا جسنے ایتھنز کے حملہ آوروں کو شکست دی - اور جنگ پیلو پونیز میں جب بالآخر ایتھنز یوں کے اعدا نے انھیں مغلوب کیا تو وہ بھی اس نوساختہ بیڑے ہی کا کرشمہ تھا جسکا فارقلیس بطلان کر رہا تھا - لہذا ایک بری اور ایک بحری دولت کا مقابلہ اور بحری دولت ایسی جو ناقابل تسخیر ہو اور ہمیشہ اپنے دشمن کے چنگل سے نکل جائے ضرور ہوسکتا تھا مگر یہ صورت حال مستقل نہ تھی - مگر اسکے قیام میں یہ شرط تھی کہ کوئی ایسی آفت ارضی و سماوی نہ آئے جس سے اسکی قوت کو صدمہ پہنچے - یہ نازک زمانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - ایتھنز میں اتفاق ہوگیا تو پھر کورنتھ میں قوت برداشت مطلق نہ رہی - اگر ہم نام نہاد جنگ پیلو پونیز کو ایتھنز اور کورنتھ کا خانگی تنازعہ تصور کریں تو اس جنگ کے واقعات میں گونہ مطابقت نظر آئیگی - یہ امر ملحوظ رہنا چاہئے کہ سوا کورنتھ کے ایتھنز ہر فریق سے فیصلے کیلئے آمادہ تھا - جنگ ایران تک کورنتھ اور ائی گینا میں تجارتی رقابت تھی اسی وجہ سے کورنتھ نے ایتھنز کو ائی گینا کے خلاف مدد دی تھی - مگر جب ایتھنز کی قوت و اقتدار میں اضافہ ہوا تو دونوں کے درمیان بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ یہ حسد صریح دشمنی کی صورت میں تبدیل ہوگیا - کورنتھ کو اسوقت تک امن و آرام نصیب نہیں ہوا جبتک لیساندر نے ایتھنز کو بالکل پست نہ کر دیا ؛

اسوقت آپہنچا جب ایتھنز میں طاعون کی وجہ سے وہاں کی آبادی کا بیشتر حصہ فنا ہوگیا اور وہ شخص بھی وبا کی بھینٹ چڑھ گیا جس کے بعد ایسا کوئی نہ تھا جو ایتھنز کو اس نازک حالت سے چھڑا سکے ۔ کامیابی کی دوسری شرط یہ تھی کہ ایتھنزیوں کا جوش اسی حالت پر قائم رہے جیسا ابتدا میں تھا اور جنگ میں جو نقصانات پہنچیں انھیں برداشت کرنے کی قوت برابر قائم رہے ۔ ایسے صحیح قسم کے جوش نے جس سے لوگ اپنے پیشوا کا ہر حالت میں ساتھ دیتے ہیں اور ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہوجاتے ہیں سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی میں ولندیزی آزادی کو بچالیا۔ مگر افسوس ہے کہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں ایتھنز میں یہ جوش موجود ہی نہ تھا اور خود فارقلیس نے بھی جنگ کی رہبری کما حقہ نہیں کی[۹] اگر خاندان آرینج کے بہترین افراد ولندیزیوں کی رہبری نہ کرتے تو اس قوم کی بقا نہایت مشکل ہوجاتی - یہ عام کلیہ ہے کہ عظیم الشان خطرات کے موقع پر تھوڑے زمانے کیلئے مطلق العنان حاکم لابد ہوتے ہیں - اور فارقلیس کی موت کے بعد ایتھنز ی فوج کی حالت بالکل ایک غیر منتظم انبوہ کی سی ہوگئی جنہیں فوری اثرات کی زد میں آجانے اور عین دوران جنگ میں خطرناک مہمات میں در آنے کی خاص قابلیت تھی ۔ اس عام تبصرے کے بعد اب وقت آگیا ہے کہ ہم رفتہ رفتہ ان عناصر پر نظر ڈالیں جو دراصل یونانی تاریخ تمدن کے اجزا ہیں اور جنکے سبب سے آخرکار

۹۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایتھنز کی بعض ابتدائی مہمات (مثلاً میگارا کے حملے) میں سنجیدگی اور پابندی قواعد سے کام نہیں لیا گیا بلکہ ایک حد تک محض سیاسی پہلو لئے ہوئے تھیں انکے ساتھ ہی اسمیں بھی شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی اٹیکا کے حملوں کا رتبہ بھی کچھ اس سے برتر نہ تھا اور دونوں فریق یہ چاہتے تھے کہ وہ اسوقت تک باضابطہ جنگ میں شریک نہوں جبتک وہ دشمن سے بہتر فوج میدان جنگ میں نہ لاسکیں ۔ مگر ان سب باتوں کا لحاظ کرنے کے بعد بھی ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فارقلیس کو اسوقت کارہائے نمایاں دکھانے تھے جب وہ خاص ارض پیلوپونیز پر حملہ آور ہوا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے میدان جنگ میں ضرورت وقت سے زیادہ انسانوں کی جانوں کا خیال تھا ۔

ایتھنز کو زوال ہو گیا۔

آغاز جنگ میں دونوں فریقوں سے غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اوّل تو محض کورنتھ کے تجارتی بغض و حسد کی وجہ سے پیلوپونیزیوں کو ایتھنزیوں پر حملہ آور نہ ہونا چاہیئے تھا اور جب وہ میدان میں آ گئے تو انھیں یہ معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ ایتھنز۔ اسپارٹا کو مستقل طور سے نقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔ اسی طرح جنگ میں ایتھنزی مجبوراً شامل ہوئے تھے اسلیئے انھیں اسمیں نہایت ہوشیاری اور دور اندیشی سے شریک ہونا چاہیئے تھا۔ ظاہری صورت حال کا نتیجہ تو یہ ہوتا کہ آیندہ چوتھی صدی ق م کی طرح بالآخر ایتھنز۔ اور اسپارٹا دونوں کی حیثیت بالکل مساویانہ رہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اکثر مرتبہ مملکتیں محض فوری اور وقتی جذبے کے اثر میں آجاتی ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتیں۔

لڑائی جس سرعت کیساتھ شروع ہوئی اسکا اصل سبب فریقین کا غیظ و غضب تھا۔ مارچ ۴۳۱ ق م میں تھیبز کے تین سو سپاہیوں نے یوتارخو کی سرکردگی میں ایتھنز کے حلیف پلاٹیہ پر اسلیئے حملہ کیا کہ وہ اس شہر کی وفاداری کو گزند پہنچائیں۔ حملہ آوروں کو پلاٹیہ کے چند باشندوں نے جو ایتھنزی اقتدار کے مخالف تھے شہر میں داخل کر لیا اور انھوں نے شہر کے چوک کو اپنا مستقر قرار دیا اب اگر تھیبزی فوراً ایتھنز کے خیر خواہوں کو گرفتار کر لیتے تو غالباً انکا پلاٹیہ پر قبضہ ہو جاتا۔ مگر بجائے اسکے انھوں نے یہ کوشش کی کہ اس مداخلت کو قانونی حیثیت بخشیں اور ایک اعلان شایع کیا جسمیں انھوں نے پلاٹیہ کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لینے کی ترغیب دی۔ پلاٹیہ والے اس اعلان سے نہایت متعجب ہوئے اور جب انھیں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں تو انھوں نے اپنے مکانوں کی درمیانی دیواریں توڑ ڈالیں اور تھیبزیوں پر ہر چہار طرف سے یعنی راستوں سے مکانوں سے اور چھتوں سے رات کے وقت حملہ کیا۔ اسوقت بارش کیوجہ سے راستوں میں پھسلن تھی اور تھیبزی شہر کے مضافات سے قطعی ناواقف تھے۔ اور جب خود انکے دوستوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو اسکے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ بے تحاشا پلاٹیہ سے

فرار ہوجائیں۔ بعض شہرپناہ سے کود پڑے۔ بعض کو وہ دروازہ ملگیا جس میں سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اور اسے توڑکر وہ شہر سے نکل بھاگے کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے غلطی سے مکانات کے دروازوں کو شہر کے دروازے تصور کیا اور انھیں توڑکر بجائے شہر سے باہر نکلنے کے مکانات میں داخل ہوگئے اور آخرکار اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ جو بھاگ نہ سکتے تھے ہتیار رکھ دیئے۔ ایتھنز نے اپنے حلیفوں کی مدد کیلئے کمک روانہ کی تھی جو دریائے اسوپوس کی طغیانی کے سبب سے پیچھے رہ گئی تھی۔ اور جب یہ سب کچھ ہوچکا تو یہ کمک پلاٹیہ پہنچی اور اسکی وجہ سے پلاٹیہ کے باشندوں کی کمر ہمت مضبوط ہوگئی۔ اہل پلاٹیہ کی ایک تعداد کثیر اسوقت شہرپناہ سے باہر تھی اور یہ خطرہ تھا کہ تھبز والے انھیں گرفتار کرکے بطور یرغمال لیجائینگے۔ اسلیئے فریقین کے درمیان گفت وشنود کا سلسلہ شروع ہوا اور بظاہر یہ قرار پایا کہ پلاٹیہ تھبزی قیدیوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کرے۔ اور اسکے معاوضے میں پلاٹیہ کے شہری جو فصیل سے باہر تھے وہ محفوظ و مامون ہوگئے۔ مگر پلاٹیہ والوں نے ان شرائط پر عمل نہیں کیا اور ان ایک سو اسی قیدیوں کو جنھیں انھوں نے گرفتار کرلیا تھا قتل کردیا۔ اسطرح محض جوش حیوانی سے پلاٹیہ والوں کی انسانیت بھی کالعدم ہوگئی اور چشم تدبر بھی بند ہوگئی اور ان بے دست و پا قیدیوں کے قتل سے انھوں نے تھبز کے ساتھ گفت وشنود اور اپنے دشمن پر دباؤ ڈالنے کا دروازہ گویا بند کردیا۔ جب تھبزی حملے اور انکے قیدیوں کی گرفتاری کا ایتھنز میں علم ہوا تو ایتھنزیوں نے فوراً ایک پیامبر روانہ کیا مگر اسکے پلاٹیہ پہنچنے سے پہلے ہی تھبزی قیدیوں کا قتل عام ہوچکا تھا۔ اسکے بعد ایتھنزی افواج پلاٹیہ روانہ کردی گئیں اور عورتیں اور بچے اور وہ لوگ جنھیں لڑنے کی اہلیت نہ تھی پلاٹیہ سے ایتھنز بلوالیئے گئے۔

اب فریقین نے نہایت زور وشور سے تیاریاں شروع کردیں اور دونوں اپنے حلیفوں کی تعداد میں اضافے کی کوشش کرنے لگے۔ اسپارٹی چاہتے تھے کہ شہنشاہ ایران انکا طرفدار ہوجائے اور اٹلی اور سسلی کے یونانی روپے اور پانچسو سفینۂ جہاز انکے حوالے کردیں۔ مگر مشکل یہ پیش آئی کہ ایران اسوقت بھی ایتھنزیوں کو

عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اسنے اسپارٹا کی استدعا منظور کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اٹلی اور سسلی سے بھی روپیہ اور جہاز آنے کی امید نہ تھی اسلیئے کہ وہاں کے یونانیوں کو اپنے ہی گھر کے معاملات سلجھانے سے فرصت نہ تھی اور محض کورنتھ کے تجارتی حوصلوں کی وجہ سے اپنا نقصان کرنا نہ چاہتے تھے۔ اسکے برعکس ایتھنز یوں کو امید تھی کہ کورکائرا کیفالے نیہ اکارنانیہ اور زاکنتھوس کی مدد سے ہر چہار طرف سے پیلوپونیز پر حملہ ہو سکے گا اور اسپارٹا اور اسکے حلیف مشکلات میں گرفتار ہو جائینگے۔ مگر بہت جلد ایتھنز کو یہ معلوم ہوگیا کہ اسمیں علیحدہ علیحدہ حصص تک کو نقصان پہنچانے کی بہت کم قابلیت ہے۔ جو عجیب و غریب علامات ظہور پذیر ہوئے اور جن شگونوں کا اظہار ہوا انسے ظاہر ہوتا ہے کہ ایتھنز کو اپنی کامیابی کی امید نہایت مبالغہ آمیز تھی۔ عام یونانیوں کی یہ حالت تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ لڑائی تو ضرور ہو مگر وہ الگ تھلگ رہیں۔ اگر وہ کسی کے طرفدار تھے تو اسپارٹا کے اسلیئے کہ اسپارٹا تو ایک سیدھی سادی مملکت تھی جسمیں ہر شخص خصوصاً اسکے حلیف نہایت اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے اور اسکے برخلاف ایتھنز اپنی لیگ کے اراکین پر طرح طرح کے جبر و اشتداد کو روا رکھتا تھا۔ اور عام یونانیوں کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح ایتھنز کو مغلوب کیا جائے مگر اس نصب العین کیلیئے وہ خود کوئی نقصان برداشت کرنے کیلیئے ہرگز تیار نہ تھے۔ طوسی دیدش ان اضلاع اور بلدیات کا شمار کرتا ہے جنھوں نے فریقین کا ساتھ دیا۔ اسپارٹا کے ساتھ سوائے آرگوس اور اکائیا کے تمام پیلوپونیزی ریاستیں تھیں۔ آرگوس تو متواتر ایتھنز کا حلیف رہا۔ اکائیائی بلدیات میں سے شہر پیلینے جو سکیون کا ہمسایہ تھا ابتدا ہی سے دوریائی لیگ کا رکن ہوگیا۔ اور دوسرے بلدیات رفتہ رفتہ اسپارٹا کے تابع ہوگئے۔ جزیرہ نما سے باہر مگارا، بیوتیہ، فوکس، لوکرس، امبریسیہ، لیوکاس، اور انکتوریون اسپارٹا کے طرفدار تھے۔ کورنتھ، مگارا، سکیون، پیلینے، ایلیس، امبریسیہ اور لیوکاس سے جہاز۔ بیوتیہ، فوکس اور لوکرس سے سوار اور دوسرے حلیف بلدیات سے پیدل سپاہی

چھپا ہوئے تھے + خیوس ، لسبوس ، پلاٹیہ ، نوپاکتوس ، بیشتر حصہ اکارنانیہ ، کورکائرا ، زانتھوس اور ایتھنز کی جملہ باجگزار ریاستیں ایتھنز کا حکم مانتی تھیں اور انہیں سے خیوس ، لسبوس اور کورکائرا سے جہاز اور باقی شہروں اور جزیروں سے روپیہ اور سپاہی آتے تھے +[۱]

---

[۱] جنگ لیوکمنے سے ابتدائی حملہ اٹیکا تک کے سنوں کے لئے ل ' ہولسنا بیغل کا بسیط رسالہ "تحقیقات متعلق تاریخ یونان (برلن ۱۸۸۹ء) دیکھنا چاہئے + اسکے نزدیک مختلف واقعات کی تاریخیں مفصلہ ذیل ہیں :-

جنگ لیوکمنے ۔ ۴۳۳ ق م ۔
جنگ سی بوتا ۔ مئی ۴۳۲ ق م ۔
بغاوت پوتیدیہ ۔ جولائی ۴۳۲ ق م +
میگارہ کی تجویز عوام ۔ موسم گرما ۴۳۲ ق م +
انعقاد مجلس عوام اسپارٹا ۔ اوائل اکتوبر ۴۳۲ ق م ۔
انعقاد مجلس مشارکت اسپارٹا ۔ نومبر ۴۳۲ ق م ۔
حملہ پلاٹیہ ۔ ۵ / ۶ مارچ ۴۳۱ ق م ۔
حملہ اٹیکا ۔ ۲۵ مئی ۴۳۱ ق م ۔

ہولسنا بیغل طوسی دیدیش ۲ ، ۲ میں "پانچ مہینے" کی بجائے "دو مہینے" پڑھتا ہے + یہ مسئلہ کہ جنگ کے اولین ایام میں ایتھنز کی فوجی قوت کیا تھی اسوقت تک متنازعہ فیہ ہے اور اسکا دارومدار کلیتہً طوسی دیدیش ۲ ، ۳ پر ہے + بیلوخ اپنی کتاب "آبادی دنیائے یونان و روما" (لائپزگ ۱۸۸۶ء) میں ایتھنز میں صرف چالیس ہزار غلاموں کا اندازہ کرتا ہے ۔ مگر اس کی تردید کچھ مشکل نہیں + اسکا بیلوخ صفحہ ۶۰ - ۶۶ اور ھم لانڈو ہیر کے مضمون "تحقیقات متعلق تاریخ یونان" حصہ ۲ (رسالہ فلولوگوس جلد ۴۷ ۔ صفحہ ۱) سے مقابلہ کیا جائے +

نوٹ

طوسی ڈیڈیس کی کتاب میں سنہ ۴۱۱ ق م تک کے حالات دئے ہوئے ہیں اور اس باب اور آیندہ ابواب کا دارومدار زیادہ تر اسی پر ہے + اس زمانے کے ایسے نوشتے بہت کم ہیں جو طوسی ڈیڈیش کی برابری کر سکیں اور انھیں جو سب سے اہم ہیں ان کے اقتباس ہم نے دیدئیے ہیں + زمانہ دراز سے مورخ طوسی ڈیڈیش کی کتاب کا نہایت غور سے مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اس کے بارے میں جو کچھ تحقیقات ہوئی ہے اسکے متعلق کلیات طوسی ڈیڈیش کی تمہید جو کلاسن نے لکھی ہے اور مِیل کی تاریخ ادبیات یونان "۲، ۱۰۴ کا مطالعہ کرنا چاہیئے + یہ سوال اسوقت تک زیر بحث ہے کہ طوسی ڈیڈیش نے اپنی تاریخ کب تصنیف کی۔ آیا یہ کتاب اسوقت لکھی گئی جب جنگ پلوپونیز چند روزہ وقفے کے بعد دوبارہ شروع ہوئی یا (جیسا الرخ کی رائے ہے) طوسی ڈیڈیش نے اپنے پہلے مقالے میں ہم آرکی دامیں کا ذکر اس جنگ کے بعد ہی کیا جب اسے دیکلیا کی لڑائی کا علم نہ تھا۔ مگر یہ مسائل ایسے نہیں جن سے طوسی ڈیڈیش کی تاریخی قدر و قیمت دریافت کرنے میں زیادہ مدد مل سکے + زمانہ حال تک طوسی ڈیڈیش سے استناد کرنے میں کسی شخص کو چون وچرا کی گنجایش نہ تھی۔ مگر اب بہت سے مورخ ایسے ہیں جنکے خیال میں طوسی ڈیڈیش اسقدر اہم نہیں ہے + جو لوگ یہ باور کرتے ہیں کہ نہ صرف آٹھواں مقالہ بلکہ تمام کتاب غیر مکمل حالت میں ہے تو اسکی قدر ایک حد تک کم ہو جاتی ہے اگر یہ رائے قائم ہو جائے کہ اس کتاب میں تحریف کی گئی ہے اور متن کی حالت نہایت ابتر ہے تو اس کی قیمت اور بھی گھٹ جاتی ہے۔ مگر جب مورخ اور محقق یہ کہنے پر تیار ہوں کہ خود طوسی ڈیڈیش میں ایسے نقائص موجود ہیں جو کسی تاریخی استناد کے ناقض کرنے کیلیئے کافی ہیں مثلاً سچی بات کو چھپانا یا جان بوجھ کر افترا پردازی کرنا تو طوسی ڈیڈیش بالکل ہی بیکار معلوم ہوتا ہے + مورخ بلا شبہ ہم آواز ہیں کہ اس کتاب میں

متعدد غلط بیانیاں موجود ہیں۔ مگر ہمارا مقولہ ہے کہ ان غلط بیانیوں سے واقعات
کی اصلیت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ میولر اشٹریونگ نے یہ ثابت کرنے کی
کوشش کی ہے کہ طوسی دیدش پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ مگر اڈ باؤر اپنی کتاب
طوسی دیدش و میولر اشٹریونگ" (نورڈلنگن۔ ۱۸۸۸ء) میں یہ ثابت کرتا
ہے کہ میولر اشٹریونگ کو اپنے مقاصد میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ م
اشٹریونگ کے طرز تنقید پر اعتراض کرتے ہوئے باؤر کہتا ہے کہ زفتہ رفتہ
اسکے خیالات بالکل متضاد ہوجاتے ہیں۔ اپنے پہلے مضمون "ارسطو فانیس
و تنقید تاریخی" (۱۸۷۳ء) میں اشٹریونگ صرف اس رائے پر اکتفا کرتا ہے
کہ یہ مورخ ہمیشہ غیر جانبدار نہیں۔ اسکے بعد اپنے رسالے "تحقیقات متعلق طوسی دیدیا"
(۱۸۸۱ء) میں وہ ذرا آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے واقعات
کا تمام سلسلہ ایک فن کی حیثیت سے مجتمع کردیا ہے یعنی اگر کوئی بات اسکے
پسند خاطر نہیں ہوتی (مثلاً ایک ہزار باشندگان متی لنہ کا قتل عام) اسکے
متعلق وہ یہ رائے قائم کرتا ہے کہ وہ بعد میں اضافہ کردی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ
اس تنقید سے خود طوسی دیدش کی قدر و قیمت میں کوئی خاص فرق پیدا نہیں ہوتا۔
بلاٹیہ کے محاصروں و کورکائرا پر نظر ڈالتے ہوئے (روئداد سالانہ ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۹ء)
وہ کہتا ہے کہ طوسی دیدش نے ایسے شاعر کا رنگ اختیار کیا ہے جو یا تو یہ سمجھانے
کیلئے کہ مختلف امور کیونکر پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں واقعات اختراع کرتا ہے (مثلاً
کسی شہر کا محاصرہ) یا لوگوں کے سامنے ہولناک مناظر پیش کرنے میں اسے خاص
لطف آتا ہے (مثلاً کورکائرا کے واقعات)۔ اسمیں سے پہلی اور دوسری
تنقید یں اصولاً صحیح اور واقعات کے لحاظ سے ایک حد تک درست ہیں۔
مگر تیسری کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اصول یا
طرز کے اعتبار سے میولر اشٹریونگ کی تنقید بیکار محض ہے اور اسمیں
چند ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو خود قابل تنقید ہیں۔ گرسٹ
اپنی کتاب "تاریخ ادبیات یونان" (امیولر، ۴ ۲۶۴) میں میولر
اشٹریونگ کا تتبع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ طوسی دیدش کی تصویر واقعات

تخیل محض اور نیم وہمی ہے۔" مگر یہ خیال اشٹریونگ کی اس رائے سے جو وہ پانچویں
باب میں ظاہر کرتا ہے مختلف ہے اور جہاں تک کور کائرا کے واقعات کا تعلق ہے
ناقابل ثبوت ہے۔ غرض یہ ہے کہ میرے اس خیال کی کہ طوسی دیدیش راست گو
ہے اسوقت تک تردید نہیں ہوئی ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ وہ بہت سے مضامین
محض واقعات کے اعتبار سے یکجا نہیں کرتا بلکہ انھیں محض فن کے اعتبار سے
ایک ہی قسم کے ہونے کی وجہ سے جمع کر دیتا ہے۔ مثلاً اس نے تقریروں اور
موعظوں کو بالکل اسی لحاظ سے مجتمع کیا ہے جس سے خود ہیرودوٹس نے
واقعات کو طوسی دیدیش نے بہت سے اہم واقعات کو بھی نظر انداز کر دیا ہے
اور اسکی شخصی خصوصیات کی تنقید صرف اسی حالت میں قابل تسلیم ہوسکتی ہے
جب واقعات اور حالات سے بھی اسکی تائید ممکن ہو۔ (مثلاً اس نے جو رائے
کلیون اور نکیاس کے بارے میں قائم کی ہے وہ غالباً درست نہیں) یہ بھی
ممکن ہے کہ اسنے اپنے مخالفوں کے بہت سے ایسے واقعات کو چھپا یا ہو جسنے
انکی ذاتی خصوصیات کے اندازہ کرنے میں ہمیں یقیناً مدد ملتی۔ اور یہ بھی ممکن ہے
کہ جو کچھ اس سے کہا گیا اسنے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا خصوصاً جب اسے ایسے
واقعات حسب حال اور دلپسند نظر آئیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اسے اشراف کی
سختیوں اور عموم کے مظالم کی مبالغہ آمیز داستانیں پہنچی ہوں اور اس نے
ان واقعات کی بالکل غلط تصویر کھینچی ہو۔ مگر ان تمام امور کو باور کرنے کے
بعد بھی اسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اسنے محض اپنے تخیل کی بنا پر ہی اس تصویر کی
تفصیل پوری کی ہے۔ اور ان تمام اعتراضات کے ساتھ ہی طوسی دیدیش
کی تاریخی استنادی حیثیت اسوقت تک قائم ہے۔ اگر بلا کسی قطعی ثبوت کے
ہم اسکی سند تسلیم کرنے سے انکار کریں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر
اسکی جگہ کسے دیجائے؟ ممکن ہے کہ اٹیکائی اخبار نویسوں نے زمانۂ ما بعد کے
مورخین کو اتھنز کے متعلق واقعات بہم پہنچائے ہوں مگر طوسی دیدیش کی تاریخ
میں ایسے واقعات بہت کم ہیں۔ چونکہ وہ جنگ کے حالات لکھ رہا ہے اسلیئے
اگر کوئی مورخ بظاہر اس سے بہتر ہوسکتا ہے تو وہ افیفورس ہے۔ مگر ہم

باب ، کے نوٹ میں لکھ چکے ہیں کہ ایفورس دور "خمسینی" کے واقعات کے لیئے قابل استناد نہیں تسلیم کیا جاتا ۔ اور جیسا میں اپنی "تاریخ سسلی" اور بیان آثار قدیمہ سیراکیوز" میں ثابت کرچکا ہوں محاصرۂ سیراکیوز کے متعلق بھی اسکی شہادت قابل وثوق نہیں + فولکوارڈسن اپنی کتاب "تحقیقات ماخذ دیودوروس" (صفحہ ۲۹ وضمیمہ جات ۲و۳) میں ثابت کرتا ہے کہ دیودورس نے جسپر ہماری جملہ معلومات متعلقہ ایفورس کا دار و مدار ہے ان واقعات کا جو اسنے ایفورس سے نقل کئے ہیں بالکل بیجا استعمال کیا ہے + پھر ایفورس میں کیا باقی رہجاتا ہے جسے طوسی دیدش پر ترجیح دیجا سکے ؟ اب رہا پلوٹارک ۔ وہ بھی بجائے جنگ کی تاریخ کے محض ممتاز اشخاص کی خصوصیات کا خاکہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہے اسلیئے اُن واقعات کے باب میں جنکا تعلق مملکتوں کی اندرونی تاریخ سے نہیں بلکہ حالات جنگ سے ہے معتبر نہیں ماناجاتا + پلوٹارک کیلیئے فریکے "تحقیقات ماخذ پلوٹارک تذکرہائے نکیاس و الکبیادیس" (لائپزگ ۱۸۶۹ء) دیکھنا چاہیئے + بدیں وجوہ اس دور کے اسناد کے استعمال کا طریقہ جسکے واقعات کا طوسی دیدش میں ذکر ہے بالکل صاف ہے ۔ سوا چند خاص خاص مواقع کے جب مضمونی Objective یا ظہوری Subjective اسباب کی بنا پر اسکا کلی تتبع نہیں ہونا چاہیئے باقی جملہ امور میں دیگر اسناد کا اعتبار صرف اس حالت میں کیا جائے جب انمیں اور طوسی دیدش میں تطابق ہو +

جنگ پلوپونیز کے دور کے اہم ترین کتبے کِس نے اپنے مجموعے "کتابۂ نوشتہ جات تاریخ یونان" (۱۸۵۳ء) میں جمع کر دیئے ہیں ۔ مگر اسوقت سے اور بھی کتبے برآمد ہوئے ہیں + ظاہر ہے کہ ہمعصر اور زمانہ مابعد کی تصانیف بھی معلومات سے پر ہیں مگر یہاں انکی فہرست نہیں دیجاسکتی + مجموعۂ حکایات پر (جو در اصل بعد کی تالیف ہیں) شک و شبہ کیا جاتا ہے اور ارسطوفانیس میں جو گپ شپ بھری ہوئی ہے اسوقت تک صرف اسوجہ سے باور کیجاتی ہے کہ مشکلات و دقایق کے حل میں فراست و فہم درکار ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس دور کے مفصل حالات لکھنے کیلیئے یہ تمام مواد استعمال کرنا ہوگا +

بائیسواں باب

جنگ پیلوپونیز کا بیان فارقلیس کی وفات تک ۴۳۱ ق م تا ۴۲۹ ق م

اسپارٹیوں نے اپنی فوج کا دو تہائی حصہ خاکنائے کو رنتھ کو روانہ کیا اور وہاں پہنچکر سپہ سالار شاہ آرکی داموس نے مختلف رسالوں کے افسروں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ایک سپاہی کی مخصوص خوبیاں یہ ہیں کہ وہ دوراندیش بھی ہو اور ساتھ ہی اپنے افسروں کی فرمانبرداری کرے مگر اسنے لڑائی چھیڑنے سے پہلے اتمام حجت کیلئے اپنے ایلچی ایتھنز روانہ کئے اور دریافت کیا کہ اب بھی اہل ایتھنز راہ راست پر آنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مگر ایتھنزیوں نے ان ایلچیوں کا پیغام تک سننا گوارا نہ کیا اور جب انھیں سرحد پار کیا گیا تو انکے سرگروہ میلیسپوس نے باواز بلند کہا کہ آج یونان کی مصیبتوں کا دور شروع ہوگیا ؛

آرکی داموس کی تقریر سے ذرا پہلے فارقلیس نے ایتھنزی شہریوں کے روبرو ایک تقریر کی اور صورت حال انکے ذہن نشین کردی اور نصیحت آمیز پیرایہ میں اپنی تجاویز انکے سامنے پیش کیں ۔ اسنے کہا کہ ایتھنزیوں کو اپنے مالی وسائل پر کلیتہً تکیہ کرنا چاہیئے اور میدان جنگ میں کود پڑنے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے بلکہ انکے لیئے یہی مناسب ہے کہ دیہات خالی کرکے ایتھنز کی شہرپناہ کے اندر آجائیں ۔ ایتھنز کی مالی حالت بھی کچھ بری نہیں ہے ۔ چھ سو تالنت سالانہ تو خراج کی مدمیں آمدنی ہوتی ہے اور گو دو ہزار سات سو تالنت اکروپولس کی عمارتوں اور پوتی دیہ کے محاصرے میں صرف ہوچکے ہیں تاہم اسوقت چھ ہزار تالنت خزانے میں موجود ہیں اور ان رقوم کے علاوہ قلعے سے بہت سے قیمتی چڑھاوے مل سکتے ہیں اور صرف اتھینادیبی کا بالاپوش ہی چالیس تالنت کا ہے[1] جو بہ آسانی مجسمے سے اتارا جاسکتا ہے ۔ فوج میں

---

[1] جنگ کی ابتدا میں "فتح" کے دس سونے کے مجسمے تھے جنمیں ۵۲۴ کلو گرام (قریب ۱۴ من)

بظاہر تو تیرہ ہزار ہوپ لیت ہیں مگر انکے ماسوا سولہ ہزار ایسے سپاہی بھی ہیں جو اپنی عمر کے اعتبار سے فوج باقاعدہ میں شامل نہیں مگر شہر پناہ اور پرئی اوس کی بہ آسانی حفاظت کر سکتے ہیں ۔ فوج میں ایک ہزار دو سو سوار اور تیر انداز سولہ سو پیدل تیر انداز اور تین سو سہ طبقہ جہاز بھی ہیں جن سے فوراً کام لیا جا سکتا ہے + بہر حال سپہ سالار کی ہدایات پر لفظاً اور معناً عمل ہوا اور دیہات سے ہر نقل و حمل کی چیز اتھنز منتقل کر دی گئی ۔ دیہات کے باشندے تو شہر اتھنز میں آ گئے اور مویشی یوبیہ اور دوسرے جزیروں میں بھیج دیئے گئے + اٹیکا کے باشندوں کیلئے اپنے آبائی مکانات چھوڑنا جہاں کی بود و باش سے وہ ابتدا سے ہی عادی تھے اور جہاں انھوں نے ایرانیوں کی واپسی کے بعد بہ اطمینان کلی سکونت اختیار کر لی تھی نہایت مشکل کا سامنا کرنا تھا ۔ شہر اتھنز میں ہرگز اتنی گنجائش نہ تھی کہ سب کیلئے مکان مہیا کر سکیں ۔ اور اکثر ایسے بیچارے تھے جنکے لیئے کسی گھر میں جگہ نہ مل سکی بلکہ جنھوں نے ہیکلوں اور مندروں کے ہر چہار طرف ڈیرے ڈال لیئے تھے + اسی طرح پیلازگی کوٹ اور طویل دیواروں کا درمیانی حصہ عارضی مکانات سے بالکل بھر گیا اور بعض بیچارے دیہاتیوں کو تو فصیل کے برجوں ہی پر قناعت کرنی پڑی +

پہلے تو پیلوپونیزیوں نے شہر اوئنوئے کی طرف پیشقدمی کی مگر انھیں اس سرحدی قلعہ پر کئی روز رکنا پڑا جسکی وجہ سے عرصۂ دراز کے بعد مئی کے مہینے میں جب غلہ پک گیا تھا وہ تھریا کے میدان میں پہنچے + انھوں نے پہلے تو اخینا ڈیمی کے مملوکہ کھیتوں کو برباد کیا اور کوہ ایگیلیوس کو داہنے ہاتھ پر چھوڑ کر راستے میں ملک ویران کرتے ہوئے اکارنائے کے دیہے پر رک گئے + شاہ آرکی ڈاموس کا یہ خیال تھا کہ جب اکارنائے کے باشندے اپنی عزیز کاشت برباد ہوتے ہوئے دیکھینگے تو انھیں شہر پناہ کے اندر بند رہنا گوارا نہ ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ وزن تھا + اسکے لیئے فوکارٹ کی کتاب "محسبات فتح ادہ اکرد پولس" دیکھنی چاہیئے + (رسالہ معاملات یونان" جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۳ وغیرہ)

ایتھنزی فوج کا بیشتر حصہ اکارنانئے کے باشندوں کا ہے اور انھوں نے تین ہزار (۹) ہوپ لیت مہیا کئے ہیں اسلئے انکے انتشار کی وجہ سے ایتھنزی فوج کو شکست دینے میں آسانی ہوگی۔ مگر آرکی داموس کا خیال غلط نکلا۔ اکارنیوں نے چار دیواری سے نکلنے کی کوشش ہی نہیں کی اور چونکہ فارقلیس بیکار بحث ومباحثے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اسلئے اسنے مجلس عوام کو طلب بھی نہیں کیا۔ اسنے صرف یہ کیا کہ ایتھنزی اور تھسالوی سوار غنیم کے مقابلے کیلئے بھیج دیئے جنیں سے موخر الذکر لارِسا، فارسالوس، کرانون، پیراسوس، گیرتون اور فیرائے کے باشندے تھے۔ دو چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ان سواروں اور پیلوپونیزیوں کے درمیان ہوئیں اس میں بہت کم خونریزی ہوئی اور آخرکار پیلوپونیزی اٹیکا کے اس حصے میں چلے گئے جو کوہ پارنیس اور برلیسوس کے درمیان میں واقع ہے اور وہاں سے اور واپس ہوتے ہوئے بوئیشیا کا رستہ لیا۔

غنیم کے تخلیۂ ملک سے پہلے ایتھنزیوں نے خود ایک چھوٹی سی مہم سر کی۔ انتہائی خطرے کے لیئے انھوں نے ایک ہزار تالنت اور ایک سو جنگی جہاز بچا رکھے تھے۔ اسکے علاوہ جو روپیہ اور جہاز تھے انھیں کام میں لانیکی ان کو خواہش پیدا ہوئی اسلیئے وہ سو جہاز لیکر چلے اور راستے میں دم لیئے بغیر کسید تھے لقونیہ کے شہر مےتھونے پر جا کر ٹھیرے۔ اس ضلع کا سپہ سالار براسی داس تھا۔ اور اگر وہ ایتھنزی صفوں کو چیرتا ہوا شہر میں گھس نہ جاتا تو اغلب ہے کہ مےتھونے ضرور فتح ہو جاتا۔ اس شخص کا یہ پہلا معرکہ تھا اور اسکی قسمت میں یہ لکھا تھا کہ وہ ایتھنزیوں کو اس جنگ کے دوران میں چین و آرام سے نہ بیٹھنے دیگا۔ اب ایتھنزی پیلوپونیز کے مغربی ساحل کے متوازی شمال کی طرف چلے اور ایلیس کا شہر فی یا لیکر چھوڑ دیا اور اکارنانیہ کے چند مقامات فتح کرنے کے بعد جزیرۂ کیفالے نیا کو اپنی لیگ میں شامل ہونے پر آمادہ کیا۔ اسکے بعد وہ گویا ایک مہم کو سر کرنے میں کامیاب ہو کر ایتھنز واپس چلے آئے۔

اب ایتھنزیوں نے ائی گینا کے سے اہم مقام پر اپنے قدم پوری طور سے جمانے کیلئے وہاں کے باشندوں کو جزیرے سے نکال دیا اور ان کی جگہ ایتھنزی

کلیرو نیاں قائم کردیں۔ ان بیچارے آئی گینیوں کو اسپارٹا کے سامنے دست احتیاج پھیلانا پڑا اور آخر انھیں ضلع تھریا میں آباد ہونے کی اجازت مل گئی جو عرصہ دراز سے اسپارٹا اور آرگوس کے درمیان مابہ النزاع چلا آتا تھا۔ اسکے بعد ایتھنزیوں پر اثر ڈالنے کیلئے فارقلیس تیرہ ہزار ہوپ لیٹ مگارا لے گیا تاکہ ایتھنزی اس خیال سے مطمئن ہوجائیں کہ تمام جزیرہ نمائے پیلوپونیز کا کفارہ انکے قابل نفرت ہمسایوں یعنی مگاریوں کو ہی دینا پڑیگا۔ اس مہم میں کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس سے زیادہ سود مند لوکرس اوپنتیا کی مہم تھی جس میں ایتھنزیوں نے جزیرہ اتالانتا پر قبضہ کرلیا۔ ان تمام طریقوں سے ایتھنز نے اپنے دشمنوں پر واضح کردیا کہ وہ ڈرنے والے آسامی نہیں ہیں اور دشمن کے کمزور مقبوضات پر حملہ کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ کورنتھیوں نے بھی مغربی ساحل پر یہی طریقہ اختیار کیا۔ مگر انکا میدان عمل اتنا وسیع نہ تھا اور گو انھیں اکارنانیہ میں کچھ کامیابی ہوئی مگر کیفالے نیہ میں وہ کچھ نہ کرسکے۔ غرض یہ ہے کہ جنگ کے پہلے سال یعنی ۴۳۱ ق م کی مہموں کا نتیجہ علے العموم ایتھنز کیلئے مفید ہی نکلا۔

جب فوجی مہمات کا سلسلہ ختم ہوا تو قدیم رواج کے مطابق ایتھنزیوں نے ان لوگوں کے جنازے کی آخری رسوم ادا کیں جو جنگ میں مارے گئے تھے۔ اس موقع پر ہر قبیلے کے مردوں کی ہڈیوں کیلئے دس تابوت اور ان مردوں کی یادتازہ کرنے کیلئے جنکی ہڈیاں دستیاب نہیں ہوئی تھیں ایک تابوت بنایا گیا اور انھیں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیرامی کوس لے گئے جہاں حکومت کی فرمائش کے بموجب فارقلیس نے ایک تقریر کی۔

اسمیں شبہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ طوسی دیدش نے اس سلسلۂ خیالات کا صحت کیساتھ اعادہ نہیں کیا ہوگا جو فارقلیس کے اس خطبے میں تھا۔ اگر بالفرض اسکے بیان میں نقائص ہیں تو بھی اسمیں شک ہو ہی نہیں سکتا کہ اس تقریر کو دیگر واقعات اور حالات سے گہرا تعلق ہے اور یہ ان تقاریر کا گویا ایک تتمہ ہے جو ایتھنز کے موافق اور مخالف کی گئی تھیں اور ساتھ ہی آیندہ کیلئے نصیحتوں پر مشتمل ہے۔ اور بالکل ممکن ہے کہ اس تقریر سے خود فارقلیس کا بھی یہی مقصد ہو کہ

اس قسم کی دلائل پیش کرے اور حالات و واقعات کا اعادہ کرے۔ اس میں ایک خاص زاویہ نگاہ کو مد نظر رکھ کر ایتھنز کے حالات کا ایک خاکہ دکھایا گیا ہے اور ایتھنز کے اس تخیل کی تجدید و تبریک کی گئی ہے جو ہر وقت فارقلیس کے پیش نظر رہتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ بجائے افراد کی حمد و ستائش بیان کرنے کے وہ اس شہر کی مدح و ثنا بیان کریگا جس کی وجہ سے یہ افراد بڑھے۔ فارقلیس نہایت دلیری اور جرأت سے یہ نظریہ بیان کرتا ہے کہ ایتھنز نے اپنے اداروں کی ترتیب میں دیگر مملکتوں کی نقل نہیں کی بلکہ اوروں کے سامنے گویا ایک نمونہ پیش کیا۔ (اسمیں تو خود ہمیں بھی شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ ایتھنزی تمدن کے ارتقا میں ایک خاص بات ضرور پائی جاتی ہے)۔ فارقلیس کہتا ہے کہ ہمارے یہاں محض افلاس کی وجہ سے کسی شخص کی نا قدری نہیں کی جاتی بلکہ اسکی قابلیت اور فراست ہی اسکے لیئے باعث عزت و وقعت ہوتی ہے۔ کسی شخص کو اپنے ہم وطنوں کی خوشی اور آرام پر حسد نہیں ہو سکتا اور چونکہ حکام بالادست کے احکام کی تعمیل ہماری سرشت میں داخل ہوگئی ہے اسلیئے ہم قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ سال کے بارہ مہینے متواتر مذہبی قربانیوں اور میلوں کے ذریعے سے ایتھنزی شہری کی تفریح طبع کیلیئے سامان مہیا ہوتا رہتا ہے اور ہماری عالمگیر تجارت کے باعث دنیا کی اشیا ہمارے قدموں پر پڑی رہتی ہیں۔ اسپارٹا کی طرح ہم اپنے شہر سے غیر ملکیوں کو نکالتے نہیں تاکہ وہ دیکھیں کہ ایتھنزی کس طرح ایک طرف تو اپنی زندگی بظاہر عیش و عشرت سے بسر کرتے ہیں اور دوسری جانب خطرے کے وقت اپنی جرأت اور ہمت کا ثبوت پیش کرتے ہیں ہمارے دشمنوں کا یہ بیان کہ وہ ایتھنز کی تلوار کا مقابلہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں یقیناً غلط ہے اسلیئے کہ انھوں نے کبھی ایتھنز کی متفقہ قوت کا سامنا نہیں کیا اور گو اسپارٹا میں لوگوں کی فوجی تعلیم میں ایتھنز سے زیادہ وقت صرف کیا جاتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اسپارٹی کسی حالت میں ایتھنزیوں سے زیادہ بہادر نہیں۔ فارقلیس کہتا ہے کہ ایتھنزی عیش پرست نہیں بلکہ انھیں ہمیشہ خوبصورتی کی تلاش رہتی ہے۔ انکے لیئے غربت باعث ذلت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص امیر بننے کی خواہش نہ کرے تو

اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص سیاسی معاملات میں دخل رکھتا ہے۔ مگر ان معاملات کے سمجھنے سے پہلے ہم یہ مناسب خیال کرتے ہیں کہ اسکے متعلق ہم مختلف تقریروں کو سن لیں۔ جب ہم کسی بات پر غور کر لیتے ہیں تو اسکی تکمیل میں جرأت دکھاتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اپنے دوستوں کی خدمت کرتے ہیں اس لیئے ہمارے دوست ہماری خدمت کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اقوام عالم میں ہمیں ایسے ہیں جو اپنے دوستوں کی محض ذاتی مفاد کیلئے ہی مدد نہیں کرتے بلکہ ہماری جبلت ہی میں کشادہ دلی کا مادہ بھرا ہوا ہے اور اسی لیئے ہمیں اپنے اوپر پورا اعتماد ہے۔ فارقلیس اپنی تقریر کے اختتام پر مردہ سپاہیوں کے درخشندہ کارناموں کا ذکر کرتا ہے اور انکے متعلقین کو نصیحت کرتا ہے۔

چونکہ یہ تقریر قدیم زمانے کی ایک نہایت سر برآوردہ قوم کے حالات اور صفات سے بھری ہوئی ہے اور ان صفات کو اس قوم کے دو بہت بڑے قائم مقاموں یعنی فارقلیس اور طوسی دیدش نے بیان کیا ہے اسلیئے اس سے ہمیں تمدن کی تاریخ سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اگر ہم منصفانہ انداز سے اس زمانے کا خاکہ کھینچیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس تقریر میں حقیقت اور مبالغہ دونوں کے پہلو ہیں۔ فارقلیس کا یہ قول یقیناً مبالغے سے خالی نہیں کہ چونکہ ایتھنز کے دشمنوں نے کبھی میدان جنگ میں تمام ایتھنزیوں کا مقابلہ نہیں کیا اسوجہ سے وہ انکی برابری کا دم نہیں بھر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر فریق کی تمام تر قوت ایک ہی مرکز پر کبھی مجتمع نہیں ہوتی بلکہ سپہ سالار کی اعلیٰ قابلیت کا معیار یہ ہی ہے کہ وہ اپنی فوج کے بیشتر حصے کا زور اس مرکز پر ڈالے جس پر فیصلہ ہو جانے کا مدار ہے۔ اسیطرح فارقلیس کا یہ کہنا کہ صرف ایتھنز ہی اپنے دوستوں سے مہربانی آمیز برتاؤ کرتا ہے ہرگز صحیح نہیں۔ یہ ایتھنزی خوبیات کا تذکرہ نہیں بلکہ محض خوشامد اور چاپلوسی ہے۔ فارقلیس یہ بھی کہتا ہے کہ گو ایتھنزیوں کو اسپارٹیوں کی سی تعلیم نہیں ملتی مگر وہ انسے زیادہ بہادر ہیں۔ یہاں بھی وہ مبالغے سے کام لیتا ہے اسلیئے کہ زمانۂ جنگ میں سب سے عقلمند قوم بھی سخت ترین قواعد تادیب کے بغیر کامیاب نہیں رہ سکتی۔ غرض یہ ہے کہ یہ تقریر ایتھنزیوں کی یادہ گوئی کا نہایت حیرت انگیز ثبوت

دیتی ہے[1]۔

جنگ کے دوسرے سال یعنی سنہ ۴۳۰ ق م میں پہلے سال کے واقعات کا گویا پھر اعادہ ہوا اور پیلوپونیزی اپنے لشکر کے سپاہیوں میں سے دو تہائی لیکر اٹیکا پر حملہ آور ہوئے۔ فی نفسہ اس حملے سے ہی نقصان عظیم کا خطرہ تھا۔ مگر اتھنز پر ایک اور آفت ناگہانی آگئی وہ یہ کہ اول تو پیرئی اس میں اور پھر خاص اتھنز میں طاعون نمودار ہوا۔ اس وبائے شدید کے حالات طوسی دیدش نے بیان کئے ہیں جو خود اس مرض میں مبتلا ہوا تھا۔ مرض کا اثر پہلے سر میں ہوتا تھا اور آہستہ آہستہ تمام بدن ماؤف ہوجاتا تھا۔ مگر موت فوراً نہ آتی تھی بلکہ انسان قریب قریب ایک ہفتہ تک گھلتا رہتا تھا اور بدن میں اسقدر حدت پیدا ہوجاتی تھی کہ بعض تو محض گرمی کو دور کرنے کیلئے پانی میں کود پڑتے تھے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جو طاعون سے تو بچ گئے مگر ان بیماریوں سے جانبر نہ ہوسکے جو طاعون کے بعد نمودار ہوئیں۔ مرض متعدی تھا اسلئے لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوگئے تھے اور بیچارے مریض بھیڑ بکریوں کی طرح بلا کسی دوا دارو یا پرسان حال کے پڑے رہتے اور مرگئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کمبخت مرض کا استیصال نہ تو کسی دوا سے ہوگا اور نہ کسی غذا سے۔ اتھنزی عام طور پر یہ خیال کرنے لگے کہ دشمن نے

---

[1] فارقلیس کی یہ تقریر طوسی دیدش ۲ ۳۵ ۔ ۴۶ میں درج ہے۔ اسمیں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنمیں کچھ کچھ اہل فرانس کی خصوصیات کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً فارقلیس کا یہ بیان کہ اسکی قوم ہی ایسی قوم ہے جو نہ صرف سیاسیات میں بلکہ دیگر امور میں بھی غیر جانبداری کو اپنا نصب العین بنائے رکھتی ہے یا یہ کہ ذکی الطبع اتھنزی جنگ میں وہی کام قواعد کی بندشوں کے بغیر بھی انجام دیسکتے ہیں جو دیگر مملکتوں کے تادیب یافتہ لشکر۔ بعینہ یہ ہی خیال مضمون "جنگ سے پہلے فرانسیسی لشکر کی حالت" (سنہ ۱۸۶۹ء) میں ظاہر کیا گیا ہے اور اسمیں مضمون نگار نے فرانسیسی فوج کی مدح سرائی کی ہے اور بتایا ہے کہ اسے صرف وقت مقررہ پر ہی حکم برداری کی ضرورت ہے اسکے بعد سپاہی آزاد رہتا ہے۔ مگر جنگ امفی پولس کے واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نظریہ کم از کم اتھنزیوں پر صادق نہیں آتا۔

پانی کے چشموں کو زہر آلود کر دیا ہے۔ مگر ہمیں اسکی کوئی اطلاع نہیں پہنچی کہ ایتھنزیوں نے کسی ایسے شخص کو سزا دی ہو جو اس قبیح گناہ کا مرتکب ہوا ہو + طوسی دیدش ایک امر کو سب باتوں سے زیادہ ہولناک بیان کرتا ہے۔ وہ یہ کہ شہر والوں کا شیوہ ہو گیا تھا کہ جہاں کہیں انھوں نے کوئی چتا دیکھی بس اپنے مُردے اسپر رکھے اور بھاگ گئے + بہت سے ایسے بھی تھے جنکا یہ خیال ہو گیا کہ اب موت تو آنی ہی ہے جو کچھ زندگی باقی ہے اسے خوب خوشی و خرمی عیش و عشرت سے گزار دو[۳]

ایتھنز تو اس بلا میں مبتلا تھا، پیلوپونیزیوں نے لاوریون کی کانوں تک تمام اٹیکا برباد کر دیا۔ مگر وہ فورًا واپس چلے گئے اسلئے کہ انھیں خوف تھا کہ مبادا انھیں بھی طاعون کا شکار بننا پڑے + انکے جانے سے پہلے ہی فارقلیس سو ایتھنز کی جہاز اور پچاس خیوسی اور لسبوسی چار ہزار ہوپ لیت اور تین سو سوار لیکر اپی دورس

[۳] طاعون کا حال طوسی دیدش ۲، ۴۰ میں درج ہے + طاعون کی ابتدا ملک حبش سے ہوئی اور وہاں سے مصر، طرابلس الغرب اور "دیگر بلاد مقبوضہ شہنشاہ ایران" میں پھیل گیا + بہت سے مورخ اس رائے پر متفق ہیں کہ لیوی (۴، ۲۱ و ۲۵) روما میں جس طاعون کا سنہ ۳۱۸ و سنہ ۳۱۹ و سنہ ۳۲۱ بنیادی (= سنہ ۴۳۶ و سنہ ۴۳۵ و سنہ ۴۳۳ و سنہ ۴۳۲ ق م) میں ہونا بیان کرتا ہے اسکی ابتدا بھی یہیں سے ہوئی ہوگی۔ ایتھنز میں یہ سنہ ۴۳۰ و سنہ ۴۲۹ و سنہ ۴۲۷ و سنہ ۴۲۶ ق م میں برابر رہا + ہولنتا یفل ("سنویت روما") یہ واقعہ اپنے مخصوص طریق سنویت کے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔ اگر اسکا نظریہ درست ہے تو سنہ ۳۱۸ بنیادی اور سنہ ۴۳۰ ق م بالکل مطابق ہیں اور اسکے نزدیک طاعون روما اور ایتھنز دونوں جگہ قرطاجنہ ہی سے آیا + بہرحال اس سے ان تجارتی تعلقات کی جھلک نظر آتی ہے۔ جو زمانۂ قدیم کے عظیم ترین شہروں کے درمیان تھے + آجکل طاعون کے زمانے میں اکثر ممالک کی جو حالت ہوتی ہے اس سے ایتھنز کا طریقہ یقینًا مہذب اور متمدن تھا۔ اور اسکے لیئے ملتان کے طاعون کی مثال جو منتسونی نے ہمارے سامنے پیش کی ہے اور ان اضلاع کی مثال جہاں ہیضہ نمودار ہوتا ہے بالکل کافی ہیں + یہ بھی ایتھنزیوں کی تہذیب اور شائستگی کی دلیل ہے کہ طوسی دیدش میں ایسے کسی شخص کا ذکر نہیں جسپر زہر پھیلانے کے شبہ میں مقدمہ قائم کیا گیا ہو۔

پہنچا۔ یہ شہر تو بال بال بچ گیا مگر فارقلیس نے ہرمیونے اور تروائیزن کا ملک ویران کر دیا اور پرازی اسے پر قبضہ کر لیا۔ ساتھ ہی ساتھ ہاگنون اور کلیوپومپوس پوتیدیہ گئے مگر اسے تسخیر نہ کر سکے۔ جب ہاگنون اور فارقلیس کی فوجیں ابھی دور دوش میں تھیں تو انہیں بھی طاعون پھیل گیا اور چالیس روز میں چار ہزار سپاہیوں میں سے کم سے کم پندرہ سو اسکی نذر ہو گئے۔

ایتیکا پر دوسرا حملہ ہو چکا تھا۔ طاعون نے ایتھنزیوں کے خاندان کے خاندان برباد کر دیے تھے۔ ابھی تک [illegible] میں بھی کوئی خاطر خواہ کامیابی نظر نہ آتی تھی۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ ان واقعات کے بعد ایتھنزیوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور ان ناکامیوں کا مورد الزام فارقلیس ٹھہرا دیا گیا۔ اسے بددعائیں دی گئیں اور کوسا گیا۔ اور یہ صورت حال اس درجہ دگرگوں ہو گئی کہ اسے ایک تقریر کرنی پڑی جو طوسی دیدیس نے نقل کی ہے اور کوشش کی کہ اپنے ہم وطنوں کا ہمت بڑھائے اور انہیں تسلی دے۔ مگر ایتھنزی اس قدر مایوس ہو گئے تھے کہ انھوں نے صلح کی غرض سے اسپارٹا ایلچی روانہ کیے۔ مگر اسپارٹی تو یہ چاہتے تھے کہ ایتھنزیوں کو اور بھی زیادہ ذلیل کریں اور اس سفارت کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور ناچار لڑائی جاری رکھنی پڑی۔ مگر فارقلیس [illegible] چڑھ دیا گیا اور اسپر جرمانہ کیا گیا۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ مختلف مورخوں نے مختلف شخصوں کو (مثلاً کلیون، سمیاس اور لاکراتیداس کو) مستغیث بتایا ہے۔ اور دیودورس کہتا ہے کہ فارقلیس پر پندرہ یا [illegible] ٹیلنٹ جرمانہ کیا گیا اور اسے اپنے عہدے سے دست کش ہونا پڑا۔ مگر اس کے بغیر ایتھنزیوں کا کام چلنا ایک امر دشوار تھا۔ اسلئے ۴۳۰ تا ۴۲۹ ق م میں وہ پھر سپہ سالار مقرر ہوا۔ طوسی دیدیس کہتا ہے کہ اسی زمانے میں یعنی ۴۲۹ ق م میں ہی اسکا انتقال بھی ہو گیا[5]۔

---

[4] طوسی دیدیس ۲، ۶۰ و ۶۴۔

[5] طوسی دیدیس (۲، ۶۵)، گروٹ (۳، ۴۴۴) اور ا، ایبٹ («فارقلیس» ۱، ۲۷۴) سنہ ۴۳۰ ق م کا۔ اور گلبرٹ («اضافہ جات» ۱۲۱)، بیلوخ («سیاسیات ایتکا» ۲۰)

زاکینتھوس کے باشندے اکائیائی نسل کے تھے اور ایتھنز کے حلیف تھے۔ اور جب موسم گرما ۴۳۰ھ ق م میں اسپارٹیوں نے انھیں اپنی طرف لانا چاہا تو اسمیں انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا + تھریس کے حکمراں ساڈوکوس ولد ستالکیس نے جو ایتھنزیوں کا حلیف تھا چھ پیلوپونیزی ایلچیوں کو انکے حوالے کر دیا جو یونان سے ایران جا رہے تھے۔ ان ایلچیوں میں سے تین یعنی انیرستوس، نکولاؤس اور استراتودیموس اور ایک کورنتھی ارسٹئیوس تھے + پیلوپونیزیوں نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی جہاز میں گرفتار کر لیا جائے اور وہ اسپارٹا کا طرفدار نہ ہو تو وہ جان سے مار ڈالا جائیگا + اب اس قاعدے کے جواب میں ایتھنزیوں نے ان چھ ایلچیوں میں سے ہر ایک کو جان سے مار ڈالا[6] +

آیندہ موسم سرما میں ایتھنز نے فورمیون کو بیس جہاز لیکر نوپاکتوس میں روانہ کیا تاکہ وہ خلیج کورنتھ کے دہانے کی نگرانی کرتا رہے اور اسپارٹ میلے ساندر چھ جہاز لیکر کاریہ اور لیسیہ چلا۔ اس مہم میں میلے ساندر کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ وہ خود بھی جنگ میں کام آیا اور چونکہ اب خلیج کا دہانہ بالکل غیر محفوظ ہو گیا۔ اگر ایتھنزیوں کے قبضے میں اسکے میگاری ساحل پر کوئی بندرگاہ ہوتی تو یقیناً اونکو اطمینان ہوتا مگر اب ادھر کی طرف سے ایتھنزیوں کو دشمن سے بہت خطرہ پیدا ہو گیا +

فروری ۴۲۹ھ ق م میں قحط زدگی کی وجہ سے آخرکار پوتیدیہ نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اور ڈنکر (۹، ۱۸۸) ۴۲۹ھ ق م کا تعین کرتے ہیں + ایتھنزیوں نے اپنے کسی اور مدبر کیساتھ اتنی مہربانی کا برتاؤ نہیں کیا جتنا فارقلیس کے ساتھ + اسکا انتقال غالباً اکتوبر ۴۲۹ھ ق م میں ہوا ہوگا +

[6] سمندر کسی کی ذاتی ملک نہ تھا اسلئیے یہاں کسی قاعدہ و قانون پر عمل نہ ہوتا تھا + بلاشبہ ایتھنزی سمجھتے تھے کہ بحیرہ ایجیئن انکی ذاتی ملک ہے مگر اسپارٹیوں کے اس قول سے کہ سمندر دشمن کا ملک ہے ایتھنزیوں نے کام نکالا +

ہتھیار ڈال دیئے۔ اہل ایتھنز بھی محاصرے کے طول سے عاجز آگئے تھے اور انکے دو ہزار ٹالنت خرچ ہو چکے تھے اسلیئے اب انھوں نے محصور شہر کے باشندوں کو اسبات کی اجازت دیدی کہ وہ سفر خرچ اور اپنے کپڑے لیکر خوشی چلے جائیں اور محض ان اشیاء کے قبضے پر اکتفا کیا جو وہ شہر میں چھوڑ گئے۔ مگر ان پس ماندہ اشیاء کی قیمت سے اور اس عظیم الشان رقم سے جو ایتھنزیوں کو اس طول طویل محاصرے میں خرچ کرنی پڑی تھی کسی قسم کی مناسبت نہ تھی +

پلاٹیہ کی قسمت کا فیصلہ ایتھنز کے خلاف ہونے کو تھا + ایتھنز میں دوردراز پوٹیڈیہ کو بآسانی تسخیر کرنے کی قابلیت تھی مگر قریب تر پلاٹیہ کو نہ تو وہ بچانا چاہتے تھے نہ انھیں اسکے بچانے کی قوت حاصل تھی + یہاں کھلے میدان میں لڑنے کا سوال تھا۔ اور باوجود فارقلیس کی لفاظی اور تقریر بازی کے اس فن میں ایتھنزی کسی طرح سے بھی پیلوپونیزیوں کی برابری نہ کرسکتے تھے + غرض یہ ہے کہ موسم گرما ۴۲۹ ق م کو آرکی داموس پلاٹیہ کی طرف چلا۔ اور وہاں پہنچکر اہالیان شہر سے گفت و شنود کا سلسلہ شروع کیا + اس گفتگو سے ہمیں اس زمانے کے حالات اور خیالات کا اچھی طرح سے پتہ چلتا ہے۔ پلاٹیہ والوں نے دعویٰ کیا کہ پوسانیاس نے انکے شہر کو غیر جانبدار ٹھیرایا تھا اسلیئے آرکی داموس انھیں بالکل الگ تھلگ اپنے حال پر چھوڑ دے + آرکی داموس نے جواب دیا کہ وہ شوق سے غیر جانبدار ہیں مگر اس غیر جانبداری کا ثبوت انھیں اسطرح دینا چاہیئے وہ ان بیچارے شہریوں کے آزاد کرنے میں مدد دیں جنھیں ایتھنز نے اپنا دست نگر بنالیا ہے۔ یا اگر وہ اس جنگ میں اتنا حصہ بھی لینا پسند نہ کرتے ہوں تو انھیں کم از کم پیلوپونیزیوں کو تو شہر میں داخل ہونے سے نہ روکنا چاہیئے + پلاٹیہ والوں نے یہ عذر پیش کیا کہ انکے بیوی بچے سب ایتھنز میں ہیں اور دوسرے اگر انھوں نے اسپارٹیوں کو اپنے شہر میں داخل ہونے دیا تو انھیں یقین ہے کہ ایتھنزی انکے ساتھ عمدہ سلوک نہ کرینگے + آخر الامر آرکی داموس نے یہ تحریک پیش کی کہ پلاٹیہ والے اپنے جملہ مملوکات اپنے درخت اور اپنی اشیاء شمار کرلیں اور جبتک جنگ جاری رہے اسوقت تک

کہیں چلے جائیں اور جنگ کے بعد واپس آکر اپنی اشیاء پر قبضہ کرلیں۔ پلاٹیہ والوں نے چند روز کی مہلت لیکر ایتھنز سے استفسار کیا تو جواب ملا کہ وہ پلاٹیہ کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں اس وجہ سے انھوں نے اسپارٹیوں کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ اسپارٹی کی داموس نے ملک کے دیوتاؤں کی طرف ہاتھ اٹھاکر کہا کہ وہ دیکھیں کہ پلاٹیہ والوں نے کتنی بے انصافی کی ہے۔ اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ گو پلاٹیہ نے محض ایتھنز کے وعدے کے زور پر پلوپونیزیوں کی تحریک رد کردی تھی مگر انھیں دوران جنگ میں ایتھنز سے مطلق مدد نہیں ملی۔

پلوپونیزیوں نے سب سے پہلے تو ایک ٹیلا تعمیر کیا تاکہ اسکی مدد سے وہ شہر کی فصیل پر بہ آسانی چڑھ سکیں۔ اسپر پلاٹیہ کے باشندوں نے یہ ہوشیاری کی کہ جس جگہ انکو خطرہ تھا وہاں کی فصیل اونچی کردی اور اسکے نیچے سرنگ بناکر اسکے ذریعے سے اس ٹیلے کی بنیاد خالی کرنا شروع کردی۔ اور فصیل کے اندر ایک اور شہر پناہ نصف دائرے کی شکل کی بنائی تاکہ اگر غنیم ایک دیوار کو عبور بھی کرے تو اسے دوسرے پر چڑھنا پڑے۔ اور جب فصیل مسمار کرنے کے لیئے منجنیق لگائے گئے تو انھوں نے انکی قوت زائل کرنیکی غرض سے انپر شہتیر پھینکنے شروع کردیئے۔ اب پلوپونیزیوں نے لکڑیوں کا ایک انبار لگایا اور اسے آگ دیدی جس سے ایسی آتش زدگی ہوئی کہ اس سے پیشتر کبھی نہ ہوئی تھی۔ مگر یکایک بارش ہونے لگی جس سے یہ آگ فرو ہوگئی۔ اسپر پلاٹیہ والوں نے ایک دیوار تعمیر کی اور اسکے ہر چہار طرف خندق کھودی اور حفاظت کیلئے چند پلوپونیزیوں اور بیوتیوں کو اسپر مامور کیا۔ طوسی دیدیش کہتا ہے کہ اسوقت پلاٹیہ میں علاوہ ایکسو دس عورتوں کے جنھیں روٹی وغیرہ پکانے کی غرض سے رکھ لیا تھا صرف چارسو پلاٹیہ کے اور اسی ایتھنز کے باشندے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ محض چارسو اسی مرد ایک شہر پناہ کی کما حقہٗ حفاظت نہیں کرسکتے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس زمانے کا پلاٹیہ آیندہ زمانے کے پلاٹیہ سے کہیں چھوٹا سا مگر ساتھ ہی ہمیں یہ بھی فرض کرلینا پڑیگا کہ پلوپونیزیوں نے یہ تصفیہ کرلیا تھا کہ وہ شہر پر حملہ کرنے میں حتی المقدور ایک سپاہی کا خون بھی نہ بہنے دینگے

ملکہ جو تنقید پلاٹیہ کے محاصرے کے بیان پر ہوئی ہے اس کیلئے آیندہ باب کا حاشیہ دیکھنا چاہیئے۔ پلاٹیہ کے رقبے کیلئے فابرسیوس کی کتاب "تھیبز" (فرائیبرگ ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۱) کا مطالعہ کیا جائے۔

اسی سال (۴۲۹ ق م) کے موسم گرما میں ایتھنزیوں نے دو ہزار ہوپلیت اور دو سو سوار خالکدیسیوں اور بیوٹیوں کے خلاف روانہ کیے۔ مگر بمقام سپارٹولوس ایتھنزیوں کو شکست ہوئی اور انھیں پوٹیدیہ بھاگ جانا پڑا۔ اسکے برعکس مغرب میں انکی قسمت نے یاوری کی۔ ایک موٹی فوج جسمیں اسپارٹیوں کے علاوہ امبریشیہ اور اپائرس کے باشندے بھی شامل تھے کنیموس کی سرکردگی میں اکارنانیہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے ستراتوس کے خلاف چلی۔ حملہ آور دستے میں اپائرسیوں کی تعداد ایک ثلث کے قریب تھی۔ انھوں نے غلطی سے قبل از وقت پیشقدمی کردی جسکے جواب میں ستراتوسیوں نے ایک کمینگاہ بنائی اور وہاں سے گوپھن میں پتھر پھینکنے شروع کیے جسکی وجہ سے کنیموس کو آخر اوئے نیادے واپس ہونا پڑا جہاں پہنچکر اسنے اپنی فوج برخواست کردی۔ اسی حصۂ ملک میں ایتھنزیوں کو بحری جنگ میں بھی کامیابی ہوئی۔ کورنتھی اور دیگر پیلوپونیزی خلیج کورنتھ سے سینتالیس جہاز لیکر اس خیال سے نکلے کہ فورمیون کے پاس صرف بیس جہاز ہیں اور وہ انکی مخالفت پر آمادہ نہ ہوگا۔ مگر فورمیون نے فوراً انکو روکنا چاہا جسکے جواب میں انھوں نے دفاعی طریقۂ جنگ اختیار کیا اور اپنے جہازوں کے "اگر بھاگوں" کو اوپر کی طرف کرکے انھیں نصف دائرے میں ڈال دیا۔ اب فورمیون نے اس ساکت بیڑے کا بہ اطمینان تمام طواف کیا اور متعدد مرتبہ حملوں کے مظاہرے کیے جسکی وجہ سے نخواہی نخواہی جہازوں کو ایک دوسرے کے قریب تر آجانا پڑا۔ اب ہوا نے مشرق کی طرف سے سر اٹھایا اور اس موقع سے فائدہ اٹھاکر فورمیون نے غنیم کے جہازوں پر جنمیں ابتری پھیل گئی تھی یک بارگی حملہ کیا اور بہت سے جہازوں کو جنمیں امیرالبحر کا جہاز بھی تھا برباد کرکے پاترے اور دیمے تک باقی جہازیوں کا تعاقب کیا۔ فاتح ایتھنزیوں نے راس ریئوم پر ایک یادگار قائم کی اور ایک گرفتار شدہ کشتی بطور پوسیدون دیوتا کے نذرانے کے اس یادگار کے بازو میں رکھکر خود نوپاکتوس واپس آگئے۔ مغلوب پیلوپونیزی ایلس کے بحری سلح خانے کیلینے چلے گئے جہاں کنیموس مع اپنے بیڑے کے انسے جا ملا۔

بہر حال اس سمندر میں یہ آخری بحری جنگ نہ تھی۔ پیلوپونیزیوں کو یہ خیال تھا کہ ان کے بیڑے میں اس سے زیادہ قابلیت دکھانے کے جوہر موجود ہیں انھوں نے تیوکراتیس، براسی داس اور لیکردفون کو نظر بیا اسی طرح کینموس کا صلاح کار بناکر بھیجا جیسے پہلے خود بیرزاس کی مجلس کی نے نمایندوں کو اپنے سپہ سالاروں کا مشیر بناکر بھیجا تھا۔ فرمیون نے بھی ایتھنز سے مدد مانگی اور اسکے جواب میں بیس جہاز اسکے پاس روانہ کیے گئے۔ مگر بدقسمتی تھی کہ حکومت نے یہ شرط لگائی کہ فرمیون کے پاس جانے سے پہلے وہ کیاس ساکن گورتینہ کو سیدونیہ فتح کرنے میں مدد دیں۔ اس مہم میں ایتھنزی ناکام ہوئے اور اس سے صرف یہ نتیجہ نکلا کہ ایتھنزیوں کا نہایت قیمتی وقت ضائع ہوگیا اور بیچارے فرمیون کو ایسے نازک وقت میں بھی صرف بیس کشتیوں پر ہی اکتفا کرنا پڑا اور اسنے وہ نہایت جرأت اور جوانمردی کے ساتھ دشمن کے ستہتر جہازوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ پیلوپونیزی بندرگاہ پنورموس پر پڑے تھے جو نوپاکتوس کے مقابل راس دریائم سے بجانب غرب واقع ہے۔ اور فرمیون اسکے بالکل سامنے راس مولکریوم یا انٹی رھیوم کے قریب تھا اور خیال ہوتا تھا کہ عنقریب جنگ شروع ہونے والی ہے اب اسپارٹی سپہ سالاروں نے ایک چال کی اور اگر یہ چل جاتی تو یقیناً ایتھنزی بیڑ اصفحۂ ہستی ہی سے معدوم ہوجاتا۔ وہ یکایک مشرق کی طرف بجانب نوپاکتوس مڑ گئے جسمیں نہ تو فوج تھی اور نہ کسی قسم کا سامان حفاظت۔ اور اسکے مڑتے ہی فرمیون بھی اسی طرف چلدیا۔ اب دونوں بیڑے مشرق کی طرف اسطرح گئے کہ دونوں کے راستے متوازی تھے اور پیلوپونیزی راستہ ایتھنزی راستے سے جنوب کی طرف تھا۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ ایتھنزیوں کی صرف ایک ہی صف تھی مگر پیلوپونیزیوں کی تعداد ایتھنزیوں سے چوگنی تھی اور وہ اپنے جہاز چار صفوں میں برابر برابر جارہے تھے۔ ایک بیک پیلوپونیزی جہاز بائیں جانب مڑ گئے اور ایتھنزیوں پر آپڑے اور ہر ایتھنزی جہاز کو غنیم کے چار جہازوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ان کے

میں بہترین جہاز اس جدول جنگ کے سرگروہ تھے + باوجود اس فرق کے بیس ایتھنزی جہازوں میں سے گیارہ فرار ہو گئے اور باقی نو میں سے صرف چند کو ایتھنزی گرفتار کر سکے - فراری جہازوں کو پلوپونیزی بیڑے کے سب اور جہازوں نے نو پاکتوس تک تعاقب کیا اور اس بندرگاہ سے باہر ایک ایتھنزی اور ایک لیوکاس کے جہاز میں مڈبھیڑ ہو گئی - مگر ایتھنزی جہاز نے ایک تجارتی جہاز کا جو بندرگاہ میں پڑا ہوا تھا دور کیا اور لیوکاس کے جہاز کو ایسی ٹکر لگائی کہ وہ اس صدمے سے ڈوب گیا + اس جہاز کے عرشے پر خود تموکراٹیس موجود تھا اور وہ اسقدر مایوس ہوا کہ اسنے خودکشی کر لی + اب پلوپونیزی بیڑے میں سخت انتشار پیدا ہوا اور جب ایتھنزیوں کو اسکا علم ہوا تو انھوں سے نکل کر اس بیڑے پر حملہ کیا اور ایک جہاز کے علاوہ وہ سب جہاز بھی واپس لے لیے جو پلوپونیزیوں نے گرفتار کر لیے تھے بلکہ دشمن کے چھ جہاز اور بھی لے لیے اور اس کارنامے کی یادگار انھوں نے بمقام انٹی رھیوم قائم کی + پلوپونیزیوں نے بھی بمقام رھیوم ایک یادگار بنائی مگر رات کی تاریکی میں وہ لیوکاسیوں کو تنہا چھوڑ کر خود خلیج کورنتھ کی طرف چلے گئے + جب یہ تمام مراحل طے ہو گئے اسوقت ایتھنزی بیڑے نے جو جزیرہ کریٹ میں بیکار اپنا وقت ضائع کر رہا تھا اپنی صورت دکھائی +

اس ناکامی سے بھی کنیموس اور براسیداس کو مایوسی نہیں ہوئی تھی اور اب انھوں نے ایک اور محاذات میں حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے ملاحوں کو حکم دیا کہ اپنے چپو اور گدیاں لیکر کورنتھ سے خشکی کے راستے نسیا جائیں اور وہاں سے چالیس جہازوں پر بیٹھکر پرائیوس کو جا دبائیں - یقیناً اس چال سے ایتھنزیوں کو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑتا - مگر ملاحوں کو اس حکم کی تعمیل کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی بلکہ رات کے وقت انھوں نے محض سالامس پر حملہ کرنے پر اکتفا کیا اور تین خالی جہاز گرفتار کر کے چلے گئے + جب آتشی نشانوں کے ذریعے سے ایتھنزیوں کو انکی آمد کی خبر ہوئی تو وہ موقع پر پہنچ گئے - مگر انکے پہنچنے سے پہلے ہی غنیم لنگر اٹھا کر چلدیا تھا +

اسی زمانے میں فارقلیس کا انتقال ہوگیا۔ اسکا ہمیں علم نہیں کہ وہ خود مویاکتوس کی لڑائی اور سالامس کے حملے کے وقت میں فوسیوں کے خلاف شریک جنگ تھا یا نہیں۔ اسکی موت کی نسبت ہمیں اتنا معلوم ہے کہ اسے اپنے آخری ایام میں بہت سے صدمے دیکھنے پڑے اور ایک نہایت مزمن مرض کے تمام مصائب برداشت کرنے کے بعد راہی ملک عدم ہوا۔ اسپر وری تماشا گاہ پر پھبتیاں اڑائی گئیں اسلیئے کہ سروری ناٹک میں اشراف پسندوں کا عنصر غالب تھا۔ اسکے اقربا اور اسکے دوستوں کا تحکہ اڑایا گیا اور اسکے تختۂ مشق ایسے لوگوں کو بنایا گیا جیسے میتی کوس اور پی رلا ہیس جنمیں سے ایک کا قصور تو یہ تھا کہ اسکے پاس دولت زیادہ تھی اور دوسرے کو ایک ہی وقت میں بہت سے عہدے دیدیئے گئے تھے۔ سازشیوں نے ایک صناع سے لوگوں کی خدمات حاصل کیں اور اسکے جسنے اکرو پولس کی تعمیر میں فدیاس کے ساتھ کام کیا تھا اور استغاثہ کی اجازت لیکر (جو آئین کے مطابق لینا ضروری تھا) یہ دعوی کرادیا کہ فدیاس ان رقوم کے تغلب کا مرتکب ہوا ہے جو اسے مختلف عمارتوں کی تکمیل کیلیئے وقتاً فوقتاً دی گئیں۔ اس مقدمے کی کاروائی کا کوئی قابل اعتبار ریکارڈ ہم تک نہیں پہنچا مگر ہمارے نزدیک یہ بالکل ناممکن ہے کہ اس طریقے سے صحیح پر ایسا کوئی الزام ثابت ہوگیا ہو۔ اس تحقیقات میں خود فارقلیس کا نام بھی لیا گیا اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ اسپارٹی جنگ کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کا دھیان بٹ جائے اور وہ جنگ کے معاملات میں مصروف ہوجائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمے کے بعد جو اپنی نوعیت کا

۱؎ گرٹیوس کی تاریخ یونان ۲(۲)+۱۷۱ ۵ م و ۲ ۵ ۵ میں ان تمام الزامات کا ذکر ہے جو فارقلیس کے دوستوں پر لگائے گئے۔ اسکا یہ خیال (ص ۲۹۶) صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیس کے دوستوں پر یعنی اسکی وساطت سے خود اسپر جو الزام عائد کیئے گئے تھے انکی وجہ سے ممکن ہے کہ اسکی یہ خواہش پیدا ہوگئی ہو کہ جنگ جلد شروع کردینی چاہیئے۔ اس لیئے کہ وہ اس طریق جنگ سے اچھی طرح سے واقف تھا جو بحضر کے مفاد کو مدنظر رکھکر اسے اختیار کرنا چاہیئے۔

پہلا۔ تقدیر بھا فدیاس ایلس چلا گیا جہاں ایلسیون نے اسے کسی کام پر مامور کیا تھا اور وہیں اسکا انتقال ہوگیا ٭

فارقلیس اور اناکثاغورس میں آپس میں نہایت گہرے تعلقات تھے اور اب اسپر حملہ کیا گیا۔ ایتھنز میں ایک شخص دیوپی تھیس تھا جسے مذہبی معاملات میں خاص دخل تھا۔ چونکہ یاس کا بہت دوست تھا۔ اور اسنے جمعیت عوام میں یہ تحریک پیش کی کہ ان لوگوں کے خلاف الی سانگلیا (استغاثہ) کیا جائے جو یونانی دیوتاؤں کے وجود سے منکر ہوں یا ایسے عقائد پھیلانے میں کوشاں ہوں جنکا تعلق حوادث سماوی سے ہے۔ یہ تحریک منظور ہوگئی اور اسکے مطابق شاید کلیون نے اناکثاغورس پر استغاثہ دائر کر دیا۔ جب کسی مملکت کے بہترین افراد کے خلاف وہاں کے راسخ الاعتقاد اور مستبد اور وہاں کے ترقی یافتہ عمومیت پسند افراد جمع ہو جائیں تو پھر اس مملکت کی بدقسمتی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ خود فارقلیس نے اپنے دوست کا ساتھ دیا مگر وہ اسے بری الذمہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ عدالت کی یہ خواہش نہ تھی کہ اسے فلسفہ کا درس دیا جائے اور اناکثاغورث پر پانچ تالنت جرمانہ ہوگیا۔ اسکے بعد وہ ایتھنز کو خیرباد کہکر لمپساکوس چلا گیا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی ٭

فارقلیس کے دو عزیز ترین دوست جو اسکے راز داں تھے اور جو اسکے علمی اور ذہنی خیالات سے واقف تھے شہر بدر کر دیئے گئے تھے اب صرف ایک بات باقی تھی کہ اسکے جذبۂ محبت کو نہایت بیرحمی کے ساتھ ایک کاری ضرب لگائی جائے۔ جب اناکثاغورس کا معاملہ ختم ہوا تو دیوپی تھیس نے جمعیت عوام سے ایک اور قرارداد کی منظوری لی کہ اسپازیہ پر بدچلنی کا الزام لگایا جائے اور اسکی تعمیل میں ایتھنز کے ایک سرور یہ بازہرمیوس نے اسپر یہ استغاثہ دائر کیا کہ وہ فارقلیس کی کٹنی کا کام انجام دیتی ہے۔ اس مقدمے میں فارقلیس نے خود اپنی محبوبہ کی بریت کیلئے پیروی کی اور اپنی تقریر میں اس نے آنسو تک بہائے جو وہ آنسو نہ تھے جو عام طور پر مقرر اور فصیح محض اثر پیدا کرنے کی غرض سے بہاتے ہیں بلکہ وہ اسکے دلی جذبات کا ایک ادنی نمونہ تھے ٭

بہرحال اسپازیہ پر جو الزام عائد کیا گیا تھا اسکا ثبوت بہم نہ پہنچ سکا اور وہ بری ہوگئی ۔

فارقلیس کے دو بیٹے زانتھی پوس اور پارالوس ایک ہفتے کے اندر اندر بمرض طاعون سے مرگئے اور اسکی بہن کا بھی انتقال ہوگیا ۔ ان تمام مصائب کا مقابلہ اسنے نہایت دلجمعی اور بہادری سے کیا اور اپنے خاندان کا تسلسل قائم رکھنے کی غرض سے اسنے اپنے اور اسپازیہ کے بیٹے فارقلیس کی اولاد جائز ہونے کی باضابطہ اجازت حاصل کرلی اور یہ اس شخص کی خدمات کا جسنے اپنے مقدور اور امکان کے اندر مملکت کیلیئے اپنی جان لڑادی ہو نہایت مختصر معاوضہ تھا ۔ مگر اب اسکی قوت جواب دیگئی اور جب اسکی موت کا وقت قریب آیا تو اسکے اندرونی جذبات اپنے خاص انداز سے ظاہر ہوئے ۔ اسکے دوست اس کے بستر مرگ کے چاروں طرف جمع تھے اور کھڑے ہوئے اسکے بےحس جسم کیطرف دیکھ رہے تھے اور خیال کر رہے تھے کہ فارقلیس کی روح پرواز کرچکی ہے ۔ مگر فارقلیس ابھی زندہ تھا ۔ اور اسنے ان توصیفانہ الفاظ کو سن لیا جو اسکے دوست اسکے متعلق استعمال کر رہے تھے ۔ اور اپنی طاقت مجتمع کر کے کہا کہ میرا صرف ایک دعوی ہے اور وہ یہ کہ اسوقت تک کسی اتھنزی نے میری وجہ سے ماتمی لباس نہیں پہنا ۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ اسکی خصوصیات میں سے انسانیت ایک نہایت ممتاز صفت تھی اور اس صفت میں ایسے دور میں جبکہ پلاٹیہ اور کورکائرا ، منی لنہ اور میلوس میں انتہائی بیرحمی اور سفاکی کا طریقہ جائز رکھا گیا اسکا مرتبہ نہایت ارفع و اعلی ہے ۔

جب ہم فارقلیس جیسے اہم شخص کی موت کا حال بیان کر رہے ہیں تو اسوقت یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کے حالات اور اس کے کارناموں کا لب لباب بھی بیان کر دیں[۹] ۔ اس کام کی انجام دہی میں بہت سی

---

[۹] حال میں فارقلیس کی جنگی قابلیت پر بہت بحث کیگئی ہے مگر یہاں تفصیلی واقعات کے اعادے کا ضرورت نہیں ہے ۔ ہم بتا چکے ہیں کہ اسکی دوراندیشی اور تدبر میں کسی کو کلام نہیں اور

دقتیں ہیں اسلیئے کہ جس مملکت کو اسنے منتظم کیا وہ اپنے مخالفوں کے سامنے سرنگوں ہوگئی اور اسکے مدبرانہ اوصاف کے اندازہ کا وہی معیار قائم کرنا پڑیگا جو اسکے مخالف نقاد اپنی سیاسی رائے کے مطابق مقرر کرینگے۔ ان دونوں باتوں کے علاوہ سب سے بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اسنے اس نصب العین کا کبھی اعلان نہیں کیا جو ہر وقت اسکے پیش نظر رہتا تھا اور جہاں تک وہ اپنی بدقسمتی سے کبھی پہنچ نہ سکا۔ جو حکم بھی فارقلیس پر لگایا جائے اسکا انحصار اسپر ہوگا کہ آیا اس کے نقادوں کی وہی رائے ہے جو ہماری ہے یعنی یہ کہ اسکے اصل مقاصد ان ظاہری مقاصد سے کہیں زیادہ بلند پایہ تھے جنکا اظہار اسنے مناسب سمجھا۔ اس

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اسمیں بھی شبہ نہیں کہ اس کے خصائل بھی برے نہ تھے۔ ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ جنگ کے زمانے میں وہ ہمیشہ دانائی اور استقلال کا ثبوت دیتا تھا مگر یہ منکشف نہیں ہوا کہ کسی مہم کو سر کرنے کی اسمیں کوئی خاص قابلیت بھی تھی۔ اس زمانے میں فن حرب ایک مخصوص فن کی شکل اختیار کرچکا تھا جس میں مہارت حاصل کرنے کیلیئے اسکی ضرورت تھی کہ انسان نہ صرف اسکی مشق ہی کرے بلکہ اسی کا ہو رہے مگر ہمیں یقین ہے کہ اپنے تیس سال کے مدبرانہ زمانے میں اسنے اس کا مطالعہ کرنے کیلیئے اسے ہرگز کافی وقت نہیں ملا۔ فارقلیس اتھنز جیسی مملکت کے اندرونی اور خارجی معاملات کا تصفیہ کرنے کا ذمہ دار تھا اور جو کچھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے اس سے اتھنز کی اہمیت اور اس کے مختلف مسائل کے اشکال کا کچھ نہ کچھ پتہ لگ گیا ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں خواہ فارقلیس میں کیسی ہی فطری قابلیت کیوں نہ ہو وہ ایک بڑا سپہ سالار کبھی نہ بن سکتا تھا۔ ہمیں اسکا بھی علم ہے کہ اسے اپنے ہم وطنوں کی جانوں کا اتنا خیال تھا کہ اسمیں نتائج سے وہ بے پروائی اور بے فکری باقی نہ رہی تھی جو بعض مرتبہ جنگ میں ضروری ہوتی ہے۔ اس کے بار بار استراتی گوس مقرر ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ اتھنزیوں کے نزدیک اسے فن سپہ گری میں کمال حاصل تھا بلکہ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ استراتی گوس کے فرائض آجکل کے سپہ سالار کے فرائض سے بالکل مختلف تھے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ ایک اچھا وزیر جنگ تھا مگر اس سے زیادہ تسلیم کرنیکی گنجائش نہیں۔ فارقلیس کا نستور اور انتی فور سے اسیطرح مقابلہ کیا جاتا ہے جیسے برا سیداس کا اکی لیس سے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسکی سپہ سالاری کا سکہ بیٹھ گیا تھا۔ اسمیں کیا شبہ ہے کہ نستور جیسے شخص کا کسی جنگ میں سپہ سالار ہونا اس کی کامیابی کے لیئے کوئی ضمانت نہیں۔

موضوع پر جو کچھ بیسویں باب میں بیان کیا جاچکا ہے اس پر چند امور کے اضافے پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔

مملکت ایتھنز میں دو باتیں خاص طور پر پائی جاتی تھیں۔ ایک تو اس میں ان اصولوں کا بہترین مظاہرہ تھا جو عموریت کی گویا بنیادیں اور دوسرے اشتراکیت کے اصول کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی تھی۔ ایتھنزیوں کا یہ خیال تھا کہ ایک طرف تو چند خاص قوانین کے ماتحت ہر شہری امور عامہ کے متعلق اپنی رائے دے سکے اور ساتھ ہی ساتھ اس سیاسی ضرورت کو پورا کرنے میں ذاتی نقصان بھی نہ اٹھائے۔ ۱۲ میں یہی اس قاعدے کی بنیاد ہے کہ ہر قسم کی پبلک خدمت کا خدمت کرنے والے کو معاوضہ دیا جائے۔ اگر غریب سے غریب شخص بھی حکومت بلدیہ میں حصہ لینا چاہتا تو وہ اپنے مقصد میں محض اس لیئے کامیاب ہوتا کہ مملکت اس کے خور و نوش کا سامان مہیا کرنے کیلیئے تیار تھی۔ اس طرح فارقلیش نے اس خاص معاملے میں ایتھنزیوں کو اسپارٹا والوں کا ہم پلہ کر دیا۔ اگر کوئی ایتھنزی سیاسیات میں کچھ حیثیت پیدا کرنا چاہتا تو وہ کرسکتا تھا اور جیسے اسپارٹی اپنی تمام تر توجہ امور عامہ کی طرف مبذول کرسکتے تھے اسی طرح ایتھنزیوں کو بھی یہ بات حاصل ہوگئی تھی۔ اور جہاں تک لیاقت اور رتبے کا تعلق ہے بلاد یونان میں سوائے اسپارٹا کے صرف ایتھنز ہی ایسی جگہ تھی جہاں یہ ممکن تھا۔

مادی وسائل میں بھی ایتھنزی اسپارٹیوں کے دوش بہ دوش چلتے تھے سپاہیوں کی تعداد اور ان کے ہتھیاروں کی حالت دونوں مملکتوں میں یکساں تھی مگر یہ ظاہر ہے کہ ملک کو با اثر بنانے کے لیئے محض مادی قوت ہی کافی نہیں ہوتی اور یہ روحانی قوت ہی ہے جو ملک کو طاقتور بنانے کا سب سے بڑا آلہ ہے۔ اسپارٹا میں یہ روحانی قوت ان کے اصول تادیب اور فرمانبرداری اقتدار اعلیٰ کی شکل میں موجود تھی۔ مگر ایتھنزی خصوصیات اس کے بالکل برعکس تھیں۔ ان کی تفصیل تو آگے چل کر بیان کی جائے گی۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ آزادی کا جذبہ ایتھنزیوں کی رگ رگ میں سرایت کر گیا تھا اور ان کے معمولی دستور نے انھیں اور بھی مدد دی۔ ایک ایتھنزی شہری کا دماغ ہر وقت حاضر اور ہوشیار رہتا تھا اور اس کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ ہر مسئلے کی تفصیل بھی وہ خود ہی طے کرے۔ بدیں وجہ اس اہم کام کو انجام دینے

کے لیئے اس کی ضرورت تھی کہ اسے اعلیٰ ترین تعلیم حاصل ہو۔ اور چونکہ اس کی فطرت میں کسی شخصیت معتدر کے سامنے بلا تامل سر تسلیم خم کرنا نہ تھا اس لیئے اس کی ضرورت تھی کہ وہ خود ہی صحیح نتائج پر پہنچ سکیں۔ ہماری رائے ہے کہ فارقلیس کا مقصد یہ تھا کہ اتھینزیوں کو اس قابل بنادے۔ سب سے پہلی ضرورت یہ تھی کہ ان سے تعصب کی بو بالکل نکل جائے اس لیئے کہ اگر انسان کی آنکھ پر تعصب کا پردہ پڑا ہو تو وہ صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فارقلیس نے اتھینز کو مختلف عمارات اور مجسموں سے زینت دی اور اس کے شہریوں کی تفریح کے لیئے سامان بہم پہنچایا۔ مگر دیگر امور میں اس نے مطلق ہاتھ نہیں ڈالا۔ اور یہ ہی ان تقریروں میں پایا جاتا ہے جو طوسی دیدیش نے اس کی طرف منسوب کی ہیں۔ لیکن اگر ہم چند واقعات پر غور کریں تو ہمارے سامنے ایک بالکل مختلف تصویر آجائیگی۔ پہلی بات تو خود **فارقلیس** کی شخصیت کا مسئلہ ہے۔ اس میں اس قدر سنجیدگی اور اس کے مقاصد میں اس درجہ بلندی تھی جو بہت کم مدبروں میں پائی جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ہم اس واقعے کو بالکل اہمیت نہ دیں کہ وہ کسی جلسۂ شراب خوری میں کبھی شریک نہیں ہوا۔ یا اگر ہم اس کی تذلیل کے درپے ہوں تو اس واقعے کو طعنہ آمیز لہجے میں بیان کریں کہ جب ایک مرتبہ ایک شہری اسے برا بھلا کہتا ہوا اس کے دروازے تک گیا تو واپسی میں اس نے ایک غلام کو روشنی دیکر اس کے ساتھ کر دیا اور اسے حکم دیا کہ اجنبی کو اس کے گھر تک پہنچا آئے۔ مگر ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونگے کہ اس کی بعض صفات میں غیر معمولی سنجیدگی پائی جاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو خود پر کس قدر قابو حاصل تھا۔ مثلاً وہ جو تقریر کرتا تھا اس کو پیشتر سے نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ مرتب کر لیا کرتا تھا۔ اور اسے اتھینزیوں کا اتنا لحاظ تھا کہ محض ان کی وجہ سے اسے بعض مرتبہ فوجی ضروریات سے درگذر کرنا پڑتا تھا۔ کیا یہ ایک فطرتی تقاضا نہیں ہے کہ جس غور و فکر کی وہ اپنے آپ میں ضرورت سمجھتا تھا اسی کو وہ اپنے ہم وطنوں کے لیئے بھی ضروری خیال کرتا بلکہ ایک مثال ہمیں ملتی ہے جب اس نے یہ نقص **سوفوکلیس** میں پایا اور اس پر اس کا الزام لگایا۔ **فارقلیس** کی شخصیت کا اندازہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسانی صفات کا ایک نمونہ بننا چاہتا تھا۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ اس کا مطمح نظر صرف اخلاقی برتری ہو اور قوائے ذہنیہ کے ارتقا سے

اسے کچھ مطلب نہ ہو؟ ایتھنز والے اوہام پرست تھے۔ اور نکیاس کے دوست دیوپیتھیس کی اوہام پرستی سسلی کے حملے میں ایتھنزیوں کو جو نقصان عظیم ہوا وہ اس کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس فارقلیس وہم کے پاس بھی نہ پھٹکتا تھا اور عین مہمات کے دوران میں وہ قدرتی ہیولوں کی محض عقلی تاویل کرتا تھا۔ اس کام میں اناقی غورس نے اپنے علم ذخار کے ذریعے سے اس کی ہر طرح کی مدد کی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ فارقلیس کی خواہش تھی کہ ایتھنز کے شہری علوم طبیعی میں کمال حاصل کریں اور اس طرح ان میں حاکمانہ حیثیت قائم رکھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے تو یقیناً ہم غلطی کے مرتکب نہ ہونگے۔ آج کل ہر شخص اس اہمیت سے واقف ہے جو کسی ملک میں عورتوں کو حاصل ہونی چاہیے۔ مگر ایتھنز میں عورتیں تعلیم یافتہ سوسائٹی سے علیحدہ رکھی جاتی تھیں اور اس میں صرف مرد ہی شریک ہو سکتے تھے۔ ایتھنز کے بڑے سے بڑے معترف کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہاں کی طرز معاشرت میں یہ بہت بڑا سقم تھا۔ مگر اسپاسیا نے فارقلیس کا ہر طرح ہاتھ بٹاتی تھی اور خود ہرمیپوس کے الزام سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارقلیس کے مکان میں تعلیم یافتہ لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ فارقلیس جیسے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ شخص کی یہ خواہش نہ ہو کہ اگر ایتھنز کی سی ہوشیار قوم کی طرز معاشرت میں اصلاح ہو سکتی ہے تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس کی مثال پر عمل کیا جائے۔ ایشیائے کوچک کے تمدن کا ایک جزو لاینفک علوم طبیعی کا مطالعہ اور عورتوں کا اعلیٰ معاشرتی رتبہ تھا جس کی مثالیں سافو اور ارتیمیزا کی سوانح عمری میں پائی جاتی ہیں۔ فارقلیس کا یہ خیال کہ ان خیالات کو ایتھنز کے جمہوریت پسند، تجارت پیشہ شہریوں میں رائج کیا جائے یقیناً اسی کی شان کے شایاں تھا۔ کیا اس کا یہ نتیجہ ہوتا کہ ایتھنز جس نے اپنی سلطنت کی اس شان سے بنیاد ڈالی تھی اس کی حفاظت بھی کر سکے؟ بدقسمتی سے واقعات نے فارقلیس کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ کاہنوں نے اس کے دوست اناقی غورس سے چھٹکارا حاصل کر لیا اور پھر سسلی کے حملے کا خرابہ کیا اور ایک سرویہ نویس نے یہ الزام لگا دیا کہ اسپاسیا نے بدچلن تھی حالانکہ قدیم سرور یہ خود بھی اس قبیح الزام سے پاک و صاف نہ تھے۔[۱]

۱۔ میرا خیال ہے کہ فارقلیس نے ... کے حسب حال سولن کا کام جاری رکھا۔ سولن نے

یہ امر کہ فارقلیس کی علوشان کا جو اندازہ اس کتاب میں کیا گیا ہے اس کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اپنا مقصد یہ قرار دیا تھا کہ حکومت کی باگ مخفی (؟) ایماندار امرا کے ہاتھ میں ہو۔ اس نے مملکت کی ترتیب اس زمانے کے حکما و اہل بصیرت کے خیال کے مطابق دی۔ دو رِ فارقلیس میں اپنا دستور جس کا مدار دولت پر ہو متروک ہو گیا تھا اور عمومیت کے سرور یعنی کلس تھینس اور ارسٹیدیس سیاسی حقوق کی مساوات کو ایک امر واجبی بنا چکے تھے۔ فارقلیس سمجھتا تھا (اور اس کا یہ سمجھنا بالکل درست تھا) کہ مملکت پر حکومت کرنے کے لیے شہریوں میں قابلیت ہونی چاہیے اور اس کے لیے تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونا نہایت ضروری ہے۔ سسلی کے حملے کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں کے لیے روشن خیالی کی کسقدر اہمیت تھی۔

سولن اور فارقلیس دونوں اس تمدن کے بہترین قائم مقام تھے اور یہ تمدن دراصل اتھنز کا شرف تھا جو ایلونیہ میں مروج تھی۔ جو کامیابی ان دونوں کو ہوئی اس کا اندازہ چند الفاظ میں نہایت مشکل ہے۔ یہاں ہم صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ دونوں کا کام ان ہی کے عزیزوں اور رشتہ داروں نے بگاڑ دیا۔ سولن کا پی سسترتوس نے اور فارقلیس کا الکبیادیس نے۔

فارقلیس کے سیاسی دوست اور ساتھیوں یعنی فوشیدیاس، ہاگنون وغیرہ کے لیے گلبرٹ کی کتاب صفحہ ۱۰۵ وغیرہ اور فومیون کے لیے اگ کس کی کتاب "مدبران یونان" جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ دیکھنا چاہیے۔

فارقلیس کے خود دار مجسمے کے بیان کے لیے فریڈرکس وولٹرز کی کتاب صفحہ ۴۸۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے سر سے اس کے تصورات اور اس کا مطمح نظر صاف عیاں ہیں۔

یہ سچ ہے کہ اتھنزیوں نے ہئیت دان میتون کی قدر کی اور بعض مرتبہ یہ مثال ان کی قدردانی علوم کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ مگر یا تو وہ علم ہئیت کے ساتھ نجوم میں بھی ید طولیٰ رکھتا تھا ورنہ اس میں مکر و فریب کا بھی مادہ تھا جو کسی عالم متبحر کے لیے ہرگز زیبا نہیں (دیکھو "تارکنہ" الکبیادیس، "ناکیاس" ۱۳)۔ کہا جاتا ہے کہ میتون پر بیکار تہمت لگائی جا رہی ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اسے مختلف شگونوں کی تاویل کرنے میں کمال حاصل تھا۔ اور یہ ہی وہ خصوصیت تھی جو اتھنزیوں کو سب سے زیادہ پسند تھی۔ بے شک میتون نے اپنا اثر قائم کر لیا تھا۔ مگر یہ اثر اس لیے نہ تھا کہ وہ علم ہئیت کا ماہر تھا بلکہ اس کا راز یہ تھا وہ مختلف علامات ارضی و سماوی کی تاویل بھی کر سکتا تھا۔

قدما کی تصانیف میں یہ ایس الفاظ پتا نہیں لگتا زیادہ قابل لحاظ نہیں۔ خود طوسی دیدیش کہتا ہے کہ فارقلیس کسی کا تتبع نہ کرتا تھا بلکہ وہ خود رہبر تھا۔ کیا یہ قیاس میں آسکتا ہے کہ اس کی آرزو صرف یہ تھی کہ وہ رہبر ہی بنا رہے؟ اگر ہمارا اندازہ صحیح ہے تو اس کے اصلی مقاصد پر رائے قائم کرنے میں صرف قیاس ہی سے کام لیا جا سکتا ہے اسلئے اگر فارقلیس ان کا اعلان کرتا تو اسے یقیناً ناکامی کا منھ دیکھنا پڑتا۔

اور اس کی ناکامی کی اصل وجہ نامساعدت زمانہ ہی ہے۔ اس کا جو مطمح نظر تھا یعنی یہ کہ اتھینزیوں کی تعلیم کو کمال ہوجائے حاصل نہ ہو سکا۔ صرف اس تخیل تک پہنچنے کا آلہ باقی رہ گیا اور یہ بے لگام عمومیت تھی۔ مگر اس سے بھی امید کے مطابق نتائج نہ نکلے۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ یہ عمومیت اس قدر نقصان رساں نہ تھی جتنا آج کل کے بعض مورخوں کا خیال ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ ہر قسم کی طرز حکومت سے مملکت کو فائدہ ہی پہنچتا ہے جس میں اظہار رائے کی آزادی ہو۔ اور کم از کم اتھینزی عمومیت پر تو ایک نہایت نادر روک تھی جو آج کل کسی مملکت میں نہیں پائی جاتی اور وہ یہ کہ سیاسی رہبر کلیۃً ذمہ دار گردانا جاتا تھا۔

بریں وجوہ ہمارا خیال ہے کہ جب اتھینزی عمومیت کا سردار فارقلیس تھا اس وقت وہ اپنی نوع کے نہایت درخشاں اور مکمل ادارات میں سے تھی اور جب وہ اس دنیا سے اٹھ گیا اس وقت بھی اس کا رتبہ نہایت ارفع و اعلیٰ تھا۔

باب (۲۳)

جنگ پیلوپونیز کا حال

صلح نکیاس تک

(۴۲۹ قم تا ۴۲۱ قم)

فارقلیس کی موت کے بعد اتیھنز میں کوئی شخص ایسا نہ رہا جس کا صاحب اثر ہونا مسلم ہوا جس میں مملکت کے سرگروہ بننے کی اہلیت ہو۔ سب سے زیادہ جو شخص ممتاز تھا وہ نکے راتوس کا بیٹا نکیاس[۱] تھا۔ **نکیاس** امن پسند گروہ کا

---

[۱] نکیاس کے لئے گ، یولیوس کی کتاب "نکیاس، سربراہ و سپہ سالار افواج" (اوٹرنٹ ۱۸۵۹ء) اور گلبرٹ کی کتاب (صفحہ ۱۴۶) کا مطالعہ مناسب ہے۔ نکیاس ایک اوسط درجے کی قابلیت کا آدمی تھا اور اس کی طبیعت میں تذبذب کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ وہ غلاموں کی بیع و شرا کیا کرتا تھا اور کلیون اور ہی پربولوس کی طرح تجارت پیشہ تھا۔ صرف فرق یہ ہے کہ قدیم مورخ اور زمانہ حالیہ کے محقق دونوں کلیون اور ہی پربولوس کو تو ان کے پیشوں کے نام سے (توہینًا، دباغ، چراغ ساز اور مویشی فروش کہہ کر) پکارتے ہیں مگر نکیاس کو محض اس کے حسب نسب کی وجہ سے غلام فروش نہیں کہا جاتا۔ مگر اصل فرق دونوں میں یہ تھا کہ کلیون تو اس وقت موجود رہتا تھا جب اس کے ماتحت دباغت میں لگے ہوتے تھے مگر جب نکیاس کے غلام لوریون کی کانوں میں کام کرتے تھے تو اس وقت نکیاس موجود نہ ہوتا تھا بلکہ اتیھنز میں ہوتا تھا۔ اور محض اس فرق کی بناء پر ایک کا پایہ دوسرے سے بڑھا دینا ہرگز مناسب نہیں۔ نکیاس کی وقعت کلیون سے زیادہ اس لئے سمجھی جاتی ہے کہ عام طور پر مورخوں کا خیال ہے کہ انصرام مملکت کی ذمہ داری کا بار اٹھانے کیلئے نکیاس اور اس کے ہمسر اپنی تعلیم و تربیت کی وجہ سے کلیون جیسے جہلا سے زیادہ موزوں تھے۔ مگر یہ تیقن کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اتیھنز میں دولتمندوں کی تعلیمی حالت عوام الناس سے بہتر تھی۔ اور حق تو یہ ہے کہ بعض اہل نجابت

رہبر اور ایک اچھے خاندان کا رکن تھا اور خود اہل ثروت میں سے شمار کیا جاتا تھا۔ مگر وہ ضعیف کوتاہ نظر اور کند ذہن تھا۔ اور گو اس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ میدان جنگ میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیتا ہے مگر ساتھ ہی اوہام پرست اس قدر تھا کہ نازک وقت میں بھی وہ خیالات فاسدہ کا شکار ہو جاتا تھا + اپنی سیاسی زندگی کی ابتدا میں تو نکیاس فارقلیس کا ہم آواز تھا مگر آخر الامر اس نے فارقلیس سے قطع تعلق کر لیا اور اس گروہ کا ہم نوا ہو گیا جس کے سیاسی اور نہ ہی خیالات اور فارقلیس کے اصول میں کوئی مطابقت نہ تھی + فارقلیس کے بعد جس شخص نے جنگ پسند گروہ کی رہبری کا بیڑہ اٹھایا وہ لی سکلیس تھا جس نے اسپازیہ سے نکاح کر لیا تھا مگر وہ جنگ میں کام آیا۔ اور اس کے بعد دیموس تھنیس[۱] جو نہایت جری، تنومند اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ خاندانوں میں تعلیم کا کچھ زیادہ چرچا نہ تھا مثلاً الکبیادیس اپنے بچپن کے زمانے میں اتھنز کی لڑکوں پر مشغول لہو و لعب نظر آتا ہے اور گو فیثی فوس عجیب الطرفین نہ تھا مگر اس کی پرورش عدیدیوں نے کی تھی۔ اور غالباً کلیون ہی پر یولوس اور دیگر عموسیوں کی تعلیمی حالت ویسی ہی تھی جو نکیاس اور الکبیادیس کی تھی + اس موضوع پر اسی کتاب کے ستائیسویں باب میں مزید بحث کی جائیگی۔ یہاں اس پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ کلیون اور ہی پر بولوس کے عہد میں اتھنز پر ان پڑھ اور جاہل حکمراں تھے جیسا طوسی دیدیش اور بعض سر ودیہ نویسوں نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے +

[۱]۔ بلوخ نے اپنی کتاب "سیاسیات اٹیکا" (صفحہ ۱۳) میں دیموس تھنیس کو بالکل محض بیجا مورد الزام ٹھہرایا ہے۔ اس کا ثبوت ہمیں اس وقت تک نہیں ملا کہ بیوتیہ میں دیموس تھنیس ہی تاریخ مقررہ کے خلاف پہنچا اس کے برعکس اس میں شبہ کی بہت کم گنجائش ہے کہ اسفاکتیریہ میں جو کامیابی اتھنزیوں کو ہوئی اس کا باعث وہی تھا اور سیراکیوز کے محاصرے میں بھی اس نے نہایت عقلمندی اور فراست سے کام کیا + دیموس تھنیس کلیون کا دوست اور سیاسیات میں غالباً عمومیت پسند تھا۔ اس نے کلیون کے ساتھ مل کر اسفاکتیریہ کی تسخیر کی مگر اس کی قسمت میں لکھا تھا کہ جب اس کا نکیاس کا ساتھ ہو تو وہ محض چاند گہن کی وجہ سے چالیس ہزار نفوس کا ایک لشکر جرار بالکل برباد ہوتا ہوا دیکھے +

حسبِ اقدام تھا اس گروہ کا سب سے ممتاز رکن ہو گیا مگر اس وقت اس گروہ کی کو یا جان اور عمومیت پسندوں کا رہبر **کلیون** تھا جس کی فطرت انقلاب پسند واقع ہوئی تھی اور اسی نے ۴۳۲ ق م میں **نکیاس** کے ساتھ مل کر **فا ئقلیس** کو ترک دینے کی کوشش کی تھی مگر اب خود **نکیاس** کا مدمقابل بن گیا تھا۔ جنگ اپنی قدیم روش پر برابر جاری رہی سوائے اس کے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ہی ساتھ جنگجو مملکتوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر تھی۔ اب ہم **طوسی دیدش** کے بیان کے موجب جنگ کے خاص خاص واقعات کا اعادہ کرتے ہیں۔

۴۲۹ ق م کے موسم سرما کے ابتدا میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے بعض کو خیال ہوا کہ ایتھنز کی قسمت کھل گئی۔ یعنی تھریس کا بادشاہ **ستالکیس** تماشا گاہ سیاست پر نمودار ہوا اور ایک عظیم الشان لشکر کو لے کر جس کی تعداد ایک لاکھ ۴۵۰ پچاس ہزار بیان کی جاتی ہے مغرب کی طرف چلا۔ اس مہم کی ابتدا اس طرز پر ہوئی کہ **ستالکیس** نے اپنے قدیم ساتھی **فیلقوس** کا ساتھ چھوڑ دیا اور **پرڈکاس** اور ایتھنزیوں کے بیچ میں پڑ کر ان میں صلح کرادی جس کے معاوضے میں **پرڈکاس** نے **ستالکیس** سے وعدہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ چند مراعات کرے گا۔ مگر جب وقت آیا تو اس نے ان وعدوں کے ایفا کرنے سے گریز کیا۔ اب **ستالکیس** نے یہ تہیہ کر لیا کہ **پرڈکاس** کو اس حرکت کی سزا ملنی چاہیے اور اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ایتھنزیوں کو **کالکدیس** کی فتح کی امید دلائی۔ اور **فیلقوس** کے بیٹے **امینتاس**

---

۳ کلیون کے حالات کیلئے آنتوآن کا مضمون "کلیون" (جریدۂ علم تاریخ ۳۔ ۶) ایمنگر۔ "کلیون" (۱۸۸۵ء)، اونکن "ایتھنز و یونان" جلد ۲ اور وہ مضامین جن کا اقتباس گلبرٹ کی تالیف میں شامل ہے قابل مطالعہ ہیں۔ طوسی دیدش کے نزدیک کلیون ایک خود بیں سفلہ ہے جو اشرافیوں کے جملہ عیوب سے باخبر ہے مگر اپنے غلطیوں سے بے خبر۔ اگر اسے اپنے نقائص کا احساس ہوتا تو وہ تھریس کی آخری مہم سے بے تعلق رہتا۔ مگر خود طوسی دیدش سے (جو کلیون کیلئے کبھی کلمۃ الخیر نہیں کہتا) یہ پتا لگتا ہے کہ جہاں تک ایتھنز اور اسپارٹا کے باہمی برتاؤ کا تعلق ہے کلیون کے سیاسی اصول ہی درست تھے۔

کوچ کر کے بالائی مقدونیہ کی طرف کوچ کیا۔ مگر اس طرف یہ زیادہ دور تک نہیں گیا بلکہ **میگدونیا، کریستھونیا** اور **انتھیموس** میں قیام کرتا ہوا آخر **کالکدیس** پہنچ گیا لیکن یہاں وہ مہم ختم ہو گئی جس سے یونانیوں کے دلوں میں طرح طرح کے جذبات موجزن ہوئے تھے اور بعض کو امیدیں اور بعض کو خطرات محسوس ہونے لگے تھے۔ یہ نہیں کہ **تھریسیوں** کو کوئی شکست ہوئی بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ان کا لشکر بتدریج غائب ہو گیا اور جو طوفان اٹھا تھا وہ ملک پر ہو کر نکل گیا اور اپنی کوئی نشانی تک نہ چھوڑی + حق یہ ہے کہ مقدونوی کبھی اس جنگ کی طرف سنجیدگی سے مائل نہیں ہوئے تھے۔ اصل میں **پردکاس** نے کسی آیندہ خطرے سے محفوظ رہنے کے لیئے خود **ستالکیس** کے بھتیجے **سیوتھیس** کو اپنے دربار میں جگہ دی تھی اور غالباً یہی شاہزادہ اس مہم کے اختتام کا اصلی باعث ہوا ہوگا + اس کے علاوہ یونانیوں کو اس قسم کے تھریسی حملے سے خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی اس لیئے کہ اس میں یہ قابلیت نہ تھی کہ فصیلدار بلدیات پر حملہ کریں اور وہ صرف یہ کر سکتے تھے کہ شہروں کو ویران و برباد کر دیں + اگر ایتھنزی عین موقع پر میدان میں پہنچ جاتے تو اس کا کچھ اثر ممکن بھی تھا۔ مگر وہ ساکت رہے اور ستالکیس تیس روز کے اندر اندر (جن میں سے آٹھ روز اس نے **کالکدیس** میں قیام کیا تھا) واپس گھر پہنچ گیا اور اس سے ایتھنز کے دشمنوں کی جان میں جان آئی ؛

بجنسہ ایسے ہی **فورمیوں** کی مہم **اکارنانیہ** بھی کچھ قابل لحاظ ثابت نہ ہوئی ؛

جنگ کے چوتھے سال یعنی ۴۲۸ ق م میں پیلوپونیزیوں نے حسب معمول **ایٹکا** پر حملہ کیا مگر اس مرتبہ ایتھنزیوں پر اس کا مطلق اثر نہیں ہوا اس لیئے کہ جو کچھ تھا وہ برباد اور ویران ہو چکا تھا + مگر ایتھنز کو ایک بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے لیئے اس سے زیادہ کوئی امر باعث بدقسمتی نہیں ہو سکتا تھا کہ جزیرہ **لسبوس** کے تمام بلدیات (سوائے **متھیمنا** کے) **متی لنہ** کی سرکردگی میں باغی ہو جائیں۔ **متی لنہ** میں زمانہ دراز سے ایک فریق **ایتھنز** کا مخالف تھا اور بغاوت محض اس روز کے لیئے ملتوی ہو گئی تھی جب باشندوں کی دسترس میں جہاز

قلعے اور کافی سامان رسد کا ہو اور وہ اپنی بندرگاہ بہ آسانی بند کر سکیں + مگر ایک فریق اتیھنز کا طرفدار بھی تھا۔ اور اس نے اس کی خبر اتیھنز کو کر دی جس کے جواب میں اتیھنز نے اپنے سفیر لسبوس روانہ کیئے تاکہ وہ متی لنہ کے باغیوں کو اس کرتوت سے باز رکھیں + مگر متی لنہ پر اس کا مطلق اثر نہ ہوا۔ اور اتیھنز نے مجبوراً چالیس جہازوں کا ایک دستہ لسبوس بھیجا اور انہیں یہ حکم دیا کہ جب متی لنی اپنے سالانہ میلے میں جو اپولو دیوی کے اعزاز میں شہر سے باہر ہوا کرتا تھا مصروف ہوں تو وہ یکایک ان پر جا پڑیں اور اگر یہ ناممکن ہو تو باضابطہ جنگ شروع کر دیں + لسبوسیوں کو پہلے ہی سے اس حملے کا علم ہو گیا تھا اس لیئے حملہ کرنا بیکار سمجھا گیا اور فریقین میں علی الاعلان جنگ شروع ہو گئی[١] + مگر لسبوسیوں کی تیاری میں ابھی کسر تھی۔ اور گو ابتدائی حملے میں کچھ کامیابی ہوئی مگر اس کا انھیں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا اور آخرکار اتیھنزیوں نے شہر کی ناکہ بندی کر دی + متی لنہ کو یہ امید تھی کہ پیلوپونیزی مدد بہت جلد آجائے گی۔ اور اسپارٹیوں کے سامنے اپنی استدعا پیش کرنے کے لیئے انھوں نے اولمپیہ کے میلے کے موقع پر اپنے سفیر روانہ کیئے + اگر طوسی دیدیس نے حلیفوں کی شکایتوں کا مفصل اعادہ نہیں کیا بلکہ اجمالاً واقعات کو بیان کیا ہے تو اس کی کیفیت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سفیروں نے موقعے کو غنیمت سمجھ کر ان اسباب کو بیان کیا جو اتیھنزی سلطنت سے علیحدگی کا باعث ہوئے انھوں نے کہا کہ حلیفوں نے زمانۂ ماضی میں اتیھنزیوں کو صرف اسی لیئے مدد نہیں دی تھی کہ وہ اس مدد سے دوسرے یونانیوں کو غلام بنائیں۔ مگر اب اتیھنزیوں کا مقصد

---

(١) ہربسٹ "بغاوت متی لنہ" کولون ۱۸۶۱ء + اتیھنز نے پوتیدیہ کے میدان میں پہنچنے میں دیر لگائی تھی اور اب بھی متی لنہ دیر میں پہنچتا ہے + بلاشبہ اتنی بڑی سلطنت کے انتظام میں بہت سی دقتیں ہونگی۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حلیف بغاوت کرتا ہے اور بغاوت فرو کرنے کیلئے سب سے پہلی ترکیب یہ چلی جاتی ہے کہ حالت امن میں باغیوں پر یک بہ یک حملہ کر دیا جائے تو اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صورت حال قابل اطمینان نہ تھی۔ یہ بالکل وہی حکمت عملی تھی جس پر ساموس کی بغاوت کے وقت عمل کیا گیا تھا (باب ١٥)۔

محض یہ ہی محسوس ہوتا ہے، اور اسے اب اس کا انتظار ہے کہ موقع ملے تو جیسے دیگر حلفا کی آزادی سلب کرلی ہے ویسے ہی ان کی آزادی بھی سلب کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں کے دلوں میں ہمیشہ سے رنجش رہی ہے اور مسئلہ زیر بحث محض یہ ہے کہ دونوں میں سے کون جنگ میں پیش بندی کرے۔ یہ بحث سن کر **پیلوپونیزیوں** نے **لسبوسیوں** کو برادرانہ اپنی لیگ میں شامل کر لیا۔ مگر انھیں بالفعل کوئی عملی مدد نہ دی۔ وہ عنقریب **اٹیکا** پر از سر نو حملہ کرنے والے تھے اور ظاہر ہے کہ **لسبوس** کا وجود آگے کے لیے بالکل بے کار تھا اور خود حلفا کے حلقوں میں بھی اب یہ حملے پہلے کی طرح دلفریب نہ رہے تھے۔ بہرحال انھوں نے ایک بڑا بحیرۂ ایجیئن کو بھیجنے کی تیاری شروع کی اور تعجب ہے کہ **فارقلیس** کو اس تیاری کا وہم و گمان بھی نہ ہوا۔

۳۲۲

متی لنہ کے باشندے اب بھی **انتیسا**، پرھا اور ایریسہ **سوس** کا استحکام کر سکتے تھے اور ان میں اتنی قوت تھی کہ وہ **میتھمنا** پر حملہ کریں۔ مگر **اتھنزیوں** کو **پاکیس** کی سرکردگی میں کمک پہنچ گئی تھی، اور اس کی مدد سے انھوں نے شہر کے چاروں طرف ایک فصیل اور قلعے تعمیر کرکے ناکہ بندی کردی تھی۔ ادھر اسپارٹا سے ایک سپہ سالار **سالاتھوس** کے آنے سے محصورین کے دل بڑھ گئے تھے۔ **اتھنزیوں** پر جنگ کا اس قدر اثر پڑا تھا کہ وہ اخراجات جنگ کے لیے ایک مزید محصول بلا واسطہ (**ائس فورا**) اجرا کرنے پر مجبور ہو گئے جس سے انھیں دو سو تالنت وصول ہونے کی امید تھی[۵]۔ اس کے علاوہ انھوں نے زر دیے وصول کرنے کی خاطر جنوبی ایشیا کوچک (**کاریہ**) پر چھاپے مارنے شروع کیے۔ مگر پہلا حملہ سخت ناکام ہوا اس لیے کہ اس میں سپہ سالار **لی سکلیس** اور اس کی فوج کے بہت سے سپاہی **میوس** کے قریب کام آئے۔

جنگ کے پانچویں سال یعنی ۴۲۶ ق م میں **پیلوپونیزیوں** نے حسب معمول **اٹیکا** پر حملہ کیا اور ایک بیڑا **متی لنہ** بھی روانہ کیا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ

حاشیہ[۵] ائس فورا کے لیے گلبرٹ صفحہ ۱۲۰ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ گلبرٹ کی رائے ہے کہ اس محصول کے اجرا کی تحریک کلیون ہی نے کی تھی۔

متی لنہ پہنچے وہاں کے باشندے ایتھنزیوں کے سامنے ہتھیار رکھ چکے تھے۔
جب سامان خورد و نوش ختم ہونے کو آیا تو سالائے تھوس نے یہ صلاح دی
کہ شہری فصیلوں سے نکل کر جنگ آزمائی کریں۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ یہ مقصد صرف
اسی صورت میں حاصل ہوگا جب وزنی اسلحہ بھی عوام کے سپرد کر دئے جائیں۔ مگر
جب عوام کو یہ اسلحہ مل گئے تو اب انھوں نے اپنے سرگروہوں کا کہنا ماننے سے قطعی
انکار کیا اور یہ مطالبہ کیا کہ یا تو غلہ تقسیم کر دیا جائے ورنہ وہ ایتھنزیوں سے بطور خود صلح
کر لیں گے۔ اب اشراف نے محسوس کیا کہ ان کے قبضہ قدرت سے اختیارات نکلے
جا رہے ہیں اور یہی مناسب ہے کہ وہ بھی ایتھنزی گفت و شنود میں شریک ہو جائیں
تاکہ بدنامی صرف ان کے ہی سر نہ پڑے بلکہ اسے سب ہی برداشت کریں۔ بہر حجوہ
متی لنہ نے صرف اس شرط پر ہتھیار رکھ دئے کہ جب تک ایتھنزی حکم نہ لگائیں اس وقت تک
پاکیس انھیں کسی قسم کی سزا نہ دیگا۔ اس شرط کے ہوتے ہوئے ان لوگوں نے جو بغاوت
کے بانی مبانی تھے بت خانوں میں پناہ لی اور ان میں سے صرف اسی وقت نکلے جب
پاکیس نے ان سے یہ وعدہ کر لیا کہ وہ ان کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچائیگا۔ اور جب وہ
اپنی پناہ گاہوں سے نکل آئے تو اس نے انھیں تینے دوس منتقل کر دیا۔

۲۵۳
جب یہ سب ہو چکا اس وقت لکدمونی الکی داس متی لنہ پہنچا اس
کے ساتھ ایلیس کے جو سپاہی تھے ان کا فوجدار تیو تیلوس تھا۔ اس نے
الکی داس کو رائے دی کہ اب ایشیائی بلدیات کو ایتھنز کے خلاف بھڑکانا چاہیے
مگر الکی داس نے نہ مانا اور بہ سرعت تمام پیلوپونیز کی طرف واپس ہوا۔ اس کے
جانے کے بعد پاکیس نے کولوفون کی بندرگاہ نوتیون پر قبضہ کر لیا اور وہاں
یک ایتھنزی نوآبادی قائم کر دی اور متی لنہ میں واپس آ کر فریق مخالف کے سرگروہوں
کو پابہ جولاں مع فوج کے بیشتر حصے کے ایتھنز روانہ کر دیا۔ اور گو سالائے تھوس
نے یہ وعدہ کیا کہ اگر اس کی جاں بخشی کی گئی تو وہ ایتھنزیوں کو پلاٹیہ کے محاصرے میں
مدد دے گا مگر اس کی گردن فوراً مار دی گئی۔ ایتھنزی جمعیت عوام میں یہ تحریک منظور
کی گئی کہ نہ صرف وہ باغی جو ایتھنز کے اسیر ہیں بلکہ تمام متمول متی لنی قتل کر دئے جائیں
اور عورتیں اور بچے غلام بنا کر فروخت کر دئے جائیں اور یہ تجویز منظور ہوتے ہی اس

بحکم سخت اطلاع دینے کے لیے ایک جہاز **پاکیس** کے پاس متی لنہ روانہ کیا گیا۔ مگر دوسرے ہی دن اتھنہ یوں کو اس تجویز کے پاس کرنے کا بہت تاسف ہوا اور اسی مسئلے پر دوبارہ غور کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ **طوسی دیدش** ان تقاریر کا جو **کلیون** اور **دیودوتوس** نے کیں اعادہ کرتا ہے۔ **کلیون** نے تحریک کی کہ ایک روز پیشتر کی قرارداد کی توثیق کی جائے مگر **دیودوتوس** نے اس کے استرداد کی جوابی تحریک پیش کی۔ ہم ان مقرروں کے دلائل پیش کرتے ہیں مگر اس بارے میں قارئین کرام کو وہ باتیں یاد رکھنی چاہئیں جو اس سے پیشتر ہم **طوسی دیدش** کی تحریرات کے وثوق کے متعلق بیان کر چکے ہیں +

کلیون نے کہا کہ **متی لنہ** کے تمام باشندے ملزم ہیں اور اتھنری قیادت قائم رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ بغاوت کا انسداد سختی کے ساتھ کیا جائے۔ **دیودوتوس** نے جواب دیا کہ اس وقت مسئلہ زیر بحث صرف یہ ہے کہ مصلحت ملکی کیا ہے۔ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ شدید ترین سزا ہمیشہ بیکار ہوتی ہے اور کبھی بغاوت کو روکنے میں مدد معاون نہیں ہوتی بلکہ باغی اور بھی زیادہ ہوشیار اور چالاک ہو جاتے ہیں۔ **متی لنہ** کے باشندوں کو اس لیے سزا نہیں دینی چاہیے کہ وہاں اشراف اور عوام میں جو مناقشے برپا تھے انھیں پر اتھنز کے اقتدار کا دارومدار تھا۔ بدیں وجوہ مناسب یہی ہے کہ صرف وہی سرگروہ بغاوت سزائے موت کے مستحق سمجھے جائیں جنھیں **پاکیس** نے اتھنز روانہ کیا ہے +

بلاشبہ طوسی دیدش **کلیون** سے دل سے متنفر تھا اور اگر اس نے شخص بدنام کرنے کے لیے اس کی تقریر میں زیادہ رنگ آمیزی نہیں کی ہے تو اس سے یقیناً اس آزادی کا انکشاف ہوتا ہے جس سے اتھنزی مقرر عوام کے سامنے تقریر کرنے کی جرأت کرتا تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نازک زمانے میں بھی مقرر اور سامعین دونوں طول طویل تقاریر کو پسند کرتے تھے اور ان سے محظوظ ہوتے تھے + بہرحال اگر **طوسی دیدش** نے اصل تقریر میں اضافے بھی کیے ہیں پھر بھی اس میں شبہ نہیں کہ اس تقریر سے ایک قسم کی گستاخی ظاہر ہوتی ہے اور اس پر ظاہری ایمانداری کا گویا رنگ چڑھا ہوا ہے اور **کلیون** کی اصل تقریر میں یہ جذبات ضرور مضمر ہوں گے + دونوں تقریروں میں اس کا ذکر بھی نہیں کہ **متی لنہ** کے باشندے برسرحق تھے یا نہیں۔ مسئلہ زیر بحث صرف

مگر چونکہ اکثر ایتھنزی جنھیں لسبوس میں اراضی دی گئی تھی وہاں نہیں گئے اس لیے یہ لسبوسیون کو اس شرط پر واپس دے دی گئی کہ فی قطعہ دو مینا (قریب سوا سو روپئے) سالانہ کے حساب سے لگان ادا کریں۔ اور اس طرح قریب دو ہزار سات سو ایتھنزی باضابطہ زمیندار بن گئے۔ ان کے علاوہ اٹیکا کے مندروں کو تین سو حصے ملے جن سے انھیں پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) روپئے سالانہ کی مستقل آمدنی ہوگئی۔

متی لنہ کی بغاوت فرو ہونے کے بعد ایتھنزیوں نے منہاری ساحل پر جزیرۂ نسیہ پر قبضہ کرلیا تاکہ ۴۲۹ قبل مسیح کے سے حملوں سے آیندہ محفوظ و مامون رہیں۔

گو ایتھنزیوں کو سمندر پر کامیابی ہوئی تھی مگر بری جنگ میں انھیں ایک ایسی شکست پہنچی جس کا غالبا ہر شخص بہت دن سے منتظر تھا۔ وہ یہ کہ آخر کار پیلوپونیزیوں نے پلاٹیہ پر قبضہ کرلیا۔ اس سے سال بھر پیشتر ہی محصورین نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مزید مدافعت ممکن نہیں اور وہ جب ہی سے ایتھنز بھاگ جانے کی تدابیر سوچ رہے تھے انھوں نے یہ تدبیر کی کہ جو فصیل پیلوپونیزیوں نے تیار کی تھی اس کی اینٹیں گن لیں اور اس سے اُس کی اونچائی کا اندازہ کرلیا۔ اس کے بعد اسی اونچائی کی سیڑھیاں بناکر ان کی مدد سے ایک روز جب کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا اور باد و باراں کا طوفان برپا تھا قریب ۲۲۰ باشندے دیوار پر چڑھ گئے اور دو برجوں پر قبضہ کرکے میدان کی طرف فرار ہوگئے۔ بھاگنے کا ارادہ تو سب محصورین نے کیا تھا مگر صرف ۲۲۰ ہی بھاگ سکے باقی ماندہ کو آخری لمحے پر ہمت اور جرأت نے جواب دے دیا اور وہ شہر میں ہی رہے۔ جب پیلوپونیزیوں کو اس کا علم ہوا تو وہ ان کے تعاقب میں نکلے اور انھیں دھوکہ دینے کی غرض سے پلاٹیہ والے پہلے تو تھیبز کی طرف چلے اور پھر جنوب کی راہ لی اور ان میں سے دو سو بارہ ایتھنز پہنچے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ سات سو باشندے قتل کیے گئے اور خود ایتھنزیوں نے اپنے تسلط کے زمانے میں ہزاروں افراد کو تہ تیغ کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا رحم غیر معمولی اور قابل اعادہ تھا مگر ان کی سختیاں اور مظالم اس قدر عام تھے کہ ان کا اعادہ کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی اور ہمیں اس پر متعجب نہ ہونا چاہیے کہ زمانۂ مابعد کے وقایع نگاروں نے متی لنہ کے شرفا کے قتل عام کا ذکر نہیں کیا۔

گئے+ سنہ ۴۲۷ ق م کا سال ان لوگوں کے لیئے جو پلاٹیہ میں رہ گئے تھے نہایت سخت
تھا- سامان خورد و نوش میں کمی ہونے لگی تھی اور ہر طرف قحط کے آثار نمودار ہونے لگے
تھے- اور اگر پیلوپونیزی چاہتے تو ایک ہی حملہ کرکے پلاٹیہ بہ آسانی تسخیر کر لیتے
مگر دو وجہ سے اس سے باز رہے- ایک تو یہ کہ اگر حملہ کیا جاتا تو اس سے بہت سی
جانیں بیکار قربان ہو جاتیں اور صبر سے کام لینے میں ان سب کے بچ جانے کا
یقین تھا- دوسرے یہ کہ ممکن تھا کہ صلح کے وقت پلاٹیہ والے اپنے شہر کی واپسی
کا دعویٰ کریں اگر پلاٹیہ کو پیلوپونیزیوں نے یلغار کرکے فتح کیا تو ممکن ہے
کہ واپس دینا پڑے- لیکن اگر پلاٹیہ والے خود ہتھیار ڈال دیں تو ایسی حالت میں
بیوتیوں کا قبضہ پلاٹیہ پر مستقل ہو جائے گا- اسی وجہ سے اس کی ضرورت تھی کہ ۳۵۶
طرح طرح سے ترغیب دے کر محصورین کے دل میں یہ خیال پیدا کیا جائے کہ وہ ہتھیار
ڈال دیں- ان سے اسپارٹیوں نے یہ کہلوا دیا کہ اگر انھوں نے اطاعت قبول کر لی
تو ان کے معاملے کا تصفیہ بیوتیوں کے سپرد نہیں کیا جائے گا بلکہ خود اسپارٹا
اس کے ذمہ دار ہوں گے+ مگر اسپارٹا بالکل بیوتیہ کے زیر اثر تھا- اور جب
صلح کا وقت آیا تو جو پانچ اسپارٹی تصفیئے کی غرض سے اسپارٹا سے آئے انھوں
نے کوئی عدلی تحقیقات نہیں کی بلکہ تقریباً اسی قسم کی کارروائی کی جیسی زمانہ انقلاب
میں پیرس کے انقلابی محکمے میں ہوتی تھی، بدبخت قیدیوں سے دریافت کیا
گیا کہ دوران جنگ میں انھوں نے اسپارٹیوں یا ان کے حلیفوں کی کوئی خدمت
کی تھی یا نہیں اور ان پر یہ بھی مہربانی کی گئی کہ انھیں اپنی بریت میں تقریر کرنے
کا اختیار دے دیا گیا- ان بیچاروں نے جو دلائل پیش کرنا ممکن تھے وہ پیش کیئے
مگر ان کے جواب کی مطلق پروا نہیں کی گئی اور ۲۲۵ گرفتار شدہ باشندگان پلاٹیہ
سب کے سب قتل کر دیئے گئے+ شہر پلاٹیہ مسمار کر دیا گیا اور صرف ایک
ہیرا کا بت خانہ باقی رہ گیا اور اس کے پجاریوں کے لیئے ایک [illegible] ۲۰۰ کا اس
مسالے اور اینٹوں سے بنائی گئی جو ڈھائے ہوئے مکانوں سے
نکلی تھیں اور پلاٹیہ کی تمام اراضی تھبزیوں کو پٹہ پر دے دی گئی+ اس
میں شبہ نہیں کہ پلاٹیہ کے باشندوں کے قتل عام کا اصلی باعث یہ تھا کہ ان سے

پلیتہ اتھینزیوں نے مِتی لینہ والوں اور خود پلاٹیہ والوں نے تھبزیوں کا قتل عام کیا تھا۔[ف]

[ف] میو لر اسٹر لوینگ (محاصرۂ پلاٹیہ کے حالات اور ان کی صحت کا اندازہ" جریدۂ لسانیات ۱۸۸۵ء صفحہ ۹۸۹ تا صفحہ ۳۸۸) نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طوسی دیدش نے محاصرۂ پلاٹیہ کا جو حال لکھا ہے وہ دراصل اسی کا مخترعہ ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس زمانے کے محاصروں کا حال ناظرین کے ذہن نشین کر دے۔ مگر میولر اسٹر لوینگ یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ ڈورس کے بیان کے سلسلے میں شوبرٹ یہ خیال ظاہر کرتا ہے (مضمون متعلق ماخذ پلوٹارک وغیرہ) کہ مورخ کا یہ بھی کام ہے کہ بعض موقعوں پر محض اپنے تخیل کی بنا پر یہ بتائے کہ فلاں واقعات کیسے پیش آئے ہوں گے۔ کچھ عجب نہیں کہ بعض مرتبہ ایسا ہی کرنا پڑتا ہو۔ مگر دورس کے عہد میں تو یہ ممکن تھا اس لیئے کہ اس کے زمانے میں فن علم تاریخ میں فن خطابت حلول کر گیا تھا۔ طوسی دیدش کے زمانے کے حالات بالکل مختلف ہیں۔ اس لیئے کہ اس کے دور میں خطابت کا تعلق صرف تقریروں سے رہ گیا تھا۔ اور جیسا میں نے اس باب کے آٹھویں حاشئے میں بیان کیا ہے یہ خیال طوسی دیدش کے متعلق بالکل ہی بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ ڈنکر اس بارے میں میولر اسٹر لوینگ سے متفق الرائے ہے (۹ ۱۹۱ء) کہ طوسی دیدش نے پلاٹیہ کے محاصرے کے جو حالات بیان کیئے ہیں وہ ایسے واقعات ہیں جن کا پیش آنا بالکل ناممکن تھا۔ میں یہ تسلیم کیئے لیتا ہوں کہ اس محاصرے کے ذکر میں چند نہایت غیر معمولی قصوں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ یہ رنگ آمیزی ان لوگوں نے ہی کی ہو جنھوں نے طوسی دیدش کو اطلاع بہم پہنچائی۔ میولر اسٹر لوینگ کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ جب پلاٹیہ کے محافظوں کی تعداد اس قدر کم ہو گئی تھی اور جب پیلوپونیزی یلغار کر کے بآسانی تمام پلاٹیہ فتح کر سکتے تھے تو محصورین کو پھر مدافعت کا انتظام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر اس کی وجہ ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تھبزیوں کو اپنے آخری مفاد کا لحاظ تھا اسلیئے وہ یہ چاہتے تھے کہ پلاٹیہ والے بغیر یلغار کیئے ہوئے ہتھیار ڈال دیں۔ دوسرے ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئیے کہ یونانیوں کو عموماً اور پیلوپونیزیوں کو خصوصاً انسان کی زندگی کی بہت قدر تھی وہ میدان جنگ میں لڑنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے اسلیئے

پلاٹیہ کی تسخیر سے تھبریوں کو بہت اطمینان ہوا۔ مگر چونکہ ایتھنز نے اس کی حفاظت کا خیال پہلے ہی سے چھوڑ دیا تھا اس لئے اس کے دشمنوں کو اس تسخیر سے کوئی سیاسی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ البتہ ایتھنز کی خواہش تھی کہ اپنے دشمنوں سے سمندر ہی پر نبرد آزما ہو اور اس مقصد کے واسطے مشرق کی نسبت مغرب کا میدان بہتر تھا۔ آخر کار دونوں فریقوں میں جزیرہ کورکائرا میں تصادم ہوا اور یہاں جو واقعات پیش آئے وہ نہایت درد ناک ہیں۔ کورنتھیوں نے ان کورکائریوں کو جو پچھلی لڑائی میں گرفتار ہوئے تھے رہا کر دیا تھا۔ جب یہ واپس گھر پہنچے تو انھوں نے یہ کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح جزیرے کو ایتھنز کی لیگ سے علیحدہ کر لیں۔ اور مجلس میں داخل ہوئے تو جب سا ٹھ عہدہ داروں کو جن میں سے ایک ایتھنز کا پروکسینوس بھی تھا تہ تیغ کر دیا اور کورکائرا کی غیر جانبداری کا اعلان کر دیا مگر عموم نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی اور اکروپولس اور بندرگاہ ہی لایا پر قبضہ کر لیا۔ اس کے جواب میں امرا نے چوک کے تمام مکانوں پر قبضہ ہو گئے اور اس محدود مقام پر نہایت زور و شور سے لڑائی جاری رہی۔ جب غلاموں نے بھی عموم ہی کا ساتھ دینا شروع کیا تو امرا نے بندرگاہ میں آگ لگا دی۔ عین اس موقع پر ایتھنز کا کمانڈر نکوستراٹوس بارہ جہازوں کا بیڑا لیکر کورکائرا پہنچا اور نہ صرف دونوں گروہوں میں صلح کرا دی بلکہ کورکائرا کو دوبارہ ایتھنز کی لیگ میں شامل کر لیا۔ مگر امرا کو اس امر پر اس قدر کم اطمینان تھا کہ ان میں سے چار سو ہیرائیوم بھاگ گئے اور وہاں سے قریب ہی کے ایک چھوٹے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ اس میں بہادری سے کام لیا جاتا تھا۔ مگر یہ ہمیں بالکل بیکار اور بے ضرورت معلوم ہوتا تھا کہ دشمن کی فصیل پر چڑھ کر سنگلاخ دل عبا نیر بھیجنا پڑتا تھا حالانکہ جب وہ ہی نتیجہ محض محصورہ فوج کو بھوکا مارنے سے اور بغیر اس کے کہ فریق کا ایک آدمی بھی ضائع ہو حاصل ہو سکتا تھا۔

پلاٹیہ اور ایتھنز کے باہمی تعلقات کے مطالعے کے لئے جانتو کا مضمون "مطالعات واُنا" جلد ۲ میں دیکھا جائے۔

۳۹

سے جزیرے میں چلے گئے + اب الکیداس اور براسی داس ایک پیلو پونیزی بیڑا لے کر کورکائرا پہنچے اور ایک بحری معرکے میں تیرہ کورکائری جہاز گرفتار کر لیے مگر انھیں شہر کورکائرا پر حملہ کرنے کی جرأت ہوئی بلکہ محض راس لیو کمنے پر اتر کر قریب کی اراضی تباہ و ویران کرنے پر قناعت کی + اب اتھنزی امیر البحر یوری میدون ساٹھ اتھنزی جہازوں کو لے کر میدان کارزار میں پہنچا۔ اس کی آمد کی خبر سنتے ہی اسپارٹی فوج میں اس درجے سراسیمگی پھیلی کہ بجائے لیوکاس کا دور کرنے کے انھوں نے اپنے مطبقہ جہاز اس خاکنائے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹے۔ جو لیوکاس کو بر اعظم سے ملاتی تھی + اب عموم کورکائرا کو موقعہ ملا اور اپنے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ بعض تو فوراً قتل کر دئے گئے۔ پچاس کو ہیرائیوم سے کورکائرا کشاں کشاں آنا پڑا اور یہاں آ کر ان پر باضابطہ سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ اور جب ان اشراف نے جو ہیرائیوم رہ گئے تھے اپنے ساتھیوں کی قسمت کا حال سنا تو بجائے اس کے کہ وہ جلاد کے وار کا انتظار کریں انھوں نے اپنے ہی ہاتھوں اپنا کام تمام کر لیا + خاص کورکائرا میں یوری میدون اور باقی اتھنزیوں کے روبرو متواتر سات روز تک مرفہ الحال کورکائریوں کا قتل عام ہوتا رہا۔ اور خود طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس کا اصل باعث یہ ہی نہیں تھا کہ فریقین میں سیاسی اختلاف تھا بلکہ خانگی نفرت اور ذاتی مفاد بھی مدنظر تھے اور در اصل بجائے سیاسی اصولوں کے یہ ہی اس ظلم اور سفاکی کا موجب تھے جو کورکائرا میں روا رکھی گئی۔ جو لوگ پناہ بیان رحم تھے وہ مندروں اور بتکدوں سے کشاں کشاں باہر نکالے گئے اور انھیں وہیں قتل کر دیا گیا۔ بعض مندروں کے اندر ہی ملک عدم پہنچائے گئے اور بعض کو دیونی سیوس کے بتخانے میں چن دیا گیا۔ سفاکی اس حد کو پہنچی کہ باپوں نے اپنے لڑکوں تک کو اپنے ہاتھوں قتل کر دیا + مغلوب فریق کے پانچ سو افراد ارض بر اعظم چلے گئے اور وہاں سے وقتاً فوقتاً کورکائرا پر چھاپے مارتے رہے اور پھر جزیرے میں آ کر کوہ استونے پر اتر کر اس مقام کو خندقیں وغیرہ کھود کر مستحکم کر لیا۔

ان کا حال آیندہ بیان کیا جائے گا[ﺷ]۔

ﺷ کورکائرا کے واقعات پر مسٹر ... یونگ نے اپنے مضمون "تنازعات کورکائرا کے متعلق طوسی دیدش کا بیان" (جریدہ لسانیات" جلد ۳۳ صفحہ ۵۸ تا ۷۴) میں بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک طوسی دیدش کے بیان میں اس قدر ناممکن الوقوع حالات ہیں کہ ممکن ہے کہ سب کا سب مورخ کا خود ساختہ ہو۔ اس میں شبہ نہیں کہ طوسی دیدش کی تاریخ میں بعض تفصیلی واقعات ایسے ہیں جو غلط ثابت ہوئے ہیں مگر ہر شخص جانتا ہے کہ بعض واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں جن پر انسان کا فہم و ادراک کچھ کام نہیں دیتا۔ اور بالآخر ہر شخص مختار ہے کہ جو چاہے سمجھے۔ طوسی دیدش کا بیان ... ممکن ہے کہ طوسی دیدش نے مبالغے سے کام لیا ہو۔ مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ... سر سے پاؤں تک افترا و کذب سے بھرے ہوئے ہیں۔ کم سے کم بنیادی واقعات کیلئے وہ اس قدر قابل وثوق ہے کہ اس کا یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص بھی اسے ازسرتا پا جھوٹا ثابت کرسکے۔ اس کے علاوہ اگر مسٹر ... یونگ کا قول درست ہے تو ہمیں طوسی دیدش میں مختلف واقعات تفصیل وار ملنے چاہئیں۔ مگر ہم اس جستجو میں مایوس ہوجاتے ہیں اور موقع زیر بحث میں بھی ہمیں اس کے تصانیف میں کہیں تفصیل نہیں ملتی۔ وہ (۳، ۸۲، ۸۳) کہتا ہے کہ جنگ میں لوگوں کو تادیب کا خیال باقی نہیں رہا تھا اور لوگوں کے اخلاق خراب ہوگئے تھے۔ اگر وہ تفصیلی واقعات کا شائق ہوتا تو وہ اس اصول کی مثالیں دیکر اسے پایۂ ثبوت کو پہنچانے کی کوشش کرتا۔ مگر جو واقعات وہ بیان کرتا ہے ان کا محض عام الفاظ اور فقرات میں اعادہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جنگ پیلوپونیز کی وجہ سے اخلاق میں سقم پیدا ہوگیا تھا۔ اور یہی آج کل کے مورخوں کی رائے ہے۔ مگر یونانیوں کی عادت میں جنگ میں بے رحمی داخل تھی اور اس کی مثال ہمیں اس قتل عام سے ملتی ہے جو (ق سنہ ۶۳۲ ق م میں) کیلون کے ساتھیوں کا کیا گیا تھا (ہیروڈوٹس ۶، ۹۱) اور ان میں جو کچھ بھی نئی خامیاں (مثلاً برائی کی پردہ پوشی) پیدا ہو چلی تھیں وہ دراصل کج بحثی کی عادت اور علم البیان کی ترویج کا نتیجہ تھیں اور انکا جنگ سے کوئی براہ راست تعلق نہ تھا۔ خود طوسی دیدش باب ۸۲ اور ۸۳ میں محض غیر ارادی طور پر لغاظی کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ اور جب اس نے ۳، ۱۱۳ میں (اوو مینے کے معرکے کے بیان میں) یہ لکھا کہ وہ تعداد کا تعین محض اس لئے نہیں کرے گا کہ اگر اس نے تعداد بتائی تو بھی اس کی بات کا یقین نہیں کیا جائے گا اس وقت بھی وہ لغاظی ہی کر رہا تھا۔ جو شخص

ہوئی اور اب وہ وہاں سے اور وپس ہلا تاکہ اس فوج کے ساتھ مل کر جو ایتھنز سے براہ راست آرہی تھی تناگرا پر حملہ کرے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایتھنزیوں کا اصل مقصد کیا تھا۔ کیا انھوں نے تناگرا پر قبضہ رکھنا پلاٹیہ کے قبضہ سے آسان سمجھ لیا تھا؟ یہاں بھی گو کہ اس کو میدان جنگ میں تو کامیابی ہوئی مگر وہ شہر پر قابض نہ ہوسکا۔ اس کے برعکس اسپارٹا نے یہ کوشش کی کہ شمالی میدان جنگ میں چند مقامات پر قابض ہوجائے جس سے اسے ایتھنز کے مقابلے میں فضیلت حاصل ہوجائے۔ شمال میں تراخینی مالس اور دوریس کے باشندوں اور ایتیون میں باہم کشیدگی تھی اس لیئے مالسیون اور دوریون نے اسپارٹا سے مدد مانگی جس کے جواب میں اسپارٹیوں نے مالس کے حدود کے اندر ایک نوآبادی قائم کی۔ اور چونکہ ہرقلیس کا انتقال اسی نواح میں ہوا تھا اس لیئے اس نوآبادی کا نام ہرقلیہ رکھا۔ اس نئے مرکز سے اسپارٹیوں کی بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں وہ چاہتے تھے کہ یہاں سے تھسلی اور تھریس کو راستہ نکل آئے اور ساتھ ہی یوبیہ پر حملہ ہوسکے۔ مگر ظاہر ہے کہ اگر یہاں سے یوبیہ پر آسانی سے حملہ ہوسکتا تو بیوتیون نے کبھی کا کردیا ہوتا۔ ہرقلیہ کی نوآبادی زیادہ دن تک مرفہ الحال نہیں رہی اس لیئے کہ ہر بات میں تھسالویوں نے رخنہ ڈالنا چاہا اور دوسری طرف اسپارٹی سپہ سالاروں نے بھی اپنے طرز عمل کو کامیاب بنانے میں کسی قابلیت کا اظہار نہیں کیا۔

پیلوپونیز کا دورہ کرنے کے بعد دیموس تھینس نے لیوکاس پر قبضہ کرلیا۔ اس نواح میں ایتولیہ اور نئوپاکتوس میں ہمیشہ رنجش رہتی تھی اور چونکہ ایتولوی نئوپاکتیسیوں کو دق کیا کرتے تھے اس لیئے ایتھنز کی دست اندازی لازمی تھی اور خود نئوپاکتیسیوں کا خیال تھا کہ چونکہ ایتولوی قلعہ بند شہروں میں رہنے کے عادی نہیں ہیں اور تمام ایتولیہ میں پھیلے ہوئے ہیں اس لیئے ان پر غلبہ حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس مہم کو خود دیموس تھینس ایک بڑی مہم کا پیش خیمہ سمجھے ہوئے تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایتولیہ کو مغلوب کرکے وہاں سے لوکرس اوزولس ہوکر دوریس پر یک بیک حملہ آور ہو اور کوہ پارناسوس کو دائیں جانب چھوڑ کر ایتھنز کے حلیف فوکسیوں سے مل جائے اور مغرب کی جانب سے

نیہ تیہ پر حملہ کرکے اسے فتح کرنے کے بعد بصد تزک و احتشام ایتھنز میں ایک فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو۔ اس کی اولوالعزمی میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا اور جو حالت اس نواح کی سیاسی گروہ بندی کی تھی اس کے لحاظ سے یہ منصوبہ کچھ ناممکن العمل بھی نہ تھا۔ عام طور سے یونان کا یہ قاعدہ تھا کہ ہمسایہ ریاستیں ایک دوسرے کی مخالفت پر کمر بستہ رہتی تھیں اور شمالی یونان میں تو یہ ایک کلیہ ہو گیا تھا۔ مثلاً امبریسیہ اسپارٹا کا اور اکارنانیہ اور آرگوس ایمفی لوکی کم ایتھنز کا ساتھ دار تھا۔ ایتولیہ اسپارٹا کے اور لوکرس اوزولس ایتھنز کے ساتھ تھا۔ دورس اسپارٹا کا حلیف تھا اور سوائے ویلفی کے باقی تمام فوکس عام طور پر ایتھنز کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ مالس اسپارٹا کا اور ایتھنز کا ہم آواز تھا اور اس سے ہم خوب واقف ہیں کہ بیوتیہ اور ایتھنز کے تعلقات ہرگز دوستانہ نہ تھے۔ بدیں وجوہ اگر کوئی ایتھنزی فوج اس ملک میں ہو کر گزرنے کا قصد کرے تو ہر مرتبہ چند روز کے کوچ کے بعد اسے دوستوں اور حلیفوں کا ملک مل جائیگا مگر بیوتیہ کی سرحد کو عبور کرنا آسان نہ تھا اس لیئے کہ وہاں کے ہوپلیت دیموس تھینس کی فوج کا بہ آسانی مقابلہ کر سکتے تھے۔ لیکن اگر وہ اپنے عزم میں کامیاب ہوتا اور کسی نہ کسی طرح سے بیوتیہ کی سرحد تک پہنچ جاتا تو اس سے بیوتیہ کے اس فریق کا دل بڑھ جاتا جو ایتھنز کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ بہرحال دیموس تھینس کو اس کا موقعہ ہی نہیں ملا کہ وہ بیوتیوں سے جنگ آزمائی کرے اور اس کے تمام منصوبے ابتدا ہی سے خاک میں مل گئے۔ اپنے تمام متمول اقوام کے افراد کی طرح بہت جلد بازی کی۔ اسے چاہیئے تھا کہ وہ لوکریوں کا انتظار کرتا تاکہ ان کے ذریعے سے اسے مقامی حالات معلوم ہو جاتے مگر ان کے آنے سے پہلے ہی وہ آگے بڑھتے چلا گیا اور آخرکار ایتولیہ میں پہنچ گیا۔ جب وہ ائی گیتیوم آیا تو ایتولیہ والوں نے اس پر حملہ کر دیا اور چونکہ ان کی تعداد زائد تھی اور وہ ایک سطح مرتفع پر مقیم تھے اس لیئے دیموس تھینس آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اسے ایک جنگل میں پناہ لینی پڑی۔ ایتولیوں نے اس میں بھی آگ لگا دی اور آخرکار اپنے پیچھے ایک سو بیس مردے چھوڑ کر جہاں سے اس نے ابتدا میں پیشقدمی کی تھی وہاں ہی (یعنی لوکرس کے شہر اوئے نیوم) واپس چلا جانا پڑا۔ ظاہر ہے کہ اب اسے ایتھنز پہنچنے کی خواہش نہ تھی بلکہ وہ جہاں تھا وہیں رہا۔ اور اس سے

ایتھنز کو صریح فائدہ ہوا۔ ایتولیوں نے سوچا کہ انھیں ایتھنزیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور اس کا وقت آگیا ہے کہ مغربی یونان کی سیاسی بساط میں تبدیلی کر دی جائے۔ لہذا وہ سپارٹا سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ اسپارٹا نے اس کے جواب میں یوری لوخوس کو ایک فوج دے کر بھیجا جس میں نئے بلدیہ ہرقلیہ کے بھی پانچ سو سپاہی تھے۔ حلیفوں کا رخ مغرب کی طرف تھا اور ان کا جائے اتصال دیلفی قرار پایا۔ یوری لوخوس نے اوزولی لوکریوں کو حکم دیا کہ وہ اس کا ساتھ دیں۔ اس کے جواب میں امفسائیوں اور چند بلدیات کے باشندوں نے اس کا ساتھ دیا اس لیے کہ لوکرس اوزولس فوکس کے قریب ہی تھا اور اس قاعدے کے مطابق جو یونان میں رائج تھا ان دونوں اضلاع میں ہمیشہ تفقیش رہتی تھی۔ بعض بلدیات نے یرغمال بھی اس کے حوالے کیے جنھیں شہر کی تیلیوم میں بھیج دیا گیا۔ پیلوپونیزیوں کا خیال تھا کہ اگر وہ نوپاکتوس پر قابض ہو جائیں گے تو اس سے انھیں دیموس تھینیس کی کارروائیوں کا گویا انتقام مل جائے گا۔ اسی وجہ سے وہ اور اس کے حلیف نوپاکتوس کی طرف چلے۔ اگر دیموس تھینیس اکارنانیوں سے مدد کا طالب نہ ہوتا اور وہ مدد نہ دیتے تو اس میں شبہ نہیں کہ پیلوپونیزی نوپاکتوس پر قبضہ کر لیتے۔ اب امبریسیوں کی باری آئی اور یوری لوخوس سے امفی لوکی آرگوس کے خلاف مدد کے خواستگار ہوئے۔ اور اس مہم کی تیاری کرنے کی غرض سے یوری لوخوس پروسکیوم (ایتولیا) کی طرف چلدیا۔ امبریسیوں نے معرکے کی اس طرح ابتدا کی کہ آرگوس کے ملک پر

۴۲۶ ۱

عٓـہ اُلرنخ: "امفی لوکی آرگوس کا میدان" ہامبرگ ۱۸۶۳ء

اسی دوران میں ایتھنزیوں نے ایک نہایت اہم مذہبی کارگذاری انجام دی۔ اور وہ یہ کہ جزیرۂ دیلوس کو تمام مردہ نعشوں سے پاک و صاف کر دیا اور یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ آیندہ اس جزیرے میں نہ تو کوئی بچہ پیدا ہو اور نہ اس کی مٹی میں کوئی مردہ دفن کیا جائے (طوسی دیدش ۱۰۴،۳) ۴۲۲ق م میں ایتھنزیوں نے یہ طے کیا کہ اگر جزیرے سے تمام باشندے خارج کر دیے جائیں تو پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا اس لیے انھوں نے تمام دیلوسی ادرامیتیوم منتقل کر دیے (طوسی دیدش ۱،۵)۔ مگر آیندہ سال (یعنی ۴۲۱ق م میں) وہ سب پھر

حملہ کرکے اولپائے پر جو سمندر کے قریب ہی تھا قبضہ کرلیا جس کے جواب میں امفی لوکیا
نے ڈیموس تھینیس سے مدد چاہی اور استدعا کی کہ بیس ایتھنزی جہاز جو پیلو پونیزی سمندر
میں اس وقت موجود تھے اس کی مدد کریں۔ اور دوسری طرف امبریسیوں نے یوری لوخوس
سے امداد کی التجا کی جس پر وہ فوراً پروسکیوم سے چلدیا اور دریائے آخیلوس کے مغرب
میں اکارنانیہ ہوکر شمال کی طرف کوچ کیا اور آخرکار امبریسیوں سے اولپائے جا ملا +
یہاں اس کے اور ڈیموس تھینیس کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی جس میں نہ صرف ایتھنزیوں
کو بدرجۂ اتم فتح ہوئی بلکہ خود یوری لوخوس بھی لڑائی میں کام آیا اور مغلوب فوج اولپائے
میں محصور ہوگئی۔ یوری لوخوس کی جگہ مینے داویوس اسپارٹی سپہ سالار مقرر ہوا اور اس
نے آتے ہی اس کا اندازہ کرلیا کہ اولپائے میں ایتھنزیوں کے حملے کی مدافعت نہیں
کیجا سکتی اور کچھ دیر نہیں گزرتی کہ سمندر کی طرف سے بھی ایتھنزی اس کی ناکہ بندی کرینگے
اس نے خیال کیا کہ اسپارٹا اور مین تی نیہ کے باشندوں کی زندگی نہایت قیمتی ہے اور
ان کا یہ انجام نہ ہونا چاہیئے کہ وہ یونان سے باہر نیم یونانیوں کے ہاتھوں قتل ہوں۔
اس لیئے اس نے ڈیموس تھینیس سے گفت وشنود شروع کردی اور اس کا وہی نتیجہ ہوا
جس کی اُسے خواہش تھی۔ اسپارٹا اور مین تی نیہ کے سپاہی امبریسیوں کو دھوکہ دے کر
اور یہ کہکر کہ وہ سامان رسد اور لکڑیاں لیئے جاتے ہیں اولپائے سے نکل کھڑے ہوئے
صرف چند اجیر سپاہی جن کا وطن اپائرس تھا شہر میں رہ گئے مگر ظاہر ہے کہ اسپارٹیوں
کے مقابلے میں وہ کسی مصرف کے نہ تھے + امبریسیوں نے اب اس چال کا مطلب سمجھ　　۳۶۲
لیا اور خود بھی شہر چھوڑنا چاہا مگر انھیں اکارنانیوں نے جانے نہ دیا اور دونوں میں نہایت
شدت کے ساتھ دست بدست لڑائی ہوئی جس میں غلطی سے بہت سے پیلو پونیزی بھی
کام آئے مگر اکثر دوسری اجیر سپاہی بچ گئے اور امبریسیوں میں سے جو بھاگ سکے وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ واپس بلا لیئے گئے (طوسی دیدش ۵، ۱۱۵) گریتوس (تاریخ یونان" ۲
(۶) ۵۰۱۵) کہتا ہے کہ دیلیوں کے جلاوطن کرنے میں اس سیاسی گروہ نے جو متقی اور پرہیزگار نکیاس کے
مخالف تھا گویا منھ چڑایا مگر میرے نزدیک ۴۲۵ ق م کی قرارداد کا قدرتی نتیجہ تھا اور یہ بعید از قیاس نہیں کہ
نکیاس نے مذہب کی خاطر انتہائی کارروائیاں کی ہوں۔

اگرائے کی اراضی میں چلے گئے۔ اب امبریسیہ والوں کے لئے امبیسیہ سے کمک آ گئی اس نواح میں دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں اور دونوں کا نام اڈ ویئنے تھا۔ ان میں سے ایک پر ڈیموس تھینیس قابض ہو گیا اور دوسری کو امبریسیوں نے اپنا مرکز بنا لیا۔ ڈیموس تھینیس فوجی چالوں کا بڑا استاد تھا اور اس نے علی الصباح چند میسینیوں کو امبریسیوں کی طرف روانہ کیا اور چونکہ میسینی دوریائی زبان بولتے تھے اسلئے امبریسیوں نے انھیں حلیف پیلوپونیزی سمجھا اور اپنے فوجی پڑاؤ میں آنے دیا۔ اب دونوں میں دست بدست لڑائی ہوئی اور اس میں امبریسیوں کو سخت شکست ہوئی اور چند ہی امبریسی ایسے تھے جو میدان جنگ سے بھاگ کر امبریسہ پہنچ سکے۔ دوسرے ہی دن ان امبریسیوں نے جنھیں اولپائے میں شکست ہوئی تھی اور جو اگرائے بھاگ گئے تھے ایک ہرکارہ بھیجا اور معمول کے مطابق ڈیموس تھینیس سے استدعا کی کہ وہ مُردے اٹھا لیجانے کی اجازت دیدے۔ اس کے جواب میں اتھنزیوں نے اسے وہ مُردے دکھائے جو اڈ ویئنے کے معرکے میں کام آئے تھے۔ امبریسی ہرکارہ مُردوں کی یہ تعداد دیکھ کر نہایت متعجب ہوا اور جب اس سے یہ پوچھا گیا کہ اس کے خیال میں اولپائے میں کتنے سپاہی کام آئے ہوں گے تو اس کے جواب میں اس نے دو سو کی تعداد بتائی۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ جو کٹے ہوئے اعضا وہاں پڑے ہیں وہ ایک ہزار سے زیادہ سپاہیوں کے ہیں تو اس نے ان سے بے تعلقی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم سے تم سے ایک روز پیشتر کوئی لڑائی نہیں ہوئی مگر جب اتھنزیوں نے اس سے کہا کہ یہ لوگ امبریسیہ سے آئے تھے اور ہم سے جنگ آزما ہوئے تھے اس وقت اس ہرکارے کو حقیقتِ حال معلوم ہوئی کہ جو کمک امبریسیہ سے آئی تھی وہ بھی کام آ گئی۔ اس نے یہ سنتے ہی ایک چیخ ماری اور گھبرا کر واپس اپنے گھر کا راستہ لیا۔ طوسی دیدیس ان مردوں کی تعداد کا جو اڈ ویئنے کے معرکے میں کام آئے تھے محض اس وجہ سے ذکر نہیں کرتا کہ اس کا بیان قابل یقین نہ سمجھا جائے گا اور یہ ایک مورخ کی زبان سے نہایت عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال اندازہ لگایا گیا ہے کہ انکی تعداد قریب چھ ہزار کے ہو گی[1]۔

[1] اس نظریے کے خلاف بلوخ کی کتاب "آبادی دنیائے یونان" صفحہ ۱۹۲ دیکھنی چاہیئے۔

اب امبریسیہ کی تسخیر بہ آسانی ہوسکتی تھی۔لیکن اگر امبریسیہ فتح ہوجاتا تو اتھنز کی
اس شہر میں ایک محافظ دستہ ضرور رکھتے۔اور اس کے برعکس اکارنانی ہرگز نہ چاہتے تھے
کہ اس نواح میں اتھنز کی قوت اور اس کے اقتدار میں مزید اضافہ ہو۔ان اسباب کی بناء
پر امبریسیہ اور اکارنانیہ میں صلح ہوگئی۔اور اگر ہم اس کا لحاظ کریں کہ امبریسیوں کو پچھلی
لڑائی میں بہت بڑی ہزیمت اٹھانی پڑی تھی تو پھر یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ اس صلحنامے
کی رو سے انھیں زیادہ نقصان کا بار نہیں اٹھانا پڑا۔امبریسیہ حسب معمول خودمختار رہا۔
مگر اسے آیندہ کے لیئے اکارنانیوں سے معاہدہ کرنا پڑا کہ اگر وہ اناکتوریوم پر حملہ آور
ہوں تو امبریسیہ کم سے کم غیر جانب دار رہے۔اصلیت یہ تھی کہ اکارنانیوں کے ملک سے
امبریسیہ کافی فاصلے پر تھا اور اس کی انھیں زیادہ پروا نہ تھی درآنحالیکہ اناکتوریوم
خود ان کے ہی ملک کا ایک جزو تھا اور وہ اس پر کبھی نہ کبھی قبضہ کرنا چاہتے تھے۔جب
صورت حال یہ تھی کہ ہر فرد اپنے ہی مفاد کا خیال رکھتا تھا اور اتھنز کے حلیفوں کی گویا
تنہا خواہش یہ تھی کہ اس کی مدد سے وہ اپنے دشمنوں کو نیچا دکھائیں مگر اس کے اقتدار کو
ایک خاص حد سے متجاوز نہ ہونے دیں تو ظاہر ہے کہ اتحاد یونان کے خواب کی
تعبیر کا وقت ابھی دور تھا۔

آیندہ سال ۴۲۵ ق م میں پیلوپونیزیوں نے پھر اٹیکا پر حملہ کیا۔مگر
وہ اس ملک میں زیادہ نہیں ٹھہر سکے اس لیئے کہ خود پیلوپونیز میں ایسے واقعات پیش
آئے جن سے یہ نہایت متردد ہوئے اور انھیں بہت جلد واپس ہونا پڑا۔اتھنز سسلی
میں برسرپیکار تھا اور یوری میدون اور سوفوکلیس چالیس جہاز لے کر اسی طرف چلا
اس بیڑے میں خود دیموس تھینیس بھی موجود تھا جو اولپائے کی فتح کے بعد اتھنز
واپس آگیا تھا۔اور گو وہ سسلی کی طرف محض خانگی حیثیت سے جا رہا تھا مگر اتھنزیوں
نے اسے یہ اجازت دی کہ اگر اس کا جی چاہے اور وہ مناسب سمجھے تو اس بیڑے کو
ساحل پیلوپونیز پر حسب دلخواہ استعمال کرے۔ظاہر ہے کہ اس میں بہت سی دشواریاں
تھیں۔ایک اہم مسئلہ تو یہ تھا کہ اس کے مختلف امیرالبحروں سے کس قسم کے تعلقات
ہوں گے اور دوسرے دشمن کی قوت کا اندازہ کرنا بھی کچھ معمولی بات نہ تھی۔
دیموس تھینیس نے اس مہم کا پیش نامہ پیشتر ہی سے تیار کر لیا تھا مگر اس کی کامیابی

یا ناکامی کا انحصار اس پیش نامہ کی راز داری پر تھا تاکہ اس کا مقصد بہ یک یک پورا ہوجائے۔ دیموس تھینس کا تو اصل مقصد یہ تھا کہ وہ پیلوس پر قبضہ کرے[۱۱] مگر مشکل یہ تھی ۳۶۴

[۱۱] اس میں کوئی شبہ نہیں کہ طوسی دیدش نے پیلوس کی تسخیر کا حال صحت سے بیان کیا ہے۔ مگر یہاں مناسب ہے کہ ہم اپنے چند خیالات کا بھی اظہار کریں جس سے اشخاص متعلقہ کے خصائص کا اندازہ ہوسکے اس مہم کا پیش نامہ دیموس تھینس نے ہی تیار کیا ہوگا اور اس کے بعد کلیون نے اپنے فن سے یہ کام لیا ہوگا کہ وہ اسے سیاسی اعتبار سے کامیاب بنائے۔ ظاہر ہے کہ اس مہم کو صرف ایسی صورت میں کامیابی حاصل ہوسکتی تھی جب اسے بعد عبا ئم صیغۂ راز میں رکھا جائے۔ یہانتک کہ جب اتیھنزی پیلوس پہنچ جائیں اس وقت بھی ان کے افعال سے یہ ظاہر نہ ہو کہ انھیں اس مقام پر قبضہ کرنے کی خواہش ہے۔ ورنہ جب وہ اپنے قلعے تیار کرنے کی فکر میں تھے اسی وقت ممکن تھا کہ اسپارٹی حملہ کردیتے اور انھیں شکست دیدیتے۔ بالکل ایسے ہی کلیون کے طرز عمل پر غور کیجیے۔ اگر وہ میاں۔ جلتا تو غالباً پیلوس روانہ نہ کیا جاتا نکیاس کبھی جزیرے پر قابض نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اگر اتیھنزی کامیابی کے خواہاں تھے تو اس کی صرف ایک ہی صورت تھی کہ کلیون سپہ سالاری کے فرائض انجام دے۔ لیکن اگر اس کی اس خواہش کا اعلان ہوجاتا تو اس کی کامیابی ناممکن تھی۔ اس لیئے اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ محض لوگوں کے کہنے سے جارہا ہے اسی طرح اسپارٹیوں کی یہ تحریک کہ تحقیقات دعاوی کے لیئے ایک جماعت مقرر کی جائے دراصل ان کے دشمنوں کے لیئے ایک چال تھی اور حال ہی میں روسی افغانی سرحد کے معاملے میں جو تحقیقاتی مجلس مقرر ہوئی تھی اس کی کارروائیوں سے ایسی مجالس کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اسپارٹیوں کا مقصد یہ تھا کہ جملہ معاملات موسم سرما تک کے لیئے ملتوی ہوجائیں اور اس کیلیئے مجلس تحقیقات کی ترکیب نہایت عمدہ تھی۔ ان کی اصلی خواہش یہ تھی کہ کوئی بات طے نہو۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار ہوا ہے اس وقت بھی انھوں نے صلح کی گفت و شنود انہماک کے ساتھ نہیں شروع کی۔

اس میں شبہ نہیں کہ نکیاس نے اپنا فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کی۔ ممکن تھا کہ جیسے ارسطیدش نے پسی تالیہ میں ایرانیوں کا کام تمام کیا تھا ایسے ہی نکیاس ان سپاہیوں کو قتل کردیتا جو اسفاکتیریہ میں گرفتار ہوئے تھے مگر نکیاس مستقل مزاج نہ تھا اور اس سے کچھ نہ ہوسکا

دونوں میں ہے۔ ایک امیرالبحر بھی اس کی رائے سے متفق نہ تھا مگر اتفاقاً اتھنزی بیڑے کو طوفان نے آگھیرا اور اسے مجبوراً پیلوس کی بندرگاہ میں پناہ لینی پڑی۔ ڈیموستھنیس نے اپنے ساتھیوں کو پھر سمجھایا کہ اس بندرگاہ کا خوب اچھی طرح سے استحکام کر لینا چاہیئے مگر اس کا جواب اسے یہ ملا کہ ساحل پیلوپونیز پر ایسے بہت سے مقامات ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سب پر قبضہ کرنا بالکل غیر ممکن ہے۔ ان لوگوں نے پیلوس کے خصوصیات پر غور نہیں کیا کہ وہ دراصل ایک راس پر واقع ہے اور اس کی قلعہ بندی نہایت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے قریب ہی ایک قدرتی بندرگاہ ہے جسے اب خلیج ناوارینو کہتے ہیں اور چونکہ اس کے عین مقابل جزیرۂ اسفاکتریہ ہے اس لیئے یہ بندرگاہ بالکل محفوظ و مامون ہو گئی ہے۔ اس میں ایک اور خوبی بھی تھی اور وہ یہ کہ نسطور* کا مسکن

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ کلیون کم سے کم تنومند تو تھا۔ اتھنزیوں کا طریق کار کلیتہً استراتی گوئر کے انتخاب اور اس کی شخصیت پر منحصر تھا۔ اس معاملے کے متعلق گلبرٹ اور بیلوخ نے نہایت مدلل اور مفصل بحث کی ہے اور ناظرین کو ان ہی کی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی ممکن ہے کہ طوسی دیدش کے بیان کی تفصیلی تنقید کی جائے اور اس کے چند حصوں کو خود ساختہ قرار دیا جائے۔ مثلاً کیا یہ قرین قیاس ہے کہ اسپارٹیوں کے پاس آہنی اوزار نہ تھے یا یہ کہ اسپارٹیوں نے چار سو ہوپ لیت جزیرۂ اسفاکتیریہ میں اتار دیئے؟ آخر وہ کس مصرف کے تھے؟ پیلوس تو اس جزیرے سے کبھی تسخیر نہ ہو سکتا تھا اگر اسپارٹی ہی فتح مند ہوتے تو وہ بہ آسانی اتھنزیوں کو بغیر اس مہم کے گرفتار کر سکتے تھے۔ اگر انھیں شکست ہوتی تو ان چار سو کا پتہ بھی نہ ملتا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ اسپارٹیوں سے اسقدر بے وقوفانہ حرکت سرزد ہوئی؟ اس کے جواب میں ہم فوراً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جیسا کسی شخص نے خوب کہا ہے کہ پیلوس کی تفصیل طوسی دیدش نے اس لیئے گھڑی تھی کہ وہ محاصرۂ پلاٹیہ کا گویا جواب ہو جائے اور تاکہ وہ دکھا سکے کہ کسی شہر کا محاصرہ کس طرح کرنا چاہیئے۔

* نسطور جنگ ٹروائے کے زمانے میں پیلوس کے ایک بادشاہ کا نام تھا جس کی میسینیوں کے دل میں بہت وقعت تھی (مترجم)۔

ہونے کے سبب سے مسینیا والوں کے دل میں اس کی ایک خاص وقعت تھی۔ اس لیئے
اگر اس کی قلعہ بندی ہوگئی تو وہ ہیلوٹوں اور مسینیوں کے لیئے بمنزلۂ جائے پناہ
ہوجائے گا + طوسی دیدشں کا بیان ہے کہ باوجود ان تمام باتوں کے ایتھنزی بیڑے
میں ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جو دیموس تھنیس کا ساتھ دینے کے لیئے تیار ہوا ور
اگر ایتھنزی ملاح اس کی بات ماننے کے لیئے تیار ہوگئے تو محض اس لیئے کہ وہ تھک کر
پست پڑ گئے اور آرام لینا چاہتے تھے۔ اور چونکہ طوفان باد و باراں برابر جاری رہا اس
لیئے انھیں پیلوس میں خلاف امید زیادہ قیام کرنا پڑا۔ انھیں وہاں کچھ کرنا تو تھا ہی
نہیں یہ ہی شروع کر دیا کہ ویران ٹیلوں کی چوٹیوں کو حلقہ بند کریں اور جب اس کی ابتدا
ہوگئی تو پھر یہ کام نہایت جوش و خروش سے جاری رکھا + چونکہ ایتھنزیوں کے پاس
ایسے آہنی اوزار نہ تھے جن سے پتھر توڑے جا سکتے اس لیئے جیسے پتھر ملے ویسے ہی
اٹھا لیئے اور انھیں اپنی کمروں پر رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا شروع کیا۔
انھیں اس وجہ سے اور بھی آسانی ہوگئی کہ قدیم شہر کے چاروں طرف اونچے اونچے
ٹیلے تھے اس لیئے اس کے اکثر حصے کو قلعہ بند کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی + اس
وقت اسپارٹی افواج مسینیہ اور لقونیہ میں تھیں۔ اور گو انھیں اس کا علم ہوگیا کہ
ایتھنزی پیلوس میں اتر گئے ہیں مگر انھوں نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی اور کوئی فوری
دفاعی تدبیر صرف اس وجہ سے نہیں سوچی کہ اس وقت وہ ایک مذہبی تہوار میں مصروف
تھے۔ انھوں نے خیال کیا کہ کچھ عرصے کے لیئے سیاسیات کو بالائے طاق رکھ دینا
بہتر ہے اور جب انھیں فرصت ہوگی تو بہ آسانی تمام وہ اس چھوٹے سے قلعے پر قبضہ
کرلیں گے + ادھر ایتھنزیوں نے اپنا کام چھ روز میں ختم کر لیا اور پانچ جہاز
دیموس تھنیس کے سپرد کرکے باقی ماندہ بیڑے نے کورکائرا اور سسلی کا رخ کیا +

۳۶۵

گو اسپارٹی مرکزی حکومت اور عہدہ داروں نے ان معاملات میں کسی
قسم کی مداخلت نہیں کی مگر جو اسپارٹی فوج اٹیکا میں تھی وہ ان واقعات سے
نہایت متردد ہوئی۔ انھیں اٹیکا آئے ہوئے صرف پندرہ روز ہی ہوئے تھے مگر
جوں ہی انھوں نے پیلوس کے قبضے کی خبر سنی فوراً وہ دشمن کا ملک چھوڑ کر واپس
چل دیئے تاکہ جتنی جلد ہوسکے ایتھنزیوں کو پیلوپونیز سے بھگا دیں + اس مقصد کی

تکمیل کے لیئے انھوں نے چاروں طرف سے مسلح سپاہی جمع کیئے اور شمال کیجانب سے سات جہازوں کا بیڑا ان کی مدد کے لیئے آگیا + اس وقت یوریمدون جزیرۂ زاکنتھوس میں تھا جو پیلوس سے صرف ستر میل کے فاصلے پر واقع ہے (گویا اتنی ہی دور جیسے جنوا سے لیورنو) وراب دیموس تھنیس نے اسے بلانے کے لیئے بسُرعت تمام ایک آدمی روانہ کیا + اسپارٹیوں نے خلیج کے دونوں راستوں پر قبضہ کر لیا یعنی شمالی راستے پر جو پیلوس سے بالکل متصل تھا اور جنوبی راستے پر جو شمالی راستے سے زیادہ وسیع تھا اور ساتھ ہی چار سو بیس ہوپ لیت اور ان کے ساتھ چند ہیلوت قریب کے جزیرۂ اسفاکتیریا پر اتار دیئے جو دونوں آبناؤں کے درمیان میں واقع تھا۔ اپنے اس کارنمایاں سے اسپارٹی نہایت خوش ہوئے اس لیئے کہ جو شخص بھی آنا چاہتا تو وہ یا تو قدرتی بندرگاہ میں لنگرانداز ہوتا یا جزیرے پر اور انھیں یہ خیال ہوا کہ اگر اتھنزیوں نے آنا چاہا تو انھیں فوج اتارنے میں نہایت دقت کا سامنا کرنا ہوگا مگر انھیں یہ گمان بھی نہ ہوا کہ اتھنزیوں کے لیئے سب سے زیادہ آسانی اس میں ہوگی کہ اسپارٹی بیڑے پر باضابطہ حملہ کریں اور اسے شکست دیں۔ جب دیموس تھنیس نے دیکھا کہ اسپارٹی پیلوس کو یلغار کرکے لینا چاہتے ہیں تو اس نے ان سپاہیوں کو جن کے اسلحہ نسبتہً خراب تھے اس کنارے پر کھڑا کیا جو یونانی ساحل کے مقابل تھا اور جو نسبتہً محفوظ تھا اور ساٹھ ہوپ لیت اور چند تیر انداز لے کر فصیل سے باہر مغربی کنارے پر خود کھڑا ہو گیا جہاں صرف چند ہی جہازوں کے قیام کی جگہ تھی اس مقام کی حفاظت نہایت ضروری تھی اور اگر اس پر دشمن کا قبضہ ہو گیا تو فصیل بالکل بیکار ثابت ہوجاتی۔ ہوگو براسی داس نے اپنے سپاہیوں کا دل بڑھانے میں مطلق کوتاہی نہیں کی اور خود بھی ان کے ساتھ حملے میں شریک کار رہا مگر مٹھی بھر اتھنزیوں نے اسپارٹیوں کا حملہ پسپا کر دیا۔ براسی داس خود بھی زخمی ہوا اور اس کی ڈھال سمندر میں گر گئی جہاں سے اتھنزیوں نے اسے نکال کر بطور یادگار فتح کے نصب کر دیا۔ دو روز تک اسپارٹی حملے برابر جاری رہے پھر بھی ان کا غلبہ نہیں ہوا اور آخر کار ان کو اپنے سپاہی منجنیق لینے کی غرض سے ازینے روانہ کرنے پڑے + اب اتھنزی بیڑا بھی آپہنچا جس میں پچاس جہاز تھے۔ مگر اسپارٹیوں نے کوئی حرکت نہیں کی اور دوسرے دن بھی

۴

ان کا بیڑا اس قابل نہ تھا کہ کچھ کر سکے شاید اس وجہ سے کہ اس وقت تک برا سیڈاس
تنہا رست نہ ہوا تھا کسی نے خلیج کے دونوں راستوں کا خیال بھی نہیں کیا۔ ایتھنزی
نہایت اطمینان سے خلیج میں داخل ہوئے اور پانچ جہاز گرفتار بھی کر لیے باقی میدان
سے بھاگ گئے۔ اب اسفاکتیریہ کی فوج کے رسل و رسائل منقطع ہو چکے تھے اور
ایتھنزی گویا خلیج کے مالک تھے۔ انھیں اتنی جرات تو نہ ہوئی کہ ان پر براہ راست حملہ
کرتے اس لیے انھوں نے جزیرے کے چاروں طرف چکر لگانا شروع کیا تاکہ اسپارٹی
وہاں سے نہ نکلنے پائیں۔ یوں تو کل اسپارٹی فوج پیلوس کے مقابلے کے لیے تیار
تھی مگر وہ بالکل بے دست و پا تھی اس لیے کہ ایک طرف تو اسپارٹیوں میں قلعے مسخر
کرنے کی مطلق اہلیت نہ تھی اور ایتھنزی بیڑے پر حملہ کرنا خارج از بحث تھا خود اسپارٹی
بھی یہ محسوس کرنے لگے تھے اسفاکتیریہ کے لشکر کو بچانا قطعی محال ہے۔ مگر چونکہ اس
میں بہت سے اسپارٹی شہری بھی تھے اور ان کی زندگی خطرے میں تھی اس لیے ہر شخص
ان کی رہائی کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ ایک تدبیر سمجھ میں آئی کہ صلح کی گفت و شنود شروع
کر دی جائے اس لیے کہ کم از کم گفت و شنود کے دوران میں تو ان کے ساتھیوں کی
جانیں محفوظ رہیں گی۔ ممکن ہے کہ جیسے پہلی تالیا میں ایتھنزیوں نے ایرانی قیدیوں کو
تلوار کے گھاٹ اتارا اسی طرح وہ اسپارٹیوں کو تہ تیغ کر دیں۔ ان کا اصل مقصد یہ تھا
کہ انھیں کافی وقت مل جائے اور یہ مقصد گفت و شنود کے بہانے سے نہایت عمدگی سے
حاصل ہو سکتا تھا۔ بدیں وجوہ اسپارٹیوں کی تحریک سے دونوں فریق اس معاہدے پر
راضی ہو گئے کہ اسپارٹی بیڑے کے وہ جہاز جو بر وقت لقونیہ میں موجود تھے وہ سب
ایتھنز کے حوالے اس شرط پر کر دیے جائیں کہ اسفاکتیریہ کی فوج کو دوران گفت و شنود
میں برابر سامان رسد پہنچتا رہے اور اسپارٹی سفیر ایک ایتھنزی سہ طبقہ جہاز پر ایتھنز جائیں
اور ان کی واپسی تک جنگ ملتوی رہے۔ جب وہ واپس آ جائیں اسوقت مہلت کا وقت
ختم ہو جائے اور اسپارٹی جہاز اسپارٹا کو واپس دیدیے جائیں۔

یہ ایک انوکھی بات تھی اور ایتھنزیوں کے لیے اس سے زیادہ کوئی امر قابل
اطمینان نہیں ہو سکتا تھا کہ اسپارٹی ایک ایتھنزی کشتی میں ایتھنز آئیں اور صلح کے لیے
دست بدعا پھیلائیں۔ ان اسپارٹی سفیروں نے ایتھنز پہنچ کر یہ کہا کہ اسپارٹی ہمیشہ

صلح کے لیئے تیار رہیں اور اتھنزیوں پر زور ڈالا کہ وہ اپنے دعاوی میں اعتدال سے کام لیں تاکہ اسپارٹیوں کو شکریے کا موقع ملے انھوں نے یہ بھی بیان کیا کہ اسپارٹا اتھنز سے معاہدہ کرنے پر تیار ہے اور اگر ایسا معاہدہ ہوگیا تو دونوں دولتیں گویا تمام یونانیوں پر تنہا حکمرانی کرسکیں گی ۔ اس کے جواب میں **کلیون** کے کہنے سے اتھنزیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ جو اسپارٹی جزیرۂ **اسفاکٹیہ** میں تھے وہ سب اتھنزیوں کے حوالے کر دیے جائیں اور اس کے ساتھ ہی نسیہ ، پیگائے ، **ترو زین** اور اکائیہ کا مملکت اتھنز میں الحاق کر دیا جائے۔ اس پر اسپارٹی سفرا نے یہ استدعا کی کہ اتھنزی اپنے قائم مقام منتخب کریں جو ان سے ان مطالبوں کے متعلق گفتگو کرکے کسی خاص طرز عمل پر متفق الرائے ہوسکیں۔ مگر **کلیون** نے اس تحریک کی نہایت زور و شور سے مخالفت کی اور کہا کہ اصل یہ ہے کہ اسپارٹی چاہتے ہیں کہ اتھنزیوں کی آنکھوں میں خاک ڈالیں اور چونکہ ہر معقول تحریک پر برسر عام مباحثہ ممکن ہے اس لیئے کسی قائم مقام کے تقرر کی مطلق ضرورت نہیں ۔ **کلیون** کی یہ رائے بہت صائب تھی حقیقت یہ ہے کہ کمیشن کے ذریعے سے گفتگو کرنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ مزید تیاری کے لیئے وقت مل جائے اور ہم دیکھتے ہیں کہ **اسپارٹا** کا مطلب بھی یہی تھا ۔ بہرحال سفرائے **اسپارٹا** نے اتھنزی مطالبوں کا برسرعام جواب دینے سے انکار کر دیا اور اتھنز سے **پیلوپونیز** کی راہ لی ۔ جب وہ **پیلوس** پہنچے تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ عارضی صلح ختم ہوگئی اور اب اتھنزی اپنے وعدے کے مطابق اسپارٹی بیڑا واپس کر دیں۔ مگر اتھنزیوں نے یہ جواب دیا کہ دوران التوا میں ہی **اسپارٹیوں** نے **پیلوس** پر حملہ کرکے شرائط کو توڑ دیا تھا اس لیئے انھیں اپنے وعدے پر قائم رہنے کی کوئی وجہ نہیں ۔ اس پر اسپارٹیوں نے صدائے احتجاج بلند کی اور فریقین میں پھر جنگ شروع ہوگئی۔[12]

---

[12] گروٹوس "تاریخ یونان" ۲ (۶) ۴۸۲ وغیرہ ۔ اس کے نزدیک **کلیون** بڑی اُجڈ طبیعت کا شخص تھا اور اس نے جو سوال جواب کیئے ان سے اس کی غیر ذمہ داری اور اوچھا پن ظاہر ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ "اتھنزیوں نے اسپارٹی بیڑے کی واپسی سے جو خلاف انصاف انکار کیا وہ صرف اس وجہ سے قابل معافی ہے کہ خود پیلوپونیزیوں کے بیان کے بموجب اسپارٹیوں نے عارضی صلح کے

مگر واقعات ایتھنز کے حسب دلخواہ رونما نہیں ہوئے۔ اسپارٹیوں نے اپنی فوج اور سامان تو پیلوس کے قریب جمع کر دیا اور آخر کار نئی طرز عمل پر کاربند ہونے لگے یعنی چند ہیلوتوں سے انعام اور آزادی کا وعدہ کیا اور ان کے ذریعے سے خفیہ طور پر اسفاکتیریہ سامان خورونوش بھجنا شروع کیا۔ اب موسم بھی خراب ہو چلا اور ایتھنزیوں کو یہ خوف ہوا کہ عنقریب وہ طوفان کے سبب سے جزیرے کی ناکہ بندی نہ کر سکیں گے اور اس طرح وہ انعام جو ابھی گویا دست غیب سے ملنے والا تھا اور جس کے وہ نہایت درجہ منتظر تھے انھیں نہ مل سکے گا یعنی اسپارٹی قیدی ان کے پنجے سے نکل جائیں گے۔ ایتھنز کی عام رائے بھی پلٹ گئی اور کلیون پر یہ الزام لگایا گیا کہ اسی نے صلح نہیں ہونے دی۔ اس الزام کا اس نے یہ جواب دیا کہ یہ خود سپہ سالاروں کی غلطی ہے کہ انھوں نے اسفاکتیریہ کے قیدیوں کے گرفتار کرنے میں اس قدر تاخیر کی۔ جماعت اُستراتی گوئی کے سرگروہ نکیاس کو کلیون کی یہ نیش زنی پسند نہ آئی اور اس نے یہ جواب دیا کہ اسفاکتیریہ کی تسخیر اور وہاں کے لشکر کی گرفتاری کوئی آسان کام نہیں۔ اگر کلیون اسے آسان سمجھتا ہے تو وہ نہایت خوشی سے خود اس مہم کو سر کرے اور اُستراتی گوئی جملہ سامان اس کے حوالے کرنے پر تیار رہیں۔ مگر ابتدا میں تو کلیون نے یہ کہکر ٹال دیا کہ وہ کوئی استراتی گوس تھوڑا ہی تھا کہ اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) شرائط خود توڑ دیے تھے۔ مگر اسپارٹیوں نے اس ... اس کا بھی اقرار نہیں کیا کہ وہ شرائط صلح پر کاربند رہے۔ محض صدائے احتجاج بلند کرنے سے کوئی بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور نہ یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ مرتکب نہ تھے۔ بدیں وجوہ اس کے باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسپارٹیوں نے ان شرائط کو خود ہی توڑ دیا تھا۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزی حقیقتہً اور قانوناً برسر حق تھے اور انھیں اپنا بچاؤ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جنگ پیلوپونیز میں اسپارٹا نے اس کے علاوہ اور مواقع پر بھی شرائط طے شدہ سے علانیہ منہ موڑا تھا مثلاً صلح نکیاس میں جو شرائط ایمفی پولس کے متعلق تھے وہ انھوں نے پورے نہیں کیے۔ بدیں وجہ اگر بالفرض ایتھنز میں عمومی گروہ ہی برسر اقتدار ہوتا اور انھی کے کہنے سے ایتھنزی اپنے حقوق پر سختی سے قائم رہتے تو بھی ان پر ہرگز الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ مگر اس وقت تو کلیون کو جنگ کے انتظام سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

۳۶۸

ذمہ داری ہو۔ مگر جب ایتھنزی بہت مصر ہوئے تو وہ راضی ہو گیا اور کہا کہ وہ اس مہم کے لیے شہریوں کو زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ بلکہ اگر لیمنوس اور امبروس کی کچھ فوج اس کے حوالے کی جائے اور ائی نوس کے گو پھینے اور چار سو تیر انداز سے دیئے جائیں تو وہ یا تو بیس روز میں اسفاکتیریہ کے اسپارٹیوں کو گرفتار کرے گا ورنہ خود اپنی جان ہلاک کرے گا۔ ان شرائط سے اور خاصکر دوسری شرط سے کلیون کے مخالف مطمئن ہو گئے ؛

کلیون نے اس مہم کی تیاریاں بہت جلد ختم کر لیں اور دیموس تھینس کو جو پیلوس ہی میں تھا اپنا مددگار مقرر کیا۔ طوسی دیدیش کا بیان ہے کہ وہ اس سے واقف تھا کہ عرصۂ دراز سے دیموس تھینس اسفاکتیریہ کے حملے کی فکر میں ہے۔ مگر وہ صرف تقاریر اور واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہے اس لیے ہم اس کے اس مجمل بیان پر چند خیالات کا اضافہ کریں گے جن سے ایتھنز کی اندرونی تاریخ واضح ہو جائے گی معلوم ہوتا ہے کہ دیموس تھینس اور ذی اثر سرانبوہ کلیون میں باہمی اتحاد عمل ہو گیا تھا اس لیے کہ دیموس تھینس کے ذہن میں اسپارٹیوں کو شکست دینے کی جو ترکیب آئی تھی اس کی تکمیل کا یہی ایک ذریعہ تھا کہ ایک تو پیلوس کو فوج بھیجی جائے اور ایتھنزی فوج اسفاکتیریہ پر اتر پڑے۔ یہ دونوں باتیں ان دو رہبروں نے پہلے ہی سے سوچ لی تھیں ان واقعات کو پیش نظر رکھ کر وہ طریقہ بحسن خوبی سمجھ میں آسکتا ہے جس سے کلیون اسپارٹی سفرا کے ساتھ پیش آیا۔ یہ سفیر ایک ایتھنزی کشتی میں ایتھنز آئے اور کشتی بان کے ذریعے سے دیموس تھینس نے کلیون سے یہ کہلوا دیا کہ وہ اس امر پر زور دے کہ کسی نہ کسی طرح سے اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار ہو جائے اور یہ ایک معقول فوج کے ذریعے سے بہ آسانی تمام ہو سکتا ہے۔ یہ ہی وجوہ تھے جن سے کلیون نے اسفاکتیریہ کے اسپارٹیوں کی اطاعت کا مطالبہ کیا اور التوائے جنگ کی کیفیت کو ختم کرنے میں جلدی کی۔ اس لیے کہ اگر سال کے بدترین حصے میں عارضی صلح جاری رہی تو ایتھنزیوں کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جب تک ان کا بیڑا لڑنے کے قابل رہے گا۔ اس وقت تک تو اسفاکتیریہ کا لشکر گرفتار نہ ہو سکے گا اور موسم سرما آتے ہی اسپارٹی گفت و شنید ختم کر کے جزیرے سے ارض یونان کو بھاگ جائیں گے، مگر جب تک نکیاس اتراتی گئے

۳۶۹

کا صدر تھا اس وقت تک اسفاکتیریہ کے خلاف کوئی قطعی کارروائی نہیں ہو سکتی تھی صرف کلیون اور دیموس تھینیس ہی میں یہ قابلیت تھی کہ وہ جزیرے کو تسخیر کر لیتے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ کلیون خود کو پیش نہیں کر سکتا تھا ورنہ وہ اتھنزیوں کا مورد طعن بن جاتا۔ اس لیئے اس نے نہایت دانشمندی سے یہ ظاہر کیا کہ اسے سپہ سالاری کی ہرگز ضرورت نہیں اور صرف اسی حال میں عہدہ قبول کیا جب اس پر اتھنزیوں نے دباؤ ڈال کر گویا مجبور کر دیا۔ کلیون بظاہر تو اکھڑ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت اس میں سیاسی قابلیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور چونکہ اس کی پشت پر دیموس تھینیس سا مبصر تھا جسے فوجی امور میں کمال حاصل تھا اس لیئے وہ اپنے رتبے اور حیثیت پر بہ آسانی فخر کر سکتا ہے۔

وقت بھی حملے کے لیئے مناسب تھا اور اس میں مزید تعویق نہیں کی گئی۔ جزیرہ اسفاکتیریہ میں ایک جنگل تھا جس سے اس کے مدافعوں کو اپنے بچاؤ کا بہت موقعہ تھا ایک مرتبہ خود دیموس تھینیس کو ایتولیہ کے جنگل میں راستہ بھول جانے سے نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا تھا۔ اور جب اس نے یہ سنا کہ اسپارٹیوں کی سہل انکاری اور غفلت سے اسفاکتیریہ کے جنگل میں آگ لگ گئی اور سب درخت برباد ہو گئے تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اب اتھنزیوں کے لیئے دشمن کی قوت کا اندازہ کر لینا کوئی مشکل بات نہ تھی اس لیئے کہ ان کے پڑاؤ سے اسپارٹی صاف نظر آتے تھے اور وہ بہ آسانی اپنے منصوبے قائم کر سکتے تھے۔ جب اسپارٹی حکومت نے کلیون کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا کہ اسپارٹا کا لشکر ہتھیار ڈال دے تو ایک دن آرام لیکر دیموس تھینیس نے جزیرے پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو اس نے راتوں رات آٹھ سو ہوپ لیت اس میں اتار دیئے۔ اسپارٹیوں کی مرکزی فوج جزیرے کے وسط میں کھارے پانی کے ایک چشمے کے قریب پڑی تھی اور شمالی راس پر جو سب سے زیادہ ڈھالوان تھی ایک مختصر دستہ متعین تھا اور جہازوں کی گودی کی حفاظت کے لیئے بیس ہوپ لیت کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ سب سے پہلے یہ ہوپ لیت ہی زد میں آگئے اور اتھنزیوں نے ان میں سے ایک کو بھی زندہ سلامت نہیں چھوڑا۔ اب میدان خالی تھا اور صبح ہوتے ہی باقی ماندہ اتھنزی بھی اتر آئے اور مرکزی اسپارٹی فوج پر حملہ شروع ہوا۔ ہلکے ہتھیار والے سپاہیوں کے دو دو سو دستوں کو حکم ہوا اسپارٹیوں کا حصار کرکے انھیں دق کریں

۳۷۰

مگر ان کے قریب نہ آئیں۔ اسپارٹی ان چھوٹے چھوٹے حملوں سے تنگ آگئے اس لیے کہ وہ دشمن سے دوبدو نہ ہو سکتے تھے اور اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ انھیں سب سے بڑی دقت یہ ہوئی کہ حملہ آوروں کا اس قدر شور تھا کہ سپاہی افسروں کے احکام بالکل نہیں سن سکتے تھے اور چونکہ ہوا میں جلے ہوئے درختوں کی راکھ اڑ رہی تھی اس لیے وہ اپنے چاروں طرف دیکھ بھی نہ سکتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ جو اثر ان حملوں کا ہوا وہ خود حملہ آوروں کی امید سے کہیں زیادہ تھا۔ بہر حال اسپارٹی اس قدر مجبور ہو گئے کہ انھیں قلب جزیرہ کو خیرباد کہنا پڑا اور شمال میں ایک بلند زمین پر چلے گئے۔ مگر وہاں پانی کی کمی تھی اور جب مسینی دستے کا سرگروہ ایتھنزی سپہ سالار سے اجازت لے کر ایک ٹیلے پر چڑھ گیا جہاں سے یہ مقام جہاں اسپارٹیوں نے پڑاؤ ڈال لیا تھا اس کی دسترس میں آگیا تو اسپارٹیوں کو چارو ناچار ہتھیار رکھ دینے پڑے۔ ان کے سامنے دو راستے تھے جن سے ایک کو وہ پسند کر سکتے تھے۔ یعنی اطاعت اور موت۔ ایتھنزیوں کی تو یہ خواہش تھی کہ وہ اطاعت پر راضی ہو جائیں اور اسی لیے اسپارٹیوں نے اپنے ہم وطنوں سے جو ارض براعظم پر تھے استفسار کیا۔ اور وہاں سے یہ جواب پا کر کہ اپنی عزت کو محفوظ رکھ کر وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں انھوں نے آخرکار ہتھیار رکھ دیئے۔ چار سو بیس ہوپ لیتوں میں سے صرف ۲۹۲ باقی رہے تھے اور ان میں سے ایک سو بیس اسپارٹی شہری تھے۔

کلیون نے جس خوبی سے اپنے وعدے کا ایفا کیا تھا اس سے ایتھنزی بہت متاثر ہوئے۔ اور انھیں پہلی مرتبہ اس کا انکشاف ہوا کہ ایسے اسپارٹی بھی ہیں جو زندگی کو موت پر ترجیح دیتے ہیں اور انھیں ان خوبیوں میں کمی کے آثار معلوم ہونے لگے جو ان کی نظر میں اسپارٹی قوم کی تھیں۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ ان واقعات سے لوگوں کی نظر میں ایتھنزیوں کی بہادری کی بھی وقعت نہیں بڑھی اس لیے کہ حملہ آور ایسی چال چلے تھے جس سے ان سب کی جانیں بچ گئیں۔ بہر حال ایتھنزی جملہ اسپارٹی قیدیوں کو ایتھنز لے گئے اور وہاں پہنچ کر ایک اسپارٹی نے اپنی شکست کے واقعات کو اس انداز سے بیان کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ہزیمت کے اس کی طبیعت میں اس وقت تک خوش مزاجی کی خو بو باقی تھی جب ایتھنزیوں نے اسیروں سے توہین آمیز پیرائے میں کہا کہ جو لوگ اسفاکتیریہ میں کام آئے وہ یقیناً نہایت بہادر ہوں گے تو اس نے

۴۷۱

اس کا یہ جواب دیا کہ جن تیروں نے چن چن کر بہادروں کو ملک عدم کا راستہ بتایا ان تیروں کی چالاکی اور عقلمندی میں بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس مہم میں سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ اس میں دیموس تھینیس نے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیا اور وہ ان مبصرین فن حرب کا گویا پیشرو ہے جنھوں نے آئندہ چوتھی صدی ق م میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

اسپارٹی شہریوں کی گرفتاری کا فوری نتیجہ صرف یہی ہوا کہ اس کے بعد پیلوپونیشیا نے اٹیکا پر حملہ نہیں کیا۔ ایتھنزیوں کو اپنی فصلیں اتنی ہی عزیز تھیں جتنی اسپارٹیوں کو اپنے ہم وطنوں کی جانیں۔ ایتھنزیوں نے اس کا اعلان کر دیا کہ اگر ان کے ملک پر حملہ ہوا تو جو قیدی ان کے قبضے میں ہیں وہ فوراً قتل کر دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ باقی میدانوں میں جنگ برابر باقی رہی اس لیئے کہ اسپارٹی ایتھنزی تفوق تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ ایتھنزیوں نے خاکنائے کے قریب متعدد حملے کیئے اور ٹروائے زین کے قریب جزیرہ نمائے میتھونے پر قبضہ کر کے اس چھوٹی سی خاکنائے پر جو اسے آرگولیس ساحل سے ملاتی ہے ایک فصیل تیار کی اور اس طرح چونکہ میتھونے جزیرہ ائی گینا کے بالکل مقابل تھا اس لیئے ایتھنزیوں کو آرگولس کے ساحل پر جانے کا گویا ایک بنا بنایا راستہ مل گیا جہاں جب ان کا جی چاہتا وہ جا سکتے تھے بلکہ موقع پا کر اس کے ذریعے سے قدیم ایونیائی بلدیہ ٹروائے زین پر بھی قبضہ کر سکتے تھے۔

تقریباً اسی زمانے میں کورکائرا کی خانہ جنگی آخر کار اختتام کو پہنچی اور دونوں فریقوں میں اس قدر مخاصمت تھی کہ جن اشرافیوں نے کوہ استونے کو مستحکم کر لیا تھا انھوں نے اپنے ہم وطنوں کے سامنے سر اطاعت خم کرنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ ان ایتھنزیوں کے سامنے ہتھیار رکھ دیئے جو پیلوس سے [illegible] ہوئے آئے تھے۔ ایتھنزی انھیں جزیرہ پتی کیا لے گئے جو کورکائرا سے بالکل قریب تھا اور ان سے یہ ٹھیرا کہ اگر ان میں سے ایک فرد بھی بھاگنے کی کوشش کرے گا تو باقی افراد کی حفاظت کے وہ ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ ایک ایتھنزی سپہ سالار کو اس قسم کے معاہدے پر زور دینا نہیں چاہئیے تھا اس لیئے کہ اس سے ایک شخص کی بیوقوفی سے گروہ کے گروہ کی جان کا اندیشہ پیدا ہوتا تھا۔ اور اگر یوری میڈن نے غلطی نہیں کی

تو اس کے بیان سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزیوں کی نیت ابتدا ہی سے بدتھی اور
نتیجہ وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ کورکائرا کی عموم نے قیدیوں کو رائے دی کہ وہ چپکے سے
بھاگ جائیں اور خفیہ طور پر اس کی اطلاع ایتھنزی سپہ سالار کو کر دی جس پر ایتھنزیوں نے
بدبخت قیدیوں کو ان کے ہم وطنوں کے سپرد کر دیا۔ ان میں سے بعض تو فوراً تہ تیغ کر دئے
گئے باقی نے خودکشی کر لی۔ اصل میں قصہ یہ تھا کہ ایتھنزی سپہ سالار سسلی جانا چاہتے تھے اور
یہ نہیں چاہتے تھے کہ محض کورکائرا کے اسیروں کی وجہ سے وہ اپنا وقت بیکار ضائع کریں۔

ایتھنزیوں کو مغربی یونان میں ایک اور کامیابی ہوئی۔ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ
امبر لیسیہ نے شہر اناکتوریوم پر سے قبضہ اٹھا لیا تھا اور اب ایتھنزیوں اور اکارنانیوں
نے مل کر اس پر قبضہ کر لیا۔ مشرق میں انہیں ایک اور طرح کی کامیابی ہوئی۔ انھوں نے
شہر ایون میں جو دریائے استریمون پر واقع تھا ایک ایرانی امیر مسمی ارتا فرنز کو گرفتار
کر لیا اور جب ایتھنزیوں نے وہ خطوط پڑھے جو اس کے پاس برآمد ہوئے تو ان سے
معلوم ہوا کہ وہ شہنشاہ اردشیر کے لکھے ہوئے اسپارٹی حکومت کے نام مراسلے ہیں اور
ان میں شہنشاہ کہتا ہے کہ یوں تو اسپارٹیوں نے بہت سے سفیر ایران کو بھیجے ہیں مگر ان میں
سے کوئی شہنشاہ کو یہ نہیں بتا سکا کہ اسپارٹی دراصل کیا چاہتے ہیں اور اب ارتا فرنز صرف
اس لئے روانہ کیا جاتا ہے کہ اسپارٹی ایک سفیر کو مفصل ہدایات کر کے ایران روانہ کریں۔
ایتھنزیوں نے اس سفیر کو افیس سوس کے راستے ایران کو واپس بھیج دیا۔ اور جو ایتھنزی
اس کے ساتھ گئے تھے ان کی زبانی یہ خبر معلوم ہوئی کہ شہنشاہ اردشیر کا انتقال
ہو گیا۔ ارتا فرنز کے وفد سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ایتھنز کے
روز افزوں اقتدار کی وجہ سے ایران یونان کے معاملات میں دست اندازی کرنا
خلاف مصلحت سمجھتا تھا۔ ایتھنز نے اپنی دور اندیشی کا ایک اور ثبوت دیا اور خیوسیوں
ان کے شہر کی فصیل مسمار کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ انھیں متی لنہ کی طرح بغاوت کرنے
کی آرزو نہ ہو جائے۔ ان تمام واقعات اور مہمات کا ایتھنزی خزانے پر بہت برا اثر
پڑا تھا۔ اب اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ لیگ کے خراج میں اضافہ کر دیا
جائے اور کلیون کی تحریک پر اس کی مقدار بعض حالتوں میں پہلے سے دونی
اور بعض میں اس سے بھی زیادہ کر دی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ ۴۲۳

ہیلیاستائے کی روزانہ اجرت بھی بڑھا کر تین روبول ہوگئی[۱۳۱]

جنگ کے آٹھویں سال کی ابتدا میں یعنی مارچ ۴۲۴ق م میں ان لسبوسیوں نے جو اپنا جزیرہ چھوڑ کر چلے گئے تھے ٹروائے کے قریب ہیلیسپونت کے شہر رھوئے تیوم پر قبضہ کرلیا۔ مگر جب انھیں کچھ مال مل گیا تو انھوں نے شہر چھوڑ دیا اور لسبوس کے مقابل شہر انتاندروس پر قابض ہوگئے اس لیئے کہ انھیں یہ امید تھی کہ وہ اس مقام پر مستقل طور پر متصرف رہ سکیں گے + دنیا کا یہ حصہ جو گویا ایران اور یونان کے ڈانڈے پر واقع تھا ہر ذی ہمت شخص کے لیئے ہمیشہ رزمگاہ بنا رہتا تھا اور بعض مقامات میں تو ایک دن یونان کا اور دوسرے دن ایران کا راج ہوجاتا تھا مگر ظاہر ہے کہ اس قسم کے واقعات سے ایتھنز کے اقتدار میں کوئی بین فرق نہیں پیدا ہوسکتا تھا + کلیون کی کامیابی نے نکیاس کو خواب سے بیدار کردیا تھا اور اس نے اب یہ چال چلی کہ ساٹھ جہاز اور دو ہزار ہوپلیت لے کر وہ جزیرہ کی تھرا پر حملہ آور ہوا اسپارٹا کے لیئے یہ جزیرہ نہایت اہم تھا اس لیئے کہ یہ لقونیہ اور مصر و افریقہ کے درمیان حائل تھا اور جب اس پر اسپارٹا کا قبضہ ہوتا تھا تو یہاں سے لقونیہ کی بہ آسانی حفاظت ہوسکتی تھی اور اگر کوئی اور سلطنت اس کی تسخیر کرلیتی تھی تو اسپارٹا کو لقونیہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوجاتا تھا + پہلے تو ایتھنزیوں نے بندرگاہ اسکاندیہ

---

[۱۳۱] جس نوشتے میں جمعبندی خراج کا ذکر ہے اسکے اجزا رکیوہلر نے جمع کیئے ہیں اور یہ سنہ اولمپیا ۸۸ء ۱م میں مرتب ہوئی تھی (مجموعہ نوشتہ ہائے اٹیکا ۱، ۳۷ + مقابلہ کرو کیوہلر:- نوشتہ جات و تحقیقات صفحہ ۴۲ او غیرہ۔ اور گلبرٹ صفحہ ۱۸۵) بوسولٹ ۲، ۱۴۵ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پونتوس سے بھی روپیہ وصول کرنے کی کوشش کی گئی اور اسی مقصد کے لیئے لاماخوس پونتوس گیا (طوسی دیدیش ۴، ۷۵)۔

ہیلیاستائے کی تنخواہ میں اضافے کیلئے گلبرٹ صفحہ ۱۸۸ دیکھنا چاہئے + کلیون کی نظر ہمیشہ روپئے کی طرف رہتی تھی۔ اور اس زمانے میں اس کی یہ کوشش بھی ہوئی کہ آرگوس کو ایتھنز کی طرف لے آئے (گلبرٹ صفحہ ۱۸۹ وغیرہ) مگر ارسطوفانیس نے صفحہ ۴۲۴ ق م میں اس کا مذاق اڑایا اور اسے "پیلاگونا کے بدبخت باشندے" کا لقب دیا۔

پر قبضہ کیا اور پھر شہر کی تھرا کی طرف بڑھے جہاں کے پیریوئکی باشندوں نے فوراً ہتھیار رکھ دیئے۔ اب انھوں نے خاص لقونیہ کے ساحل پر اتر پڑنے اور ہیلوس کے قرب وجوار کی اراضی کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا اور کیتھرا کے مقابل خلیج بویا پر لکدمونی فوج کو شکست دے کر خاص لقونیہ کی ساحل پر ایک یادگار فتح نصب کی۔ اسکے بعد وہ راس مالیہ کا دورہ کرکے پیلوپونیز کے شرقی ساحل پر پہنچے اور وہاں شہر تھریا پر جہاں ای گینا کے غریب الوطن باشندے آباد تھے قبضہ کر لیا۔ اس مہم میں ایتھنزیوں نے اپنا رعب بقدر قائم کر لیا تھا کہ گو اس کے قریب ہی ایک لکدمونی فوج موجود تھی مگر اس نے ایتھنزیوں کا مقابلہ تک نہیں کیا۔ ایتھنز ای گینیوں کو ایتھنز لائے اور وہاں زن و بچہ کو مار ڈالا جزیرہ کیتھرا ایتھنزی لیگ میں شامل ہو گیا اور چار ٹالنٹ سالانہ یعنی وہی رقم جو چھوٹے سے جزیرہ تینیدوس کو ادا کرنی پڑتی تھی خراج قرار پایا۔

جنوبی یونان میں تو ایتھنزی فتوحات ہو رہی تھیں مگر جو کچھ ایتھنزی اقتدار سسلی میں تھا اس کا خاتمہ اس قرارداد سے ہو گیا جو وہاں کے مقامی یونانیوں نے آپس میں کر لیا اور جس کی رو سے انھیں سسلی کو خیر باد کہنا پڑا۔ یہ قرارداد گویا اس گفت وشنود کا تتمہ تھا جو اس سے پہلے امبریسیہ اور اکارنانیہ کے مابین ہو چکا تھا۔ اور ان دونوں معاہدوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مملکت ایتھنز کی روز افزوں قوت اور ترقی سے خوفزدہ اور متفکر ہو گئی تھی۔ سسلی سے اخراج کا الزام ایتھنزیوں نے اپنے سپہ سالاروں پر رکھا اور اس کی پاداش میں انھیں سزا برداشت کرنی پڑی۔

اس ناکامی کے گویا معاوضے میں انھیں اپنے قریب ہی کے محاذ میں جزوی کامیابی ہوئی۔ اس زمانے میں مگارا کی حکومت پر عمومیوں کا جھنڈا لہراتا تھا اور اس کے تعلقات ایتھنز سے کچھ برے نہ تھے[14]۔ مگارا کو ایک تو ایسے ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لیئے کہ وہ ایتھنز کا گویا ایک قدرتی نشانہ بنا ہوا تھا اور اب

[14] مگارا کے ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض سیاسی گروہوں (اشرافیت یا عمومیت) کے غلبے سے یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی بلدیہ ایتھنز کا طرفدار تھا یا اسپارٹا کا۔ بلکہ بہت سے دیگر امور بھی ان تعلقات میں ممد ہوتے تھے اور خوف یا مادی منفعت کا بھی ان پر بہت اثر پڑتا تھا۔

اس کے چند اشرافی خاندان خلیج کورنتھ کے شہر پگائے میں جاکر آباد ہوگئے اس لیئے
اس کی حالت اور بھی ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔ ان باتوں سے متاثر ہوکر اب عمومیوں
کی یہ خواہش ہوئی کہ شہر کو ایتھنزیوں کے حوالے کردیں۔ مگر انہی وجوہ سے اس کی ضرورت تھی
کہ وہ نہایت پھونک پھونک کر قدم رکھیں۔ خاص نسیہ میں پیلوپونیزی لشکر تھا
جو بہ آسانی تمام مگارا کے شہر پر قبضہ کرسکتا تھا اور دوسرے خود عمومیوں کی عام رائے
بھی قطعیۃ ایتھنز کی طرفدار نہ تھی۔ سب سے پہلے تو ایتھنزی فوج اس حصے میں کردی گئی
جو دونوں طویل دیواروں کے درمیان تھا اور اس طرح یہ نسیہ اور شہر کے درمیان حائل
ہوگئی۔ اس کے بعد ایتھنزیوں کو شہر میں لانے کے لیئے یہ تدبیر سوچی گئی کہ مگاری فوج
ایتھنزیوں پر حملہ کرنے کے بہانے شہر سے نکل آئے اور شہر کے دروازوں کو کھلا رہنے دے
اور ایتھنزی ان میں ہوکر شہر میں داخل ہوجائیں مگر یہ ترکیب چلی نہیں اسلیئے کہ کسی نہ کسی طرح
فریق مخالف کو یہ چال معلوم ہوگئی اور انھوں نے مگاری فوج کو شہر سے نکلنے کی ممانعت
کردی۔ نسیہ کے پیلوپونیزی لشکر اور شہر کے درمیان تو ایتھنزی حائل تھے
اس لیئے نسیہ والوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور آخرکار اس مہم کا نتیجہ صرف یہی ہوا کہ
نسیہ پر ایتھنزیوں کا قبضہ ہوگیا۔ براسی داس کورنتھ میں تھریس کے حملے کے لیئے
ایک لشکر آراستہ کرنے میں مشغول تھا۔ جب اس نے یہ سنا کہ مگارا کی لمبی دیواروں پر
ایتھنز کا قبضہ ہوگیا ہے تو وہ فوراً ایک چھوٹا سا دستہ لے کر مگارا آیا اور شہر میں داخل ہونے
کا مطالبہ کیا۔ مگر ابتدا میں اسے داخلے کی اجازت نہیں دی گئی اس لیئے کہ خود شہر کے اشرافیوں
کو بھی اس کا یقین نہ تھا کہ براسی داس وقت پر کام دے سکے گا یا نہیں۔ اور اگر
بالفرض وہ ناکام ہوا تو پہلے سے بھی زیادہ بدامنی پھیل جائے گی اور اشرافیوں
کا رہا سہا اقتدار بھی خاک میں مل جائے گا۔ براسی داس نے اپنی قابلیت
کا یہ ثبوت دیا کہ فوراً لڑنے کے لیئے تیار ہوگیا مگر ایتھنزیوں نے لڑنے سے انکار
کیا اور اشرافیوں اور عمومیوں نے یہ دیکھ کر کہ وہ براسی داس سے ڈر گئے
اور گویا انھوں نے مگارا سے دست کشی اختیار کرلی براسی داس کے لیئے شہر کے
دروازے کھول دیئے۔ اسپارٹیوں نے اب اس زمانے کے رواج کے موجب
فریق مخالف کے قریب ایک سو سربرآوردہ افراد کو جن کے افعال پر وہ سب سے زیادہ

۴۷۵

معترض تھا تہ تیغ کیا اور ایک ایسی حکومت قائم کردی جس میں سپارٹی کے فریق کو غلبہ حاصل تھا

مشرق میں بھی ایتھنز کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی اس لئے ایشیائے کوچک کی مہم کو بھی کوئی اہمیت حاصل نہیں اور اس سے سیاسی بساط میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا ایتھنزیوں نے متی لنی جلا وطنوں سے انتاندروس واپس لے لیا اور تھینیا کے ساحل پر ایک ایتھنزی بیڑا جس کا امیر البحر لاماخوس تھا طوفان میں تباہ ہوگیا + اس کے برعکس براسی داس کے عزم اور عقلمندی کی وجہ سے ایتھنز کو تھریس میں پے درپے ہزیمتیں پہنچیں۔ اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اسپارٹا کی کامیابی کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ ایتھنزی قوت وجبروت کا سرچشمہ یعنی ایتھنزی لیگ برباد کردی جائے۔ مگر چونکہ ایتھنز کی بحری قوت برابر قائم ہے اس لئے ایشیائی حلیفوں کو تو ہاتھ لگایا نہیں جاسکتا۔ اب رہا تھریس، وہاں ضرور بری راستے سے فوجیں روانہ کی جاسکتی ہیں۔ اسی لئے اس نے حکومت سے درخواست کی کہ اسے تھریس بھیج دیا جائے + اسپارٹی اس مہم کی صحیح اہمیت کا تو اندازہ کر نہیں سکتے تھے۔ وہ محض اس لیئے براسی داس کے شمال کی طرف بھیجنے کے لئے راضی ہوگئے کہ اس سے اس طرح چھٹکارا مل جائے گا اور اسے اجازت دی کہ وہ اپنے ساتھ ایک ہزار پیلوپونیزی رنگروٹ اور سات سو ہیلوت لے کر روانہ ہوجائے + جب سے پیلوس اور کیتھرا پر ایتھنزی قبضہ ہوا تھا اسی وقت سے اسپارٹی ہیلوتوں کی طرف سے سخت متفکر تھے۔ طوسی دیدیس کا بیان ہے کہ اس سے کچھ ہی دن پیشتر اسپارٹیوں نے ہیلوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک چال چلی تھی۔ سرکاری اعلان ہوا کہ جو ہیلوت اپنی خدمات پیش کریں گے اور اپنی بہادری کے کرشمے دکھائیں گے انھیں آزادی عطا کی جائے گی ۔ جنھوں نے اپنی خدمات پیش کیں ان میں سے دو ہزار چن لیئے گئے اور پہلے تو ان سے شہر کی قربانگاہوں کا طواف کرایا اور پھر اسپارٹی انھیں شہر سے باہر لے گئے۔ اس کے بعد پھر کبھی ان کا ذکر سننے میں نہیں آیا اور گمان غالب ہے کہ وہ سب کے سب قتل کر ڈالے گئے + ظاہر ہے کہ سب ہیلوتوں سے ایسا سلوک نہیں کیا جاسکتا تھا اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی تھے جو میدان جنگ میں نہایت بہادری سے لڑ سکتے تھے۔ اس لیئے تھریس کا میدان ان کی جنگ آزمائی کے لئے نہایت موزوں تھا۔ اگر انھیں فتح ہوئی تو اس سے

۴۷۶

اسپارٹا ہی کو فائدہ ہوگا۔ اگر شکست ہوئی تو اسپارٹا کا نقصان ناقابل تلافی نہ ہوگا۔ خود براسی داس ان لوگوں میں سے تھا جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہی اپنے جلیسوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہیں اور جن کے حرکات ہمیشہ ناقابل برداشت ہوتے ہیں اور اسپارٹیوں نے خیال کیا کہ اگر وہ اسپارٹا سے دور تھریس میں جاکر اپنی قسمت آزمائی کرے تو یہ یقیناً نہایت مناسب ہوگا + براسی داس نے تھریس کے راستے میں ہی اپنے جوہر دکھائے۔ تھسلی اور ایتھنز کے باہمی تعلقات بہت اچھے تھے مگر وہ اپنی فوج کو اس ملک میں ہو کر اس انداز سے لے گیا کہ مخالفت کی ایک آواز بھی سننے میں نہیں آئی[15]۔ میدان جنگ میں بھی اس نے ایسی صفات کا ثبوت دیا اور ان لوگوں کو بھی اپنا ہمدرد اور ہمنوا بنالیا جو اسپارٹا کا ساتھ دینا پسند نہ کرتے تھے + ایتھنزی اور ان کے خصائص کے برے پہلو شہرۂ آفاق تھے۔ اسپارٹی نسبتاً ایک غیر معروف قوم تھی اور اب جو تھریسیوں کے سامنے اسپارٹی رہبر پہنچا تو ایسا جس کی فراست اور قابلیت میں کسی کو شبہ ہی نہیں ہوسکتا تھا + اس میں شبہ نہیں کہ براسی داس مقدونیہ کے ساتھ حسب دلخواہ تعلقات پیدا نہیں کرسکا اس لیئے کہ براسی داس پرڈکاس کو اور پرڈکاس براسی داس کو اپنا آلہ بنانا چاہتا تھا۔ مثلاً براسی داس سے یہ کہا گیا کہ وہ پرڈکاس کو ارھی بایوس کے مغلوب کرنے میں مدد دے جو قوم لنکستائے کا حکمران تھا مگر براسی داس کی خواہش ہرگز نہ تھی کہ پرڈکاس بہت طاقتور ہوجائے۔ ایسے ہی پرڈکاس نے اسپارٹیوں سے وعدہ کیا تھا کہ ان کی فوج کا نصف خرچ اس کا خزانہ برداشت کریگا۔ مگر اس نے صرف تہائی خرچ دینا کافی سمجھا بہرحال براسی داس کا مقصد یہ تھا کہ وہ خالکڈیسیوں کو اپنا جانبدار کرلے اور اس میں وہ بدرجہ اتم کامیاب ہوا۔ طوسی دیدش اس ماہرانہ تقریر کو نقل کرتا ہے جو براسی داس نے اکانتھوسیوں کے سامنے کی اور جس کے بعد وہ اسپارٹی لیگ میں شامل ہوگئے اور اسی طرح استاگیرا کو بھی اس نے اپنا جانبدار کرلیا + ایکطرف تو براسی داس

۳۷۸

[15] اسی طرح ۱۵۶۷ء میں الوا کے ڈیوک نے بھی اٹلی سے نشیبستان (نیدرلینڈز) تک کوچ کرکے اپنی شہرت کا بیج بویا؛

تھریس میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھا رہا تھا اور دوسری طرف ایتھنزیوں کو خود اپنی ہی سرحد پر نہایت زبردست شکستیں مل رہی تھیں۔

ایتھنزی اس خیال میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح بیوتیہ کے ایک حصے پر قابض ہوجائیں[16] ۔ اور اس مقصد کے لیے دیموس تھینس نے چند بیوتیوں سے جو اپنی حکومت سے نالاں تھے گفتگو کرنی شروع کی اور انھوں نے یہ امید دلائی کہ خیرونیہ اور سفائے پر (جو خلیج کورنتھ پر واقع تھا آسانی کے ساتھ قبضہ ہوسکتا ہے۔ خیرونیہ سرحد فوکس پر واقع تھا اور اس پر اورکومینوس کا اثر تھا جو زمانۂ قدیم سے برابر تھیبز کا مقابل شمار کیا جاتا تھا۔ فوکسیوں کے تعلقات بھی ایتھنز سے کچھ خراب نہ تھے اور ایتھنزیوں نے یہ سوچا کہ اگر ان کے ذریعے سے خیرونیہ پر دباؤ ڈالا گیا تو وہ کارگر ثابت ہوگا ۔ ۴۲۴ ق م میں اورکومینوس اور خیرونیہ کے تھبزی گروہ ایتھنز کو شکست دے چکے تھے مگر اب یعنی ۴۲۴ ق م میں اس فریق کا مخالف گروہ ان بلدیات میں برسر اقتدار ہوگیا ۔ ایتھنزیوں کے دوستوں نے یہ ترکیب سوچی کہ ایک ہی وقت میں تین مختلف مہیں سر کی جائیں ۔ یعنی ایتھنز کے دوست خیرونیہ پر قبضہ کریں ، دیموس تھینس سمندر کی طرف سے آکر شہر سفائے پر متصرف ہوجائے اور ان دونوں سے اہم منصوبہ یہ تھا کہ ایتھنزی استراتی گوس بقراط اور دیس اپیہ بیوتی سرحد عبور کرکے اپولو کے بت خانہ دیلیوم پر قبضہ کرکے اسے خوب اچھی طرح سے مستحکم کرے ۔ اس آخری مہم کی فی نفسہ کوئی جنگی اہمیت نہ تھی ۔ بلکہ اس کا مقصد یہی تھا کہ بیوتیوں میں اپنے خطرے کا احساس پیدا ہوجائے اور وہ یہ بھول جائیں کہ انھیں کس طرف رجوع ہونا چاہیے ۔ مگر ان تمام منصوبوں میں ایتھنز کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی ۔ ایک فوکسی نے جو تھیبز کا طرفدار تھا وہاں کی حکومت کو سفائے اور خیرونیہ کے خطرے سے آگاہ کردیا اور وہ گروہ جو ایتھنزی اقتدار کا مخالف تھا

---

[16] اس طرح بری حملوں کا وہ سلسلہ جو تیس سال کی امن سے منقطع ہوگیا تھا پھر جاری ہوگیا ۔ گر پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ایتھنز کو ناکامی کا منھ دیکھنا نصیب ہوا اس لیے کہ بیوتی افواج نے اپنی جوانمردی کے وہ جوہر دکھائے تھے کہ ایتھنز کو ہرگز امید نہ تھی ۔

خبردار ہوگیا اور جب دیموس تھینس سفاٹے پہنچا تو اس نے شہر کے دروازے بند پائے۔ اس کے علاوہ جس دن یہ تینوں مہمات سر ہونا قرار پائی تھیں اس کے متعلق ایک غلط فہمی پیدا ہوگئی[14] اور بقراط دیموس تھینس کی تاریخ سے بعد ویلیوم پہنچا۔ بہرحال اس نے ویلیوم کے استحکامات درست کرا کر تین سو سوار وہاں چھوڑے اور باقی کو حکم دیا کہ ایتھنز واپس چلے جائیں۔ جب بیوتیوں کو اس کی اطلاع ملی تو ان کے جوش وخروش کی کوئی انتہا نہ رہی اور انھوں نے ایک مہیب لشکر پاگونداس کی ماتحتی میں تنا گرا پر مجتمع کیا جس میں سات ہزار بھاری پیدل دس ہزار ہلکے ہتھیار بند، ایک ہزار سوار اور پانسو گوپھنئے تھے۔ اور یہ فوج ایتھنز والوں سے برسر پیکار ہوئی۔ اس کے جواب میں ایتھنزی لشکر میں ہوپ لیت تو اتنے ہی تھے جتنے بیوتی فوج میں تھے مگر سواروں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا بہرحال یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب یونانی آپس میں مصروف جنگ ہوتے تھے تو صرف ہوپ لیت ہی کارآمد ہوتے تھے۔ ایتھنزی دو وجوں سے سینہ سپر ہوگئے۔ ایک تو ان کی غیرت اس کی متقاضی نہ تھی کہ دشمن کی للکار کا جواب نہ دیں اور دوسرے ان کا خیال تھا کہ بیوتیوں کے پاس ہلکے ہتھیار بند اتنے ہیں کہ ان کی پسپائی کے وقت ان کے لیئے بڑا بار گراں ہوں گے۔

اس لڑائی میں تھبزی فوج کی ترتیب میں ایک خاص بات یہ تھی کہ اس میں ہم اپامنونداس کی ٹیڑھی صف بندی اور مقدونوی جتھے بندی کی جھلک پاتے ہیں[15]۔ ایتھنزی اور دیگر یونانیوں کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنی صف میں ایک دوسرے

---

[14] طوسی دیدش (۴، ۸۹) اس کا الزام کسی خاص شخص پر نہیں رکھتا۔ گروتیوس (تاریخ یونان ۲ (۶) ۳۹۴) اور بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۳۱، ۳۲) کا خیال ہے کہ اس غلطی کا دیموس تھینس ہی مرتکب ہے اس لیئے کہ وہ وقت مقررہ سے پہلے ہی سفاٹے پہنچ گیا۔ مگر اس بات کو وہ ثابت نہیں کر سکے۔

[15] باوئر "تاریخ فن حرب" ("امیوالبر" ریاض علوم قدیمہ" ۴، ۱، ۲۹۰)۔ ویلیوم میں حکیم سقراط نے بھی اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ اصل یہ ہے کہ ایتھنز نے اپنی بحری قوت کو ترقی دینے کی

کے پیچھے آٹھ آٹھ ہوپ لیت کھڑے کرتے تھے مگر اس زمانے میں تھبزی صف کا عمق پچیس پچیس سپاہیوں کا ہونے لگا تھا + اس میں ممکن تھا کہ انھیں نقصان اٹھانا پڑے اس لیئے کہ اگر دشمن اور ان کے ہوپ لیتوں کی تعداد مساوی ہوئی تو ظاہر ہے کہ ان کے سپاہیوں کی قطار سے ان کے دشمن کے سپاہیوں کی قطار زیادہ طویل ہوگی اور وہ ان کے خلاف جناحی حرکت کر کے انھیں مغلوب کرے گا۔ دوسرے جو سپاہی اس گھنی صف کے پیچھے کے حصے میں ہوتے وہ اپنی قوت وجبر دت کا لڑائی پر بہت کم اثر ڈال سکتے + مگر اس طرز صف بندی سے ایک بہت بڑا فائدہ بھی تھا۔ ہر لڑائی کی ابتدا میں سب سے پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ کونسی فوج میں اپنے غنیم کو پسپا کرنے کا مادہ اور قوت زیادہ ہے۔ غنیم کی صفوں کو پیچھے کی طرف ہٹانا اور انھیں شق کر کے ابتر کر دینا' یہ ہی فتح وشکست کی گویا معیار تھی۔ اور ظاہر ہے کہ جس صف کا عمق اور حجم زیادہ ہوگا اسی میں یہ قوت بھی بڑھی ہوئی ہوگی + جب پچیس سپاہیوں کے عمق کی ایک صف بڑھ رہی ہو اور اپنے دشمن کو پیچھے ہٹا رہی ہو تو دشمن کے لیئے یہ ناممکن ہے کہ وہ مدافعت کرے اور اس میں کامیاب ہو۔ اور اسے یقیناً شکست ہوگی۔ لیکن اگر دونوں کی صف کا عمق ایک ہی ہوگا تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ غنیم بھی حملہ کرے۔ یہ گھنی صف گویا ایک نوکدار چیز کی طرح گھس جاتی اور گو غنیم کی صف کو ایک ہی جگہ سے چیرتی مگر اس ایک جگہ کے انشقاق سے تمام فوج کو منتشر کر دیتی + اس موقع پر بھی لڑائی کا بجنسہ یہی

۳۷۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ جو کوشش کی تھی وہ اس کے ہوپ لیتوں کی ترقی میں ایک حد تک حارج ہوئی۔ اور گو ماراتھون میں غالباً ان کے ہوپ لیتوں کو ہی کامیابی ہوئی مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہوپ لیتوں سے نہیں لڑ رہے تھے + قدیم یونان میں یہ قاعدہ تھا کہ جنگ مسطح زمین پر دست بدست ہوتی تھی اور اسی پر فتح وشکست کا مدار ہوتا تھا اور ایسی جنگ میں ہمیشہ ہوپ لیت ہی نمایاں حصہ لیتے تھے (ہیروڈوٹس ۷، ۹۔ پولی بیوس ۱۳، ۳) اسی وجہ سے اسپارٹیوں کو جو دیگر اقوام سے زیادہ متحفظ تھے' اور قدیم طریقوں کی حتی المقدور پابندی کرتے تھے قلعہ بند مقامات کے محاصرے پسند نہ تھے اس لیئے کہ ان میں ذاتی بہادری کے جوہر دکھلانے کا بہت کم موقع ملتا تھا +

حشر ہوا۔ ایتھنزیوں نے سوائے تھبنزیوں کے باقی بیوتیوں کو شکست دیدی مگر وہ تھبنزیوں کے حملے کی تاب نہ لاسکے اور بالآخر پسپا ہونا پڑا۔ ایتھنزی فوج تیتر بتر یعنی ویلیوم اور دبس اور کوہ پارنیز کی طرف بھاگ گئی۔ اور میدان جنگ پر قریب پانسو بیوتی اور ایک ہزار ایتھنزی جن میں خود سپہ سالار ہپقراط بھی تھا چھوڑ گئی۔ جب لڑائی ہوچکی تو ایتھنزیوں نے رواج کے مطابق اپنے مردے لے جانے کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں بیوتیوں نے کہا کہ ایتھنزیوں نے ویلیوم کے مقدس بت خانے پر قبضہ کرکے جملہ مذہبی اصولوں کو توڑ دیا ہے اور نعشوں کو ان کے سپرد کرنے سے پیشتر انھوں نے ویلیوم کے تخلیے کا مطالبہ کیا۔ ایتھنزیوں نے جواب دیا کہ ان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی ہے۔ اور فریقین اپنی اپنی ہٹ پر برابر اس وقت تک جمے رہے جب تک آخر کار بیوتیوں نے آگے بڑھ کر ویلیوم پر قبضہ کرلیا اور قصے کو ختم کردیا۔ غرض یہ ہے کہ اس معاملے میں بھی جو خاص یونانی طرز پر اٹھا اور بالآخر طے پایا ایتھنزیوں اور ان کے دوستوں کو ہی شکست ہوئی۔ اب جو کچھ بیوتی چاہتے تھے وہ انھیں مل گیا اور لڑائی کے سترہ روز بعد انھوں نے نعشیں ایتھنزیوں کے حوالے کردیں ؛

ایتھنزیوں کے لیئے ویلیوم کی شکست ایک نہایت دلخراش واقعہ تھا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ ایتھنزی ہوپ لیت نہ صرف اسپارٹی ہوپ لیت کی بلکہ تھبنزی ہوپ لیت کی بھی برابری نہیں کرسکتا تھا کسی زمانے میں انھوں نے تناگرا پر اسپارٹیوں کو اور اونوفیتہ پر تھبنزیوں کو نیچا دکھایا تھا۔ اب ان ہی بیوتیوں نے انھیں دو جگہ یعنی کورونیہ اور ویلیوم پر شکست دیدی۔ غرض یہ ہے کہ تھبنزی ابھی سے اُس فوجی سیادت کی شاہراہ پر پڑ لیئے تھے جس پر سے گزر کر وہ چوتھی صدی ق م میں معراج کمال کو پہنچ گئے ؛

ویلیوم کے واقعے کے بعد ہی تھریس میں بھی ایتھنزی مغلوب ہوئے۔ یہاں ستالکیس کا انتقال ہوچکا تھا اور اس کی جگہ اس کا بھتیجا سیوتھیس تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ اب براسی داس نے آرگیلو میون کو (جو جزیرۂ اندروس سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے) اپنے ساتھ لیا اور امفی پولس کی طرف بڑھا واضح ہو

کے پیچھے آٹھ آٹھ ہوپ لیت کھڑے کرتے تھے مگر اس زمانے میں تھبزی صف کا عمق پچیس پچیس سپاہیوں کا ہونے لگا تھا + اس میں ممکن تھا کہ انھیں نقصان اٹھانا پڑے اس لیئے کہ اگر دشمن اور ان کے ہوپ لیتوں کی تعداد مساوی ہوئی تو ظاہر ہے کہ ان کے سپاہیوں کی قطار سے ان کے دشمن کے سپاہیوں کی قطار زیادہ طویل ہوگی اور وہ ان کے خلاف جناحی حرکت کر کے انھیں مغلوب کرے گا۔ دوسرے سپاہی اس گھنی صف کے پیچھے کے حصے میں ہوتے وہ اپنی قوت وجہ دت کا لڑائی پر بہت کم اثر ڈال سکتے + مگر اس طرز صف بندی سے ایک بہت بڑا فائدہ بھی تھا۔ لڑائی کی ابتدا میں سب سے پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ کونسی فوج میں اپنے غنیم کو پسپا کرنے کا مادہ اور قوت زیادہ ہے۔ غنیم کی صفوں کو پیچھے کی طرف ہٹانا اور انھیں شق کر کے ابتر کردینا، یہ ہی فتح و شکست کی گویا معیار تھی۔ اور ظاہر ہے کہ جس صف کا عمق اور حجم زیادہ ہوگا اسی میں یہ قوت بھی بڑھی ہوئی ہوگی + جب پچیس سپاہیوں کے عمق کی ایک صف بڑھ رہی ہو اور اپنے دشمن کو پیچھے ہٹا رہی ہو تو دشمن کے لیئے یہ ناممکن ہے کہ وہ مدافعت کرے اور اس میں کامیاب ہو۔ اور اسے یقیناً شکست ہوگی لیکن اگر دونوں کی صف کا عمق ایک ہی ہوگا تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ غنیم بھی حملہ کرے۔ یہ گھنی صف گویا ایک نوکدار چیز کی طرح گھس جاتی اور گو غنیم کی صف کو ایک ہی جگہ سے چیرتی مگر اس ایک جگہ کے انشقاق سے تمام فوج کو منتشر کر دیتی + اس موقع پر بھی لڑائی کا تجربہ یہی

۳۷۹

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ جو کوشش کی تھی وہ اس کے ہوپ لیتوں کی ترقی میں ایک حد تک حارج ہوئی۔ اور گو ماراتھون میں غالباً ان کے ہوپ لیتوں کو ہی کامیابی ہوئی مگر یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ ہوپ لیتوں سے نہیں لڑ رہے تھے + قدیم یونان میں یہ قاعدہ تھا کہ جنگ مسطح زمین پر دست بدست ہوتی تھی اور اسی پر فتح و شکست کا مدار ہوتا تھا اور ایسی جنگ میں ہمیشہ ہوپ لیت ہی نمایاں حصہ لیتے تھے (ہیروڈوٹس، ۹۔ پولی بیوس ۱۳، ۳) اسی وجہ سے اسپارٹیوں کو جو دیگر اقوام سے زیادہ متحفظ تھے، اور قدیم تاریخوں کی حتی المقدور پابندی کرتے تھے قلعوں مقامات کے محاصرے پسند نہ تھے اس لیئے کہ ان میں ذاتی بہادری کے جوہر دکھلانے کا بہت کم موقع ملتا تھا +

ہوا۔ ایتھنزیوں نے سوائے تھبزیوں کے باقی بیوتیوں کو شکست دیدی
تھبزیوں کے حملے کی تاب نہ لاسکے اور بالآخر پسپا ہونا پڑا۔ ایتھنزی فوج تتر بتر
ہو کر دیلیوم اور وہیں اور کوہ پارنیز کی طرف بھاگ گئی۔ اور میدان جنگ پر قریب
پانسو بیوتی اور ایک ہزار ایتھنزی، جن میں خود سپہ سالار بقراطیس بھی تھا چھوڑ گئی
جب لڑائی ہو چکی تو ایتھنزیوں نے دستور کے مطابق اپنے مردے لے جانے کا
مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں بیوتیوں نے کہا کہ ایتھنزیوں نے دیلیوم کے
مقدس معبد پر قبضہ کر کے جملہ مذہبی ضابطوں کو توڑا ہے اور نعشوں کو ان کے
سپرد کرنے سے پیشتر انھوں نے دیلیوم کے تخلیے کا مطالبہ کیا۔ ایتھنزیوں نے جواب
دیا کہ ان سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی ہے۔ اور فریقین اپنی اپنی ہٹ پر برابر اس
وقت تک جمے رہے جب تک آخر کار بیوتیوں نے آگے بڑھ کر دیلیوم پر قبضہ کر لیا
اور قصے کو ختم کر دیا + غرض یہ ہے کہ اس معاملے میں بھی جو خاص یونانی طرز کا تھا
اور بالآخر طے پایا ایتھنزیوں اور ان کے دوستوں کو ہی شکست ہوئی + اب جو کچھ
بیوتی چاہتے تھے وہ انھیں مل گیا اور لڑائی کے سترہ روز بعد انھوں نے نعشیں
ایتھنزیوں کے حوالے کر دیں ؛؛

ایتھنزیوں کے لیئے دیلیوم کی شکست ایک نہایت دلخراش واقعہ تھا
اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ ایتھنزی ہوپ لیت نہ صرف اسپارٹی ہوپ لیت کی بلکہ
تھبزی ہوپ لیت کی بھی برابری نہیں کر سکتا تھا کسی زمانے میں انھوں نے
تناگرا پر اسپارٹیوں کو اور اونوفیتہ پر تھبزیوں کو نیچا دکھایا تھا۔ اب ان ہی
بیوتیوں نے انھیں دو جگہ یعنی کورونیہ اور دیلیوم پر شکست دیدی۔ غرض یہ ہے
کہ تھبزی ابھی سے اُس فوجی سیادت کی شاہراہ پر پڑ لیئے تھے جس پر سے گزر کر وہ
چوتھی صدی ق م میں معراج کمال کو پہنچ گئے ؛؛

دیلیوم کے واقعے کے بعد ہی تھریس میں بھی ایتھنزی مغلوب ہوئے + یہاں
ستالکیس کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اس کا بھتیجا سیوتھیس تخت سلطنت
پر متمکن تھا + اب براسی داس نے آرگیلو میون کو (جو جزیرۂ اندروس سے
آکر یہاں آباد ہوئے تھے) اپنے ساتھ لیا اور امفی پولس کی طرف بڑھا داضح ہو

امفی پولس اس لئے نہایت اہم بلدیہ تھا کہ جو سڑک تھریس سے مقدونیہ نشیبی استریمون عبور کر کے جاتی تھی اس پر یہ شہر آباد تھا۔ پہلے تو براسی داس نے دریائے استریمون کے پل پر قبضہ کیا جو شہر پناہ سے باہر تھا۔ اور گو خاص شہر میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو اسپارٹیوں کے لئے شہر کے دروازے کھول دینا چاہتے تھے مگر وہ ایسے مقتدر نہ تھے کہ وہ اپنا منصوبہ فوراً پورا کر سکیں۔ اس وقت اس نواح میں دو ایتھنی اسٹراتی گوس تھے یعنی امفی پولس میں اُقلیس اور تھاسوس میں اولوروس کا بیٹا مورخ طوسی دیدش۔ اور ایتھنزیوں کو اتنی مہلت مل گئی کہ اقلیس نے مشورہ کر کے طوسی دیدش کے پاس مدد کے لئے آدمی روانہ کریں جب براسی داس کو یہ معلوم ہوا تو اس نے فوراً ایسے آسان شرائط پیش کئے کہ امفی پولس کے ایتھنزیوں تک نے انہیں منظور کر لیا اس لئے کہ انھیں یہ امید ہرگز نہ تھی کہ براسی داس جیسے سپہ سالار کے سامنے امفی پولس عرصہ دراز تک مدافعت کر سکے گا۔ غرض یہ ہے کہ براسی داس کے شرائط کے بموجب وہ شہری جو شہر چھوڑنا چاہتے تھے انھیں اجازت دی گئی کہ پانچ روز کے اندر مع اپنے جملہ مملوکات کے چلے جائیں۔ جس روز امفی پولس فتح ہوا ہے اُسی روز طوسی دیدش ایون پہنچا اور اس نہایت اہم مقام پر قبضہ کر لیا اس کے جواب میں براسی داس نے اسی نواح کے متعدد مقامات پر قبضہ کر لیا اور پرڈکاس بھی یہ خبر سن کر پہنچا اور اپنے مصالح کی نگہداشت کرنے لگا۔

امفی پولس کی شکست کا بڑا اثر ہوا اور ایتھنز کے حلیف بغاوت کی تیاری کرنے لگے۔ موسم سرما کے آجانے کے سبب سے براسی داس کچھ زیادہ نہ کر سکتا تھا مگر اس نے دریائے استریمون پر چند جہاز بنوائے اور اسپارٹا سے کمک طلب کی اور آگے بڑھ کر کوہ آتھوس کی راس کے قریب چند مقامات کو تسخیر کر لیا۔ اسے ستھونیا کے جزیرہ نما میں شہر تورونے پر کچھ مشکل پیش آئی مگر وہ اس پر قبضہ کرنے اور وہاں کے ایتھنزی دستے کو جہازوں پر بھگا دینے میں کامیاب ہوا۔ اس نے کمال چالاکی سے یہ ظاہر کیا کہ اس مقام کی تسخیر میں خود اتھینا دیبی نے (جس کا توروئے میں ایک بت خانہ بھی تھا) مدد کی ہے اور اسی دیبی کے نام پر اس نے قلو لکی تھوس معنون کر دیا اور دنیائے یونان کے سامنے گویا یہ مسئلہ پیش کر دیا

کہ اگر اتھینا بھی ایتھنز کی مدد کے لیئے تیار نہیں تو پھر ایتھنزی کس پر تکیہ کر سکتے ہیں۔
اس میں شبہ نہیں کہ جس روز طوسی دیدش ایون میں داخل ہوا ہے
اسی روز اگر صبح کے وقت وہ امفی پولس پہنچ جاتا تو یقین ہے کہ شہر اسپارٹیوں ۳۸۱
کے قبضے میں نہ آتا۔ اسی لیئے غالبًا کلیون کی تحریک پر اس کا مواخذہ ہوا اور وہ اس
جرم کا مرتکب گردانا گیا اور جب تک جنگ جاری رہی اس وقت تک وہ پھر ایتھنز نہیں
آیا۔ اس بات کا تصفیہ نہایت مشکل ہے کہ بجل اس کا ہی اس سے سزا ہوئی یا نہیں۔
اگر کوئی واقعہ خود ہمارے زمانے میں بھی پیش آتا ہے اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون
شخص تعریف و توصیف کا مستحق ہے اور کس کے سر الزام رکھا جائے۔ اور جب واقعات
زیر بحث گزرے ہوئے صدیاں ہوگئیں تو پھر ان کی بابت حکم لگانا تقریبًا ناممکن ہے
خاصکر جب خود اسی شخص نے جسے مورد الزام گردانا جاتا ہے ان واقعات کو نہایت مختصر
اور خشک طرز سے بیان کیا ہو۔ بلاشبہ طوسی دیدش کو فوج کشی کے فن میں مہارت
حاصل نہیں تھی۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں براسی داس اور ایک حد تک
دیموس تھینس کے علاوہ فن حرب میں کسی کو کمال حاصل نہیں تھا۔ اور یہ بات تو
یقینی ہے کہ خود امفی پولس کے ایتھنزی عہدہ داروں اور عوام نے اپنے فرائض منصبی
ادا کرنے میں طوسی دیدش سے کم کوتاہی نہیں کی[19]۔
۴۲۳ ق م کی ابتدا میں ایتھنزیوں اور اسپارٹیوں میں ایک سال کے لیئے

---

[19] اس مسئلہ کے متعلق کہ طوسی دیدش پر الزام لگایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ کلاسن کی کتاب
"طوسی دیدش" جلد ۴ کا ضمیمہ دیکھنا چاہیئے ہمیں تفصیلی واقعات کا مطلق علم نہیں۔ اور اگر طوسی دیدش
کے علاوہ کسی اور کا ذکر ہوتا تو کوئی بھی ایسے بیکار مباحث میں اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہ کرتا
ایسی بحثوں سے کوئی مفید مطلب نہیں نکلتا۔ اور جو لوگ اس کی تاریخی تصانیف کی قدر کرتے ہیں
انھیں کبھی اس کا ملال نہیں ہو سکتا کہ وہ سپہ سالاری سے دست کش ہو گیا۔ ورنہ اسے نہ تو
اتنی فرصت ملتی اور نہ اپنی تاریخ مرتب کر سکتا۔ ایتھنز میں اتنی قدرت تھی کہ اس میں ہر سال
طوسی دیدش جیسے نصف درجن سپہ سالار مل جائیں مگر ویسا مورخ نہ اس سے پہلے ایتھنز میں
پیدا ہوا نہ اس کے بعد۔

عارضی صلح ہوگئی۔ فریقین لڑائی سے پست پڑ گئے تھے خود ایتھنز میں اشرافیوں نے سروری نائکیوں کی وساطت سے جنگجو فریق پر حملے کرنا شروع کر دیے تھے[۲] اور اسپارٹی بھی محض کورنتھ کے مقاصد کے لئے متواتر بر سر پیکار رہنے سے عاجز آگئے تھے۔ امید یہ تھی کہ ایک سال کے اندر فریقین میں قابل اطمینان صلح ہو جائے گی۔ مگر یہ امید اس لئے بر نہ آئی کہ تھریس میں ہیجان جاری تھا اور براسی داس کی حکمت عملی اور کورنتھیوں کی کوششوں سے وہاں پیچیدگیاں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئیں۔ التوائے جنگ سے دو روز کے بعد پالینے کا شہر سکیونے ایتھنز سے باغی ہو گیا اور جب ایتھنسری اور پیلوپونیزی کمشنر تھریس پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ سکیونے پر براسی داس قابض ہو گیا ہے اور ایتھنزی ارسطونیموس نے یہ کہا کہ چونکہ اس شہر نے التوائے جنگ کے بعد بغاوت کی ہے لہذا اس بغاوت پر التوا کا اثر نہیں اور ایتھنز کو اس کے خلاف اعلان جنگ کرنا پڑے گا۔ مگر سکیونے کے بعد میندے نے بھی بغاوت کر دی اور براسی داس نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اگر ایک اسپارٹی سپہ سالار اسپارٹی وعدوں کو اس بے پروائی سے توڑے، تو پھر التوائے جنگ بالکل لایعنی ہو جاتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنز پر اسپارٹی بے ایمانی کا نہایت برا اثر پڑا ہوگا۔ جو مہیں براسی داس نے اس کے علاوہ سر کیں وہ اتنی کامیاب نہیں ہوئیں۔ پردکاس اور اسپارٹا کے باہمی تعلقات نہایت اچھے تھے اور براسی داس نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ اسے لنکوس کے حکمران ارھی بایوس کے خلاف مدد دے۔ مگر اس کے جواب میں ارھی بایوس کی مدد کے لئے الیریائی آگئے اور مقدونوی یہ دیکھ کر میدان چھوڑ کر

---

[۲] ۴۲۶ھ ق م میں ارسطوفانیس نے اپنا ناٹک "اہالیان بابل" شائع کیا جس میں اراکین لیگ کی طرفداری کی اور کلیون پر حملہ کیا۔ ۴۲۵ھ ق م میں اس نے اپنے ناٹک "اکارنیاں" میں صلح کے فوائد بیان کیے اور اس کی ترتیب میں شاعر یوپولس سے مدد لی۔ ۴۲۴ھ ق م میں اس کا ناٹک "سحاب" شائع ہوا جس میں جگہ جگہ کلیون پر نکتہ چینی کی گئی تھی۔ ان تمام مباحث سے کلیون کا اثر زائل ہو گیا اور لوگوں نے اس کے حکم سے بے پروائی کرنی شروع کی جس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ امفی پولس ہاتھ سے نکل گیا۔ کلیون کے مرنے پر عدیدی گردہ کے گھر و نیں گھی کے چراغ چلے۔

بھاگ گئے۔ شہر مینڈے پر اس وقت تک اسپارٹی قابض تھے۔ مگر اب اتھنیوں نے اس پر حملہ کیا اور گو لکدمونی لشکر نے پہلے تو مدافعت کی مگر پھر اتھنیوں کو چیرتا ہوا محصور شہر سکیونے کی طرف نکل گیا۔ براسی داس نے پوتی دیہ لینے کی بھی کوشش کی مگر وہ بھی بے سود ثابت ہوئی۔ اب ایک عجیب واقعہ پیش آیا پردکاس نے اپنی قدیم عادت کے موافق اسپارٹا کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسپارٹی قرار داد کو خیرباد کہکر جو کچھ اس کا اثر تھا وہ اس کوشش میں صرف کیا کہ لکدمونی افواج تھسلی میں ہو کر نہ گزر سکیں۔ شاہ مقدونیہ کے طرز عمل میں اس قسم کی متواتر تبدیلیوں سے اس زمانے کا نقشہ سامنے آجاتا ہے اور اس سے اس برتاؤ کا علم ہوتا ہے جو مختلف مخالف گروہ ایک دوسرے کے ساتھ جائز رکھتے تھے۔ جنگ پیلوپونیز کی ابتدا سے ہی اسپارٹی فن تدبیر میں اتھنیوں سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اور انھوں نے محض ذاتی مفاد کو مدنظر رکھ کر قدیم اصولوں کو ہوا میں اڑا دیا تھا۔ مگر پردکاس اسپارٹا سے بھی ایک قدم بڑھ گیا۔ اس کے نزدیک جتنے بھی معاہدے اور عہد نامے تھے وہ سب وقتی طور پر کارآمد تھے۔ جب ان سے اپنا کام نکل گیا تو وہ گویا بالکل بے کار ہو گئے۔

جب ۴۲۲ ق م میں التوائے جنگ کا زمانہ ختم ہو گیا اور فریقین میں کوئی مستقل صلح نہ ہوئی تو کلیون نے ترکیب سے خود اپنے آپ کو استراتی گوس مقرر کرا لیا۔ نکیاس تو تھریس سال گذشتہ ہو آیا تھا اب کلیون تیس جہاز اپنے ساتھ لے کر خود تھریس چل دیا۔ اس مہم میں جو ناکامیاں اسے ہوئیں اس کے کئی وجوہ تھے۔ نہ تو اس کے ساتھ کافی فوج تھی اور نہ وہ سپاہیوں میں ہر دلعزیز تھا اور طرفہ یہ کہ فن حرب سے بھی وہ کماحقہٗ واقف نہ تھا۔ پہلے تو اس نے تورونے پر قبضہ کر لیا اور پھر امفی پولس کے قریب گالپسوس کو مسخر کیا۔ اب براسی داس بھی اس نواح میں آگیا اور ایک طرف تو کلیون نے ایون کو اپنا مستقر بنا لیا دوسری جانب براسی داس نے امفی پولس میں قریب پانچ سو ہوپ لیت مع تھریسی اور ادونی امدادی فوج کے کلیاری داس کی ماتحتی میں چھوڑ دیئے اور شہر کے مغرب میں کوہ کردی لیون پر پڑاؤ ڈال دیا جہاں سے وہ چاروں طرف کے ملک پر بہ آسانی نظر دوڑا سکتا تھا۔ تھریس آنے سے کلیون کا مقصد یہ تھا کہ وہ امفی پولس

۳۸۳

پر قابض ہو جائے۔ مگر طوسی دیدش کا بیان ہے کہ سپاہیوں کا اس کی قابلیت پر بہت ہی کم اعتماد رہ گیا تھا اور اب اس کا گویا یہ فرض تھا کہ اپنی پھرتی اور چلت پھرت کے جوہر دکھائے۔ اپنی تمام فوج کو ساتھ لے کر جس میں ایتھنزی، لمنوسی اور امبروسی شامل تھے اسنے امفی پولس کے قریب کی فوجی حالت کا مطالعہ کیا اور شہر کے مشرق میں ایک سطح مرتفع پر ڈٹ گیا۔ اب براسی داس نے کلیون کی حرکات وسکنات پر غور کیا اور وہ چپکے سے امفی پولس چلدیا اور وہاں پہنچ کر شہر سے نکلنے اور میدان میں لڑنے کا موقعہ تلاش کرنے لگا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہر کی فصیل پر کوئی مسلح سپاہی نظر نہ آئے۔ اس تدبیر سے کلیون کو اس قدر غلط فہمی ہوئی کہ وہ اس کا افسوس کرنے لگا کہ وہ اپنے ساتھ محاصرے کا کوئی آلہ نہیں لایا تاکہ اس کی مدد سے شہر پر دھاوا کر دیتا۔ مگر اسے اصلی واقعات کا بہت جلد علم ہو گیا اور ایک طرف تو کردیلیون پر ایک شخص بھی نظر نہیں آتا تھا، دوسری طرف اسے یہ خبر ملی کہ خاص امفی پولس میں ایک لشکر یلغار کے لیئے جمع ہو رہا ہے[۱]۔ ان واقعات سے مرعوب ہو کر وہ ایون واپس چلا۔ مگر جس سڑک پر ہو کر وہ جانا چاہتا تھا وہ امفی پولس کی فصیل کے قریب ہو کر گذرتی تھی اور جب ایتھنزی فوج اس پر ہو کر کوچ کر رہی تھی تو براسی داس کے سپاہی شہر سے نکل آئے اور ایتھنزیوں کو سخت شکست دی اور کلیون جو میمنے کے ساتھ تھا خود اس لڑائی میں مع چھ سو ایتھنزیوں کے کام آیا۔ ایتھنزی میسرہ تو ایون بھاگ گیا اور میمنے نے پہلے تو پہاڑوں کا رخ کیا اور پھر وہ بھی ایون پہنچ گیا۔ اسپارٹیوں کے صرف سات سپاہی مارے گئے مگر ان میں خود براسی داس بھی شامل تھا۔ اور پیلوپونیزیوں کو جو کچھ فائدہ اس فتح سے ہوا تھا وہ سب براسی داس کی موت سے زائل ہو گیا اس لیئے کہ اس کی سرگروہی کے بغیر پیلوت اور پیلوپونیزی رنگروٹ

---

[۱] ہمیں یہ نہیں معلوم کہ وہ دروازے جنکے نیچے سپاہیوں کے پاؤں نظر آتے تھے کس قماش کے تھے۔ ممکن ہے کہ اس حصۂ بیان کا بھی طوسی دیدش نے ہی اختراع کیا ہو تاکہ وہ کلیون کی حماقت پوری طور سے ثابت کر سکے۔ میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں مگر اس میں شبہ نہیں یہ ان بیانات میں سے ہے جو طوسی دیدش کے نقاد اس کے خلاف پیش کر سکتے ہیں۔

بالکل بیکار تھے۔ اس کے برعکس بہت سے اتھنزی ایسے تھے جنھوں نے پیلوسس کی مہم کے موقع پر اس کے لیئے بد دعا کی تھی اور جنھوں نے اب اس کی موت کو خوش آمدید کہا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسے دیموس تھینیس کی مدد کے بغیر سپہ سالاری کا بیڑا نہیں اٹھانا چاہیئے تھا۔

۴۲۴ براسی داس کی موت کے بعد ہی ہمیں اس ہر دلعزیزی کا انکشاف ہوتا ہے جو اس نے تھریس میں پیدا کرلی تھی۔ امفی پولسیوں نے ان تمام شجاعانہ اعزاز کو ہمی کی طرف منتقل کردیا جو اس وقت تک اتھنزی ہاگنون کو جو اس شہر کا بانی سبانی تھا حاصل تھے۔ اور اس کی نعش کو خاص شہر کے رقبے کے اندر دفن کیا۔ اسپارٹا سے رامفیاس اور دو سپہ سالار ایک لکد موئی فوج کو لے کر تھریس آرہے تھے۔ انھوں نے جنگ امفی پولس کا ذکر ہرقلیہ پہنچنے پر سنا اور پیلے تو وہ برابر آگے بڑھے چلے گئے مگر کئی اسباب ان کے راستے میں حائل ہوئے جن کی وجہ سے انھیں پلٹ جانا پڑا۔ اول تو تھسالویوں نے ان کی ترقی روک دی اور دوسرے انھیں یہ معلوم ہوچکا تھا کہ اتھنزیوں کو شکست ہو ہی گئی ہے اور مزید جنگ آزمائی سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ مگر ان کی واپسی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انھیں اور اکثر اسپارٹی شہریوں کو براسی داس کے مساعی سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ خود اسپارٹا کو یہ معلوم تھا کہ اس میں ان دور دراز

۲۲؎ کلیون میدان تدبر میں نہایت ہوشیار تھا مگر اس میں سپہ سالاری کی قابلیت نہ تھی۔ اتھنز میں اس کے بعد بہت جلد تدبر اور سپہ گری دو مختلف شعبے ہوگئے اور اس کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ ایک ہی شخص دونوں فرائض کو انجام دے۔ مگر اس کے ساتھ ہی رہبر عوام کو ہر وقت سپہ سالاری کے لیئے تیار رہنا پڑتا تھا۔ غالباً طوسی دیدش نے جنگ امفی پولس کے سلسلے میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کلیون ناقابل تھا مگر شاید لڑائی کی تفصیل حقیقت حال پر مبنی ہے اور کلیون نے دراصل دشمن کی فصیل کے قریب ہوکر کلنے کی حماقت کی ہوگی۔

یونانی اکثر براسی داس کا مقابلہ اکی لیس سے کرتے تھے۔ اس کیلیئے ہیولی مان کی کتاب "براسی داس" (زیگ برگ ۱۸۶۳ء) اور اونکن کا مضمون جدیدہ تاریخ (جلد ۱ صفحہ ۲۰۹ وغیرہ) میں دیکھنا چاہیئے۔

مقامات کے سر کرنے کی قابلیت نہیں۔ پُوسانیاس، براسی داس، لیساندر اور آ۔گے سی لوس جیسے اشخاص ہی ایسی مہمات کی تحریک کر سکتے تھے اور انھیں تکمیل کو پہنچا سکتے تھے"۔

اب فریقین میں صلح کی خواہش اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اتیھنز یوں نے یہ دیکھ لیا کہ جنگ میں انھیں امید کے موافق کامیابی نہیں ہو رہی اور یہ خطرہ بھی پیدا ہو گیا کہ کہیں حلیفوں میں عہد شکنی کی آرزو کا مرض متعدی صورت اختیار نہ کر لے۔ اب کلیون بھی نہیں تھا جو صلح کی تحریکات کا مضحکہ اڑاتا۔ خود اسپارٹی بھی یہ محسوس کرنے لگے کہ واقعات اور حالات امید افزا نہیں ہیں۔ اتیکا کے سلسلہ وار حملے بالکل بے سود ثابت ہوئے تھے اور اب خاص ان کے ملک پر پیلوس اور کیتھرا کی طرف سے متواتر حملے ہو رہے تھے اور ہیلوتوں کی بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ جنگ کی ابتدا محض کورنتھ کی وجہ سے ہوئی تھی اور خود اسے اس سے شمہ بھر بھی نفع نہیں پہنچا۔ اس کے علاوہ اسپارٹا اور آرگوس کے درمیان جو تیس سال کی صلح تھی اس کا زمانہ بھی آیندہ سال ختم ہو رہا تھا اور اگر عام خیال کے مطابق آرگوس اسپارٹا کے خلاف ہو گیا تو اسپارٹا کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسپارٹیوں کی یہ خواہش کہ ان شہریوں کو جو اسفاکتریہ میں ایتھنز کے اسیر ہو گئے تھے رہا کر دیا جائے اس وقت بھی زور پر تھی اور دونوں شہروں کے جنگ پسند گروہوں کے رہبر کلیون اور براسی داس اب موجود نہیں تھے۔ ایتھنز میں تو کلیون کی جگہ ہی پربولوس نے لی تھی مگر اس کا اثر کلیون کے برابر نہیں تھا۔ اس کے برعکس نکیاس کا اثر سب سے زیادہ تھا۔ ایتھنزی قوم کی خصوصیت تھی کہ وہ اصولوں کے بہ نسبت شخصیتوں کو زیادہ اہمیت دیتی تھی اور کسی قابل رہبر کی موت کے بعد بجائے اس کے کہ اس کا قائم مقام ہر دلعزیز ہو اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فریق مخالف کا رہبر جو مقبول عام ہوتا ہر دلعزیز ہو جاتا تھا مثلاً ارسطی دش کی موت پر اشرافی کیمون اپنے نوجوان عمومی مخالفوں پر سبقت لے گیا۔ اور بجنسہ ایسے ہی اب کلیون کے بعد نکیاس کا اتباع کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ نکیاس یہ چاہتا تھا کہ جو ہر دلعزیزی اسے حاصل تھی اس کا لطف امن کے زمانے میں اٹھائے۔ اسپارٹا میں شاہ پلیستوناکس کا اثر بڑھ رہا تھا اور یہ وہی شخص ہے جس پر ۴۴۵ ق م میں یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اس نے فارقلیس سے

۴۲۵

رشوت لے لی ہے اور جسے ۲۲۶ق م میں واپس بلا لیا گیا تھا۔ گر ۴۲۱ کے بعد بھی اسپارٹا کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی اور بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ جب پلیسٹو ناکس کی واپسی کا مسئلہ درپیش تھا اس وقت فیتھیہ (اپولو) دیبی کو رشوت دیدی گئی تاکہ کاہن اس کی واپسی کا فتوے دیدیں اسی وجہ سے اس کا خیال تھا کہ اگر جنگ میں خاطرخواہ کامیابی نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ لوگ اسے بادشاہ کی اسپارٹا میں موجودگی کی طرف منسوب کریں۔ غرض یہ ہے کہ یہ بھی صلح کی طرف مائل ہوگیا؛

دونوں فریقوں میں صلح تو ہوگئی مگر اس میں کورنتھی، الیسی، مگاری اور بیوتی شریک نہیں ہوئے۔ مگاری اس لیئے دل برداشتہ تھے کہ ایتھنز کا نسیہ پر قبضہ ہوگیا۔ بیوتی اس لیئے کہ انھیں سرحدی شہر پاناکتوم واپس کرنا پڑا، کورنتھی اس لیئے کہ اسپارٹا نے ایتھنز کو اناکتوریوم اور سولیوم واپس کرنے پر مجبور نہیں کیا اور ان پر قبضہ ہونے کے سبب سے اس کا مغرب میں مستقل اثر ہوگیا۔ یہ قرار پایا کہ فریقین میں پچاس برس کے لیئے صلح رہے۔ اور سب سے پہلے دونوں نے ڈیلفی اور اس کی کاہنہ کی غیر جانبداری کا اعلان کیا اور دونوں اس پر متفق ہوئے کہ اس پر کوئی حملہ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد دیگر شرائط طے ہوئیں۔ علاوہ پاناکتوم کے تھریس کے بلدیات امفی پولس، آرگیلوس، استاگیروس، اکانتھوس اسکولوس، اولنتھوس، اور اسپارتولوس ایتھنز کے قبضے میں چلے گئے اور یہ قرار پایا کہ یہ سب شہر صرف ارسطیدیش کا قائم کردہ خراج ادا کرتے رہیں گے اور انھیں سوراج حاصل ہوگا یا اگر وہ چاہیں تو ایتھنز کے حلیف بن سکتے ہیں، کوریفازیا (پیلوس) کیتھرا، مے تھونے، پتے لیوم (ضلع فیتوتس میں) اور اتالا سنتے، پیلوپونیزیوں کو واپس مل گئے اور ٹکی برنا، سانے اور سنگوس آزاد کردیئے گئے جو پیلوپونیزی قیدی ایتھنز کے قبضے میں تھے یعنی اسفاکتیریہ کے قیدی اور وہ پیلوپونیزی لشکر جو سکیونے میں محصور تھا رہا ہوگیا۔ اس کے علاوہ سکیونیوں توردنیوں اور سرمیلیوں کے بارے میں ایتھنز کو پوری آزادی دی گئی کہ جیسا چاہے ان کے ساتھ برتاؤ کرے (اسی طرح ایک مرتبہ پہلے بھی شاہ کلیومنیس نے اپنے ایتھنزی دوستوں کو ادھر چھوڑ دیا اور ۵۰۳ق م میں تیس خودسروں میں سے جو بچ گئے تھے

۳۸۶

ان کے ساتھ بھی اسی قسم کا برتاؤ کیا گیا۔ یہ بھی قرار پایا کہ اسپارٹا اور ایتھنز کے سترہ سترہ قائم مقام صلحنامے کے قیام کا حلف اٹھائیں اور اس حلف کی تجدید سال بسال ہوتی رہے اور یہ کہ صلحنامے کا مضمون میناروں پر کندہ ہو جو اولمپیہ، فیثو (ڈلفی) خاکنائے کورنتھ ایتھنز کے اکروپولس اور امکلائیوم (اسپارٹا) میں نصب کیئے جائیں۔ سترہ اسپارٹیوں میں سب سے پہلے تو دونوں بادشاہوں یعنی پلیستوناکس اور اگس کے نام ہیں اور پھر ایفور اول پلیستولاس کا نام آتا ہے۔ ایتھنز کی فہرست میں سب سے پہلا نام لامپون کا ہے جو فارقلیس کا دوست اور عراف تھا نکیاس کے نام کا تیسرا نمبر ہے اور باقی ماندہ نام بعض مشہور معروف سپاہیوں کے ہیں جن میں دیموس تھینیس بھی ہے۔ صرف پانچ نام ایسے لوگوں کے ہیں جن سے ہم پہلے سے واقف نہیں۔ اس صلحنامہ کا نام "صلحنامہ نکیاس" اس لئے پڑ گیا کہ نکیاس ہی نے اسے ایتھنز سے منظور کرایا تھا۔ اگر ہم اس کی شرائط پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ایتھنز نے اسپارٹا کے حق میں نسبتہً زیادہ مراعات کیں۔ اس نے نہ صرف اسپارٹی شہریوں کو رہا کر دیا بلکہ دشمن کے ساحلوں کے وہ اہم مقامات بھی چھوڑ دیئے جن میں وہ بہ آسانی تمام داخل ہو سکتا تھا۔ اس کے معاوضے میں اسے باغی نوآبادیات مل گئے جن تک اسپارٹی کمک نہیں پہنچ سکتی تھی اور جن پر کبھی نہ کبھی ایتھنز کا قبضہ ضرور ہو جاتا۔ اور ان میں سے بھی شہر امفی پولس جو اس نواح میں سب سے اہم تھا ایتھنز کے حوالے نہیں کیا گیا اور نہ پلاٹیہ ہی اسے واپس ملا۔ اگر صلحنامے پر سب فریقوں کے دستخط ہو جاتے تو بھی اس میں ایک خوبصورتی پیدا ہو جاتی۔ مگر بیوتیہ، میگارا اور کورنتھ نے اس کے بجائے ایتھنز کے خلاف ایک مستقل حلقہ قائم کر لیا۔

قرعہ کے ذریعے سے اس کا فیصلہ ہو گیا تھا کہ اسپارٹا ہی اس صلحنامے کی شرائط پوری کرنی شروع کرے۔ سب سے پہلے اسپارٹا نے ان شرائط کی تکمیل کرنی چاہی جن کی ایتھنز کو خاص طور پر خواہش تھی اور کلیاریداس کو جو تھریس ہی میں تھا مرقابہ پیغام بھیجا کہ وہ امفی پولس ایتھنزیوں کے حوالے کر دے۔ مگر کلیاریداس نے اس حکم کی تعمیل نہیں کی اور پیامبر بے نیل و مرام اسپارٹا واپس

آگیا۔ اس وقت تک پیلوپونیزی قائم مقام برابر اسپارٹا ہی میں تھے اور اسپارٹا نے پھر کوشش کی کہ وہ صلحنامے کو منظور کرلیں۔ چونکہ وہ اس سے ڈرتے تھے کہ کہیں اتھنزی یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ انھیں فریب دیا گیا ہے اور صلحنامے کا وجود ہی نہیں اور یہ چاہتے تھے کہ اتھنزیوں کو یہ یقین واثق ہوجائے کہ دونوں مل کر یونان پر حکومت کرسکتے ہیں اسلیئے انھوں نے یہ ترکیب نکالی کہ اتھنزیوں سے یہ کہا کہ ہم ایک وفاعی عہدنامہ کرنے کے لیئے تیار ہیں بشرطیکہ وہ انھیں ہیلوتوں کے خلاف مدد دینے کے لیئے راضی ہوجائیں۔ اتھنز میں سیاسی رہبری کا بار نکیاس کے کندھوں پر تھا۔ اور اسے اسپارٹیوں کا یقین آگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسفاکتیریہ کے اسیر واپس کردیئے گئے اور اسپارٹا نے اپنے خالی وعدے وعید سے اپنا مطلب حاصل کرلیا۲۳۔

یہ خاتمہ تھا اس جنگ دہ سالہ کا جسے طوسی دیدش کے بعد عام طور پر اس جنگ کا پہلا حصہ سمجھا جاتا ہے جو ستائیس سال رہی اور جسے جنگ پیلوپونیز کہتے ہیں۔ بلاشبہ اس جنگ میں خاص بات یہ تھی کہ وہ ستائیس (یعنی ۳×۹ کے مقدس عدد) برس تک جاری رہی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ۴۲۱ ق م کی پچاس سالہ امن سے بالکل اسی طرح حالت جنگ میں وقفہ ہوگیا جیسے ۴۴۵ ق م کے صلحنامۂ سی سالہ سے، اور اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اس عہد کی ابتدائی جنگوں کی طرح ہم اسے علحدہ جنگ کیوں نہ سمجھیں اور ایک طویل جنگ کا جزو سمجھنے پر کیوں مجبور ہوں۔ مگر ۴۳۱ ق م سے ۴۰۴ ق م تک کے زمانے میں ایک خاص اندرونی تواتر و تسلسل پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم طوسی دیدش کے نظریئے کا پاس کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ اور اگر ہمیں اس خاص بات کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم بہت سے ایسے دلائل بیان کرسکتے تھے جن سے یہ معلوم ہوتا کہ ۴۳۱ ق م سے ۴۲۱ ق م تک کے

۳۸۸

۲۳۔ یہ ایک نہایت عجیب و غریب واقعہ ہے کہ کلیون کی موت کے بعد اتھنز نے تھریسی مہم کی طرف اتنا کم التفات کیا اور طوسی دیدش (۶، ۱۰) کہتا ہے کہ خود نکیاس نے بھی اپنے تعجب کا اتھنزیوں کے سامنے اظہار کیا تھا۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ طوسی دیدش نے تھریسی مہم کی تمام اتھنزی کارگزاریوں کا ذکر نہ کیا ہو۔ مقابلہ کیا جائے گلبرٹ "اضافہ جات" (صفحہ ۱۶۳) اور بوسولٹ "تحقیقات" (۱، ۱۹۱) کا۔

واقعات کا انداز بالکل جداگانہ ہے۔ مثلاً یہ بالکل صریح امر ہے کہ ۴۳۱ق م سے ۴۰۴ق م تک جو جنگ ہوئی اس میں ایک حوصلہ مند شخص الکبیا دیس نے ایک مخصوص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ وہی اس زوردار بری طرز عمل کا محرک تھا جو آخر کار مین تی نیہ پر پاش پاش ہو گیا۔ وہی اپنے ہم وطنوں کو سرقوسہ لے گیا جہاں ایتھنز کو موت کا منہ دیکھنا پڑا اور پھر آخر کار اسپارٹا اور ایران کے تعلیف میں ساعی ہوا جس کی وجہ سے آخر کار ایتھنزی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا + اگر ان امور کو مدنظر رکھا جائے تو یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ۴۳۱ق م تا ۴۲۱ق م اور ۴۲۱ق م تا ۴۰۴ق م کے زمانوں کی اندرونی خصوصیات بالکل جداگانہ ہیں[۲۲]

بہرحال ۴۲۱ق م میں کچھ عرصے کے لیئے ایتھنز اور اسپارٹا میں صلح ہو گئی اور دونوں بلدیات میں شادیانے بجنے لگے۔ اب ایتھنزی اور اسپارٹی باطمینان تمام دوش بدوش رہ سکتے تھے اور یہ ایسا واقعہ تھا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور جس کے نہ ہونے کی سرور یہ نویس ہمیشہ شکایت کیا کرتے تھے + حال ہی میں بعض مورخوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اسپارٹی حملوں سے اٹیکا یہ صرف وقتی طور پر ہی نقصان نہیں ہوا بلکہ ان سے تمام مملکت کو مستقل طور سے نقصان پہنچا اور فارقلیس کے جنگجویانہ طرز عمل سے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کا طبقہ بالکل ناپید ہو گیا مگر اس کا کوئی خاص ثبوت نہیں دیا جاتا۔ اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو یا تو اراضی افتادہ پڑی رہتی ورنہ بڑے بڑے جاگیردار پیدا ہو جاتے جیسے اٹلی میں اس وقت پیدا ہو گئے جب رومائی آزادی مفقود ہو گئی۔ مگر خود اٹیکائی مقرروں کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ق م میں کاشتکاروں کا متوسط طبقہ بالکل ویسے ہی موجود تھا جیسے پانچویں صدی ق م میں

---

[۲۲] اس جنگ کا نام "جنگ پیلوپونیز" پڑ گیا ہے۔ مگر یہ اٹیکائی لحاظ سے بھی درست نہیں اس لیئے کہ اس جنگ میں پیلوپونیزیوں کے علاوہ اور بھی مملکتیں ایتھنز کی دشمن تھیں۔ اس نام کی ابتدا غالباً ایفوروس سے ہوئی اور اس کا اتباع دیودورس (۱۳، ۳۸) پلوٹارک ("فارقلیس" ۲۹) اور استرابو (۱۳، ۶۰۰) میں کیا گیا ہے + طوسی دیدش اس کا نام "جنگ اٹیکا" رکھتا ہے اور یہ پیلوپونیزی لحاظ سے بالکل درست ہے +

اور گو ۴۳۱ ق م سے ۴۰۴ ق م تک اٹیکا پر دیکلیا کے حملے ہوا کیئے اور ملک بالکل تاراج ہو گیا مگر پھر بھی کاشتکار اپنی اراضیات پر قابض و متصرف نظر آتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان حملوں سے بہت سے شہری زیر بار ہوئے ہوں گے مگر شہر ایتھنز پر مستقل طور پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ایتھنزیوں کی مرفہ الحالی کا مدار تجارت پر تھا اور جنگ کے بعد ایتھنز کی تجارت بھر عود کر آئی۔ ان تمام اسباب کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فارقلیس نے یہ صلاح کہ اٹیکا کی ریاست کو چھوڑ کر شہر میں ملے آئیں خوب غور و خوض کے بعد دی ہوگی۔ جو فریق بہر صورت امن کا طالب تھا اور جس میں سرور یہ نویس بھی شامل تھے وہ ایک نہایت اہم بات بھول جاتا تھا اور وہ یہ کہ آخر کار جس قوم نے اپنے تمام آرام و آسائش کو خیر باد کہا اور تکالیف و محن کی خواہش صرف اس وجہ سے کی کہ جو چیز اسے سب سے زیادہ عزیز ہے اسے نہ چھوڑے تو اس میں ضرور کوئی خاص بات مضمر ہوگی۔ ولندیزوں کی کاشت سولھویں صدی عیسوی میں ہسپانویوں نے اور سترھویں صدی عیسوی میں فرانسیسیوں نے اجاڑ دی اور انھوں نے اس پر صبر ہی نہیں کیا بلکہ خود اپنے ہاتھوں سے پانی کے دروازے کھول دیئے اور نشیبی اضلاع کو کلیتاً برباد کر دیا تاکہ اپنے بلدیات کو حملہ آوروں کی دست برد سے بچالیں اور اپنی آزادی قائم رکھ سکیں۔ بعینہٖ اسی طرح فارقلیس کا طرز عمل بھی بہت ارفع و اعلے تھا مگر بدقسمتی سے اسے نہ تو اپنے طرز عمل کی تکمیل میں اور نہ کسی اور اہم امر میں اپنے ہم بلدوں سے اتنی امداد نہیں ملی جس کا وہ مستحق تھا اور جو ایتھنز اور یونان کے مفاد کے لیئے ضروری تھی ۲۵ ۔

۲۵۔ جب ہم اس جنگ کی تنقید فنی حیثیت سے کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے شروع میں اسپارٹا نے کوئی کارہائے نمایاں انجام نہیں دیئے۔ وہ صرف یہ کرتا ہے کہ اٹیکا پر حملہ کر کے اسے تاراج کرے اور جو ایتھنزی حلیف بغاوت پر آمادہ ہوں انھیں خوش آمدید کہے۔ مگر انھیں وہ کسی طرح کی مدد نہیں دیتا ظاہر ہے کہ اس طریق عمل سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا جنگ کیلیئے پہلے سے تیار تھا۔ اس کے برعکس ایتھنز نے پہلے ہی سے تمام منصوبے گانٹھ لیئے تھے۔ مگر جب وقت آیا تو اس نے ان کی پروا نہیں کی۔ ابتدا میں تو ایتھنز اسی ترکیب پر عمل کرتا ہے جو ۴۴۵ ق م کی صلح کے بعد بنائی تھی وہ یہ کہ ایتھنزیوں کو یہ چاہیئے کہ اندرون ملک کے باشندوں کو رعایا نہ بنائیں بلکہ صرف ان بلدیات سے تعلقات پیدا کریں جو

نوٹ

اسناد باب ۲۳

اس باب کے لیئے طوسی دیدش مع پلوٹارک اور دیو دورس کے دیکھے جائیں۔ ایتھنز کی بازاری گفتگو کے لیئے ارسطو فانیس میں مواد ضرور موجود ہے مگر وہ اور اس کے حواشی دونوں نہایت ہوشیاری سے استعمال کیئے جائیں۔ ایتھنز کی اندرونی تاریخ کیلئے حال کی تصانیف مفصلۂ ذیل ہیں:-

ا۔ گلبرٹ: تحقیقات متعلق تاریخ ایتھنز بعہد جنگ پیلوپونیز۔ لائپزگ ۱۸۷۷ء

۲۔ ی۔ بیلوخ: سیاسیات اٹیکا بدور فارقلیس۔ لائپزگ ۱۸۸۴ء۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ ــ سواحل پر یا جزیروں میں آباد ہوں۔ مگر اس پر پوری طور سے عمل نہیں ہوا۔ اول تو فارقلیس کا ہی انتقال ہوگیا اور اس کے بعد موقع محل کے اعتبار سے تمام ترکیبیں بدل دی گئیں مثلاً کورکائرا اور نوپاکتوس کی وجہ سے اکارنانیہ اور ایتولیہ کی مہمات سر ہوئیں اور بیوتیہ کے حملے کے بعد ایتھنز کی طرز عمل بالکل وہی ہوگیا جو ۴۵۶ ق م سے پیشتر تھا۔ اب دیموس تھینیس اور کلیون میں گفت وشنید ہو جاتی ہے اور کلیون ہی جنگ کی رہبری کرتا ہے۔ مگر اس کی مہمات میں ناکامی ہوتی ہے اور دلیوم کی شکست کے بعد ایتھنز پھر اسی حکمت عملی پر کاربند ہونے لگتا ہے جو صلحنامۂ سی سالہ کے وقت تھی یعنی یہ کہ خاص ارض یونان میں ایتھنز کی مقبوضات نہ بڑھائے جائیں۔ اس سے پہلے اسے پیلوس اور کیتھرا میں کامیابی ہوتی ہے اور یہ مہمات فارقلیس کے اصول کے مطابق سر کی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس صلحنامۂ نکیاس ایتھنز کے نقطۂ نظر سے حماقت آمیز تھا اس لیئے کہ اس میں خیالی اسپارٹی مخالفے پر اس نے اپنی فتوحات قربان کردیں۔ اس سے ایتھنزیوں کو بہت مایوسی ہوئی اور الکبیادیس کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے جس نے نہایت بے اصولی سے ہر شعبے میں دست اندازی شروع کر دی ۴۱۳ ق م کے بعد صورت حال بالکل بدل جاتی ہے ایتھنز مجبور ہوتا ہے کہ دفاعی طریقہ اختیار کرے اور حق تو یہ ہے کہ اسے اپنے جنگی اصولوں کو بالکل چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ اسکے برعکس اسپارٹا جارحانہ طرز عمل اختیار کر لیتا ہے آرکی داموس والی جنگ میں پالیسی وہ اس نے ایتھنز کے کمزور نقطوں پر محض از خود حملے کیئے تھے۔ یہی پالیسی اب الکبیادیس اسپارٹا کی طرف سے شروع کرتا ہے اور اسپارٹا صاد کر دیتا ہے۔ لیساندر اس پر عمل کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔

۴۔ میلو' لراشٹر یونگ: ارسطوفانیس وتنقید تاریخی۔ لائپزگ ۱۸۳۷ء۔
ان مورخوں نے خاص خاص اجزا کی جو تحقیقات کی ہے اس کا ذکر حواشی میں آچکا ہے؀

۹۸ ص

باب (۲۴)

یونان کے حالات ۴۲۱ ق م سے سسلی کی مہم تک

۴۲۱ ق م کے صلحنامے اور خصوصاً اس مخالفے کی وجہ سے جو اسپارٹا اور ایتھنز کے مابین ہوا تھا اسپارٹا کے قدیم حلیفوں میں اضطراب کے آثار نمایاں ہوگئے اور انھیں یہ اندیشہ ہوگیا کہ اگر وہ چپ بیٹھے رہے تو اس سے بہت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اس اندیشہ کا اثر جس مملکت پر سب سے زیادہ تھا وہ کورنتھ تھا اور یہی وہ مملکت تھی جسکی وجہ سے گویا جنگ پیلوپونیز ہی کی ابتدا ہوئی تھی۔ اوراب کورنتھ نے آرگوس کیطرف گویا آشتی کرنی شروع کی ۔ آرگوس میں ایک لقونوی گروہ ایسا موجود تھا جس نے حال ہی میں وہاں کی حکومت پر اثر ڈال کر اسپارٹا سے پھر صلح کرلی تھی جس کے معاوضے میں اسے ضلع کینوریا واپس مل گیا مگر اس مملکت اور اسپارٹا میں ہمیشہ ناچاقی رہتی تھی اور جو فریق اس وقت برسراقتدار تھا وہ عمومیت پسند ہی تھا۔ اس کے علاوہ اس طویل زمانہ امن سے آرگوس کو بہت سے ضمنی فائدے پہنچے تھے اور اس نے اندرونی تجارت کو کلیتہً اپنے قبضے میں کرلیا تھا اس لیئے اسے موجودہ صورت حال نہایت امید افزا معلوم ہوئی اور اس کو خیال ہوا کہ یہ پیلوپونیز کی سطوت حاصل کرنے کا نہایت عمدہ موقعہ ہے۔ یہ ہی اسباب تھے جن کی بنا پر آرگوسیوں پر کورنتھ کی گفت وشنود کا بہت اثر ہوا انھوں نے بارہ آدمیوں کا انتخاب کرکے اور انھیں یہ اختیار دیا کہ جس یونانی مملکت سے چاہیں معاہدہ کرلیں

مگر اسپارٹا اور ایتھنز سے معاہدہ کرنے کا حق عموم آرگوس نے خود اپنے لیے مختص رکھا دوران جنگ پیلوپونیز میں شہر مین تی نیہ کے باشندوں نے بھی اپنا اثر بڑھا لیا تھا یہاں بھی ایک عمومیت پسند گروہ نے اپنا اقتدار قائم کیا تھا۔ اور اس میں یہ خوف پیدا ہوگیا تھا کہ مبادا اسپارٹا اس اثر کو کم کرنے کا کوشاں ہو اس نے آرگوس سے مین تی نیہ بھی مل گیا۔ غرض یہ ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا کے خلاف ایک عام خیال یہ پیدا ہو چلا تھا کہ ان دونوں کے درمیان جو محالفہ ہوا ہے اس کا مقصد بس یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مظالم کیئے جائیں اور انھیں دبایا جائے۔ اور پیلوپونیز کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہیجان سا پھیل گیا تھا۔ ۳۹۹

ان تمام واقعات سے اسپارٹا کو نہایت تردد ہوا۔ ان کے مخالفوں میں سب سے زیادہ اثر کورنتھیوں کا ہی تھا اس لیئے وہ سب سے پہلے ان ہی کی طرف مائل ہوئے اور ان سے کہا کہ ہر حلیف پر کثرت رائے کی پابندی فرض ہے اسلیئے کورنتھ کو بھی صلحنامے کے شرائط پر عمل کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب کورنتھیوں نے یہ دیا کہ بلاشبہ ہر حلیف پر کثرت رائے کی تعمیل لازمی ہے مگر کیا اسپارٹی اسے بھول گئے کہ صلحنامے میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ اگر یونانی دیوتا یا قدیم سورما اس کثرت رائے کے خلاف ہوں تو پھر اس کا خیال نہیں کیا جائے گا؟ اور چونکہ ہم نے اس کا حلف لیا ہے کہ ہم تھریسیوں کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اس لیئے اب گویا دیوتاؤں کی خواہش اور پیلوپونیزی حلیفوں کی کثرت رائے میں تضاد ہے اور ایتھنز سے صلح ہو ہی نہیں سکتی۔ غرض یہ کہ کورنتھی بھی اپنے حلیف کالکدیسیوں کو ساتھ لے کر آرگوسی اتفاق میں شریک ہوگئے ایلیسیوں میں بھی ایک عمومی فریق پیدا ہوگیا ان میں اور اسپارٹا میں لیپریوم کے متعلق جھگڑا ہوگیا اور وہ بھی آرگوس کے ساتھ شامل ہوگیا اسی طرح بیوتی اور مگاری بھی ایتھنز سے دل سے متنفر تھے مگر وہ اس نئی لیگ میں محض اس وجہ سے شامل نہیں ہوئے کہ یہ دراصل مختلف عمومی مملکتوں کا محالفہ تھا۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ صلحنامۂ نکیاس کے بعد یونان کی فریق بندی ابتدائی اصولوں پر قائم ہو رہی تھی اور ہر مملکت کا مقصد محض یہی تھا کہ آئندہ زمانے میں اپنا ہی ذاتی مفاد پیش نظر رکھے۔

کورنتھیوں اور آرگوسیوں نے تگیا کے باشندوں سے کہا کہ وہ

اسپارٹا سے باغی ہو جائیں گر انھیں اس میں کامیابی نہیں ہوئی اس لیئے کہ اول تو تگیہ میں عمومی گروہ برسر اقتدار نہیں تھا اور دوسرے تگیہ اور مین تی نیہ کے باہمی کشیدگی تھی اب کورنتھیوں کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ ایتھنز اور ان کے ملک کے درمیان کوئی سد راہ نہیں ہے اور جب ایتھنزی چاہیں ان کے ملک میں آسکتے ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ بیوتیہ اور ایتھنز کے درمیان عارضی صلح ہے جسے ہر فریق دس روز کی اطلاع دے کر توڑ سکتا ہے انھوں نے یہ چاہا کہ ان کے اور ایتھنز کے درمیان اسی قسم کے تعلقات قائم ہو جانا بہتر ہوگا اور تھبز سے درخواست کی کہ وہ دونوں کے درمیان پڑ کر صلح کرا دے۔ گر تھبز نے صاف انکار کر دیا جس کی وجہ سے کورنتھ اور تھبز میں بھی دوستی نہ ہو سکی۔ اسپارٹا اور مین تی نیہ میں تعلقات کی کشیدگی تو تھی ہی، اب دونوں میں باضابطہ جنگ شروع ہوگئی جس میں مین تی نیہ کو شکست ہوئی اور ان کے قبضے سے پارھازیوں کا ضلع نکل گیا۔

۴۰۰

اسی اثنا میں صلحنامے کے شرائط کی تکمیل کے مسئلے پر اسپارٹا اور ایتھنز میں اختلاف کی صورت پیدا ہونے لگی۔ تھریس کے بلدیات نے اس صلحنامے سے قطعی بے تعلقی کا اظہار کیا۔ امفی پولس نے بھی اطاعت سے بالکل انکار کر دیا اور گو ایتھنز نے میسینیوں اور ہیلوتوں کو پیلوس سے علحدہ کر دیا تھا گر پیلوس کو اسپارٹا کے حوالے نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ صلحنامے کی تکمیل میں جو کوتاہی ہوئی تھی اس کی ابتدا اسپارٹا نے ہی کی تھی۔ جو بغض اسے ایتھنز سے تھا اسے وہ بمشکل چھپا سکتا تھا اور یہ بہت جلد منکشف ہو گیا۔ سنہ ۴۲۱ ق م میں جو نئے ایفور منتخب ہوے انھوں نے بیوتیوں سے یہ استدعا کی کہ وہ آرگوس اور اسپارٹا کے بیچ میں پڑ کر دونوں سے ایک عہدنامے پر دستخط کرا لیں اس لیئے کہ ان کا خیال تھا کہ اگر آرگوس سے اتفاق کی نوبت آگئی تو پھر اسپارٹا ایتھنز سے جنگ آزما ہونے کے لیئے تیار ہو جائے گا۔ گر اس کوشش میں جس میں ہر مملکت نے دوسرے سے ایک قدم بڑھ جانا چاہا ناکامی ہوئی۔ بیوتارخوں نے یہ چالاکی کی کہ جو جماعتیں ذی اقتدار تھیں ان سے یہ نہیں کہا کہ آرگوس اور کورنتھ بھی بیوتیہ سے عہد و تعلقات قائم رکھنا چاہتے تھے اور چونکہ بیوتیوں کا یہ خیال تھا کہ اسپارٹا اب بھی آرگوس اور کورنتھ کا مد مقابل تھا اس لیئے انھوں نے ماہ فروری سنہ ۴۲۰ ق م میں

اسپارٹا سے تو اتحاد کرلیا مگر باقی دونوں مملکتوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ اس سے ایک طرف تو جو اسپارٹا چاہتا تھا وہ پورا نہیں ہوا اور دوسری جانب چونکہ ایتھنز اور اسپارٹا نے یہ قرارداد منظور کرلی تھی کہ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے پس پشت کسی اور سے اتفاق نہ کرے اور یہ گویا ایتھنز کی توہین تھی اس لیے اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی تعلقات میں بھی فرق آگیا+ آرگوس کی حکومت میں بھی اضطراب کے آثار نمودار ہوئے اور انھوں نے اسپارٹا سے مخالفہ کرنا چاہا مگر ایتھنز ہی سد راہ ہوئے اور آخر کار آرگوس کے شہریوں نے اس مخالفہ کی منظوری دینے سے انکار کر دیا+ ۴

ایتھنز کے عمومیوں کا سرگروہ ہی پر بولوس تھا[1]+ ہی پر بولوس کلیون

[1] ہی پر بولوس کیلئے گلبرٹ کی کتاب (صفحہ ۲۰۹) دیکھنی چاہیے+ وہ اکثر مقدمات میں جو مملکت کی جانب سے ان لوگوں پر عائد ہوتے تھے جنھوں نے مملکت کے مال کا تغلب کیا تھا سرکاری طرف سے پیروی کیا کرتا تھا اور چونکہ وہ ایسے ممتاز اور بے ایمان اشرفیوں کے خلاف رہتا تھا جو مملکت کا روپیہ اپنے مفاد پر خرچ کرنا چاہتے تھے اس لیے اشرافی گروہ اس سے دل سے متنفر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہمیشہ سردیہ نویسوں کا نشانہ ملامت بنا رہتا تھا۔ مثلاً سرودیہ نویس افلاطون نے اپنے ناٹک "ہی پر بولوس" میں، یوپولس نے اپنے ناٹک "ماریکاس" میں، اور ہرمیپوس نے اپنے ناٹک "ارتوپو لیدیس" میں اسے نشانہ ملامت بنایا+ ابتدا میں تو یہ حملے محض تعریض و تشنیع پر ہی محدود تھے مگر مفسروں نے اپنی ذکاوت اور فراست سے ان کی بنیاد پر اس کی پوری سوانح عمری تیار کرلی۔ مثال کے طور پر ایسی سوانح عمری پاؤلی کے مجموعے جلد ۲ میں مع حوالہ اسناد کے ملجائیگی۔ مگر ان تحریروں کی مطلق تاریخی اہمیت نہیں ہے+ ہی پر بولوس کے حالات زندگی سے جو کچھ بھی ہمیں واقفیت ہے (مثلاً مملکت کو افراد کے تغلب سے بچانے کی کوشش اور عدیدیوں کے ہاتھ سے مارا جانا) اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ الیفیالتیس کا ایک نہایت مناسب اور قابل قائم مقام تھا۔ اس سے پہلے ارسطیدش نے بھی (جس کے بلند پایہ عمومی ہونے میں کسی کو انکار نہیں) مملکت کو تغلب سے بچایا تھا۔ بہرحال الیفیالتیس کی تو ہر شخص وقعت کرتا ہے۔ مگر ہی پر بولوس کی بدقسمتی ہے کہ اس کے جملہ حالات ہمیں اس کے مخالفوں کی تحریروں سے ہی معلوم ہوئے ہیں (اور یہ تحریریں تعصب سے بھری ہوئی ہیں)+

کی طرح تجارت پیشہ تھا اور چراغ سازی کا کام کرتا تھا اشرافیوں کو اس سے خاص طور پر بغض تھا۔ اور خود ہیپونیمس بھی اس کی اتنی ذاتی وقعت نہیں تھی جتنی کلی نیاس کے بیٹے الکبیادیس کی ؎ الکبیادیس ایک خوبرو نوجوان تھا اور گو اس کی پرورش اس کے عزیز فارقلیس نے ہی کی تھی مگر اس کی عادات و اطوار ایک آوارہ امیرزادے کے سے تھے اور وہ بداخلاقی میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کے مزاج میں یہ داخل تھا کہ جس کسی سے وہ ملتا اس پر اپنا اثر قائم کر لیتا یہانتک کہ جب اس کی حکیم سقراط سے ملاقات ہوئی تو اسے بھی اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس کے تمام کاموں میں فہم و ادراک کا مادہ پایا جاتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا تھا وہ محض اس وجہ سے اس کی خوشی اسی میں تھی۔ بچپن ہی سے وہ نڈر تھا اور چونکہ اس کا انداز منحو یانہ تھا اس لیئے اور بھی زیادہ آزادمنش معلوم ہوتا اور جہاں اور دل

؎ الکبیادیس کیلیئے مخصوص طور پر مفصلۂ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں ؛

گ ۔ ف ۔ ہرتسبرگ " الکبیادیس مدبر و سپہ سالار " ۔ ہالے ۱۸۵۳ء ؛ وائم لنگ کا مضمون جریدۂ عجائب خانۂ سوئیٹزرلستان " فیشر " الکبیادیس ولیساندروس " ۔ " دربیاض مختصر " جلد ا

فلیتی کے مضامین ؛

اس کی نوجوانی کے واقعات پلوٹارک سے معلوم ہوتے ہیں ؛ میرا خیال ہے کہ حال میں فوگتے نے جو اس کی طرفداری کرنی چاہی ہے اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی ؛ ممکن ہے کہ عمومیت کے مخالفوں مثلاً اسطوفانیس اور افلاطون پر اس کی خداداد قابلیتوں کا اثر پڑا ہو مگر جب ہم اس کا خیال کرتے ہیں کہ اپنی نوجوانی کے عالم میں جو کچھ اس نے چاہا بلا لحاظ کسی اصول کی پابندی کے وہی کیا اور اس کی سیاسی چالوں سے اس کے ہلدیئے کو اور خود اس کو سوائے مصائب اور نقصانات کے اور کچھ نہیں ملا تو پھر ہم اس نتیجہ پر مجبور ہیں کہ اس میں وہ سب کھلے کھلے متنازعائم کے ساتھ جو پانچویں صدی ق م کے اواخر کے ایتھنزیوں میں پائے جاتے ہیں اسی درجے کی ذاست بھی تھی اور ہمیں نہ صرف اس سے بلکہ اس حکمت سے بھی دلی ہمدردی ہے جو چاروناچار اسکی خدمات کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی ؛ مونٹسکیو کا یہ قول حقیقت پر مبنی ہے کہ عمومیت کی بنا ایمانداری پر ہے اور اسی کے سبب سے یہ اصول قائم ہے۔ اور ہمیں ماننا پڑیگا کہ ہی پربولوس الکبیادیس سے بہتر شہری تھا ؛

کو ناکامی ہوتی وہاں اس کی رائے تسلیم کرلی جاتی۔ اس کی آرزو یہ تھی کہ وہ ایتھنز پر حکومت
کرے مگر یہ حکومت محض ایتھنز کے حدود سے ہی محدود نہ ہو۔ اس کا ایتھنز گویا مقدونیہ
تھا مگر قبل از وقت اور اس میں گویا ایک سکندر کی قابلیت تھی مگر موقع اور محل مناسب
نہ تھا۔ اس کا اور عمومی گروہ کا تعلق محض اس کے رشتہ داروں کی وجہ سے پیدا ہوا مگر یہ
یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ اس گروہ کے اصولوں کا دل سے معتقد نہیں تھا اور اس کی رہبری
پر اس نے صرف اس وجہ سے کمر باندھ لی تھی کہ اسے ایک مرتبہ اپنے حوصلے پورا کرنے
میں ناکامی ہوئی تھی اور یہی وہ گروہ تھا جس میں پڑکر وہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھا سکتا تھا
اس کا دادا اپنے زمانے میں اسپارٹی پروکسینوس تھا مگر اپنے عہدے سے کسی بات پر مستعفی ہو گیا
تھا۔ الکبیادیس نے چاہا کہ وہ اپنے دادا کے عہدے پر فائز ہو جائے اور اس مقصد کے
حصول کے لیئے اسفاکتیریہ کے قیدیوں کے مسئلہ میں دلچسپی پیدا کی مگر بدقسمتی سے اسپارٹیوں
نے اس پر نکیاس کو ترجیح دی اور اب وہ یہ چاہتا تھا کہ اسپارٹا کو یہ دکھا دے کہ اس کا ساتھ
چھوڑ کر خود اسپارٹا کو نقصان پہنچا اور اس نے یہ تدبیر شروع کی کہ اسپارٹا کے بجائے آرگوس ایتھنز
سے اتفاق کرے۔ اس میں وہ کامیاب ہوا اور آرگوسیوں نے اسپارٹی عہد نامے کی توثیق
میں دیر لگادی۔ اور جب آرگوسی سفیر ایتھنز میں تھے تو اسپارٹا نے بھی اپنے نمایندے ان کا اثر
زائل کرنے کے لیئے روانہ کیئے۔ مگر (طوسی دیدش کے بیان کے بموجب) انھیں الکبیادیس
نے سخت دھوکا دے دیا[۳]۔ بہرحال گفت وشنود کلیتہً منقطع نہیں ہوئی اور نکیاس ایتھنز ۴۰۲
کا پیام لے کر اسپارٹا گیا۔ مگر واپسی میں وہ یہ خبر لایا کہ اسپارٹی امفی پولس نہیں چھوڑتے اور گو
ان کا اور بیوتیوں کا باہمی معاہدہ ایتھنز اور اسپارٹا کے عہد نامے کے صریحاً خلاف ہے مگر

۳؎ طوسی دیدش ۵، ۴۴۔ اگر یہ قصہ حقیقت پر مبنی ہے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی
طرز معیشت میں کسی بات کا پاس ولحاظ نہیں کرتے تھے اور ساتھ ہی اسپارٹی سفرا کی سادہ لوحی بھی عیاں
ہو جاتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ قصہ سچا بھی ہے یا نہیں۔ اسپارٹیوں نے نکیاس کے سامنے تک کسی بات پر اپنی
رضامندی کا اظہار نہیں کیا۔ اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جب انھوں نے یہ کہا کہ انھیں اختیارات تامہ حاصل
نہیں ہیں تو وہ سچ بول رہے تھے؟ اس وقت طوسی دیدش ایتھنز میں موجود نہیں تھا اور یہ بالکل ممکن ہے کہ
اسے غلط اطلاع پہنچی ہو۔ مثلاً خود سفرا نے ہی غلط بات محض اسلیئے بنادی ہو کہ دوسروں پر ذمہ داری عائد ہو جائے۔

وہ اس سے بھی دست بردار ہونے پر رضامند نہیں ہے۔

اسپارٹی طرز عمل کا اندازہ کر کے ایتھنز نے بھی اپنے طور پر آرگوس کے مین تی نیہ اور الیس کے ساتھ اتفاق کر لیا اور اس معاہدہ کی عبارت نہ صرف طوسی دیدیش ہی میں مندرج ہوئی ہے بلکہ ایک کتبے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس محالفے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایتھنز کی بحری لیگ کے ساتھ ہی ساتھ بری حلیف بھی پیدا کئے جائیں۔ مگر دونوں معاہدوں میں فرق یہ تھا کہ ایتھنز بحری حلیفوں سے سختی اور جبر کے ساتھ پیش آسکتا تھا مگر بری حلفا کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرنے پر قادر نہیں تھا اور یہ محالفے محض حلیفوں کی خوشی اور رضامندی پر ہی مبنی تھے۔ یہ ہی سبب تھا کہ فی نفسہ اس معاہدے سے اسپارٹی عہد نامے میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوا۔ بلکہ خود کورنتھ بھی جو آرگوس کا حلیف تھا اس میں شامل نہیں ہوا۔ یونانی بین قومی قانون میں بست و کشاد کی اسقدر گنجائش تھی کہ کوئی مملکت اپنے حلیف کے حلیف کی دشمن ہو سکتی تھی اور بعض مرتبہ تو دو مملکتوں میں جو ایک دوسرے کی حلیف تھیں جھڑپ بھی ہو جاتی تھی۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہر ایک اتفاق کسی نہ کسی فوری ضرورت کے رفع کرنے کے لیئے کیا جاتا تھا۔

۴۲۰ ق م کے موسم گرما میں ایلیسیون نے اسپارٹیوں کو اولمپیا کے میلے سے خارج کر دیا اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس میلے کے زمانے میں عام امن کا اعلان کر دیا جاتا ہے مگر اسپارٹیوں نے اس کا لحاظ نہیں کیا اور لڑائی چھیڑ دی۔ اسپارٹا پر اولمپیا کے منتظموں نے دو ہزار مینا (۳۳ ۱/۲ تالنت۔) جرمانہ کیا مگر اس عظیم الشان رقم کی ادائی کوئی آسان بات نہ تھی اور اسپارٹیوں نے اس کے ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ میلے کا سوال الکبیا دیس تھا اور اس نے اس کی نگرانی نہایت تزک و احتشام سے کی۔ اس کے برعکس مقابلہ کرنے والوں میں سے ایک شخص لیکاس بھی تھا جس نے شرکت کے وقت

ے طوسی دیدش ۵، ۴۷ جس نوشتے کا ذکر ہے اس کی نقل مجموعہ نوشتہ ہائے قدیم ضمیمہ ۴۶ (ب) میں ہے کرشہوف کا مضمون "ہرمیس" جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۸ وغیرہ میں دیکھنا چاہیئے۔ کتبے کی عبارت میں کوئی بڑا نقص نہیں پایا جاتا۔ اس موضوع کے لیئے بوسولٹ ۱۲۴۱ کا حوالہ بھی مناسب ہے۔

اپنے آپ کو بیوتی ظاہر کیا تھا۔ مگر جب اس کی جیت ہوئی تو اس نے کہا کہ میں اسپارٹی ہوں جس پر کھیلوں کے منتظم نے اس کی خوب اچھی طرح سے زدوکوب کی + اسی اثنا میں بیوتیوں نے بظاہر اسپارٹا کو خوش کرنے کے لیئے مگر دراصل اپنا مفاد پیش نظر رکھ کر شمالی بلدیہ ہرقلیہ پر قبضہ کر لیا جو کوہ ایتہ پر واقع تھا اور جسے جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں اسپارٹیوں نے آباد کیا تھا مگر اب چھوڑ بیٹھے تھے +

۴۰۳

موسم بہار ۴۱۹ ق م میں الکبیادیس نے پیلوپونیز کا سفر کیا اور اس سے جو نتیجے نکلے وہ سب سے بڑھ کر تھے + اس نے پہلے تو اکائیہ پر اثر پیدا کرنا چاہا اور اس کے کہنے سے پاترے کے باشندوں نے شہر سے سمندر تک دیواریں تیار کیں۔ مگر جب اس نے چاہا کہ اس رھیوئم پر ایک قلعہ بنائے تو کورنتھی اور سکیونی اس کے سدراہ ہوئے اور اس میں شبہ نہیں کہ اس قلعے کی بجائے اگر ایتھنز آرگوس کے ساحلی علاقہ (اکٹے) پر قلعہ بنانا چاہتا تو وہ کہیں زیادہ مفید ہوتا + اپی دوروس پر کسی زمانے میں فارقلیس کا دانت تھا اور اب خود آرگوسی چاہتے تھے کہ اس پر ان کا قبضہ ہو جائے۔ اور انھوں نے یہ بہانا کر کے کہ اپی دوروسیوں نے آرگوس کی اپولو کے سامنے حسب دستور چڑھاوا نہیں چڑھایا اپی دوروس پر حملہ کر دیا + ان کی مدد کے لیئے لکدمونیوں نے شاہ آگِس کو روانہ کیا۔ مگر اسے بہت جلد واپس آنا پڑا اس لیئے کہ اسے معلوم ہو گیا کہ اسپارٹی سیاسی بساط میں تبدیلی ہو گئی ہے اور ساتھ ہی کارنیوس کا مقدس مہینہ بھی آگیا تھا جس میں جنگ ممنوع تھی + اصل واقعہ یہ تھا کہ ایتھنز کی تحریک پر ایک صلح کانفرنس بمقام مین تی نیہ منعقد ہوئی تھی اور یہاں بھی نکیاس کی وقعت بہت نمایاں تھی اسی لیئے اسپارٹیوں نے اپی دوروس کی مہم کا خیال چھوڑ دیا اور انھیں یک بہ یک یہ خیال ہوا کہ کارنیوس کا مہینہ آن پہنچا + بہر حال اس کانفرنس میں کام کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اور چونکہ آرگوسیوں کے لیئے ماہ کارنیوس باعث خلفشار ہوتا اس لیئے انھوں نے نہایت اطمینان سے اس سے پیشتر کا مہینہ برابر جاری رکھا اور کارنیوس کی آمد کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس طرح مذہب بھی برقرار

---

* ماہ کارنیوس = اگست کا آخری اور ستمبر کا ابتدائی حصہ + (مترجم)

رہا اور لڑائی بھی جاری رہی[ف] + ۴۱۹ ق م کے موسم بہار میں بھی واقعات اسی طرح رونما ہوتے رہے + اسپارٹیوں نے اپنی فوج سمندر کے راستے ایپی دوروس روانہ کی۔ ایتھنزی بحرِ ایجین کو اپنی ذاتی ملک سمجھتے تھے اور اس پر کسی قسم کی مداخلت کو سخت جرم خیال کرتے تھے۔ ویسے برِ اعظم پر تو اسپارٹی ایتھنز کے دوستوں کو بہ آزادی تمام قتل کرنے لگے گویا محاز تھے مگر جب انھوں نے سمندر پر ہو کر اپنی فوج روانہ کی تو گویا خاص ایتھنزی اراضی پر مداخلت کی۔ اسی لیئے ایتھنزیوں نے اسپارٹی صلحنامے کے منارے پر ایک کتبہ ثبت کرا دیا کہ اسپارٹیوں نے اپنا حلف توڑ دیا ہے اور اس کے بعد پیلوس میں ہیلوت اتار دیئے۔ مگر اس کے علاوہ ایتھنز نے اسپارٹیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی + (اس قسم کی دلیل سے ماہ کارنیوس کے التوا کے اصول کا مقابلہ کیا جاوے) +

۴۱۸ ق م میں الکبیادیس سپہ سالار منتخب نہیں ہوا اس لیئے اسپارٹا کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایتھنز جیتی دجالاکی نہیں دکھا سکے گا۔ اسی وجہ سے اس سال کے موسم گرما میں اسپارٹا نے اس نام کو جسے حال ہی میں بٹہ لگ چکا تھا دوبارہ درخشاں کرنے کی کوشش کی + آگس ایک بڑی فوج لے کر آرگوس چلا جس میں علاوہ اسپارٹی لشکر کے حلیف ریاستوں کے رسالے، پانچ ہزار ہوپ لیت، پانچ ہزار ہلکے ہتھیار بند اور ایک ہزار بیوتی سوار تھے، اور آرگوس کی فوج کو دونوں طرف سے گھیر لیا + مگر واقعات نے بالکل خلاف امید صورت اختیار کرلی۔ دو ممتاز آرگوسیوں یعنی تھراسی لوس اور الکیفروں نے آگس سے چار مہینے کے لیئے عارضی صلح کرلی اور آگس واپس اسپارٹا چلا آیا + اس التوائے جنگ سے کوئی فریق بھی مطمئن نہیں ہوا۔ آرگوسی اس لیئے نالاں رہے کہ ان کا خیال تھا کہ میدان میں ان ہی کو فوقیت حاصل تھی اور لڑائی ہوتی تو انھیں ہی فتح ہوتی، اسپارٹا کے حلیف اس کی حلیت پھرت سے کبھی خوش نہ ہوتے تھے

۴۰۴

ف۔ عام طور پر یونانی مذہب محض برائے نام عمل کرتے تھے اور یہی اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے اس کیلیئے استرابو (۶، ۲۶۵) کا مقابلہ کرنا چاہیئے + اور اسی قسم کی مثالوں کیلیئے بوسولٹ کی تصانیف "تحقیقات" (۱، ۱۵۴) اور "لاکے دیمون" (۱، ۲۹۴) دیکھنی چاہیئے + جن واقعات کو طوکسی دیدیش نے چھوڑ دیا ہے ان کے لیئے مسٹر الاشتر یونگ کی تصنیف "دیموس تھینس کی نقل و حرکت جنگ پیلوپونیز کے چودہ سال میں" کا مطالعہ کیا جائے +

اور خود اسپارٹیوں کو بھی یہ التوا اس لیئے پسند نہیں آیا کہ اس کی بابت آگس نے ایک اسپارٹی تھیلٹ سے بھی استمزاج نہیں کیا تھا۔

جب اسپارٹی آرگوس کی طرف پیش بندی کرکے واپس آگئے تو فریق ثانی نے ان کے جواب میں ایک مظاہرہ کیا۔ یعنی لاکیس اور نکوستراتوس ایک ہزار اتھینیوں کو لے کر آرگوس پہونچے اور دونوں نے مل کر اور خومینوس لے کر گویا آرگوس، مین تی نیہ اور اورخومینوس کے نقطوں کو ملا کر اسپارٹا اور کورنتھ کے درمیان ایک خط مستقیم حائل کردیا جس سے ان کے رسل و رسائل منقطع ہوگئے۔ مگر یہ اتحاد زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہا اور جب آیندہ ضابطۂ عمل کا مسئلہ پیش ہوا تو مختلف ساتھیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اکثر حلیف یہ کہتے تھے کہ تگیا پر حملہ کرنا چاہیئے اور چونکہ اس سے اسپارٹا کو بہت نقصان پہنچتا اس لیئے یہی طرز عمل بہترین تھا۔ مگر ایلس کی یہ خواہش تھی کہ آیندہ پیش قدمی سے یہ خاص طور پر فائدہ اٹھائے اور یہ تحریک کی کہ سب سے پہلے لپریوم واپس لیا جائے۔ اس کے بعد کوئی اور مہم سر ہو۔ اور جب حلیفوں نے یہ نامنظور کرلیا تو وہ واپس چلے گئے۔ یہ ایک اور ثبوت تاریخ یونان میں اس قسم کے معاہدے بیکار ہونے کا ہے؎

۴۰۵

اسپارٹیوں کو آگس پر بہت غصہ آرہا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اس پر ایک لاکھ درہم جرمانہ کردیں؎۔ مگر جب ان کی خواہش ایک اور مرتبہ قسمت آزمائی کرنے کی ہوئی تو یہی پھر سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ آرگوسی اور ان کے حلیف مین تی نیہ کے ملک میں چلے گئے تھے اور اب آگس مع جملہ اسپارٹی افواج کے ادھر بڑھا اور پلٹ کر چند مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد دشمن سے خاص شہر مین تی نیہ پر برسرپیکار ہوا۔ طوسی دیدش

؎ بوسولٹ (۱۰۵۱) طوسی دیدش (۱۱۴) کا نہایت مناسب موقع پر اقتباس دیتا ہے آج کل بھی اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اور اگر ہم دور نپولین کی تاریخ جنگ آزادی اور جنگ کریمیہ کے واقعات کی ورق گردانی کریں تو ہمیں اس کی مثالیں مل جائینگی۔ مارلبرو اور ایوژین کو بھی اس قسم کی مشکلات پیش آئی تھیں۔

؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسپارٹی کو قریب سترہ مالیت رکھنے کی اجازت تھی! (۱۰۰۰۰ ادبلہ قریب ۱۰۰۰۰ روپیہ سر ہم) ۔

ہمیں اس بے قاعدگی کا حال بتاتا ہے جو اس وقت اسپارٹی فوج کی تھی اور یہ بیان کرتا ہے کہ جنگ سے پیشتر تمام اسپارٹی سپاہی بانسری کی راگنی کی آواز پر قدم ملا کے آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے[8] + مگر جہاں تک فن حرب کا تعلق ہے پیلوپونیزیوں نے اس جنگ میں کچھ کمال نہیں دکھایا۔ دو ماتحت فوجدار جو خود اسپارٹی شہری تھے اس حکم کی پابندی نہ کر سکے جو ان کے دستے کی نقل و حرکت کے متعلق انھیں دیا گیا تھا۔ اور مین تی نیہ والے جو اسپارٹی میسرہ کے عین مقابل تھے اسپارٹی خط کو توڑ کر گھس آئے[9] مگر قلب اور میمنہ پر اسپارٹیوں نے ایتھنزیوں اور آرگوسیوں کو اس قدر شکست دی کہ اس سے اس لڑائی کی ہی فتح و شکست کا مسئلہ طے ہو گیا مگر اس کے بعد اسپارٹیوں نے اپنے ہزیمت خوردہ دشمن کا پیچھا نہیں کیا + کہا جاتا ہے کہ مغلوب فریق کے سات سو آرگوسی، دو سو مین تی نی اور دو سو ایتھنزی اور دونوں سپہ سالار کام آئے اور اس کے برعکس صرف تین سو اسپارٹی سپاہی مارے گئے۔ اور اس طرح اسپارٹیوں کے اسفاکتیریہ کی شکست کی تلافی کی +

جنگ مین تی نیہ سے بہت سے اہم نتیجے نکلے آرگوس میں اسپارٹی فریق برسر اقتدار ہو گیا اور باوجود الکبیادیس کی مداخلت کے اسپارٹی سفرا نے آرگوسیوں اور اسپارٹیوں کے باہمی صلحنامے پر دستخط کرا دیئے۔ اور بہت جلد ان دونوں مملکتوں کے درمیان پچاس سال کے لیئے ایک محالفہ ہو گیا۔ اس محالفہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ دونوں کے درمیان پوری یکجہتی تھی اور خود یہ محالفہ اس قسم کا تھا کہ آیندہ باہمی جھگڑے بجائے لڑائی کے آپس کی پنچایت سے طے ہوئے۔ یہ نئے حلیف اب تھریس کی طرف رجوع ہوئے اور یہاں کے کالکدیسیوں کے ساتھ محالفہ کر لیا اور پردکاس نے یہ کہہ کر کہ وہ خود ہرقلی نسل سے ہے اور آرگوسی ہے ایتھنز سے قطع تعلق کر لیا۔ مگر حسب عادت اس کا محالفہ دیرپا ثابت نہیں ہوا اور آخر کار اس نے آرگوس سے بھی قطع تعلق کر لیا +

۴۰۶

---

[8] طوسی دیدش ۵، ۶۶ وغیرہ +

[9] طوسی دیدش ۵، ۷۲ + اس سے پلاٹیہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے + معلوم ہوتا ہے کہ معمولی سپاہی تو ضابطے کے پابند تھے مگر افسروں سے حکم عدولی سرزد ہو جاتی تھی اور انکی تادیب کی حالت نہایت ناقابل اطمینان تھی +

اس لڑائی کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ ایتھنز یوں کو ایسی دور دس سے جسے وہ ایک دیوار بنا کر تسخیر کرنا چاہتے تھے اپنا لشکر ہٹا لینا پڑا مگر دیموتس تھینیس جو یہاں کی ایتھنزی افواج کا سپہ سالار تھا اس خوبی سے اپنا لشکر نکال کر لایا کہ اس سے ایتھنزی اقتدار کو مطلق نقصان نہیں پہنچا؛

غالباً اسی اثنا میں ایتھنز میں ایک عجیب وغریب انقلاب ہوا معلوم ہوتا ہے کہ ہی پر بولوس نے خیال کیا کہ اب اس کا وقت آ گیا ہے کہ اس کے مخالفوں میں سے ایک سے (خواہ وہ نکیاس ہو یا الکبیا دلیس) چھٹکارا ملے۔ اور اس نے غالباً ۴۱۷ق م میں یہ مسئلہ پیش کیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو دیس نکالا دیا جائے۔ مگر اس کے دونوں مخالف آپس میں متحد ہو گئے اور ان کی جگہ خود ہی پر بولوس کو جلا وطن ہونا پڑا۔ وہ ایتھنز سے ساموس چلا گیا اور ۴۱۱ق م کے عدیدی ردعمل کے موقع پر اسے قتل کر دیا گیا۔ واضح ہو کہ یہ دیس نکالے کی ایتھنز میں آخری مثال تھی[1]

---

[1] آخری اوستراکزم کیلئے پلوٹارک "الکبیا دلیس" ۱۳ "نکیاس" ۱۱ " ارسطیدس" ۷ میں دیکھنا چاہیئے تاریخ کے تعین میں ہم نے بلوخ ("سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۲۳۹) کا اتباع کیا ہے اور کرشہوف، گلبرٹ اور بوسولٹ کے نظریوں کو نظر انداز کر دیا ہے جو یہ فرض کر لیتے ہیں کہ یہ واقعات جنگ مینٹی نیہ سے پہلے ہی پیش آئے تھے۔ مفصلہ ذیل تصانیف کا بھی مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

گلبرٹ صفحہ ۲۲۸ وغیرہ۔

تسوراگ "آخری اوستراکزم"۔ ہرمیس ۱۲ و ۱۳۔ نیز لیگنا ہی پر بولوس کا اوستراکزم جریدہ لسانیات جلد ۱۱ نو بیک ووفایا ۔۔۔ یا در الکبیا دلیس کی جلا وطنی کا مسئلہ گلاکس۔ ۱۸۸۱ء اس اوستراکزم کے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ تھیو فراستوس کہتا ہے کہ اس موقعہ پر نکیاس مدمقابل نہیں تھا بلکہ فایاکس تھا اور اس کا اقتباس پلوٹارک کی سوانح عمری نکیاس (۱۱) میں دیا ہوا ہے + اس شخص کے حالات گلبرٹ نے اپنی کتاب (۲۳۴) میں بیان کر دیئے ہیں؛

اوستراکزم کی یہ آخری مثال تھی۔ سوریہ نویسوں کا قول ہے کہ اس کا رواج اس لیئے ٹوٹ گیا کہ لوگ خیال کرنے لگے کہ چونکہ اس کے ذریعے سے ایک نالائق شخص جلا وطن کر دیا گیا ہے اسلیئے اس طریقے کی گویا تذلیل ہوئی۔ مگر یہ بات نہیں۔ اصل یہ ہے کہ عوام کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا

۴۱۷ء ق م میں آرگوس میں بھی سیاسی انقلاب ہوا۔ عوام برسر اقتدار ہوگئے اور یا تو اشرافیوں کو قتل کر ڈالا یا جلا وطن کر دیا۔ اور ایتھنز سے آشتی کرکے وہیں کے معماروں کو بلا کر شہر سے سمندر تک فصیل بنانا شروع کی۔ مگر ابھی یہ مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ۴۱۷-۴۱۶ء ق م کے موسم سرما میں آگس نے حملہ کیا اور ان دیواروں کو مسمار کر دیا۔ اس حملے کے جواب میں آرگوسیوں نے لشکر کشی کی اور ضلع فلیوس کو تباہ و ویران کر دیا۔ ۴۱۶ء ق م کے موسم سرما میں الکبیادیس آیا اور اس نے تین سو آرگوسیوں کو (جن پر اسے شبہ تھا) گرفتار کیا اور بطور یرغمال مختلف جزائر میں جو ایتھنز کے زیر اثر تھے بھیج دیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کہ اگر کسی بے گناہ شخص کے خلاف بھی مختلف طبقے متحد ہو جائیں تو وہ بھی اس کے ذریعے سے جلا وطن ہو سکتا ہے۔ طوسی دیدش (۷-۸-۳) ہی پر لبولس پر الزامات کی بوچھار کرتا ہے مگر کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا۔ ہمیں اس بات کا یقین نہیں آتا کہ ایک شخص محض اس وجہ سے جلا وطن کیا گیا ہو کہ اس کے رہنے سے شہر کی بے عزتی تھی۔ بلکہ اصل وجہ محض سیاسی ہے اور بہتر اکر مہے عام مسئلہ کے متعلق والے تون کا مضمون ولندیزی جریدہ موسومہ منیمے موسینے (ملاحظہ) ۱۹۳۳ء کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۱۔ طوسی دیدش کے علاوہ آرگوس کے اشرافی انقلاب کا ذکر دیو دوروس (۸۰-۱۲-۳) نے اور عوامی انقلاب کے حالات پوسانیاس (۲-۲۰-۷) نے بھی بیان کیے ہیں۔ کلاسین نے اپنی تصنیف طوسی دیدش میں بالکل ٹھیک کہا ہے کہ مید الراشتہ لونگ کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ وہ اس تفصیل وار تذکرہ کا جو پوسانیاس نے کیا ہے طوسی دیدش سے مقابلہ کرے اور اسکی مدد سے اس کی تردید کرے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اپنی کتاب کے پانچویں مقالے میں طوسی دیدش اتنا دلچسپ نہیں رہا جتنا وہ باقی ماندہ مقالوں میں ہے۔ مگر جب اس مقالے کا موضوع ہی اتنا ہو تو پھر بیچارہ مولف کیا کرے۔ اور خود اس مقالے کے آخر میں بھی اس کی عبارت آرائی انتہائی مبالغے کو پہنچ جاتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر ہمیں اس تفصیل کے عوض جو وہ ۴۲۱ء ق م سے ۴۱۶ء ق م تک کی دیتا ہے کہیں سے اس زمانے کے تہذیب و تمدن کے حالات مل جائیں تو ہم نہایت خوشی سے ایک کو دوسرے سے تبدیل کر لینگے۔ مگر طوسی دیدش کا مقصد یہ تھا کہ

اسی اثنا میں ایتھنزیوں نے مقدونیوں کو بھی ان کے ساحل کی ناکہ بندی
کر کے گزشتہ اعمال کی سزا دی۔

سنہ ۴۱۶ ق م کی جنگ کے سب سے ممتاز واقعے (یعنی جزیرہ میلوس کی
تسخیر) سے نہ تو ایتھنز کی عزت بڑھی اور نہ اسے کوئی حاصل فائدہ پہنچا۔ اس نے اڑتیس جہازوں
کا ایک بیڑہ جس میں چھ خیوسی اور دو لیسبوسی جہاز شامل تھے دو ہزار سات سو ہپلیت
اور تین سو تیر اندازوں کو لے کر کلیومیدیس اور تیسیاس کی سرکردگی میں اس
غرض سے روانہ کیا۔ وہ جزیرہ میلوس کو فتح کریں۔

یونانی میلوسیوں کو لاکونی النسل سمجھتے تھے اور اسے ایتھنزی اپنی
توہین سمجھتے تھے کہ مجمع الجزائر کیکلادس میں صرف یہی ایک جزیرہ تھا جو اس وقت تک
ایتھنزی لیگ میں شامل نہیں ہوا تھا۔ اور انھوں نے اس کا تہیہ کر لیا کہ میلوس کو
اب مطیع ہو جانا چاہئے۔ اول تو ایتھنزیوں نے میلوسیوں کو یہ ترغیب دینی چاہی
کہ وہ ان کی لیگ میں شامل ہو جائیں اور گفت و شنود کے لیئے ایک کانفرنس منعقد
کی۔ (طوسی دیدش کا بیان ہے کہ اس کانفرنس کی کارروائی بھی گفتگو اور سوال و
جواب کے پیرائے میں ہوئی۔ اور اس موقع پر بھی اس کے بیان میں بناوٹ
زیادہ معلوم ہوتی ہے اور تاریخی حقیقت کم۔) اول تو میلوسیوں نے محض انصاف کی بنا
پر ایتھنزیوں سے التجا کی کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ مگر ایتھنزیوں نے اسے فوراً مسترد
کر دیا اور کہا کہ حقوق کی بحث صرف اس سے کی جائے جس کے بازوؤں میں قوت
نہ ہو۔ اگر میلوسی مطیع نہ ہوتے تو یونان میں ہر شخص ایتھنز کو کمزور سمجھے گا اور اس سے
زیادہ کوئی بات ایتھنز کے لیئے ناقابل برداشت نہیں۔ (ایتھنز کو یہ خیال نہ ہوا کہ اگر
وہ میلوس سے بے انصافی سے پیش آیا تو ہر شخص اس سے نفرت کرنے لگے گا)
اس لیئے میلوسیوں کو نہ تو انسان سے مدد کی امید کرنی چاہیئے نہ دیوتاؤں سے۔
اور اسپارٹا کی بحری قوت ہرگز ایسی نہیں ہے کہ وہ ان کی مدد کر سکے۔ (ایتھنزی ان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کہ وہ اپنی کتاب مدبروں کیلیئے لکھے اور حقیقت امر یہ ہے کہ پانچویں مقالے میں بھی اس
نے ہمارے لیئے بہت کچھ مواد جمع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کونسے سیاسی اصول ایسے ہیں جن پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

دیوتادؤں کا ذکر جان بوجھ کر مبہم طور سے کرتے ہیں۔ بہرحال میلوسی اپنی آزادی کی حفاظت کرنے میں نہایت ثابت قدم رہے اور آخر کار محض قوت و جبروت کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ جزیرے پر قبضہ کرنے کے بعد ایتھنزیوں نے سب مرد قتل کرائے عورتوں اور بچوں کے گلوں میں طوق غلامی ڈال کر فروخت کر دیا اور ان کی اراضی پانچ سو ایتھنزی کلیرذخوں میں تقسیم کر دی[1]۔

اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزیوں کا طرز عمل نہایت سفاکانہ ہے اور ان کے دلائل میں بیچارگی اور کج بحثی پائی جاتی ہے۔ انھیں پبلک معاملات میں محض اپنے ہی مفاد کا خیال ہے اور انھوں نے قانون اور مذہب دونوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے انھوں نے سیاسیات کے خراب ترین اصولوں کو حقیقت پر مبنی بتایا اور منطق کو محض نائیت کی زرخرید لونڈی بنا کر چھوڑ دیا۔ گروٹ کی رائے بالکل درست معلوم ہوتی ہے کہ ایتھنزیوں کی اس بداخلاقی سے یہ صاف ظاہر ہے کہ سسلی کی مہم میں انھیں وہی سزا ملی جس کے وہ حقیقت میں مستحق تھے طوسی دیدش تالیف واقعات میں ایک صناع کا رتبہ رکھتا ہے گر اس موقع پر اس نے صرف یہی کیا ہے کہ تاریخی واقعات تسلسل سے بیان کر دئے اور پہلے میلوس کی تسخیر اور اس کے بعد سسلی کی مہم کا ذکر کرے۔ اس سے بالکل ایسے درد یہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس میں سزا کا بیان جرم کے بعد کیا ہو اس کے علاوہ میلوس کے واقعات ان واقعات کا جو اس باب اور طوسی دیدش کے پانچویں مقالے میں درج ہیں ایک نہایت عمدہ انجام ہے۔ اس سے ان عالمگیر پاشنو کا حال معلوم ہوتا ہے جو ہر شخص اپنے مخالفوں کے خلاف کر رہا تھا اور بے شمار کاروائیوں اور لامتناہی حیلے حوالوں کی تصویر سامنے آ جاتی ہے جن کے لئے لوگ اپنے خلیفوں سے ایک قدم آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ یہ حالات پڑھنے سے طبیعت پر یہ اثر ہوتا ہے یونانی مدبروں نے پردکاس جیسے شخص کو اپنے لئے ایک نمونہ بنا لیا تھا۔

[1] یہ ایک اور مثال اس سرعت و تیزی کی ہے۔ چونکہ "الکبیادیس" ۱۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سزا کی تحریک الکبیادیس نے ہی کی تھی۔

نوٹ

اسناد:-

طوسی دیدشن ۵، ۲۰ سے کتاب کے اختتام تک۔ دیا دوروس ۱۲، ۵۴، ۱۲، ۸۲ میں دیودوروس ان حملوں کا ذکر کرتا ہے جو بائی زنطیون، کالسدینوں اور تھریسیوں نے بتھی نیہ پر ۴۱۶ ق م میں کیے تھے) پلوٹارک نکیاس و الکبیادیس +

زمانہ حال کا مورخ دے گ، بوسولٹ "آرگوس کی مشارکت منفصلہ" (تاریخ یونان میں مزید اضافے" جلد ا برلن ۱۸۸۴ء) ؁

۴۱۱

باب (۲۵)

اٹلی اور سسلی کی سیاسی تاریخ

پانچویں صدی ق م میں

ایتھنز کو جنگ پیلوپونیز کے پہلے حصے میں تو کامیابی ہوئی تھی مگر دوسرے حصے میں ایک خاص واقعہ یہ پیش آیا کہ اس نے سرقوسہ (سیراکیوز) کو ایک مہم روانہ کی اور یہ ہی اس کی ہزیمت کا باعث ہوئی۔ قبل اس کے کہ ہم اس مہم کے تفصیلی حالات کا بیان کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے مغربی یونان کے حالات اور خاصکر سسلی کی تاریخ ناظرین کے سامنے پیش کردیں ؁

اٹلی اور سسلی جن مختلف ممالک پر شامل تھے ان کا ذکر ہو چکا ہے اور ناظرین کو یہ یاد ہوگا کہ یہ ممالک جغرافی لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل علٰحدہ اور ممتاز تھے۔ مگر پانچویں صدی ق م میں ان کا

ایک دوسرے سے ذرا زیادہ تعلق ہوگیا تھا اور جو اثر ایک کا دوسرے پر پڑتا تھا وہ بڑھ گیا تھا۔ ان سب مملکتوں میں سب سے زیادہ ذی اثر سرقوسہ کا بلدیہ تھا۔ اور اس کے اقتدار کی جولانگاہ صرف بحر ترحینیہ ہی نہ تھا بلکہ اس نے ہسپانیہ میں بھی اقتدار پیدا کرلیا تھا۔ یہاں اس کے لیئے ایک وسیع میدان موجود تھا اس لیئے کہ کیمے روبہ انحطاط تھا۔ نیاپولس نے میدان سیاسیات میں کبھی قدم بھی نہیں رکھا تھا۔ دوسرے طرف بحر ایونیہ میں محض تاراس ہی کی کچھ اہمیت تھی اور گو یہ سرقوسہ کی طرح ایک بڑی فوجی مملکت تو نہ بن سکا مگر کم از کم اپنا رتبہ اور سیاسی حیثیت برابر قائم رکھی۔

ہیرون کے انتقال کے بعد ۶۶-۲۶۵ ق م میں اس کے چھوٹے بھائی تھراسی بولوس نے اپنے ہاتھ میں عنان حکومت لی۔ مگر اپنی حکومت کے دوران میں دراصل وہ اپنے بھتیجے یعنی گیلون کے بیٹے ہی کی طرف سے کام کرتا تھا۔ تھراسی بولوس ایک نہایت ناقابل شخص تھا۔ اور سسلی کے ان شہروں سے مل کر جنھوں نے اپنے خود سر حاکموں کو نکال دیا تھا (یعنی گیلا، اکراگاس، ہملی نوس اور ہمیرا) سرقوسہ نے اسے ملک بدر کردیا اور وہ لوکری چلا گیا (واضح ہو کہ سرقوسہ کے اس انقلاب کی وجہ سے مسانا اور رھیگیوم میں بھی خودسری حکومت کا خاتمہ ہوگیا)۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تھراسی بولوس کے جاتے ہی سرقوسہ میں امن وامان قائم ہوگیا ہوگا خود سروں کا قاعدہ تھا کہ شہریوں کے مملوکات پر قبضہ کرکے اجیر سپاہیوں کو دیدیتے تھے اور اب ضرورت پیش آئی کہ جس کا مال تھا اسے واپس دیا جائے۔ اور سرقوسہ متعدد جھگڑوں اور فسادوں کی زمانۂ دراز تک جولانگاہ بنا رہا جس میں جزیرے کے اصلی باشندوں یعنی صقالیوں نے نہایت ممتاز کام کیئے۔ ۲۶۱ سنہ ق م میں مشرقی بلدیات کی ایک کانفرنس یہ دریافت کرنے کے لیئے منعقد ہوئی کہ جزیرے کے اس حصے کی زمینیں کن کن بلدیات کی ملک ہیں۔ اور اسی کانفرنس میں آخرکار کامارینہ کو بھی آزادی مل گئی۔

ان سب باتوں کے باوجود اب بھی تمام جزیرے کا سیاسی سرگروہ سرقوسہ ہی تھا گو اس شہر میں متعدد ہنگامے ہوئے اور اتیھنز کے اوستراکزم کی طرح یہاں بھی دلیس نکالے کا قاعدہ بنایا گیا (یہاں نام بجائے ٹھکڑوں کے زیتوں کے پتوں پر لکھے جاتے تھے اور اسی لیئے اسے "پتیالزم" کہتے تھے) مگر سرقوسیوں کی قوت

۴۶۱ م

اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انھوں نے دور دراز مقامات پر بھی اپنا اقتدار قائم کرلیا اور ایک طرف آگے بڑھ کر ایٹروری جزائر الی تھالیا (موجودہ "البا") کو تباہ کیا اور دوسری طرف سنہ ۴۵۳ ق م میں جزیرہ کورسیکا پر چھاپا مارا۔ اسی طرح مغربی سسلی میں بھی اکراگاس کے باشندوں کو موتیہ والوں سے جو اصل میں غیر یونانی تھے مگر اب یونانی تمدن کے دلدادہ ہوگئے تھے لڑنا پڑا اور ان پر غلبہ حاصل کیا۔

بہرحال کچھ عرصے تک تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ سسلی کے اصلی باشندے جزیرے کی سیادت یونانیوں سے چھین لیں گے۔ صقالی قوم میں ایک نہایت قابل شخص دوکے تیوس پیدا ہوا جس نے سنہ ۴۶۱ ق م سے سنہ ۴۴۰ ق م تک بڑے بڑے اہم کام انجام دیئے۔ ابتدا میں تو یہ چھوٹا سا زمیندار تھا مگر سنہ ۴۵۳ ق م میں اس نے یونانیوں کے خلاف صقالی قوم کا ایک جتھا قائم کرلیا اور شہر ایتنا (موجودہ پاترنو) پر قبضہ کرکے اکراگاس کو ستانا شروع کیا اور سنہ ۴۵۱ ق م میں مغربی بلدیہ موتیون کو مسخر کرلیا۔ مگر سرقوسیوں نے اس کے مقابلے میں اپنی فوج بھیجی تو اس کے سامنے تاب نہ لاسکا اور اسے شکست ہوئی۔ اب دوکے تیوس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں رہا۔ وہ فوراً سرقوسہ آیا اور وہاں کے چوک میں ایک قربان گاہ کے سہارے کھڑے ہوکر اس نے سرقوسیوں سے معافی کی التجا کی اور انھوں نے اسے کورنتھ بھیج دیا۔ حال ہی میں تھوریئی آباد ہوا تھا اور اس میں ایونیائی اثر غالب تھا اور اسکے جواب میں دوکے تیوس کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ یونان کے مستعمرین کو اکھٹا کرے اور ان کی مدد سے سسلی میں ایک بلدیہ آباد کرے۔ اس ہدایت کے مطابق اسنے جزیرے کے شمال و مشرقی ساحل پر شہر کالاکتے آباد کیا جس میں کورنتھی اور سرقوسی عنصر غالب تھا اب اکراگاسیوں کو سرقوسیہ کے اقتدار بڑھ جانے سے خوف پیدا ہوا اور انھوں نے اعلان جنگ دیدیا۔ مگر انھیں دریائے ہمیرا پر شکست ہوئی۔ دوکے تیوس ایک اور صقالی لیگ قائم کرنے کی فکر میں تھا مگر اسے اپنے منصوبوں کو عمل میں لانے کی مہلت نہیں ملی اور اس کا سنہ ۴۴۰ ق م میں انتقال ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یونان سے واپس آکر وہ پھر صقالی بلدیات کی ترقی میں کوشاں ہوگیا تھا مگر اس کی موت کے بعد یہ پھر یکے بعد دیگرے سرقوسیوں کے

۴۱۳

قبضے میں آ گئے۔ اور گو اس کے بعد بھی صقالی قوم کی انفرادی حیثیت برابر قائم رہی مگر اس کا وقار کم ہوتا گیا اور خود سکّوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی تمدن تمام جزیرہ نما میں پھیل گیا۔ اسی اثنا میں سرقوسیوں نے سوجہازوں کا ایک بیڑا بھی تعمیر کیا اور اپنا اثر مشرقی بلدیات پر جن میں سے بعض مثلاً لیونتی نی، کتانہ اور ناکسوس تو خالکدیسی تھے، اور بعض مثلاً مسانا۔ نیم خالکدیسی تھے قائم کر لیا۔ یہی اسباب تھے جن کی وجہ سے ایتھنز کو صقلی کے معاملات میں مداخلت کرنی پڑی۔

اب اٹلی کو لیجئے۔ ہم نے اس جلد کے پچھلے باب میں بیان کیا ہے کہ تارنتم نے رجیم کی مدد سے یافیگیون کے خلاف جنگ آزمائی کی تھی اور اس میں انھیں شکست ہوئی تھی۔ مگر صورت واقعات بہت جلد تبدیل ہو گئی اور کم از کم تارنتیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ قوم مسابی پر غالب ہو گئے اور اس کے شکرانے میں انھوں نے آگے لاداس کا بنایا ہوا ایک عظیم الشان مجموعہ جس میں گھوڑوں اور مسابی عورتوں کے مجسمے تھے ڈیلفی کو بطور چڑھاوے کے بھیجا۔ عام خیال ہے کہ آگے لاداس مشہور صناع فدیاس کا استاد تھا اس لیئے غالباً تارنتیوں کی فتح کیمون کے دور میں یعنی سنہ ۴۷۴ ق م اور سنہ ۴۶۱ ق م کے درمیان ہوئی ہو گی۔ اسی زمانے میں تارنتیوں کو ایک اور کامیابی پیوکے تی اور یافیگی قوم کے خلاف ہوئی اور اس کی یادگار کے طور پر انھوں نے ڈیلفی پر چڑھانے کے لیئے ایک مجموعہ اوناتاس اور کالیتھوس سے تیار کرایا۔

اس میں شبہ نہیں کہ یافیگی اور مسابی اقوام ہمیشہ تارنتیوں کو دق کیا کرتی تھیں۔ مگر ان [illegible] سے کبھی یونانیوں کو خطرہ نہیں محسوس ہوا۔ اور گو ان اطالوی اقوام کی شان و شکوہ جنھوں نے آخر کار جزیرہ نما سے یونانی اقتدار کا خاتمہ کر دیا بڑھ رہی تھی مگر اس وقت تک وہ معراج کمال کو نہیں پہنچی تھیں اور یونانی کم از کم ان نقصانات کی تلافی بہ آسانی کر سکتے تھے جو انھیں بیرونی حملوں اور اندرونی نقیضوں کی وجہ سے بحر ایونیہ میں پہنچتے تھے۔ ہمیں اس کا افسوس ہے کہ ہم شہر میتاپونتم

۱۔ پوسانیاس ۱۰، ۱۰، ۳ اور ۱۰، ۱۳، ۱۰

کی تاریخ کے سنوبیت کا تعین نہیں کرسکتے۔ استرابو یہ کہتا ہے کہ جب اس شہر کو سامنی قوم نے برباد کردیا تو سیبارسیوں کے کہنے سے اس پر اکائیوں نے قبضہ کرلیا۔ مگر پانچویں صدی ق م میں سامنی قوم اس قابل نہیں تھی کہ وہ اس طرح میں اپنا اثر ڈال سکے اور اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جن واقعات کا استرابو ذکر کرتا ہے وہ اس صدی تک پیش نہیں آئے ہوں گے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس زمانے میں سیبارسی کسی اور کی مدد کیا خود اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے تھے تو پانچویں صدی ق م میں ایک ضلع ایسا ضرور تھا جو چھٹی صدی ق م میں برباد ہو چکا تھا اور ہر شخص کی نگاہیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں بلکہ تھوریئی کی آبادکاری کے بعد واقعتاً اس پر قبضہ ہوگیا۔ اور وہ ضلع سیرس کا تھا۔ استرابو نے جو بیان سیرتیس کی نوآبادی کا دیا ہے وہ قابل اطمینان نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ”انطاکوس کے قول کے مطابق جب تارنتیوں اور تھوریوں کے درمیان جنگ ہوئی تو اس میں تھوریوں کے ساتھ کلیاندریداس بھی تھا جو اسپارٹا سے بھاگ کر آیا تھا۔ اور دونوں فریقوں نے ایک عہد کیا جس کی رو سے دونوں نے مل کر ضلع سیرتیس میں ایک شہر کی بنیاد ڈالی جو عام طور پر تارنتی نوآبادی سمجھی جاتی تھی۔ جب یہ شہر ایک اور موقع کو منتقل ہوگیا تو اسے ہرقلیہ کہنے لگے“۔ دیودوروس نے بھی ان واقعات کا اعادہ کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ لڑائی ۴۴۴؁ ق م میں اور ہرقلیہ کی نوآبادی ۴۳۳؁ ق م میں قائم ہوئی۔ (اس کا آج کل پولی کورو نام پڑگیا ہے اور یہ دریائے اگری کے دہانے پر واقع ہے) ہرقلیہ تراخی نیہ کچھ عرصے کے بعد اسپارٹا آباد کیا جو خود تارنتم کا بھی مادر بلد تھا۔ استرابو میں ایک اور جنگ کا ذکر ہے جو ہرقلیہ کے قبضے کے لیے

۲؎ میتاپونتم کیلئے استرابو ۶، ۴، ۲۶ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

۳؎ ہرقلیہ کیلئے استرابو ۶، ۴، ۲۶ دیکھا جائے۔ دیودورس کہتا ہے کہ جنگ ۴۴۴؁ ق م میں اور ہرقلیہ کی آبادکاری ۴۳۳؁ ق م میں ہوئی۔ ہمیں ہرقلیہ کے دستور کے متعلق چند امور سے ان نوشتوں سے معلومات حاصل ہوئی ہیں جنھیں ”الواح ہرقلیہ“ کہتے ہیں اور جو چوتھی صدی ق م میں مرتب ہوئیں۔ لینورماں ”یونان عظمیٰ“ ۱، ۱۶۶۔

۴۱۵ تارنتیوں نے مساپیوں سے لڑی تھی؎۴ واضح ہو کہ اطالوی شہر قلیہ جن پر نہایت خوشنما سکوں کے سبب سے مشہور رہے ہیں ؛

ایک طرف تو سسلی اٹلی کی پانچویں صدی ق م کی تاریخ کے متعلق بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری جانب تاریخ تمدن کا ایک نہایت اہم واقعہ نظر انداز نہیں ہونا چاہیئے وہ یہ کہ یونان عظمے اور سسلی دونوں میں تھوریئی کی آبادکاری اور ایتھنزیوں کی کوشش کے باوجود دوریانی عنصر یونیانی پر فائق تھا ؛

دیودورس کہتا ہے کہ ۴۳۴ ق م میں تھوریئی کے باشندوں میں (جو مختلف یونانی نسلوں سے تھے) اس بات پر سخت اختلاف برپا ہوا کہ وہ کس بلدیئے کو اپنے شہر کا سرپرست سمجھیں؎۵۔ ایتھنزی اپنا استحقاق جتاتے تھے مگر تھوریئی کے پیلوپونیزی اس حق کو تسلیم کرنے کے لیئے تیار نہیں تھے۔ اور دونوں نے دلفی سے استفسار کیا۔ مگر وہاں سے یہ جواب ملا کہ دونوں میں سے ایک بھی سرپرست نہیں بلکہ اس شہر کا اصلی بانی دلفی ہی ہے چونکہ اس زمانے میں دلفی دوریانیوں کا ہم نوا تھا اس لیئے ایتھنز کو یہ عیاں ہو گیا کہ جو کچھ محنت اس نے اٹھائی وہ دراصل دوسروں کے مفاد کے لیئے تھی۔ اور جب کلیاندریداس اسپارٹا سے فرار ہوا اور تھوریوں نے اسے اپنا سپہ سالار اعظم منتخب کیا تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ (واضح ہو کہ اسی کلیاندریداس کے بیٹے گیلپوس نے محاصرہ سرقوسہ میں ایتھنزیوں کی کمر توڑ دی) + ایتھنز اور سرقوسہ کے تنازعات کے ابتدائی ایام میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تھوریئی ایتھنز کا طرفدار تھا۔ اور اگرچہ ایتھنزی نوآبادی نیم دوریانی تھی تو اس میں تو شبہ ہی نہیں کہ ہرقلیہ جو تارنتم کی گویا ایک شاخ تھی بدرجۂ اتم دوریانی تھا + غرض یہ ہے کہ پانچویں صدی ق م میں جو کوششیں ایتھنز نے اٹلی میں کیں

؎۴ استرابو ۶، ۲۸۰ + لورنتز دکھاتا ہے کہ کوئی مورخ اس لڑائی کے سال پر متفق نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ یونان عظمے کی تاریخ کیلیئے قابل وثوق حالات ملنا نہایت مشکل ہیں ؛

؎۵ تھوریئی کیلیئے دیودورس ۱۲، ۳۵ ؛

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سیبارس اور سیرس کے ایونیائی شہروں کی جگہ تھوریئی اور ہرقلیہ نے لے لی جو یا دو ریائی تھے یا کم از کم نیم دوریائی اور بحر ایونیہ پر صرف نیاپولس ہی ایسا رہ گیا جو ایتھنز کا طرفدار تھا[1]+ دوسری طرف بحر تیرھینیہ کے بلدیات کے سیاسی رجحانات کے متعلق ہمیں مطلق واقفیت نہیں اور ان کی تاریخ پردہ اخفا میں ہے۔ صرف یہ معلوم ہے کہ پانچویں صدی ق م کے نصف آخر میں کمپانیا کے سامنیوں نے کمپانیا کو مسخر کر کے سنہ ۴۲۱ ق م میں کیمے پر قبضہ کر لیا اور یہاں کے بہت سے باشندوں کو اپنا وطن چھوڑ کر نیاپولس میں (جسے اس صدی میں کسی دوسرے کی مدد کرنے کی قابلیت نہ تھی) پناہ لینی پڑی+ غالباً شہر ایلیہ کے کسی اور یونانی بلدیے سے تعلقات نہیں تھے۔ ہمیں اس کے متعلق محض یہ معلوم ہے کہ اس شہر کے ایک خود سر نے فلسفی زینو کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا+ اسی طرح پوسیدون کے نسبت بھی ہم کچھ نہیں جانتے+ جو عہد نامے ایتھنز نے اس نواح کے بلدیوں سے کیے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود تمام رکاوٹوں کے وہ اٹلی اور سسلی پر اپنا اثر قائم رکھنے سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ ان عہد ناموں کے متعلق بھی ہمیں نوشتوں اور جزوی کتبوں سے بہت ہی کم معلومات حاصل ہوئی ہیں اور یہ نوشتے بھی بہت کم تعداد میں ہم تک پہنچے ہیں+

۴۱۰

---

[1] نیاپولس دوران سیادت ایتھنز میں برابر وفادار رہا (طوسی دیدش ۷، ۳۳، ۵۷)+

[2] دیودوروس ۱۲، ۶+

[3] رہیگیوم کے ساتھ عہد نامہ "مجموعہ نوشتہ ہائے قدیم" ۱، ۳۳۔ = ہکس ۴۹ = ڈٹن برگر ۳۲۔ لیونتی نی کے ساتھ عہد نامے۔ "مجموعہ نوشتہ ہائے قدیم" ۴، ۳۳ (الف) = ہکس ۵۰ = ڈٹن برگر ۲۳+ مقابلہ کیا جائے طوسی دیدش ۳، ۸۶+ دونوں عہد ناموں پر اولمپیاد ۸۶، ۴ (سنہ ۴۳۳ ق م) میں دستخط ہوئے تھے+ استرابو (۵، ۲۴۶) سے ایتھنزیوں کی نیاپولس میں سکونت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ یہاں "مشعل دوڑ" کا تہوار دیوتیموس نے پارتھینوپے دیبی کے اعزاز میں قائم کیا تھا+ ہمیں چوتھی صدی ق م سے پیشتر مسالیہ کے حالات سے بہت کم واقفیت ہے۔ یہ ہمیں معلوم ہے کہ رومہ کا قاعدہ تھا کہ جو مال غنیمت اسے

مگر ایتھنز کو محض تدبرانہ طرزِ عمل سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا اور مناسب موقعہ ملتے ہی اس نے جبر و تشدد سے کام نکالنا چاہا + کورنتھ نے تمام پیلوپونیزی لیگ کو ایتھنز کے خلاف آمادۂ جنگ کر دیا تھا اور چونکہ مغربی سمندروں میں سرقوسہ ہی کورنتھ کی تجارت کا پشت پناہ تھا اس لیئے وہ ایتھنز کے بدن میں کانٹا سا چبھتا تھا اور آخرکار اس نے اپنے مغربی حریف پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا + مگر اس مہم میں ایتھنز کو ناکامی ہوئی اور اسی ناکامی کی وجہ سے اسے آخرکار جنگ پیلوپونیز میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا + ایتھنز کی شکست کے اس کے علاوہ اور بھی اسباب تھے۔ ایک تو ایتھنزیوں میں ایک خاص فطری میلان پایا جاتا ہے جو اسپارٹیوں میں نہیں ملتا۔ اسپارٹا میں شخص تادیب مملکت کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور اس کا عادی تھا کہ افسروں کے احکام کی تعمیل بلا تامل کیا کرے۔ اس کے برعکس ایتھنز میں ہر شخص کو آزادی حاصل تھی جس کا طویل پیرایہ نے فارقلیس کی زبان سے نہایت خوبصورتی سے ذکر کیا ہے۔ اور اسی آزادی کا باعث افراد میں ایک قسم کی کمزوری کے سے آثار نمایاں ہوگئے + مگر اس ظاہری تضاد سے بھی چند واقعات سمجھ میں نہیں آسکتے۔ مثلاً سرقوسہ میں ایتھنز سے بھی کم تادیب کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ مگر سرقوسہ کو فتح اور ایتھنز کو شکست ہوئی + اس سے بھی اہم سبب یہ تھا کہ ایتھنز اپنے شہریوں سے تو محبت آمیز برتاؤ کرتا تھا مگر دوسروں کے سامنے مطلق العنانی اور شخصیت کا اصول پیش کرتا تھا۔ اور مہمات سر کرنے کے وقت جن کے مقصد اور منشا کا تعین ایتھنز ہی کرتا تھا حلیفوں کو بلا چون و چرا سرِ تسلیم خم کردینا پڑتا تھا۔ اور یہ طرزِ عمل یونانی مدعائے حیات کے بالکل منافی تھا + حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی لیگ میں جو حلیف تھے ان کی حیثیت براہ راست یا بالواسطہ

۱۵۷

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اغالیہ کی مہموں میں حاصل ہوتا تھا وہ اسے مسالیہ کے ویلینی کے خزانے میں رکھتا تھا۔ اور اس سے دونوں کے باہمی تعلقات کا پتہ لگتا ہے۔ اور ان سکوں کی دریافت سے جنکا ذکر اس باب کے نوٹ میں کیا گیا ہے اسکے تعلقات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ لینورماں کے نزدیک یہ چھوٹے چھوٹے سکے فوکیہ کے ہیں ("سفرنامہ اپولیہ" ۲، ۳۹۶)

بالکل نو آبادیوں کی سی تھی۔ قدیم یونانی مملکتیں اس قسم کے محالفوں میں شریک ہونے سے گریز کرتی تھیں اور چونکہ انھیں ایتھنز کے جبر و تشدد سے ہمیشہ خوف لگا رہتا تھا اس لیئے وہ اسپارٹا ہی کی طرفداری کرنے لگتی تھیں۔ اور اسپارٹا کا طرزِ عمل یہ تھا وہ اپنے حلیفوں سے ہمیشہ صلاح لیتا اور ان کی طعن و تشنیع سنتا اور بعض مرتبہ بظاہر اور بعض مرتبہ حقیقتاً ان کی رائے کے سامنے اپنی رائے کا لحاظ نہ کرتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنزی لیگ میں جدت آفرینی تھی مگر اسپارٹا کا مقصد ہی یہ نہ تھا کہ کوئی نئی بات کرے بلکہ اس کی خواہش یہ تھی کہ موجودہ ادارات کی ہی حفاظت کی جائے اور اس مقصد کے لیئے پیلوپونیزی لیگ کے اصول ہی بالکل کافی و شافی تھے۔ بدیں وجوہ اگر اسپارٹا کے پاس (جس کی مشارکت کے اصول سے ہر فریق مطمئن تھا) عمدہ سپہ سالار ہوں یا ایتھنزی لیگ کی دسترس میں (جو اپنے حلیفوں کے لیئے ایک بارِ عظیم تھی) اچھے رہبر نہ ہوں یا کسی وجہ سے ان سے کام نہ نکل سکے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا تھا کہ ایتھنز کو ہی نیچا دیکھنا پڑے۔

ایک اور سبب بھی ایتھنز کے زوال کا ہوا۔ اور وہ یہ کہ اس نے دیگر قدیم مملکتوں سے آگے بڑھ کر ایک نئی تحریک کی پیروی کرنی شروع کی جو پانچویں صدی ق م میں پھیل گئی۔ ہم اس تحریک کے مطالب و مقاصد بیان کرنے کی کوشش کریں گے اور اس صدی کے آخری بیس سال میں یونان کی عام ذہنی حالت کا اندازہ کر کے اس پر بحث کریں گے۔

نوٹ باب ۲۵

۶۱۸

جو کچھ میں نے اس باب میں سسلی کی بابت لکھا ہے اس کے اسناد میری کتاب "قدیم سسلی کی تاریخ" جلد ۱ میں ملے گی۔ اس فہرست کے ضمیمے کی طور پر یہاں میں مغربی یونان کے سکوں کے حالات بیان کرتا ہوں۔ جو تاریخ تمدن کو اچھی طرح واضح کرتے ہیں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ جن نتائج پر ہیڈ، اِمہوف وغیرہ پہنچے ہیں ان میں کچھ اضافہ کر سکوں۔

مغربی یونان یعنی سسلی اور اٹلی کی یونانی نو آبادیوں کو ان کے درجے اور ابتدائی حالات کے لحاظ سے چند مجموعوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان مجموعوں کے سکوں کے اعتبار سے بھی ان کے خاص خاص امتیازات ہیں اور وہ مفصلۂ ذیل ہیں:۔

(۱) کیمے سے ناکسوس اور ہمیرا تک اٹلی اور سسلی کے خالکدیسی بلدیات؛

(۲) نشیبی اٹلی کے اکائیائی شہر جہاں تک سکوں کا تعلق ہے ان ہی شہروں کے ساتھ ہی کچھ عرصے کے لیے تاراس بھی شامل سمجھ لینا چاہئیے؛

(۳) تاراس اور ہرقلیہ؛

(۴) کمپانیہ کی بستیاں اور ہیئے لے (ایلیہ)؛

(۵) پانچویں صدی ق م کے اختتام تک سسلی کے شہروں کا مجموعہ؛

(واضح ہو کہ تاریخی حیثیت سے پہلا اور دوسرا مجموعہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں سے پہلے آتا ہے) + چونکہ ایٹروریہ کے سکے بھی یونانی سکوں کے تابع ہیں اس لیئے ان کا ذکر بھی کیا جائے گا؛

(۱) کیمے، رھیگیوم، زانکلے، ناکسوس اور ہمیرا میں ۹۲ گرین کے سکے پائے جاتے ہیں جو ائی گینا کے معیار کے دو درہموں کے برابر ہیں۔ اور یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ یہ خالکدیسی یعنی یوبیائی شہر بجائے یوبیہ کے معیار کا اتباع کرنے کے آئی گینا کے معیار کا اتباع کرتے ہیں۔ ہیڈ نے اس عجیب وغریب واقعے کا ذکر کیا ہے اور اس کی سمجھ میں اس کا یہ سبب آیا ہے کہ ان بلدیات کے اکثر مستعمرین یوبیہ سے نہیں آئے بلکہ ان کا اصلی وطن اقلیم یونان اور جزائر کیکلادیس (مثلاً جزیرۂ ناکسوس) تھے جہاں آئی گینا کا معیار مروج تھا (صفحہ xIix و صفحہ ۹۹)۔ یہ رائے بلاشبہ قابل لحاظ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اِمصوف کا یہ قول بھی پیش نظر رہنا چاہئیے کہ یہ سکے یوبیہ کے معیار کے چودرہموں کے تیسرے حصے کے (یعنی یوبیائی آٹھ ادبولیون کے) برابر ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ان شہروں اور کورنتھ کے تعلقات نہایت اچھے تھے اور کورنتھ

تیں یہ قاعدہ نہایت پسندیدہ تھا کہ وہاں کے ہر سکے کے تیسرے جزو کے چھوٹے چھوٹے سکے بنائے جائیں اور (خود وہاں کے استاتر کے تین حصے مروج تھے)۔ اسی لحاظ سے یہاں بھی اسی کا اتباع کیا گیا اور ان کا درہم ایک طرف تو دو کورنتھی استاتروں کی ایک تہائی کے اور دوسری جانب ایک آئی گینی درہم کے برابر ہے + بعض شہر ایسے بھی تھے جنھیں ویسے تو یوبیائی معیار کا اتباع کرنا چاہیے تھا (۴۱۹) تا ہم چونکہ کورکائرا میں آئی گینا کے معیار کا رواج تھا اور اس جزیرے اور مغربی بلاد یونان یعنی اٹلی اور سسلی کے قریبی تعلقات تھے (جن کا ذکر متعاقب کیا جائے گا) اور ساتھ ہی چونکہ کیفالے نیہ، زاکنتھوس اور ایلس میں بھی آئی گینا کے معیار کے مطابق سکے بنائے جاتے تھے اس لئیے ان بلدیات کے لیے بھی اسی معیار میں فائدہ تھا + لیمے، رھیگیوم، ناکسوس اور ہمیرا میں پانچویں صدی ق م کے ابتدا میں یہ معیار متروک ہو گیا +

(۲) اکائیائی نو آبادیوں میں جو معیار مروج تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ ان نو آبادیوں سے ہمارا مطلب، ایک تو سیرس، میتاپونتم سیبارس اور کروتون سے ہے پھر کاولونیہ اور ان نو آبادیوں سے جو مقدم الذکر بلدیات نے بحر ترھینیہ کے ساحل پر قائم کیں اور جن میں سے پکسوس کا تعلق سیرس سے پوسیدونیہ اور لاؤس کا سیبارس سے اور تیمیسا کا کروتون سے تھا۔ (ہیڈ ۸۰) + یہاں سکے چھٹی صدی ق م میں بنائے گئے تھے۔ یہ حجم میں نہایت پتلے ہیں اور ان پر ایک طرف ابھری ہوئی اور دوسری طرف بیٹھی ہوئی ایک ہی قسم کی علامت ہے۔ اور ان کا معیار کورنتھی ہے یعنی استاتر ۱۳۰ گرین کا اور چھوٹے درہم یعنی ثلث استاتر ۴۴ گرین کے ہیں۔ ہیڈ (صفحہ Ii) لینورماں کے اس خیال کو کہ ان سکوں پر فیثا غورثیوں کا اثر پڑا اتنا امتیاز دیتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ ان سکوں سے فیثا غورثی روابط کے اور اقتدار اور دائرۂ اثر کا پتہ چلتا ہے مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے سکے سیبارس میں بھی بنائے جاتے تھے اور اس شہر کو فیثا غورثیوں سے کوئی تعلق نہیں تھا تو ہم اس خیال کو مسترد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں + مجھ میں اور ہیڈ میں ایک اور امر میں اختلاف ہے۔

چونکہ ان بلدیات کے سکوں کا معیار کورنتھی تھا اس لئے ایسے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سیبارس اور ملطہ کی تجارت کا راستہ خاکنائے کورنتھ ہو کر تھا۔ مگر ملطہ سے جو مال سیبارس جاتا تھا وہ یہاں ہو کر نہیں جاتا تھا (صفحہ Iii) از صفحہ Ii پر وہ خود ہی کہتا ہے کہ ملطہ کے تجار سیبارس پر اپنا سامان اتارتے تھے۔ گویا اس کا یہ خیال ہے کہ ملطی تاجر تو براہ راست سیبارس جاتے تھے مگر سیبارسی لیخائیوم پہنچ کر اپنا اسباب وہاں بار کرا دیتے تھے، ہم اس طرز عمل کی منطق سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جو ملطی سیبارس آتے ان کا مقصد یقیناً یہ ہی ہوتا ہوگا کہ انہیں اپنے جہاز خالی واپس نہ لے جانا پڑیں بلکہ ان پر اٹلی کا اسباب ایشیا لے جائیں اور ان کی خواہش ہرگز یہ نہیں ہوتی ہوگی کہ جو مال و اسباب وہ لے کر چلے ہیں اسے ان کے بجائے کورنتھی ایشیا پہنچائیں + اس کے علاوہ یہ مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ سیبارسی کورنتھ جاتے بھی تھے یا نہیں۔ موجودہ تحقیقات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ ملاح گری نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا کام صرف یہ تھا کہ بحر ایونیہ اور بحر تیرھینیہ کے درمیان خشکی کے راستے سے تجارت کریں + اصل یہ ہے کہ اکائیائی بلدیات میں صرف اس وجہ سے یوبیائی کورنتھی معیار کا رواج ہوا کہ ابتدا میں اکائیائی کورنتھی جہازوں میں ہی اٹلی آئے۔ اور بعد میں سوائے سیبارس کے باقی تمام اکائیائی بلدیات نے کورنتھ سے تعلقات قائم رکھے مگر سیبارس نے یہ تعلقات منقطع کر دئیے اور براہ راست ملطہ سے تعلقات قائم کر کے گویا وہ کروتون کا مدمقابل ہو گیا + ابتدا میں فیثاغورث ساکن ساموس کروتون آیا تھا اور کروتون اور کورنتھ کے تعلقات نہایت گہرے تھے + ان تمام اسباب کی بنا پر جب ہم کورنتھی معیار نشیبی اٹلی میں مروج پائیں اور اس پر استدلال کرنا چاہیں تو ہمیں چاہئیے کہ اپنے دائرہ نظر سے سیبارس کو بالکل خارج کر دیں۔ اور ایسی صورت میں ہمیں اس نتیجے پر پہنچنا پڑے گا سیبارس کا زوال کورنتھ، ساموس اور کروتون کے تجارتی مقابلے کی وجہ سے ہوا + چھٹے سکے جن میں ایک طرف بیٹھی ہوئی عبارت ہے رھیگیوم میں بھی پائے جاتے ہیں (ھیڈ ۹۲) اس کے برعکس تھوریئی کے سکوں کے ثلث مضروب کئے گئے اور ان کی شکل معمولی ہے (ھیڈ ۱۷) +

صفحہ (۴۲۰)

(۳) تاراس اور ہرقلیہ کے سکے تیسری قسم میں رکھے جاسکتے ہیں تارنتم کا ابتدائی معیار تو اکائیائی ہی تھا مگر بعد میں اس نے اسے چھوڑ دیا اور ایتھنز کی طرح اپنے یوبیائی کورنتھی اٹیکائی استاتر کو (جو بجائے ۱۳۰ گرین کے ۱۲۵ گرین کا تھا) دو دراہموں میں تقسیم کیا۔ اور ہرقلیہ نے بھی جو تارنتم ہی کی نوآبادی تھی اسی اصول کا اتباع لیا (ہیڈ ۵۹)۔

(۴) کمپانی بلدیات نے اپنا معیار کئی مرتبہ تبدیل کیا۔ رہگیوم، زانکلے، ناکسوس اور ہمیرا سے کیمے کے تعلقات بہت گہرے تھے اور اس نے (عام خیال کے بموجب) آئی گینا کا معیار رہا (امہوف کی رائے کے مطابق یوبیہ کا معیار اختیار کیا مگر اس کے ساتھ ہی تہائی استاتر کے سکے ڈھالے۔ مگر قریب ۴۹۰ق م میں ان تمام شہروں نے سرقوسہ کے اثر میں آکر یوبیائی اٹیکائی معیار اختیار کر لیا اور نصف استاتر کے سکے ڈھالنے لگے اور ان کے اور کیمے کے تعلقات بھی برابر قائم رہے۔ مگر صورت حال میں پھر بہت جلد تبدیلی ہوگئی اور بجائے جنوبی خالکیدیسی شہروں کے ہیپے لے کا اثر غالب ہوگیا۔ ہیپے لے فوکائیہ کی ایک نوآبادی تھی اس کا استاتر ۱۱۸-۱۱۵ گرین کا تھا۔ اور چونکہ اٹیکائی استاتر کا وزن ۱۳۰ گرین تھا اس لیئے یہ استاتر گویا فنیقی استاتر کے تقریباً ہم وزن تھا۔ اور پانچویں صدی ق م میں پوسئیدونیہ اور کمپانی بلدیات کیمے و ر نیاپولس نے بھی اس کا اتباع کیا۔ دریائے رہون کے دہانے کے قریب اسپین میں چند نہایت چھوٹے چھوٹے سکے پائے گئے ہیں اور یہ اور دولیترا کے سکے فوکائیہ کے معیار کے مطابق ہیں اور ان سے مسالیہ کے تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ مسالیہ کے بڑے سکے ۳۵۰ق م تک نہیں ڈھالے گئے (ہیڈ ۔ ۷)۔ نیاپولس، لولا، ہیپے لے اور تھوریئی کے سکوں میں پالاس کی شبیہ بنی ہوئی ہے اور اس کے سر پر ایک ایتھنزی خود ہے اور بیلوخ کی یہ رائے ہے کہ یہ دراصل اس زبردست سیاسی اثر کا کرشمہ ہے جو ایتھنز کا ان بلدیات پر تھا۔ مگر بعض ایسے بلدیات بھی ہیں جہاں ایتھنزی اثر کا تو پتا بھی نہیں مگر ان کے سکوں پر پالاس کی شبیہ ہے۔ پوسئیدونیہ کی حالت بالکل جداگانہ ہے (ہیڈ ۶۷)۔ اول تو اس نے اکائیائی طرز کے

سکے (جن میں ایک طرف نبت اور ایک طرف عمق تھا) ڈھلے مگر معیار فوکائیہ کمپانیہ کا رکھا۔ (یعنے اس کے استاتر کا وزن ۱۱۸ گرین تھا) اس کے بعد اس نے موٹے سکے بنانے شروع کیے مگر اکائیائی طرز پر تہائی استاتر مضروب کیے اور پورا استاتر ۱۲۶ گرین کا اور تہائی ۴۲ گرین کا رکھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پوسیدونیہ کا تجارتی راستہ خشکی پر ہو کر تھا یعنی اٹلی میں ہو کر سیبارس اور تھوریئی کو اور دریائے سلاروس اور سارنوس ہو کر نیاپولس کو ۔

صفحہ (۴۲۱)

(۵) قریب ۴۹۰ ق م میں سسلی کے خالکدیسی بلدیات نے یوبیائی اٹیکائی معیار اختیار کیا جو اس وقت تک صرف سرقوسہ میں رائج تھا۔ رہیگیوم نے بھی سسلی کے بلدیات کا اتباع کر کے اسی کے مطابق سکے ڈھالنا شروع کر دیئے ۔

(۶) اب اٹرودریہ کا ذکر باقی ہے۔ ہیڈ (صفحہ ۱۲۷) کہتا ہے کہ یہاں سکوں کے دو معیار رائج تھے۔ اور ایک کے مطابق ۲۶۰، ۱۳۰، اور ۶۵ گرین کے اور دوسرے کے مطابق ۳۵۴، ۱۷۷، اور ۸۸ گرین کے سکے ڈھالے جاتے تھے ظاہر ہے کہ مقدم الذکر تو یوبیائی اٹیکائی معیار تھا۔ دوسرے معیار کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ ایرانی الاصل تھا اس لیئے کہ اٹروریہ اور ایران کے تعلقات بہت اچھے تھے اور ایک کا دوسرے پر اثر پڑنا بعید از قیاس نہیں۔ مگر ہیڈ کا خیال ہے (اور بے شبہ یہ درست ہے) کہ یہ معیار آئی گینا کا تھا اور اس کا اثر کورکائرا ہو کر اٹلی پہنچا ہوگا۔ کورکائرا نے یہ معیار غالباً اس لیئے اختیار کیا تھا کہ اس سے اور کورنتھ سے رقابت تھی اور اس کی خواہش تھی کہ ان یونانی ریاستوں کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھے جہاں آئی گینا کا معیار رائج الوقت تھا۔ یہی معیار تھسلی، ایلس، کیفالے نیہ اور زاکنتھوس میں اور کورکائرا کی نوآبادیوں یعنی اپولونیہ اور ایپی دامنوس میں بھی رائج تھا۔ مگر اکارنانیہ، اناکتوریوم اور لیوکاس کورنتھ کے زیر اثر تھے اور وہیں کے معیار کا اتباع کرتے تھے۔ حال کی تحقیقات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے کہ کیلٹ قوم کا اقتدار وادی پو میں بڑھے کورکائرا اور اٹروریہ کے تعلقات (بواسطۂ ہین وسینا قائم ہو چکے تھے

... ... سکوں کا معیار وہاں رائج کیا۔ بدیں وجوہ اٹرؤریہ کی ... متعلق اگر کوئی تحقیقات کرنا ہو تو دیگر ذرائع کو پیش نظر رکھ کر اور ان نتائج کا لحاظ کر کے جن پر ہم سکوں کے مطالعے سے پہونچتے ہیں ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اٹرؤریہ اور یونان کے تعلقات کے چار مختلف ذرائع تھے :-

(۱) براہ بحر سسلی اور خصوصاً سرقوسہ سے تعلقات جس کی وجہ سے یہاں سکوں کا معیار اٹیکائی یوبیائی ہوگیا (۲) براہ راست اٹرؤریہ اور ایتھنز کے تعلقات (۳) بری راستے سے کورکائرا کے ساتھ تعلقات اور (۴) سمندر اور خشکی کے راستے لوسیڈونیہ ہو کر سیبارس اور ملطہ سے تعلقات ۔

ان ممالک کے سکوں کا تفصیلی مطالعہ اس لیے سودمند ہے کہ اس علم سے تاریخ تمدن نہایت واضح ہو جاتی ہے۔ اٹرؤریہ کے سکوں کے متعلق دے ایکے کی کتاب "تحقیقات متعلق اٹرؤریہ" (۱۸۷۶ ، ۱) دیکھنی چاہیے۔ لینورماں نے اپنی کتاب یونان مطلعے ۲، ۳۴۳ میں جن لوکریسی سکوں کا ذکر کیا ہے ان کا وجود نہیں۔

باب (۲۶)

صفحہ ۴۴۴

علوم جدیدہ

پانچویں صدی ق م میں یونانی قوم کے اصول حیات میں ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہوتا ہے اور اس کے افراد میں یہ خواہش موجزن ہوتی ہے کہ ہر اس مضمون کی جس سے بنی نوع انسان کو کسی قسم کا لگاؤ ہو آزادانہ تحقیقات کریں اور اس میں کسی بالائی اقتدار کو مطلق دخل نہ ہو۔ وہ اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ یہ خیال صرف واہمے اور نظریے تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اس کا اثر حکومت کے ہر ایک شعبے پر پڑ جائے اور اس میں وہ کم و بیش کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ یہ بات اس قوم کی خصوصیات میں داخل تھی کہ وہ محض نظریے کو بہت جلد عملی جامہ پہنا دیتے

تھے۔ اس کے کئی سبب تھے۔ یونانی طبعاً جدت پسند تھے اور ان کے مذہب میں عقائد کو مطلق دخل نہ تھا۔ دوسرے چونکہ یونان میں متعدد خود مختار مملکتیں تھیں اسلیئے اگر کسی شخص کے خیالات کی کوئی مملکت روادار نہیں ہوتی تھی یا وہ اپنے بلدیئے میں اپنی خواہشات کی تکمیل نہیں کر سکتا تھا تو وہ فوراً کسی اور جگہ پناہ ڈھونڈ لیتا تھا اور اپنے خیالات وہیں سے پھیلانے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔

اس زمانے سے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں بہت پیشتر ہی یعنی چھٹی صدی ق م سے ہی آزادانہ تحقیقات کا خیال پیدا ہو چلا تھا۔ مگر یہ خیال صرف ایک ضلع یعنی ایونیہ تک ہی محدود تھا اور اس وقت تک اس کا اثر خاص ارض یونان تک نہیں پہنچا تھا بلکہ خود ایونی فلسفیوں نے اپنی توجہ صرف آثار قدرت و قوانین فطرت کیطرف مبذول کرنا کافی سمجھا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس ابتدائی دور میں بھی حکمت عملی و اخلاقیات کے اصول مدون ہو چکے تھے مگر بجائے اس کے کہ انھیں تحقیقات کا نتیجہ بتایا جائے تحکم کا جامہ پہنا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد یونان کے عقلائے سبعہ اور کاہن ڈیلفی نے وقتاً فوقتاً چند قواعد پیش کیئے مگر انھوں نے بھی ان کی حقیقت بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی اور نہ صرف ان قاعدوں کا مظاہرہ بلکہ بعض مرتبہ تو ان کے مفہوم کا تعین تک سامعین کے فہم و ادراک پر چھوڑ دیا۔ اب پانچویں صدی ق م میں لوگ ایک قدم اور بڑھے اور عملی زندگی کے نظری اصولوں کی تحقیقات کرنی شروع کی۔

صفحہ (۴۲۴)

یہ تحقیقات اور اس کا عملی اطلاق دو نئے علموں کے ذریعے سے ہوا۔ ایک علم خطابت اور دوسرا سوفسطائیات لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر بالفرض ابتدا میں موخر الذکر "علم" کے لقب کا اہل بھی تھا تو بھی اس نے بہت جلد اپنی تفرد کی حیثیت کھو دی[1] اور چند روز کے زور و شور کے بعد بالکل نابود ہو گیا۔ مگر خطابت اسوقت تک

[1] اٹیکائی علم البیان کے لیئے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ کیا جائے:۔ بلاس: "اٹیکا کا علم الترغیب" جلد ۱۔ اشاعت ۲۔ لائپزگ ۱۸۸۷ء۔ فولکمان: "یونانیوں اور رومنوں کا علم البیان" اشاعت دوم۔ لائپزگ ۱۸۸۵ء۔ فولکمان کا مضمون ا۔ میولر کی بیاض جلد ۲ (نورڈلنگن ۱۸۶۵ء)
سوفسطائیات کی تاریخ کے لیئے مفصلۂ ذیل کا مطالعہ سود مند ہوگا:۔ تسیلر: "فلسفۂ یونان" جلد ۱

ایک علم کا درجہ رکھتا ہے۔ خطابت کا مفہوم سمجھنے کے لیے کسی تشریح کی ضرورت نہیں ہے سوفسطائیات سے ایک خاص قسم کا ذہنی فلسفہ مراد ہے جو حکیم سقراط سے پہلے پانچویں صدی ق م میں رائج تھا اور جس میں عملی موضوعات پر بحث کی جاتی تھی۔ ابتدا میں تو ان دونوں علوم میں بہت سی باتیں ایک سی تھیں اور دونوں کے ماہروں نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ محض اصول تعلیم سے انسان عملی کاموں کے لیئے تیار ہو سکتا ہے بلکہ اصولی تعلیم عمل محض سے بہتر ہے۔ اس خیال سے ہم آج کل بھی ایک حد تک

(۱) بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور اس کا مضمون پاؤلی کے مجموعے (جلد ۵، ۱) گیل "سوفسطائیوں کی تاریخ" (اوٹر خٹ ۱۸۲۱ء۔ ایڈ م ہاؤ ٹر "سوفسطائیوں کا اقتدار" اوٹر خٹ ۱۸۴۳ء "سوفسطائیوں اور فصحا کے مزید حالات معلوم کرنے کے لیئے "مشل" "تاریخ ادبیات یونان" (۲، ۱۲ وغیرہ) دیکھی جائے جس میں دیگر تصانیف کا حوالہ بھی دیا ہوا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ فصحا اور سوفسطائیوں کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں ان میں افلاطون کی مخالفت کی وجہ سے تعصب کی جھلک پائی جاتی ہے افلاطون ("پروتاغورس" ۳۴۹) کے نزدیک پروتاغورس سب سے پہلا سوفسطائی تھا۔ اور اسی نے سب سے پہلے تعلیم کا معاوضہ لیا اور خود اپنے آپ کو "سوفسطیس" کا لقب دیا (مشل ۲، صفحہ ۱۴) اس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ لوگوں کی حالت پہلے سے درست کر دیگا" اور معاملات خانگی اور معاملات عامہ کے سمجھنے کی قابلیت پیدا کر دیگا۔ اس نے صرف و نحو کا مطالعہ کیا اور اس کی عادت تھی کہ ایک قضیہ کو لیتا اور پہلے تو اسے ثابت کرتا اور پھر اسی کو رد کر دیتا۔ اس دور کی ذہنی اور عقلی تیزی کا سب سے پہلا اثر یہ ہوا کہ لوگ ہومر کی تصانیف کی تاویلیں کرنے لگے۔

ہپیاس ساکن ایلیس کے لیئے مشل (۲، ۲۹) اور اس کی علمی قابلیتوں کے لیئے افلاطون کی کتاب "ہپیاس" ۳۶۸ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس نے آواز کی خصوصیات کا مطالعہ کیا۔ مشل (۲، ۳۱) کہتا ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے گھر میں بند ہو کر تعلیم حاصل کی اور جسے کتاب کا کیڑا کہا جا سکتا ہے۔ مگر اس کا خیال درست نہیں ہے اس لیئے کہ ہپیاس کبھی کبھی عوام کے سامنے بھی آجاتا تھا۔

ویلکر کی رائے میں جزیرہ کیوس کا باشندہ پروڈیکوس سقراط کا پیشرو تھا ("تحریرات مختصر" ۲)۔ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ خوبصورت جملے استعمال کرے بلکہ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکلے وہ معناً بالکل صحیح اور درست ہو۔ (اس کیلیئے کرشل ۲، ۲۶ وغیرہ دیکھا جائے) +

متفق ہیں فرق یہ ہے کہ ہم آج کل یہ کہتے ہیں کہ اصولی تعلیم کی کسی خاص شعبے کی تحقیقات و تجسس کے لیئے ضرورت ہے۔ در آنحالیکہ فصحائے قدیم اور سوفسطائی اپنے نظریئے کی بالکل مختلف تاویل کرتے تھے اور ان کا قول تھا کہ چند عام قواعد منضبط کردیئے جائیں جو ہر مخصوص صورت حال سے مطابقت کرسکیں عقل اور ادراک کا جوہر ہی یہ ہے کہ انسان عمدہ اور خوبصورت الفاظ استعمال کرے۔ اور ان کی بنا اعلیٰ اور ارفع خیالات پر ہو۔ یہ فرقہ عوام الناس میں بیحد مقبول ہوگیا اس لیئے کہ اُس نے لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا کردیا کہ اس مخصوص طریقے کے اتباع سے ہر شخص کو کامیابی حاصل ہوسکتی ہے اور یہی ان کا مقصد تھا۔ ان خیالات کا اظہار سب سے پہلے ایلیس کے سوفسطائی ہپیاس نے کیا۔ اس کا قول یہ تھا کہ وہ نہ صرف مملکتوں کے طرز حکومت کے راز سے واقف ہے بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کس طرح ممکن ہے۔ اور اولمپیا کے میلے کے موقعے پر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ جو کچھ بھی وہ پہنے ہوئے ہے یعنی اس کا لباس، اس کے جوتے اور اس کی انگوٹھی وہ سب اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ گو بظاہر اس کا بھی اصول معلوم ہوتا ہے جو لفاظوں اور نیم حکیموں کا ہوتا ہے مگر اس میں بھی ایک قسم کی تعلی پائی جاتی ہے۔ اور اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں جو بنی نوع انسان بلکہ ہر ایک فرد کی دسترس سے باہر ہو۔ صرف شرط یہ ہے کہ جو قوتیں فطرت نے عطا کی ہے انھیں عمدہ تعلیم کے ذریعے سے ترقی دی جائے۔ اس طرح سوفسطائیوں نے یہ امید دلائی کہ نظری تعلیم کے ذریعے سے ہر انسان کو کامیابی حاصل ہوسکتی ہے اور اگر وہ سنے اور سیکھے تو وہ ہر فن میں ماہر بن سکتا ہے اور اس خیال سے لوگوں کو تعلیم کا ایک طرح کا خبط سا ہوگیا۔ چونکہ ہمارے زمانے میں بھی عوام الناس کے فائدے کے لیئے بے شمار تقاریر کی جاتی ہیں اور کتابیں لکھی جاتی ہیں اس لیئے ہم اس تحریک کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

۴۲۵

اس تحریک کے جو رہبر خود کو ماہران فصاحت کہتے تھے وہ تو فصاحت کی تعلیم دیتے تھے اور جن کا لقب سوفسطائی تھا وہ گویا عقل و فراست سکھاتے تھے مگر یہ فرق محض نظری تھا اور اصل میں دونوں میں کوئی حقیقی امتیاز نہیں تھا اسلیئے

کہ دونوں کا مقصد یہی تھا کہ زندگی کے ہر شعبے میں عملی قابلیت پیدا کی جائے۔ بلکہ چند خاص مستثنیات کے علاوہ اکثر یہ ہوتا تھا کہ وہی اشخاص جب فصاحت کا درس دیتے تھے تو خطبا کہلاتے تھے جب سوفسطائی اصول بتاتے تھے تو انھیں سوفسطائی کہتے تھے اور دونوں کے نزدیک کسی موضوع کا علم ایک محض ثانوی امر تھا۔

اس دو عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل خطابت بہ نسبت حقیقت کے محض ظاہری صورت حال کی طرف متوجہ ہونے لگے بلکہ سوفسطائی بھی بجائے عقل و فراست سکھانے کے ایسی تعلیم دینے گئے جسکا نتیجہ یہ تھا کہ عوام کی آنکھیں خیرہ اور عقلیں مبہوت ہو جاتی تھیں حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں تو سوفسطائیت اور فلسفے میں بھی فرق نہ تھا اور پہلا شخص جس نے اس کی برائیاں ظاہر کر کے اس سے جنگ زرگری شروع کی حکیم سقراط تھا۔ سوفسطائیت اور خطابت دونوں کا اولین مقصد نہیں تھا کہ صرف ظاہری خوبصورتی پر قناعت کی جائے بلکہ دونوں کی غایت یہ تھی کہ عملی کامیابی کا راز بتایا جائے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ عملی کامیابی اکثر محض ظاہری حیلہ سازیوں سے حاصل ہو جاتی ہے پر ودیکوس ساکن جزیرہ کوس کی مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ خطبا اور سوفسطائی دونوں اس موقع کی تاک میں رہتے تھے کہ اوروں پر سبقت لے جائیں اور اس میں شک نہیں کہ اس نے ہرقلیس کی پسند کی جو تشبیہ دی اس کا لوگوں پر بہت عمدہ اثر ہوا ہوگا۔ یہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بلاغت اور سوفسطائیت دونوں علموں کی بنیاد فلسفے پر تھی اور اگر ہم ان دونوں کی ماہیت اور اہمیت سمجھنا چاہیں تو ہمیں اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

صفحہ (۴۲۶)

ہم اس سے واقف ہیں کہ یونانیوں نے فلسفہ ذہنی سے پہلے فلسفہ طبیعی کا مشاہدہ کیا اور ان دونوں مدارج کے درمیان جو ارتقائی کیفیت پیدا ہوئی اسکا ممد و معاون ایلیائی مذہب تھا جسکا موجد زینو فانیس تھا[1]۔ زینو فانیس کا شاگرد پارمنڈیس

[1] ایلیائیوں کے لیے تسیلر کی کتاب "فلسفہ یونان" (جلد ۱) اور ہسٹل (۲۲/۲) کا مطالعہ کیا جائے۔ زینو کے متعلق یہ دعوے کیا جاسکتا ہے کہ اس نے ادبی مکالمے کے لئے راستہ صاف کر دیا ہسٹل (۲/۱۲۷)۔

ساموس کے باشندہ میلی سوس کے تصانیف میں بھی زبانی نقائص پائی جاتی ہے۔ وہ

ساکن ایلیا تھا جس نے جملہ موجودات کی وحدت کے تخیل پر بہت زور دیا مشاہدۂ کائنات سے اس کا خیال ہوا کہ تبدیلی اور انحطاط بالکل ناممکن ہیں۔ اور اس نے دعویٰ کیا کہ تمام مشاہدات اور موجودہ ہیولات کا احساس اصل صحت پر مبنی نہیں ہیں۔ اسکے نزدیک کسی چیز کا وجود اور اس پر غور دونوں بالکل ایک ہی چیز ہیں مگر جن موضوعات پر اس نے غور کیا ان کی حقیقت کے مطالعہ کو نہیں چھوڑا۔ اس کے نزدیک گرمی کا وجود تھا سردی لاوجود تھی اور سردی کو وہ لاوجود محض تصور کرتا تھا۔ زینو بھی ایلیا کا ہی باشندہ تھا اور پارمندیس سے ذرا چھوٹا تھا اور اس کے اقبال کا زمانہ اولمپیاد ۸۰ یعنی ۴۶۰ قم ہے۔ اس کی اسلئے شہرت ہوئی کہ اس نے اس ایلیائی اصول کے ثبوت میں کہ تبدیلی کا وجود نہیں یہ دلیل پیش کی کہ اعداد و مقادیر اور حرکت کے تخیلات بالکل خلاف عقل ہیں اسی لئے قدما کا خیال ہے کہ اس نے منطقی استدلال کا طریقہ اختراع کیا ہے اور یہ ہی سوفسطائیت اور خطابت کا جزو اعظم ہے۔ اسنے اکیلیس کی جو تمثیل پیش کی وہ اس لئے مشہور ہوگئی کہ اس میں یہ اصول پیش کیا گیا کہ اگر ایک گھونگے کو بہت آگے بڑھا کر کھڑا کر دیا جائے تو ایک تیز رو سوار بھی اسے نہیں پکڑ سکتا۔ اس دلیل اور بعض دیگر دلیلوں سے جو زینو کی طرف منسوب کیجاتی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے حرکت سے صریح واقعے کو خلاف واقعہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ اگر حرکت خلاف واقعہ ثابت ہو جائے تو پھر کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہجاتی جو اس منطق سے رد نہ کی جا سکے۔ اس کے بعد سوائے فلسفی کی طباعی کے باقی کسی چیز کا تیقن ناممکن ہو جائیگا اور سوفسطائیت کا مقصد پورا ہو جائیگا کہ اس علم کے ماہروں کی قابلیت کا سکہ جم جائے۔ صفحہ (۳۲۷)

سوفسطائیوں نے ایک طرف ایلیائیوں میں سے ایک ممتاز فرد کے طرز استدلال سے فائدہ اٹھایا اور دوسرے طرف سے ہرقلیطس کے اصولوں سے (جو ایلیائیوں کے اصولوں کے خلاف تھے) اسے بہت مدد ملی۔ ہرقلیطس کا قول تھا کہ ہر چیز میں پے در پے تغیر و تبدل ہو رہا ہے اور کسی چیز میں استقلال و ثبات

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ فسطاقلیس سے بھی واقف تھا اور ۴۴۰ قم میں ساموسی بیڑے کا سپالار تھا (رسل ۲۷۲ ۲۷۲) پارمندیس نے اپنے اصول مسدس الوزن بحروں میں پیش کئے۔

نہیں ہے۔ اس سے چالاک خطیبوں اور سوفسطائیوں کو ایک ایسا اصول مل گیا جسکا یقین اگرچہ ان کے اصول کی طرح مشکل سے آسکتا تھا لیکن جس کے رو سے وہ ہر چیز کی جیسی ماہیت چاہتے پیش کر سکتے تھے۔ اسی نصب العین پر عمل کرنے سے پروتاغورس ساکن ابدیرا جس کی سوفسطائیوں میں ایک ممتاز حیثیت تھی اپنے نتائج پر پہونچا اور یہ مشہور اصول پیش کیا کہ انسان ہر چیز کا گویا مقیاس ہے اور ہر چیز ویسی ہی ہے جیسی اسے نظر آتی ہے۔ اس استدلال سے ایک اور نتیجہ نکلتا ہے کہ اچھے برے، صحیح غلط کا کوئی قطعی معیار نہیں۔ اگر پروتاغورس چاہتا تو مشہور خطاب گورگیاس کی طرح جو اسکا ہمعصر تھا ایلیائی تعلیم سے بھی اسی قسم کے نتائج اخذ کر سکتا تھا۔ ایلیائیوں کا قول تھا کہ جن خیالات سے ادراک پیدا ہوتا ہے وہ موجودات کے مطابق نہیں ہوتے پروتاغورس ابتدا میں تو ایتھنز ہی میں رہا مگر ایتھنزی اوس کی سوفسطائیت یا خطابت سے نالاں نہیں ہوئے بلکہ اس کے فلسفے میں ایجاد کی بو پائی جاتی تھی اس لیئے اسے شہر بدر کر دیا۔ وہاں سے وہ سسلی گیا اور اس جزیرہ کو اپنا وطن بنا لیا جہاں غالباً ستر برس کی عمر میں ۱۱۱ ق م میں اس کا انتقال ہوگیا۔

گو پروتاغورس مشرقی یونانی یعنے تھریسی نژاد تھا اور اس خطے میں بعض نہایت مشہور و معروف آدمی مثلاً یایونیوس پولیکنوتوس آلکامینیس اور دیمقراطیس پیدا ہوے اور خود طوسی ویدش کا بھی کچھ عرصے کے لئے یہ ہی مسکن رہا۔ مگر اسنے اپنی عمر کا معتد بہ حصہ بلاد مغرب میں بسر کیا جو اُن فنون جدیدہ کا گویا ایک قدرتی گہوارہ تھا جن کی فن خطابت نے تشکیل کی تھی۔ اور جن یونانیوں نے سوفسطائیت اور خطابت میں نام پیدا کیا ہے اس میں سے گورگیاس ساکن لیون تی نی اور پولوس ساکن اکراگاس اسی جزیرے کے باشندے تھے مگر مشہور آفاق پروڈیکوس ایتھنز کے قریب جزیرہ کیوس کا رہنے والا تھا۔ غرض یہ ہے کہ فن خطابت گویا سسلی کا ہی حصہ تھا۔ (صفحہ ۴۲۸)

سسلی کے یونانیوں میں تیز طبعی کوٹ کوٹ کر بھری ہوی تھی۔ پانچویں صدی ق م کی ابتدا تک جو عناصر اس جزیرے میں فن خطابت کی ترقی میں

ممد ومعاون ہوے وہ تین تھے یعنی شعر گوئی کا خاص انداز جو یہاں مروج تھا، دوسرے فلسفہ جسکی یہاں تعلیم وترقی ہوتی تھی اور یہ ہماسنکے بلدیات کے سیاسی حالت۔

سروریہ نویسی کا موجد جزیرہ کوس کا باشندہ اپی خارموس تھا اور سروریہ عام طور پر سسلی میں نہایت مقبول ہوا۔ اپی خارموس کی تصانیف فلسفی خیالات سے پر تھیں اور قدما کا بیان ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے سوفسطائی خیالات کا استہزا کر کے نتیجہ اخذ کیا۔ گویا کہ سسلی والے ہئے رون کے زمانہ میں بھی لفظ "سوفسطائی کے پہلوئے ذم سے واقف ہو گئے تھے اس استہزا کو تخیل شاعرانہ کا لقب دیا جاتا تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ کل یہ شخص نہیں تھا جو آج ہے اسلئے ہر شخص جس نے کسی سے روپیہ قرض لیا ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ گذشتہ چوبیس گھنٹے میں اس کی شخص میں تبدیلی ہو گئی ہے اسلئے قرض ادا کرنیکی ضرورت نہیں۔ چونکہ فلسفی اپی دوکلیس سروریہ نویسی کے موجدوں میں ہے تھا اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سروری ناٹک بھی فن خطابت کی ترقی میں معاون ہوئی۔ اس ضمن میں یہ بیان کرنا باقی ہے کہ سسلی کی طرز معاشرت سے بھی فن خطابت کو جس میں سوفسطائیت کا عنصر غالب تھا فائدہ پہونچا۔

علم البیان کا پہلا استاد سرقوسہ کا باشندہ کوراکس تھا جو ہئے رون کے عہد حکومت میں ہی شہرۂ آفاق ہو گیا تھا۔ اور جب ۴۶۶ق م میں سرقوسہ سے تھراسی بولوس کا اخراج ہوا اور آزادی کا ایک نیا دور پھر شروع ہوا تو اس کی شہرت اور بھی بڑھ گئی۔ چونکہ سرقوسہ کے ارتقائی کیفیت کی وجہ سے کسی بات میں استحکام نہ تھا اسلئے کوراکس کو یہ موقع مل گیا کہ وہ قانون اصول ملکیت کے مسائل پر تقریر کر کے اپنے قابلیت کے جوہر دکھائے اور اوس نے یہ تہیہ کیا کہ جو شخص اس سے کامیابی کے اصول دریافت کریگا اسے وہ بخوشی بتا دیگا یعنی علم البیان کی تعلیم دیگا۔ یہی اس نئے علم کے اصول کا پہلا اطلاق تھا کہ استاد کی تعلیم سے کامیابی لازم ہو جاتی ہے۔ اس کا خاص شاگرد تیاس تھا۔ تیاس نے یہ وعدہ کیا جب اسے فن بلاغت میں دستگاہ ہو جائیگی یعنی جب وہ تقریر کرنے میں ماہر ہو جائیگا تو اسوقت معاوضہ تعلیم ادا کر دیگا۔ مگر جب درس ختم ہو گیا تو اسنے روپیہ دینے سے صاف انکار کیا اور

صفحہ (۴۲۹)

اپنے استاد سے کہا کہ اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف باضابطہ مقدمہ دائر کر سکتا ہے
اور مقدمہ دائر ہونے کے بعد عدالت میں یہ بحث کی کہ اگر وہ مقدمہ ہار گیا تو گویا اسنے
فن تقریر میں مہارت حاصل نہیں کی، اگر جیت گیا تو روپیہ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا
اس پر لطف قصے سے جدید فنون خطابت و سوفسطائیت کے اصول سے ہمیں واقفیت
ہوتی ہے ۔ یہ فنون مغالطوں سے مسلح تھے اور ان کا بس مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی
طرح سے کامیابی حاصل ہو جائے ۔ ان کے لئے وہ زمانہ جس میں زینو نے حرکت کے وجود کا
بطلان کیا نہایت مناسب تھا اور تیسیاس کے مغالطہ آمیز بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ لوگ کس خوشی اور سادہ لوحی سے انسانی عقل کے نظری اور عملی اصولوں کی طرف
توجہ کرتے تھے

امپی دوکلیس ساکن اکراگاس کو ابو الخطابت دوم کا لقب دیا جاتا ہے
مگر وہ ساتھ ہی فلسفی بھی تھا اور اس حیثیت سے وہ اور بھی زیادہ مشہور ہو گیا ۔
اس نے وجود کی ابتدا دریافت کرنے کی کوشش کی اور اس میں اسے ایک ایسے
اصول کا انکشاف ہوا جس نے آج کل کے زمانے میں موجودہ حکمیات پر زبردست اثر
ڈالا ہے ۔ اس نے یہ دریافت کیا کہ کائنات میں چار عناصر یعنی آگ، پانی، ہوا، اور
خاک اور دو قوتیں یعنی مودت اور منافرت ہیں جنکا بعد میں انجذاب اور افتراق نام پڑ گیا ۔ اور
ان ہی عناصر اور قوتوں سے مختلف ہیئتیں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ یہ تخیل اور اس کا انکشاف
ایک بہت بڑی کامیابی تھی اور قدما نے اسے گویا آسمان پر بٹھا دیا ۔ اسکے علاوہ
وہ تدبر میں بھی یکتائے روزگار تھا اور ہر طرح سے قابل قدر و منزلت تھا ۔ مگر
اس کے طرز اظہار سے یہ معلوم ہوتا ہے اس کو بھی اپنے ہم عصروں کی طرح
جو خطابت اور سوفسطائیت کی تعلیم دیتے تھے حاضرین پر اثر پیدا کرنے کا خبط تھا ۔
وہ بڑے تزک و احتشام سے جگہ جگہ سفر کرتا اور لوگوں کے سامنے کرامات کے
دعوے کرتا پھرتا تھا ۔ اس کے ساتھ ہی وہ انجنیر اور طبیب بھی تھا اور وہ کئی اور حیثیتوں صفحہ (۲۳۰)
سے بھی بنی نوع انسان کے لئے مفید تھا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی خدمات کے
معاوضے کا بھی طالب نہیں تھا اور یہ وہ خصوصیت تھی جو اسے دیگر سوفسطائیوں
سے ممتاز کرتی تھی ۔ فنون جدیدہ کے مخالف جس الزام سے سوفسطائیوں اور

خطبار کو مطعون کرتے تھے وہ یہ ہی تھا کہ وہ اپنی خدمات کی فیس لیتے تھے۔ اسمیں شک نہیں کہ خطبار کو خاصکر ایسی حالت میں کہ وہ غریب تھے یا سفر کرکے لوگوں کو تعلیم دینا چاہتے تھے اجرت لئے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ پھر بھی یہ ایک بالکل نئی بات تھی کہ نظری تعلیم دیجائے اور اس کی اجرت کا تقاضہ کیا جائے طبیب ضرور فیس لیتے تھے اور دیموکلیس کی فیس بہت زیادہ تھی۔ مگر طب ایک عملی فن تھا اور لوگوں کے نزدیک اس کی اجرت واجب الادا تھی۔ اسی طرح شعرا کو بھی اجرت دیجاتی تھی اور سیمونڈیس مبلغ خطیر وصول کیا کرتا تھا مگر ان کی تصانیف کو فنون لطیفہ کے زمرے میں رکھا جاتا تھا اور عام طور پر صناع اپنی اجرت کے مستحق سمجھے جاتے تھے لیکن تعلیم کی نوعیت بالکل جداگانہ تھی۔ ہومر بھی اساتذہ کو دیمیورگوئی یعنی کاریگروں میں شمار نہیں کرتا اور استاد عام طور پر رکن خاندان ہی سمجھا جاتا تھا۔ باوجود ان تمام باتوں کے خطبار اور سوفسطائیوں نے یونانی عوام الناس کے یہ ذہن نشین کرایا کہ وہ اپنے شاگردوں کو عزت و دولت اور اقتدار کے ساتھ زندگی بسر کرنیکے قابل بنادینگے اور اس کے معاوضے میں انھوں نے معتدبہ رقمیں بطور فیس کے وصول کرنا شروع کیں۔

گورگیاس ساکن لیونتی نی علوم جدیدہ کے بڑے بڑے ماہروں میں شمار کیا جاتا ہے اور اسے بھی زر کثیر بطور اجرت کے ملتا تھا۔ چونکہ وہ اس سے واقف تھا اور اس کا یہ بانگ دہل اعلان کرتا تھا کہ انسان کو فن خطابت تو سکھایا جاسکتا ہے مگر عقل کا درس نہیں دیا جاسکتا اسلئے وہ سوفسطائیت کا مدعی نہیں تھا بلکہ خود کو محض خطیب کہنے پر اکتفا کرتا تھا[۳]۔ ہماری رائے ہے کہ

---

[۳] گورگیاس کے حالات کے لئے سسٹل ۲، ۴۳۔ دیکھنا چاہئے۔ سسٹل خطبار اور اولین اہل بلاغت کی مفصلہ ذیل تقسیم کرتا ہے:۔

(۱) فن بلاغت کے اولین استاد مثلاً گورگیاس اور اس کے پیرو خصوصاً پولوس اور لی کیمنوس۔

(۲) عدالتی تقریر کے ماہر مثلاً کوراکس اور تسیاس۔ اسی زمرے میں تھراسی ماخوس ساکن کالکدون تھا جس نے ایتھنز کو مستقل طور پر اپنا مسکن بنالیا تھا اور جسکے متعلق کم از کم یہ بلاخوف انکار کیا جاسکتا ہے کہ وہ تسیاس سے پہلے تھا۔ وہ باثر تقریر یا "علم النطق" میں بھی تعلیم دیتا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ

گورگیاس کو حکیم سقراط کے پیرؤں نے اپنی جگہ سے بہت پیچھے ہٹا دیا ہے ورنہ وہ پانچویں صدی ق م کے ممتاز ترین اشخاص میں سے ہے اور اسمیں تنقیدی و فلسفی استدلال کا مادہ موجود تھا۔ بحیثیت نقاد اور فلسفی کے اسنے مفصلۂ ذیل قضئے ثابت کرنا چاہے۔ (۱) کسی چیز کا وجود ہی نہیں (۲) اگر کسی چیز کا وجود ہے بھی تو اس کا علم محال ہے (۳) اگر بالفرض اس کا علم بھی ممکن ہو تو اس علم کا اظہار بالکل ناممکن ہے۔ پہلا قضیہ تو خود گورگیاس کی تعلیم کے مطابق مغالطہ آمیز ہے اسلئے جب اس کے قول کے مطابق انسان کسی امر سے واقف ہی نہیں ہو سکتا تو پھر وہ یہ بھی نہیں جان سکتا کہ کسی چیز کا وجود ہے یا نہیں۔ اس کے مقابلے میں حکیم سقراط نے علم سے لادعوی ہو کر ترقی کی راہ میں بہت بڑھ کر قدم رکھا۔ مگر دوسرے اور تیسرے قضیئے میں ایک حقیقت مضمر ہے جس سے اکثر چشم پوشی کی جاتی ہے اور جسے پہلی مرتبہ کانٹ نے تسلیم کیا۔ وہ یہ کہ ہمارے علم کا حصولی عنصر حضوری عنصر سے اسقدر وابستہ ہے کہ ہمارے لئے نفس موضوع کا گویا ظہور ہی نہیں۔ زینو کے مباحث اور جزئیات سے ان قضیوں کی کہیں زیادہ اہمیت ہے۔ بہر حال گورگیاس نے اپنی زندگی فلسفے کی نذر نہیں کی اس لیئے کہ اس کے نزدیک فلسفہ صحت پر مبنی نہیں تھا اور اس کی تعلیم نے فلسفے کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اب اگر علم نظری بیکار ہے تو انسان کو چاہیئے کہ وہ عملی زندگی پر حادی ہو جائے۔ اور گورگیاس اپنی طبعی قابلیت کے سبب سے اس کام کے لئے نہایت موزوں تھا۔ گو وہ انبی دوکلیس کی طرح فلسفہ طبیعی یا دیگر علوم میں مہارت نہیں پیدا کر سکتا تھا مگر وہ فن تقریر میں لوگوں کو تعلیم دے سکتا تھا اور اسی لیئے اس نے خطابت کا پیشہ اختیار کیا اور اس فن میں اسقدر بلند رتبہ حاصل کیا کہ وہ ان تمام خطباء پر جو اس کے بعد آئے سبقت لے گیا۔ اس نے فن خطابت کے اصول اور مقاصد نہایت صحت سے بیان کئے اور تقریروں کو مناسب طور پر منضبط کرنے کے عملی طریقے مدوّن کیئے۔ جہاں تک شکل ظاہری کا تعلق ہے اس نے یہ عجیب و غریب اصول بتایا کہ اوقات کو موزوں طور پر تقسیم کرنے سے فقرے اور خیال میں یکسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکی یہ کوشش کہ نثر میں بھی وزن کا لحاظ رکھے

صفحہ (۴۶)

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ کہ حاضرین میں جوشش پیدا ہو (۳) تھیوڈوروس ساکن بائی زنطہ۔ (۴) سیاسی خطیب خصوصاً فارقلیس۔

بالکل درست ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورگیاس کس حد تک پہونچ گیا تھا۔ اس نے اپنی تحقیقات کا جولانگاہ صرف جزیرہ سسلی کو ہی نہیں بنایا بلکہ سسلی اور یونان میں بھی رہ کر تحقیقات کی اور یونان میں اسکی بہت قدر و منزلت ہوئی۔ اس کی بابت یہ مشہور ہے کہ اس نے کھانے پینے میں احتیاط کر کے اپنی عمر تک ایک سو سال سے زیادہ تک پہونچا دی تھی۔

گورگیاس نے بلاغت کے جو اصول دریافت کیئے تھے وہ یونانیوں میں اور ان رومنوں میں جنھیں یونانی تمدن سرایت کر گیا تھا بہت مروج ہوئے۔ یونانی اس کے لیئے ہمیشہ تیار رہتے تھے کہ ہر چیز کو محض ظاہری ضروریات کی حیثیت سے دیکھیں۔ مگر یہ لازمی امر نہ تھا کہ اگر تقریریں خوش اسلوبی سے لکھی جائیں تو سیاسی معاملات میں بھی اصلاح کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور جب تک رومنوں کی سنجیدگی اور عظمت برقرار رہی اسوقت تک انھیں فن خطابت کی ضرورت زیادہ محسوس نہیں ہوئی۔ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ گورگیاس نے ایٹیکائی زبان میں اپنی تصنیف مرتب کیں۔ اور یہ غالباً پہلی مرتبہ تھی کہ اس کو حدود ایٹیکا سے باہر استعمال کیا گیا ہو۔ یہ اس کی کامیابی کی گویا پہلی منزل ہے۔ اسی زمانے میں مورخ ہیروڈوٹس اور حکیم بقراط کی بھی علمی تصانیف اسی زبان میں مرتب کیں اور اس میں شبہ نہیں کہ ایتھنز کے سیاسی اقتدار کے علاوہ دیگر اسباب بھی تھے جن سے متاثر ہو کر گورگیاس نے ایٹیکائی زبان میں اپنی کتابیں تصنیف کیں اس لیئے کہ جزیرہ سسلی میں ایتھنز کا اسقدر اثر نہیں تھا کہ اس سے وہ متاثر ہوا ہو۔ حقیقت یہ تھی کہ گورگیاس ایٹیکائی زبان کو جملوں اور ان کے اجزاء نحوی کے لیئے بہترین زبان سمجھتا تھا اور غالباً اس کے نزدیک ایتھنزیوں کی طباعی اور ذہانت کا راز بھی یہ تھا کہ ان کی زبان فن خطابت کے اصولوں کی تکمیل کے لیئے نہایت موزوں تھی اور اصل واقعہ یہ ہی تھا کہ سوفسطائیت اور خطابت ایتھنز کے لیئے موزوں تھیں اور وہیں کی زمین ان دونوں علوم کے لیئے خوب اچھی طرح سے تیار تھی۔

سے ۔ قدیم زمانے اور آجکل کے زمانے دونوں میں جہاں کہیں فن خطابت کا درس ہوتا ہے وہ اسے انشاپردازی کا علم سمجھا جاتا ہے اور تحریر محض تقریر کی گویا ایک تبدیل شدہ صورت قرار دی جاتی ہے۔ یونانی ادبیات میں رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ جو باتیں معناً نہایت اہم تھیں انھیں ثانوی سمجھکر محض لفاظی اور ظاہری بناوٹ کو نمایاں کر دیا جاتا تھا یہانتک کہ تاریخ جیسے علم پر بھی

ایتھنزیوں کی ایک نہایت ممتاز صفت جو سسلی کے یونانیوں میں بھی پائی جاتی تھی یہ تھی کہ وہ نہایت سریع الحس تھے۔ اس خصوصیت کا مشاہدہ زیادہ تر تھیٹروں میں ہوتا تھا جہاں وہ دقیق تلمیحات اور بعض مرتبہ محض جدت تلفظ کو فوراً تاڑ جاتے تھے۔ وہ طبعاً ظرافت پسند بھی تھے اور جمعیت عوام تک میں وہ ایک دوسرے سے مذاق کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ ایک ایتھنزی شہری میں تنقید کا مادہ بھرا ہوا تھا اور جب اسے کوئی ذرا سی چیز بھی خلاف معمول نظر آتی تو وہ فوراً اس کا مضحکہ اڑاتا۔ اس کے ساتھ ہی کسی کارنمایاں سے اس میں جوش بھی پیدا ہو جاتا تھا اور درحقیقت پیری کلیز کی عزت کا راز یہی ہے جو اس کی زندگی کے آخری ایام میں ہوئی۔ مگر ایتھنزی شہری میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جیسے وہ کسی کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتا تھا ویسے ہی وہ اس کی نگاہ سے گر بھی جاتا تھا اور اگر آج وہ کسی کو آسمان پر چڑھا تا تھا تو کل اسی کے خلاف مواخذے کے لیے بھی تیار ہو جاتا تھا چونکہ وہ نظرتاً نہایت تیز فہم تھا اس لئے اسے کسی شخص کی برائیاں بہت جلد معلوم ہو جاتی تھیں اور انھیں لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ سوریہ نویسوں کی مقبولیت کی زیادہ تر وجہ یہ بھی تھی۔ ایتھنزیوں میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انھیں فنون لطیفہ سے خاص انس اور شغف تھا۔ اور انھوں نے جو کمال سنگ تراشی اور فن تعمیر میں حاصل کیا اس سے ان کے ذوق سلیم کا پتا لگتا ہے۔ ان تمام باتوں کے علاوہ ان میں ایک ایسی خصوصیت

صفحہ ۳۰۴

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ علم خطابت کا اثر پہلے تو صرف ظاہری تشکیل مثلاً ترتیب الفاظ اور انتخاب زبان پر پڑا مگر پھر مورخ نفس مضمون تک میں خرد و برد کرنے لگے اور حقیقت واقعات کو محض ثانوی جگہ دیدی گئی۔ علم خطابت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا جائے یا بیش از بیش کوئی بات ان کے ذہن نشین کرائی جائے۔ مگر حکمتی (سائنٹفک) عبارت میں مولف کا کام صرف یہ ہے کہ وہ واقعات کا اعادہ کرے۔

ایتھنز نے فن خطابت میں اس قدر ترقی کی کہ ہم تک صرف وہ تقاریر پہونچی ہیں جو اٹیکا کی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ ہم نے ایتھنزی خصائص کا جو اندازہ کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں کی یہ خاصیت کہ وہ جدت پسندی اور زودرسی سے مسرور رہتے تھے ایتھنزیوں میں دیگر اقوام یونان سے زیادہ پائی جاتی تھی۔

بھی تھی جس سے بعض مرتبہ چشم پوشی کی جاتی ہے وہ یہ کہ انھیں اپنے مذہب، اسکی راہ رسم اور اسکی ظاہری حالت سے ایک قسم کی محبت سی تھی اور یہ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے اگرچہ ایتھنز والوں کا دماغ ہمیشہ کسی نہ کسی بات کی دھن میں لگا رہتا تھا مگر اس کی وجہ سے ان کے مذہبی جوش محبت کو کوئی اثر نہیں پہونچا۔ یہ نکتہ ہماری سمجھ میں اسوقت آجاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یونانی مذہب میں محض عقیدے پر زور نہیں دیا جاتا تھا بلکہ صرف مختلف رسوم کے با اثر ہونے کا یقین کافی سمجھا جاتا تھا۔

جملہ امور متعلقہ کو مدنظر رکھکر ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے ابتدا میں ایتھنز کی شہری ایک اعجوبہ روزگار تھا۔ اس کے بعض خصائص مثلاً تیز طبعی، استہزا پسندی، جوش میں آجانا، تمام چھوٹے دیوتاؤں کو ان کے رتبے سے گرا دینے کا شوق یہ سب باتیں ایسی ہی ہیں جو آج کل کے زمانے میں مختلف ممالک کے پایہ تختوں مثلاً پیرس اور لندن کے باشندوں میں بھی موجود ہیں مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لطافت اور زود رسی جن میں ایتھنز اسقدر ممتاز تھا آجکل کے شہریوں میں پائی جاتی ہیں اور وہ دو خصوصیتیں جن کا ذکر ہم نے سب سے آخر میں کیا ہے یعنی فنون لطیفہ کی رغبت اور ظاہری پارسائی ایتھنزیوں میں نہایت نمایاں طور پر موجود تھیں مگر آج کل بالکل مفقود ہیں۔ ہم یہ عام حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ قوم جس میں طبیعت کی تیزی، زندہ دلی، تلون مزاجی، سلیم الطبعی اور پارسائی یہ سب خصائص مجتمع ہوں اس کا مستقبل یقیناً شاندار ہوگا اور اس کا مرتبہ تاریخ میں لاثانی۔ اس زمانے کے بعض مورخوں کی یہ رائے ہے کہ قدیم ایتھنزیوں کی ذہنی حالت اکثر وہی تھی جو آج کل کے زمانے میں یورپ کے حزب العمال کی ہے۔ مگر یہ رائے درست نہیں ہے[1] جہانتک علم واقعی کا تعلق ہے ان کو اتنی معلومات بھی نہیں تھیں۔ جتنی

صفحہ ۳۴۴

[1] یہ بیلوخ اور بعض دیگر مورخین کی رائے ہے اور بیلوخ نے اس کا اظہار اپنی کتاب "سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۹ میں کیا ہے جہاں وہ گروٹ اور اس کے مریدوں" پر اعتراض کرتا ہے۔ اور اس "طفلانہ حکایت" کی طرف اشارہ کرتا ہے (صفحہ) کہ ایتھنز میں روزمرہ کا سب کام غلام کرتے تھے اور شہریوں کی حیثیت اعیانیوں کی سی تھی۔ یہ رائے کہ تمام محنت کے کام غلام کرتے تھے ایک عالم کی زبان سے یقیناً طفلانہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر ان لوگوں کے علاوہ جنھیں تاریخ یونان سے واقفیت نہیں غالباً کسی اور کا خیال نہیں ہے۔

ہمارے زمانے کسی مدرسۂ تحتانیہ کے ایک بچے کو۔ مگر دیگر امور میں اس کی حالت ہمارے ہم عصروں سے بہت بہتر تھی۔ ایتھنز میں اکثر کام غلام کرتے تھے اسلئے وہاں کا شہری ان تمام مصائب و محن سے آزاد تھا جو آجکل کے شہری کو اٹھانا پڑتی ہیں اور جن کے سبب سے اس کا ذہن بالکل کند ہو جاتا ہے یعنی روزمرہ ایک ہی قسم کا کام انجام دینا وہ صرف غلاموں کو ہی کرنا پڑتا تھا۔ یہ ممکن تھا کہ اگر کسی غریب شہری کی قسمت میں یہ ہی ہو تو وہ کوئی معمولی پیشہ اختیار کرلیتا تھا مگر اس پیشے کا اس کے ذہن پر کوئی معتدبہ اثر نہ پڑتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی درست کہ بہت سے لوگ اپنے لیے یہی مناسب سمجھتے تھے کہ ہاتھ پاؤں ہلانے کے بجائے حکومت کا دیا ہوا کھائیں اور چین کریں۔ مگر اس کے مقابلے میں آج بھی کسی ملک کے متعلق کوئی تحتانی عہدہ داران کے برابر کام نہیں کرتا۔ اس ضمن میں ہمیں آخری بات یہ کہنی ہے کہ جو فرق آجکل کے مختلف طبقہ ہائے آبادی کے درمیان واقع ہے وہ ایتھنز میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے کہ قدیم ایتھنز میں تعلیم تک ہر کہ ومہ کی دست رس تھی مگر آج کل صرف چند جتنے اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام طور پر ایتھنز کی شہری کی ذہنی سطح فی زمانہ ہر پایۂ تخت کے شہری سے بالاتر تھی۔

اس فرصت سے جو انھیں حاصل تھی ایتھنزیوں کو مختلف علوم و فنون میں ترقی کرنے کا موقع مل گیا۔ انھوں نے فن خطابت اور سوفسطائیت میں مہارت پیدا کی اور اسی طرح انھیں اپنی تیز طبعی، زندہ دلی اور فنون لطیفہ کے ذوق پورا کرنے کا موقع ملا۔ اگر علوم صحیحہ کا سوال ہوتا یا ایسے معاملات پیش آتے جنھیں ظاہری تشکیل سے نہیں بلکہ اصل اصول سے بحث ہوتی تو ضرور مذہب سے مخالفت پیدا ہو جاتی۔ مگر مذہب نے سوفسطائیت اور خطابت کی ترویج میں دخل نہیں دیا۔ یہ دونوں علوم مدبرین ایتھنز کے لیے نہایت کارآمد تھے اس لئے کہ رفتہ رفتہ آزادی تقریر کے اصول پر ہی مملکت ایتھنز کی سربفلک عمارت کھڑی ہو رہی تھی اور اس بلدیے کی حکومت کا دارومدار اسی اصول پر قائم ہونے لگا تھا۔ ہمیں معلوم ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بہر حال اسمیں شبہ نہیں کہ ایتھنزی شہریوں کی جماعت یقیناً سر برآوردہ تھی۔ اور اس کا مطلب اس جلد میں واضح کر دیا گیا ہے۔

صفحہ ۴۳۵

پارمینڈیس اور زینو ایتھنز میں رہتے تھے اور گو پروتاغورس ایتھنز سے شہر بدر کر دیا گیا مگر اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ اسے خطابت یا سوفسطائیت سے تعلق تھا بلکہ اس پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ اسے دیوتاؤں کے وجود کا یقین نہ تھا۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ گورگس کا شاگرد تسیاس ایتھنز میں ہی رہتا تھا اور گورگیاس کی بھی بہت قدر و منزلت ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ایتھنز نے ہی تھوریئی کے آباد کرنے میں سب سے زیادہ کام کیا اور کچھ عرصے تک دونوں بلدیات کے باہمی تعلقات بہت اچھے رہے جس کی وجہ سے سسلی کے بہت سے باشندے جن پر تعلیم جدید کا اثر پڑا تھا (مثلاً انپی دوقلیس اور تسیاس) تھوریئی چلے آئے اور ایتھنز پر اپنے علوم و فنون کا اثر ڈالا۔ اس کے برعکس بہت سے ایتھنزیوں نے بھی تھوریئی کو اپنا وطن بنا لیا اور ان میں سے ایک لیسیاس بھی تھا جو دراصل ایک سرقوسی خاندان کا فرد تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فارقلیس اور طوسی ویدیش دونوں گورگیاس کے شاگرد تھے۔ گو ممکن ہے کہ ان دونوں پر گورگیاس کی تعلیم کا اثر پڑا ہو مگر ہمیں اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں نے فی الحقیقت اپنا زانوے تعلم اُس کے سامنے تہ کیا تھا۔ اس لیئے کہ جب فارقلیس خطابت عامہ کے لیئے ایک نیا طریقہ ایجاد کرنے کے قابل ہو گیا تھا اسوقت گورگیاس کو ایتھنز میں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور طوسی ویدیش یقیناً اُس کے ایتھنز آنے سے بہت روز پیشتر ہی فارغ التحصیل ہو گیا ہو گا۔ یہ اس لیئے گمان کیا جاتا ہے کہ گورگیاس ۴۲۷ق م تک ایتھنز نہیں آیا۔ اور اس تاریخ کا بھی پورے وثوق سے یقین نہیں کیا جا سکتا۔ فارقلیس کی جو تقریریں قدما نے ہمارے لیئے چھوڑی ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دنیوی اشتغال سے اسقدر لبریز تھیں کہ اگر وہ گورگیاس کے قواعد کی تقلید کرتا تو انمیں ہرگز وہ نفاست و لطافت نہ ہوتی جو ہم ان میں پاتے ہیں۔ یہ ضرور ممکن ہے کہ فارقلیس اور طوسی ویدیش دونوں پر اس نئے فن کا اتنا اثر پڑا ہو کہ انھوں نے ظاہری خوبصورتی اور مختلف جملوں کے تناسب پر پہلے سے زیادہ زور دینا شروع کیا اور یہی اس کا باعث تھا کہ فارقلیس کبھی پہلے سے تیار کیئے بغیر تقریر نہ کرتا تھا۔

ایتھنز کی مقرر اور آج کل کے مقرر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایتھنز میں جب کوئی مقرر تقریر کرنے کھڑا ہوتا تھا تو وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ کوئی ادبی ... ادا کر رہا ہے اور آجکل کے پارلیمنٹی مباحثوں کے عام قواعد کے خلاف اس کی تقریر میں کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں تھی اس لیے ایک طرف تو مقرر عمداً غلطی کر سکتا تھا اور دوسری طرف اس کی ضرورت نہیں تھی کہ تقریر کا مواد پہلے سے تیار کیا جائے[۵] جس تقت پیریدل کو طوسی ویدشس نقل کرتا ہے ان میں سب سے ممتاز وہ تقریریں ہیں جو فارقیس کی بیان کی جاتی ہیں اور ان سب میں قطع و برید کے آثار خاص طور پر نمایاں ہیں اور ان کی عبارت میں جگہ جگہ جو تقابل پایا جاتا ہے اس سے ان پر خطابت کا اثر معلوم ہوتا ہے طوسی ویدشس نے اگر گورگیاس کی شاگردی نہیں بھی کی تو اس میں شبہ نہیں کہ انتی فون کے سامنے اس نے ضرور زانوئے ادب تہ کیا ہوگا جو ایتھنز کا ایک مشہور و معروف مدبر اور خطیب تھا۔ اور چند تقریریں جس میں صنعت تقابل سے مدد لی گئی ہے اور جو گورگیاس کے انداز پر لکھی گئی ہیں اسی کی طرف منسوب کیجاتی ہیں مگر ممکن ہے کہ گورگیاس کے ایتھنز آنے سے پیشتر ہی ایتھنز اس طرز سے آشنا ہو گئے ہوں۔

صفحہ ۴۳۴

غرض یہ ہے کہ طوسی ویدشس کی طرز تحریر پر اس دور کے فن خطابت کا بہت بڑا اثر پڑا مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو عظیم الشان خوبیاں اس کی عبارت میں پائی جاتی ہیں ان کا اس فن سے کوئی تعلق نہیں[۶] طوسی ویدشس ایک متمول گھرانے

[۵] قدیم اور جدید سیاسی تقریروں میں وہی فرق ہے جو قدیم اور جدید ناٹک میں پایا جاتا ہے اور دونوں میں ناٹک کے اشخاص اور حاضرین کو اتنی اہمیت نہیں دیجاتی تھی جتنی آج کل دیجاتی ہے۔ قدیم دور میں ایکٹروں کی تعداد کم ہوتی تھی اور وہ بنی بنائی نقل ... کا اعادہ کرتے تھے۔ سیاسی تماشہ گاہ میں گلیڈسٹن جیسا شخص بھی اپنی تقریر پہلے سے تیار کر لیتا ہے اور اسے اپنے دوستوں کو سنا دیتا ہے۔

[۶] جن کتابوں میں طوسی ویدشس پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ...کلاسن کی تمہید کے علاوہ بسٹل (۲) (۲۰۱) اور کرسٹ (ص۲۵۹ تا ص۲۶۵) کی تصانیف ہیں۔ ہیروڈوٹس اور طوسی ویدشس میں یہ فرق ہے کہ وہ تو تاریخ ماضیہ بیان کرتا ہے مگر طوسی ویدشس ہمعصر واقعات ... کرتا ہے اور دونوں میں جو کچھ فرق ہے اس سے طرز بیان کی وہ ترقی لازم نہیں آتی جو بسٹل ص۱۰ کو طوسی ویدشس میں نظر آتی ہے اس لیے کہ ان تمام واقعات کا دارومدار جو طوسی ویدشس نے بیان کیے ہیں دوسروں کے بیان پر تھا

کا فرد تھا اور تھریس میں جزیرہ تھاسوس کے قریب جو سونے کی کانیں تھیں اونکا مالک تھا۔ اسکے باپ کا نام اولوروس تھا اور چونکہ مشہور آفاق ملیتاڈیس کے خسر کا بھی یہی نام تھا اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی عزیزداری کیمون سے بھی تھی اور تھریسی شاہزادوں سے بھی۔ مگر اسمیں تو شبہ نہیں کہ اس کا باپ ایتھنزی شہری تھا۔ غالباً طوسی ڈیڈش ۴۷۱ ق م میں پیدا ہوا۔ مگر ہم اسکی زندگی کے اُن واقعات سے جو جنگ پیلوپونیز سے پیشتر رونما ہوئے مطلق واقف نہیں اور جنگ پیلوپونیز کے دوران میں صرف اس سے واقف ہوا کہ وہ تھریس میں سپہ سالار تھا اور وہاں ناکام ثابت ہوا باقی ماندہ ایام جنگ میں اسے مجبوراً حدود سلطنت ایتھنز سے باہر رہنا پڑا اور اسے اس کا موقع مل گیا کہ وہ ان واقعات کی بابت جو وہ ضبط تحریر میں لانا چاہتا تھا دیگر ممالک کے باشندوں سے استفسار کرے۔ ممکن ہے کہ وہ سرقوسہ بھی گیا ہو۔ اس لیے کہ وہ اس کی جغرافی ہیئت کو نہایت تفصیل سے بیان کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ان مقامات سے ضرور ذاتی واقفیت ہوگی۔ اس کا ابتدا ہی سے یہ خیال تھا کہ جنگ تاریخ یونان میں نہایت اہم ثابت ہوگی۔ ایسی وہ اپنی کتاب کے شروع میں لکھتا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس جنگ کے حالات ابتدا سے ہی قلمبند کرے اور مواد جمع کرے۔ وہ جنگ کے خاتمہ تک زندہ رہا اور زوال ایتھنز کے بعد لوگوں نے اسے واپس بلالیا مگر قبل اس کے کہ وہ اپنی کتاب ختم کر سکے کسی نے اوس کو شہر سکاپٹے ہیلے میں جو اس کی تھریسی جاگیر میں واقع تھا۔ قتل کر دیا ہم تک جو اسکی تصانیف پہونچی ہیں ان میں جنگ کے خاتمے یعنی ۴۰۴ ق م سے ۴۱۱ ق م تک کے حالات نہیں لکھے ہوئے اور اگرچہ تمام ابتدائی

صفحہ ۴۳۳

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ اور چونکہ یہ واقعات ہمعصر تھے اسلئے ان کو بہت سے دیکھنے والے اور بیان کرنیوالے موجود تھے۔ زینوفون کا تذکرہ تقدم" اپنی طرز کی پہلی تصنیف ہے جس میں آپ بیتی کا بیان کیا گیا ہے (اسمیں دیکھنے والا ہی اپنے مشاہدات بیان کرتا ہے۔ طوسی ڈیڈش اور دیگر وقائع نگاروں کی تصانیف میں اس کا لحاظ بھی کرنا چاہیئے کہ ان کی اطلاعوں کا ماخذ کیا ہے۔ جب طوسی ڈیڈش ایسے واقعات کا اعادہ کرتا ہے جو بظاہر قرین قیاس نہیں ہوتے تو بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ان واقعات کو اسنے گھڑ لیا ہوگا اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ممکن ہو کہ اسکے کانوں میں سیکڑوں مبالغہ آمیز قصہ کہانیاں پڑتی ہونگی۔

مقالوں میں مختلف واقعات اشخاص متعلقہ کی زبان سے ہی ادا کیے گئے ہیں مگر
آٹھویں مقالے میں اس اصول کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

طوسی ڈیڈس اپنی کتاب کی ابتدا ایک تمہید سے کرتا ہے جس میں وہ اپنے
موضوع کی اہمیت دکھاتا ہے اس کے بعد وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ جس
جنگ کا حال وہ بیان کریگا وہ یونان کی باقیماندہ جنگوں سے زیادہ اہم ہے اور
ساتھ ہی زبان حال سے گویا اس کی امید کرتا ہے کہ اس کی تصنیف کا ہیروڈوٹس کی
کتاب سے مقابلہ کیا جائیگا۔ اگرچہ وہ اس کا نام نہیں لیتا مگر وہ کئی مرتبہ اپنے پیشرو
پر حملہ کرتا ہے اور اس کی تاریخ کو محض موقت طور پر اہم سمجھتا ہے اور ایک مشہور فقرے
میں کہتا ہے کہ ہیروڈوٹس کی تاریخ کے برعکس یہ تاریخ مستقل طور پر اہم ہے اس کی
یہ کوشش ہے کہ وہ اپنے مضمون (یعنی جنگ پیلوپونیز) کو تاریخ یونان کا سب سے
اہم معرکہ ثابت کرے اور جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اس کے جانبدار
ہونیکا یقین آتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس سے پیشتر جو عظیم الشان جنگ ہوئی تھی (یعنی
جنگ ایران) اسمیں صرف دو بری اور دو بحری لڑائیاں ہوئی تھیں مگر جنگ پیلوپونیز
عرصۂ دراز تک برابر جاری رہی اور بلدیات کی تاراجی اور ویرانی، باشندوں کے قتل عام،
زلزلوں، سورج گرہنوں، خشک سالیوں، قحطوں اور عظیم الشان وباؤں کی وجہ سے اس نے
یونان کو کسی کام کا نہ چھوڑا۔ وہ اپنی مخصوص طرز کی بابت یہ کہتا ہے کہ اس نے محض
سنی سنائی باتیں ہی نہیں بیان کیں بلکہ اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیقات کے نتائج قلم بند
کئے ہیں۔ اور اس کا مقصد نہیں ہے کہ محض دلخوش کن اور دلچسپ قصے بیان کرے بلکہ
ایسے واقعات لکھے جو آئندہ زمانے میں بھی کارآمد ثابت ہوں اس لیے کہ یہی
صورت حال دوبارہ بھی پیش آسکتی ہے۔ اس سے طوسی ڈیڈس کی قوت اور کمزوری
دونوں عیاں ہو جاتی ہیں ہیروڈوٹس کی طرح اس کی نظر ہر رطب و یابس پر پڑی۔
وہ جنگ ایران کی اہمیت سے مطلق ناواقف ہے اور بیرونی واقعات کا جنگ پیلوپونیز
کے حالات سے مقابلہ کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ بلدیات کی تاراجی، صفحہ ۴۴۳
طاعون اور زلزلوں کا ہمعصروں پر بہت اثر پڑتا ہے اور ایک عمدہ اخبار نویس کو ان
تمام امور کا لحاظ کرنا چاہیئے مگر سوال صرف یہ ہے کہ آیا جنگ پیلوپونیز کا کوئی ایک بھی

واقعہ سقدر عظیم تھا جتنا ایرانیوں کے ہاتھوں ایتھنز کی تاراجی مگر جب طوسی ویدش جنگ ایران کے معرکوں کا شمار کرتا ہے اور اس سے استدلال کرنا شروع کرتا ہے تو اس میں اور ایک سوفسطائی میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا اور اس کا مقصد بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین پر کسی نہ کسی طرح سے اثر پیدا کرے شہ اگر بالفرض اس کے نزدیک جنگ ایران صرف ۴۸۰ ق م اور ۴۷۹ ق م تک ہی محدود تھی (جو خلاف واقعہ ہے) پھر بھی ان دو سالوں میں بجائے دو دو بری اور بحری لڑائیوں کے تین تین ہوئیں اور جب اس کے برعکس وہ کہتا ہے کہ جنگ پیلوپونیز کا اختتام صلحنامہ نکیاس پر نہیں ہوا تو پھر ہم یوریمیدون کی لڑائی جزیرہ قبرس کے قریب کا بحری معرکہ اور مصر کی متعدد مہمات یہ سب جنگ ایران میں شامل کرنی پڑینگی جب طوسی ویدش اس قسم کے سوفسطائی دلائل پیش کرنا کافی سمجھتا ہے تو پھر وہ اپنے مقابل کی تصنیف کو محض محدود وقعت دینے میں بالکل حق بجانب ہے بحیثیت ایک خطیب کے طوسی ویدش کے تذکرے سے اس کی لطافت اور پرتاثیر ہونے کے اسکی اثر پذیری کے صفات ظاہر ہوتے ہیں اور تاریخ میں تقریریں نقل کرنے کا طریقہ زمانہ مابعد کے مورخوں نے اسی سے سیکھا ہے۔ اس نے اپنے پہلے مقالے کو ایک خاص صفائی سے ترتیب دیا ہے چونکہ اسے نقادوں نے کافی اہمیت نہیں دی اسی لیے ہم نے حاشیہ متعلقہ میں اس خاص امر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے[۹]

شہ باب ۲۴ میں طوسی ویدش کی حیثیت ایک سوفسطائی کی سی ہے جو باتوں ہی باتوں میں بری چیز کو اچھی کر دکھائے۔

[۹] طوسی ویدش اپنی کتاب کی ابتدا (باب ۱) میں اس جنگ کی عظمت بیان کرتا ہے جس کا ذکر اس نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اور اسکے بعد اس حالت کا ذکر کرتا ہے جو اس جنگ کے ابتدا میں مختلف دول کی تھی۔ (۲ - ۱۹) اور اس ضمن میں اس دور کے عام حالات پر تبصرہ کرتا ہے تاکہ وہ یہ دکھائے کہ ملک یونان کی اس جنگ سے پیشتر اتنی عظمت نہ تھی جتنی جنگ کے دوران میں ہوگئی۔ وہ یہ لکھتا ہے کہ (باب ۲) کہ اسکا مقصد یہ نہیں کہ ناظرین کی دلچسپی کا سامان جمع کیا جائے بلکہ وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ واقعات اور حالات کو ضبط تحریر میں لے آئے۔ اسکے بعد (۲۳ - ۸۸) وہ جنگ کے اسباب یعنی کورکائرا کے واقعات (۲۳ - ۵۵) اور پھر (۵۶ - ۶۶) پوتیدیہ کے حالات بیان کرتا ہے۔ اب کورنتھی اسپارٹا کے سامنے ایتھنز کے خلاف جنگ کی تحریک پیش کرتے ہیں۔ اور یہاں (۶۷ - ۸۷) وہ اس گفت و شنید کا ذکر کرتا ہے جو اسکے

سوا اس . . . ہے کہ طوسی ویدیش کا دائرۂ نگاہ نہایت محدود ہے اس کی تصانیف . . . اور چند خوبیاں پائی جاتی ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان خوبیوں کا اصل باعث یہ محدود دائرۂ نگاہ ہی ہو۔ انسان کو اس تصانیف کا مطالعہ کرتے جسقدر اس کی تنگی نظر کا احساس ہوتا ہے اتنا ہی وہ اس کی سچائی اور راستبازی کا معترف ہو جاتا ہے۔ اس کے نزدیک مورخ کا صرف یہ کام ہے کہ حالات کو دو پیش کو جو بنذریعۂ تحریر میں آسکے یعنی ان واقعات پر جن کے متعلق اسے قابل وثوق اطلاع بہم پہونچ سکے اور جن کی عظمت نے بنا زیادہ ہو یا ہو یہ قرب زمانہ کے جن سے واقفیت کافی ہو زیادہ زور دے۔ بہت سے نقادوں نے کوشش کی ہے کہ اس پر غلط بیانی اور دروغ بافی کا الزام لگائیں مگر اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی اس کے برعکس کتاب ہذا کا مصنف اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہے

صفحہ ۴۳۹

بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ اور اسپارٹا کے . . . رمیان ہوئی۔ مگر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ در اصل یہ سب ظاہری اسباب جنگ تھے۔ حقیقی سبب یہ تھا کہ پیلوپونیزیوں کے نزدیک ایتھنز کی قوت حد سے تجاوز کر گئی تھی۔ اسی لئے وہ اس قوت اور اقتدار کی ماہیت سمجھانے کے لیے ۴۷۹ ق م سے ۴۳۱ ق م تک کے حالات بیان کرتا ہے (۸۹ - ۱۱۸) اور اس کے بعد پھر اس گفت وشنید کا سلسلہ شروع کر دیتا ہے جسکا تسلسل ان حالات کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا۔ اسپارٹا اپنے حلیفوں سے رائے لیتا ہے اور جب یہ جنگ کے موافق رائے دیتے ہیں (۱۱۹ - ۱۲۵) تو ایتھنز کے سامنے متعدد تحریکات پیش کیجاتی ہیں۔ مثلاً ان لوگوں کی جلاوطنی کا مطالبہ کیا جاتا ہے جن کی گردنوں پر کیلون کے حامیوں کا خون ہے (۱۲۶ - ۱۲۷) مگر اس کے جواب میں ایتھنز کے پوسانیاس کی موت کا کفارہ چاہتے ہیں اس لیے طوسی ویدیش پوسانیاس کی موت کے واقعات کا اعادہ کرتا ہے (۱۲۸ - ۱۳۴) اور چونکہ ان سے تمسطاکلیس کو بھی تعلق تھا وہ اسکے آخری ایام کے حالات بھی بیان کرتا ہے (۱۳۵ - ۱۳۸) اب پھر اسپارٹا اور ایتھنز کے باہمی مناقشے کا ذکر شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ضمن میں مورخ اس آخری گفتگو کا ذکر کرتا ہے جو ایتھنز میں ہوئی۔ (۱۳۹ - ۱۴۵) ان تمام ابواب میں واقعات حاضرہ و ماضیہ کو ایک دوسرے میں گویا پرو دیا گیا ہے یعنی پہلے تو مورخ یونانی مملکتوں کی بڑھتی ہوئی قوت کا بیان کرتا ہے پھر جنگ کے اسباب اور اسپارٹا کی گفت وشنود کا ذکر اس کے بعد واقعات ماضیہ اور پوسانیاس و تمسطاکلیس کے حالات اور ایتھنز میں آخری تصفیہ کے حالات کا اعادہ کرتا ہے اگر ہم حالات ماضیہ کو الف اور واقعات حاضرہ کو ب کا لقب دیں تو ہمیں طوسی ویدیش میں حسب ذیل بہ ترتیب واقعات معلوم ہونگے۔

کہ جن واقعات کا طوسی ویدش نے اپنی کتاب کے چھٹے اور ساتویں مقالے میں ذکر کیا ہے ان کے مواقع کی خود اس نے جانچ کی ہے اور اس طرح گویا اس تاریخ کے ایک چوتھائی حصہ کا خود امتحان کیا ہے۔ بلکہ جتنا زیادہ مطالعہ اور جانچ کی جائے اتنی ہی یہ کتاب اور وہ واقعات جن کا اس میں ذکر ہے صاف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جہاں تک ہوسکتا ہے طوسی ویدش بیکار قصوں کو نقل کرنے سے گریز کرتا ہے اور صرف ایک موقع پر یعنی ۴۰۰ میں وہ اسپارٹیوں کے خصائص کے متعلق ایک روایت نقل کرتا ہے۔ اسمیں بھی اسکا اصل مقصود یہ ہے کہ کلیون پر جس سے وہ دل سے متنفر تھا حملہ کرے۔ علاوہ چند مخصوص اشخاص (مثلاً کلیون) کے طوسی ویدش اپنی زبان سے کسی کے عادات و اطوار بیان نہیں کرتا بلکہ ان کی تقریریں لکھکر ان کا اندازہ ناظرین پر چھوڑ دیتا ہے۔ ان تقریروں میں

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ الف = باب ۱ - ۲۲ -

ب = باب ۲۳ - ۸۷ -

الف = باب ۸۸ - ۱۱۸ -

ب = باب ۱۱۹ - ۱۲۵ -

الف = باب ۱۲۶ -

ب = باب ۱۲۷ -

الف = باب ۱۲۸ - ۱۳۸ -

ب = باب ۱۳۹ - ۱۴۵ -

اس طرز بیان کی بنیاد دو مختلف اصولوں پر ہے۔ اول تو اسطرح ماضی اور حال کے واقعات کو مخلوط کر دینا پرانی رزمیہ نظموں اور ہیروڈوٹس کا طریقہ تھا اور دوسرے اس سے علم خطابت کی صنعت تقابل کے مطابق عمل کیا گیا ہے۔ الف (ماضی) کے متعلق ۲۲ + ۳۱ + ۱ + ۱۱ یعنی جملہ ۶۵ ابواب اور ب (حال) کی بابت ۶۵ + ۱۰ + ۷ یعنی جملہ ۸۰ ابواب ہیں۔ طوسی ویدش کا پہلا مقالہ صنعتی ترتیب مضامین کا ایک لاثانی نمونہ ہے ل، ہولسا پیل اپنے مضمون موسومہ "طوسی ویدش کے نزدیک دو نسیتی کی عظمت" ... اسانیات ۱۸۷۷ میں کہتا ہے کہ طوسی ویدش کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس دور کے حالات باب ۸۹ میں جو بیان کرے۔ طوسی ویدش کی تقریر اور سوال وجواب میں بالکل ایک کا سا رنگ پایا جاتا ہے ہیروڈوٹس تو بعض مرتبہ (مثلاً اسکیتھی مہم کے ذکر کے موقع پر) بہت سے واقعات جمع کر لیتا ہے مگر طوسی ویدش

اکثر ایسی ہیں جو گویا ایک دوسرے کی آواز بازگشت ہیں اس لیئے اسمیں صرف مورخ کی انشا پردازی کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ گو اس کا تعلق بہ نسبت عمومیوں کے علیہ یول سے زیادہ تھا مگر ہمیں خود اس کی تصانیف سے مدبری گروہ کے برے اعمال کا پتہ لگتا ہے۔ اسے قارقلیس اور اس کے طرز عمل میں بھی دلچسپی تھی اور اس تقریر میں جو قارقلیس نے ان ایتھنزیوں کی تدفین کے موقع پر کی تھی جو جنگ کے پہلے سال میں کام آئے تھے، شروع سے آخر تک اسی طرز عمل کی تعریف بھری پڑی ہے۔

طوسی دیدش کے علاوہ اس دور کے متعلق جس کی اس نے تاریخ مرتب کی ہے ہمارے پاس ایک اور تصنیف بھی ہے اور اس میں پانچویں صدی کے آخری تیس سال کا ذکر ہے۔ یہ تصنیف ملکت ایتھنز کے موضوع پر ایک رسالہ ہے[1] جو عام طور پر زینوفون

[1] بقیہ مضمون صفحہ گذشتہ۔ زیادہ تر توجہ تقریروں کے جمع کرنے پر مبذول کرتا ہے۔ باب ۲۲ کی تمثیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ طوسی دیدش کو تفصیل پسند نہیں بلکہ وہ اصول تعمیم کو پسند کرتا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ زینوفون کی کتاب تتمہ تاریخی سنہ کی پہلی مثال ہے۔

[1] زمانۂ حال کے مورخوں نے اس رسالے کا نہایت جانفشانی اور غور و فکر سے مطالعہ کیا ہے اس کی تنقید اے کرشہوف نے (برلن ۱۸۸۲ء) اور ل۔ واخسموتھ (گیوٹنگن ۱۸۷۴ء) نے کی ہے اور ان دونوں نے اور گ، فالٹن، ہ، اشمڈٹ اور میولر اشٹریوبنگ نے نفس کتاب پر بحث کی ہے۔ غالباً اس رسالہ کی تالیف تھریس کی مہم سے پیشتر ہوئی ہوگی مگر اس کے مولف کا پتہ نہیں چلا۔ اس سے ہمیں ملکت ایتھنز پر ایک اور مقالہ یاد آتا ہے جو کچھ عرصہ ہوا مصر میں ملا تھا اور اب عجائب خانۂ برطانیہ میں ہے اور جسے حال ہی میں ف، گ، کینی ان نے اپنے زیر ادارت شائع کیا ہے۔ گو ان دونوں رسالوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر بعض باتوں میں ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہیں۔ جو مقالہ پانچویں صدی قم کا ہے اس کی نوعیت دراصل ایک ایسے تبلیغی رسالے کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہمعصروں پر اثر ڈالا جائے اس کے برعکس چوتھی صدی ق م کی تصنیف ایک علمی کتاب ہے اور اس کے دو حصے ہیں ایک میں محض تاریخ بیان کی گئی ہے اور دوسرے میں شمار و اعداد بتائے گئے ہیں۔ دونوں رسالوں کے مولف اعیانیت پسند ہیں اور دونوں کا سیاسی مسلک دستور جارحہ ہے مگر ایک نے اس کے نفاذ سے پہلے اپنی کتاب ترتیب دی ہے اور دوسرے نے اس کے بعد۔ پانچویں صدی ق م کے رسالے میں چوتھی صدی ق م والے رسالے سے زیادہ تازگی پائی جاتی ہے۔ مگر چوتھی صدی ق م کے رسالے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مولف نے خدا پر توکل کر کے صورت حال کو گویا چار و ناچار تسلیم کر لیا ہے۔ یہ ایک عجیب و غریب

کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مگر در اصل اس کا نہیں ہے اور اس میں فارقلیس کی تنظیم عمومی کے بدترین حصے پر روشنی پڑتی ہے۔ اسمیں شبہہ نہیں کہ اس کتاب میں فارقلیس کا نام لیکر تنقید نہیں کی گئی اور غالباً اس کی تالیف اس مدبر کی موت کے بعد کی گئی ہوگی مگر جن سیاسی ادارات کی اس میں تنقید کی گئی ہے اس کا موجد وہی تھا۔ اس پر اخلاقی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ عملی حیثیت سے بحث کی گئی ہے اور یہ کتب وہی نصب العین ہے جو طوسی دیدش کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے اور جو جنگ پیلوپونیز کے زمانے میں نہایت ممتاز اور نمایاں تھا۔ اس تنقید کی بنا افادیت پر ہے اور تمام کتاب میں صرف ایک اخلاقی دلیل پیش کی گئی ہے۔ جس کا پہلو بھی صرف ظاہری ہے۔ یعنی یہ کہ تمام اشراف اچھے ہیں اور تمام عموم برے۔ اصل میں نہایت قدیم زمانے میں یہ حکم امرا اور گروہ عوام پر لگایا جاتا تھا اور اس کے کوئی خاص اخلاقی معنی نہ تھے۔ کتاب کا مصنف عدیدیت پسند ہے اور وہ صرف اس امر پر بحث کرتا ہے کہ آیا عمومی ادارات ایتھنز کے لیے مناسب ہیں یا نہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ عمومیت میں استقلال اور دور اندیشی کا مادہ ضرور ہے۔ امراء کو یعنی ان لوگوں کو جو ایتھنز کی آبادی میں اخلاقاً اچھے ہیں ایتھنز کی دستوری حالت سے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں اس لیے ان پر اس دستور کو کسی نہ کسی طرح برباد کرنے کا الزام نہیں عائد کیا جاسکتا۔ مگر لطف یہ ہے کہ خود مصنف کا یہ قول نہیں کہ اگر ایتھنز میں اسی کے اصولوں کے موافق حکومت کی جائے تو ایسی حکومت کو استقلال اور تواتر حاصل ہوگا۔ وہ خود قنوطی اصول کا پابند ہے اور جو کامیابیاں چارسو کی مجلس اور نیس کی جماعت کو حاصل ہوئیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر نہیں تھا۔ اس کے طرز تحریر میں فن خطابت کا نام کو بھی دخل نہیں اور اس کے پڑھنے سے انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک اچھے خاندان کے کسی فرد کی معمولی گفتگو سن رہا ہے۔ اس میں یہ خیال کہ کوئی خاص اصول پیش کیا جائے یا کسی اصول پر عمل کیا جائے بالکل مفقود ہے (برخلاف ازیں طوسی دیدش کی تقریروں میں یہ خیال پایا جاتا ہے۔) مگر اپنی

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ بات ہے کہ پانچویں صدی قم کی کتاب کو بعض لوگ غلطی سے زینوفون کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن گو چوتھی صدی ق م والی کتاب اقتباسات سے پر ہے اور یہ اصول ارسطاطالیس کی عادت میں داخل ہے مگر اکثر نقاد سے اس کا مصنف نہیں گر دانتے۔

موضوع پر بحث کرنے میں مصنف نے محض عملی امور کو نہایت سختی سے خارج البحث کر دیا ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوفسطائی تعلیمات نے ایتھنز کے اعلیٰ طبقے پر کس قدر عظیم الشان اثر پیدا کر لیا تھا اور دیگر طبقات آبادی کی طرح اشرافی گروہ میں بھی ہر امر کا دار و مدار افادیت پر ہی تھا۔

سوفسطائیوں کے طرز استدلال کا نظم پر نہایت گہرا اثر پڑا اور اس سے دردیا مخصوص طور پر متاثر ہوا جس کا سب سے بڑا لکھنے والا یوریپدیس تھا[۱۱] اس میں شبہ نہیں کہ اس کا پایہ شعرائے یونان میں نہایت بلند ہے اور گو اس پر علوم جدیدہ کا بہت اثر پڑا مگر ان کا جادو اس پر پورے طور سے نہیں چل سکا تھا۔ روایت ہے کہ وہ جنگ سالامس کے سال (یعنی ۴۸۰ ق م) میں پیدا ہوا تھا اور عمر میں سوفوکلیس سے چھوٹا تھا۔ اس نے پچیس سال کی عمر میں تماشہ گاہ کے لیے قلم اٹھایا اور اس کی طرف جملہ ۹۲ ناٹک منسوب کیے جاتے ہیں جن میں سے صرف سترہ ہم تک پہونچے ہیں چونکہ اس نے اپنی تحریرات میں بہت آزادی دکھائی اور اپنی تصنیفات میں فلسفے اور دیگر تعلیمی عناصر سے کام لینے سے گریز نہیں کیا جن کو ایتھنز کی ناپسند کرتے تھے اس لیے وہ طبقۂ عوام میں مقبول نہیں ہوا اور جو منصف ناٹک کے مقابلوں میں تصفیہ کے لیے مقرر کیے جاتے تھے وہ بھی اس کے خلاف بیٹھے تھے۔ اس کی زندگی خانہ بدوشوں کی سی تھی اور وہ سیاسیات میں مطلق دخل نہ دیتا تھا اور نہ اس کی یہ آرزو تھی کہ سوفوکلیس کی طرح اپنا نام فہرست استراتیگوں میں شامل کرائے وہ صرف اس کا خواہشمند تھا کہ مختلف کتابوں کے مطالع اور فلسفیوں کے ساتھ میل جول پیدا کرنے سے اس میں ذہنی تو قد پیدا ہو جائے۔ وہ اناکساغورس کا شاگرد تھا اور حکیم سقراط کے پاس آیا جایا کرتا تھا اور ان ہی دونوں

صفحہ ۴۴۱

[۱۱] یوریپدیس کے لیے سٹل ۳، ۴۱۰ وغیرہ مطالعہ کیا جائے سٹل اپنے آخری بیان (صفحہ ۲۶۱ تا ۲۶۳) میں بالکل درست کہتا ہے کہ آج کل کے بڑے شعرا اور اہل فن مثلاً اراسمس ، میلانختون ، ہیوگوگروتیوس ، ملٹن ، راسین ، کورنے ای ، گیوٹے اور شیلر نے یوریپدیس کی تصانیف کی نہایت قدر و منزلت کی ہے۔ جب ہم یوریپدیس کا ایسطوفانیس سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ موخر الذکر کی تصانیف زیادہ عمیق نہ تھیں۔

سے ایتھنز کے باشندے نہایت درجہ بدگمان تھے مگر جو لوگ غور و فکر کرنے کے عادی تھے وہ اور بیرونی ممالک کے تعلیم یافتہ اور مہذب طبقے کے افراد اس کی قدر کرتے تھے مثلاً سسلی میں اس کے بہت سے پرجوش معترف موجود تھے اس لیے کہ سسلی کے باشندوں میں ایتھنزیوں کی طرح مذہبی پاکبازی کی صفت نہیں تھی اور وہ اس کی اہلیت کے مطابق اس کی قدر کرتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ دربار مقدونیہ کو چلا گیا اور سنہ ۴۰۶ ق م میں تھریس میں اس کا انتقال ہو گیا۔

یوریپڈیس نے اپنے سورماؤں کے خصوصیات پیش کرنے میں کوئی خاص فوقیت ملحوظ نہیں رکھی، اور اس کے نزدیک وہ ویسے ہی معمولی آدمی تھے جیسے روزمرہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس کے پیشروؤں نے ان سورماؤں کو طبقۂ عوام الناس سے بہت بڑھا دیا تھا اور کم از کم انھیں نہایت ذی مرتبت بنا دیا تھا۔ مگر یوریپڈیس یہ نہیں کرتا بلکہ انھیں اپنے معمولی ہمعصروں کا ہم پلہ قرار دیتا ہے۔ بہر حال یہ نہیں کہا جا سکتا اس زاویۂ نگاہ کی تبدیلی میں وہ یونانی مصنفوں کے دائرے سے باہر آ گیا ہر شاعر اپنے کلام میں جب حالات ماضیہ بیان کرتا ہے تو اس پر زمانۂ موجودہ کا رنگ ضرور چڑھا دیتا ہے مثلاً ہومر نے جن معبودوں اور نیم معبودوں کے نقشے کھینچے وہ حقیقت میں انسان ہی تھے اور ان میں جتنی صفات تھیں وہ سب انسانوں کی سی ہی تھیں اور پینڈار نے خونریزی مزاری نظمیں کہیں ان میں پہلی مرتبہ سورماؤں کے حالات بیان کرنے کے لیے ایسا طرز تحریر اختیار کیا جس میں وہ تعلّی تھی جو عام طور پر معمولی انسانوں میں نہیں پائی جاتی اور اسی طرز تحریر کو اسخیلوس نے جس میں جنگ آزادی کے جذبے بھرے ہوئے تھے درویوں کے مکالموں میں اختیار کیا اور سوفوکلیس کی طرح اس کی بھی یہ خواہش رہتی تھی کہ وہ لوگوں کا مذہبی رہنما بن جائے مگر وہ اتنا آگے نہیں بڑھا جتنا اسخیلوس۔ یوریپڈیس کا زاویۂ نگاہ یہ نہیں تھا۔ اس کے پیشروؤں کا یہ خیال تھا کہ اصول تعدد آلہہ اور اعلیٰ درجے کے اخلاق اور اک کے درمیان موافقت و مطابقت پیدا کر دیں مگر یوریپڈیس پھر ہومری خیال کی طرف رجوع ہو گیا۔ صرف فرق یہ ہے کہ جس چیز کو ہومر نہایت معمولی سمجھتا ہے وہ یوریپڈیس کے نزدیک قابل غور و فکر ہے۔ اور اس میں فرق کی وجہ سے دونوں کا اثر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ اس نے ہومری

صفحہ ۴۶۲

دیوتاؤں کی سیدھی سادی آزادانہ زندگی کو مرتب و منظم کرکے دکھا دیا۔ ہومری الٰہیات کا یہ اصول تھا کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی نیک شعار ہو اگر دیوتاؤں کی مخالفت کریگا تو راندۂ درگاہ ہو جائیگا۔ یوریپدیس اس اصول کو تسلیم کرتا ہے اور نہایت صاف الفاظ میں اس کی صراحت کرتا ہے۔ اپنے ناٹک موسومہ "ہپولیتوس" میں وہ آتیمس دیوی کی زبان سے یہ اعلان کراتا ہے کہ دیوتا ایک دوسرے کے کام میں مطلق مداخلت نہیں کرتے اسلئے اگر کوئی شخص کسی دیوتا کے حکم سے روگردانی کرے تو ممکن ہے کہ راندۂ درگاہ ہو جائے اور فنا کر دیا جائے۔ عوام الناس کا بھی یہی عقیدہ تھا اور وہ اسلئے قربانیاں کرتے تھے کہ مختلف دیوتاؤں میں آپس میں ملاپ کرا دیں۔ وہ یوریپدیس سے محض اس مذہبی عقیدے کے سبب سے ہرگز نالاں نہیں تھی بلکہ جس چیز نے سب سے زیادہ اسکا لوگوں کو مخالف بنا دیا وہ اسکا خاص طرز استدلال تھا جو اس کے ہر ناٹک میں موجود تھا اور جس کی وجہ سے اسکے قلم سے بعض مرتبہ ایسی بات نکل جاتی تھی جو اصول مملکت کے خلاف ہوتی تھی۔ مثلاً جب وہ ہپولیتوس سے کہلواتا ہے کہ قسم اس کے ہونٹوں نے کھائی ہے جس کا دل سے کوئی خاص تعلق نہیں تو لوگ نہایت برافروختہ ہوئے اس لئے کہ ان کے نزدیک اس اصول اور دروغ حلفی میں کوئی خاص فرق باقی نہیں تھا[۱۲]۔ ایتھنزیوں کا یہ خیال تھا کہ تماشہ گاہ سے لوگوں کو عمدہ اخلاق سیکھنے چاہئیں اور انھیں یوریپدیس سے یہ امید تھی کہ اس کے ناٹکوں سے انھیں عمدہ جذبات کی تعلیم ملے گی۔ لیکن اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض یوریپدیس نے بعض دفعہ کوئی رندانہ بات کسی ایسے شخص کی زبان سے کہلوائی جسکا ماحول اور جس کے خصوصیات اس بات کے منافی نہ تھے تو آخر اس نے کونسا بہت بڑا قصور کیا؟

یوریپدیس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لوگوں کو براہ راست تعلیم دے بلکہ وہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے تو انھیں سوچنے اور غور و فکر کرنے کی تلقین کرے اور پھر زندگی کی حقیقت کا اصلی نقشہ ان کے سامنے ساتھ پیش کرے۔ اور اس کوشش میں اس نے ناٹک کی شاعری کا

---

[۱۲] یوریپدیس "ہپولیتوس" ۶۱۲ بیسنل (۳، ۲۱۸) یہ کہتا ہے کہ یوریپدیس اس فقرے کا بچاؤ نہیں کر سکتا کہ اس نے شخصیت موضوعہ کے خصائص بیان کرنے میں ظہوری طرز اختیار کیا ہے حق تو یہ ہے کہ جس جگہ یہ فقرہ ہے وہاں اسکی ضرورت بھی نہیں ہے اور نہ اسکا موضوع سے کچھ زیادہ تعلق ہے۔

ایک خاص اسلوب اختراع کیا اگر درد یہ اور سر در یہ کے وہی معنی لیئے جائیں جو آجکل مروج
ہیں تو اس کے ناٹکوں کو دونوں کے درمیان رکھنا پڑیگا۔ اس نے ناٹک کو وہی شکل
دی جو ان کھیلوں کی تھی جنمیں اٹھارھویں صدی عیسوی کے طبقہ متوسط کی عام زندگی کا چربہ اتارا
گیا۔ فرنس خیلوس اور سوفوکلیس نے یہ تخیل پیش کیا تھا کہ اپنی قسمت اور فطری تکبر و نخوت کی وجہ
سے کہ چند سورماؤں کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس زمانے کے لیئے یہ تخیلات کافی
نہیں تھے۔ اور اگر درد یہ کی ایک خاص حیثیت قائم رہنی تھی تو اس کی ضرورت تھی کہ
انسان کے نقائص یا اسکے جبلی تمرد کی وجہ سے جو زیادتیاں ظہور میں آئیں انھی کو ناٹک کا
موضوع بنایا جائے۔ چنانچہ یوریپدیس برابر اسی کوشش میں لگا رہا۔ جوش اور جذبات انسانی
میں بھی ایک خاص سوفسطائی پہلو موجود تھا اور جب بعض مناسب موقع پر یوریپدیس نے
سورماؤں کے خصوصیات اپنے مخصوص انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع
کییں تو لوگوں کو ان اصولوں پر جو یوریپدیس نے سوفسطائیوں سے سیکھے تھے بعض مرتبہ
غصہ آتا تھا مگر ساتھ ہی ان سے دلچسپی بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ آجکل بھی قاعدہ ہے کہ جن
مسائل سے عوام الناس کو دلچسپی ہوتی ہے ان پر گفتگو اور استدلال سنتے نہیں کرتے
بلکہ مختلف کھیلوں کے ایکٹر کرتے ہیں اور اس سے ایکٹروں کو یہہ موقع ملتا ہے کہ وہ نہایت
پرزور تقریریں سب وشتم کی کر سکیں بلکہ بعض مرتبہ تو ایسا ہوتا ہے کہ بیموقعہ اور بے ضرورت
تقریریں کی جاتی ہیں۔ مگر خود ان تقریروں سے جو طوسی دیدش نے نقل کی ہیں یہہ ظاہر
ہوتا ہے کہ اگر ان میں مختلف معاملات پر عام تبصرہ ہوتا تھا تو لوگ وقت
ناوقت کا خیال نہیں کرتے تھے اور انکو نہایت صبر سے سنتے تھے اور انھیں مخصوص طور پر
اخلاق اور زندگی بسر کرنے کے عام طریقے سے دلچسپی تھی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ یوریپدیس
کے ناٹکوں کے اشخاص ان ہی موضوعات پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کو
صحیح اور درست ثابت کرنیکی کوشش میں ضرورت سے زیادہ تفصیل سے بحث کرنے
لگتے ہیں۔ اگر ہم ان نتائج پر غور کریں جو شاعر مذکور نکالتا ہے تو ہمیں یہ معلوم ہوگا
کہ اس کے اور عام یونانیوں کے خیالات میں کسی قسم کا تفاوت و تخالف نہیں ہے۔
اپنے پیشرو مرثیہ نویسوں کی طرح وہ یہ نصیحت کرتا ہے کہ انسان کو نہایت خاموشی کے
ساتھ زندگی کے فراز و نشیب، نیکی اور بدی، خوشی اور رنج کو جنھیں مجموعی طور پر دنیا

کہتے ہیں برداشت کرنا چاہئیے تاکہ یہ غور کرے کہ جن باتوں میں بظاہر تکالیف و محن نظر آتے ہیں اس کا بھی ایک عمدہ پیرایہ ہوسکتا ہے اور سوچ کہ انکے برداشت کرنے میں اسے اپنی تمام قوتوں سے کام لینا پڑیگا اور بہر حال بیچ کا راستہ اختیار کرے۔ اسکے مضمون میں بہت اقوال اور کہاوتیں بھی ہیں اور چونکہ ظاہری شکل کے اعتبار سے وہ مکمل ہیں اس لیئے بہ آسانی حفظ ہوسکتی ہیں۔ ان سے یونانیوں کو بہی اخلاقی تعلیم میں بہت مدد ملی ۔ یہی وجہ ہے کہ ان ناٹکوں کے اقوال بھی محفوظ ہیں جو بہ تمادی زمانہ سے تلف ہوگئے ۔ جب یوریپدیس نے درویہ لکھنے کے لیئے اپنا قلم اٹھایا تو اُس نے اس سے قدیم فرض انجام دیدیا اور اس کے ذریعہ سے لوگوں میں تمدن اور تہذیب کا رواج دینا شروع کیا ۔ فرق یہ تھا کہ ابتک تو درویہ اپنے علو و عظمت کی وجہ سے لوگوں پر اثر ڈال کر تہذیب پھیلاتا تھا اب یوریپدیس نے اس کے ذریعہ سے عقل کے مطابق لوگوں کو صحیح معیار زندگی بتایا اور اسطرح عوام الناس کو مہذب و تعلیم یافتہ بنایا[13] ایسے ہی طریقہ پر ودیکوس نے بھی برتا مگر اسکا دائرۂ عمل یوریپدیس سے بہت وسیع تھا بادی النظر میں یہ نہایت عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے کہ گو سوفوکلیس نے سیاسیات میں بہی حصہ لیا مگر اسکے اور ایتھنزی قوم کے خیالات میں کبھی تناقض نہیں ہوا اس کے برعکس گو یوریپدیس ایک خانہ نشین شخص تھا اور ہمیشہ اپنے مطالعے اور صناعی میں

[13] اسی طرح سوفوکلیس کے ناٹکوں میں بھی نصائح موجود ہیں ۔ ہم نے آجکل کے مذاق کا لحاظ کرکے یوریپدیس پر اتنی تفصیل سے بحث کی ہے ۔ ایک زمانہ تھا جب کوئی ناول ہمارے ملک میں اسوقت تک مکمل نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک اس میں ادبیات، سیاسیات اور عمرانی مسائل پر بحث نہو اور یوریپدیس ان ہی وجوہ سے حقوق نسواں جیسے موضوع پر تبصرہ کرتا ہے ۔ چونکہ قدما تاریخی رنگ آمیزی سے واقف نہیں تھے اس لئے وہ یوریپدیس کے اس فعل میں چنداں حرج نہیں سمجھے ۔ ایس خیلوس، سوفوکلیس اور یوریپدیس تینوں ادیبوں کے سورما اسی طرح سے گفتگو کرتے ہیں جو ان کے زمانے میں رائج تھی ۔ مگر یوریپدیس کے تصانیف میں ہر بات کی بنیاد عقلیات پر ہے اور قدیم یونان کے حالات کے متعلق اس میں جس قسم کی رائے کا اظہار کیا گیا ہے اس میں اور رائج الوقت خیالات میں بہت فرق ہے ۔ اور درویہ کا اصل اصول ہی یہ تھا کہ زمانہ قدیمہ کے حالات معلوم ہوں ۔

مشغول رہتا تھا اور خاص ایتھنز میں وہی مضمونی تحریک جس کا وہ خود بھی مقتدی تھا نہایت زور وشور سے جاری تھی مگر جب اس کی زندگی کے آخری ایام میں اس کے پاس باہر سے بلاوا آیا تو وہ اپنے وطن مالوف کو خیر باد کہنے پر رضامند ہو گیا۔ ذرا غور کرنے سے اس تفاوت کا سبب ظاہر ہو جاتا ہے۔ سوفکلیس کیلئے زندگی اور فنون دو مختلف النوع امر تھے وہ نہایت چین سے اپنی زندگی بسر کرتا تھا اور جو عیش و عشرت ایتھنز میں مہیا ہو سکتا تھا اس سے لطف اٹھاتا تھا اور اس کی کبھی یہ خواہش نہیں ہوئی کہ واقعات حالیہ پر براہ راست اثر پیدا کرے۔ اس کے برعکس یوریپڈیس خانہ نشینی کی زندگی بسر کرتا تھا مگر ساتھ ہی وہ یہ چاہتا تھا کہ لوگ اس کے خیالات پر فوراً عمل کرنے لگیں اور گو اکثر امور میں وہ ایتھنزیوں کے خیالات سے متفق تھا مگر بعض امور ایسے بھی تھے جن پر اس کے اور ایتھنزیوں کے اصولوں میں اختلاف تھا۔ عوام کا قاعدہ ہے کہ وہ افراد کی کوششوں کی قدر کرنا نہیں جانتیں ورنہ ایتھنزی ضرور یوریپڈیس کے شکر گزار ہوتے کہ اس نے ایتھنز کی شان و شوکت میں اضافہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ خصوصیت منجملہ ان ناٹکوں کے جو اسوقت تک موجود ہیں تین ناٹکوں میں نمایاں ہے۔ مثلاً ناٹک موسومہ مستدعیان میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایتھنز نے تھبز کے باشندوں کو ان ارگوسی سورماؤں کے دفن کرنے کے لیئے مجبور کیا جو مغلوب ہو چکے تھے۔ ناٹک موسومہ اولاد ہرقلیس میں ایتھنزی یوریستھیوس کے خلاف ہرقلیس کی اولاد کی حمایت کرتے ہیں اور ناٹک موسومہ "ایون" میں شروع سے آخر تک ایونیائی ایتھنزیوں کے مورث اعلیٰ کی اس لیئے عزت کی گئی ہے کہ وہ اٹیکا کا ہی فرزند رشید تھا۔ صفحہ ۵۴۴

یوریپڈیس کے جو ناٹک اسوقت تک موجود ہیں وہ مفصلہ ذیل ہیں:۔
(۱) "ہے کوبا" میں ٹرواۓ کی ملکہ کے حالات وہاں کی بربادی کے بعد دکھائے گئے ہیں۔ (۲) "اورس تیس" جس میں اورس تیس کی ماں کے قتل کے بعد اس کو جو سزائے موت ملی اسکا ذکر ہے۔ (۳) "زنان فنیقیہ" جس میں سات شخصوں کے تھبز کے ساتھ برسر جنگ ہونیکا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ (۴) "مدیا" میں مدیا اپنے ہی ہاتھوں اپنی اولاد کو قتل کر دیتی ہے۔ (۵) "ہیپولیتوس" جس میں تھےسیوس کے ایک لڑکے کا ذکر ہے۔ (۶) "الکس تس" میں یوریپڈیس اس پیرائے سے قصے

بیان کرتا ہے کہ انسان کی طبیعت پر خواہ مخواہ اثر پڑے۔ قصہ یہ ہے کہ ہرقلیس ادمیتوس کی بیوی کے انتقال کے بعد اس کے لیئے ایک نئی بیوی تلاش کرتا ہے مگر ادمیتوس اسے اسوقت تک اپنی بیوی نہیں سمجھتا جبتک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہی اس کی مرحومہ بیوی الکس تیس ہے۔ (۷) "اندرومانخے" میں ہیکتور کی بیوہ کے زمانہ اسیری کے حالات درج ہیں (۸) "مستدعیان" (۹) "ای گینیا ان آوس" (۱۰) "ای گینیا ان طوس" (۱۱) "باشندگان ٹروائے" (۱۲) "کیکلوپس (ہجویہ)" (۱۳) "باکائے" جس میں پنتھیوس کا حال بیان کیا گیا ہے۔ (۱۴) "اولاد ہرقلیس" (۱۵) "ہیلینا" جس میں ہیلینا کا بجائے ٹروائے جانے کے مصر میں رہجاتی ہے اور آخرکار اسے مینے لاؤس بچا دیتا ہے (۱۶) "ایون" (۱۷) "ہرقلیس مرفوع القلم" اور (۱۸) "ریسوس" جو دراصل کوری دولونیا کا ناٹک ہے اور جسے بطور جعل اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

ہم یہ تو دیکھ چکے کہ تعلیم جدید کا اتیھنز پر کیا اثر پڑا۔ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ ہم اس پر غور کریں کہ یونان کے مدینتہ الحکما نے اس کا کسطرح سدباب کیا۔ ہم بتا چکے ہیں کہ یونانی خصائص میں تغیر طلبی جدت پسندی اعلی فنون کی محبت اور قدیم مذہب اور قدیم دیوتاؤں سے عقیدت یہ سب باتیں مجتمع تھیں اور لامحالہ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مختلف طبقات آبادی پر کبھی ایک اور کبھی دوسری خصوصیت غالب ہو جاتی تھی۔ علوم جدیدہ اتیھنزیوں کے لیئے نہایت مناسب تھے اس لیئے کہ ان سے انھیں جدت طرازی اور مادہ تنقید کے لیئے گویا نیا مواد ملتا تھا۔ مگر بہت سے ایسے بھی تھے جنھیں ان علوم سے دلی نفرت تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ ان سے قدیم طرز کے عقیدوں میں فرق آجانے کا خطرہ ہے۔ اس زمرے میں ایک طرف تو وہ لوگ تھے جن کا کسی نہ کسی طرح عبادت عامہ سے تعلق تھا اور چونکہ پجاریوں کے جتنے عہدے تھے انمیں سے اکثر انتخاب عام کے ذریعہ سے ایک وقت مقررہ تک کیلئے پر کئے جاتے تھے[۱] ان میں ایک تو وہ پجاری تھے اور دوسرے ایسے لوگ بھی شامل تھے جو کسی زمانے میں پجاری رہ چکے تھے اور جنھوں نے اپنی زندگی شوقیہ اس قسم کے امور پر وقف کر دی تھی جیسے دیوتاؤں کی رضا مندی معلوم کرنا یا ان کے احکام کی تاویل کرنا۔ الغرض ان سب نے ایونیہ کے فلسفہ طبیعی کی مخالفت کرنی شروع کی اور اناکسی غورس

ق۔م ۴۴۶

---

[۱] اتیھنزی پجاریوں کے حالات کیلیئے مارتھا کی کتاب (پیرس ۱۸۸۲ء) دیکھنی چاہیئے۔

ان کے جوش کا نشانہ بن گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ فن خطابت اور سوفسطائیت سے بھی جس نے تھریس اور سسلی میں نشو ونما پایا تھا بیزار تھے اس لئے کہ ان علوم سے ایک خاص طرز بیان کو ترقی پہونچی تھی جس سے ہر اصول اور ہر ادارے کی بنیاد ہل سکتی تھی۔ یوریپدیس نے کئی مرتبہ پیشگوئی کے بیکار ہونیکا اصول پیش کیا جس سے راسخ العقیدہ اصحاب کو اس کے خلاف ایک اور عذر مل گیا۔ اور سسلی کی مہم کی ناکامی سے اس نقصان کا اندازہ ہوسکتا ہے جو ان اصحاب کے ہاتھوں مملکت کو پہونچ سکتا تھا۔ لامپون اس گروہ کا سب سے زیادہ صاحب فہم فرد تھا۔ فارقلیس نے کوشش کی کہ اس سے کام نکال کر اس گروہ کا اثر زائل کر دے مگر دیوپئی تھیس لامپون سے بھی زیادہ ذی اثر تھا اور اسے سپر بنا کر اس گروہ نے فارقلیس پر حملہ کر دیا۔ جہانتک سوفسطائیت کا تعلق ہے انصاف ہمیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس کی مخالفت کے لئے کوتاہ نظر اور جوشیلے لوگوں کے پاس ہی دلائل موجود نہ تھے بلکہ ایسے لوگ بھی اس سے بیزار تھے جو بالکل غیر متعصب تھے اور ان میں سے بعض کو تو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہہ کون کہہ سکتا تھا کہ سوفسطائیت نہ صرف مذہب کی بیخ کنی کرنے میں مد ہوگی بلکہ زندگی کے اصولوں کو بھی اکھیڑ کر پھینک دیگی۔ اس کے جواب میں صرف ایک بات پر غور کرنا کافی ہے کہ بالآخر مختلف مملکتوں میں شہری زندگی کے وجود اور بین الممالک امن وحفاظت کی سوائے حلف کے اور کیا ضمانت ہوسکتی تھی؟ لیکن سوفسطائیت نے اسے بھی یہ کہکر معرض خطر میں ڈال دیا کہ ہر عمل کا معیار ذاتی مفاد ہی ہوسکتا ہے۔ مملکت ایتھنز کا اولیں مقصد یہ تھا کہ مذہب کی حفاظت کی جائے۔ اور سوفسطائیت کو عام طور پر مذہب کا دشمن سمجھا جاتا تھا اسی کی خاطر اناسی غورس، پروتاغورس اور فدیاس سے مواخذہ کیا گیا۔

صفحہ ۷۴۴

علوم جدیدہ کے خلاف جو جنگ جاری تھی وہ محض عدالتی کمروں کی چار دیواری تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ ادبیات کی مخالفت خود اسی کے اسلحہ سے کی گئی اور وہ مصنف جنھوں نے جدید تعلیمی عناصر پر حملے کئے تھے نئے سیاسی رجحانات کی تخریب کے بھی درپے ہوگئے۔ شاعری کا ایک نیا اسلوب پیدا ہوا جس نے اس تعلیم اور ان سیاسی اصول کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ نظم کی اس شاخ کا نام سردریہ نویسی

تھا۔ ۱ھ

سروری ناٹک کی تاریخ سے ہم اتنے بھی واقف نہیں جتنے دردیہ کی تاریخ سے۔ زمانۂ قدیم سے دوریانیوں اور ایتھنزیوں دونوں میں سروریہ کا رواج تھا اور خصوصاً اسپارٹا میں چلتے پھرتے اکثر چھوٹے چھوٹے دلخوش کن ناٹک دکھاتے

۱ھ ۔ ہمیں بہ نسبت سروریہ کے دردیہ کی معلومات زیادہ ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ عرصۂ دراز تک سروریے اس قابل ہی نہیں سمجھے جاتے تھے کہ انھیں محفوظ کر لیا جائے کم و بیش سب سروریئے برمحل مضحکہ انگیز سوانگ تھے اسلئے یہ بالکل ناممکن ہے مختلف مقامات یونان کے جو اقسام ایجاد ہوئے انکی تفصیل بیان کیجائے اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ میگارا اور ناریتھم کے سروریوں میں کوئی خاص نوعی فرق ہے۔ ہمیں صرف ارسطوفانیس کے تصانیف اور سرقوسہ کے سروریوں کا علم ہے باقیماندہ سروریوں سے ہم مطلق بے خبر ہیں۔ سروریہ کے متعلق جدید ترین اسناد مفصلۂ ذیل ہیں:۔

تسی لنسکی "ترتیب سروریہ اٹیکا" لائپزگ ۱۸۵۵ء۔ ڈنی "سروریۂ یونان" ۲ جلد۔ پیرس ۱۸۸۶ء۔ سیٹل "تاریخ ادبیات یونانی" جلد ۲ صفحہ ۳۸۹ وغیرہ۔ گرسٹ صفحہ ۲۱۶ وغیرہ + گوبرن ہارڈی قدیم طریقے کے موافق ارسطوفانیس کو آسمان پر چڑھا دیتا ہے مگر اسکی آراء (۲۰۲) اور پاؤلی کے مجموعے (۲۰۱) میں جو مضمون ہے ان دونوں کی اب بھی بہت اہمیت ہے۔

فیشر ("قدیم یونانی سروریہ کا اثر" باڈل ۱۸۴۲ء) اور میولر اشٹروبنگ ("ارسطوفانیس" لائپزگ ۱۸۷۳ء) نے ہمیں اس خطرے سے متنبہ کیا ہے جو اسوقت پیدا ہوگا اگر ہم ارسطوفانیس کی تصانیف کی ذریعہ اسکے ہمعصروں کی تنقید کریں۔ ارسطوفانیس اس گروہ کا آلہ تھا جو عموریوں کے خلاف تھا اور اس میں عموریوں کی ظاہری کمزوری کی ہجو ملیح کرنے اور اسطرح عدیدی فریق کی خطرناک سازشوں کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کی خاص قابلیت تھی۔ اسی لیئے عدیدیوں نے اس سے کام نکالا اسنے جو حملہ اپنے ناٹک موسومہ "بابلیاں بابل" میں ایتھنزی عموریوں پر کیا ہے اسکے لیئے گلبرٹ صفحہ ۱۲۳ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

بہ زور ہجو ملیح کے میدان میں ارسطوفانیس کا رتبہ رابلے سے کم نہیں۔ مگر فرانسیسی ناٹک نویس کو ایتھنزی پر یہ تفوق حاصل ہے کہ اسے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ کونسی باتیں ہیں جن کا اثر برابر رہے گا۔ افلاطون نے بھی ارسطوفانیس کی تعریف کی ہے۔ مگر اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسے اس لیئے پسند کرتا تھا کہ وہ صناع بھی تھا اور عموریت کے اصول کی مخالفت پر بھی تلا رہتا تھا۔

پھرتے تھے۔ ان ناٹکوں کا نشو ونما تارنتم اور نشیبی اٹلی میں ہوا اور آخر کار ان کی جگہ مختصر مضحکہ آمیز کھیل رائج ہو گئے جن سے جزیرۂ سسلی میں ایک خاص قسم کے علم ادب کی بنیاد پڑی مگر افسوس ہے کہ اس کے صرف بعض اجزا ہی محفوظ رہ سکے ہیں۔ اس نئی تحریک کا سب سے بڑا رہبر اپی خارموس تھا جو اپنے متعدد ہم وطنوں کی طرح مغرب میں جا کر آباد ہو گیا اور سسلی کے بلدیہ مگارا میں سب سے پہلی مرتبہ سنہ ۴۸۰ ق م میں اپنے ناٹک عوام کے سامنے پیش کئے۔ ان کھیلوں میں ظرافت کے پیرائے میں سسلی کے یونانیوں کی زندگی کا خاکہ کھینچا ہے اور ساتھ ہی نہایت مضحکہ آمیز طریقے سے دینیات کی تعریف کی ہے یہ سب ناٹک فلسفے سے گویا لبریز ہیں۔ ان میں فلسفہ گویا کچھ عرصے کے بعد یعنی یوریپیس کے زمانے میں سوفرون باشندۂ سرقوسہ اپنے سرودیوں یا سوانگوں کی وجہ سے مشہور ہو گیا اور یہ سرودے اسقدر مقبول ہوئے کہ خود افلاطون بھی انکا معترف ہو گیا بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ جب اس نے اپنے مکالمات ترتیب دیئے تو یہ ہی سوانگ اس کے پیش نظر تھے۔ سوفرون کے بعد اس کا بیٹا زینارخوس اپنے باپ کے قدم بہ قدم چلا مگر چونکہ رفتہ رفتہ خاص جزیرۂ سسلی میں بھی اٹیکا کے سرودیہ کی شہرت خود سسلی کے سرودیہ پر غالب آ چکی تھی اور جو مصائب سسلی کو برداشت کرنے پڑے تھے ان سے تمام موجودہ ادارات میں ایک انقلاب رونما ہو چکا تھا اس لئے زینارخوس کو بھی اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ مگارا میں سوناریون سب سے بڑا سرودیہ نویس تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ مگاری سرودیہ کی وجہ سے ہی اٹیکائی سرودیہ میں ایک خاص تہیج پیدا ہوا۔ اگرچہ اُس کے متعلق ہمیں پوری طور پر معلومات حاصل نہیں۔

صفحہ ۴۴۴

دردیہ کی طرح سرودیہ بھی دیونی سیوس کے دیہاتی میلوں سے نکلا تھا۔ دونوں کے بیرونی لوازمات بالکل یکساں تھے اور دونوں ان میلوں کے اجزا میں بالکل ملا دیئے جاتے تھے۔ اسی طرح دونوں میں سنگت گرو سنگیتیہ مہیا کرتا تھا، اشخاص کی تعداد معین تھی اور شعرا مملکت کے قرار دادہ انعامات کے لئے باہم مقابلہ کرتے تھے۔ فرق یہ تھا کہ سرودیہ دردیہ کی طرح دیونی سیوس کی پوجا کا جزو لاینفک نہیں سمجھا جاتا تھا اور سرودیہ کا وہ خاص جزو Parabasis دردیہ میں نہیں

ہوتا تھا جسمیں سنگت گرد (کمیل کا پارٹ چھوڑ کر) حاضرین کے سامنے آتا اور ایک تقریر کرتا تھا۔ اسکے علاوہ سروریہ نویس کی اتنی قدر نہیں کیجاتی تھی جتنی دردیہ نویس کی۔ دردیہ کی تشکیل کے بہت بعد تک یعنی ۸۰ اولمپیاد (۴۶۰ ق م) تک سروریہ کی تشکیل نہیں ہوئی۔ اولین سروریہ نویس خیونیدیس اور ماگنیس ہیں اس کے بعد کراتیس آتا ہے جس نے فنون لطیفہ کی اس شاخ میں وہ خاص شکل پیدا کی جو برابر قدیم سروریہ کے زمانے میں قائم رہی۔ ابتدائی دور کا سب سے مشہور شاعر کراتینوس تھا جس نے غالباً ۴۶۰ ق م کے بعد ہی اپنا کام شروع کیا۔ اس نے ایتھنز کی سیاسی اور معاشرتی حالت کو اپنا موضوع بنا کر اس کا مضحکہ اڑایا۔ جو لوگ زمانہ مابعد میں ارسطوفانیس کے مدمقابل تھے ان میں سے مشہور ترین یوپولس اور فری نخوس تھے۔ صرف ارسطوفانیس ہی ایسا سروریہ نویس ہے جس کی چند تصانیف موجود ہیں اور اس نے اولمپیاد ۸۸، ۱ (۴۲۷ ق م) میں اپنا سب سے پہلا ناٹک عوام کے سامنے پیش کیا اور ۳۸۸ ق م تک برابر مختلف کھیل پیش کرتا رہا۔ اس کا آخری ناٹک پلوتوس ہے جو ۳۸۸ ق م میں دکھایا گیا۔ اس کا سب سے درخشاں زمانہ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں تھا۔ اور وہی ہمارے لیئے حالت جنگ میں ایتھنز کے عام حالات اور ایتھنزیوں کے جذبات کے لیئے بہترین سند ہے۔

سیاسی تاریخ میں ارسطوفانیس کی یہ شہرت ہے کہ برسر اقتدار فریق یا فرد مخالف اُسے اپنا ترجمان بنا لیتے تھے۔ اس زمانے میں سروریہ کی وہی حیثیت تھی جو زمانہ حال میں اخبارات اور تشنیع آمیز تصاویر کی ہے۔ ارسطوفانیس کے زمانے میں ایتھنز میں دو قسم کی تحریکات کا زور تھا ایک تو سیاسیات میں عمومیت بدرجۂ اتم سرایت کیئے ہوئے تھی اور دوسرے تعلیمات میں علوم جدیدہ کی دو شاخیں پائی جاتی تھیں۔ ایونیہ کی حکمت طبیعی اور تھریس اور سسلی کی رسمی سوفسطائیت اور خطابت۔ سروریہ کے اصول ہی میں مخالفت کا مادہ بھرا ہوا ہے۔ اسکا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو محظوظ کرے اور یہ قاعدہ ہے کہ انسان ہمیشہ تشنیع کرنے میں ہنستا ہے مدح کرنے میں کبھی نہیں ہنستا۔ لوگوں کے نشانہ تضحیک کے ساتھ ہی ساتھ ہجو ملیح بھی نہایت دلچسپ معلوم ہوتی ہے اور اگر صرف چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہنسانے کی کوشش

صفحہ ۴۴۹

کی جائے تو اس سے سوائے مغز چاٹنے کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اسی لیئے سروری تماشہ گاہ میں ہمیشہ ان لوگوں پر حملہ ہوتا ہے جو برسر اقتدار ہوتے ہیں۔ ایتھنز میں عمومیت اور جوشس تعلیم یہ ہی دو قوتیں تھیں جن کے آگے ہر شخص سر تسلیم خم کیئے ہوئے تھا اور اگر سروریہ نویسوں کو یہ منظور تھا کہ لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو جائے تو انھیں خواہ مخواہ دونوں پر حملہ کرنا لابدا اور ضروری تھا۔ لیکن چونکہ فریق مخالف ذی اثر اور مقتدر تھا اس لیئے یہ ضروری تھا کہ اس حملہ کی بنیاد کسی نہ کسی اصول پر ہو اور اگر بالفرض سروریہ نویس کسی خاص اصول کا پیرو نہ ہو تو بھی کم سے کم بظاہر کسی نہ کسی اصول کی پیروی کرنی پڑتی تھی۔ یہ ہی وجہ تھی کہ سروریہ نویسوں کو خواہ مخواہ اشرافیوں کا طرفدار بننا پڑا اور اس زمانے کے چین و آرام کی خواہی نخواہی تعریف کرنی پڑی جب زندگی کا طرز نہایت سیدھا سادا تھا۔ بظاہر تعجب ہوتا ہے کہ سروریہ باوجود مرجع عام ہونے کے حکومت دستوری کو مطعون کرے لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ سروریہ نویس شعرا کا قدیم الاعتقاد گروہ کے ساتھ تعلق تھا اور یہ ہی وہ گروہ تھا جس کے مذہبی عقیدوں سے ایتھنزی قوم کو پوری ہمدردی تھی اسی لیئے اگر کوئی شخص کسی سرگروہ پر حملہ کرتا تھا تو عوام ایک قہقہہ لگا کر اسے خوش آمدید کہتے تھے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ارسطوفانیس محتسب اخلاق تھا یا یہ کہ وہ سیاسی فریق مذہبی سے بالاتر تھا وہ غلطی پر ہیں۔ حق یہ ہے کہ اسکا انداز جانب دارانہ ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسکی باتیں سنکر لوگ ہنسیں اور اگر ہم تھیوگنس* کے اشعار سنجیدگی سے پڑھ سکتے ہیں تو ارسطوفانیس کے ناٹکوں کا بھی سنجیدگی سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اصول مذکورہ کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس کی عیب جوئی کی عادت اور طعن و تشنیع کی اصلی قیمت سمجھ سکتے ہیں اور اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ ارسطوفانیس کے ناٹک آج کل کے تمسخر آمیز اخبارات یا رسالوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اس کی رائیں تو درکنار، یہ بھی ضروری نہیں کہ جو واقعات اس نے بیان کیئے ہیں وہ صحیح اور درست ہی ہوں۔ اس لیئے سقراط اور اصلی حکیم سقراط

* شاعر اور بہت بڑا مرثیہ نویس تھا سیاسیات میں مذہبی تھا سنہ ۵۴۴ ق م یا اسکے قریب زمانے میں پیدا ہوا۔ مترجم

میں کوئی مشابہت یا مناسبت نہیں ہے اور یہ اصول تسلیم کر لینا چاہیے کہ اگر زیادہ ثبوت بہم نہ پہونچے تو ہم ان واقعات کو جن کا وہ حوالہ دیتا ہے ہمیشہ مشتبہ سمجھیں۔ مورخوں کو یہ چاہیے تھا کہ ارسطوفانیس نے جو خاکہ جنگ پیلوپونیز کے اسباب کا اڑایا اسے تاریخ کے تعین کے لیئے کبھی کام میں نہ لاتے۔ اس کا مقصد صرف یہ تھا ایتھنزی ہنسیں اور اس کی اسے پروا نہیں تھی کہ وہ واقعات جن پر لوگ خندہ زن ہوتے تھے صحیح ہیں یا غلط بلکہ ضرورت اس کی تھی کہ تھوڑی سی حقیقت کو توڑنے مروڑنے کے بعد جھوٹ کا جامہ پہنا کر قابل مضحکہ بنا دیا جائے تاکہ وہ اور بھی پر لطف ہو جائے مثلاً اگر اسپارٹا کی کارروائیوں پر رنگ آمیزی کیجائے تو یقیناً اس سے سنکر ایتھنزی بے اختیار ہنس پڑینگے۔ ارسطوفانیس نے ایتھنزی عمومیت پر جو الزامات لگائے ہیں وہ اور بھی ناقابل وثوق ہیں اس نے عموم کے رہبروں اور ان کے طرز عمل پر جو حملے کئے ہیں وہ اتنے ہی سخت ہیں جتنے ڈکنز کے حملے سیاسیات انگلستان پر۔ اور بالفرض اگر وہ بیان جو پارلیمنٹ کے انتخابات کا ایک وک" میں اور انتظامات عامہ کا "لٹل ڈورٹ" میں مذکور ہے حقیقت پر مبنی ہے تو پھر ہم کیسے ۱۸۵۱ء سے پہلے کے ادارات کو برا کہہ سکتے ہیں اور شاید ہی کوئی انگریز ایسا ہو جسنے صرف ڈکنز کے ناول پڑھکر پارلیمنٹ کی حکومت کے اصول کے خلاف رائے قائم کی ہو۔ ڈکنز کی طرح ارسطوفانیس کی تحریروں سے بھی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس سے کلیون کے خلاف بھی کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ کلیون کا رویہ شرفا اور امرار کے نزدیک قابل اعتراض تھا مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے سیاسی خیالات غلط تھے اور یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ایک اکھڑ اور ناشایستہ شخص بداطوار بھی ہو۔

اس میں شبہ نہیں کہ ارسطوفانیس ایک بہت بڑا شاعر ہے جس کی تصانیف میں مذاق بھرا ہوا ہے جس کی حملہ آوری کی قابلیت مسلم ہے اور جو انشا پردازی کا اُستاد مانا گیا ہے۔ لیکن اسکے منصوبوں میں تعلی کا نام بھی نہیں اس تعلی سے یہ مراد نہیں کہ انسان ہمیشہ ایام ماضیہ کی تسبیح خوانی کیا کرے۔ قدیم زمانے کی تعریف کرنا ہمیشہ ہلکی اور معمولی سی بات سمجھی جاتی ہے۔ بلاشبہہ جو شخص گزرے ہوئے دنوں کی تعریف

کرتا ہے اسکی لوگ تحسین و آفریں کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی اس کلیہ سے مستثنے نہیں سکتے
لیکن اعلیٰ منصوبوں کو صرف پیش کرنے سے کام نہیں نکلتا بلکہ ضرورت اس کی ہے
کہ انسان روزمرہ کی زندگی میں انھی پر عمل پیرا ہوا اور یہ ارسطوفانیس نے کبھی نہیں
کیا۔ اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ حکیم سقراط اور یوریپدیس کو لوگوں کی نظروں میں
حقیر کردے اور ان دونوں کی یہ حالت تھی کہ سقراط تو ہمیشہ اور یوریپدیس اکثر اعلیٰ منصوبے
اپنے پیش نظر رکھتا تھا۔ ممکن ہے کہ ان دونوں پر حملے کرنے میں اس کی
نیت اچھی ہو۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ازمنۂ قدیمہ کی تعریف کرتے کرتے وہ
بداخلاقی کا سبق دینے لگتا ہے تو پھر یہ عذر مسموع نہیں ہوسکتا اور حقیقت یہ ہے
کہ اسے ازمنۂ قدیمہ کی پرواہ بھی نہیں تھی کسی زمانے میں عام خیال یہ تھا کہ
ارسطوفانیس اخلاق کا سبق دینا چاہتا تھا مگر اب اس نظریہ کو باطل سمجھا جاتا ہے
لیکن اب بھی اسے بہت بڑا محب وطن سمجھا جاتا ہے اور اس کی وطن پرستی کی
قدرومنزلت کی جاتی ہے اس نے اپنے ناٹک "اکارنیان" میں جو امن پسند
گروہ کا ساتھ دیا ہے اس کا مقابلہ اس جنگ پسند گروہ سے کیا جاتا ہے جسکا
بظاہر کوئی اصول نہیں تھا اور جس کا سرگروہ کلیون تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ
امن کی وہ برکات جنھیں وہ شمار کرتا ہے اس قسم کی ہیں کہ اگر کوئی شخص امن پسند
گروہ کی ہجو ملیح کرنا چاہے تو وہ ارسطوفانیس سے زیادہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔
اگر ملتیادیس کے ہمعصر (جن کی ارسطوفانیس تعریف و توصیف کرتا ہے) وہی
منصوبے رکھتے جو امن پسند ارسطوفانیس کے تھے تو پھر جنگ کی ضرورت ہی
کیا تھی اس لیئے کہ جس قسم کی زندگی کا وہ اتھنزیوں کے لیئے خواہشمند تھا اسکے
بسر کرنے کے ذرائع شہنشاہ ایران کی سلطنت میں بھی موجود تھے معلوم ہوتا ہے
کہ ارسطوفانیس کو ان خصائل اور برکات کا اندازہ ہی نہیں تھا جو کسی جنگ کے
مقاصد میں مضمر ہوتی ہیں اور جن کے لیئے اتھنزیوں نے اپنی تلوار نیام سے باہر
نکالی۔ بدیں وجوہ اگر ہم اس پر غور کریں کہ ارسطوفانیس نے صرف ان امور پر حملہ کیا
جن میں بارآور ہونے کی قابلیت تھی (یعنی حکیم سقراط کا فلسفہ اور یوریپدیس کا درمیہ)
یا اسے اپنے وطن مالوف کے رتبے کا غلط اندازہ تھا یا اسے یہ خیال تھا کہ امن واطمان

صفحہ ۸۱ ادبی

قائم ہونے پر لوگوں کو شکم سیری اور تعیش کا موقعہ مل جائیگا یا اس کے اشرافی دوستوں اور
الکبیادیس کے علاوہ (جن کی قوت کا راز ہرگز یہ نہیں تھا کہ ایتھنز یوں کے اخلاق
درست ہوں یا وہ وطن پرست بن جائیں) ہر شخص اس کا نشانۂ تشنیع تھا۔ اگر ہم
ان سب باتوں کو پیش نظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ ازمنۂ قدیمہ کی
تعریف میں جو کچھ رطب اللسانی ارسطوفانیس نے کی ہے اور جس کی ہمیشہ تعریف
و توصیف کی جاتی ہے وہ محض شاعرانہ اور خطیبانہ تقریروں پر مشتمل ہے اور اس کی
قابلیت محض ظاہری تشکیل پر محدود۔ وہ ایک بہت بڑا ہجو گو تھا۔ مگر اس میں ذاتی اخلاق
کا شائبہ بھی نہ تھا۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ اس زمانے میں ایتھنز کی مملکت بعض مرتبہ
غلط راستہ اختیار کر لیتی تھی مگر ارسطوفانیس نے اسے صراط مستقیم کی کبھی ہدایت
نہیں کی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اسے زمانۂ موجودہ کے نقائص اور ان کے اسباب
کا علم ہی نہ تھا۔

صفحہ ۴۵۲

اس کے جو ناٹک اسوقت تک باقی ہیں ان کے تین مجموعے بنائے جا سکتے
ہیں۔ پہلے میں ۴۲۵ ق م سے ۴۲۱ ق م تک کے ناٹک ہیں جس میں "اکارنیان"
"سواران" "زنبوران" "طائران" شامل ہیں۔ دوسرے میں "لیسستراتا" (۴۱۱ ق م
تھسموفیازوسائے" (زنان تھسموفیا) اور "غوکان" (۴۰۵ ق م) ہیں۔
تیسرے مجموعے میں وہ ناٹک ہیں جو جنگ پیلوپونیز کے بعد لکھے گئے ہیں جیسے
"زنان اکلیزیا" (۳۹۲ ق م) اور "پلوتوس" (۳۸۸ ق م)۔ پہلے مجموعے میں جو
سیاسی حوالے ہیں وہ علوم قدیمہ کے طالب علم کی دلچسپی کو بڑھا دیتے ہیں۔ دوسرے
مجموعے میں "غوکان" اس لئے مستقل طور پر کارآمد ہے کہ اس میں یوریدیس پر جو تنقیح
کی گئی ہے۔ تیسرے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کے اظہار مافی الضمیر
کی قوت کم ہو گئی ہے۔ ارسطوفانیس اور الکبیادیس بالکل ایک ہی طرح کے افراد
ہیں مگر دونوں کا رجحان مختلف ہے۔ ارسطوفانیس اپنے ہمعصر ایتھنز یوں کیطرح ہی
اور اس میں وہ تمام نقائص موجود ہیں جو کسی ذی شدت قوم کا حصہ ہوتے ہیں یعنی اسمیں
بدیع گوئی تیز فہمی، آزاد خیالی، اور راستبازی کے ساتھ ہی سیاسی زندگی میں وہ
یکطرفہ جانبداری پائی جاتی ہے جو کلیون میں بھی نظر آتی ہے۔

اگر علوم جدیدہ کی مخالفت کرنے میں ارسطوفانیس نے غلط راستہ اختیار کیا تو اسکے برعکس حکیم سقراط نے اس سے صحیح طور پر اختلاف کیا اور اسی اختلاف کی بدولت ایتھنز یوں نے اسے سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ اگر ہم سقراط کا طرز استدلال سمجھنا چاہتے ہیں تو اس سے پیشتر ہمیں سوفسطائیت کے بنیادی اصول سمجھنے پڑینگے۔ سوفسطائی یہ کہتے تھے کہ اگر کوشش کی جائے تو ہر چیز کی تعلیم و تعلم ممکن ہے اور اگر کسی شخص کو سوفسطائی اصول پر علمی لیاقت اور حکومت کرنے کی قابلیت سکھائی جائے تو وہ سیکھ سکتا ہے۔ کسی چیز کی اصلیت معلوم کرنے کا اس سے زیادہ عالمگیر اصول مدوّن نہیں کیا جاسکتا کہ اگر کوئی شخص اس کی کسی خاص ماہیت کا یقین کرلے تو وہی اس چیز کی حقیقت ہوگی یہ ظاہر ہے کہ اس تخیل پر عمل کرنے سے انسان نہایت آسانی سے دوسروں کو دھوکا دے سکتا تھا۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ کوئی چالاک شخص دوسروں کے خیالات کو تسلیم کرے مگر ضرورت کے وقت ان کے الفاظ کو اپنے حسب منشار معنی پہنا دے اور پھر اگر وہ چاہے تو یہ کہکر چھوٹ جائے کہ وہ پہلی مرتبہ ہی سچ بول رہا تھا۔ یونان میں سوفسطائیت کی آمد سے پہلے بھی اسی اصول پر عمل ہوا کرتا تھا اور یونانیوں کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ ایک دوسرے کو اسطرح دروغ حلفی کرکے دھوکا دیں۔ اور جب سوفسطائیت کا زور ہوا تو انھوں نے اس جبلی عادت کو اور بھی زیادہ جلا دی اور اس سے خطرہ پیدا ہوگیا کہ لوگوں کی اخلاقی حالت زیادہ خراب ہو جائیگی۔ سوفسطائیت کے اصولوں کے متعلق آخری بات یہ لکھنی ہے کہ سوفسطائی تعلیم کا معاوضہ وصول کرتے تھے اور بعض مرتبہ اس معاوضے کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی۔ علاوہ ازیں وہ اپنی تقریریں پہلے ہی سے تیار کرلیا کرتے تھے۔

صفحہ ۱۵۲

حکیم سقراط ان سب باتوں کا مخالف تھا۔ اس موقع پر ہم اس کی تعلیم اور اس کی خصوصیات پر بحث کرینگے اور اس کی شخصیت کا بیان اس کی موت کے ذکر تک ملتوی کرینگے اس لیے کہ دونوں میں ایک خاص تعلق پایا جاتا ہے[16]

[16] حکیم سقراط اور سوفسطائیوں کے باہمی تعلقات کے لیے تسیلر کی تصنیف "فلسفۂ یونان" جلد (۱) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ حکیم افلاطون نے ندرت اس کا انداز اور طرز تقریر بیان کیا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ زینوفون کی تصویر سے کمل کسی اور نے سقراط کی تصویر نہیں کھینچی جب ان دونوں میں حکیم سقراط

اس کا اولین اصول یہ تھا کہ وہ کسی بات سے واقف نہیں اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ کوئی ایسی بات کسی کے ذہن نشین کرائی جائے جس کے مبادی پہلے سے معلوم نہوں۔ حقیقت کوئی مضمونی چیز نہیں کہ جس کا انحصار موقع محل اور انفرادی مفاد پر ہو بلکہ مختلف اشیاء کے حقیقی باہمی تعلقات کے مجموعے کا نام ہے اور انسان اس کی اصلی تہ کو کسی خاص واقعے پر غور کرنے سے پہونچ سکتا ہے۔ چونکہ وہ یہ کہتا تھا کہ وہ حامل علم نہیں اس لیئے وہ تقریروں کے ذریعہ سے تعلیم نہیں دیتا تھا اور نہ تعلیم کی اجرت لیتا تھا۔ بلکہ کسی حقیقت کی تہ کو محض مکالموں کے ذریعہ سے پہونچ جاتا تھا اس نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ لوگوں کو عملی زندگی کا اہل بنائے۔ بلکہ اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ درست اور مفید عمل کا راستہ بتادے اور واقعات کی اصلیت معلوم کرے۔ اس کا مفروضہ یہ تھا کہ نیکی وہی ہے جسے بنی نوع انسان نیکی سمجھیں سوفسطائی یہ کہتے تھے کہ میانہ روی، شکر گزاری، انصاف اور دیگر عمدہ اصولوں پر (خواہ ان کا کوئی بھی نام ہو) اسیوقت عمل کرنا چاہیئے جب وہ افراد کے فوری مفاد کے خلاف نہوں۔ برخلاف اس کے سقراط نے یہ اصول پیش کیا کہ اگر اجتماعی زندگی کا مفاد ملحوظ رکھا جائے اور محض انفرادی منافع نظر انداز کر دیئے جائیں تو پھر ہمیں اس عام خیال کی تصدیق کرنا پڑیگی کہ نیکی انسان کے لیئے ہمیشہ مفید ہوتی ہے۔ اور جس طرح انسان کا عمل اسی وقت درست ہوتا ہے جب وہ پہلے سے خوب سوچ بچار کرے اسی طرح نیک عمل بھی غور و فکر کے بعد ہی ممکن ہے۔ نیکی کسی فوری جذبہ کا نام نہیں جس کے عمل کرنے پر انسان مجبور ہو بلکہ انسان صرف اسی وقت نیکی کرتا ہے جب اس کی طبیعت میں ایک خاص قسم کی روشنی جلوہ نما ہوتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ ابتدا میں تو علم میں سوفسطائی معنے پیدا کرنے سے سقراط کو بالکل انکار تھا لیکن آخر کار اسے وہ تسلیم کر کے اور بھی عمیق معنی پہنا دیتا ہے۔　　صفحہ ۴۰۵

جب ہم حکیم سقراط کی تعلیم پر نظر ڈالیں تو ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ از منۂ وسطےٰ کے علمار نے فلسفہ کی جو قسمیں بیان کی ہیں انہیں سے کسی ایک کے

بقیہ مضمون صفحہ گزشتہ۔ کے عقائد کی بابت اختلاف ہو تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ افلاطون نے حقیقت واقعات میں کچھ اضافہ کیا ہے۔

زحمت اس کی تعلیم بھی آتی ہے ۔ اس قسم کے الفاظ جیسے مصنوعی ظاہری، حقیقی، تصوری، محفوظی وغیرہ سے اس کے اصولوں کی تنقید میں مطلق مدد نہیں مل سکتی۔ سقراط کی تعلیم کی یہ اہمیت نہیں کہ اسنے ایسے نظریئے پیش کیئے اور ایسے ضابطے مقرر کیئے جن سے مختصر طور پر کائنات کی حقیقت معلوم ہو سکتی جیسے فیثاغورث کا نظریۂ اعداد لیو کیوس کا نظریۂ سالمات اور افلاطون کا نظریۂ خیالات ۔ حق یہ ہے کہ اس طرز پر عمل کرنے سے انسان واقعات کی جگہ محض الفاظ استعمال کرنے لگتا ہے اور ان بڑے بڑے استادوں کے سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کے الفاظ ہر مرض کے لیئے اکسیر کا حکم رکھتے ہیں ۔ اس کے برعکس حکیم سقراط نے ایک ایسی دنیا کے سامنے جو ذہنی فخر و مباہات سے مملو تھی اور لفاظی کے نشے میں مخمور تھی یہ تسلیم دی کہ ان اصولوں کے اتباع سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ انسان اپنے خیالات مجتمع کر کے دوسروں کی مدد اور مکالموں کے ذریعے سے (جنسے وہ اپنی غلطیاں درست کر سکتا ہے) تحقیقات کرے کہ ان پیچیدہ پیچیدہ الفاظ کے جنھیں وہ استعمال کرتا ہے کیا معنی ہیں ۔ اور پھر نہایت سنجیدگی اور متانت سے ان خیالات اور مقاصد پر غور کرے جس پر اس نے بحث کی ہے تاکہ وہ اپنی زندگی عقلی بنیاد پر قائم کر سکے + سقراط کا سب سے مشہور شاگرد حکیم افلاطون تھا جس نے از سر نو قدیم طرز اختیار کیا اور ایک نئے مذہبی فلسفہ کا موجد ہوا ۔

ایتھنز میں حکیم سقراط کی جو حیثیت تھی وہ اس کے مطلب کے لیئے مفید نہیں تھی ۔ اور اس کا برتاؤ ان لوگوں کے برتاؤ سے بالکل مختلف تھا جو عوام الناس میں مقبول تھے ۔ ان کا یہ شیوہ تھا کہ یا تو وہ عوام الناس کو ان کے قصوروں پر فہمائش کیا کرتے تھے یا ان کی خوشامد میں رطب اللساں رہتے تھے اور ان کی ہمیشہ یہ ہی کوشش تھی کہ وہ عوام الناس پر اپنا اثر ڈالیں ۔ اس کے برعکس سقراط کا کوئی خاص نصب العین نہیں تھا اور اسے اس کی پرواہ بھی نہ تھی کہ اسے کامیابی نصیب ہوگی یا ناکامی بلکہ جس بات کو وہ سچائی پر مبنی سمجھتا تھا اور ساتھ ہی اس کی تکمیل اپنا فرض سمجھتا تھا وہی کیا کرتا تھا ۔ وہ لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ میری تعلیم سے تمھیں فلاں فلاں فائدے حاصل ہونگے مگر خود اسے بظاہر کبھی فائدہ نہیں پہنچا ۔ ایتھنز یوں کو سیاسیات میں خاص شغف حاصل تھا مگر سیاسیا

صفحہ ۴۵۵

میں بہت ہی کم توجہ کرتا تھا۔ اس نے یہ اصول پیش کیا کہ دوسرے پیشوں کیطرح لوگوں کو حکومت میں بھی خوب سوچ سمجھ کر مختلف نتائج اخذ کرنے چاہئیں۔ اور حکومت کا بار صرف ان ہی لوگوں کی گردن پر پڑنا چاہئے جنھیں علم سیاسات میں ملکہ حاصل ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کی یہ رائے نہیں تھی کہ قانون محض وقتی اور اتفاقی کثرت رائے کے مطابق بنایا جائے اسی لئے بعض عمومیت پسند اسے اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ مگر یہ انکی غلطی تھی سقراط کبھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ حکومت کا کام امراء کے سپرد کر دیا جائے یا کسی خود سر کو برسر اقتدار کر دیا جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسے ان امور میں مطلق توجہ نہیں تھی۔ وہ ماہر سیاست نہیں تھا اور اسکا مقصد بس یہ تھا کہ بنی نوع انسان کو یہ بتائے کہ اگر وہ صراط مستقیم پر چلنا چاہتے ہیں اور زندگی خوشی و خرمی سے بسر کرنا چاہتے ہیں تو انھیں خوب سوچ سمجھکر کام کرنا چاہئے۔ وہ بالکل تنہائی کی زندگی بسر کرتا تھا اور معدودے چند شاگرد اسے ہمیشہ گھیرے رہتے تھے۔ ہر ایتھنزی اسے نہایت استعجاب سے دیکھتا تھا مگر کوئی اس کے مقاصد و مطالب کما حقہٗ سمجھ نہیں سکتا تھا۔

حکیم سقراط کی تعلیم سے سوفسطائیت نے تو میدان خالی کر دیا مگر خطابت کو روز افزوں ترقی ہونے لگی اور اس سے ملک یونان کو بہت کچھ نقصان پہنچا۔ سوفسطائیت کا بھی تھوڑا بہت اثر باقی رہگیا۔ زمانہ ما بعد میں جو لوگ بت پرست ہوتے تھے وہ تو عام طور پر فن خطابت میں ماہر ہوتے تھے اور جو مذہب عیسوی اختیار کر لیتے تھے وہ بدقسمتی سے سوفسطائی بن جاتے تھے۔

ایتھنز کو پانچویں صدی ق م کے تنازعات میں جو شکست ہوئی اس کے اسباب میں سے ایک ان نئے علوم کی ترویج بھی تھی۔ ان علوم سے ہر فرد کا یہ حق نہایت ممتاز ہو گیا کہ وہ بغیر روک ٹوک ذہنی ترقی کر سکتا ہے اور ان کے ذریعہ سے یہ سکھایا گیا کہ افراد میں ہر کام کرنے کی قابلیت موجود ہے اور اس سے شہریوں میں یہ خواہش پیدا ہو گئی کہ موجودہ ادارات کو نئے اصولوں کے مطابق اور اپنے ذاتی خیالات کے موافق ڈھالنا چاہیئے۔ علوم جدیدہ میں یہ قوت تھی کہ ان کے سامنے کوئی بات نہیں بن سکتی تھی اور یہ عمومیت کے اصول کے لئے نہایت خطرناک تھی۔

ان قواعد و ضوابط کی تنقید جو نہ جب سے منظور کیئے تھے ان ہی اصولوں کے مطابق کی جانے لگی اور اس کے اثر سے بہت سے تنازعات اور جھگڑے پیدا ہو گئے۔ اس ہوشیار قوم نے گورگیاس کی تعلیم سے بہت زیادہ اور حکیم سقراط سے بہت کم استفادہ حاصل کیا تھا اور اس قوم کی خصوصیات ایتھنز کی شکست میں اتنی ہی ممد و معاون ہوئیں جتنی نکیاس کی زہد و پارسائی کی زیادتی۔

صفحہ ۴۵۶

ہمارا خیال ہے کہ پانچویں صدی ق م کے یونانیوں میں چھ مختلف قسم کے ذہنی رجحان پائے جاتے ہیں اور عرصۂ دراز کے ارتقا کے بعد ان کی چند خاص شکلیں ہو گئیں جن میں سے بعض ذہنی کیفیات کا تو دوسرے سے صرف تھوڑا سا ہی تعلق پیدا ہو گیا اور بعض ایک دوسرے کے ساتھ بالکل مخلوط ہو گئے۔ ان میں سے سب سے ممتاز درجہ علوم ایونیہ کو حاصل ہے جنھوں نے مرثیہ اور رزمیہ نظم کے دور میں یونان کا نام نہایت درخشاں کیا۔ اس کے بعد ایونیہ والے علوم طبیعی میں (جس کی ایک شاخ تخمینی فلسفہ بھی ہے) تاریخ اور جغرافیہ کے انکشاف کی طرف مائل ہو گئے اور وہیں سے اس دور میں ہیرودوٹس، ہیوداموس اسپانیا اور وہ مشہور آفاق طبیب بقراط جس کا ذکر ہم عنقریب کرینگے پیدا ہوئے اور اسی ایونیہ سے بت تراشی کا فن ایجاد ہوا جس نے جزائر میں ترقی پائی۔ ایونی فلسفیوں کو کنہ حقیقت کی بھی تلاش تھی اور اسمیں انھوں نے نہایت سرگرمی دکھائی۔ ان علوم کے علاوہ جو ایونیہ سے نکلے تھے وہ علوم بھی تھے جن کا ان سے تعلق ضرور تھا مگر جن کا مرکز ضلع ایولیہ تھا۔ ایولیوں نے مزماری نظموں میں کمال حاصل کیا ان میں بعض مرتبہ (مثلاً الکائیوس اور سافو کی نظموں میں) شاعر کی شخصیت ظاہر ہوتی ہے بعض مرتبہ شاعر کے عمیق تخیلات کا اندازہ ہوتا ہے (جیسے پندار کی تصانیف ہیں) اور الکمان کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طرز دوریائی اسپارٹا میں بھی مقبول تھا۔ کریٹ، اسپارٹا اور سکیون میں فن پیکر پذیری کو بہت ترقی ہوئی اور ارگوس کے بتوں میں اس فن نے وہ کمال حاصل کیا کہ جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں وہ اعلیٰ ترین علوم کا ہمسر ہو گیا۔ ایک طرف تو یہ تمیز کرنا دشوار ہے کہ ایولیائی اور دوریائی علوم کو مخلوط سمجھا جائے اسلیئے کہ ظاہر ہے کہ

وہ ایک دوسرے سے بالکل ممتاز تھے۔ اور یہ بھی طے کرنا آسان نہیں کہ تیسرے واقع ہوا اپنی تھریسی بلدیات کے کیا کیا خصوصیات تھے جو تھسلی سے پرونتوس تک اور پیدنا سے بائی زنطہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اس ضلع پر دو مختلف مقامات کا اثر پڑا۔ ایک تو ایونیہ اور جزائر کیکلا دیس کا اور دوسرے اندرون ملک کا۔ واقعہ یہ کہ بعض اوقات یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اندرون ملک بالکل غیر یونانی تھا۔ مگر یہ درست نہیں اور تھریس اور مقدونیہ کے ابتدائی سکے ملے ہیں جن پر یونانی کتبے کندہ ہیں۔ ہم نے متعدد دفعہ ناظرین کی توجہ تھریسی بلدیات کی اعلیٰ درجہ کی صناعی کی طرف منعطف کی ہے جو پونتوس یا ایونیوس اور اکانتیس کے ساعی اور ان کے نہایت خوبصورت سکوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں سے فلسفہ ادبی بہت تقویت پہونچی اور نظریہ سائنات کے بڑے بڑے ماہروں نے خاصکر دمقراطیس اعظم اور پروتاغورس نے اسی ملک کو اپنا مسکن بنایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کا فلسفہ اور یہاں کی صناعی دونوں کا منبع ضلع ایونیہ ہی تھا۔ مگر جس تاریخی علم ادب نے ایونیہ میں نشو و نما پایا تھا وہ تھریسی مورخ استمبرو توس ساکن تھاسوس کے ہاتھوں نہایت ذلیل ہو گیا اور اس میں سوائے نقصان رساں لغو گوئی اور گپ شپ کے اور کچھ باقی نہیں۔ شاعر حکیم تھریسی طوسی دیدس نے اسے دوبارہ نتائج غور و فکر اور تخیلات سے مملو کر دیا۔ ایونیائی اور تھریسی تمدن کا تعلق حکیم بقراط سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ حکیم اسکلپی خاندان کا فرد تھا اور جزیرہ کوس کا رہنے والا تھا مگر اس نے اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ پرودیکوس سے اخذ کیا جو پرونتوس کے شہر سلیمبریا کا باشندہ تھا اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے وطن میں مستقل سکونت اختیار کرے اس نے اپنی زندگی تھسلی اور تھریس میں بسر کی۔ غالباً جنگ پیلوپونیز کے دوران میں وہ ایتھنز میں ہی مقیم تھا۔ وہاں سے وہ تھسلی چلا گیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے دمقراطیس ساکن ابدیرا سے گہرے تعلقات تھے۔ اس ضمن میں ہمیں صرف ایک بات اور کہنی ہے۔ وہ یہ کہ ارسطاطالیس جو قدیم محققوں میں سب سے بڑا اور سب سے مشہور محقق تھا اور جو فلسفہ، علوم طبیعی اور تاریخ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا تھریس ہی کا باشندہ تھا۔ ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر ہم

ضمیمہ ۷ نمبر ۳

اس خیال کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ تھریسی یونانی ... فنون لطیفہ فلسفہ تاریخ
اور علوم طبیعی میں ایونیہ کے علوم کی ایک شاخ ہے ...
مگر تھریس میں شاعری اور عروض کی طرف مطلق توجہ نہیں ... تھریس کی آبادی کا
بیشتر حصہ ایونیائی نسل کا تھا اور اس میں اور ایونیہ میں جو فرق ظاہر ہوتا ہے وہ
غالباً اس وجہ سے ہوگا کہ ایک تو دونوں ممالک کی جغرافی حالت مختلف تھی اور دوسرے
اندرون ملک کے باشندوں کی خصوصیات جدا گانہ تھیں۔ تھریس کی آب و ہوا
ایشیائے کوچک کی آب و ہوا سے زیادہ ناموافق اور اقلیمی طرز کی ہے اور تھریسی
اور مقدونوی اقوام لدیہ اور افروجیہ کے لوگوں سے زیادہ جنگجو تھیں۔ پانچویں
صدی ق م کے تھریسی یونانی بلدیات کے تمدن میں چند عناصر ایسے موجود ہیں
جو چوتھی صدی ق م کی مقدونوی تہذیب کے پیشرو ہیں۔

صفحہ ۸۵۴

اب مغربی ممالک کی طرف نگاہ ڈالیے۔ یہاں ہمیں دو بالکل مختلف النوع
تمدن نظر آتے ہیں۔ ایک اٹلی میں اور ایک سسلی میں۔ اطالوی تمدن میں انتہائی
دنیویت اور انتہائی روحانیت دونوں پائی جاتی ہیں بلکہ اس میں کلیسائی اثر بھی
موجود ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی ان ہی اضلاع میں عیش و عشرت
اور زہد و تقویٰ دونوں دوش بدوش موجود ہیں۔ چھٹی صدی ق م میں سیباریس اور
پانچویں میں تارنتم عیش و عشرت کے مرکز ہیں۔ فیثاغورث کے مخصوص اسلوب
میں پارسائی نمایاں ہے جو بظاہر تو سنہ ق م میں نابود کر دیا گیا مگر خاموشی سے
برابر جاری رہا اور چوتھی صدی ق م میں اس کی تجدید کی گئی۔ ایک اور طرز کے فلسفے
کا مسکن جس میں تنقید پر زیادہ زور دیا جاتا تھا ایلیا تھا۔ ہمارے پاس اس کا
کافی و وافی ثبوت ہے کہ گذشتہ ہی اٹلی میں مذکورۂ بالا ذہنی رجحانات موجود تھے مگر خالص
تصوف اور اوہام پرستی کے متعلق جو یقیناً تمام "یونان عظمیٰ" میں پھیلی ہوئی تھی ہمیں بہت کم
واقفیت ہے اور یہ تحریکات ان سونے کے برتنوں کے دعائیہ فقروں سے معلوم ہوتی
ہیں جو تھے لیہ اور تھوری کے مقبروں سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان ممالک میں

شاہ۔ اس کے علاوہ تھاسوس میں ہومری طرز کے ہمراو (Rhapsodists) بھی تھے
اور یہاں ہومر کی تصانیف کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

فنون لطیفہ کو بہت ترقی ہوئی مگر ناٹک کے سلسلے میں وہاں صرف مضحکہ آمیز کھیلوں کا ہی چرچا تھا۔ سسلی کی خصوصیات پیشبی اٹلی سے بالکل جداگانہ ہیں۔ یہاں کے لوگوں کو ابتدا ہی سے شعر و شاعری کیطرف توجہ تھی استے سی خوروس اور ابی کوس بزمانہ شعر گوئی میں مشہور آفاق تھے۔ اسیطرح فنون لطیفہ کی ترویج کیوجہ سے بڑے بڑے بت کدے تعمیر ہوئے جنکی کاریگری کی اسوقت تک تعریف کیجاتی ہے۔ اور صقالیوں کی تیز طبعی پانچویں صدی تمام میں سوفرون کے سرودیے اور ہجویات اور گورگیاس کی خطابت اور سوفسطائیت سے ظاہر ہوتی ہے۔

تہذیب و تمدن کے ان پانچ مرکزوں یعنی ایونیائی والیولیائی و دریائی بھترہسی، اطالوی، اور صقالوی نے چھٹے مرکز یعنی ایکٹا پر خاص اثر ڈالا اور آخر کار اسیر یونان کی تمام ذہنی قوت کا مدار ہو گیا۔ ایتھنز ایونیائی، ایولیائی اور بھتریسی مرکز سے شعر گوئی اور فنون لطیفہ کے اصول اخذ کرتا ہے اور انھیں کمال کو پہونچا دیتا ہے صقالوی مرکز سے وہ فن خطابت سیکھتا ہے مگر ایونیہ کے علوم طبیعی کیساتھ وہ ذرا سرد مہری سے پیش آتا ہے مگر انکو بھی مسترد نہیں کرتا فیثا غورث کا فلسفہ ایتھنزیوں کو پسند نہیں تھا اسلیئے نشیبی اٹلی سے وہ کچھ نہیں لیتا اور اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں کے باشندوں کو اسرار مذہب کیلیئے ملک سے باہر نکلنے اور ایتھنز آنیکی چنداں حاجت نہ تھی۔ ایتھنزی فہم و ادراک کا میلان انتہا پسندی کیطرف نہ تھا اور اسے بیرونی تمدن سے صرف وہ عناصر لیئے جنمیں جانبداری کا شائبہ نہیں پایا جاتا۔ ذہنی دائرے میں ایتھنز کی عظمت ناقابل انکار ہے مگر ہم نہ تو اسکے صریح نقائص کو بری نظر سے دیکھنا چاہیئے اور نہ یہ بھول جانا چاہیئے کہ تمدن کے دوسرے مرکزوں کے ذکر کے بغیر ہمیں اس عظمت اور خوبصورتی کا اندازہ نہیں ہو سکتا جو قدیم یونان کا نام لیتے ہی ہماری نظر کے سامنے آتی ہیں۔ ایونیائی تمدن میں تفحص اور تعجب کا مادہ بھرا ہوا ہے۔ ایولیائی و دریائی میں تخیل اور حس بھتریسی میں حکمت نشیبی اٹلی میں انتہائی تفتیش اور پارسائی، سسلی میں تیز طبعی اور ہجو ملیح۔ ایتھنز نے سب سے کچھ نہ کچھ اخذ کیا۔ مگر انپر نشیبی اٹلی کا بہت کم اثر پڑا۔[۱۸]

۱۸۔ اس مسئلے پر بحث کرنیمیں مجھے دو باتیں ملحوظ رکھنی پڑتی ہیں۔ ایک تو عام طور پر یہ خیال ہے کہ یونانی اور ایتھنزی تمدن میں کسی قسم کا امتیاز نہیں اور دوسرے دوریانیوں اور ایونیائیوں کے خصوصیات کو عام طور پر نمایاں کر دیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس میں نے ایتھنزی اور یونانی تمدن میں فرق دکھایا ہے اور اس اثر کا ذکر کیا ہے جو تمدن کی تاریخ میں مختلف جغرافی مرکزوں کا نمایاں ہے۔ پہلے امر کے متعلق ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایتھنزیوں کی ادبی تصانیف دیگر یونانیوں کی تصانیف سے مکمل ہمیں ہیں مگر ساتھ ہی اسکا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نظم کی تین شاخوں میں سے ایتھنزیوں نے صرف ایک میں کمال حاصل کیا فنون لطیفہ

صفحہ ۴۶۶

باب ۲۷

ایتھنز اور سسلی میں

اب ہم ان سیاسی واقعات کی تاریخ کی طرف پھر متوجہ ہوتے ہیں جنھیں ہم نے مہم سرقوسہ کے ابتدا میں چھوڑا تھا+ سسلی کا یہ حملہ اسوجہ سے اہم ہے کہ جنگ پیلوپونیز کے دوران میں یہ ایتھنز کے انتہائی رعب و داب کا گویا ایک مظاہرہ تھا اور اس کی تیاری، اس کی تکمیل اور نتائج برداشت کرنے کا طریقہ ان سب سے سلطنت ایتھنز کے نقائص اور اس کی عظمت دونوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

زمانہ دراز سے ایتھنزیوں کی یہ کوشش رہی تھی کہ وہ اس جزیرے میں اپنا قدم جمالیں اور ۴۳۳ء و ۴۳۲ ق م (اولمپیاد ۸۶/۴) میں انھوں نے رھیگیوم اور لیون تی نی کے باشندوں سے معاہدے کر لیئے تھے۔ جسطرح اس جنگ کی ابتدا میں پیلوپونیزیوں نے اپنی توجہ دوریانیوں کی مدد حاصل کرنے کی طرف مبذول کی ویسے ہی ایتھنزیوں کے لیئے یہ نہایت ضروری تھا کہ وہ اس جزیرے کے خالکیسیوں کو اپنا جانب دار کر کے ان سے کام نکالیں۔ اور خود خالکیسیوں کو بھی ایتھنز کی امداد کی ضرورت تھی اس لیئے کہ پانچویں صدی ق م کی ابتدا سے ہی جزیرہ کا ایونیائی عنصر روز بروز پیچھے کی طرف ہٹتا چلا جاتا تھا اور جیسا ہم اس کتاب کے پچیسویں باب میں بیان کر آئے ہیں ان کے برخلاف دوریانی بلدیات کی ہر طرح سے ترقی ہو رہی تھی+ گیلون اور ہیئرون نے قرب و جوار کے خالکیسیوں کو مغلوب کر لیا تھا اور جمہوریۂ سرقوسہ نے بھی اپنے دور میں یہی طرز عمل جاری رکھا تھا۔ جنگ پیلوپونیز کے ابتدائی سنین میں سرقوسہ اور لیون تی نی کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا اور سرقوسہ نے اپنے مدمقابل کو اتنا دبایا کہ ۴۲۷ء ق م میں اس نے اپنے ایتھنزی حلیفوں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ میں بھی ایتھنز اکروپولس اور تک دیگر بلدیات یونان کے کمالات پر تاریکی سی چھا گئی ہے میری یہ کوشش کہ یونانیوں کے ذہنی مرکز دریافت کیئے جائیں اپنی قسم کی پہلی کوشش ہے اسلیئے اسے ایک خاکے سے زیادہ اہمیت نہ دیجئے۔!

پاس یک سفارت [illegible] لانی کی بکار گروہ گو گیاس تھا اور ایتھنز کی مدد کا خواستگار ہوا اس استدعا کے جواب میں
ایتھنز [illegible] لیونتی نی کی مدد کریگا۔ یہ اقرار اس سال کا ہے جس سال لیونتی انہ کی بغاوت فرو کی تھی۔

اس طرز عمل میں اسے قومیت کے اصول سے زیادہ عام سیاسی مقاصد کا پاس تھا۔ ایتھنز کو بحر ایجئین میں جو فوقیت حاصل تھی اس کا مقابلہ کوئی مملکت نہیں کرسکتی تھی۔ مگر بحیرۂ ایونیہ میں اس کا مدمقابل کورنتھ تھا جس کی پشت پناہی کیلئے سرقوسہ ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ اور اگر سرقوسہ کا اقتدار برابر بڑھتا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ وقت بھی آجاتا جب ایتھنزی جہازوں کو بحیرۂ ترینیہ تک پہونچنے میں خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسلیئے ایتھنز کے لیئے یہ نہایت ضروری تھا کہ سرقوسہ کے روزافزوں اقتدار کو روکنے کی تدبیر کرے۔ اس کے ساتھ ہی طوسی دیدش کا یہ بیان ہے کہ ایتھنزیوں کی یہ خواہش بھی تھی کہ کسی طرح سے وہ غلے کی برآمد سسلی سے پیلوپونیز کو نہ ہونے دیں۔

بہرحال ۴۲۷ ق م میں لاخیس اور خاروآدیس کی سرکردگی میں ایک مختصر سا بیڑا سسلی روانہ ہوا مگر اس نے جو جنگ آزمائی اس جزیرے میں کی اسمیں کچھ زیادہ زور نہیں دکھایا بلکہ کبھی یہاں کبھی وہاں حملے کرتا رہا جس سے کوئی مستقل نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ اس مہم کے دوران میں شہر مسانا ایتھنز کی طرف آگیا اور اب اس کے جہاز آبنائے میں ہوکر بلاخوف وخطر نکل سکتے تھے۔ اور فارقلیس کی حکمت عملی بھی یہی رہی تھی کہ سلطنت ایتھنز میں صرف جزیرے اور ساحلی اضلاع شامل ہوں۔ بہرحال ایتھنزیوں نے یہ طے کیا کہ ان کے سپہ سالاروں نے اپنا فرض منصبی بحسن و خوبی انجام نہیں دیا اس لیئے بازپرس کے لیئے لاخیس کو واپس طلب کیا اور سوفکلیس اور یوریمدون کی ماتحتی میں چالیس جہازوں کا ایک اور بیڑا سسلی روانہ کیا۔ مگر پیلوس کے قبضے کی وجہ سے انھیں منزل مقصود تک پہونچنے میں دیر لگ گئی اور جب یہ سسلی پہونچے تو انھیں معلوم ہوا کہ مسانا پھر دوریانیوں کی طرف چلا گیا ہے اور ایتھنزی بیڑے کو آبنائے میں شکست فاش مل چکی ہے۔ نئے ایتھنزی سپہ سالاروں نے بھی کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا اور آخرالامر ایتھنز کے صقالونی حلیفوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرکے

صفحہ ۲۶۸

اپنے ہم وطنوں سے صلح کر لی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ۴۲۵ ق م میں گیلا میں ایک کانفرانس منعقد ہوئی جس کی صدارت ہرموکراتیس نے کی جو سرقوسہ کا باشندہ تھا۔ اس نے اس امر پر زور دیا کہ سسلی کے تمام یونانی ایک ہی قوم کے افراد ہیں اور ایتھنزی غیر ملکی ہیں۔ اس قرارداد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایتھنزی افواج کو گھر واپس آنا پڑا اور ایتھنز یوں نے جدید سپہ سالاروں پر بھی مقدمہ قائم کر دیا۔

لیکن صقالیوں کا اتحاد دیرپا ثابت نہیں ہوا اور ایتھنز کو اس جزیرے کے معاملات میں دخل دینے کا ایک اور موقعہ مل گیا۔ لیون تی نی کے اشرافی گروہ اور سرقوسہ کے مابین ایک مفاہمہ ہو گیا جس کے بعد انھوں نے اپنے ہم وطنوں کو مغلوب کر کے اپنے شہر کا خرابہ کیا۔ اور خود سب کے سب اسے چھوڑ کر سرقوسہ چلے گئے۔ مگر وہ جلدی اس تبدیلیٔ سکن سے اکتا گئے اور سرقوسہ چھوڑ کر لیون تی نی کے قریب چلے گئے اور اس شہر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ اس موقع کو ایتھنزیوں نے ہاتھ سے جانے نہ دیا اور ۴۲۲ ق م میں فایاکس کو دو جہاز لیکر سسلی روانہ کیا۔ جب فایاکس سسلی پہونچا تو اس نے دیکھا کہ گو سسلی کے بہت سے باشندے سرقوسہ کی سرکردگی سے عاری آ گئے ہیں مگر کوئی فرد بشر ایسا نہیں ہے جو ایتھنز کی مداخلت کا خواہاں ہو۔ بہرحال ۴۲۱ ق م میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان صلح ہو گئی اور بالفعل ایتھنز کے لئے یہ ناممکن ہو گیا کہ سسلی کے معاملات میں مداخلت کرے۔

چھ سال گزر جانے پر ایتھنزیوں کو مداخلت کا پھر موقع مل گیا۔ اسپارٹی مصالحہ ناقابل اعتبار ثابت ہوا۔ ایتھنزیوں میں ایک شخص ایسا تھا جو فطرتاً نہایت حوصلہ مند تھا مگر پیلوپونیز میں اسے سخت ناامیدی ہو چکی تھی اسکی خواہش تھی کہ یہیں اور بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دے۔ ساتھ ہی ایتھنزیوں نے بھی یہ سمجھا کہ ان کو کافی قوت حاصل ہے بالآخر سسلی کی ایک چھوٹی سی بستی نے ایتھنز سے مدد چاہی اور اسے وہاں فوج کشی کا بہانہ مل گیا۔ سگستہ اور سلی نوس میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ جھگڑا ہوتا رہتا تھا اور چونکہ سلی نوس ایک دوریائی نو آبادی تھی اس لئے سرقوسہ ہمیشہ اسکی پشت پناہی کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف لیون تی نی کی طرح ایتھنز اور سگستہ

صفحہ ۴۶۹

میں بھی مخالفہ تھا۔ اور جب اس کے اہل سلی نوس کے درمیان نقیض پیدا ہو گئی اور قرطاجنہ سے خاطر خواہ جواب نہ ملا تو آخر الامر ایتھنز سے مدد کا خواستگار ہوا اور اس استدعا کی لیون تی نی نے بھی تائید کی سگستہ کے سفیروں نے یہ دعویٰ کیا کہ ایتھنزی فوج کا سامان خورونوش بہ آسانی بہم پہونچا سکتے ہیں اور اپنے وسائل کے متعلق مبالغہ آمیز گفتگو کر کے ایتھنزی سفرا کو دھوکے میں ڈال دیا چنانچہ وہ ساٹھ تالنت لیکر واپس چلے گئے اور سگستہ کے موافق رپورٹ کر دی۔ ان اطلاعوں سے مطمئن ہو کر ایتھنزی جمعیت عوام نے یہ طے کیا کہ ایتھنز کو سگستہ اور لیون تی نی کا ساتھ دینا چاہیئے اور الکبیادیس، لاماخوس اور نکیاس کو فوج کا سپہ سالار منتخب کیا۔ الکبیادیس تو اس مہم کے موافق تھا مگر نکیاس خلاف تھا اُس نے عوام الناس کو ترغیب دی کہ وہ مہم کے تصفیئے پر ایک مرتبہ پھر نظر ثانی کریں۔ مگر اس نظر ثانی کے بعد مہم کا دائرۂ عمل اور بھی وسیع ہو گیا اور یہ مہم پہلی مہمات سسلی سے کہیں زیادہ مقبول عام ہو گئی چنانچہ ایک سو جہازوں کا بیڑا فوراً تیار کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ احساس پذیر ایتھنزیوں کو اس سے پہلے کبھی اتنا جوش نہ آیا تھا۔ ان کی ہر قسم کی اُمیدیں اس مہم کے ساتھ وابستہ تھیں اور انھیں بلاد مغرب میں جو یونانی قوم کے لیئے گویا ایک سونے کی کان تھے۔ ایک عظیم الشان سلطنت کے خواب نظر آنے لگے مگر ایک بعید الفہم واقعے کی وجہ سے اس مہم کی روانگی میں کچھ دیر لگ گئی[۱]

---

[۱] - ہرمیس کے بتوں کی قطع و برید کے متعلق اسناد۔ طوسی دیدس - ۶، ۲۷، ۲۹، ۶۰ - پلوٹارک - "الکبیادیس" - ۱۸ - غالباً یہاں پلوٹارک الفوروس کا اتباع کرتا ہے - اندروکیدیس - "رازہائے مخفی" - ۶ وغیرہ حال کی تصانیف:-
ڈروائے سن - "Rhein Mus" ۴، ۲، ۳ - گیوتنز "سالیانہ لسانیات قدیمہ" آٹھواں تتمہ
گلبرٹ - "اضافہ جات" صفحہ ۲۵۱ وغیرہ -
ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آخر ہرمیس کے بت کس نے توڑے اس لیئے کہ یہ امر پایۂ یقین کو نہیں پہونچا۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے عمومیوں نے پساندر اور اندروکیدیس کی سرکردگی میں اتحاد عمل کر لیا اور اس موقع کو غنیمت سمجھکر الکبیادیس کو معزول کرا دیا۔ انہیں سے گو پساندر اسوقت تک بظاہر عمومی گروہ کا ایک فرد تھا مگر غالباً اس نے عدیدیوں کی طرفداری کرنا شروع

مئی ۴۱۵ ق م میں ایک دن ہرمیس دیوتا کے تمام بت جو شہر کے اکثر حصوں میں نصب تھے ٹوٹے ہوئے اور مسخ شدہ حالت میں ملے۔ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اتیھنزی مذہبی روایتوں کے کس درجہ پابند تھے۔ ہرمیس کے بتوں کا توڑنا ایک عظیم الشان مذہبی گناہ سمجھا جاتا تھا اور جب ملزموں کا پتا نہ چلا تو اُن کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی یہ تو ناممکن تھا کہ ایک ہی شخص اتنا نقصان کر سکتے اگر بالفرض یہ کارروائی متعدد اشخاص نے کی تھی اور اُن کا سراغ نہ لگ سکا تو پھر اتیھنز میں کوئی چیز محفوظ نہ رہ سکتی تھی۔ یہ بہت ممکن تھا وہ لوگ جنھوں نے مذہب کی بے حرمتی کرنے کی اس قدر جرأت کی عمومیت اور مملکت کے خلاف اتنی ہی کامیابی کے ساتھ سازش کریں۔ ان ہی اسباب کی بنا پر ایک اعلان شائع ہوا کہ ہر شہری ان تمام جرائم اور اُن کا ارتکاب کرنے والوں سے اظہار نفرت کرے۔ اور ساتھ ہی ایک مجلس تحقیقات قائم ہوئی جس کا صدر پسانڈر تھا جو اُس وقت تو عمومی گروہ کا ایک فرد تھا مگر بعد میں عدیدیوں کا رہبر ہونے کی حیثیت سے بہت مشہور ہو گیا۔ یہ اطلاع موصول ہوئی کہ الکبیادیس نے اسرار مذہبی کا خانگی جلسوں میں مذاق اڑایا ہے اور بازاری افواہ نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ ہرمیس کے بتوں کی توہین کا اصل باعث وہی ہے اس لیئے اس کے خلاف عمومیت پسند اندروکلیس اور لکیائیت پسند تھسالوس ابن کیمون نے استغاثہ دائر کیا۔ حق یہ ہے کہ سچے عمومیوں اور راسخ الاعتقاد اعیانیوں دونوں کو اسی پر شبہ تھا۔ اُس نے سوچا کہ جس مہم کا وہ رہبر ہے وہ عوام الناس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کر دی تھی اور آخر کار اُس نے عدیدیوں سے اپنے کو بالکل وابستہ کر دیا۔ ان دونوں کے ساتھ تھساؤس اور اس کا اعیانی فریق بھی الکبیادیس کی مخالفت میں بخوشی ساتھ ہو گیا۔ کیا کہ ایک تو الکبیادیس نہایت بد دماغ تھا اور دوسرے اُس نے ہی پربولوس کی جلا وطنی کے معاملے میں حصہ لیا تھا جسے عمومی کبھی فراموش نہ کر سکتے تھے۔

مفصلۂ ذیل کتابوں کا مقابلہ کیا جائے:۔

بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا" صفحہ فلبی: "تاریخ دور الکبیادیس کے مختلف پیرائے"۔

ان لوگوں کی جائداد کی ضبطی کے متعلق جن پر بتوں کے توڑنے کا الزام لگایا گیا تھا مفصلۂ ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں: ہکس ۵۵ = ڈٹن برگر ۴ تا ۴۰ و ۴۱ کیوہلر رسالہ "ہرمیس" ۲۳ (۱۸۸۸ء) صفحہ ۳۹۲ جس کے تیسرے جزو میں الکبیادیس کی جائداد کا ذکر ہے۔

صفحہ ۷۰۴

زیب بہت مقبول ہے اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ اس میں مزید تعویق کی جائے۔ اور اگر ان الزاموں کی تحقیقات کی گئی جو اس کے خلاف عائد کیئے گئے ہیں تو غالباً وہ ان سے بری ہو جائیگا۔ اسی لیئے اُس نے خیال کیا کہ فوراً تحقیقات ہونے سے اسے یقیناً فائدہ ہوگا اس کے برعکس اس کے مخالف محض اسی سبب سے تحقیقات کو معرض التوا میں ڈالنا چاہتے تھے۔ اور اُنھوں نے ان امور کو جو ہنوز الکبیادیس کے دل میں تھے ظاہر کرکے ان پر اور بھی زور دینا شروع کیا اور کہا کہ اگر فوراً تحقیقات کی گئی تو فوج کی روانگی میں دیر لگ جائیگی۔ آخرکار یہ ہی تحریک منظور ہوئی اور بیڑا روانہ ہو گیا۔[۱]

یہ پہلے سے طے ہو گیا تھا کہ بیڑا کرکائرا میں مجتمع ہو اور اس قرارداد کے بموجب کل ایک سو چونتیس سہ طبقہ جہاز وہاں پہونچ گئے جن میں سے ایک سو اتھنز کے تھے اور چونتیس حلیفوں نے بھیجے تھے ان جہازوں پر ۵۱ ہوپ لیت اور صرف ۳۰ سوار تھے سواروں کے لیئے ایک جہاز اور سامان رسد کے لیئے تیس جہاز مخصوص تھے۔ ان کے علاوہ باربرداری کے لیئے سو مزید کرایہ کی کشتیاں اور بہت سی تجارتی کشتیاں تھیں جنھیں ان کے مالکوں نے اپنے خرچ سے بیڑے کے ساتھ کر دیا تھا۔ ممکن ہے کہ جنگجوؤں کی تعداد چھتیس ہزار تک پہنچ گئی ہو شاید اس سے پہلے ایسا واقعہ شاید کبھی پیش نہیں آیا کہ اتھنز نے اس قدر عظیم الشان فوج اور جہاز جمع کیئے ہوں۔

اس مہم کا اصل مقصد یہ تھا کہ اتھنز نہایت وسیع پیمانے پر بلاد مغربی میں

---

[۱] سنہ ۴۱۵ ق م تا سنہ ۴۱۳ ق م کی اتھنز کی مہمات سسلی کے حالات کا ماخذ طوسی دیدیس ہے جس کا چھٹا اور ساتواں مقالہ عام جغرافی حالات اور تاریخی مواد کے لیے تحقیق اور راستی کا گویا ایک نمونہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ یہاں میں اپنی کتاب "قدیم سسلی کی تاریخ" کا ذکر کروں جہاں میں نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور اپنی اور کاوالارکی کی متفقہ تصنیف "سرقوسہ کا جغرافیہ باعتبار آثار قدیمہ" کا بیان کروں (پالرمو سنہ ۱۸۸۳ء) جس کی چار جلدیں اور اُن کے علاوہ نقشوں کی ایک جلد ہے۔ ان نقشوں کو ب۔ لوپس نے جرمن جامہ پہنایا ہے اور اس کا نام "بلدیہ سرقوسہ بہ زمانۂ قدیمہ" (اشتراس بورگ سنہ ۱۸۸۷ء) رکھا ہے اور اس کتابچہ میں میرے اکثر نقشوں کی نقل مندرج ہے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں کارلسروہے میں جولسانیات کے علما کا جلسہ ہوا تھا

فتوحات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور کوئی شخص نام کے لیئے یہ عظیم الشان فوج سگستہ اور لیون تی نی کی مدد کے لیئے آئی تھی مگر سرقوسہ ہی دشمن کی قوت کا مرکز تھا۔ اسی وجہ سے یہ ضروری تھا کہ جیسے جیسے واقعات مختلف پیرایہ اختیار کرتے جائیں ویسے ہی سپہ سالار مختلف معاملات طے کرلیا کریں جب سگستہ سے یہ خبر آئی کہ بجائے رقوم موعودہ کے انھیں صرف تیس تالنت ملینگے جن سے فوج کی تنخواہ اور دوسرے خرچ صرف ایک ہفتے کیلیئے چل سکینگے تو سپہ سالاروں نے ایک مجلس جنگ بمقام ریگیئم منعقد کی کہ آیندہ کا پیش نامہ طے کریں۔ اس مجلس میں تینوں سپہ سالاروں میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔ لاماخوس ایک کارگزار شخص تھا اس نے یہ تحریک کی کہ سرقوسہ پر فوراً حملہ کردیا جاے۔ اس کے برعکس نکیاس نے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں یہ سوچنا چاہیئے کہ آخر اس جنگ کا اصل مقصد کیا ہے اور یہ صلاح دی کہ چونکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ سگستہ ناقابل اعتبار ہے اس لیئے کم سے کم لیون تی نی کے لیئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اور اگر ہم اس کے لیئے کچھ نہ کرسکیں تو پھر گھر واپس جانا چاہیئے۔ مگر اس مہم کا روح رواں الکبیادیس تھا اور اس نے یہ رائے دی کہ پہلے تو ہم مختلف بلدیات کو اپنا طرفدار بنالیں اور پھر سرقوسہ کے خلاف کوچ کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر سرقوسہ پر حملہ ہی ہوتا تھا تو لاماخوس کی صلاح سب سے بہتر تھی اس لیئے کہ سرقوسہ پر صرف ایک ہی طرح قبضہ کیا جاسکتا تھا۔ وہ یہ کہ اس کی رسد کا راستہ مسدود کرنے کے بعد اسپر فوراً حملہ کردیا جائے تاکہ وہ مدافعت کا خاطرخواہ انتظام نہ کرسکے۔ الکبیادیس کا طرز عمل صرف اس حالت میں سودمند ہوتا کہ سرقوسہ پر قبضے کا خیال ہی چھوڑ دیا جاتا اور اہم ساحلی بلدیات کو اپنی طرف کرکے فارقلیس کی مخصوص حکمت عملی کے مطابق شخص بحری تفوق حاصل کرنے پر اکتفا کیا جاتا۔ مگر چونکہ الکبیادیس کو یہ حکمت عملی ناپسند تھی اسلیئے

صفحہ ۴۲۶

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس میں میں نے ایتھنزیوں کی پسپائی اور دریائے اسی نارس پر تباہی کے حال پر ایک مضمون پڑھا تھا۔ میں نے میدان جنگ اور اس کے مضافات کی ذاتی طور پر تحقیقات کی ہے اور اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اکرایوم لیپاس کو جو راستہ جاتا تھا وہ اور آج کل کا وادی شپا ہی یا تو پانٹو کولا تیر ملیو ایک ہی چیز ہیں بہر حال اگر ناظرین اس موضوع کا حال تفصیل سے پڑھنا چاہیں تو تصانیف متذکرہ بالا میں بہت کچھ مواد ملجائیگا۔

اس کی تدبیر ناقص تھی اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ اس میں تدبیر کے جو خدا داد جوہر ہیں اُن کے مظاہرے کا موقعہ مل جائے اور محض سرقوسہ پر حملہ کرنے سے اسے اسکا موقعہ بہت کم حاصل ہوتا۔ چونکہ وہ خود سپہ سالار اعظم تھا اور اس کی تدبیر اس کے دونوں ساتھیوں کے مقابلے میں گویا ایک درمیانی تدبیر تھی اس لیئے اسی تحریکات پر عمل درآمد ہوا لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ خود کتانا نے بھی جو ایک خالکدیسی بلدیہ تھا ایتھنز کے ساتھ بخوشی اتحاد عمل نہیں کیا بلکہ ایتھنزیوں نے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے پر مجبور کیا۔ اور قبل اسکے کہ ایتھنزیوں کی یہ کوشش بار آور ہو کہ شہر کا ماریناؔ اُنکا ساتھ دے ایتھنز سے الکبیادیس کی طلبی کا حکم آگیا۔ بات یہ ہوئی کہ اس کے غیاب سے فائدہ اُٹھا کر اُس کے دشمنوں نے ہرمیس کے مجسموں کے توڑنے کا مقدمہ دائر کر دیا تھا اور وہ اب زیر سماعت تھا۔ اس میں ایک مخبر نے ایک بیان دیا جس سے عوام الناس کو بہت اشتعال ہوا اور جب اندوکی دیس نے اپنے بچاؤ میں ایک تقریر کی اور اس میں بہت سے لوگوں پر حملہ کیا تو ان سب کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ گو اس سے عامۃ الناس کے ہراس میں کچھ کمی ضرور ہوئی مگر وہ یہ چاہتے تھے کہ واقعات کی اصلیت سے آگاہ ہو جائیں اور یہ معلوم کرلیں کہ الکبیادیس کے خلاف جو استغاثہ دائر ہوا ہے وہ کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے۔ اس لیئے سرکاری کشتی سالامینیا اسے لینے کیلیئے سسلی روانہ کی گئی تاکہ اسے پلٹ پڑنے کا موقعہ مل جائے۔ الکبیادیس اس کشتی کے ساتھ ساتھ اپنے ہی جہاز میں چلا مگر تھوریئی پہونچنے پر آنکھ بچا کر فرار ہوگیا اور ایتھنزیوں نے فوراً اس کے خلاف بھی سزائے موت کا حکم صادر کر دیا۔ اس نے اس حکم کا کئی مرتبہ ایتھنزیوں سے بدلا لیا مگر سب سے پہلا عوض یہ لیا کہ ایک جعلی مراسلے کے ذریعے سے مسانا پر اپنا اثر ڈال کر اس کو ایتھنز کی طرفداری سے باز رکھا اب جنگ کی رہنمائی کا کام کلیتہً نکیاس کے سپرد ہوگیا۔ اور اس نے حتی المقدور نہایت حزم و احتیاط سے کام کیا۔ وہ بیڑے کے ساتھ سسلی کے شمال و مغربی ساحل کیطرف چلا اور شہر ہی کاسا پر قبضہ کرکے کچھ فوج کو بری اور کچھ کو بحری راستے سے لیکر واپس کتانا چلا آیا۔

ایتھنزی سرقوسیوں کے نشانۂ تضحیک بن گئے تھے۔ اور دشمن کے اس خاص

صفحہ ۴۰۷

طرز خیال سے فائدہ اٹھاکر اتیھنزیوں نے ایک چال چلی۔ انھوں نے یہ مشہور کر دیا کہ ان کے لشکر گاہ کی حسب دلخواہ حفاظت نہیں کی جاتی۔ یہ سنکر سرقوسیوں کا جی چاہا کہ کسی روز صبح کے وقت ایتھنزی پڑاؤ پر یک بیک حملہ کر دیں۔ اتیھنزیوں نے خفیہ طور سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ سرقوسی فلاں روز حملہ کرینگے اور جب سرقوسیوں کے ایتھنزی لشکر گاہ پہونچنے سے پہلے ہی انھوں اپنی تمام فوج سرقوسہ کے بندرگاہ پہنچا دی تھی اور دریائے اناپوس میں خندقیں کھود کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ مگر یہ مقام شہر سے اتنا قریب نہ تھا کہ یہاں سے شہر کے چاروں طرف ایک فصیل بنائی جا سکے اور اس کے بغیر سرقوسہ کا قبضہ ناممکنات سے تھا۔ اسی وجہ سے ایک چھوٹی سی لڑائی میں کامیاب ہونے پر وہ پھر کتانا واپس چلے گئے۔

اب ۱۵ئہ ق م کا موسم خزاں شروع ہوگیا تھا اسلیئے دونوں فریقوں نے لڑائی بند کر دی اور آیندہ سال کے لیئے تیاریاں شروع ہوگئیں۔ سرقوسیوں نے اپنے استحکامات خشکی کی جانب وسیع کرنے شروع کیئے اور نئے سپاہ دار مقرر کیئے جنمیں سب سے ذی اختیار ہرموکراتیس تھا اور ساتھ ہی ہر طرف خصوصاً پیلوپونیز کی ریاستوں سے مدد کے لیئے استدعا کی۔ اتیھنزیوں نے یہ کوشش کی کہ کامرینا اور مسانا کو اپنی طرف کریں مگر اس میں وہ ناکام ہوئے اور ان کے بجائے صقالی قوم نے اُن سے اتحاد کر لیا۔ فریقین کی تدابیر میں سب سے موثر تدبیریں وہ تھیں جو اسپارٹا نے الکبیادیس کی تحریک سے اختیار کیں۔ الکبیادیس نے اب اپنی خدمات کلیۃً اسپارٹا کے سامنے پیش کر دیں اور اسطرح اسپارٹا کی مدد کے لیئے ایک ایسا شخص آگیا جو ایتھنز کی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہونیکے علاوہ نہایت بیدار مغز بھی تھا۔ اور ایسے آدمی کی اسپارٹا کو ابتدا سے ہی اشد ضرورت تھی۔ اسپارٹا نے الکبیادیس کے کہنے سے اٹیکا کے شہر دیکیلیا پر قبضہ کرکے اسے قلعہ بند کر دیا اور وہاں اپنا ایک لشکر متعین کر دیا جو ایتھنز کے لیئے گویا ایک وبال جان ہوگیا اس کے ساتھ ہی انھوں نے ایک سپہ سالار گی لیپوس کو سرقوسہ روانہ کیا جسکی خدمات سرقوسیوں کے لیئے نہایت ضروری تھیں اس لیئے کہ وہ اکثر اپنے سرداروں کی اطاعت سے گریز کیا کرتے تھے۔ غرض یہ ہے کہ الکبیادیس نے مذکورۂ بالا دو امور کی اسپارٹیوں کو

صفحہ ۳۷ہم

ہدایت کرکے اپنی مادر وطن کی تباہی اور بربادی کا بیج بو دیا۔

اسی زمانے میں ارسطوفانیس نے اپنا ناٹک جس کا نام "طائران" تھا اتھنزیوں کے سامنے پیش کیا جسمیں اُس نے ایسے پرندوں کی تصویر کھینچی جو دنیا کو الٹ دینے کی قابلیت رکھتے تھے اور ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ دیوتاؤں اور انسانوں سے اپنی خدمت کرائیں[1]۔ ۴۱۴ ق م میں اتھنزیوں نے سرقوسہ کے خلاف چند نہایت موثر اور پرزور تدبیریں اختیار کیں۔ وہ نہایت خموشی کے ساتھ اس خلیج کے کنارے پر جو شہر کے شمال میں واقع تھی یعنی اس سطح مرتفع کے دامن میں اتر گئے جہاں سے شہر کا حصہ مغرب کی طرف چلا جاتا ہے اور اس پر قبضہ کرلیا یہ وہ مقام تھا جہاں سے شہر کی ناکہ بندی ہوسکتی تھی۔ بلاشبہ سرقوسیوں کو یہ چاہیئے تھا کہ اس حدب پر جس کا نام ایپی پولائے تھا اتھنزیوں کا قبضہ نہ ہونے دیں۔ اس کے چاروں طرف نہایت ڈھلواں پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں اور اس کی بہت آسانی سے حفاظت ہوسکتی تھی۔ مگر سرقوسی اتنے بے پروا تھے کہ انھیں ان مقامات کے مستحکم کرنے کا اسوقت خیال پیدا ہوا جب موقعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ بہرحال یہاں اتھنزیوں نے اپنے آپ کو قلعہ بند کرلیا۔ پہلے تو انھوں نے اس سطح مرتفع کے شمالی کنارے پر قلعہ لبدالوم تعمیر کیا کہ سمندر کے راستے پر قابو پاسکیں۔ اس کے بعد اس سطح کے وسط میں ایک اور مدور قلعہ بنایا اور اس قلعہ کے جنوب میں بڑے بندرگاہ کی طرف اور شمال میں کھلے سمندر کی جانب فصیلوں کا ایک سلسلہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ انکا اصل مقصد یہ تھا کہ سرقوسہ مغربی حصۂ ملک سے بالکل علیحدہ کردیا جائے

صفحہ ۴۰۴

چونکہ اتھنز کو بحری تفوق حاصل تھا اسلیئے فصیلیں مکمل ہوجانے کی صورت میں تو آخر کار سرقوسہ کو ہتھیار رکھ دینے پڑینگے بدیں وجوہ سرقوسی تو یہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح یہ فصیل مکمل نہ ہو اور اتھنزیوں کی یہ خواہش تھی کہ جسقدر جلد یہ بن جائے اتنا ہی اچھا ہے یہ ممکن تھا کہ جب اتھنزی اس دیوار کی تعمیر میں مشغول ہوں اسوقت سرقوسی اُن پر حملہ

[1] میرا خیال ہے کہ "طائران" نہ تو ہجو ہے اور نہ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی خاص سیاسی واقعے کی تعریف و توصیف کی جائے بلکہ دراصل وہ اس احساس کا شاعرانہ مظاہرہ ہے جو اس زمانے میں ہر ایک اتھنزی کو تھا۔ وہ یہ کہ اتھنزیوں کو کوئی نہ کوئی عظیم الشان اور لاثانی کارنمایاں انجام دینا چاہیئے۔

کردیں۔ مگر اس کے لئے جرأت اور ہمت درکار تھی لہذا انھوں نے ایک اور طریقہ اختیار کیا یعنی ایک دیوار تیار کی جو سرقوسہ کی شہر پناہ سے شروع ہو کر اس جگہ تک چلی گئی جہاں تک ایتھنزی فصیل کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ اور یہ ناممکن ہو گیا کہ ایتھنزی اب اپنی فصیل کو مکمل کر سکیں۔ اسطرح ایک فصیل تو مکمل ہوئی اس لئے کہ سرقوسیوں کی طرح ایتھنزیوں کو بھی اس کی جرأت نہ ہوئی کہ جب دشمن اپنے کام میں مصروف ہو تو اسپر حملہ کردیں لیکن دیوار مکمل ہو جانے کے بعد ایک ترکیب سے ملکر اس پر قبضہ کر لیا۔ اب سرقوسیوں نے ایک اور استحکام نشیب اراضی پر تعمیر کرنا شروع کیا جو ایپی پولائے اور بندرگاہ کے درمیان تھی۔ مگر چونکہ اس زمین میں دلدل ہی دلدل تھی اس لئے وہ صرف ایک خندق ہی کھود کر رہ گئے اور فصیل بنانا ناممکن ہو گیا۔ ایتھنزیوں نے اس پر بھی حملہ کر دیا اور اسے لے لیا مگر اس لڑائی میں لاماخوس کے مارے جانے سے انھیں ناقابل تلافی نقصان اُٹھانا پڑا اس لئے کہ لاماخوس سپہ سالاروں میں سب سے زبردست فوجی مبصر تھا اور اپنی زندگی میں اس نے بہت سی مہمات نہایت ہوشیاری سے سر کی تھیں۔ اس کے مارے جانے کے بعد مہم کی سرکردگی نکیاس کے سپرد ہوئی مگر چونکہ اس کے خصائل میں سستی اور لیت ولعل کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اس لئے اس مہم میں سخت ناکامی ہوئی اور آخر کار ایتھنزی فوج کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ کچھ عرصے تک معاملات ایتھنزیوں کے موافق رونما ہوتے رہے اور سرقوسیوں کی ہمت جواب دینے لگی۔ نکیاس کو چاہیئے تھا کہ پوری فصیل فوراً تیار کر لیتا۔ مگر بجائے شمالی کنارے کے ختم کر دینے کے اُس نے اس کی تعمیر ہی روک دی اور جنوب کی طرف دوسری فصیل بنا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گی لپوس شمال کے کھلے ہوئے راستے میں ہو کر نکل آیا اور سرقوسہ پہنچ گیا۔ اس کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اسے ایتھنزی ملاح گرفتار نہ کر لیں۔ اس لئے براہ راست سرقوسہ جانے کے بجائے وہ جزیرے کے شمال میں اُتر گیا اور بری راستے سے سیدھا محصور شہر کو چلا آیا۔ اسپارٹی دوریانی اقوام کے قدیمی رہبر تھے چنانچہ اس کے آنے سے نہ صرف سرقوسیوں کے دل بڑھ گئے بلکہ اسنے انکو فوجی تعلیم و تربیت بھی دینی شروع کر دی۔ سب سے پہلے تو گی لپوس نے ایتھنزیوں کو کھلے میدان میں شکست دی جس سے اُن کے استحکامات کی تکمیل ناممکن ہو گئی۔ اس کے بعد جب

صفحہ ۵،۴

اُس نے لبدالوم پر بھی قبضہ کرلیا تو سرقوسیوں کے دل اس قدر بڑھ گئے کہ اُنھوں نے خاص اثینفزی بیڑے پر حملہ کرنے کا تہیہ کرکے اس مقصد کے لیئے جہاز آراستہ کرنے شروع کردیئے اب صورت حال گویا یہ تھی کہ سرقوسی جو ہر چہار طرف سے محصور تھے ایسے لشکر پر حملہ کرنے کا ارادہ کررہے تھے جس کی بحری قوت و اقتدار کا چار دانگ عالم میں شہرہ تھا۔نکیاس نے آگے بڑھکر جزیرہ نمائے پلے میریوم پر قبضہ کرلیا جو اورتی گیا کے مقابل واقع ہے اور بڑے بندرگاہ کے راستے کی حفاظت کرتا ہے۔مگر گی لپوس نے اس چال کا یہ جواب دیا کہ ایک تیسری فصیل تعمیر کی جس کا مقصد یہ تھا کہ ایپی پولائے کا شمالی نصف حصہ اس جنوبی حصے سے جس پر اثینفزیوں نے قبضہ کرلیا تھا بالکل علٰحدہ ہوجائے تاکہ اثینفزی مدور فصیل کسی طرح تیار نہ کرسکیں۔

اب سرقوسیوں کا پلہ قطعی طور بھاری ہوچکا تھا مگر اثینفزی اپنی دُھن میں برابر لگے ہی رہے۔نکیاس کی خواہش تو یہ تھی کہ اثینفز واپس جانا چاہیئے مگر اس میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ جبتک اثینفز سے اجازت نہ آجائے اُس وقت تک واپسی کا ارادہ بھی کرے۔اور جب ۴۱۴ ق م کا خوش گوار موسم ختم ہوا تو اس نے محض اس پر اکتفا کیا کہ صورت حال کا مفصل بیان لکھ کر اثینفز روانہ کردے اس میں یہ بھی صاف لکھ دیا کہ یا تو اثینفزی اس مہم سے دست بردار ہوجائیں ورنہ ایک نئی بری اور بحری فوج روانہ کریں۔اور ان سے یہ التجا کی چونکہ اس کی تندرستی اچھی نہیں ہے اسلیئے اثینفز واپس جانے کی اجازت دی جائے۔اس کی یہ آرزو تو پوری نہ ہوئی۔مگر اثینفز نے ایک نئی فوج آراستہ کرکے یوری مدون اور دیموس تھنیس کو اس کی مدد کے لیئے روانہ کیا۔لیکن قبل اس کے کہ یہ سسلی پہنچیں نکیاس کو سرقوسی ایک نہایت زبردست شکست دیچکے تھے ۔۴۱۳ ق م میں سرقوسیوں نے اثینفزی بیڑے پر حملہ کردیا جس میں اُنھیں گو نہ کامیابی ہوئی اور اثینفزیوں کو سخت شکست ہوئی سرقوسیوں نے پلے میریوم کے استحکامات پر بھی قبضہ کرلیا اور اس سے نہ صرف اُنھیں وہاں کا تمام سامان جنگ مل گیا بلکہ یہ ممکن ہوگیا کہ وہ بڑے بندرگاہ کے راستے کی جہاں اثینفزی بیڑا پڑا ہوا تھا ناکہ بندی کرکے اثینفزی بازگشت کو روک دیں۔اب انھوں نے اثینفزی بیڑے پر پھر حملے کرنے شروع کردیئے اور ایک معرکے میں ۷۰ اثینفزی

صفحہ ۴۷۶

سہ طبقہ جہازوں کو ۸۰ سرقوسی جہازوں نے شکست دیکر انھیں ایک بحری مورچے کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور کردیا۔ اب اتیھنزی اس بندرگاہ سے نہیں نکل سکتے تھے اور اگر انھیں اتیھنز سے مدد نہ پہنچتی تو اُن کا دین کام تمام ہوجاتا۔

مگر عین وقت پر کمک پہنچ گئی اور دیموس تھنیس ۷۳ سہ طبقہ جہاز پانچ ہزار ہوپ لیت اور بہت سے ہلکے ہتھیاروں والے سپاہیوں کو لیکر آگیا۔ وہ فوجی کرتب اور چالوں کا استاد تھا اور اُس نے پہنچتے ہی یہ سوچا کہ موقعہ کھونا نہیں چاہئے اور فوراً وہ استحکام لے لینے چاہئیں جنکی مدد سے خاص سرقوسہ پر قبضہ ہوسکے۔ جو حدب سرقوسہ کے مغربی جانب پھیلا ہوا تھا اس پر پہلے ہی سے نکیاس نے قبضہ کرلیا تھا اور گی لپوس نے اس کے وارپار ایک دیوار بناکر اتیھنزیوں کو حدب کے جنوبی حصے میں گویا نظربند کرکے شمالی حصے کو اندرون ملک کے ساتھ رسل ورسائل کیلئے کھول دیا تھا۔ اس دیوار پر براہ راست حملہ کرنا اتیھنزیوں کی دوراندیشانہ روایات کے منافی تھا اس نے اس کی ضرورت تھی کہ حتے المقدور یک بیک حملہ کرکے اسے لے لیا جائے۔ اور یہ صرف ایک ہی طرح سے ممکن تھا یعنی یہ کہ رات کے وقت اس کے پیچھے آکر دشمن کو شہر کی طرف دھکیل کر جسقدر جلد ہوسکے دیوار منہدم کردی جائے۔ یہ دیوار شاداب سطح مرتفع کے مغربی کنارے تک برابر چلی جاتی تھی اور دیموس تھنیس کی تدبیر یہ تھی کہ اتیھنزی رات کے وقت اس حدب کے دامن میں جاکر اس پر شمال کی طرف سے چڑھیں اور فصیل کے اندر کی جانب پہنچ جائیں۔ چونکہ اس مقام پر دشمن کو اُن کا انتظار نہیں ہوگا اس لیئے وہ گھبراجائینگے اور مغلوب ہوجائینگے۔ مگر جب اس طریق کار کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی تو خود حملہ آور سپاہ کو ہی شکست ہوئی۔ سرقوسی لشکر امید سے زیادہ ہوشیار نکلا اور چاند کی روشنی ناکافی ہونے کی وجہ سے اتیھنزی اس نئے مقام کا راستہ بھول گئے۔ بیوتیہ کی امدادی فوج نے اسے بڑھنے نہ دیا اور وہ چاروناچار واپسی پر مجبور ہوگئے۔ یہ پسپائی بہت جلد شکست فاحش کی شکل میں تبدیل ہوگئی وہ چٹان پر سے گرادئے گئے اور صرف ایک ہی رات میں اُن کے قریب قریب دو ہزار پانچ سو آدمی کام آئے۔

اب ہر ذی شعور یہ اندازہ کرسکتا تھا کہ سرقوسہ کی تسخیر ممکن نہیں۔ اور

صفحہ ۷۰۴

صرف یہ ایک ہی بات باقی رہ گئی تھی کہ اتھنزی کسی نہ کسی طرح اپنے گھر واپس چلے جائیں۔ مگر نکیاس کی یہ رائے نہ تھی۔ اسے خوف تھا کہ اگر وہ اتھنز گیا تو اس کی کارروائیوں کی عام تحقیقات کی جائیگی۔ اور اسے یہ بھی خیال ہوگیا تھا کہ اتھنزیوں کی حالت کچھ ایسی زیادہ خراب نہیں ہے بلکہ سرقوسہ کی حالت نازک ہے اور شہر میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوگیا ہے جو بلا تکلف شہر کو اتھنزیوں کے حوالہ کردیگا۔ اس کا یہ خیال ایک حد تک درست تھا۔ مگر یہ فریق صرف اسی وقت میں سر اٹھا تا جبکہ اس کو اتھنزیوں کی صریح تفوق کا ثبوت مل جاتا حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ اتھنزی قوت وجبروت کا خاتمہ ہوچلا تھا۔ بہر حال ڈیموس تھنیس کے کہنے سے نکیاس ایک مفاہمے پر راضی ہوگیا وہ یہ کہ تمام فوج کتانا چلی جائے اور وہاں پہنچ کر آئندہ کارروائی کے متعلق غور کیا جائے۔ مگر ۲۷ اگست ۴۱۳ ق م کو ایک چاند گہن پڑگیا اور چونکہ یہ بہت برا شگون تھا اس لئے نکیاس نے اپنی روانگی ۲۷ (۳×۹) روز کیلئے ملتوی کردی۔ اتھنز کو شکست فاش دینے کے لئے سرقوسیوں کو ہرگز اتنی مدت درکار نہ تھی ان کے پاس صرف ۷۶ جہاز تھے۔ انھیں کو لیکر وہ اتھنز کے ۸۶ جہازوں سے جنگ آزما ہوئے اور انھیں شکست دیدی۔ اس لڑائی میں خود یوریمدون بھی کام آیا۔ اب سرقوسیوں نے بندرگاہ کے راستے کے سامنے بہت سے جہاز برابر برابر زنجیروں میں جکڑ کر کھڑے کردئے تاکہ بندرگاہ سے اتھنزی باہر نہ نکلنے پائیں۔ اور جب اتھنزیوں نے یہ کوشش کی کہ اس زنجیرے کو توڑ کر باہر نکل آئیں اس وقت فریقین میں آخری مرتبہ شدید جنگ ہوئی جس کے نتیجہ کے لئے سرقوسہ اور اتھنز دونوں مملکتوں کے سپاہی نہایت بےچینی کے ساتھ منتظر تھے اس لئے کہ اگر اتھنزیوں نے زنجیرہ توڑ ڈالا تو وہ فوراً اپنا لشکر جہازوں میں سوار کرکے کتانا یا اتھنز چلے جائینگے۔ وہ اس زنجیرہ کے توڑنے میں تو کامیاب ہوگئے مگر فتح کا سہرا سرقوسیوں کے ہی سر رہا کیونکہ بعض اتھنزی جہاز تو فوراً گرفتار ہوگئے اور چند خشکی پر چڑھ کر تباہ ہوگئے۔

اب ڈیموس تھنیس نے آخری کوشش کی کہ وہ اس پھندے سے عزت کے ساتھ نکل جائے اتھنزی بیڑے میں ساٹھ کشتیاں باقی رہ گئی تھیں اور سرقوسیوں کے

صفحہ ۸۷۸

پاس صرف پچاس. ممکن تھا کہ اتھنزی ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کریں۔ اس تجویز پر خودنکیاس بھی راضی ہوگیا مگر ملاحوں نے لڑنے سے صاف انکار کردیا۔ اب جتنی کشتیاں باقی رہ گئی تھیں سب میں آگ لگادی گئی اور یہ قرار پایا کہ فوج بری راستے سے واپس جائے۔ اس کے برعکس سرقوسیوں کا اسی میں فائدہ تھا کہ دشمن کچھ دیر اپنی جگہ پڑا رہے تاکہ ایک ہی دنیں مختلف سڑکوں پر سپاہی متعین کردئے جائیں جو اُن کے پسپائی میں مزاحم ہوں۔ اسی لئے ہرموکراتیس نے ایسے لوگوں کو اتھنزی لشکرگاہ میں بھیجا جنھیں وہ اپنا دوست سمجھے ہوئے تھے اور انھوں نے اتھنزیوں سے کہا کہ آج تو سڑکوں پر سنتری کھڑے ہیں مگر راستے آج آدھے روز میں کھل جائینگے۔ ان چالبازون کے کہنے کو کمبخت اتھنزیوں نے باور کرلیا اور اسی پر عمل کیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بحری جنگ کے دوسرے روز اتھنزیوں نے واپسی کی تیاریاں شروع کردیں۔ سرقوسی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اتھنزی کتانا کو جائینگے اسلئے انھوں نے اس طرف کی تمام سڑکوں پر قبضہ کرلیا لیکن اس کے برخلاف اتھنزی اندرون ملک کی طرف بڑھے تاکہ وہ پہلے کسی ایسے شہر میں پہنچ جائیں جو اُنکا طرفدار ہو سپاہیوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ چالیس ہزار آہستہ خرام نفوس گرمی کی شدت اکثر زخم خوردہ راستوں سے ناآشنا ہر قدم پر دشمن کے حملے غرض اُنکی کیفیت ناگفتہ بہ تھی بالفعل وہ یہ چاہتے تھے کہ سرقوسہ کے مغرب میں اندرون ملک کیطرف جو پہاڑیاں ہیں وہاں کسی طرح سے پہنچ جائیں تاکہ وہ آزادی سے نقل وحرکت کرسکیں وہاں پہنچنے کیلئے وہ ایک گھاٹی سے گزرکر جہاں سطح مرتفع میں نکل آتے۔ مگر وہ اتنے آہستہ چل رہے تھے کہ سرقوسی ہر طرف اُن سے آگے نکل گئے۔ پہلے دن وہ صرف پانچ میل چلے لیکن اس کے بعد اُن کی رفتار اور بھی آہستہ ہوگئی جس نالے پر ہوکر وہ حدب پر چڑھنا چاہتے تھے وہ ایک چٹان پر ختم ہوجاتا تھا جس کا نام اکرایوم لیپاس تھا (اس لئے کہ اُسپر سے اکرائے کو راستہ جاتا تھا جس کا نام اب پالاتسولو ہے) مگر سرقوسی پہلے سے اس چٹان پر موجود تھے اور اتھنزی اُس پر قبضہ نہ کرسکے۔ اور جس راستے آئے تھے جب اسی راستے واپس ہونا چاہا تو قریب تھا کہ دشمن اُن کی راہ میں حائل ہوجائے اُنھیں گرفتار کرے۔ مگر کسی نہ کسی طرح وہ ساحل پر ہوتے ہوئے کھلے میدان میں جانکلے

اور وہاں پہنچکر اس اسید پر جنوبی سمت اختیار کی کہ انھیں کسی اور نالے کے راستے سے حدب پر چڑھنے کا موقعہ مل جائیگا انھوں نے اپنی فوج کے دو ٹکڑے کردئے اگلے ٹکڑے کے ساتھ نکیاس تھا اور پچھلے کے ساتھ دمیوس تھنیس۔ اس انتظامی تبدیلی کی وجہ سے کچھ دیر تک تو وہ دشمن کو دھوکا دیتے رہے۔ مگر سرقوسی وہاں بھی بہت جلد پہنچ گئے۔ اور پہلے تو انھوں نے دیموس تھنیس کو ایک باغیچہ میں جس کے چاروں طرف دیوار بنی ہوئی تھی گھیر لیا اور ہتیار رکھ دینے پر مجبور کیا پھر نکیاس کو چاروں طرف سے محصور کرلیا اور اسے دریائے اسی ناروس کے کنارے شکست دیکر گرفتار کرلیا۔

سرقوسیوں نے نکیاس اور دیموس تھنیس کو تو فوراً قتل کردیا۔ اور باقی سپاہیوں کو وہ اپنے پتھر کی کانوں میں لیگئے جو قدرتی چٹانوں کے نشیب میں تھیں اور جو ان میں اب تو کسی باغ کے طرح درخت اور سبزہ زار نظر آتا ہے مگر اسوقت پتے کا نشان بھی نہ تھا۔ یہ بیچارے چند ماہ گرمی اور جاڑے میں قسم قسم کی تکلیفیں اٹھا کر آخرکار مرگئے۔ پسپائی کے وقت بعض اتیھنزی فرار ہوگئے تھے۔ ان میں سے کچھ تو گرفتار ہوگئے اور بعض کو بیچارے دیہاتیوں نے پناہ دی۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں ان میں سے بعض اتیھنزیوں کی صرف اس وجہ سے آؤبھگت ہوئی کہ انھیں یوریپڈیس کے ناٹکوں کے چند فقرے حفظ یاد تھے اور سسلی میں اس کی نہایت قدر ہوتی تھی اور جو اتیھنزی سپاہی یوریپڈیس سے بطور خود بھی واقف تھے وہ بہرصورت اچھے برتاؤ کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ زمانہ مابعد میں اگر کسی ایسے اتیھنزی کا اتیھنز میں ذکر آتا جس نے اس مہم میں حصہ لیا تھا اور جو گم ہوگیا تھا تو لوگ کہتے کہ یا تو وہ مرگیا ورنہ سسلی میں تعلیم دیتا ہوگا۔

یہ شکست بالکل ویسی ہی تھی جیسی اتیھنزیوں کو مصر میں مل چکی تھی لیکن فرق یہ تھا کہ اب زمانہ بہت نازک ہوگیا تھا اور اتیھنز میں نہ تو کیمون کے سے سپہ سالار رہے تھے نہ فارقلیس کے سے مدبر۔ لوگوں کے خصائل بھی بدل گئے تھے اور تعلیمات جدیدہ نے انھیں کم ہمت اور نامرد بنادیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس میں شبہ نہیں کہ خاص اتیھنزی قوم پر اس مصیبت کی بہت کم ذمہ داری عائد

ہوتی ہے۔ غالباً فوج نے اپنا فرض ادا کیا۔ مگر سپہ داروں میں سے صرف لاماخوس ہی ایسا تھا جس کے متعلق ادائے فرض کا حکم لگایا جا سکے۔ اور نکیاس نے صرف پسپائی کے وقت استقلال اور بلند پائگی کا ثبوت دیا تھا۔

اتیھنز چند روز پیشتر تو اس خواب کے نشے میں مخمور تھے کہ وہ دنیا جہاں پر حکومت کرینگے مگر اب اس خواب کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اگر سسلی مغلوب ہو جاتی تو سلطنت اتیھنز اس قدر وسیع ہو جاتی کہ اس پر ایک حکومت عمومیہ کا صفحہ ۴۸۰ اقتدار قائم رہنا نہایت مشکل ہو جاتا۔ اسلئے کہ صرف ان ہی جمہوریتوں میں جنمیں عیانی عنصر برسر اقتدار ہوتا ہے (جیسے وینس اور روما) بڑی بڑی سلطنتوں پر حکومت کرنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ مگر اب یہ سوال باقی نہیں رہا تھا کہ اتیھنز کی سلطنت کو کس حد تک وسعت دی جائے۔ مسئلہ زیر بحث صرف یہ تھا کہ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ خود اتیھنز کا ہی خاتمہ ہو جائے۔

نوٹ باب ۲۷

اس باب کے مواد کے لئے صرف طوسی ویدش کی سند ہی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ سسلی کے پہلے حملے کے لئے مفصلہ ذیل کتب کا مطالعہ کیا جائے:-

طوسی ویدش۔ (۳) ۸۶، ۸۸، ۹۰، ۹۹، ۱۰۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۶۔ (۴) ۱، ۲۴، ۲۵، ۵۸ تا ۶۵۔
ہولم: تاریخ سسلی ۲، ۴ وغیرہ اور ۴، ۴۔ گ، م کولمبا: سسلی پر اتیھنز کا پہلا حملہ پالرمو ۱۸۸۶ء
قایاکس کی روانگی کے لئے طوسی ویدش ۵، ۴۵ اور ہولم: تاریخ سسلی ۲، ۸، ۴ کا مطالعہ کیا جائے۔

اتیھنز اور لیون تی نی اور رھیگوم کے عہدنامے ڈٹن برگر ۲۳ و ۲۴ میں ملینگے اور اتیھنز اور سگستہ کے صلحنامے کا بیان طوسی ویدش ۶، ۶ دیا ہوا ہے۔ ایک اٹیکائی تجویز عوام کے ایک حصے سے جسے کیوہلر نے "روئداد المانی انجمن آثار قدیمہ اتیھنز ۴، ۲۹ وغیرہ میں شائع کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے ان دونوں میں اچھے تعلقات تھے۔ بہر حال ۴۵۴ء اس قدر قابل وثوق نہیں ہے جیسے گروٹ فرض کر لیتا ہے (تاریخ یونان۔ ۲(۶)، ۸۳۷)

صفحہ ۴۸۲

باب ۲۸

جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام

اتھنزیوں کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہو گئی اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ انھیں سسلی میں شکست فاش مل چکی تھی مگر سب سے زیادہ زک انھیں شہر کے اندرونی حالات سے پہنچی کیونکہ جب اسپارٹیوں نے الکبیادیس کے اشارے سے اتھنز کے خلاف تنگ و دو شروع کی تو اس کی وجہ سے انھوں نے نقصان عظیم اٹھایا۔

الکبیادیس نے اتھنز کے راستے سے فرار ہونے کے بعد چند روز تھوری میں قیام کیا اور وہاں سے شہر کی لینے ہوتا ہوا سیدھا اسپارٹا چلا گیا۔ اس کے غیاب میں اتھنزیوں نے اس کے لئے سزائے موت کا حکم صادر کر دیا۔ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ وہ اسپارٹا کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہے اس لئے اسپارٹی اس عیار اور ہوشیار غدار سے کام نکالنے کا موقع پاکر نہایت خوش ہوئے اسی کے کہنے سے انھوں نے گی لیوس کو سسلی روانہ کیا اور اٹیکا کی شہر دیکیلیا پر قبضہ کر کے اسے قلعہ بند کر لیا جس سے اتھنز اور یوبیہ کے راستے کی گویا کنجی ان کے قبضے میں آ گئی۔ مگر اس کے لئے ایک بہانے کی ضرورت تھی اور اسپارٹیوں کو ۴۱۳ ق م میں وہ بہانا بھی مل گیا۔ ہوا یہ کہ اسپارٹیوں نے آرگوس کے ملک پر حملہ کر کے جنگ از سر نو شروع کر دی۔ اتھنزی فوراً آرگوس کی مدد کے لئے آئے اور صرف اسی پر قناعت نہ کی بلکہ خاص لقدونیہ کے ایک حصے کو بھی تاراج کر دیا۔ اتھنز کا یہ رویہ حالت امن کے قطعاً منافی تھا۔ اب اسپارٹا کا ضمیر بالکل صاف ہو گیا اور انھوں نے بہ اطمینان تمام دیکیلیا کو قلعہ بند کر لیا۔ اس لشکر گاہ کے ذریعے سے اسپارٹیوں نے اتھنز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ ایک تو اس سے اراضی کی کاشت میں رخنہ پڑ گیا اور غلاموں کی ایک بڑی تعداد دشمن سے جا ملی (یہانتک کہ جنگ کے اختتام پر بیس ہزار غلاموں کا پتہ نہ نکلا کہ کیا ہوئے) لیکن سب سے

بڑی بات یہ ہے کہ اتیھنز اور یوبیہ میں خشکی کا راستہ بند ہوگیا اور اب صرف بحری راستہ باقی رہ گیا۔

صفحہ ۳۸۴

مگر یہ واقعات رفتہ رفتہ ظہور میں آئے اور سب سے پہلے تو اتیھنز کو مالی نقصانات ہی برداشت کرنا پڑے۔ حکومت کو روپیہ کی اس قدر ضرورت تھی کہ اتیھنزیوں کو وصول زر کی نوعیت میں تبدیلی کرنی پڑی اور انھوں نے بجائے خراج کے تمام بحری تجارتی اشیاء پر پانچ فیصدی محصول عائد کیا اس تبدیلی کا مقصد صرف یہ ہی نہ تھا کہ سلطنت کے مالی مشکلات میں کمی ہو جائے بلکہ اس میں ایک خاص سیاسی مصلحت بھی مضمر تھی وہ یہ کہ اس نئے محصول کا بار اتیھنزیوں اور اس کے حلیفوں دونوں پر پڑتا تھا اس لئے کہ حلیفوں کی شکایت ایک حد تک رفع ہوگئی تھی۔ اس زمانے میں اتیھنز کے شہریوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ سلطنت اتیھنز کے انتظام میں ذرا نرمی پیدا ہو جائے تو ایونیائیوں اور اتیھنزیوں کے باہمی تعلقات مضبوط ہو جائینگے۔ مگر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا صحیح طریقہ بتاتا۔[1] حقیقت یہ ہے کہ جب ستمبر ۴۱۳ ق م میں یونان میں یہ خبر وحشت اثر پہنچی کہ اتیھنزی فوج کے سسلی میں ٹکڑے اڑ گئے تو اس وقت اتیھنزیوں کو معلوم ہوا کہ ان کا مستقبل نہایت تاریک ہے جس سے اُن کے دشمنوں کی (جن میں سے اول نمبر خود اس کے حلیفوں کا تھا) جان میں جان آگئی۔ جبتک اتیھنز کی طرف سے خوف لگا ہوا تھا اس وقت تک کسی کی مجال نہ تھی کہ چوں بھی کرے۔ اب اُنھیں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اس کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا ہے چنانچہ اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اسپارٹیوں نے خاص شہر اتیھنز پر حملہ کر دیا۔ شاہ اگس نے ڈکیلیا میں ایک طرح کی خود مختار حکومت قائم کرلی تھی اُس نے یہاں سے یہ کوشش کی کہ

---

[1] طوسی دیدس (۷، ۲۸) کا بیان ہے کہ یہ ایک بحری محصول تھا اور اس کی مقدار ہر چیز کی قیمت کا بیسواں حصہ (۵ فیصدی) تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف درآمد پر عائد کیا جاتا تھا مگر گلبرٹ کا خیال ہے کہ یہ برآمد پر بھی لگایا جاتا ہوگا۔ اس کی عام نگرانی اور اس کے وصول کرنے کی ذمہ داری دس ناظموں (پورستائے) کے سپرد تھی (بیلوخ کا مضمون Rh. Mus. سنہ ۱۸۸۴ء صفحہ ۲۴۹) ارسطوفانیس نے اپنے

مشرقی یونان سے روپیہ اور سپاہی جمع کرے۔ اسی زمانے میں اسپارٹیوں نے ایک متفقہ بیڑے کی تعمیر کا ارادہ کیا اور یہ قرار پایا کہ اس کے لئے ایک سو جہاز ہوں جن میں سے بیوتیہ اور اسپارٹا ۲۵، ۲۵ اور کورنتھ، فوکس اور لوکرس ۱۵، ۱۵ جہاز مہیا کرے اس سے بھی زیادہ اندیشہ ناک یہ امر تھا کہ اتھنزی لیگ کے اراکین نے یکے بعد دیگرے بغاوت کرنی شروع کر دی مشکل یہ پڑی کہ گو اتھنز نے حکومت کی باگ ذرا ڈھیلی کر دی تھی مگر لیگ کے اراکین میں ہرگز اتنی قابلیت نہیں تھی کہ وہ بطور خود کوئی کارنمایاں انجام دے سکیں لیکن اب اسپارٹا کے پاس بھی ایک بیڑا تھا اور ریوبیہ اور لسبوس نے اگیس سے اور خیوس اور اتھیرائے نے براہ راست اسپارٹا سے مدد کی درخواست کی۔ مگر ساموس متواتر وفادار رہا اور اتھنزیوں نے اسی جزیرے کو اپنی جملہ فوجی کارروائیوں کا مرکز بنایا مگر جس بات سے اتھنز کو سب سے بڑی زک ملی وہ یہ تھی کہ ایران نے اسپارٹا کی روپیہ کے ذریعے سے مدد کی اور سارڈس کے صوبہ دار تسافرنز نے اپنے قائم مقام اسپارٹا روانہ کر کے انکے ذریعے اس درخواست کی تائید کی جو خیوسیوں نے اسپارٹا سے کی تھی۔ ان سفیروں کی وساطت سے اس نے یہ بھی کہلوایا کہ میرے نام پائے تخت سے ایک فرمان صادر ہوا ہے جس میں مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ ساحلی بلدیات کا خراج جو قریب قریب ستر برس سے ادا نہیں ہوا اب وصول کرنا چاہیے اور ساتھ ہی یہ امید ظاہر کی کہ پیلوپونیسری اموژگیس (ولد پسوتھنیس) کی بغاوت کو فرو کرنے میں اس کی مدد کرینگے۔ بعینہ اسی طرح مگارا اور کیزیکوس کے باشندوں

صفحہ ۴۴

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ناٹک لی ستراتا (۵۸۲ وغیرہ) میں اتھنزیوں اور ایونیائیوں کے باہمی اتحاد کا حوالہ دیا ہے اور بیلوخ (سیاسیات اٹیکا صفحہ ۶۷) اس کی یہ تاویل کرتا ہے کہ اس زمانے میں یہ تحریک عام تھی کہ حقوق شہریت تمام حلیفوں کو دیدئے جائیں اور یہی مورخ Rh. Mus. ۸۵ء ۱۸۸۵ (صفحہ ۴۴) میں اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ نوعیت محاصل کی تبدیلی سلطنت اتھنز کے اجزا کے باہمی اتفاق و ارتباط میں بہت کچھ مدد معاون ہوئی۔ اگر اتحاد محض تسادی محاصل سے ممکن ہوتا تو یہ نظریہ یقیناً صائب ہوتا۔

کے کہنے سے فرنا بازو نے بھی جو داسکیلیون کا صوبہ دار تھا یہ کوشش کی کہ اسپارٹا کو اپنی طرف کرکے ہلیسپونت کے بلدیات کو اپنے اثر میں لے آئے۔ غرض یہ ہے کہ معاملات سسلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ یکایک ہر ایک شخص اسپارٹا سے اتحاد کرنے کا متمنی ہوگیا اور اسپارٹا نے ان وسائل کو غنیمت جانکر ان سے کام نکالنا چاہا۔ اسپارٹا کو اس کا مطلق خیال نہ تھا کہ یونانی بلدیات کا سلطنت ایران کے اقتدار میں آجانا جذبہ وطنیت کے بالکل منافی ہے۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ ہوتبہ تو مداخلت ممکن نہیں لہذا کسی خاص موقعہ پر ایسے معاملے میں مداخلت کی جائے جس میں اسے سب سے زیادہ فائدہ پہونچنے کی امید ہو۔ اسپارٹا کو ایک ایسے مدبر کی ضرورت تھی جو موقعہ محل کا اندازہ کرکے اس سے استفادہ حاصل کرسکے مگر ایسا مدبر اسپارٹا میں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ اب الکیبیادیس نے اپنی چالاکی اور تجربے کا تمام وزن اسپارٹا کے پلڑے میں ڈال دیا اور اس کے اور ایران کے باہمی تعلقات مضبوط کرنے میں ممد و معاون ہوکر اس عظیم الشان شکست کی تیاری کی جو اس کے مادر وطن کو سنہ ق م میں نصیب ہونے والی تھی۔ غرض یہ ہے کہ الکیبیادیس نے اسپارٹیوں کو یہ صلاح دی کہ وہ تسافرنزا اور خیوسیوں کا ساتھ دیں[۱]

بہرحال ابتدا میں (یعنی سنہ ق م میں) واقعات نہایت آہستہ آہستہ رونما ہوئے۔ پیلوپونیزی بیڑا خلیج کورنتھ میں تھا اور وہاں سے خیوس جانے کیلئے لنگر اٹھائے چلا۔ مگر چونکہ اسی زمانے میں خاکنائے کورنتھ کا میلہ ہونے والا تھا اسلئے

[۱] نام نہاد جنگ آرکی داموس کے اختتام پر اسپارٹا نے براسی داس کی سرکردگی میں اتھنزی لیگ پر تھریس میں زخم کاری لگانے کی کوشش کی اور مقدونیوں سے کام نکالا اسی طرح جب اُن کے پاس بیڑا بھی ہوگیا تو انھوں نے جنگ دکیلیا میں ایشیائی بلدیات پر حملہ کرنا چاہا۔ اب اسپارٹی مدبروں کے نزدیک ایرانیوں کا وہی رتبہ تھا جو کسی زمانے میں مقدونیوں کا تھا اور چونکہ مقدونیہ کی جیب خالی تھی اور ایرانیوں کے پاس روپیہ تھا اس لئے ایرانی محالفہ زیادہ کامیاب ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ اتھنزیوں کے لئے ایشیائی ساحل کے بلدیات خصوصاً ہلیسپونت کے شہروں کی اہمیت تھریس کے حلیفوں سے زیادہ تھی۔ تسافرنزا اور فرنابازو کے پیام سلام سے پردکاس کے واقعات کی یاد تازہ ہوتی ہے اور نتیجہ نکالا جاسکتا

کورنتھیوں کی یہ خواہش تھی کہ جنگ چند روز کے لئے اور ملتوی رہے۔ ایتھنریوں نے ضمانت کی طور پر چند خیوسی جہاز اپنے قبضے میں کر لئے تھے۔ اور جب انھیں آئنبائے کے میلے کے موقع پر دشمن کا ارادہ معلوم ہوا تو انھوں نے اسپارٹی بیڑے کو جو اُس وقت تک کنکریائے میں جمع تھا آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسپارٹی اب یہ چاہتے تھے کہ مزید جنگی کارروائی سے باز رہیں مگر الکبیادیس کے کہنے سے اُنھوں نے خالکدیوس کو ایونیہ روانہ کیا اور اس کے ذریعے سے خیوس، ارتیھرائے کلازومے نائے اور تیوس سے بغاوت کرا دی۔ اس کے بعد خود الکبیادیس ایشیا گیا اور وہاں پہنچ کر اتیھنز کی قدیم ترین نوآبادی یعنی ملطہ کو بھی بغاوت پر آمادہ کر دیا اب ایران اور اسپارٹا نے ایک عہدنامے پر دستخط کئے جس میں اسپارٹا نے یہ تسلیم کر لیا کہ ایشیاء کوچک کے ساحل اور جزیروں کے شہر ایران کے مملوکہ ہیں۔ اسپارٹا اور اتیھنز کے درمیان چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں جن میں موخر الذکر کو شکست ہوئی اور ان امور سے متاثر ہو کر لیے دوس بھی باغی ہو گیا مگر اس کے بدلے میں جزیرۂ تیوس پر اتیھنریوں نے از سر نو قبضہ کر لیا ساموس میں بھی عدیدی حکومت کے زوال اور عومیت کے فروغ سے اتیھنز کے اقتدار کو ترقی ہوئی اور اب ساموس ہی بلاد شرقی میں اتیھنز کی قوت و جبروت کا مرکز بن گیا[۳]۔ اُدھر خیوس کے باشندوں نے اپنے جدید حلیفوں کی وفاداری کا یہ ثبوت دیا کہ متیھمنا اور متی لنہ میں اتیھنز کے خلاف ریشہ دوانی کر کے اُنھیں بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور جب لکدیمونی امیر البحر اعظم

صفحہ ۴۵۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کہ ایرانی مقدونیوں سے زیادہ قابل اعتبار تھے۔ الکبیادیس نے اسپارٹیوں کو یہ صلاح دی کہ ہلیس پونٹ پر حملہ کرنے کی بجائے تھریس لے لیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ یہ چاہتا تھا اتیھنز کو نیچا دیکھنا پڑے مگر اس کی یہ خواہش نہ تھی کہ اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو جائے۔ اگر ہمارا مفروضہ صحیح ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس نے تسافرنز اور ایونیہ کو اسپارٹا کا آلۂ مشق اس لئے قرار دیا تھا کہ اتیھنز ہیلس پونٹ کے برعکس ایونیہ اور کاریہ میں بہت قوی تھے جہاں تک مجھے علم ہے کسی اور مورخ نے اس خیال کا اظہار نہیں کیا۔

[۳] طوسی دیدیش ۸، ۲۱۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تعریف و توصیف جو اتیھنریوں نے ایک قرارداد (مجموعۂ نوشتہائے قدیم ۱، ۵۶) میں ساموسیوں کی کی تھی اس کا سبب اسی زمانے کے واقعات ہیں۔

استیوخوس آکر ایرے سوس پر قابض ہوگیا تو انھیں بہت اطمینان ہوا مگر اتیھنزیوں نے دیومیدوں اور لیون کی ماتحتی میں خیوسیوں پر حملہ کر کے انھیں بہت نقصان پہنچایا اور خیوسی ہی وہ لوگ تھے جن کا ملک جنگ ایران کے بعد کبھی برباد اور ویران نہ ہوا تھا۔[۵]

ستمبر ۴۱۲ ق م میں اتیھنزیوں اُن کے حلیفوں اور آرگوسیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ۴۸ سہ طبقہ کشتیوں میں بیٹھ کر جن میں تین ہزار ہوپ لیت سپاہی تھے آخرکار ایونیہ پہنچ گئی۔ انھوں نے ملطیوں کو ایک بڑی جنگ میں شکست دی اور قریب تھا کہ وہ خاص شہر ملطہ کا محاصرہ کرلیں مگر اسی وقت ۵۵ پیلوپونیزی جہاز جو تھیری منیس کی سرکردگی میں تھے یکایک دکھائی دئے۔ اس پر اتیھنزی سپہ سالار فری نخوس محاصرے کا خیال چھوڑ کر اپنے ساتھیوں اور آرگوسیوں کی رائے کے خلاف جزیرۂ ساموس چلدیا اور آرگوسی برافروختہ ہوکر اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد چند غیر اہم واقعات پیش آئے۔ مثلاً پیلوپونیزیوں نے یاسوس پر قبضہ کرلیا اور وہاں بہت سامال غنیمت حاصل کرلیا اور اموژگیس کو

[۵] طوسی دیدیس (۸ ء ۲۴) اپنے مخصوص طرز سے خیوس کی بغاوت پر رائے زنی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بغاوت سے باغیوں کو نقصان ہی نقصان پہنچا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سے خیوسیوں کی عقل و دانش کا ثبوت ملتا ہے مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جبتک اتیھنزیوں کے اقتدار میں اس قدر کمی نہ ہوگئی کہ وہ خود مایوس ہوگئے اور جبتک خیوسیوں کے دوستوں کی تعداد بڑھ نہیں گئی اسوقت تک خیوسیوں نے علم بغاوت بلند نہیں کیا۔ اس سے طوسی دیدیس یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ ان پر کم عقلی کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں حق و ناحق کا مسئلہ ہی نہیں تھا خیوسیوں اور لسبوسیوں دونوں کا نقطۂ نظر ایک ہی تھا۔ اور جب لسبوسیوں پر ایسا ہی وقت پڑا تھا تو انھوں نے صرف اپنا ہی فائدہ سوچا تھا۔ اس میں ایسے تعجب کی کونسی بات ہے یہ ضرور قابل لحاظ ہے کہ طوسی دیدیس اسے اپنا فرض سمجھتا ہے کہ خیوسیوں کا ساتھ دے اور اس رائے کی تردید کرے کہ انھوں نے بغاوت کر کے اپنی حماقت کا ثبوت دیا تھا طوسی دیدیس عام طور پر محض تفصیل واقعات پر قناعت کیا کرتا ہے اور ایسے بھی عام طور پہ تاریخ یونان میں باغی حلیفوں کی جانب داری بالکل بے محل معلوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان غالباً کسی تعزیر کیا

صفحہ ۴۸۶

مسخر کر کے شہنشاہ ایران کے حوالہ کر دیا[۵۵] لیکن اب پیلوپونیزیوں کے معاملات میں نقیض پیدا ہو چلے تھے۔ اُن کے اور تسافرنز کے درمیان اس امر پر کہ بادشاہ کتنا روپیہ ادا کرے اختلاف پیدا ہوگیا اور پیلوپونیزی مطالبات کی سرقوسی ہرمکراٹیس نے نہایت زور و شور سے تائید کی۔ آخر الامر تسافرنز اور پیلوپونیزیوں نے ایک اور عہد نامے پر دستخط کئے جو ایک حد تک موخر الذکر کے منشا کے مطابق تھا مگر مشکل یہ تھی کہ خود پیلوپونیزیوں میں بھی اختلافات رونما ہو رہے تھے۔ اور اُن کی فوج میں کوئی ایسا سپہ سالار نہ تھا جسے اعلےٰ ترین اختیارات حاصل ہوں۔ اس دوران میں اتیھنزیوں نے خیوس کو بہت دبایا مطلہ پر چند تاختیں بھی کیں مگر اُن کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ کنیدوس کے مقام پر ایک جنگ کی اور حتے المقدور یہ کوشش کی کہ تمام ساحلی علاقے پر اپنا اقتدار قائم رکھیں۔ مگر ستائیس نئے پیلوپونیزی جہازوں کا ایک بیڑا موقع پر نمودار ہوا اور بیس اتیھنزی جہازوں کے ساتھ سیمے کے قریب ان سے برسرپیکار ہوگیا لیکن یہ لڑائی فیصلہ کن ثابت نہیں ہوئی۔ اور پیلوپونیزیوں نے جزیرۂ رھوڈس کے شہروں کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ اب اتیھنزیوں کے لئے جنوبی محاذ میں کوئی خاص کام باقی نہیں رہا تھا اور انھوں نے جزیرۂ ساموس میں اپنی فوجیں مجتمع کر دیں۔

یہ ممکن تھا کہ کچھ عرصے تک واقعات اسی طرح رونما ہوتے رہتے اور اتیھنزیوں کے وسائل رفتہ رفتہ کم ہوتے جانے کی وجہ سے اتیھنز روز بروز کمزور ہوتا جاتا۔ مگر اس زمانے میں الکبیادیس نے جو اتیھنز کی بدقسمتی کا موجب تھا اپنا طریق بالکل بدل دیا[۵۶]

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ بنیاد ہے۔ اگر طوسی دیدش اپنی کتاب کے آٹھویں مقالے پر نظر ثانی کرتا تو یہ تقریر غالباً کسی خیوسی کی زبان سے ادا کراتا اور یہ اچھا بھی معلوم ہوتا۔

۵۵ دیکھے (ہفتہ وار جریدہ لسانیات۔ برلن ۱۸۸۸ء ص ۲۶) کا خیال ہے کہ کتبہ لسیہ (م غنوڈٹ: کتبہ جات لسیہ کتبہ ۱ تا ۸۔ ص ۱۴) کا موضوع یہی مہم ہے۔ فرانسیسی عالم امبرٹ نے اس نوشتے میں اموزگیس اور دیکھے نے فرنا بازو اور اتیھنز کے نام کا انکشاف کیا ہے۔

۵۶ طوسی دیدش ۸، ۴۵۔ ہرلسٹ: الکبیادیس کی واپسی، ہامبرگ ۱۸۷۳ء۔ بکولائی:

اُس نے خود اسپارٹا پر ایک وار کیا اور شاہ آگِس کی بیوی تمایا سے ناجائز تعلقات پیدا کر کے بادشاہ کو اپنا دشمن بنا کر برسرِ عام اپنی اس کارگزاری پر فخر کیا! یہ ایک فطری امر تھا کہ گو کچھ دنوں کے لئے اس کا اثر شاہ آگِس کے اثر پر غالب ہو مگر رفتہ رفتہ آگِس ہی کا اقتدار اس غیر ملکی کے اقتدار پر حاوی ہو جائے۔ اور ابتدا میں تو الکبیادیس نے حتی المقدور بہترین مصالح دیگر ایران اور اسپارٹا کے درمیان عہد نامہ کرا دیا تھا مگر اب اُس کی ذات اسپارٹا کے لئے بارگراں ہو گئی تھی۔ اسے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے چنانچہ وہ پیلو پونیزی لشکرگاہ سے چلکر تسافرنز کے پاس پہنچا اور جیسے اس سے پیشتر اس نے اسپارٹیوں کو رام کر لیا تھا ویسے ہی اب تسافرنز کا دوست بن گیا۔ اسے پیلو پونیزیوں کی امدادی رقوم کم کرنے کے طریقے بتائے اور کہا کہ ایرانیوں کو چاہیئے کہ بجائے اسپارٹا کے ایتھنزیوں کی طرفداری کریں اس لئے کہ ایتھنزیوں کو ایشیائی یونانیوں کے آزاد کرانے کی خواہش اتنی نہیں ہے جتنی اسپارٹیوں کو بلکہ اُن کی توجہ تو صرف بحری امور کی طرف ہے غرض یہ ہے کہ اُس نے ایرانیوں کے دلمیں یہ شبہ پیدا کر دیا کہ اسپارٹیوں میں یونانی حبِ وطن کا جذبہ موجود ہے۔ تسافرنز نے الکبیادیس کی صلاح کو فوراً مان لیا اور پیلو پونیزیوں کو جو امداد ملتی تھی اس کی مقدار کم کر دی۔ اصل میں ان تمام سازشوں کا صرف ایک مقصد تھا وہ یہ کہ الکبیادیس کو ایتھنز میں خوش آمدید کہا جائے۔ وہ نہ تو پیزسانیاس کی وضع کا آدمی تھا نہ تمسطاکلیس کی طرز کا۔ وہ سابق الذکر کیطرح شخصی اقتدار قائم کرنا نہیں چاہتا تھا نہ موخر الذکر کی طرح اس میں یہ قابلیت تھی کہ نہایت ٹھنڈے دل سے ہر امر واقعہ کے حسن و قبح پر غور کرے۔ اسکی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنی باقیماندہ زندگی ایتھنز ہی میں گذار دے اور اُس نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا تھا کہ وہ ایک مرتبہ پھر یونان کے پایہ تخت کو جائیگا جو اسکا وطن مالوف تھا اور جس سے اسے دلی محبت تھی۔ اس نے ایتھنز کو یہ دکھا دیا تھا کہ وہ اُسے

صفحہ ۷۸۷

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ "تسافرنز کا تدبر" بزنبرگ ۱۸۶۳ء گلبرٹ صفحہ ۳۰۔ واٹن باخ (ایتھنز کا فریق چار صد)۔ برلن ۱۸۹۴ء) بھی بظاہر یہ ہی فرض کر لیتا ہے کہ الکبیادیس نے عدیدیونکو ایک جال میں پھنسا دیا۔

نقصان پہنچا سکتا ہے اور اب وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس میں اپنے مادر بلد کی خدمات انجام دینے کی قابلیت بھی ہے۔ گو اس کی دلی آرزو یہی تھی کہ ایتھنزی اسے واپس بلالیں مگر جو کچھ بھی گذر چکا تھا اسے ملحوظ رکھ کر یہ نہایت مشکل نظر آتا تھا اس لئے اس نے اپنی واپسی کے لئے نہایت پیچیدہ راستہ اختیار کیا۔ اس کا یہ خیال بالکل درست تھا کہ وہ اسوقت تک ایتھنز میں مستقل اقتدار قائم نہیں کر سکتا جبتک وہ خارجی طور پر ایتھنز کو مامون و محفوظ نہ کردے اور اندرونی معاملات میں عمومیت کا اصول رواج نہ پا جائے۔ اول الذکر معاملے کو تو تسافرنز سے معاہدہ کرکے ایک حد تک طے کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اگر دوسرا منصوبہ بھی اسی کے ذریعے سے پورا ہونیکی کوئی امید تھی تو وہ صرف یہ کہ ایتھنز میں انقلابات ہوں اس لئے کہ وہاں جو شخص اس وقت سرگروہ عموم تھا وہ اس کا دشمن اندروکلیس تھا۔ اس وقت عموم کو خطرات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اگر حکومت عمومیہ کا زوال ہو جائے اور پھر اس کے (یعنی الکبیادیس کے) ذریعے سے اصول عمومیت کو از سر نو اقتدار حاصل ہو جائے تو پھر اس کے خوش آیند مستقبل میں شبہ ہی نہیں ہو سکتا۔ الکبیادیس کو اتنا صبر کہاں تھا کہ کوئی اور شخص حکومت عمومیہ کو نیچا دکھائے۔ اور اس نے یہ ٹھان لیا کہ وہ خود ہی اسے برباد کردیگا۔ اور اگر برباد کرنے کے بعد وہ خود ہی اسے دوبارہ قائم کرنے میں کامیاب ہو تو اس کا مقصد حاصل ہو جائیگا۔

ایتھنز کے اندرونی معاملات کی حالت اس درجہ ناقص تھی کہ اس طرز عمل کا بھی جو سراسر بے اصولی پر مبنی تھا کامیابی کا تھوڑا بہت موقعہ ضرور تھا۔ عمومی دستور کی ابتدا کو جسکی بنیاد کلستھنیس نے رکھی تھی ایک صدی گذر چکی تھی لیکن ہر دور میں ایتھنز میں ایسے لوگ ضرور پیدا ہو جاتے تھے جو اس کی مخالفت میں اپنی تمام تر قوت صرف کردیتے اور جب صریح اختلاف ناممکن ہو جاتا تو کم سے کم دل ہی دل میں اس سے متنفر رہتے اور اس امید میں اپنی جان گنواتے کہ کبھی نہ کبھی اس کا ازالہ ہو جائیگا۔ جو طرز عمل عامۃ الناس نے ہرمیس کے بتوں کے توڑے جانے پر اختیار کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں خود اس فریق کی موجودگی کا علم تھا اور اسکے برعکس عوام الناس کے متعلق عدیدی گروہ کی جو رائے تھی وہ اس رسالے سے

صفحہ ۴۰۸

معلوم ہوتی ہے جو "مملکت اتیھنز" کے موضوع پر ہے اور جس پر ہم اس سے پیشتر بحث کر چکے ہیں۔ اس میں "عمومیت پسند" اور "بد اطوار" کو ایک ہی معنے قرار دئے گئے ہیں اور گو بہت سے عدیدی اس قسم کی فقرہ بازی کو محض لا یعنے سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان سے تو تھیوگنس* کے زمانے میں بھی کوئی خاص مطلب نہیں نکل سکتا تھا پھر بھی ایسے اتیھنزی اسوقت بھی موجود تھے جو اپنے آپ کو خوبصورت اور خوب سیرت کہلاتے کہلاتے یہ سمجھنے لگے تھے کہ انھیں درحقیقت کلیون اور ہی پربولوس پر تفوق حاصل ہے۵ لیکن یہ عدیدی سب کے سب اعیان میں سے نہ تھے۔ اتیھنز میں اعیانی گھرانوں کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی اور خود عدیدیوں کا رہبر فری خوس بھی اعلے طبقے کے کسی خاندان کا رکن نہ تھا۔ غرض یہ ہے کہ امرا اور اُن کے دوست عدیدی تھے اور اُن کے دوستوں کا یہ کام تھا کہ وہ انھیں ایسی باتیں بتائیں جو اُن کے دماغ میں بھی آتی تہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا یہ خیال تھا کہ چونکہ دستور کے مطابق ہر کس و ناکس کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے کا اظہار کرے اور حکومت میں حصہ لے اس لئے امور عامہ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے اور ایسے لوگوں کی تعداد جنھیں حکومت میں حصہ لینے کا اختیار ہے کم کرنی چاہئیے اور آئندہ صرف وہی اُس کے اہل سمجھے جائیں جو قدیم خاندانوں کے افراد ہوں ورنہ خود صاحب مقدور ہوں۔ اُن کی یہ رائے نہیں تھی کہ یہی لوگ زیادہ عقلمند یا تعلیم یافتہ ہیں بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ چونکہ امور عامہ کے اخراجات کا بیشتر حصہ دولتمند ہی برداشت کرتے تھے اس لئے باقی افراد سے ان کا سیاسی اثر زیادہ ہونا چاہیے تعلیم کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا اسلئے کہ تقریباً تمام اتیھنزی شہریوں کو ایک ہی تعلیم ملتی تھی اور اس کا سب سے بڑا منبع

---

* اتیھنز کا ایک عدیدی مرثیہ گو سنہ ۵۴۰ ق م میں پیدا ہوا۔ (مترجم)

۵ اس قسم کی تنگ خیالی کی مثالیں ثوذطوسی دیدیش میں بھی پائی جاتی ہیں۔ وہ کلیون کو پسند کرتا ہی پربولوس کو (۸ ؍ ۷۳) وہ "بدبخت" کا خطاب دیتا ہے اور اس پر "بد معاشی" کا الزام لگاتا ہے اس کے برعکس وہ فری خوس کی تعریف کرتا ہے۔ خوش قسمتی سے اسنے ہی پربولوس کی بد معاشی کی کوئی مثال پیش نہیں کی بلکہ فری خوس کی چالاکی کی ہی مثال دی ہے۔ اور ان امور کو پیش نظر رکھ کر ہم ان دونوں کے خصائل کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔

اور مرکز ناٹک تھا جس سے ہر کس و ناکس مستفید ہوتا تھا۵۴ اور اسی امر پر رسالہ مملکت ایتھنز نے بھی بہت زور دیا ہے۔ مگر کیا یہ واقعہ نہ تھا کہ غریب طبقہ جات آبادی بیکار رہنے کی بجائے مملکت کی خدمت فوج میں اور جہازوں پر نہایت تندہی سے انجام دیتے تھے دوسرے کیا امرا کو عمومیت پسند ایتھنز میں اپنی خدمات کا کوئی معاوضہ نہ ملتا تھا، اور کیا وہ اعزاز جو ایتھنز میں انکا ہوتا تھا یا وہ اثر جو حلفاء ایتھنز میں ان کا تھا قابل لحاظ نہ تھا؟ بلا شبہ بہ نسبت معمولی ملاحوں کے اکثر تریارخوں یعنی ناخداؤں کو مختلف جزیروں میں کہیں زیادہ فواید حاصل ہوتے ہونگے اور انھیں مختلف قراردادوں میں اپنا حال پڑھکر اور اعزازی تپائیوں پر اپنا نام کندہ دیکھ کر گونہ اطمینان ہوتا ہوگا۔ اس کے علاوہ دولتمند فرقے کو جو فوائد حاصل ہوتے تھے وہ سب اسی سلطنت ایتھنز کی بدولت تھے جس کی بنیاد عمومیت کے اصولوں پر تھی اور عمومیت ہی ایک حد تک اُس کی پشت پناہ تھی۔ اور پھر حکومت عمومیہ میں بھی آخر افراد ہی عوام کے رہبر ہوتے تھے اور دولتمندوں کو صرف اسکی ضرورت تھی کہ فن تقریر میں مہارت کامل حاصل کریں پھر وہ بہ آسانی عوام کے رہبر بن سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ امید کرنا کہ دولت مند طبقہ ان سب باتوں کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوگا قطعاً بیکار تھا۔ اسکے افراد کے دماغ اس پریشان خیال سے بھرے ہوئے تھے کہ اُن کی بات کا حکومت پر کما حقہٗ اثر نہیں ہے اور اُن کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ اثر پیدا ہو جائے۔ اسی لیئے انھوں نے ایسی خفیہ انجمنیں بنائیں جنکے ارکان کو حلف لینا پڑتا تھا۔ اور پھر اُن کے مقاصد کو وسعت دیکر یہ طے کیا کہ یہ انجمنیں صرف انتخابوں کے موقع پر ہی کارآمد نہ ہونگی

صفحہ ۴۸۹

۵۴ گرتیوس (تاریخ یونان ج ۶ ص ۵۹۲) کا یہ بیان ہے کہ عمومی رہبر مثلاً ہی پربولوس ذرہ بھر بھی تعلیم یافتہ نہ تھے اور نہ وہ ان شعبوں میں جنھیں ایتھنزی مجموعی طور پر "موزیکے" یعنی فنون لطیفہ کہتے تھے ذی استعداد تھے بلکہ علوم و فنون کی ابتدائی تعلیم سے بھی وہ کلیتاً بے بہرہ تھے۔ اسکے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایتھنز ہی ایک ایسی جگہ تھی جہاں امیر اور غریب کی تعلیم میں بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ یہ امر دروپہ اور سرو ربیہ کے مثال سے بخوبی واضح ہو جائیگا جن سے بلا کسی امتیاز کے ہر گز وہ کو دونوں طرح کی وہی غذا ملتی یعنی اس سے بہترین تعلیم بھی ممکن ہوگی اور ایسی تعلیم بھی جسے بازاری کہا جاسکتا ہے۔ قدیم زمانے میں آج کل کی طرح دو طرح کے ادبیات و فنون یعنے

بلکہ دستوری تبدیلیوں کے لیے بھی راستہ صاف کر گئی۔[۹]

ان لوگوں کا یہ قول کہ عمومیت ناکام ثابت ہوئی ہے ایک حد تک حق بجانب تھا۔ سسلی میں جو شکست فاش اتھنزیوں کو ہوئی اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ لشکر کو پہلے سے غور و خوض کئے بغیر روانہ کر دیا گیا۔ اور کم سے کم وہاں کی ناکامی کو اس کوتاہی کی طرف منسوب تو ضرور کیا جا سکتا تھا اسی وجہ سے آیندہ کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ پورے غور و فکر کے بغیر کسی اہم کام کی ابتدا نہ کی جائے۔ بظاہر وہ ابتدائی مباحثے جو ہمیشہ مجلس میں ہوا کرتے تھے ناکافی تھے۔ اس لیے سسلی کی شکست کے بعد چند معمر اشخاص جن کی تعداد غالباً دس تھی اس کام کے لیے مقرر ہوئے کہ ہر قرارداد سے پہلے اس پر کافی غور و خوض کر لیں اور یہ ہی غالباً وہی پروبوئی تھے جن کا ذکر اور جگہ بھی آیا ہے[۱۰]۔ لیکن اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ یہ اصلاح ناکافی ہے اور حکومت کے سدھار کی صرف ایک ترکیب ہے کہ جمعیت کا نظام تبدیل کر دیا جائے۔ اب مسئلۂ زیر بحث صرف یہ رہ گیا تھا کہ طرز حکومت میں کیا کیا تبدیلیاں کی جائیں۔

عمومیت پر ایک اعتراض ضرور کیا جا سکتا تھا وہ یہ کہ بعض مرتبہ اس کے عہد میں بہ نسبت اصولوں کے افراد کی خاطر زیادہ ملحوظ رہتی تھی۔ اور پچھلی جلاوطنی کے واقعات ہماری یاد میں اسوقت تک تازہ ہیں۔ کیا عوام الناس کو یہ چاہیئے تھا کہ وہ ہی پربولوس کو جو عمومی اصول کا پکا حامی تھا خود پسند الکبیادیس اور اعیانیت پرست نکیاس کی قربانگاہ پر چڑھا دیتے؟

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ایک متمدن اور دوسرے غیر متمدن گروہوں کے لیے مروج نہیں تھے یعنی لبرل تعلیم محض طبقہ امرا تک ہی محدود نہ تھی۔ اور جب ہم طوسی دیدیش، ارسطوفانیس، افلاطون، اور تھیوپومپوس کے تعصبات کی رعایت کرتے ہیں اور کلیون، ہی پربولوس اور دیگر عمومیت پسندوں کو نکیاس جیسے شخص سے کم تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں تو یقیناً ہم غلطی نہیں کرتے۔ اسی سلسلے میں باب ۲۲ کا پہلا حاشیہ دیکھا جائے۔

[۹] طوسی دیدیش ۸، ۴۸ ۵۔ وُلفیشر "عدیدی گروہ اور اتھنز کی انجمنیں" بازل ۱۸۷۲ء (یہ کتاب مختصر نہیں از سر نو طبع ہوا ہے)

[۱۰] طوسی دیدیش (۸، ۱) میں لفظ "پروبوئی" استعمال نہیں کیا گیا۔ اغلباً دیودوروس (۱۲، ۷۵)

الکبیادیس نے ۴۱۱ ق م میں احساس عامہ کی اس کیفیت اور اتیھنز کی صورت واقعات سے فائدہ اُٹھایا۔ اُس نے عدیدی سپہ سالاروں اور افسروں سے جو ساموس میں مقیم تھے یہ کہلوایا کہ وہ اتیھنز اور تسافرنز کا باہمی مخالفہ کرادیگا اور چونکہ اسوقت اسپارٹا ایران ہی سے روپیہ لیکر اپنا بیڑا آراستہ کرسکتا ہے اس لیئے اتیھنز کے بچنے کی صرف یہی آخری صورت باقی رہ گئی ہے۔ ساتھ ہی اُس نے یہ بھی کہا کہ تسافرنز اتیھنز کی موجودہ حکومت سے تعلقات پیدا کرنا پسند نہ کریگا اس لئے اتیھنز میں بجائے حکومت عمومیہ کے حکومت عدیدیہ قائم ہوجانی چاہیئے۔ عدیدی گروہ میں صرف ایک شخص ایسا تھا جو الکبیادیس کی طرف سے مشتبہ تھا اور وہ فری نخوس تھا جو الکبیادیس ہی کی طرح چالاک اور نتائج سے لاپروا تھا۔ اُس نے یہ جواب دیا کہ اتیھنز کی طرز حکومت سے ایرانیوں کو کیا تعلق؟ حلیف تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اتیھنز کی بیڑیاں توڑ ڈالیں اس لیئے اتیھنز میں خواہ عدیدیت غالب ہو یا عمومیت حلیفوں پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ مگر فری نخوس کی یہ بات باقی ماندہ عدیدی سرداروں نے نہیں سُنی اور چونکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح الکبیادیس کی تدبیروں کو شکست ہو اس لیئے اُس نے اسپارٹی کمان دار استیوخوس کو ان تمام باتوں کی خبر دیدی[۱۱]۔ اگرچہ فری نخوس نے یہ مخبری اپنے ملک کی مصلحت کے خلاف کی تھی لیکن اس سے زیادہ حماقت استیوخوس سے سرزد ہوئی کہ اُس نے یہ اطلاع تو وہ تسافرنز اور الکبیادیس کو کردی۔ اب ان سازشوں سے بازی بے جلنے کے لیئے فری نخوس ایک قدم اور آگے کو بڑھا کر استیوخوس سے کہا کہ وہ چاہے تو جزیرہ ساموس اسپارٹا کے قبضے میں آسکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ استیوخوس نے

صفحہ ۴۹۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ اُن کی طرف اشارہ کرتا ہے مگر اسے ۴۱۲ ق م کا تعین کرنے میں غلطی ہوئی ہے بیکرا، ۹۸ ۲+ اُن کا ذکر ارسطوفانیس کے ناٹک "لی ستراتا" میں بھی ہے اس کے متعلق گلبرٹ ص۲۶۹ وغیرہ کا مقابلہ کیا جائے۔ ہمیں دو پروبولوئی یعنی ہاگنون اور سوفوکلیس کا علم ہے۔ مگر موخرالذکر شاعر سوفوکلیس نہیں ہے۔

[۱۱] طوسی دیدش ۸، ۵۰۔ فری نخوس کے لئے گلبرٹ: "اضافہ جات" ص۲۹۶ دیکھنا چاہیئے ارسطاطالیس: "سیاسیات" ۵، ۵، ۵۔

اُس کی اطلاع بھی الکبیادیس اور تسافرنز سے کردی۔ اُس نے یہ سوچا کہ اگر فوج میں
اس کی یہ حرکات مشہور ہوگئیں تو وہ یہ جواب دیسکتا ہے کہ یہ تہمت صرف ایک بہادر
محب وطن کے خصائل آلودہ کرنے اور اُس کی زندگی برباد کرنے کی غرض سے لگائی
گئی ہے۔ اب اتھنزی افسروں کا ایک وفد پساندر کی سرکردگی میں (جو کسی زمانے میں
عمومی اصولوں کا پابند تھا)[۱۲] اتھنز چلا تاکہ وہاں یہ ونجکر اتھنز کے دستور میں ایسی
تبدیلیاں کردے۔ جن کے بعد الکبیادیس اتھنز واپس جاسکے۔ یہ تو انھیں معلوم تھا کہ
سختی اور ظلم وستم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ مگر ممکن ہے کہ عوام الناس خفیہ اور ناجائز تدبیروں
سے قابو میں آجائیں انجمنوں نے اپنا ہولناک دور حکومت خوب ترتیب دے رکھا تھا
انھوں نے تمام ذی اثر لوگوں کے پاس یہ اطلاع بھیجی کہ اُن کے ارکین کسی قسم کی
سختی سے گریز نہیں کرینگے[۱۳] اور چونکہ فوج کا بہترین حصہ ساموس میں مقیم تھا اس لیے
لوگ ان دھمکیوں سے ڈر گئے اور ایک تحریک کو (جسے لوگ اچھا نہیں تو بُرا بھی
نہ سمجھتے تھے) منظور کرلیا۔ وہ یہ کہ پساندر وغیرہ تسافرنز اور الکبیادیس کے ساتھ
گفت وشنید کے لیئے ایشیا جائیں۔ لیکن اس سے کوئی خاطرخواہ نتیجہ نہ نکلا۔ الکبیادیس
نے تسافرنز کی طرف سے اس قسم کے مطالبات پیش کیئے جن سے گفت وشنود کا
سلسلہ ہی منقطع ہوگیا یعنی اول تو اتھنز ایونیہ جزائر اور باقی سب کچھ ایران کے حوالہ
کردے اور دوسرے شہنشاہ ایران کو یہ حق حاصل ہوجائے کہ جس سمندر میں چاہے
اپنے جہاز بھیج سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتھنز کے سفیروں نے معلوم کرلیا کہ انھیں
بیوقوف بنایا گیا ہے اور ساموس واپس آگئے۔ اُدھر تسافرنز اور اسپارٹا کے
مابین ایک اور معاہدے پر دستخط ہوگئے۔ اس طرح سازشوں کے تماشے کا پہلا پردہ
گرتا ہے جسے الکبیادیس نے کمال چالاکی اور عیاری سے تماشاگاہ یونان میں
پیش کیا تھا۔

جنگ برابر جاری رہی اور اسمیں تھوڑا بہت فائدہ پیلوپونیزیوں کو ہی ہوتا رہا
مثلاً بیوتیوں نے چال چلکر اوروپس پر قبضہ کرلیا۔ اتھنزیوں اور خیوسیوں میں

صفحہ ۹۲

۱۲ پساندر کے لیئے گلبرٹ صفحہ ۲۵۴ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔

۱۳ تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ سلی میں بھی اسی قسم کا دور تخویف کاکورا اور مانیا کی سرکردگی میں آغاز ہوا تھا۔

ایک بحری لڑائی ہوئی مگر اس میں اتیھنی غالب نہ ہوسکے اور ابی دوس اور لمپسا کوس اتیھنز سے منحرف ہوگئے (گو استرومبی دیس نے لمپساکوس پر از سر نو قبضہ کرلیا) اس دوران میں اتیھنز کے اندرونی واقعات کی ہیئت برابر تبدیل ہوتی رہی عدیدیوں نے یہ سوچ لیا تھا کہ اگر الکبیا دیس سے انھیں کوئی مدد نہیں ملی تو خود وہ بغیر اس کی مدد کے کام نکال لینگے۔ اور اگرچہ وہ بار بار یہی بہانہ کرتے تھے کہ مخالف ادا کرتے کرتے انکی جیبیں اور اُن کے خزانے خالی ہوگئے ہیں مگر ظاہر ہے کہ یہ انقلاب کے راستے کی طرف اسقدر تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے کہ منھ موڑنے کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا تھا اور اس کے لئے جو رقم درکار تھی اس کی کچھ نہ کچھ سبیل ہو ہی گئی۔[۱] پسا ندر اسی مقصد کے لیئے اتیھنز واپس گیا اور وہ مع بعض دیگر رہبروں کے حلیفوں کے بلدیات کو گیا تاکہ انھیں بھی اپنی طرف ملانے کی کوشش کرے۔ یہاں طوسی ویدیش نے طعنہ آمیز نہج میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے کہ عدیدیت قائم ہوتے ہی تھاسوس اتیھنز سے باغی ہوگیا۔ فری نخوس کا خیال ٹھیک نکلا اتیھنز میں انقلاب کا تمام سالہ موجود تھا۔ یوں تو اب بھی مجلس اور جمعیت کا انعقاد ہوتا تھا مگر اس میں صرف سازشیوں کی تحریکیں منظور کی جاتی تھیں اور جو شخص انکا سد راہ ہوتا تھا وہ موت کی سزا کا مستحق گردانا جاتا تھا۔ سب سے پہلے تو سرابنوہ اندروکلیس کی جان لیگئی اسکے بعد اور بہت سے لوگوں کا بھی یہی حشر ہوا اس سے عوام الناس پر اس قدر خوف غالب ہوا کہ پھر کسی شخص کو عدیدیوں کے حکم سے سرتابی کرنے کی ہمت نہ ہوئی بلکہ لوگ زبان پر اُن کی شکایت لانے سے گریز کرنے لگے اس لیئے کہ وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں خود مخاطب تو سازشیوں ہی سے نہ ہو۔ غرض یہ ہے کہ پساندر نے اصول عمومیت کو مفصلۂ ذیل طرز سے منسوخ کیا۔ اول تو اُس نے عامتہ الناس کو یہ ترغیب دی کہ وہ

[۱] بیوشنر: "تاریخ انجمن ہائے سیاسیہ" لائپزگ ۱۸۵۴ء۔ شائیبے: "جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر عدیدی انقلاب"۔ لائپزگ ۱۸۴۱ء

واٹن باخ: "اتیھنز کا فرقہ چار صد"۔ برلن ۱۸۴۲ء۔

تھاسوس کی بغاوت کا ذکر طوسی ویدیش ۸/۶۴ میں درج ہے۔ اور ۷/۷۶ میں اس افسوسناک حالت کا تذکرہ ہے جو عدیدیوں نے اتیھنز کی کردی تھی۔

مجوزہ اصلاحات کی تنظیم دس شہریوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے سپرد کرے۔
جب ان دسوں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا تو اس وقت عامۃ الناس کو شہر سے باہر کولونوس میں بلاکر ان سے اتمام حجت کے لیئے ایک تجویز منظور کرائی کہ ہر شخص کو تحریکات پیش کرنے کا اختیار ہے اور اس کے بعد مفصلہ ذیل تحریکات پیش کر کے منظور کرالیں: (۱) تمام تنخواہ دار عہدوں کو تخفیف کر دیا جائے (۲) پانچ اشخاص کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ ایک مجلس مقرر کریں جس کے ارکین کی تعداد سو ہو۔ (۳) ان سو میں سے ہر شخص تین مزید شہریوں کو نامزد کرے۔ (۴) یہ چار سو ملکر حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لیں اور جب انکا جی چاہے ایک اور مجلس عظمے جس میں پانچ ہزار دولتمند شہری ہوں طلب کریں اور اس سے رائے لیں۔ اس تحریک کی منظوری حاصل کرانے کا سہرا تو پیساندر کے سر رہا مگر اس کا اصل محرک ایک شخص انتی فون تھا جو پیشہ ور تقریر نویس تھا اور اس کی لکھی ہوئی تقریریں لوگ عدالتوں یا جمعیت میں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ لیکن ہنوز انتی فون نے پبلک معاملات میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ وہ ایک ذی حیثیت شہری تھا اور گو عامۃ الناس کی نظروں میں وہ مشتبہ تھا مگر خود طوسی ویدیش اعتراف کرتا ہے کہ وہ قابلیت میں کسی سے کم نہ تھا[۵۱]۔ اس کے دو ساتھی سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ ایک تو فری نخوس جو طبقہ ادنے کا فرد تھا اور طبعاً چالباز اور بے اصول تھا اور

[۵۱] انتی فون کے لیئے طوسی ویدیش ۸، ۶۸۔ بلاس: "اتھنری تقریر بازی" جلد ۱ صفحہ ۴۴ (ع) بلاس کا خیال ہے کہ طوسی ویدیش کے اس فقرے میں جو لفظ Apetή ("اہلیت") ہے اس کے معنے محض کام کرنے کی قابلیت سے زیادہ ہیں۔ آج کل ہم اس انقلابی کو جو محض قتل و غارت کے ذرائع سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو "نیک بخت" کا لقب نہیں دیگیے۔ انتی فون اُن اصول پرستوں میں سے تھا جو عمل کے وقت وسائل کی مطلق پروا نہیں کرتے۔ اور بعض مرتبہ تو روبس پیئر کو بھی "نیک بخت" کا لقب دیا جاتا ہے۔ انتی فون کے لیئے ہرمان ۱۶۶ اور گلبرٹ: "اضافہ جات صفحہ ۳۰۸" کا مطالعہ کیا جائے ۲۔
تھرامنیس کے لیئے پوہلگ: "جزیدہ لسانیات" صفحہ ۲۲ وغیرہ اور گلبرٹ صفحہ ۳۱۱ کا مطالعہ کیا جائے۔ کرتیوس ("تاریخ یونان" ۲ (۶)، ۳۴۳)، بیلوخ ("سیاسیات اٹیکا" صفحہ ۶۰) ہمافی

صفحہ ۴۹۳

دوسرا جو پروبولوس ہاگنون کا بیٹا تھرامنیس تھا جو طوسی ویدش کے بیان کے مطابق فن تقریر میں یکتا اور نہایت ذی فہم و ذی شعور واقع ہوا تھا رفتہ رفتہ ہمیں یہ معلوم ہو جائیگا کہ وہ ہمیشہ اس کے لیئے تیار رہتا تھا کہ اگر بالفرض وہ اپنے سیاسی گروہ سے ناراض ہو جائے تو فوراً دوسرے فریق سے جاکر مل جائے بہر حال یہ سب سازشی اس ایوان کو گئے جہاں مجلس پنج صد نشست کرتی تھی اور وہاں پہنچکر ہر رکن کو مشاہرہ ادا کرنے کے بعد مجلس کے برخاستگی کا حکم دیدیا جس کی بعد تمام اراکین اپنے گھر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے چند سربرآوردہ عمومیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور بعض کو جلا وطن کر دیا۔ ملک میں امن کی خواہش پیدا ہو چلی تھی اور ہمیں اس احساس کا پتہ ارسطوفانیس کے ناٹک لی ستراتا سے معلوم ہوتا ہے (جو ۴۱۱ ق م میں لکھا گیا) اور اس ناٹک نویس نے خود اس جذبہ امن پسندی کو تقویت دی۔ اسی لیئے اتیھنز کے نئے حاکموں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شاہ آگس سے گفت و شنود شروع کر دے لیکن چونکہ آگس کا تنہا مقصد تسخیر اتیھنز تھا اس لیئے ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب اتیھنزی حکومت نے اپنے سفرا اسپارٹا کو روانہ کیئے اور ایک وفد کو ساموس اس لیئے روانہ کیا کہ جو اتیھنزی فوج وہاں مقیم ہے وہ موجودہ انقلابی حکومت کو تسلیم کرے لیکن خود انھیں اس وفد کی کامیابی کی مشکلات کا اچھی طرح سے اندازہ تھا۔ طوسی ویدش کہتا ہے کہ جو اتیھنزی ساموس میں مقیم تھے وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ("یونان کی معاشرتی زندگی") اور بعض دیگر مورخوں کا خیال ہے کہ ارسطاطالیس کے اس اقتباس کا جو پلوتارک "نکیاس" میں دیا ہوا ہے یہ مطلب نہیں کہ تین بہترین شہریوں ہی سے ایک تھرامنیس بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تحریروں سے ہماری طبیعتوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔ مگر دراصل ایک یونانی لفظ βέλτιστοι کے معنے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ تین "اعیانیت پسندوں" βέλτιστοι عوام الناس کا بہت "خیال تھا اور یہ تین طوسی ویدش، نکیاس اور تھرامنیس تھے۔ لیکن تھرامنیس کا رتبہ دوسروں سے گرا ہوا تھا اس لئے کہ ایک تو اس پر کم نسبی کا الزام لگایا جاتا تھا (یعنی وہ صحیح معنے میں βέλτιστος نہ تھا) اور اس کے علاوہ وہ متلون مزاج بھی تھا، غرض یہ ہے کہ اس فقرے سے تو تھرامنیس کی برائی ہی معلوم ہوتی ہے۔

سب ادنٰے درجے کے ملاح تھے یعنی وہ لوگ اتنے دولتمند نہ تھے کہ انھیں عدیدی انقلاب سے کوئی خاص دلچسپی ہو۔ مگر خود ساموسی شہریوں میں سے تین سو عدیدیوں نے بڑھکر پہلے تو اپنے ایتھنزی آقاؤں کی یہ خدمت کی کہ اس ہی پر بولوس کو جسے ایتھنز سے جلا وطن کر دیا گیا تھا اور جسے طوسی ویدیش "بد اطوار" کا لقب دیتا ہے جان سے مار ڈالا اس کے بعد ساموس کی حکومت عمومیہ پر وار کیا۔ مگر عوام ساموس نے ایتھنزی لشکر کے عمومیوں اور خاصکر ناخدا تھراسی بولوس اور ہوپلیت تھراسی لوس سے (جو سرکاری کشتی پارالوس میں تھا جس کے ملاح نہایت سخت عمومیت پسند تھے) مخالفہ کر لیا۔ ان سب نے ملکر سازشیوں کو نیچا دکھایا۔ اور ان میں سے بعض کو تو قتل کر دیا اور بعض کو جزیرے سے نکال دیا۔ یہ جہاز پارالوس یہ خبر لیکر ایتھنز گیا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں عدیدی انقلاب ہو چکا تھا اور اس کے ناخدا کائے ریاس کو عدیدیوں نے گرفتار کر لیا۔ مگر وہ بہت جلد فرار ہوکر ساموس واپس چلا گیا اور اس جدید انقلاب کی کیفیت وہاں کے لوگوں کو سنائی۔ اس پر تھراسی بولوس اور تھراسی لوس نے اپنے ہم وطنوں کو مخاطب کرکے کہا کہ ہم سب کو اتفاق اور اتحاد کر لینا چاہیئے اور ایتھنزیوں اور ساموسیوں دونوں نے قسم کھائی کہ وہ اسپارٹا اور عدیدی گروہ کی مخالفت کرینگے۔ اور یہ اعلان کرنیکے بعد کہ انھیں جمہوریہ ایتھنز کے جملہ حقوق حاصل ہیں نئے سپہ سالاروں کا تقرر کیا جن میں تھراسیس اور تھراسی بولوس بھی تھے ساتھ ہی اپنی اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ الکبیا دیس کو ضرور واپس بلا لینا چاہیئے۔ یہ بظاہر نہایت تعجب آمیز امر ہے کہ جو شخص حال ہی میں عدیدیت کا روپ بھرے ہوئے تھا اسے اب رہبر عموم کی حیثیت سے خوش آمدید کہا جاتا ہے لیکن ہمیں یہ فرض کر لینا پڑیگا کہ ہر شخص کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ ایتھنز میں الکبیا دیس کے بغیر کسی بات کا ٹھیک نہیں ہے اور سب یہ سمجھنے لگے تھے کہ اس کے پاس ایران کے دولت کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ غرض یہ ہے کہ ساموس کے لشکر نے جس سے ایتھنزی بیڑا (بسر کردگی ستردم بی کیدیس) بھی آملا تھا یہ طے کیا کہ الکبیا دیس کو ساموس آنے کی دعوت دی جائے۔

الکبیا دیس یہ باتیں سنکر آگیا اور سپاہیوں سے کہا کہ عمومیت کے اصول کو

صفحہ ۴۹۴

فوراً قائم کرنے کے خیال کو اپنے دل سے محو کردیں اور درحقیقت یہی رائے صائب اور صحیح بھی تھی۔ اس کے بعد وہ تسافرنز کے پاس گیا تاکہ اسے ایتھنز کا ساتھ دینے پر تیار کرے۔ مگر ہنوز وہ ساموس ہی میں تھا کہ چار سو کی مجلس کے سفیر یہ کوشش کرنے کے لیے آئے کہ فوج کی طرف سے عدیدیت پسندی کا اعلان کردیا جائے۔ مگر اس کے برعکس فوج نے یہ اعلان کردیا کہ عمومیت کے اصول کے قیام کا وقت آگیا ہے۔

صفحہ ۴۹۵

اس دوران میں اسپارٹیوں کو ایشیا میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اُنکے اور فرنابازوس کے درمیان ایک مفاہمہ ہوگیا۔ کلیارخوس ہلیسپونٹ گیا مگر وہ صرف بائی زنطہ پر ہی قبضہ کرسکا۔ ظاہر ہے کہ اس مختصر کامیابی پر اسپارٹی کسی طرح قناعت نہ کرسکتے تھے اس لیئے استیوخوس کے خلاف اسپارٹی بیڑے میں سخت بے اطمینانی پھیل گئی اور سرقوسیوں اور تھوریئی کے باشندوں نے اسے کھلی کھلی باتیں سنائیں الغرض میندار وس نے استیوخوس کو امیر البحر اعظم کے عہدے سے علیحدہ کردیا اور واپسی میں اس کے ساتھ سرقوسی رہبر ہرمو اکراتیس ملطہ کے بعض سفرا جو تسافرنز سے بیزار تھے اور خود تسافرنز کا ایک فرستادہ باہمی شکایات کا دفتر پھیلانے کیلئے اسپارٹا گئے۔ تسافرنز نے جسے ہر شخص اسپارٹا کا دوست سمجھے ہوئے تھا اپنا حق دوستی پورے طور پر ادا نہیں کیا۔ اسپندوس کے قریب ۱۴۷ فینقی کشتیاں پڑی ہوئی تھیں جن سے وہ کام لے سکتا تھا اور اسپارٹی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کشتیوں سے اُن کی مدد کی جائیگی لیکن گو تسافرنز اسپندوس گیا مگر اُس نے ان کشتیوں کا ملاحظہ تک نہیں کیا۔ اب چونکہ الکبیادیس اپنے ہم وطنوں کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ ایرانی اسے بہت مانتے ہیں اس لیئے خود بھی اسپندوس کے قریب مقام فاسلس پہنچ گیا۔

جب عدیدیوں نے دیکھا کہ اُن کے سفیر بیکار گئے اور بیکار ہی واپس آگئے تو اُنھیں سخت ناامیدی ہوئی اور ان میں سے جو سب سے زیادہ عیار تھے مثلاً تھرامنیس اور ارسطو قراطیس وہ عدیدی گروہ سے علیحدہ ہوگئے مگر بہت سے مثلاً فری نخوس، ارسطارخوس اور انتی فون برابر اپنے قدیم اصول پر ہی قائم رہے اور اے تیونیا کو جو پیرائی اوس کے مغربی کنارے پر واقع تھا قلعہ بند کرلیا تاکہ

جسوقت چاریں پیلوپونیزی بیڑے کو بندرگاہ میں راہ دیدیں اُس کے بعد فری نخوس اور انتی فون مع چند دیگر عدیدیوں کے پیلوپونیزیوں کی عملی مدد حاصل کرنے کیلئے اسپارٹا گئے۔ اب تھرامنیس بالکلیہ اُن کے خلاف ہوگیا اور اپنے قایم ساتھیوں کے مقاصد کی صحیح ترجمانی کرکے یہ ظاہر کیا کہ جو اسپارٹی بیڑا اقونوی ساحل پر مجتمع ہورہا ہے وہ دراصل پرئی اوس کے لیئے ہے۔ اب نازک وقت آپہنچا تھا۔ گویا یہ اتیھنریوں کی تعداد جو اپنے پیارے وطن کو اسپارٹا کے قبضے میں دیکھنا چاہتے تھے زیادہ نہ تھی اور آخر میں عدیدیوں کو اپنے ہی اسلحہ سے ہزیمت پہنچی۔ جب فری نخوس اسپارٹا سے واپس آیا تو کسی نے اسے ایوان مجلس سے چند قدم کے فاصلے پر بازار میں قتل کردیا اور لطف یہ ہے کہ قاتل کم از کم کچھ عرصہ تک لاپتہ رہا[۵۱۲]۔ اس کے بعد جو ہوپ لیت اسے تیونیا کی قلعہ بندی میں مصروف تھے اُنھوں نے بھی اپنا کام چھوڑدیا اور اپنے سردار الکسیکلیس کو گرفتار کرلیا۔

صفحہ ۴۹۶

اب تھرامنیس اُنکے پاس گیا اور ان سے کہا کہ بغاوت کا وقت آگیا ہے اس کے کہنے سے اُنھوں نے اسے تیونیا کا قلعہ مسمار کردیا اور خود پرئی اوس سے شہر میں آکر بازار کے قریب اناکیوم کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ آخرکار ان میں اور مجلس چارصد میں یہ طے پایا کہ دیونی سوس کے تماشہ گاہ میں باہمی گفتگوئے مصالحت کا آغاز ہو۔ مگر یہ گفت وشنود شروع ہی ہوئی تھی کہ بیالیس پیلوپونیزی جہاز جن کا ذکر اتنے دن سے سننے میں آرہا تھا آخرکار سالامس تک پہنچ گئے جس کی وجہ سے اتیھنری آبادی تو سب کی سب پرئی اوس واپس آگئی اور جہاز راس سونیوم کا چکر لگاکر اوروپس چلے گئے۔ اتیھنریوں نے بھی چھتیس جہاز جمع کیئے اور اُنھیں لیکر وہ پیلوپونیزی بیڑے سے جنگ آزما ہوگئے۔ مگر اس لڑائی میں اُن کے بائیس جہاز بالکل بیکار ہوگئے

---

[۵۱۲] طوسی دیدیش ۸ ۹۲۔ مقابلہ کیا جائے Lyc. Leocr ۱۱۲۔ پلوٹارک ("الکبیادیس" ۲۵) ہرمون کا نام لیتا ہے۔ مگر وہ غالباً طوسی دیدیش کے مذکورہ بالا فقرے کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ سیاس کہتا ہے (۱۳ ۸) کہ کالیدون کا باشندہ تھراسی بولوس فری نخوس کا قاتل تھا۔ مگر طوسی دیدیش اس سے لاعلم تھا۔ قاتل کو جو انعام دیا گیا اسکے لیئے ہکس ۵۶۔ ڈٹن برگر ۴۳ کا مطالعہ کیا جائے۔

اس جنگ میں اریتریہ نے دشمن کو مدد دی تھی۔ اب سوائے اوریوس کی نوآبادی کے باقی تمام جزیرہ یوبیہ نے علم بغاوت بلند کر دیا اور اس طرح اتھنزیوں سے زیادہ اسپارٹیوں کو یوبیہ آنے جانے میں آسانی ہوگئی۔ اگر اسپارٹیوں میں ذرا زیادہ جان ہوتی تو وہ اسی وقت خاص اتھنز کو بھی مغلوب کر لیتے مگر طوسی دیدیس سچ کہتا ہے کہ ان میں سر توسیوں کے برابر بھی دم نہیں تھا۔

جمعیت عوام کا جلسہ حسب معمول پنکس میں ہوا اور اسمیں اتھنزیوں نے حکومت کی باگ اسی پانچ ہزار کے ہاتھ میں دیدی جنھیں چارسوئی مجلس نے کبھی طلب نہیں کیا تھا۔ ان پانچ ہزار میں وہ سب شہری شامل تھے جو خود اپنے خرچ سے ہوپ لیت فوج کے اسلحہ خرید سکتے تھے اور اس طرح سولن کے بنائے ہوئے صرف تین طبقوں کے پاس حقوق شہریت باقی رہ گئے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف عہدوں کی تنخواہیں بند کر دی گئیں اور چند مقنن نظام حکومت کی تفصیل تیار کرنے کیلئے مقرر کیے گئے۔ طوسی دیدیس کی یہ رائے کہ اس کی زندگی میں اس دستور سے بہتر کوئی دستور مرتب نہیں ہوا[۵۷] ممکن ہے کہ جہاں تک محض اصول کا تعلق ہے یہ صحیح ہو مگر عملاً حقیقت سے بہت دور تھی اور یہ دستور صرف اسی وقت تک نافذ رہ سکا جبتک اتھنزی بیڑے کے ملاح کہیں اور مصروف رہے۔ اس تحریک کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ ارسطارخوس نے جو مجلس چارصد کا ایک رہبر تھا سرحدی قلعہ ادنے نوئے کو اسپارٹیوں کے قبضے میں دیدیا اور وہاں جو لشکر متعین تھا اس سے یہ کہدیا کہ خود اتھنزیوں ہی نے قلعہ کو بیوتیوں کے سپرد کر دیا ہے۔ مگر چند روز کے بعد خود ارسطارخوس کو کسی نے اتھنز میں مار ڈالا[۵۸]۔ لیساندر الکسیکلیس اور بعض دیگر عدیدی دکیلیا کو بھاگ گئے، آرکے بطلیموس، ادنوماکلیس اور انتی فون پر یہ جرم عائد کیا گیا کہ انھوں نے اسپارٹی سفارت میں حصہ لیا تھا اور غداری کا مقدمہ قائم کیا گیا

صفحہ ۴۹۰

[۵۷] طوسی دیدیس ۸، ۹۷۔ دستور کے قیام کے لیئے نیشر "جنگ پیلو پونیز کے آخری ایام میں اتھنز کے دستور کے متعلق تحقیقات" بازل ۱۸۸۰ء ("مکتوبات مختصر" جلد ۱) اور "نوموتھے تائی یا مقننون کے لیئے گلبرٹ صفحہ ۳۲۶ کا مطالعہ کیا جائے۔

[۵۸] ارسطارخوس کے اختتام کے لیئے Lyc. Leocr ۱۱۵ دیکھا جائے۔

جس میں تھرامنیس نے اپنے قدیم دستوں کے خلاف تقریر بازی کے جوہر دکھائے ان میں سے ادنوماکلیس تو بھاگ گیا باقی دونوں کی گردن اڑا دی گئی[19]

جنگ اب قرنا بازو کے ملک یعنی شمالی ایشیائے کوچک میں جاری تھی اور یہ ایتھنز کے لیئے خاص اہمیت رکھتی تھی اس لیئے کہ اس نواح میں سب سے زیادہ مابہ النزاع مسئلہ غلے کی درآمد کا تھا۔ سب سے پہلے میندا روس ہلیسپونٹ کی طرف چلا۔ تھراسی بولوس اور تھراسی لوس کا ارادہ تھا کہ وہ دردانیال پر اسکی مزاحمت کرینگے۔ مگر ایریسوس کے محاصرے کی وجہ سے وہ سیسٹوس سے نہ جا سکے اور میندا روس آخرکار ہلیسپونٹ میں داخل ہو گیا۔ اب چند ایتھنزی جہازوں نے جو سستوس کے قریب پڑے ہوئے تھے یہ کوشش کی کہ وہ ایگین بھاگ جائیں مگر ان میں سے چار کو پیلوپونیزیوں نے گرفتار کرلیا۔ اب میندا روس ابی دوس کی طرف چلدیا اور ایتھنزی اپنے جہازوں میں بیٹھ کر ایریسوس سے ایلائیوس گئے جو تھریسی خرسونیز کے جنوبی گوشے میں واقع ہے۔ اس طرح اسپارٹیوں نے ایشیائی ساحل اور ایتھنزیوں نے یورپی ساحل کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا۔ اس کے پانچ روز کے بعد چھہتر ایتھنزی اور چھیاسی پیلوپونیزی کشتیوں کے درمیان راس کینوسیما کے قریب لڑائی ہوئی جس میں ایتھنزیوں کو ہی فتح ہوئی اور اس لڑائی کے وجہ سے کیزیکوس جو چند روز کیلئے باغی ہو گیا تھا پھر ایتھنز سے جا ملا۔ علاوہ ازیں ایتھنزیوں کا ایشیائی ساحل کے بلدیہ پاریوم پر بھی قبضہ ہو گیا۔[20] تسافرنز نے ان واقعات کو جو اس کے مدمقابل

---

[19] انتی فون کے اختتام کے لیئے طوسی دیدش ۸-۹۰-۔ اور پلوٹارک کی انتی فون کا مطالعہ کیا جائے اور اس کا بلاس جلد ۱ سے مقابلہ کیا جائے۔

[20] اس زمانے میں ایشیائی بلدیات کبھی ایک کے قبضے میں آجاتے تھے کبھی دوسرے کے۔ اور ہم پورے طور سے حقیقت حال کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس کے لیئے کیزیکوس اور تھاسوس کی مثال کافی ہے۔ جنگ کا حال طوسی دیدش ۸-۱۰۳ تا ۱۰۷ میں دیا ہوا ہے اور ۸-۱۰۹ میں طوسی دیدش تسافرنز کے ایفی سوس کے سفر کا حال بیان کرکے اپنی کتاب ختم کر دیتا ہے۔ اس کے بعد زینوفون کی کتاب "ہیلے نیکا" شروع ہوتی ہے۔ اب واقعات کا تعین نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ مجھے بیلوخ سے اختلاف ہے اور اس کے برعکس میں براٹن باخ ("تمہید تاریخ زینوفون"۔ برلن ۱۸۷۳ وغیرہ) کا اتباع

صفحہ ۴۹۸ فرنا بازو کی حدود میں پیش آرہے تھے اتنی اہمیت دی کہ وہ بذات خود ایک مرتبہ پھر بیان ٹل کے قریب آگیا اور ایفی سوس کی راہ لی۔ اُدھر اتیھنزی ایک اور لڑائی میں جو ان دوس کے قریب ہوئی تھی کامیاب ہوئے جس میں ایک طرف الکبیادیس اور دوسرے جانب فرنا بازو نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ آخر کار تسا افرنز نے نفس کی خوف سے الکبیادیس کو گرفتار کر لیا کہ مبادا کہیں اتیھنزیوں کا پلہ بہت بھاری نہ ہوجائے۔ مگر یہ چالاک سرباز بہت جلد فرار ہوگیا (سنہ ۴۱۱ ق م) اب اتیھنزیوں نے ایک نہایت عمدہ بیڑا جس میں چھیاسی جہاز تھے جمع کیا اور ان پیلوپونیزیوں کے خلاف قسمت آزمائی کی جو امیر البحر مینداروس کی زیر کمان کیزیکوس میں پڑے ہوئے تھے اور خشکی پر وقت مدد کے لیئے فرنا بازو بالکل تیار رہتا تھا۔ اُن کے بیڑے پر جس میں ساٹھ جہاز تھے تھراسی بولوس اور تھرامنیس نے یکبیک حملہ کر دیا اور علاوہ سرقوسی جہازوں کے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ ان باقی ماندہ سرقوسی جہازوں میں بھی ملاحوں نے آگ لگادی۔ اس جنگ میں نہ صرف خود اسپارٹی امیر البحر مینداروس ہی کام آیا بلکہ اتیھنز کو اور بھی فوائد حاصل ہوئے۔ مثلاً کیزیکوس، پرنتھوس یہانتک کہ خود تھاسوس میں بھی اتیھنزی علم اڑنے لگا۔ اور گو بائی زنطہ دشمن سے ملا رہا مگر اتیھنزی اب بھی مقابل کے ساحل پر قابض رہے بلکہ انھوں نے کرد گیری کی ایک چوکی کریسوپولس میں قائم کی اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جتنے جہاز بحر اسود سے آئیں وہ سب اپنے مال غنیمت کا دسواں حصہ ادا کریں۔ واضح ہو کہ یہ محصول اسی محصول کے مشابہ تھا جسکا ہم نے اس باب کے ابتدا میں ذکر کیا ہے چونکہ اتیھنز کے حلیفوں نے خراج دینا بند کر دیا تھا اس لیئے ممکن طریقے پر اتیھنزی کماندار کا روپیہ وصول کرتے اور اب انکے فرائض میں سب سے اہم فرض یہ بھی وصول زر رہ گیا تھا۔ جس سے اُن کی مخالفت کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کیا ہے۔ زینوفون نے تین سال کا جو حوالہ دیا ہے (۱ ۴ ۱) وہ اہم ہے اور اس سے غالباً وہ مدت مراد ہے جس میں سفیر محبوس رہا ہوگا۔ مگر پلوٹارخ کی ترتیب واقعات اس سے مختلف ہے۔ اب صرف چند مشکلات باقی رہتی ہیں (مثلاً امیر البحری کی مدت) لیکن انھیں نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

۵۲۱ جنگ کیزیکوس۔ زینوفون تاریخ ۱ ۱ ۱۴۔ وغیرہ مفصلہ ذیل وہ مشہور مراسلہ تھا جو اسپارٹا

آگ اور بھی بھڑک اٹھی اسپارے میں پیلوپونیزیوں کی حالت ایتھنزیوں سے بہتر تھی ایرانی انھیں برابر مالی امداد دیئے چلے جاتے تھے۔ اور اب فرنا بازوتے انھیں کوہ ایڈا سے بہت سی لکڑی دیدی جس سے انھوں نے متعدد جہاز تعمیر کرلیئے۔ ایتھنز کو جو فتوحات حاصل ہوئیں وہ بالکل بے کار تھیں جب کہ لکدمونیوں کے پاس ناقابل اختتام مالی اور جہازی وسائل موجود تھے۔

ظاہر ہے کہ پیلوپونیزی کسی طویل عرصے تک ایرانیوں پر تکیہ نہ کرسکتے تھے وہ یہ سوچنے لگے کہ جنگ کا خاتمہ ہو جانا ہی شاید بہتر ہوگا۔ شاہ آگس نے ایتھنز کے خلاف علم بلند کیا تھا مگر وہ بھی ایتھنز کو مغلوب نہیں کرسکا۔ اور اب اسپارٹیوں نے یہ طے کیا کہ جنگ کے پیٹے کی صورت حال کے مطابق ایتھنز سے صلح کرلی جائے۔ لیکن ایتھنزیوں نے سرعموم کلیوفون کے کہنے سے اس تحریک کو مسترد کردیا[۱۱۱] اور اوائل ۴۰۹ ق م میں تھراسی بولوس نے ایشیا میں کچھ پیش قدمی کی یعنی کولوفون پر قبضہ کرلیا اور ملطہ کو شکست دی۔ مگر وہ ایفی سوس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ ادھر یورپ میں اکائیہ نے اسپارٹی نوآبادی ہرقلیہ تراخی نی اے پر قبضہ کرلیا۔

صفحہ ۴۹۹

لیکن ان سب باتوں سے زیادہ اہم یہ سوال تھا کہ اس جنگ میں ایران کیا روش اختیار کرے گا اس لیئے کہ سب جانتے تھے کہ ایتھنز میں ہرگز اتنی سکت نہیں کہ اسپارٹا اور ایران دونوں کا مقابلہ کرسکے۔ جب ابتدا میں جنگ ایشیا میں پھیلی تھی تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ روانہ کیا گیا تھا۔ "بدقسمتی منہ دکھارہی ہے میندارس راہی عدم ہوا فاقے پر فاقے ہو رہے ہیں سخت مصیبت کا سامنا ہے" (زنیوفون ۱ ' ۱ ' ۲۳)۔

[۱۱۱] اسپارٹا کی تحریک صلح کا ذکر دیودورس ۱۳ ' ۵۲ میں ہے اور اسی کی بنا پر نیپوس: "الکبیادیس" ۵ اور جسٹن ۵ ' ۴ میں بھی کچھ تذکرہ ہے۔ مگر زنیوفون میں اس کا پتہ نہیں اس کے لیئے گلبرٹ ص۳۳۶ اور بیلوخ ص۶۰ کا مطالعہ کیا جائے اور گروٹ ۸ ' ۴۰۴ سے مقابلہ کیا جائے جس میں کلیوفون کے مخصوص طرز عمل کی داد دی گئی ہے۔ دیودورس نے کلیوفون کی مخالفت کی ہے اور اسبارے میں تھیوپومپوس کا اتباع کیا ہے۔ کلیوفون پر سرود یہ نویسوں نے بھی آوازے کسے اور کہا کہ وہ عمومیت پسند ہے۔ لی سیاس (۱۹ ' ۴۸) کی رائے ہے کہ کلیوفون ایک ذی عزت شخص تھا۔ لائٹے: "کلیوفون ساکن ایتھنز" جریدہ تاریخ

ایران نے اپنے صوبہ داروں کو پورا اختیار دیدیا تھا کہ جو طرز عمل چاہیں اختیار کریں مگر جیسے جیسے دن گذرتے گئے ویسے ہی اس کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ صوبہ دار ایک مخصوص مرکزی طرز عمل کے پابند کردیے جائیں تاکہ وہ ایک دوسرے کا کاٹ نہ کریں اور اپنی عادت کے مطابق ایک دوسرے کی نقصان رسانی کے درپے نہ ہوں۔ تسافرنز اور فرنا بازو کی حکمت عملی کے متواتر مد و جزر سے کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا مگر ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جب تسافرنز نے چند روز تک بظاہر ایتھنزیوں کا ساتھ دیا تو فرنا بازو نے بھی ان سے یہ وعدہ کرلیا کہ وہ انھیں بیس تالنست دیگا اور ایتھنزی سفیروں کے ساتھ اپنے ایک برادر کو سوس بھیجیگا اور کالکیدون کو ہدایت کردیگا کہ وہ جملہ محاصل ایتھنز کو ہی ادا کرے (۴۰۹ یا ۴۰۸ ق م)۔ سوس کے سفر میں ایتھنزیوں کے ساتھ ارگوسی ہی شامل نہ تھے بلکہ ہرموکراتیس بھی تھا جو صرف اس لیئے جارہا تھا کہ وہاں پہنچ کر ایتھنز کے خلاف زہر پھیلائے۔ غرض یہ ہے کہ جو یونانی اپنے گھروں پر ایک دوسرے کی دشمنی میں ہمیشہ کمربستہ رہتے تھے وہ سلطنت ایران میں کمال اطمینان اور امن وامان سے سفر کررہے تھے اسی زمانے میں ایتھنزیوں کو ایک بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ شہر بائی زنطہ میں اسپارٹی کلیارخوس سپہ سالار تھا۔ جب وہ روپیہ اور جہاز مہیا کرنے کے لیئے فرنا بازو کے پاس گیا تو اس کے غیاب میں ایتھنزیوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا اور شہریوں کو بھوکا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ (پیبرس) جلد دوم ا- ۵ کا مقابلہ کیا جائے۔ فیشر اور دیگر مورخ جو اس کا اتباع کرتے ہیں دیموفانتوس کی تجویز عوام کی تاریخ کا تعین جس میں اصول عمومیت برقرار رکھنے کے حلف کا ذکر ہے ۴۱۰ ق م کرتے ہیں اور اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ غالباً اس سال تک عمومیت کا اصول مسلمہ ہوگیا ہوگا۔ اس کے لیئے ڈروائسن: "دیموفانتوس وغیرہ"۔ برلن ۱۸۷۳ء اور گلبرٹ صفحہ ۳۴۲ کا مطالعہ کیا جائے۔ مگر کوئی قدیم مورخ مکمل عمومیت کے احیاء کا قطعی طور پر تذکرہ نہیں کرتا۔ اسی زمانے میں "جند کثیرون" اور ان کے "معتمدوں" نے چند اور قوانین مرتب کیئے ("مجموعہ نوشتہائے قدیمہ" ۵۷، ۵۸، ۶۱- موخر الذکر۔ ہکس ۵۹۰ = ڈٹن برگر ۵۴ + شیبول۔ "عمال غیر معمولی" (کتابچہ بیاد گار تھیوڈر موسن) برلن ۱۸۷۷ء صفحہ ۴۵۱ وغیرہ۔

مارکر انھیں مطیع ہونے پر مجبور کیا۔ اسپارٹا کیلئے یہ نقصان عظیم الشان تھا۔ مگر اسے ایک اور محاذ سے اطمینان بخش خبر موصول ہوئی۔ وہ یہ کہ پیلوس اور نسیہ سے ایتھنزیوں نے اپنی فوج ہٹالی [۱]۔

صفحہ ۵۰۰

قسمت کبھی اسپارٹیوں کی یاوری کرتی تھی کبھی ایتھنزیوں کی۔ اور اگر ایران قطعی طور پر اسپارٹا کا طرفدار نہ ہوجاتا تو ایتھنز کو اب بھی اپنے آپ کو بچا لینے کا موقعہ حاصل تھا۔ لیکن فرنا بازو نے ایتھنزی سفرا کے شوس روانہ کرنے میں حتےّ المقدور دیر کی چنانچہ وہ ابھی گوردیون ہی میں تھے کہ اسپارٹی سفرا شوس سے آبھی گئے اور میدان تدبر میں بازی جیتنے کا سہرا ان ہی کے سر رہا۔ شہنشاہ داریوش کا بیٹا کورش ان تمام قوموں کا جو سیدان کستولس میں مجتمع تھیں (یعنی لدیہ، افروجیہ اور کاپادوسیہ کا) سوبہ دار مقرر ہوکر آیا تھا۔ اسے پایہ تخت سے یہ حکم ملا کہ وہ اسپارٹا کی ہی مدد کرے یہ خبر سنکر فرنا بازو نے ایتھنزی سفیروں کو آگے بڑھنے سے باز رکھا اور وہ جہاں تھے وہیں تین سال متواتر نظر بند رہے۔ اس کے بعد تسافرنز اور فرنا بازو کے باہمی مناقشے ختم ہوگئے اور ساتھ ہی الکبیادیس کا اثر بھی مفقود ہوگیا۔ شاہزادہ کورش اسپارٹا پر ہمیشہ نظر عنایت رکھتا تھا اور اب اس کی ایک ایسے اسپارٹی سے ملاقات ہوگئی جو اس سے خوب کام نکالنا چاہتا تھا۔

یہ عجیب وغریب بات ہے کہ عین اس موقع پر جب ایتھنزیوں کی قسمت پلٹا کھا رہی تھی یعنی ۴۰۷ ق م میں الکبیادیس ایتھنز واپس آجاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب اسے اپنا قدم ایشیا سے ہل جانے کا یقین ہوگیا اس وقت وہ اپنے قدیم وطن کی طرف رجوع ہوا۔ اس کا طرز عمل ہمیشہ یہ ہی رہا تھا اور اس نے اسی طرح ایتھنز سے اسپارٹا میں اور اسپارٹا سے ایشیا میں جاکر پناہ لی تھی۔ اس نے یہ سمجھ لیا کہ کورش قطعی طور پر اسپارٹا کا طرفدار ہوگیا ہے اور یہ کوشش کرنا کہ وہ اسپارٹا سے منھ موڑ لے بالکل بے سود ہے۔ مگر یہ ممکن تھا کہ تسافرنز یا فرنا بازو کو پھنسایا جائے۔ غرض یہ ہے کہ

---

[۱] بانی زنطہ پر ایتھنزیوں کا قبضہ۔ زنیوفون تاریخ ۱ ۴ ۹۔ اس کی وجہ سے اسپارٹی اناکسی لاؤس پر اسپارٹا میں مقدمہ قائم کیا گیا مگر آخرکار اسے رہا کردیا گیا۔ پیلوس اور ہرقلیہ کا بیان زنیوفون ۱ ۲ ۱۸ میں اور نسیہ کا دیودوروس ۱۳ ۶۴ ۶۵ میں ہے۔

اس کے لیئے اب بھی ایتھنز میں کوئی نہ کوئی جائے پناہ نکل سکتی تھی اور جب وہ آیا تو خالی ہاتھ نہیں آیا۔ اول تو اُس نے خلیج سیراموس سے جو کاریہ میں ہے ایک معتدبہ رقم جمع کی اور سوتالنت کی معتدبہ رقم جمع کی اور ریاردس اور اسپارٹی سلح خانہ گیتھیوم میں ایتھنزی قوت وجبروت کا مظاہرہ کرکے ایتھنز کی طرف چلدیا۔ ایتھنز پہنچنے پر وہ کونون اور تھراسی بولوس کے ساتھ استراتی گوس مقرر ہوا۔ واضح ہو کہ کونون پہلی مرتبہ تماشہ گاہ تاریخ پر نمودار ہوا اور تھراسی بولوس وہی تھا جس نے تھریس اور تھاسوس میں (جو ایتھنز سے باغی ہوگیا تھا) ایتھنزی اقتدار کو قائم رکھا۔ اور اس کی سیادت برقرار رکھی تھی۔ جس روز الکبیادیس پرائی اوس میں داخل ہوا وہ پلن تے ریا تیوہار کا دن تھا جو ماہ تھارگیلیون (یعنی مئی) میں آتا تھا۔ اس دن کا شگون یونانی ہمیشہ بُرا سمجھتے تھے اسی لیئے اسرز اتھنیا دیبی کے اس بت کے چہرہ پر جو قلعہ میں استادہ تھا نقاب ڈال دی جاتی تھی اور تمام اہم کاروبار بند کردئے جاتے تھے۔ الکبیادیس کو برابر یہ خطرہ لگا رہتا تھا کہ ایتھنز پہنچتے ہی اس کے دشمن اس پر وار کرینگے۔ مگر امید کے خلاف اس کی ہر ایک تدبیر کارگر ہوئی۔ اُس نے وہ خدمات جو اس کے تفویض کیئے گئے تھے نہایت عمدہ طور سے پورے کیئے اور جب بوئے دروميون (یعنی ستمبر) کے مہینہ میں وہ ایک مقدس جلوس کے آگے آگے فوج کے ایک بدرقہ کے ساتھ الیوسس جارہا تھا تو اسکا شہریوں پر نہایت اچھا اثر پڑا۔ اس اثر کے کئی اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ عرصہ دراز سے پیلو پونیزی خاص سرزمین اٹیکا میں پڑے ہوئے تھے اسلیئے طوعاً و کرہاً یہ جلوس سمندر کے راستے سے جایا کرتا تھا۔ اور جب الکبیادیس اس جلوس کو نہایت کامیابی سے خشکی کے راستے لے گیا تو لوگوں نے خیال کیا کہ ضرور یہ خبر کہ اُس نے اتھنیا دیبی کو ناراض کردیا ہے غلط ہوگی۔ دوسرے اُس کی حرکات سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ خود شاہ آگس اس سے خوفزدہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ کچھ عرصے کے بعد

صفحہ ۵۰۱

---

۵۴۴ تھاسوس میں ایتھنز کے ازسرنو اقتدار کا حال زینوفون ۱، ۳، ۹ میں دیا ہوا ہے اور اس سے بیشتر کے واقعات ۱، ۱، ۳۲ سے معلوم ہوسکتے ہیں۔

الکبیادیس کے واپسی کا ذکر زینوفون ۱، ۴، ۱۲۔ مگر دیودوروس (۱۳، ۶۸) نے ان ہی واقعات کے بیان کرنے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ اس ضمن میں پلوٹارک

وہ ایک سو جہاز آراستہ کر کے آخری مرتبہ ایتھنز سے چلدیا اور اندروس ہو کر جزیرۂ ساموس کی راہ لی۔

سنہ ق م میں اسپارٹی امیر البحر لیساندر جو ایک نہایت ہی قابل سپہ سالار اور زیرک مدبر تھا دبینیا پہنچتے ہی شاہزادہ کورش کے پاس جا کر اس سے دوستی پیدا کر لی۔ کورش نے اس کے ساتھ مشرقی انداز سے گفتگو کی اور کہا کہ میرے باپ نے مجھے پانچ سو تالنت اسپارٹیوں کی خدمت کے لیئے دیے ہیں لیکن اگر یہ رقم ناکافی ہوئی تو میں اپنے خانگی اخراجات کی مد سے اسپارٹیوں پر روپیہ خرچ کرونگا بلکہ ضرورت ہوئی تو وہ گنگا جمنی تخت جس پر میں اسوقت بیٹھا ہوا ہوں توڑ کر اسپارٹیوں کی نذر کر دونگا۔ مگر جب عمل کا وقت آیا تو اس نے ایک درہم کی سی قلیل رقم بھی جس کی ہر ایک سپاہی کو روزانہ ضرورت پڑتی تھی نہ دی اور بالآخر اپنے یار غار لیساندر کی گو یا رعایت کر کے صرف چار اوبول تنخواہ دینے پر راضی ہوا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے ایک فاش غلطی سرزد ہو جانے کی وجہ سے اتھنزیوں ہی کو شکست ہوئی اور یہ موقعہ اس قدر نازک تھا کہ ایتھنزیوں سے ایک بھی چھوٹی سے چھوٹی غلطی نہ ہونی چاہیئے تھی۔ بہر حال الکبیادیس کی غیر موجودگی میں اسکے ماتحت انطاکوس نے حکام بالا دست کی حکم عدولی کر کے پیلوپونیزی بیڑے پر جو الفی سوس کے شمال میں پڑا ہوا تھا حملہ کیا۔ لیکن وہ پسپا ہو گیا اور اسے پندرہ جہازوں کا نقصان اٹھانا پڑا (سنہ ق م) ایتھنز میں ایک شخص تھراسی بولوس نے اپنی تقریروں میں اس شکست کا ذمہ دار الکبیادیس کو ٹھہرایا جس کی وجہ سے لوگوں نے اسے دوبارہ سپہ سالار مقرر نہیں کیا۔ اور اپنی جان کے خوف سے وہ ایتھنز واپس آنیکے بجائے تھریسی خرسونیز

صفحہ ۵۰۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ "الکبیادیس" ہوتا ہم کا مقابلہ کیا جائے۔ اسمیں جو کچھ مبالغہ آمیزی ہے وہ اصل میں تھیوپومپوس اور دوریس سے اخذ کیگئی ہے۔ گلبرٹ کا خیال ہے کہ ایک لکھوئی سفارت جو ایتھنز کو اسیران جنگ کے آزاد کرنے کے لیئے گئی تھی اور جسکی توثیق اندروتیون کے ایک جزو سے ہوتی ہے جو حال میں دریافت ہوا ہے درحقیقت اس زمانے کی ہے جب الکبیادیس ایتھنز ہی میں تھا۔

۲۵ یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ الکبیادیس کو معزول کیا گیا یا محض دوبارہ منتخب نہیں کیا گیا

چلا گیا جہاں اُس نے اپنے لیئے ایک قلعہ بنا رکھا تھا۔ اس کے بعد تمام واقعات اتینھز کے خلاف رونما ہوتے رہے۔ اور اتینھزیوں نے جوش میں آکر اپنے اعلیٰ ترین سپہ سالاروں کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا اور اُن کی بجائے عیاروں اور بے عقلوں پر بھروسہ کیا جس کی وجہ سے بالآخر اُنھیں زیر ہونا پڑا۔

سنہ ۴۰۶ ق م میں لیساندر کی جگہ کالیکراتی دیس سپہ سالار اعظم مقرر ہوا۔ یہ ایک نہایت مضبوط طبیعت کا آدمی تھا۔ اور اس میں ایک خاص خصلت ایسی تھی جو اُس زمانے میں کسی اور میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی تھی یعنی یہ کہ اس کو حقیقی معنے میں جذبۂ "یونانیت" کا احساس تھا۔ وہ یہ برداشت نہ کرسکتا تھا کہ وہ ایرانیوں کے سامنے امداد موعودہ کے لیئے ہاتھ پھیلائے اور شاہزادے کے برآمدوں میں از راہ خوشامد ٹہلا کرے۔ چنانچہ اُس نے یہ اعلان کردیا کہ وہ اسپارٹا واپس پہونچکر اتینھز سے کوئی نہ کوئی مفاہمہ کرنے کی کوشش کریگا۔ اسکی جنگی کارروائی کا آغاز نہایت اعلیٰ درجے کے کارناموں سے ہوا۔ اول تو اُس نے ملطہ سے روپیہ وصول کیا اس کے بعد میتھمنا پر قبضہ کرکے کونون کو متی لنہ کے بندرگاہ میں پناہ لینے پر مجبور کیا اور ایک سو ستر جہاز لیکر کونون کے ستر جہازوں کو شکست دی جنھیں سے تیس تو گرفتار کیئے باقیوں کا شہر کی فصیل تک تعاقب کیا جہاں اُنھیں چند روزہ قیام و آرام کا موقعہ مل گیا۔ اسی طرح کالیکراتی دیس نے دیومیدون کے بارہ جہازوں میں سے دس گرفتار کرلیئے۔ مگر متی لنہ کی ناکہ بندی کچھ زیادہ سخت نہ تھی جس کے باعث ایک اتینھزی کشتی بندرگاہ سے نکل گئی اور اتینھز جاکر شہریوں کو کونون کی کیفیت سے آگاہ کردیا۔ اب اتینھزیوں نے اپنی قوت مجتمع کرنی شروع کی۔ اُنھوں نے تیس دن میں ایک سو دس جہاز آراستہ کیئے۔ اور شہر کے ان تمام آزاد اور غلام باشندوں کو جن کی عمر جنگی خدمت کے قابل تھی جہازوں پر بٹھا کر روانہ کیا۔ ساموس پہونچنے پر وہاں کے دس اور باقی حلفا کے پاس سے تیس جہاز مزید آگئے اور جب متی لنہ پہونچے تو اُن کے پاس ڈیڑھ سو سے زیادہ جہاز تھے۔ اب کالیکراتی دیس نے

صفحہ ۵۰۳

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ گلبرٹ (صفحہ ۴۶۶) یہ فرض کرلیتا ہے کہ اس پر کلیوفون نے جو رہبر عوام تھا غداری کا الزام لگایا گیا ہوگا۔

پچاس جہاز تو کونون کی نگرانی کرنے کے لیئے چھوڑ دیئے اور ایک سو بیس کو لے کر اتھنیوں کا تعاقب کرکے ان سے جزائر آرگینو سائے کے قریب جنگ آزما ہوا۔ اس لڑائی میں اتھنیوں کو کامل فتح ہوئی اسپارٹیوں کے ستر اور اتھنیوں کے صرف پچیس جہاز برباد ہوئے اور خود کالیکراتی دیس بھی کام آیا اس لڑائی کے بعد اتھنی سپہ سالاروں نے تھرامینس اور تھراسی بولوس کو کھلے سمندر میں اس کام کے لیئے روانہ کیا کہ تباہ شدہ اتھنی کشتیوں کے جو لوگ بچ گئے تھے انھیں اپنے ساتھ لیں اور مردوں کی نعشوں کو ایک جگہ اکٹھا کریں۔ مگر سوء اتفاق سے کشتیوں کو ایک طوفان نے آگھیرا اور وہ ان احکام کی تعمیل نہ کر سکے۔ بہر حال اب کونون آزاد تھا اور وہ آپ نکل کر میتھمنہ بیڑے کی طرف چلدیا (ستمبر ۴۰۶ ق م)
اس شاندار فتح کے بعد اتھنز میں جو کارروائی ہوئی وہ نہایت مکروہ اور نفرت انگیز تھی[۳۵] یعنی جن سپہ سالاروں حسن خدمات کا اتھنیوں کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے تھا اور جنھوں نے مادر وطن کو دشمن کے چنگل سے نکالا تھا انھیں معزول کرکے ان پر مقدمہ قائم کردیا اُن میں سے ایراسی ندیس پر تو تغلب کا الزام لگایا گیا اور باقی سب پر مجموعی طور سے یہ جرم قائم کیا گیا کہ انھوں نے مصیبت زدوں کی تکالیف دور کرنیکی کوشش نہیں کی اور مُردوں کی نعشیں یکجا نہیں کیں لیکن اگر یہ جرم اُن سے سرزد ہوا بھی تھا تو اس کا سب سے بڑا ذمہ دار خود تھرامنیس تھا چنانچہ اُسے یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں اس سے جواب نہ طلب کیا جائے۔ باقی سپہ سالار نہ تو اس کی طرح ہوشیار تھے

[۳۵] ان سپہ سالاروں کے خلاف جو آرگی نوسائے کے لڑائی کے موقع پر اتھنی بیڑے کے کماندار تھے جو کارروائی ہوئی اس کا ذکر زینوفون ۱۔ ۷ میں ہے دیودوروس (۱۳۔ ۹۷۔ ۱۰۲) نے اس لڑائی کی تفصیل بیان کی ہے اس میں لفاظی بھری ہوئی ہے اور باب ۷، ۹ میں کیسے کا جو ذکر ہے اس کی وجہ سے میرا خیال ہے کہ اُس نے ایفوروس کا اتباع کیا ہوگا۔ آج کل کے مورخوں میں سے ہربسٹ: ''جنگ آرگی نوسائے'' (ہامبرگ ۱۸۵۵ء) کا مطالعہ کیا جائے۔ گروٹ کا خیال ہے کہ اتھنی سپہ سالاروں نے تباہ شدہ جہازوں کے ملاحوں کے تلاش میں کافی سرگرمی نہیں دکھائی اس میں شبہ نہیں کہ سپہ سالاروں کا رویہ اس قدر متقیانہ نہ تھا جتنا نکیاس کا جس کا تذکرہ پلوٹارک: نکیاس ۶ میں درج ہے۔ مگر اسی انتقاد پر بہر گاس کی

اور نہ ان میں بدی کا مادّہ اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اس پر ادر تھر اسی بولوسس پر
الزام رکھیں اس لیئے اُنھوں نے جواب دیا کہ طوفان کی وجہ سے مصیبت زدوں کو
بچانا بالکل ناممکن ہوگیا تھا اُس لیئے کوئی بھی مورد الزام نہیں ہے۔ اس کے برعکس
تھرامنیس اور اس کے فریق نے لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے معمولی طریقے
اختیار کیئے اور ایک شخص کالکسے نوس نے مجلس کی طرف سے یہ مطالبہ کیا کہ
سپہ سالاروں کو سزا دینے کے مسئلے پر رائے لی جائے۔ یہ طریقہ بالکل خلاف قانون
تھا۔ دستور کے مطابق ہر شخص کو اختیار تھا کہ جب اس پر کوئی اتہام عائد کیا جائے تو
وہ جواب دہی کرے۔ اور یوری پطلیموس نے کالکسے نوس پر یہ الزام لگایا کہ اُسنے
اس قانون کی خلاف ورزی کی ہے جس کے بموجب اس قسم کی تحریک پر محض
سرسری طور پر رائے لینا ناجائز ہے مگر عوام الناس کا جوش اس قدر بڑھ گیا تھا
کہ اُنھوں نے فوری رائے زنی کا مطالبہ کیا اور گو حکیم سقراط نے جو پری تانیس میں
سے ایک تھا یہ کہدیا کہ وہ اس کارروائی میں کوئی حصہ نہیں لینا چاہتا مگر اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کی وجہ سے تونکیاس نے سرقوسہ کی مہم میں اتیھنری فوج کا قلع قمع
کرادیا۔ اتیھنریوں کے طرز کارروائی کی داد ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ اور سقراط کے انداز سے
معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے ایک قانونی غلطی کی ہوگی۔ بلاشبہ اتیھنریوں کو یہ اختیار تھا کہ
وہ اس امر کا تصفیہ کریں کہ اتیھنری سپہ سالاروں کو تباہ شدہ کشتیوں کے ملاحوں کو بچانے
سے گریز کرنے کی سزا ملنی چاہیئے یا نہیں۔ وہ یقیناً اس کے مختار تھے کہ جتنا چاہیں مذہبی احکام
کی تعمیل میں سختی کریں۔ مگر ہمارے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ سپہ سالاروں نے تو اپنا
فرض منصبی ادا کرنے میں کوتاہی کی مگر تھرامنیس نے نہیں کی۔ بلکہ جو کچھ تھرامنیس نے دیگر
مواقع پر کیا ہے اس سے یہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ ہی اس کا مرتکب تھا۔ اول تو وہ جار سو
کا تقرر کراتا ہے اور پھر اُن کے زوال کا باعث ہوکر اُن کے مواخذے کے درپے ہوتا ہے
اس کے بعد وہ یہی برتاؤ "تیس" کے ساتھ کرتا ہے۔ جب وہ اپنی آخری کوشش میں ناکام ہوا
تو خود اپنی حفاظت نہ کرسکا اس سے پہلے ہی سے لوگوں نے اسے "کوتھورنوس" کا لقب
دیا تھا جو ایسا جوتا ہوتا ہے جو دونوں پاؤں میں آجاتا ہے۔ اس سے یہ مراد تھی کہ وہ جدھر کی
ہوا دیکھتا اسی طرف منھ کرلیتا۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھا جائے تو یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اُسنے

باقی ماندہ ساتھیوں میں اتنی جرأت نہ تھی اسلئے انھوں نے عوام کے حکم کی تعمیل کی۔
اب یوری بطلیموس نے یہ تحریک کی کہ کانونوس والی قرارداد کے مطابق سپہ سالاروں کے علیٰحدہ علیٰحدہ مقدمے ہونے چاہئیں لیکن یہ تحریک بھی نامنظور ہوئی اور اس کی بجائے کالکسے نوس کی تحریک منظور ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو چھ سالار ایتھنز میں موجود تھے یعنی فارقلیس ولد اسپازیہ، دیمومیدون، اراسی ندیس، تھراسی بولوس، اسیاس اور ارسطو اطیس یہ سب گیارہ عمال اعلیٰ کے حوالہ کردیئے گئے اور ان سب نے زہر کا پیالہ پیکر اپنی جان دی۔

صفحہ ۴۰۱

سپہ سالاروں کی دردناک سزایابی سے اس انتہائی پستی کا اندازہ ہوتا ہے جو اس زمانے کے ایتھنزیوں کی عادات میں پیدا ہوگئی تھی۔ اگر محض اخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مذہبی اور انسانی فرائض منصبی کی کوتاہی کی سزائے موت دی جاسکتی ہے۔ مگر یہ ممکن تھا کہ جو کچھ کارروائی کیجائے وہ قانون اور آئین کے مطابق ہو خصوصاً جب ملزم ایسے لوگ تھے جنھوں نے حال ہی میں ملک کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ محض اپنے کو بچانے کی غرض سے "دوسروں پر الزام لگایا تھا۔ تھرامنیس نے اس کی کبھی تردید نہیں کی کہ اس کے پاس مصیبت زدہ ملاحوں کو بچانے کے احکام آگئے تھے۔ اور جب اُس نے ان احکام کی تعمیل نہیں کی تو وہ ضرور سزا کا مستوجب تھا۔ بیلوخ (سیاسیات ایٹیکا ص ۸) کی یہ خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے تھرامنیس کے سر سے الزام ہٹائے اور وہ کہتا ہے کہ سپہ سالاروں کو یہ ہرگز نہ چاہیئے تھا کہ اتنا اہم کام "دو ماتحت افسروں" کے سپرد کردیتے (؟) ممکن ہے کہ یہ رائے درست ہو۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اول تو تھرامنیس حکم عدولی کرے اور پھر اپنے افسران بالادست کو سزائے موت دلوادے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص پر بالآخر الزام لگایا گیا اور جس کی نفسیت کی گئی وہ تھرامنیس نہیں بلکہ کالکسے نوس تھا۔ مگر اس سے تھرامنیس کی برأت ثابت نہیں ہوتی۔ ایتھنزی خیالات کے بموجب کالکسے نوس محرک تھا اور اُسی کے سر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اصل میں تھرامنیس نے یہ چالاکی کی تھی کہ خود تو پیچھے رہا اور دوسروں کو آگے بڑھا دیا۔
ظاہر ہے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس مواخذے میں کوئی عمدیدی سازش مضمر تھی۔

ایک عظیم الشان خطرے سے نجات دی تھی۔ایسی حالت میں قانون کی خلاف ورزی کرنا نہ صرف انسانیت کے خلاف ہے بلکہ دوراندیشی کے بھی منافی ہے۔اور اس سے ایتھنز میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آئندہ سپہ سالاروں کا نقطۂ نظر یہ نہیں ہوگا کہ وہ فتح حاصل کرلیں بلکہ ان کا واحد نصب العین یہ ہوگا کہ سیاسی ہیجان پیدا کرنیوالونکے انبوہ کثیر کو خوش رکھیں۔اگر ایتھنزی مذہب پرستی کو مقدم اور حفاظت وطن کو موخر سمجھنے لگے تھے تو پھر ملک کا کہیں ٹھکانہ باقی نہ تھا۔مذہب کی مبالغہ آمیز قدر و منزلت کے علاوہ اس کارروائی کے دو اسباب اور بھی تھے اول تو لوگوں کی طبیعت میں اسی قسم کا جوش پیدا ہو گیا تھا جیسا کسی مریض کی طبیعت میں پیدا ہوجاتا ہے یعنی انھیں ہر کام میں مشکلات ہی مشکلات نظر آتی تھیں اور بجائے اس کے کہ وہ کسی خاص شخص کے حکم کا اتباع کریں جس کی انھیں اشد ضرورت تھی وہ عدیدی سازشوں کی وجہ سے متواتر خوف و ہراس کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔دوسرے یہ کہ تھرامنیس کا طرز عمل صریحاً وطنیت کے خلاف تھا اور اگر ہم اس کی زندگی کے تمام کارناموں پر نظر ڈالیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ وہ سخت قابل گرفت تھا۔

مگر ایتھنز میں اس قدر تنومندی اور قوت اب بھی باقی تھی کہ اُن واقعات کے بعد بھی اس کے زوال کے لئے کچھ عرصہ درکار ہوئے۔ اس کے برعکس پیلوپونیزیونکو جنھوں نے ایتیونیکوس کی ماتحتی میں بمقام خیوس اجتماع کیا تھا بہت سی مشکلات کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مگر آخر وہ کون فرقہ تھا جو مذہبی ارکان پر بہت زور دیتا تھا۔اور تھرامنیس کس گروہ کا رہبر تھا؟ان سوالوں کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔

حال کے زمانے میں ہررونیوس کی یونانی کتاب "جنگ آرگے نوسائے میں (جس کے اقتباس لانڈویر نے دئے ہیں)یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ الزام صرف یہ تھا کہ "مُردوں کی تدفین" میں کوتاہی کی گئی۔اس میں شبہ نہیں کہ اُسے ایتھنزی ایک مذہبی گناہ تصور کرتے تھے۔

ب‍ے جیسے جنگ کی زکوس کے بعد اسپارٹیوں نے حالات ماقبل جنگ کی بنا پر صلح کرنی چاہی تھی ویسے ہی اب آرگی نوسائے کی لڑائی کے بعد بھی صلح کرنی چاہی۔مگر کلیوفون کی رائے کے مطابق ایتھنزیوں نے پھر انکار کر دیا۔ارسطوفانیس اپنے ناٹک "غوکان" میں

سامنا تھا اسلیئے کہ نہ تو اُن کے پاس روپیہ تھا نہ سامان خورونوش۔ اُنھوں نے مختلف واقعات اور حالات کا یہ نتیجہ نکالا کہ لیساندر کے بغیر چارہ کار نہیں اب انھوں نے اسے بلانے کیلیئے اسپارٹا کو لکھا۔ اسپارٹیوں نے اسے فوراً بھیجدیا لیکن چونکہ وہ قانوناً امیرالبحری کے عہدے پر دوسری مرتبہ فائز نہیں ہوسکتا تھا اس لیئے اسے صرف نائب امیرالبحر (اپیستولیوس) بنا کر بیڑے کی کمان کا حکم دیدیا گیا۔ (۴۰۵ ق م) لیساندر نے پہلے تو کورش سے روپیہ وصول کیا اور پھر ایشیائے کوچک کے جنوب میں ایک مہم سرکرنے کے بعد ہلیسپونٹ پہنچا جہاں اتھنری پڑے ہوئے تھے۔ اور لمپساکوس پر قبضہ کرلیا۔ اس پر اتھنریوں نے اپنا بیڑا جس میں ایک سو اسی جہاز تھے مقابل کے ساحل پر بمقام ائی گوس پوتامی کھڑا کردیا اور یہاں لیساندر کی ترکیبوں اور اتھنری سپہ سالاروں کی حماقت سے لڑائی چھڑ گئی۔ کئی روز تک تو باوجود اتھنریوں کی للکار کے لیساندر چپ چاپ پڑا رہا۔ گو الکبیادیس اتھنری لشکر کے قریب ہی تھا اور اس نے انھیں حقیقت حال سے آگاہ بھی کردیا تھا نیز اُن کے لشکر میں کونون جیسا قابل شخص بھی موجود تھا مگر باقی ماندہ سپاہ دار سخت ناقابل تھے اور منجملہ اُن کے کم سے کم ایک تو ضرور ملک فروش تھا۔ اُنھوں نے یہ خیال کیا کہ اسپارٹی اُن سے ڈر گئے۔ پانچویں روز اتھنریوں نے پھر اسپارٹیوں کو للکارا اور پھر اسپارٹیوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اب وہ ائی گوس پوتامی واپس چلے گئے اور سامان خورونوش جمع کرنے کے لیئے اپنی کئی جماعتیں بنا کر دیہات میں پھیل کر بیڑے کی طرف سے بالکل لاپروا ہو گئے۔ اب لیساندر نے یک بیک اتھنریوں پر ایسا حملہ کیا کہ انھیں جنگ کے لیئے باترتیب صفیں بھی بنانے کا بھی موقعہ نہ ملا اور بیڑے کو پاش پاش کردیا۔ کونون صرف آٹھ اتھنری جہازوں کو

حنفیہ ۵۰

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ دوسروں کے ساتھ کلیو فون پر بھی حملہ کرتا ہے۔ گروٹ کہتا ہے کہ ممکن ہے کنیر کوس اور آرگے نوسائے کی لڑائیوں میں خلط مبحث ہوگیا ہو اور اسپارٹیوں کی کوشش کا اسے یقین نہیں۔ جس سال آرگے نوسائے کی جنگ لڑی گئی ہے اس سال میں اتھنز کو اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ ارسطاطالیس کہتا ہے کہ اتھینا کے مجسمے تک پگھلا دیئے گئے۔ اور یقین ہے کہ اس زمانے میں پوستائے کو جنکا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے بہت کام کرنا پڑا ہوگا۔

بچ سکا اور فرار ہو کر ایواغورس حاکم قبرس کے ملک میں چلا گیا۔ پارالوس بھی
ان جہازوں میں سے تھا جو بچ گئے تھے اور وہی یہ خبر بد لیکر اتیھنز پہونچا۔ لیساندر نے
ان سب اتیھنزیوں کی جنہیں اُس نے گرفتار کیا تھا گردن ماردی مگر ادئی مانتوس
بظاہر اس لیئے بچ گیا کہ اُس نے اپنے ساتھیوں کی اس تحریک کی مخالفت کی
تھی کہ پیلوپونیزی قیدیوں کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں لیکن اغلب یہ ہے کہ اسکے
اور لیساندر کے درمیان کسی نہ کسی قسم کا غدارانہ معاہدہ ضرور ہو گیا ہوگا۔ اب اتیھنز کا
خاتمہ ہو چلا تھا۔ نہ تو اس کے پاس جہاز رہے تھے نہ جہاز تعمیر کرنے کے ذرائع مگر
اسپارٹی اپنے مخالف شہروں کو تسخیر کرنے کے اصل راز سے واقف نہ تھے اسلیئے
باوجود اتیھنزیوں کی ان تمام کمزوریوں کے لیساندر نے براہ راست اتیھنز پر حملہ
کرنے کے بجائے یہ طے کیا کہ اتیھنز کو بھوکا مارے اور اس طرح انھیں ہتھیار ڈال دینے پر
مجبور کرے۔ پہلے تو اُس نے ساموس کے علاوہ اتیھنز کے قدیم حلیفوں کو جو اس
وقت تک اس کے طرفدار تھے (مثلاً بائی زنطہ اور کالکدون) اطاعت پر مجبور کیا۔
اور کئی ہزار اتیھنزیوں کو جن میں سے اکثر کلیروخ تھے اتیھنز روانہ کر دیا تاکہ وہاں کے
بھوکے باشندوں میں مزید اضافہ ہو۔ اُس نے حکومت اسپارٹا اور شاہ آگس سے
جو دکیلیا میں تھا یہ کہلا بھیجا کہ وہ دو سو جہاز لیکر پرئی اوس کی ناکہ بندی کیلئے
آرہا ہے اس لیئے مناسب ہے کہ ساتھ ہی بڑی طرف سے بھی اتیھنز پر پوری قوت
سے حملہ کر دیا جائے۔ بالآخر یہی ہوا اور پیلوپونیزیوں نے تھرکے پیلون دروازے کے
باہر باغیچہ اکاڈمی میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اُدھر لیساندر نے پہلے تو میلوس اور ائی گنیا
کے باقی ماندہ باشندوں کو اُنکی ملوکات واپس دیں اور پھر خود پرئی اوس کے

صفحہ ۵۰۶

۱؎ طوسی ڈیڈس ۲/۴ ۔ لیساندر اور سرتوسیوں کی تدبیریں میں کچھ فرق نہیں سوائے اسکے کہ
ایک کا دائرہ دوسرے سے ذرا زیادہ وسیع ہے جنگ ائی گوس پوتامی کا ذکر زنیوفون ۱/۲ ؍ ۲۰
وغیرہ میں ہے۔ لیباس کی اکیسویں تقریر میں تین اور مفرور جہازوں کا ذکر ہے اس لیئے
ایسے جہازوں کی تعداد ۱۲ ہو جاتی ہے۔ غداری کے متعلق گروٹ (۲؍۲ ۱۸۱) کا بھی یہی
خیال ہے کہ غالباً لیساندر نے رشوت دی ہوگی۔ جنگ کے بعد کے واقعات کے لیئے دیکھئے
لوکن باخ: "جنگ ائی گوس پوتامی سے تیس کی حکومت تک کے واقعات" اشتراس بورگ ۱۸۶۵ء۔

مقابل نمودار ہوا۔

اب عدیدیوں کو اپنا کام ختم کرنا باقی تھا۔ اور چونکہ ایتھنز کا مسلح انبوہ اب بھی ہر شخص کی موت وزیست کا مختار تھا اور عدیدیوں کو یہ خوف تھا کہ اگر ذرا بھی قبل از وقت حرکت کی تو بس اُن کی جانیں سلامت نہیں اس لیئے انھیں اپنا کام مکمل کرنے میں بڑی دقت پیش آئی سب سے پہلے تو عمومیت پسند کلیوفون کی گردن ماری گئی[۲۹] جس سے لوگوں پر بڑا اثر پڑا اور عوام نے شاہ آگس سے کہلوایا کہ اگر اُن کی فصلیں اور پریئی اوس صحیح وسالم اُن کے پاس رہیں تو وہ اسپارٹی لیگ میں بخوشی شامل ہوجائینگے۔ اسپر آگس نے جواب دیا کہ مناسب ہے کہ وہ اپنے سفیروں کو اسپارٹا ہی روانہ کریں۔ مگر جب سفیر بھیجے گئے تو انھیں سیلاسیا پر روک دیا گیا اور یہ پیام دیا گیا کہ اُن کی تحریکیں ایسی ہونی چاہئیں کہ انھیں خود اسپارٹا منظور کرے۔ لیکن ایتھنزی اپنی فصلیں مسمار کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ساتھ ہی انھیں یہ بھی خوف تھا کہ مبادا ان سے نہ صرف فصیلوں کی مسماری کا بلکہ ان سے بھی سخت شرائط کا مطالبہ کیا جائے۔ اس لیئے ان میں اشتباہ اور بے چینی کے آثار نمایاں ہوگئے اور اُن کی یہ خواہش ہوئی کہ انھیں اسپارٹا کے مطالبوں کا علم ہوجائے تاکہ انھیں اطمینان نصیب ہو۔ اب تھرامنیس نے کہا کہ اگر ایتھنزی چاہیں تو وہ اسپارٹا کی خواہشات دریافت کرسکتا ہے۔ چنانچہ اسے روانہ کردیا گیا اور وہ اپنے مقصد کی انجام دہی کیلئے تین ماہ متواتر لیساندر کے پاس رہا اور اس دوران میں کوئی اطلاع ایتھنز روانہ نہیں کی۔ آخر جب راستہ دیکھتے دیکھتے ایتھنزیوں کی حالت اور زیادہ پست ہوگئی تو اُس نے انھیں اطلاع دی کہ اُس کا اسپارٹا جانا نہایت ضروری ہے اس لیئے کہ وہ شرائط جو ایتھنز پر عائد کیئے جائینگے وہیں طے ہونگے۔ بالآخر وہ اسپارٹا روانہ ہوگیا۔ وہاں کورنتھ اور تھبز نے یہ رائے دی کہ ایتھنز بالکل مسمار کردیا جائے مگر اسپارٹا نے جواب دیا کہ وہ بلدیہ جس نے یونان کی آزادی کے لیئے یہ اتنی جدوجہد کی ہے اسے برباد کرنا

صفحہ ۵۰۷

[۲۹] زینوفون (۱، ۷، ۳۵) کے نزدیک کلیوفون اپنے ساتھیوں کے ایک جلسے میں مقتول ہوا لیسیاس کا بیان ہے کہ اسے باضابطہ سزائے موت دی گئی۔ ایتھنزی فصلیں ۱۶ مر میونی کیون (اواخر ماہ اپریل) کو مسمار ہوئیں۔ پلوٹارک: "لیساس" ۱۵۔

ہرگز مناسب نہیں۔ آخرکار یہ طے پایا کہ ایتھنز اپنی طویل دیواریں اور پرئی اوس کے استحکامات مسمار کردیں، سوائے بارہ جہازوں کے باقی سب اسپارٹا کے حوالے کردیں، جلا وطنوں کو واپس آنے کی اجازت دیدیں اور بری اور بحری اطاعت قبول کریں۔ تھرامنیس نے ایتھنزیوں کو ان شرائط کی اطلاع کردی اور ایتھنزیوں نے اُنھیں منظور کرلیا۔ چنانچہ لیساندر ۱۶ ریمونی کیون (اپریل) کو پرئی اوس میں داخل ہوا اور اسی روز ایتھنزیوں اور اس کے دشمنوں نے بانسری کی لے پر طویل دیواریں منہدم کرنا شروع کردیں۔ اس سماں سے متاثر ہوکر اسپارٹیوں سے زیادہ اور اُنھوں نے یہ نعرہ لگایا کہ "اب یونان کی آزادی کا دور شروع ہوگیا"۔

اسپارٹیوں نے ایتھنز کے ساتھ ایک حد تک اعتدال آمیز سلوک کیا اور اسے اسپارتی لشکر کو شہر میں رکھنے کے لیئے بھی مجبور نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے ماتحت علاقے تو سب غائب ہوگئے۔ لیکن اگر اس کی طویل دیواریں مسمار نہ ہوئی ہوتیں تو اس کا کوئی ذاتی نقصان نہ ہوتا۔ مگر اس ترحم آمیز سلوک سے اس کا اصل سبب یہ بھی ظاہر ہوتا ہے عدیدیوں نے اس شرط پر شہر کو اسپارٹیوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ شہر اُنھی کے قبضے میں رہے گا تاکہ وہ اپنے مقاصد کے حصول کیلیئے جو چاہیں کریں۔ یہ واقعہ کسی خاص نوشتے سے ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر ہم جنگ تناگرا، مجسمہ جات ہرمیس کی قطع و برید، چارسو کی حکومت کے واقعات، فری نخوس کی تدابیر، آرگی نوسائے کی جنگ کے بعد تھرامنیس کی روش، آئی گوس پوتامی میں ایک مخصوص سپہ سالار کے ساتھ سلوک اور تھرامنیس کا لیساندر کے پاس بھیجا جانا، ان سب واقعات پر غور کریں تو اس نتیجے پر پہونچینگے کہ ایتھنز کے زوال کا باعث صرف عدیدی گروہ ہی تھا جس کی نہ صرف دیرینہ آرزو بر آئی بلکہ یہ موقعہ بھی مل گیا کہ خود اس کو اور اہل اسپارٹا کو اقتدار حاصل ہوجائے۔ بلاشبہ ان واقعات سے خود ایتھنزیوں پر بھی حرف آتا ہے لیکن اگر وہ ناقابل تکمیل باتوں کی خواہش نہ کرتے یا محض دیوتاؤں کی ناراضی کے خیال سے عقلمندانہ راستے سے گریز نہ کرتے تو پھر وہ ایتھنزی کہلائے جانے کے مستحق بھی نہ ہوتے۔

صفحہ ۱

نوٹ باب ۲۸

اسناد

سنہ ۴۱۱ ق م کے موسم سرما تک کے واقعات کے لیئے طوسی ویڈس کا آٹھواں مقالہ اتنا ہی مستند سمجھنا چاہیئے جتنے اس کی کتاب کے باقی ماندہ مقالے اس لیئے کہ اگر طوسی ویدش نظر ثانی پر اس کی مزید تزئین کرتا تو اس سے اس کے معتبر ہونے میں کوئی اضافہ نہ ہو جاتا۔ اور موسم سرما سنہ ۴۱۱ ق م سے زینوفون: ہیلینکا ("تاریخ یونان") کتاب اول و دوم باب ۱ و ۲ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جہاں تک اس تاریخ کے استناد کا سوال ہے میں ل براٹن باخ سے کلیتہً متفق ہوں اور اُن کی دلیلوں کا حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں جو انھوں نے ہیلینکا کی دوسری اشاعت کی تمہید میں بیان کی ہیں (برلن، وائیڈمان۔ سنہ ۱۸۸۵ء) میں زینوفون کے بیان میں کہیں اصول عمومیت کی مخالفت نہیں پاتا اس لیئے واحد معصر تاریخی سند کے اعتبار سے میں اس کی بہت قدر کرتا ہوں۔ اس کے بعد دیو دورس (۱۳، ۳۴ وغیرہ) اور پلوٹارک ("لیساندر" اور "الکبیادیس") کا رتبہ ہے۔ دیو دورس کے لیئے فولکوارڈسن: "تحقیقات" وغیرہ تتمہ ۳ اور براٹن باخ کی تمہید کا (جس کا ابھی حوالہ دیا گیا ہے) (ص ۷ وغیرہ) مطالعہ کیا جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۴۱۱ ق م سے سنہ ۳۸۶ ق م تک کے واقعات کا مآخذ (۱۳، ۳۴ تا ۱۴، ۱۰۱) بہت بڑی حد تک تھیوپومپوس اور سنہ ۳۸۶ ق م سے سنہ ۳۶۲ ق م (۱۴، ۱۱ تا ۱۴، ۱۳) تک کے لیئے غالباً الیوروس ہے۔ تھیوپومپوس پر اس کے استاد ایسوکراتیس کے منظور نظر الکبیادیس کی جانبداری کا شبہ کیا جاتا ہے اور دیو دورس کسی جدید یا مفید معلومات کا اضافہ نہیں کرتا۔ پلوٹارک کی "الکبیادیس" کے لیئے ہمارے پاس فریکے کی تصنیف: (لائپزگ سنہ ۱۸۶۹ء) اور "لیساندر" کے لیئے شٹیڈے خیلٹ: "مآخذ

سوانح عمری لیساندر مرتبۂ پلوٹارک بون ۱۹۲۶ء ہیں اور براٹن بلنچ کی پلوٹارک کے حسن و قبح کی تنقید عام طور پر عمدہ ہے (ص۳۷ وغیرہ) پلوٹارک نے جو اس زمانے اور طرز معاشرت کی تصویر کھینچی ہے اس سے ہماری معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔

اس دور کی سنویت جس کا حال زینوفون بیان کرتا ہے غیر متعین ہے اس لیئے کہ وہ خود صحت کی پابندی نہیں کرتا۔ حال کے نقادوں کی دو متضاد رائیں ہیں۔ اور بیلوخ اور اُس کے ہم خیال مورخ ہر واقعہ کو براٹن بلنچ (ص۹۰ تا ص۹۸) سے ایک سال بعد کا بتاتے ہیں مگر میں براٹن بلنچ سے متفق ہوں۔ جنگ آئی گوس پوتامی کے بعد کے واقعات کے لیئے لیسیاس کی بعض تقریروں کی بھی ایک حد تک سند ہے مگر انھیں غیر جانبدارانہ نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ (براٹن بلنچ ص۶۹)۔

صفحہ ۵۱۶

باب ۲۹

جزیرہ سسلی کے حالات

سنہ ۴۱۳ ق م سے ۴۰۴ ق م تک

جو حالات بلاد مغرب میں رونما ہو رہے تھے وہ سسلی کی مہم کے بعد مشرقی ممالک میں پیش آنے والے واقعات سے بالکل مطابق تھے۔

اہل سرقوسہ نے اپنی فتح یابی کے بعد اپنے دستور کو ازسر نو ترتیب دینے کا تہیہ کر لیا اور یہ کام دیوکلیس کے سپرد کیا جس نے پچھلی جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ انھوں نے اعیانی سرگروہ ہرموکراٹیس کو شہر بدر کر کے باشندوں سے یہ قرارداد منظور کرائی کہ آیندہ جملہ عہدے قرعہ اندازی سے پر کیئے جائینگے مگر کچھ ہی عرصہ گذرنے پایا تھا کہ قرطاجنہ سے جنگ چھڑ گئی جس کی وجہ سے نہ صرف تمام امور تہ و بالا ہو گئے بلکہ عمومیت کا دور دورہ بھی ختم ہو گیا۔ اس جنگ کے اسباب مفصلہ ذیل تھے:-

سگستا اور سلی نوس میں حسب معمول پھر جھگڑے چھڑ گئے۔ ایتھنز کے اقتدار کا تو خاتمہ ہو ہی چکا تھا اب صرف قرطاجنہ ہی ایسا ملک رہ گیا تھا جس کے سامنے سگستا دست استدعا پھیلا سکتا تھا۔ خود قرطاجنیوں کا نصب العین یہ تھا کہ سسلی کے یونانیوں کی قوت و اقتدار کو حد سے نہ بڑھنے دیا جائے اور انھیں یہ خوف تھا کہ اگر سلی نوس کے باشندوں نے سگستا پر قبضہ کر لیا تو اس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا کہ جزیرے کے مغربی حصے میں بھی یونانی برسر اقتدار ہو جائیں گے اس کے علاوہ قرطاجنیوں نے ابھی یونانیوں سے اس شکست کا بدلا نہیں لیا تھا جو انھیں سنہ ۴۸۰ ق م میں ہوئی تھی۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ بیرونی اقوام کے نزدیک ایتھنز بلاد یونان کا گویا قائم مقام ہے اس لیئے اس کی عظیم الشان شکست سے تمام یونانیوں کو نیچا دیکھنا پڑا ہے۔ بہرحال جس طرح اسپارٹا کے کہنے سے ایرانیوں نے

مشرقی یونان کے امور میں ثالث بالخیر بن کر ان تمام نقصانات کا ازالہ کر دیا تھا جو انھیں کیمون اور تسطاکلیس کے زمانے میں برداشت کرنے پڑے تھے بعینہ اسی طرح اب مغربی یونان میں وقت آگیا تھا کہ وہ اقوام جنھیں یونانی وحشی کے نام سے پکارتے تھے اپنی قوت وجبروت کا سکہ بٹھا دیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جسطرح سنہ ۴۸۰ ق م میں ایرانیوں اور قرطاجنیوں نے بیک وقت یونانیوں پر حملہ کر دیا تھا ویسے ہی اب بھی ان دونوں نے ایک ساتھ یونانی معاملات میں مداخلت کی۔

سنہ ۴۱۰

گو قرطاجنیوں نے نہایت زور و شور سے تیاریاں شروع کیں مگر بالفعل انھوں نے اپنی پوری قوت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ سگستا کے باشندوں نے سرقوسہ سے بھی مدد کی التجا کی تھی اور خود قرطاجنہ نے سگستا اور سلی نوس کے جھگڑوں کا تصفیہ کرانے کے لیئے اُسی کو دعوت دی تھی مگر بجائے اس کے کہ سرقوسی کسی قسم کی مداخلت کریں انھوں نے یہ لایعنی طریقہ اختیار کیا کہ ایک طرف تو سلی نوس سے اچھے تعلقات جاری رکھیں اور دوسری طرف قرطاجنہ اور سرقوسہ کے باہمی تعلقات بھی خراب نہ ہونے پائیں۔ اس سے ان کا یہ مقصد تھا کہ جب سلی نوس اور قرطاجنہ میں جنگ ہو تو وہ عام یونانی طرز عمل کے مطابق سلی نوس کی مدد بھی کر سکیں اور ساتھ ہی قرطاجنہ سے بھی برسرپیکار نہ ہوں۔ مگر یہ بعید از قیاس تھا کہ قرطاجنی یونانی قانون بین الاقوام کی ان باریکیوں کی زیادہ پروا کرتے۔

ابتدا میں قرطاجنیوں نے سگستا کو تھوڑی سی مدد دی۔ مگر اس کا یہی نتیجہ نکلا کہ باشندگان سلی نوس کے غیظ و غضب کی آگ اور بھی مشتعل ہوگئی۔ آخر سنہ ۴۰۹ ق م میں قرطاجنہ کی عظیم الشان جنگی تیاریاں تکمیل کو پہونچ گئیں اور کم سے کم ایک لاکھ سپاہیوں کی ایک فوج سامان جنگ ساتھ لیکر ساٹھ جنگی جہازوں اور پندرہ سو بار برداری کی کشتیوں میں سسلی روانہ ہوئی۔ یہ جمعیت شاہ ہنی بعل کے زیر کمان تھی جو اسی ہملکار کا پوتا تھا جو جنگ ہمرا کے موقعہ پر سنہ ۴۸۰ ق م میں مارا گیا تھا۔ قرطاجنیوں نے جزیرے میں قدم رکھتے ہی سلی نوس پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے فصیل کو توڑ کر راہ نکالنے کے تمام جنگی طریقے ختم کر دیئے اور آخر صرف نو روز کے محاصرے کے بعد شہر پر قابض ہوگئے

یونانیوں کو انسانوں کی جانوں کا بہت خیال رہتا تھا اور ہم اس سے واقف نہیں کہ انھوں نے کبھی کسی شہر پر یلغار کرکے قبضہ کیا ہو۔ مگر مشرقی اقوام کے نزدیک کسی شخص کی کوئی حقیقت نہ تھی اور خصوصاً جب لڑنے والے سپاہی محض اجرتی ہوں (مثلاً اس حملے کے وقت جس کا اس وقت ذکر کیا جا رہا ہے) تو وہ انھیں بلا تامل قربانی چڑھا دیتے تھے۔ الغرض قرطاجنیوں نے سلی نوس کو تاراج کرکے اس میں آگ لگادی اور شہر کے بہت مکانوں کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ ان میں سے جتنی دیواریں کھڑی بھی رہ گئیں وہ زمانہ آیندہ میں زلزلوں کی وجہ سے خود بخود منہدم ہوگئیں۔ صفحہ ۵۱۸

اس کے بعد قرطاجنی فوج ہمرا کی طرف روانہ ہوئی۔ اگرچہ قرطاجنیوں کو اس شہر سے کوئی خاص خصومت نہ تھی مگر ان کا اصل نصب العین یہ تھا کہ سلی سے یونانیوں کی بیخ و بن اکھاڑ کر پھینک دیں۔ جب انھوں نے سلی نوس پر حملہ کیا تھا تو حلیفوں کے پاس سے ٹھیک وقت پر کمک نہیں پہنچ سکی تھی۔ اب ہمرا کے حملے کے موقع پر کمک تو پہنچ گئی مگر یہ ناکافی تھی یعنی دیوکلیس صرف چار ہزار سرقوسیوں کو لیکر آگیا اور سرقوسی بیڑا بھی جو ایشیائی ساحل پر گشت کر رہا تھا شامل ہوگیا۔ مگر جب یونانیوں اور قرطاجنیوں میں جنگ ہوئی تو یونانیوں کو ہی ہزیمت ہوئی اور یہ سنکر کہ قرطاجنی ہمرا چھوڑ کر خاص سرقوسہ پر حملہ کرنے والے ہیں سرقوسیوں نے واپس ہوکر اپنے شہر کی راہ لی۔ لیکن قبل اس کے کہ آخری سرقوسی سپاہی جائے قرطاجنیوں نے ہسپانوی اجیر سپاہیوں کی مدد سے شہر ہمرا پر قبضہ کرکے بہت سے شہریوں کو گرفتار کرلیا اور شہر کو بالکل تاراج کردیا۔ یونانی قاعدے کے بموجب مرد تو فوراً تہ تیغ کردیئے گئے عورتیں اور بچے غلام بنادیئے گئے اور سلی کا ایک حصہ دولت قرطاجنہ کے ماتحت ہوگیا۔

اس وقت تک سلی کے یونانی قرطاجنہ کے حملے کی مدافعت میں کچھ زیادہ زور بھی نہ دکھانے پائے تھے کہ ہرموکراتیس بھی آپہونچا۔ اسوقت تک حکومت سرقوسہ نے اُس کی جلاوطنی کا حکم منسوخ نہیں کیا تھا اور اب وہ فرنا بازو سے کچھ روپیہ لیکر سلی آیا اور قرطاجنیوں کے خلاف (جن کے لشکر کا بیشتر حصہ

قرطاجنہ واپس چلا گیا تھا) بطور خود لڑنے لگا۔ یونانیوں اور قرطاجیوں کے باہمی تعلقات ویسے ہی تھے جیسے ایرانیوں اور یونانیوں کے اور دونوں میدانوں میں بعض جانباز یونانیوں نے تقریباً خود مختارانہ انداز سے دشمنوں کے ساتھ جنگ آزمائی شروع کردی تھی۔ اسی طرح ہرموکراتیس نے سلی نوس کے ایک حصے پر قبضہ کرکے اسے قلعہ بند کرلیا اور ان سرقوسیوں کی لاشیں جنھیں ہمرا کی فصیل کے سامنے چھوڑ دیا گیا تھا اپنے ہمراہ لیکر اس امید پر سرقوسہ آیا کہ شاید اس کارگزاری کے معاوضے میں اسے اپنے وطن مالوف کو واپس آنے کی اجازت ملجائے۔ (واضح ہو کہ یونانیوں کے اس قسم کے احساسات کا اندازہ جنگ آرگنے نوسائے کے بعد کی کارروائی سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو ان واقعات کے دوسال بعد یعنی سنہ ۴۰۶ ق م میں ہوگی)۔ مگر ہرموکراتیس کو اس تدبیر سے بھی کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ اور جب وہ جلاوطنی کی مزید تکالیف برداشت نہ کرسکا تو اس نے اپنی قسمت کا دارومدار ایک آخری وار پر رکھ کر خاص شہر سرقوسہ پر حملہ آور ہوا۔ مگر جب وہ شہر کے بڑے چوک میں پہنچا تو وہاں شہریوں نے اس کی مع اس کے اکثر ساتھیوں کے گردن ماردی +

صفحہ ۴۰۸

اب قرطاجیوں نے اپنی جنگی کارروائیاں پھر جاری کیں اور جزیرے کے شمالی حصے میں اپنے قدم جمانے کے لیئے ایک نیا شہر تھرمے آباد کیا (جسے اب ترمینی امیرزیرے کہتے ہیں)۔ اس شہر نے بہت ترقی کی مگر رفتہ رفتہ اس میں یونانیت کا عنصر غالب ہوگیا۔ انھوں نے جنوب میں بھی اپنی فتوحات جاری رکھیں اور اکراگاس پر جو سرقوسہ کے بعد سب سے متمول اور طاقتور شہر تھا حملہ کردیا۔ اکراگاس قرطاجنہ جیسے قوی اور نڈر دشمن کے حملے کی مدافعت کے لیئے تیار نہ تھا وہاں کے باشندے دولت کی افراط کی وجہ سے اس قدر عیش پرست ہوگئے تھے کہ ان کے متعلق جو قصے زبان زد عام تھے وہ باشندگان سیباریس کے قصوں سے بھی ایک قدم آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اکراگاس کا سب سے مشہور باشندہ گیلیاس یا تیلیاس تھا اور اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ جو بے یار و مددگار شخص شہر میں داخل ہوتا اسے وہ کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور پیش کرتا۔ اسکے گوداموں میں

تین سو حوض تھے اور ہر حوض میں ایک سو امفورا یعنی نو سو گیلین (قریب ۸۲ من) شراب آتی تھی۔ گویا ان میں کل دو لاکھ ستر ہزار گیلین (قریب ساڑھے چوبیس ہزار من) شراب ہر وقت موجود رہتی تھی۔ جب اس شہر کے ایک اور باشندے نے جس کا نام انتیس تھینس تھا اس کی لڑکی سے شادی کی تو اس نے تمام شہریوں کو دعوت دی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی برات میں آٹھ سو گاڑیاں تھیں اور جب برات روانہ ہوئی تو شہر کے مختلف موقعوں پر اور تمام قربان گاہوں پر آگ جلا کر اور روشنی کی گئی۔

اکراگاس کے استحکامات نہایت عمدہ حالت میں تھے اور قرطاجنیوں کو اس مہلسی نوس یا ہمراسے زیادہ مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اکراگاس کا رقبہ بہت وسیع تھا اس لیے اس کا محاصرہ بھی کوئی آسان کام نہ تھا اور یہاں کے باشندوں کو تیاری کرنے کا بھی کافی موقعہ مل گیا تھا۔ قرطاجنی ایک ہزار باربرداری کی کشتیوں پر کم سے کم ایک لاکھ بیس ہزار سپاہیوں کو لائے مگر پہلے ہی پہلے میں انھیں پسپا ہونا پڑا۔ یعنی چالیس سرقوسی جنگی جہازوں نے اتنے ہی قرطاجنی جہازوں کو ایرکس کے قریب شکست دی۔ اکراگاس کا اپنا کوئی بیڑا نہ تھا اور جب سرقوسیوں نے پچاس اور قرطاجنی جہاز آتے ہوئے دیکھے تو انھوں نے بحری مدافعت کا خیال بالکل ترک کر دیا۔ قرطاجنیوں نے اول تو اکراگاس کی فصیل شق کرنے کی کوشش کی مگر اس میں انھیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی دوران میں ان کے لشکر میں وبا پھیل گئی اور اسی میں سپہ سالار ہنی بعل بھی راہی عدم ہو گیا۔ ہنی بعل کے بعد اسکے رشتے کا بھائی ہملکون افواج قرطاجنہ کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اگراس کے آتے ہی دافنے یوس کی سرکردگی میں سرقوسی کمک آگئی اور اس نے قرطاجنیوں کو ایک ابتدائی مقابلے میں شکست دی۔ لیکن یہ شکست فیصلہ کن ثابت نہیں ہوئی اس لیے کہ عین وقت پر اکراگاس والوں کی ہمت اور جرأت نے ساتھ چھوڑ دیا۔ انھوں نے حسب قرار داد شہر سے نکل کر یلغار نہیں کی اور محاصرہ برابر جاری رہا۔ اب مشکل یہ آپڑی کہ قرطاجنی لشکر گاہ میں قحط کے آثار نمودار ہوئے اور ظاہر ہے کہ جب لشکر میں اجیر سپاہیوں پر دارومدار ہو وہاں مال غنیمت کے حصول کی خواہش کے بعد اگر

صفحہ ۲۲۰ د

کسی چیز کی اہمیت ہو سکتی ہے تو وہ صرف سامان خورونوش ہے۔ جہاں یہ تھے ہوا ... سپاہی ... طور پر مضطرب ہوگئے۔ الغرض قحط پڑ نا تھا کہ قرطاجنیوں پر ایک عام مایوسی ... چھا گئی۔ مگر عین وقت پر ہملکون نے یہ سنکر کہ بہت سی سرقوسی کشتیاں سامان خورونوش لئے ہوئے اکراگاس جا رہی ہیں ان پر حملہ کیا، اور انھیں گرفتار کرلیا۔ اب صورت حال بالکل پلٹ گئی یعنی بجائے قرطاجنی لشکرگاہ کے اکراگاس میں قحط پڑ گیا اور ہملکون کو یہ موقعہ مل گیا کہ جو اجیر سپاہی اکراگاس میں تھے انھیں ورغلانے کی ترکیبیں اختیار کرے کمپانیہ کے سپاہی تو پندرہ تالنت کے عوض حکومت سے منحرف ہوگئے۔ اور جب پندرہ مزید تالنت سے اسپارٹی ڈیکسی پوس کی مٹھی گرم کی گئی تو اُس نے یقین کے ساتھ کہا کہ شہر میں ہرگز اتنا سامان خورونوش نہیں کہ کامیابی کے ساتھ مدافعت کی جا سکے۔ اور اول تو ایک ہی اسپارٹی کئی ہزار کمپانیوں کے برابر تھا مگر اُس نے اطالوی سپاہیوں کو بھی ترغیب دی کہ وہ بھی اکراگاس سے چلے جائیں اور اُس کے بعد صقالویوں نے بھی یہ محسوس کیا کہ کھانے پینے کی اشیاء کی کمی کی وجہ سے مدافعت بے سود ہے اور وہ بھی شہر چھوڑ کر اپنے گھر چلے گئے۔ یہ سب کچھ تو بہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ خود اکراگاس کے باشندوں نے مزید مدافعت کا خیال چھوڑ دیا تو ہم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ تاریخ یونان قدیم میں بزدلی کی ضمنی مثالیں ہمیں ملتی ہیں یہ ان سب سے بڑھی ہوئی ہے اور اس میں شبہ نہیں اکراگاس کے قرطاجنہ کی ماتحتی قبول کر لینے سے دنیا کو ہرگز زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ شہر کے جو باشندے معمر یا بیمار تھے وہ شہر ہی میں چھوڑ دیئے گئے اس لئے کہ ان کی وجہ سے تندرست لوگوں کی تیز روی میں خلل پیدا ہو جانیکا اندیشہ تھا گیلیاس مستثنیات سے تھا۔ جب اُس نے یہ دیکھا کہ اتھینا کا بت خانہ جس میں اُس نے پناہ لی ہے اُس کا مامن نہیں بن سکتا تو اس میں آگ لگا دی اور خود بھی اسی میں بھسم ہوگیا۔ آخرکار قرطاجنیوں نے شہر پر قبضہ کرلیا اور اسے تباہ و برباد کرنے اور بے شمار مال غنیمت لے جانے میں کسر نہیں چھوڑی۔

صفحہ ۵۲۱

اکراگاس والوں کی عقلیں زائل ہونے کا صرف ایک عذر پیش کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ دیگر صقالوی یونانیوں نے بھی کچھ زیادہ جرأت اور ہمت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جس بدیہ کا رویہ بہترین تھا وہ سرقوسہ تھا۔ مگر یہاں کے باشندے بھی اپنے سپہ سالاروں کی

خدمات کے جو انھوں نے اس جنگ میں انجام دی تھیں کچھ زیادہ معترف نہ تھے
سرقوسہ بھی آپ کو تمام جزیرے کا پشت پناہ سمجھتا تھا اور وہ اپنے زعم میں حق بجانب
بھی تھا وہاں کے باشندے جزیرے کی حفاظت کے گویا ذمہ دار تھے اس مسئلہ
زیر بحث یہ تھا کہ سرقوسہ نے عمداً یا امر اضطرار کے تحت اگریجنٹیوں کو وہ منحوس شکست دیکھا تھا
مگر حال کے نقصانات کا ذمہ دار سوائے اس کے کون ہو سکتا تھا؟ بلا شبہ اس
شکست کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس کے سپہ سالار نااہل اور کمانڈر ناقابل لاپرواہ لوگ تھے
کم سے کم عوام الناس کی رائے یہی تھی اور اس کا اعلان ایک نوجوان ڈیونی سیوس
نے کیا جو کسی زمانے میں ہرموکراٹیس کا دوست اور ساتھی تھا۔ اس نے
جمعیت عوام کے سامنے آکر کہا کہ غلطی اصل میں انتخاب کے وقت ہوئی یعنی سپہ سالاروں
کے تقرر کے وقت قابلیت کا لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ انھیں محض عالی نسبی کی وجہ سے
مقرر کر دیا گیا تھا۔ اور اس نے خود اپنا مع چند اور اشخاص کے انتخاب کرایا۔ مگر اسے
اپنے ساتھیوں پر بھی کامل اعتماد نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ ان سے الگ تھلگ
رہتا تھا۔ اس کی یہ تحریک بھی منظور ہوگئی کہ جو لوگ جلاوطن کیے گئے ہیں وہ واپس
بلا لیے جائیں۔ اس کے بعد اس نے شہریوں کو یہ ترغیب دی کہ وہ اسے گیلا بھیجدیں
جس پر اکراگاس کے بعد قرطاجنہ نے حملہ کر دیا تھا اور جہاں ڈیکسی پوس (جس کے
ناقابل اعتبار ہونے میں شبہ نہ تھا) یونانی افواج کا کمانڈر تھا۔ گیلا پہنچکر ڈیونی سیوس
نے پہلے تو اعیانی حکمرانوں کو معزول کیا پھر ان کی املاک ضبط کیں اور ان کی قیمتوں سے
اجیر سپاہیوں کو (جنھیں اس وقت تک کچھ نہیں ملا تھا) تنخواہیں بے باق کیں اسکے بعد
وہ یک بیک سرقوسہ واپس آیا اور وہاں پہنچکر عوام الناس کے سامنے اپنے ساتھیوں پر
غداری کا الزام لگا کر انھیں بھی معزول کر دیا اور اپنا انتخاب بطور واحد سپہ سالار
افواج کے کرالیا۔ بعد اس کے یہ قرارداد بھی منظور کرالی کہ سپاہیوں کا مشاہرہ
دوگنا کر دیا جائے۔

اس طرح ڈیونی سیوس کو ایک خودسر حکمران کا اقتدار تو حاصل ہوگیا مگر اس
وقت تک اس کے ماتحت اپنی ذاتی حفاظت کے لیے کوئی فوجی رسالہ نہ تھا۔ اور
اس کے حصول کے لیے اس نے ازمنۂ قدیمہ کے قاعدے کے مطابق ایک چال چلی

صفحہ ۵۲۲

وہ نیون تی لی میں فوجی قواعد کرا رہا تھا۔ رات کے وقت وہ دفعتہً اپنے خیمے سے یہ چلاتا ہوا باہر نکل آیا کہ مجھے کسی شخص نے قتل کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کہکر شہر کے قلعے میں پناہ لی۔ دوسرے ہی دن سرقوسی لشکر نے (جو اس مقام پر اپنے ہم وطنوں کے گویا قائم مقام تھے) اس کے لیئے چھ سو کا ایک محافظ دستہ منظور کیا جس کے سپاہیوں کی تعداد دیونی سیوس نے بڑھا کر... اکر دی اور اس کو لیکر نہایت تزک و احتشام سے سرقوسہ میں داخل ہوا۔ اس طرح دیونی سیوس سرقوسہ کا خود سر حاکم ہو گیا اور وہاں کے باشندوں نے اس کی حکومت صرف اس لیئے تسلیم کر لی کہ وہ اسے اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر صقالوی یونانیوں کو ایک قابل رہنما کی ضرورت بھی تھی قرطاجنیوں کی ظفرمندی کے تین اسباب تھے۔ ایک تو ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جو کچھ وہ کرتے تھے بالکل نڈر ہو کر کرتے تھے۔ دوسرے وہ اپنی تمام تر توجہ اس خاص امر کی طرف منعطف کر دیتے تھے جو انھیں بر وقت اہم معلوم ہوتا اور اسی پر اپنی تمام کوششیں صرف کر دیتے۔ تیسرے ان کی حرکات نہایت مستعجلانہ ہوتی تھیں اور وہ کسی بات کی نسبت نہایت جلد تصفیہ کر لیتے تھے۔ ایسے دشمن کا مقابلہ کوئی مجلس ہرگز نہ کر سکتی تھی بلکہ اس کے برعکس یہ ضروری تھا کہ جنگ کا تمام انتظام ایک فرد واحد کے سپرد کر دیا جائے۔ اگر کوئی ایسا شخص مل جاتا تو آزادی پسند عقلمند صاحب رائے اور ہر دلعزیز ہوتا تو اس سے بہتر کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن جب ایسا شخص ناپید تھا اور ساتھ ہی شہر کو دشمن کی دست برد سے بچانا بھی ناگزیر تھا تو پھر سرقوسیوں کو چار و ناچار ایسے حکمران پر قناعت کرنی پڑی جس کی خود غرضی میں کسی کو کلام نہ تھا۔ دیونی سیوس اسی طرز کا آدمی تھا۔ اور لوگوں کی جو امیدیں اسکے ساتھ وابستہ تھیں اس نے انھی کے مطابق اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا۔

اس خود سر کی ابتدائی کارروائیاں قابل اطمینان نہیں ثابت ہوئیں موسم بہار ۴۰۵ ق م میں ہملکون نے تباہ شدہ اکراگاس سے نکل کر گیلا کا محاصرہ شروع کر دیا۔ یہاں کے شہریوں کو یہ امید تھی کہ دیونی سیوس آکر ان کی ضرور مدد کرے گا اس لیئے انھوں نے ابتدا میں قرطاجنی حملے کی خوب مدافعت کی۔ دیونی سیوس نے مدد ضرور کی مگر اس مہم میں یونانیوں کو امید کے مطابق کامیابی نہیں ہوئی۔ ان کا

خیال تھا کہ گیلا کی مغرب میں جو قرطاجنی لشکرگاہ ہے اس پر پانچ طرف سے یک بیک
حملہ کر دیا جائے۔ یعنی پیدل فوج کے تین حصے شرق کی جانب سے جائیں ایک ساحل
کے متوازی راستے سے، دوسرا شہر میں ہو کر اور تیسرا شہر کے شمال کی طرف سے۔ اور
پیچ سوار دستے اور بیڑے سے ایک ہی وقت قرطاجنی لشکرگاہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ
کر لیں لیکن اس قسم کے حملوں میں مشکل یہ پیش آتی ہے کہ مختلف حملوں کا جو وقت
مقرر کر دیا جاتا ہے اس میں دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بالآخر ناکامی کا منہ دیکھنا
پڑتا ہے۔ یہی اس مرتبہ بھی ہوا قرطاجنیوں نے یونانی فوج کو یکے بعد دیگرے
شکست دیدی۔ دیونی سیوس نے یہ چاہتا تھا کہ جب باقی تمام رسالوں کو شکست
ملنے کے بعد وہ خود کسی خطرے کا سامنا کرے اس لئے جس رسالے کا وہ سپہ سالار تھا
اس نے لڑنے سے کلیتہً گریز کیا اور گیلا کا تخلیہ کر کے وہاں کے تمام باشندوں کو
اپنے ہمراہ لیکر خالی شہر کو قرطاجنیوں کے لئے چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ سپہ سالار کی
معمولی سے معمولی جماعت بھی یہ کارروائی کر سکتی تھی اور شہریوں کی آزادی کو اسطرح
قربان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اسی وجہ سے سرقوسیوں نے دیونی سیوس پر
غداری کا الزام لگایا مگر یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے غداری کی ہو اسلئے
کہ یہ قاعدہ ہے کہ ایک فوجی افسر ہمیشہ فتح کو شکست پر ترجیح دیتا ہے۔

صفحہ ۱۰۰

اس لڑائی کے بعد دیونی سیوس نے کامارینا کے شہریوں کو بھی سرقوسہ
روانہ کر دیا اور خود بھی ادھر ہی کی راہ لی۔ اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ جزیرے کی
تمام یونانی قوت کو ایک جگہ مجتمع کر دیا جائے۔ مگر سرقوسہ میں اس کے بہت سے
دشمن تھے اور انھوں نے ایک سازش کر کے اس کی حکومت کا قریب قریب
خاتمہ کر دیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ فوج کے سواروں میں اعیانی خاندانوں کے جو نوجوان
افراد شامل تھے انھوں نے جبراً سرقوسہ میں داخل ہو کر دیونی سیوس کا خزانہ
لوٹ کر اس کی بیوی پر اس قدر سختیاں کیں کہ وہ بیچاری جانبر نہ ہو سکی۔ اور
بظاہر یہ معلوم ہونے لگا کہ دیونی سیوس کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا مگر وہ نہایت
تیزی سے داخل ہوا اور اپنے دشمنوں کو بڑے چوک میں شکست فاش دیکر ایک
مرتبہ پھر شہر کا مالک بن گیا۔

بالفرض دیونی سیوس نے کبھی نرمی سے حکومت کرنے کا ارادہ کیا بھی ہوتو اب اس کا کوئی موقعہ باقی نہ تھا۔ شہری اس سے سخت متنفر تھے اور اسکی جنگی قابلیت سے بھی کچھ زیادہ معترف نہیں تھے۔ مگر وہ اس کی جس خصلت سے خوفزدہ رہتے تھے وہ یہ تھی کہ جب وہ کچھ کرنا چاہتا تو نتائج کی مطلق پروا نہ کرتا۔ چنانچہ اس نے اپنی حکومت نہایت سختی کے ساتھ برقرار رکھی۔ بلکہ اس کے عہد میں کبھی کبھی جو نرمی کا برتاؤ ہوا ہے وہ خاص خاص مصلحتوں کی بنا پر صرف بروقت روا رکھی گئی تھی۔

صفحہ ۵۲ اب ہملکون کے لئے سرقوسہ کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ مگر بدقسمتی سے اس کی فوج میں وبا پھیل گئی جس کی وجہ سے اس میں کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے اور بالآخر مندرجۂ ذیل شرائط دیونی سیوس نے پیش کئے جنھیں قرطاجنی سپہ سالار نے منظور کرلیا۔ (۱) جزیرے کا مغربی حصہ جو قدیم زمانے سے قرطاجنیوں کا چلا آتا تھا اُن ہی کی ملک رہے اور سکانی قوم جو مغربی سمت میں آباد تھی انھیں اپنا حاکم تسلیم کرلے۔ (۲) سلی نوس اکراگاس گیلا کامارینا اور ہمرا کے شہریوں کو اپنے اپنے بلدیات میں واپس آنے کی اجازت دی جائے مگر اس شرط پر کہ وہ قرطاجنیوں کو خراج ادا کیا کریں۔ (۳) بلدیہ لیون تی نی اور صقالی قوم خود مختار رہیں (۴) سرقوسہ دیونی سیوس کے ماتحت رہے۔ اس معاہدے کے بعد قرطاجنی جن کے لشکر کا نصف حصہ وبا کی نذر ہوچکا تھا افریقہ واپس چلے گئے۔

یہ تمام واقعات ۴۰۴؁ق م میں یعنی اسی سال جب ایتھنز نے اسپارٹا کی اطاعت قبول کرلی پیش آئے۔

مشرقی اور مغربی یونان کے واقعات کی یکسانی بالکل ظاہر ہے۔ ایرانی اور قرطاجنی دونوں وہ کر دکھاتے ہیں جو اُن سے ۴۸۰؁ ق م میں نہیں ہوسکا تھا۔ ایرانی تو اپنے بعض مقاصد میں اور قرطاجنی کل مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ یعنی ایرانی تو ایونیائی شہروں سے خراج وصول کرلیتے ہیں اور بجز سرقوسہ کے سسلی کے تمام بہترین شہر قرطاجنیوں کے فرماں بردار بن جاتے ہیں۔ ایتھنز اور سرقوسہ دونوں میں ایرانیوں اور قرطاجنیوں کی مدد سے شخصی حکومت کا دور دورہ شروع ہوتا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ بلاد مشرقی کے خطرات اور اندرونی پیچیدگیاں بلاد مغربی سے زیادہ تھیں

مشرق میں نو ایرانیوں کی قوت کا دارومدار اس پر تھا کہ یونانیوں میں (جو فطرتاً ایرانیوں سے کہیں زیادہ تنومند تھے) کسی قسم کا باہمی اتحاد و اتفاق نہیں تھا۔ مگر مغرب میں قرطاجنیوں کو جو فتح ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے یونانی طبعاً کمزور اور کم ہمت تھے۔ اور گو یہ ممکن تھا کہ ان میں باہمی کبھی اتحاد و اتفاق ہو جائے مگر ان میں جو فطری ناتوانائی اور کمزوری تھی اس کا کسی طرح سے ازالہ نہیں ہو سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرق میں تو پھر ایک مرتبہ آزادی کا دور دورہ شروع ہو گیا اور یونانی بلدیات نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مگر مغرب میں یونانی تہذیب و تمدن کی پشت پناہی محض خود سر حکمرانوں اور اجیر سپاہیوں نے کی اور آزادی کے مختصر مگر درخشاں صفحہ ۵ مناظر جو سسلی میں نظر آتے ہیں وہ دراصل مشرقی یونان ہی کے اثرات کا کرشمہ ہیں۔

اب ہم پھر مشرق کی طرف رجوع ہوتے ہیں جہاں آخرکار اس بڑے تنازع کا خاتمہ ہو گیا جس نے عرصۂ دراز تک یونانیوں کو دو مختلف گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

نوٹ

اسناد:۔ دیو دوروس ۱۳، ۴۳، ۴۴، ۴ (سنہ ۴۱۱ ق م) ۵۴-۶۳ (سنہ ۴۰۹ ق م)، ۷۹ (سنہ ۴۰۸ ق م) ۸۰-۹۶ (سنہ ۴۰۶ ق م) ۱۰۸-۱۱۴ (سنہ ۴۰۵ ق م)۔ مقابلہ کیا جائے۔ ہولم: "تاریخ سسلی" جلد ۲، ۷۷-۱۰۱ اور ۴۱۷-۴۳۰ اور میاتسنر: "تاریخ قرطاجنہ" جلد ۱۔ برلن ۱۸۷۹ء صفحہ ۲۵۶ یا صفحہ ۲۹۰ و صفحہ ۵۰۹ تا صفحہ ۵۱۱۔ جغرافی مسائل کے لیئے (جہاں تک سرقوسہ کا تعلق ہے "جغرافیۂ آثار قدیمۂ سرقوسہ" (اس کتاب کے باب ۲۷ کا حاشیہ دیکھا جائے) + اس امر کا بہترین ثبوت کہ شہر گیلا موجودہ تیرانووا کے قریب آباد تھا اور شوبرٹ کی یہ رائے کہ وہ لکاتا کے قریب تھا (تاریخ اگاتھوکلیس) غلط ہے) یہ ہے کہ تیرانووا کے قدیم قبرستان میں (جہاں اسوقت تک ظروف گلی برآمد ہوتے رہتے ہیں) کئی خصوصیات ایسی ہیں جو صرف گیلا کے قبرستان ہی میں ممکن ہیں۔

باب ۳۰

تیس خودسروں کا دورہ دورہ
اور
اتیھنز یں اصول جمہوریت کا احیاء

جن واقعات کا پچھلے باب میں ذکر کیا گیا ہے اُن کے بعد لیساندر کو ایک اور کامیابی ہوئی یعنی اس نے جزیرہ ساموس کو اسپارٹا کا مطیع کر لیا۔ اور ساموسیوں کو اجازت دیدی کہ جس قدر کپڑے اپنی اپنی کمروں پر لاد سکیں لاد کر لے جائیں باقی تمام مال و اسباب شہر میں چھوڑ جائیں۔ اور جب وہ چلے گئے تو قدیم شہری یعنی عدیدی گروہ کے اراکین بہ اطمینان تمام شہر میں داخل ہو گئے۔ اب لیساندر فاتحانہ حیثیت سے بصد تزک و احتشام اسپارٹا واپس ہوا اور اتیھنز کی جہازوں کا سامان زیبائش نیز اوس کی باقی ماندہ کشتیاں (علاوہ بارہ کشتیوں کے جو اتیھنز کے قبضے میں چھوڑی گئی تھیں) اور چار سو ستر تالنت جو ایران کی امدادی رقوم سے پس انداز ہوئے تھے اپنے ساتھ لایا۔ یہ زمانہ اسپارٹا کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ لیساندر نے ولیفی میں اپنی فتح کی یادگار قائم کی اور اس میں اپنا مجسمہ اور دیگر فتح مندسپہ سالاروں کے بت نصب کرائے۔ بلاشبہہ اس کی جیسی قدر و منزلت ہوئی وہ اس سے پہلے کسی اور کی نہیں کی گئی تھی لوگوں نے اس کے اعزاز میں قصائد اور بھجن مرتب کیے اتیھنس کے بت خانے میں اس کے مجسمے نصب کیے گئے ساموسیوں نے اولمپیا کے عظیم الشان مندر کو اس کے مجسموں سے مزین کیا اور ہیرا* کے قدیم تہوار کا نام بدل کر لیساندریا رکھ دیا[1]۔ الغرض اسپارٹا میں لیساندر کی وہی قدر و منزلت ہوئی جو کسی دیوتا کی ہوتی ہے اور اگر وہ اس کے بعد مدمغ اور خود نما ہو گیا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ اس قسم کے واقعات سے اس تبدیلی کا حال معلوم ہوتا ہے جو تعلیم جدیدہ کی وجہ سے یونانیوں کے قدیم اخلاق میں پیدا ہو گئی تھی۔ لیساندر کا ہیلر کے

صفحہ ۵۲۲

*ہیرا۔ یونان کی ایک دیوی کا نام ہے۔ ریوس دیوتا کی بہن بھی تھی اور منکوحہ بھی!

[1] پوسانیاس۔ ۶۔ ۳۔ ۶

...لیا۔ انسان پرستش کی پہلی مثال ہے جو مقدونوی دور میں عام ہوئی اور سلطنت روما کے عروج کے زمانے میں جس کے نہایت مضر اور خراب اثرات پیدا ہوئے۔ لیساندر کی صرف پوجا ہی نہیں کی گئی بلکہ عرصہ دراز تک وہ اپنے حکام کے ذریعے سے ایتھنز لیگ کے تمام بلدیات پر متصرف ہوگیا اور آرتپسانیاس کی طرح ان تمام حوصلہ افزائیوں سے اس کا سر نہ پھرا تو اس سے اس کی طبیعت کی مضبوطی اور استقلال کا پتا چلتا ہے۔

اگرچہ بلدیات میں جو کچھ رہا سہا تھا وہ ایتھنز کے کمزور ہو چکنے سے تھا لیساندر نے حکومت کے انتظام کے لیے وہاں دس آدمیوں کی جماعتیں (دیکی آرخیائے) مقرر کیں مگر ایتھنز کی انتظامی جماعت میں تیس ارکان رکھے جن کا فرض یہ تھا کہ وہ بلدیے قوانین کی فہرست بنائیں تاکہ اسی کے مطابق شہر کا انتظام کیا جائے۔ جن اشخاص سے ہم واقف ہو چکے ہیں ان میں سے ایک شخص یعنی تھرامینیس اس جماعت کا رکن تھا۔ مگر اس سے زیادہ اہمیت کریتیاس نامی ایک اور رکن کو حاصل تھی۔ جو مدوتی خاندان کا ایک فرد اور سولن کا عزیز تھا۔ اس نے گورگیاس کے سامنے زانوئے تعلم خم کیا تھا اور سقراط کا بھی ہم جلیس تھا۔ غرض یہ ہے کہ ان اسباب کی بنا پر کسی شخص کو اس کی تہذیب اور شائستگی میں شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے پیشتر بھی اس نے عمومی فریق کی طرفداری فری نخوس کی مخالفت اور الکبیادیس کی واپسی پر زور دینے سے عمومی گروہ کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی اور بحیثیت شاعر فلسفی اور خطیب کے اس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ جب اسپارٹا کو ان تیس عمال

لے کریتیاس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنی ہوں تو بلاس: "یونانی علم فصاحت" جلد اور شلائی خر: "کریتیاس" دیکھی جائیں۔ اس کا خاندان برلی خیالات کا حامی تھا اور کسی زمانے میں اس نے اپنی قابلیت اسی فریق کے لیے وقف کر دی تھی۔ اس نے "تیس کے تقرر کے بعد جو مخصوص روش اختیار کی وہ اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ .... تھا وہ اپنی صنف کے دیگر افراد کی طرح چاہتا تھا کہ لوگوں سے اپنے خیالات کی نہایت سختی کے ساتھ تعمیل کرائے۔ اور چونکہ وہ اپنے زمانے کے علم و حکمت کے جملہ مسائل پر حاوی تھا اسلیے اس کے کام میں بہت سہولت اور آسانی پیدا ہوگئی۔

سے تقرر کے بعد ایتھنز کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو شاہ اگس بھی ویکیلیا سے چلا گیا اور یہ تیس گویا ایتھنز کے شخصی حکمراں ہو گئے۔

لیکن اس نئی جماعت نے قوانین وغیرہ بنانے کی تکلیف مطلق گوارا نہیں کی بلکہ اس کے بجائے ایتھنز پر براہ راست حکومت شروع کر دی اور اُس کے لئے خبیس خاص اور دیگر اعضائے حکومت کا تقرر کر دیا۔ اُن کے بعض ابتدائی قواعد کی عوام الناس نے تائید کی مثلاً پیشہ ور مخبروں کو سزائے موت دیئے جانیکے احکامات۔ مگر انھوں نے لیسانڈر سے استدعا کی کہ وہ کچھ سپاہی ایتھنز بھیجدے اور چند روز میں یہ سپاہی ہارموست (صوبہ دار) کالی بیوس کی ماتحتی میں ایتھنز پہنچ گئے اس طرح خاص ایتھنز میں ایک اسپارٹی لشکر متعین ہوگیا جسکی مدد سے تیس عمال کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا کہ ان میں اور خود سر حکمرانوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ ان تمام کارروائیوں سے یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ عامۃ الناس کی رائے کے مطابق حکومت نہیں کرنی چاہتے۔ چنانچہ ان کی کارروائیاں بالکل خود سرانہ ہوگئیں۔ مثلاً انھوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کیا جن سے وہ خوفزدہ تھے۔ لیکن خود انہیں باہمی اختلاف کے آثار بہت جلد نمایاں ہوگئے۔ تھرامنیس تو یہ چاہتا تھا کہ ایتھنز پر اعتدال کے ساتھ حکومت کی جائے۔ مگر کریتیاس کی یہ خواہش تھی کہ ایسے موقع پر سختی ہی مناسب ہے اور عوام الناس کو جبراً مطیع رکھنا چاہئیے۔ ہمیں اس طرز عمل سے انتی فون کی پالیسی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ اصول پرست اکثر عملی سیاسیوں سے زیادہ بے رحم اور ظالم ہوتے ہیں اس لئے کہ کارگزار اہل سیاست کو اپنے تجربے اور بنی نوع انسان کے باہمی تعلقات سے واقف ہونے کی بنا پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ محض نظریات سے منطقی نتائج کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ تھرامنیس کی مخالفت کا یہ اثر ہوا کہ سیاسی اقتدار کی بنیاد وسیع تر ہوگئی اور تین ہزار شہریوں کو یہ استحقاق دیدیا گیا کہ وہ ہتھیار باندھ سکتے ہیں اور اُن کے خلاف سزائے موت کا حکم سرسری طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔ تھرامنیس نے تین ہزار کی تعداد کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ تعداد محض خود ساختہ ہے۔ مگر جب وہ چارسو کی مجلس کا رکن تھا تو اُس نے بھی بجنسہ اسی طرح پانچ ہزار شہریوں کو مخصوص استحقاقات دے رکھے تھے اور جب

صفحہ ۵۲۸

یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان استحقاقات کی اس بوقت مطلق پروا نہ کی جاتی تھی (مثلاً چارسو کی حکومت اور تیس کے عہد میں) تو اس میں شبہہ نہیں کہ یہ تعداد بھی بالکل خود ساختہ تھی۔ اس ظاہری رعایت کے بعد خود سروں کی حکومت بد سے بدتر ہوگئی اور انھوں نے یہ دستورہ اختیار کیا کہ مرفہ الحال شہریوں اور میتویکوئی یعنی غیر ملکی باشندوں کو پکڑ کر قتل کرادیتے تاکہ ان کے مال و متاع پر قبضہ کر سکیں۔ اب کری تیاس اور تھرامنیس میں علانیہ مخالفت ہونے لگی۔ اور جب تھرامنیس سے استفسار کیا گیا کہ کس کس کو قتل کرنا مناسب ہے تو اس نے۔ رائے دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ کام تو پیشہ ور مخبروں کے کام سے بھی زیادہ کریہہ ہے اس لیئے کہ مخبر تو صرف روپیہ لے لیتے ہیں مگر اپنے شکار کی جان نہیں لیتے۔ اب کری تیاس نے وہی کیا جو سب اصول پرست کرتے ہیں یعنی وہ نہایت استقلال کے ساتھ اس رائے پر قائم ہوگیا کہ تھرامنیس ہی بہترین طرز حکومت کے حصول میں سد راہ ہے اس لیئے اس کا فوراً کام تمام کر دینا چاہیئے غرض یہ ہے کہ مجلس خاص منعقد ہوئی اور چیدہ چیدہ نوجوان مسلح سپاہی کھڑے کر دیئے گئے تاکہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔ کری تیاس نے تھرامنیس پر یہ الزام لگایا کہ جیسے اس نے مجلس چارصد کی رکنیت کے زمانے میں اپنے ساتھیوں کے خلاف چال چلی تھی اور آرگی نوسائے کے موقع پر اس سے ایک نہایت مکروہ حرکت سرزد ہوئی تھی اسی طرح اس مرتبہ بھی اس نے اپنے ساتھیوں کو دغا دی ہے۔ اور مجلس کے روبرو اسکے لیئے سزائے موت کا مطالبہ کیا۔ تھرامنیس نے اپنی صفائی میں یہ کہا کہ جن لوگوں سے اس کے فریق کو نقصان پہنچا ہے ان میں وہ شامل نہیں ہے بلکہ وہ لوگ ہیں جنھیں معصوموں کو گزند پہنچانے میں مطلق عار نہیں۔ اور اس نے نکیاس کے بیٹے نکے راتوس کی مثال پیش کرکے دریافت کیا کہ آخر وہ سزائے موت کا کسطرح مستحق گردانا جا سکتا ہے جب کری تیاس نے یہ دیکھا کہ تھرامنیس کے دلائل کا مجلس خاص پر اثر پڑ رہا ہے تو اس نے آخری داؤں چلایعنی کھلم کھلا زبردستی اور زیادتی کرنا شروع کی۔ اس نے اپنے ہم خیالوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ تسلیم کرلیا کہ تین ہزار مستحق باشندگان ایتھنز میں سے کسی کو سزائے موت دینی ہو تو مجلس خاص کی رائے لینا ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی تھرامنیس اس قاعدے سے مستثنے ہو جائیگا اس لیئے کہ اسے تین ہزار معتمد شہریوں کے

صفحہ ۲۹

زمرے سے نکالے دیا جاتا ہے منطقی لحاظ سے تو اس استدلال میں کسی قسم کا سقم نہیں تھا اور مجلس خاص کے ارکین میں سے کسی نے نہ تو اس کی شمہ بھر مخالفت کی اور نہ کوئی صدائے احتجاج بلند کی۔ صورت واقعات کا اندازہ کرکے تھرامنیس فوراً قربان گاہ پر چڑھ گیا تاکہ دشمنوں کے حملوں سے مامون و مصئون رہے۔ اور اپنے حملہ آوروں کی طرف دیکھ کر چلایا کہ تم خود اپنی خیر مناؤ۔ مگر کسی فرد نے اسکی جانب داری نہ کی اور گیارہ مشہور جلادوں نے آکر تھرامنیس کو قربانگاہ سے جبراً نیچے اتار دیا۔ جب وہ اسے شارع عام میں ہوکر کشاں کشاں لیئے جارہے تھے تو اس نے چیخنا چلانا شروع کیا جس پر ساٹی روس نے جو جلادوں کا افسر تھا اس سے فہمائش کی اور کہا کہ تم چپ نہیں رہوگے تو یاد رکھو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ اس پر تھرامنیس فوراً بول اٹھا کہ کیوں صاحب اگر میں چپ رہوں تو کیا یہ میرے حق میں اچھا ہوگا؟ اس نے آخر وقت تک اپنی خوش طبعی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور جب وہ زہر کا پیالہ پی چکا اور اس میں کچھ گاد باقی رہ گیا تو اس نے اسے زمین پر ایسے پھینک دیا جیسے کوتابوش* کی بازی میں پھینکتے ہیں۔ اور کہا کہ لو یہ شریف طبیعت کری تیاس کا جام صحت ہے۔

صفحہ ۵۲۰ افسوس کہ اس کی زندگی کے ابتدائی دور میں اس کا رویہ قابل اطمینان نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے آخری زمانے میں اس کے ساتھ ہمیں اور بھی زیادہ ہمدردی ہوتی خاصکر اس لیئے کہ خود اس کا فریق ہی اس کی موت کا باعث ہوا۔ قانونی نقطۂ نظر سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی موت کے لیئے کسی آئین کی پابندی نہیں کی گئی۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ جس اقتدار کی رو سے تین ہزار مخصوص شہریوں کو استحقاقات دیئے گئے تھے اسی کی رو سے وہ واپس بھی لیئے جاسکتے تھے۔ تھرامنیس کے ساتھ بجنسہ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا جیسا ۱۷۹۰ء کے بعض انقلابیوں کے ساتھ کیا گیا جو اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ جس خونریزی میں خود انھوں نے حصہ لیا ہے وہ جب ان کا جی چاہیگا بند ہو جائیگی۔ کری تیاس کی روش بالکل روبس پی ایر جیسی تھی جس کی رائے تھی کہ جب اصول معرض خطر میں ہو تو افراد کی زندگی کو اہمیت دینا محض جذبہ پرستی ہے اور جب ملک کے لیئے نازک زمانہ آجائے تو اس قسم کے جذبہ پرست نہایت

* ایک قسم کا کھیل جو اکثر شراب خانوں میں کھیلا جاتا تھا اور یونان میں بہت مقبول تھا۔ [مترجم]

خطرناک ہوتے ہیں اس لیئے انھیں سیاسی بساط سے فوراً علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ یہ ہی
وان توں کا انجام بھی ہوا جس کی صدائے احتجاج کو صاحب اقتدار افراد نے اسی طرح
خاموش کر دیا جیسے تھرامنیس کی آواز کو۔ اور تھرامنیس کی طرح اس کی نعرائیں بھی قانون
اور آئین کو بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ مگر ذاتی خصائل کے اعتبار سے وان توں اور
تھرامنیس میں بہت فرق ہے۔ وان توں کی طبیعت سیدھی الاثر تھی تھرامنیس انانیت
اور چاپلوسی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر کری تیاس اور روبسپیئر میں بہت سے خصائل
یکساں پائے جاتے ہیں۔ دونوں اصول پرست تھے۔ دونوں میں تعصب کا مادہ
بھرا ہوا تھا اور دونوں بے رحم اور سفاک تھے۔

تھرامنیس کے انتقال کے بعد ایتھنز کا ہول انگیز زمانہ بالکل اسی طرح جاری رہا
جیسے وان توں کے بعد فرانسیسی دور انقلاب اور جو لوگ تین ہزار ممتاز شہریوں میں
نہ تھے انھیں شہر بدر کر کے ان کا تمام مال و متاع ضبط کر لیا گیا۔ انہیں سے اکثر پی اوس
ہوتے ہوئے مگارا اور تھبز بھاگ گئے۔

ان میں سے ایک تھراسی بولوس بھی تھا جو اپنے ستر ہم خیالوں کو لیکر تھبز سے
چلا اور آگے بڑھ کر کوہ پارناسوس کے چھوٹے سے قلعہ موسومہ فیلے پر قابض ہو گیا
جہاں بہت سے چشمے اور درے باہم ملتے ہیں اور جو بیوتیہ کے راستے میں واقع ہونیکی
وجہ سے نہایت اہم ہے۔ فیلے رفتہ رفتہ تیس خودسروں کے دشمنوں کا مقام اجتماع ہو گیا
اور اب تیس خودسروں اور ایتھنز کے تین ہزار ذی استحقاق شہریوں نے ایک فوج لیکر
اس پر چڑھائی کی۔ مگر انھیں پسپا ہونا پڑا۔ اس کے بعد انھوں نے چاہا کہ فصیل بندی کے
ذریعے سے اس پر قبضہ کر لیں۔ مگر فیلے سطح سمندر سے اکیس سو فیٹ بلند ہے اور وہاں
اتفاقاً برف باری ہو گئی جس کی وجہ سے ان بہادر سپاہیوں نے سردی میں ٹھہرنے کے
بجائے ایتھنز میں گرم رہنا زیادہ پسند کیا۔ انھوں نے لقونوی اجیر سپاہی اور سوار کے دو
رسالے اس قلعے پر حملہ کرنے کے لیئے روانہ کیئے اور اس لشکر نے فیلے سے پندرہ استادیا
(قریب دو میل) کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا۔ تھراسی بولوس قلعے سے نکلا اور ان پر
یک بیک حملہ کر کے ایک سو بیس سے زیادہ ہوپ لیت اور تین سواروں کو قتل
کر دیا۔ اب تیس خودسروں کے پیٹ میں پانی ہو گیا اور انھیں وہ زمانہ نظر آنے لگا

صفحہ ۱۳۱ د

جب وہ خاص ایتھنز میں بھی محفوظ و مامون نہ رہ سکینگے۔ اُن کے پاس ایسا کوئی قلعہ باقی نہ رہا تھا جہاں بیٹھ کر وہ ایتھنز کی حفاظت کر سکیں اور انھوں نے خیال کیا کہ الیوسس پر قبضہ کر لینا مناسب ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیئے وہ الیوسس پہنچے اور چال چلکر وہاں کے قریب تین سو باشندوں کو گرفتار کرنے کے بعد ایتھنز کے اودیون میں عام رائے لیکر انھیں سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ غرض یہ ہے کہ کری تیاس اور اس کے ساتھیوں کو ایک قلعہ تو مل گیا مگر اُن کی قسمت میں یہ نہیں لکھا تھا کہ اس قلعے سے انھیں کسی قسم کا فائدہ پہنچے۔

اس دوران میں تھراسی بولوس کے ساتھیوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی جن کی مدد سے اُس نے خاص پرئی اوس پر قبضہ کر لیا۔ اب تیس خودسروں کا یہ فرض ہوگیا کہ وہ دشمن کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں ورنہ خطرہ تھا کہ ان کا نام لیوا ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ تھراسی بولوس شہر کے مشرق میں میونی کیا کے حدب پر قابض تھا اور اسی کے دامن میں یعنی ہپوداموس کے بازار میں تیس خودسروں نے اپنے ساتھیونکو جمع کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر عمومیوں کو میونی کیا کی سطح مرتفع سے نکالنا تھا تو یہ ضروری تھا کہ اس پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا جائے۔ اس کا راستہ نہایت تنگ تھا اور خودسروں کی فوجی جدول میں پچاس سپاہی برابر برابر اور عمومیت پسندوں کی جدول میں صرف دس دس سپاہی تھے۔ مگر مدافعت کرنے والوں کو یہ فائدہ ضرور تھا کہ ان کا موقعہ عدیدیوں کے موقع سے بہتر تھا۔ جنگ شروع ہونے سے پیشتر تھراسی بولوس نے اپنے سپاہیوں کو یہ یاد دلایا کہ ان کا مقصد نیک ہے اسی لیئے اس وقت تک دیوتاؤں کا سلوک نہایت مہربانی آمیز رہا ہے۔ نجومیوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ فتح کا سہرا عمومیوں کے سر ہی رہیگا مگر تھراسی بولوس لڑائی میں کام آجائیگا۔ یہ پیشین گوئی سچ نکلی۔ اسطرح کہ لڑائی شروع ہوتے ہی تھراسی بولوس اپنی فوج سے نکل کر دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا چلا گیا اور وہیں لڑتا لڑتا مارا گیا۔ مگر بالآخر عمومیوں کو ہی فتح ہوئی۔ ساتھ ہی خود کری تیاس بھی جنگ میں کام آیا۔ تھراسی بولوس کے طرفداروں میں رازہائے مخفی کا واقف کار کلیوکرتیوس تھا۔ اس کی آواز نہایت زبردست اور پر اثر تھی اور اُس نے ایک موثر تقریر میں شہر سے نکل آنے والوں اور عدیدی فوج کے سپاہیوں سے کہا کہ

صفحہ ۵۳۲

آپ ہرگز ان خودسروں کی اطاعت نہ کریں جنھوں نے بہ نسبت اسپارٹیوں کی
دو سالہ حکومت کے ایک سال میں زیادہ خون کیے ہیں۔ ساتھ ہی آپکو یہ یقین ہونا چاہئے
کہ جن لوگوں کو ہم نے ابھی جان سے مارا ہے ان کی موت کا ماتم ہم بھی اتنا ہی کرتے ہیں
جتنا آپ۔ اگر ہم ان دونوں تقریروں کا طوسی دیڈش کی تقاریر سے مقابلہ کریں تو ہمیں
ان میں کہیں زیادہ تازگی ملے گی اور ان کے لہجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود مقرر کو اپنے
نکات کا یقین تھا۔ یہاں محض ذہنی دلائل واستدلال اور فائدہ اور نقصان کا ٹھنڈے
دل سے موازنہ کرنے اور اپنی ہوشیاری پر فخر کرنے کے بجائے جو کچھ نکل رہا ہے دل سے
نکل رہا ہے۔ ہمیں اُن کے مطالعہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح باد و باراں کے
طوفان کے بعد ہوا بالکل صاف ہو جاتی ہے اسی طرح ایتھنز اور یونان کے مصائب
والام کے بعد وہاں کی زندگی میں ایک شگفتگی پیدا ہوگئی ہے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے
کہ وہ لوگ جو اس دور میں ممتاز و نمایاں ہیں ایسے نہیں ہیں کہ انھوں نے فن خطابت
سیکھا ہو نہ کری تیاس یا انتی فون جیسے دستور ساز ہیں جنھوں نے مصنوعی دساتیر
ترتیب دیئے۔ بلکہ وہی اشخاص سب سے زیادہ ممتاز ہیں جنھوں نے عدیدیوں کی
منافقانہ بدمعاشیوں کی قلعی کھول دی۔ اور ہر چیز کو اپنی قدیم بنیاد پر یعنی اس اصول پر
کہ عامۃ الناس پر خود عامۃ الناس ہی حکومت کرنے کے اہل ہیں مستحکم کر دیا۔

اب تیس خودسروں کی حکومت کا خاتمہ ہو چلا تھا۔ کری تیاس اپنے فریق کی
گویا جان تھا۔ اور جو معتدل عدیدی تھے انھوں نے اپنے گروہ کے ساتھ رہنا پسند
نہیں کیا اور اس سے کنارہ کشی کر کے انھیں معزول کر دیا اور دس عاملوں کی ایک نئی
جماعت کا انتخاب کر کے اس کا تقرر کر دیا۔ اب خودسروں کو اس کے سوائے کوئی چارہ کار
باقی نہ رہا تھا کہ وہ اپنے ایلیوسس کے قلعے میں چلے جائیں۔ مگر دس کی نئی جماعت
چاہتی تھی کہ یہ ثابت کر دے کہ اُن کا انتخاب بالکل بے کار نہیں ہوا۔ اُنھوں نے
تھراسی بولوس کے خلاف جنگ جاری رکھی جس میں سوار رسے نے بڑی بڑی
زیادتیاں کیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسپارٹا نے بھی ان کی امداد میں ایک
لشکر بھیجا۔ انھوں نے خود لیساندر کو ایتھنز کا صوبہ دار (ہارموست) مقرر کیا اور اسکے
بھائی لبیس کو امیر البحر اعظم بنا کر چالیس جہاز ساتھ کیے اور ایتھنز میں مامور کیا۔ اگر ایتھنز

میں ایسے ذی اقتدار لوگ نہ ہوتے جن کی ہرگز یہ خواہش نہ تھی کہ لیسانڈر کا اقتدار لاانتہاہی طور سے بڑھ جائے تو وہ یقیناً پرائی اوس کو بھی عومیوں سے لے لیتا۔ اب شاہ پوسانیاس اٹیکا پہنچا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اتھنزیوں سے ایک معاہدہ کرلے تاکہ لیسانڈر کی قوت و اقتدار میں فرق آجائے۔ اور اب وہ اسپارٹیوں کی طرف سے مامور ہوکر اٹیکا گیا اور جب خود بادشاہ ہی پہنچ گیا تو لیسانڈر کو اس کی اطاعت کرنا پڑی مگر خود اسپارٹا کے قدیم حلیف سمجھنے لگے تھے کہ ہر اسپارٹی کامیابی سے محض لیسانڈر کی ذات کو فروغ ہوگا اور خود تھبز اور کورنتھ کے باشندوں نے جو کسی زمانے میں اتھنز کے جانی دشمن تھے اب پوسانیاس کی ماتحتی میں اٹیکا میں داخل ہونے سے صاف انکار کردیا۔ مگر پوسانیاس نے تنہیں چلکر تمام معاملات بہت جلد ہموار کردیئے۔ اول تو اسے عومیوں نے شکست دی اور لڑائی میں چند اہل نسب اسپارٹی بھی کام آئے۔ مگر وہ نچلا نہیں بیٹھا اور دوبارہ عومیوں سے برسرپیکار ہوکر انھیں شکست دیدی۔ اب گویا اس نے اسپارٹا کا نام اور عزت قائم رکھ لی تھی اور دونوں گروہوں یعنی اتھنز کے عدیدیوں اور پرائی اوس کے عومیوں نے یہ طے کیا کہ معاملات سلجھانے کے لیئے وہ اپنے اپنے سفیر اسپارٹا روانہ کریں۔ کچھ عرصے کے بعد اسپارٹا سے پندرہ آدمیوں کی ایک کمیشن اتھنز آئی اور اس نے یہ فیصلہ سنایا کہ علاوہ تیس خودسروں[۱۴] عمال اور ان دس افسروں کے جنھوں نے کچھ عرصے تک تیس خودسروں کی ماتحتی میں پرائی اوس کا انتظام کیا تھا باقی عدیدی اتھنز آسکتے ہیں[۱۵] اور جو لوگ خوف کی وجہ سے اتھنز میں رہنا پسند نہ کریں وہ ایلیوسس جاکر رہ سکتے ہیں اسطرح گویا اسپارٹیوں نے تیس عمال کی پشت سے اپنا دست امداد اٹھالیا۔ اب پوسانیاس نے اپنی فوج کو برخاست کرایا اور پرائی اوس میں جو شہری تھے وہ مسلح حالت میں اتھنز میں داخل ہوئے اور قلعے کے اتھینا کے بت پر چڑھاوے چڑھائے[۱۶]۔ جب وہ قلعے سے اتر آئے تو تھراسی بولاس جس نے اتھنز کو قعر مذلت سے بچایا تھا ان کے سامنے ایک تقریر کی اور عدیدیوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ جتنا طاقتور وہ اپنے آپ کو خیال کرتے تھے اتنے نہیں نکلے اور عوام نے انھیں نیچا

---

[۱۵] ان دس کے لیئے دیکھو زینوفون: "ہلینیکا" ۲ ۴ ۱۹۔ اور پلوٹارک: "لیسیاس" ۱۵۔

[۱۶] پلوٹارک۔ glor.Ath کے مطابق یہ واقعہ ۱۲ ربوئے درومیون (۲۱ ستمبر ۴۰۳ ق م) کو پیش آیا۔

دکھایا اس نے انھیں یہ بھی یاد دلایا کہ اسپارٹیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا بلکہ الٹے کتوں کی طرح انھیں زنجیروں سے جکڑ دیا۔ اس کے بعد وہ عدیوں کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے اپنے حلف پر قائم رہنے کی خواہش کی۔ اب قدیم عمومی دستور کا احیاء کیا گیا۔ مگر جب نئے حکمرانوں نے سنا کہ ایلیوسس کے عدیوں کا گروہ اجیر سپاہی مجتمع کر رہا ہے تو وہ لشکر لیکر ایلیوسس کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچکر ان سرداروں کو جو گفت وشنود کے لیئے آئے تھے قتل کر کے باقی عدیوں کو ایتھنز ساتھ لے آئے۔ زینوفون کا بیان ہے کہ عموم نے قسم کھائی کہ وہ ہرگز کینہ پروری نہیں کریں گے اور اس کے زمانے تک فریقین ایتھنز میں ہی رہنے سہنے لگے اور عموم اپنے حلف پر برابر قائم رہے۔

یہ اعلان معافی پانچویں صدی ق م کی تاریخ کے اندوہناک حالات کا نہایت مناسب اختتام ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ زینوفون خود بھی عمومی اصول کا پابند نہیں ہے تو اس کے آخری فقروں سے عمومی خصائل کی عمدگی کا مزید ثبوت مل جاتا ہے[۹۵]۔

تمت

[۹۵] زینوفون: "ہیلے نیکا"، ۲، ۴، ۳۸-۴۳۔ نام نہاد اعلان معافی کے لیئے "لیو" برٹ "ایتھنز قدیم کی معافی" (۱۹۱۸ء) کا مطالعہ سودمند ہوگا۔ اس اعلان کی متعدد مرتبہ توثیق اور توسیع ہوئی۔

فہرست اصطلاحات و الفاظ جدید تاریخ یونان قدیم جلد ۲ باب تا اختتام کتاب

تاریخ کی اصطلاحیں (خصوصاً تاریخ یونان کی)

Ai Poleis	بلدیات
Antiquities	قدیمیات
Arsenal	سلاح خانہ
Chronology	سنویات۔ سنوت
Graphe paranomon	تجویز خلاف آئین
He Arche he Athenaion	سلطنت ایتھنز
He Athenaion Symmachia	محالفۂ ایتھنز
Lakkoplautos	امیر معدنیات
Leitourgia	امور عامہ
Memoirs	تذکرہ
Mythology	وثنیات
Nomophylakes	محافظانِ آئین
Nomothetai	مقنن
Novus homo	نو دولتیا
Oracle	کاہن۔ کہانت
Ostracism	اخراج۔ دیس نکالا
Pentecontaetia	خمسینی
Philology	لسانیات
Prostates tou demon	رہبر عموم

Psephisma	تجویز عوام
Satrap	شہریلہ
Scholiast	حاشیہ نویس
Syggrapheis	ماموریہ کمشنر
Topography	توصیف البلدان
Trireme	سہ طبقہ جہاز
Tutelar divinity	مربی دیوتا
Tyranny	خودسری۔
Tyrants	خودسر

سیاسیات اور تاریخ

Aristocracy	اشرافیہ۔ اعیانیہ
Assembly	جمعیت
Chief magistrate	عامل اعلیٰ
Conservative	قدامت پسند
Coup	حکمت عملی
Coup d' etat	سیاسی حکمت عملی
Demagogue	سرانبوہ
Democracy	عمومیت
Ephor	ایفور
Impeachment	مواخذہ
Inaction	لاعملی
Liberal	جدت پسند
Noble	نبیل
Non-interference	عدم مداخلت

Oligarchy	عدیدیت
Programme	پیش نام
Radical	استیصالی۔ انتہائی جدت پسند
Right of veto	حق امتناع
Status quo ante	حالت ماقبل
Synoekismos	اتحاد
The Executive	جماعت عاملہ
The Judiciary	محکمہ عدلیہ
The Legislative	جماعت مقننہ
Ultimatum	پیام آخری

جمالیات اور فلسفہ وغیرہ

Actor	ایکٹر
Antithesis	تخلیط۔ تضاد
Aqueduct	کاریز
Arcade	چھتہ
Architect	میر عمارت
Atom	جوہر
Back ground	پس منظر
Balustrade	صراحی دار منڈیر
Battlement	فصیل
Becoming	حدوث
Being	ہستی
Choregus	سنگت گرو
Chorus	سنگت

Comedy	سروریہ
Convexity	انحداب
Cornice	کرونہ
Deus ex machina	مردان غیب
Diversified elements	عناصر متبائنہ
Drainage conduit	بدررو
Dramatis personae	سانگی
Epigram	چٹکلا
Epodos	ٹیپ۔ بند
Final end of existence	مسئلہ اختتام وجود
Frieze	حاشیہ
Groove	نالی
Harmony of Subject-matter	تناسب مضامین
Hero	سورما
Hexameter	مسدس الوزن بحر
Idealism	مثالیت۔ تصوریت
Intellect	عقل
Internal unity	اندرونی ربط
Loggia	کمانچہ
Low relief	ہلکی منبت
Lyric poetry	مزماری نظم
Mantle	بالاکش
Member of a chorus	سنگتیا
Metope	سقفی حاشیہ
Molecules	سالمات

Mythology	وثنیات
Naos	حرم بتکدہ
Natural history	تاریخ موالید
Natural philosophy	فلسفہ طبیعی
Oblique	ترچھا
Ode	غزل
Opisthodomos	ظہری کمرہ
Optimist	رجائی
Painting	نقاشی
Parapet	کنگورہ
Part (in a play)	روپ
Pediment	سرمثلث
Pessimist	قنوطی
Piece (drama)	کھیل
Plastic art	فن پیکر پذیری
Plot	بندش
Poikile	ایوان بوقلموں
Portico	رواق پیش گاہ
Primary element	عنصر اولیں۔
Primary matter	مادۂ اولیں
Process of Separation and Conjunction	عمل افتراق و اتصال
Pronaos	صدر دروازہ
Propylaea	صدر دروازہ
Prow	اگربھاگ
Relief	منبت کاری

Rhetoric	بلاغت
Rhythm	لے
Satyric drama	ہجویہ
Sculpture	سنگتراشی
Side scene	پہلو منظر
Stage	اسٹیج۔ تماشہ گاہ
Substructure	بنیاد۔ نیو۔
Symmetry	تناسب
Technique	اسلوب
Tetralogy	چونا ٹکا
The dramatic Unities	روابط تمثیلی
Topographical map	تفصیلی نقشہ
Tragedy	دردیہ
Trimeter	مثلث اوزان بحر
Trilogy	تہ ناٹکا
Vacuum	خلا۔

فہرست اعلام تاریخ یونان قدیم

جلد ۲ باب ۶ ۔ الخ

(ابجدوار)

اکائیہ	Achaia
ارتی میزیوم	Artemisium
اگامیمنون	Agamemnon
اتریوس	Atreus
ای گپتوس	Aegyptus
ارتےمس	Artemis
اسطوفانیس	Aristophanes
ایولیائی	Aeolian
اسےنوس	Aenus
آریا	Areia
آیاکس	Aiax
الکامنیس	Alcamenes
خاندان اگیلائی ۔ اگےلادوالے	Ageladae
انتالکداس	Antalcidas
ارتابازو	Artabazus
اموگیس	Amorgis
ابدےمون	Abdemon
اسپازیا	Aspasia
انتکلیس	Anticles
ارتےمون	Artemon
امینتاس	Amyntas
انتھےموس	Anthemus
انتسا	Antissa
الکداس	Alcidas
امفسائی	Amphissaeans
امبریسیائی	Ambraciots
اگرائے	Agrae
انکتوریوم	Anactorium
اسےنوس	Aenus
انتاندروس	Antandrus
ازینے	Asine
ای گنیائی	Aeginetans
اربی بائیوس	Arrhibaeus
انگیلوسی	Angilians
اگےسی لوس	Agesilaus
آرگیلوس	Argilus
اکانتھوس	Acanthus
اتالانتے	Atalante
امیکلائیوم	Amyclaeum
ادرامی تیوم	Adramyttium
اسکندر	Alexander
الکیفرون	Alciphron
اسےتھالیا (البا)	Aethalia (Elba)
انطاکوس	Antiochus
اکیلیس	Achilles
ابدیرا	Abdera
اکراگاس	Acragas
ائس خیلوس	Aeschylus
اکروتھوس	Acrothous
اسوس	Assos
استیرا	Astyra

ایوئے کیائے	Apoikiai
اسوس	Amisus
بلدیات	Ai-Poleis
افیتا	Aphyta
استی پالیا	Astypalaea
اپولونیا	Appolonia
آرکائیاناکتی دائے	Archaeanactidae
اتھینائس	Athenais
ارکاس	Arcas
اکائیس	Achais
افروڈیسیاس	Amphrodisias
امبریسیہ	Ambracia
اکتیوم	Actium
اسطائیوس	Aristaeus
اوئی مانتوس	Adeimantus
الکی بیادیس	Alcibiades
ارکی داموس	Archidamus
اگے ساندر	Agesander
اندوکیداس	Andocidas
انتی رہیوم	Antirrhium
انتے نور	Antenor
الکس تیس	Alcestis
اندروماخ	Andromache
آؤلید	Aulid
اناکساغورس	Anaxagoras
اکارنیائی	Acharnians

الکمان	Alcman
الکامنیس	Alcamenes
اکرائے	Acrae
اسی ناروس	Assinarus
اکرائیوم	Acraeum
اگیس	Agis
اموریگیس	Amorges
اسپندوس	Aspendus
ارسطقراطیس	Aristocrates
انتی فون	Antiphon
آرکے بطلیموس	Archeptolemus
آرگے نوسائے	Arginusae
ائی گوس پوتامی	Aegospotami
اکراگاسی	Acragantines
اگاتھوکلیس	Agathocles
	Admetus
اتھینے خالکیوکس	Athene-chalcioicus
اردشیر	Artaxerxes
ارسطاطلیس	Aristotle
ارسطودیکوس	Aristodecus
آرکی داموس	Archidamus

باکھوس	Bacchus
بیوتی	Boeotian

باکی لیدیس	Bacchylides
بائی زنطہ	Byzantium
بوسلٹ	Busolt
بوگیس	Boges
بزانتھے	Bisanthe
بیوتس	Boeotis
بوتیائی	Botiaeans
بولبے	Bolbe
بوئیا	Boea
بوئے دردمیون	Boedromion
بریا	Brea
بیون	Bion
بوسفورس	Bosporus
براسی داس	Brasidas

سیرینہ	Cyrene
خرسونیز	Chersonese
کیکری فالیا	Cecryphalia
کیفی سوس	Cephisus
کلیومبروتوس	Cleombrotus
کیتیوم	Citium
کیلیکیہ۔ سلیسیہ	Cilicia
کالیاس	Callias
کراتیروس	Craterus
جزائر خالیدیہ	Chalidonian Islands
قبرس	Cyprus
کولونائی	Colonae
کلیارخس	Clearchus
کورش	Cyrus
کئیاداس	Caiadas
کیمون	Cimon
کلس تھنیس	Cleisthenes
خاک ریلیون	Chachrylion
کورکیرا۔ کورکائرا	Corcyra
کراتیروس	Craterus
کالکسی	Chalcidians
کلیوپومپس	Cleopompus
کنیموس	Cnemus
کیدونیہ	Cydonia
کیمے	Cyme
کالینتھوس	Calynthus
کی لپوس	Cylippus
کروتون	Croton
کیوس	Ceos
کوراکس	Corax
خیونڈیس	Chionides
کراتنوس	Cratinus
خاروادیس	Charoades
کیلینے	Cyllene
خیوسی	Chians

English	اردو
Chersonese	خرسونیز
Choephorae	خوئے فورائے
Croesus	کریسوس
Cinesias	کنے سیاس
Cyclops	کیکلوپس
Choerilus	خوئے ریلوس
Calamis	کالامس
Callimachus	کالی ماکوس
Cynegirus	کینے گیروس
Ceanaenia	کیانے نیا
Demosthenes	دیموس تھنیس
Dorian (Race)	دوریانی
Dipaea	دپائیا
Drabesius	درابس کوس
Daduchus	داودخوس
Doriscus	دورس کوس
Dolopian	دولوپی
Dionysus	دیونی سوس
Demaratus	دیماراتوس
Dascylium	داسکولیوم
Dorcis	دورکس
Diacrii	دیاکری
Dipylon	دپیلون
Denomenes	دینومینیس
Discobulus	دسکوبولوس
Doric	دوریانی
Didymaean	دیدیمائی
Democritus	دمقراطیس
Danaides	دانائیدیس
Drachmae	درہم
Derdas	درداس
Diotinus	دیوتی نوس
Doris	دورس
Dionysias	دیونی سیاس
Deceleans	دیکیلیائی
Dracontides	دراکون تدیس
Drepanum	درے پانوم
Diodotus	دیو دوتوس
Dorians (Citizen & Doris)	دوریی
Delium	دیلیوم
Decelea	دیکیلیا
Dolonia	دولونیا
Diopeithes	دیوپی تھیس
Diomedon	دیومیدون
Dexippus	دکسی پوس
Demetrius	دیمیتریوس
Diodorus	دیو دوروس
Ephorus	ایفوروس
Epidorus	ایپی دوروس

گری نیوم	Gryneum
گلاؤکون	Glaucon
گورگیاس	Gorgias
گیلا	Gela
گی لپوس	Gylippus
گوردیوم	Gordium
گی تھیوم	Gytheum
گیلیاس	Gelias
گیرانیا	Gerania
گونگی لوس	Gongylus
گامبریوم	Gambreum

بقراط	Hippocrates
ہپارخوس	Hipparchus
ہیدروس	Hydros
ہوپلایت	Hoplites
ہیگے سپی لائے	Hegesipylae
ہرمیس کے بت	Hermae
ہرقلیطوس	Heraclitus
ہسیود	Hesiod
ہکاتائیوس	Hecataeus
ہرقل	Heracles
ہیلیسپونٹ	Hellespont
ہرمیونے	Hermione
الی سرنا	Halisarna

ہیلوت	Helot
ہیئے رون	Hieron
ہیروڈوٹس	Herodotus
ہیلیائیا	Heliaea
ہیلیاستائے	Heliastae
ہنسیائی	Hanseatic
ہیئے لے (ایلیا)	Hyele (Elea)
ہرقلیہ	Heraclea
ہپولیتوس	Hippolytus
ہیلینا	Helena
ہرموکراتیس	Hermocrates
ہرموکوپائی دائے	Hermocopidae
ہتیائریا	Hetairiae
ہاگنون	Hagnon
ہمرا	Himera
ہملکون	Himilcon
ہالی آئس	Halieis
ہتیوماریداس	Hetiomaridas
الیاکمون	Haliacmon
ہے آتھے نائیون سیوماخیہ	He Athenaion Symmachia
ہے آرخے ہے آتھے نائیون	He arche he Athenaion
الی رئی اوئی	Heireioi
ہرقلیہ پونٹیکے	Heraclea Pontice

لیکوفرون	Lycophron
لمپادودرومی	Lampadodromy
لامپون	Lampon
لیوکمنے	Leucimne
لیوکاسی	Leucadians
لیسکلیس	Lysicle
لیکی توس	Leeytus
لنکوس	Lyncus
لنکیسی	Lyncesiae
لیساندر	Lysander
لیپریم	Lepreum
لیوکاس	Leucas
لیونتی نی	Leontini
لی سستراتا	Lysistrata
لیوکپوس	Leucippus
لاخیس	Laches
لیبے دوس	Lebados
لدیہ	Lydia
لوسین	Lucian
لبیس	Libys
لوکولوس	Lucullus
لوکرسی	Locrians
لیپاس	Lepas
میرون	Myron
مولوسی	Molossians
میوس	Myus
مگنیشیہ	Magnesia
میاندر	Maeander
مارتھون	Marathon
مینڈے	Mende
مارسیاس	Marsyas
مکون	Micon
منسی تھائیڈیس	Mnesitheides
میگابازو	Megabazus
میگابیزو	Megabyzus
ممفس	Memphis
میرونڈیس	Myronides
میکے نائے	Mycenae
مگارا	Megara
میسینیا	Messenia
ملطہ	Miletus
مردونش	Mardonius
میرینا	Myrina
ملتیادیس	Miltiades
مگاکلیس	Megacles
متعلق خاندان مگاکلیس	Megaclid
مورونیہ	Moronea
میلاسا	Mylasa
میندوس	Myndus
مدمنوس	Medimnos

ملطی	Milesians
میلےسپوس	Melesippus
میلےساندر	Melesander Mygdonm
مےتھمنا	Methymna
متی لنہ	Mytelena
مینےدایوس	Menedaeus
میتھونے	Methone
مالیہ	Malea
مین تی نیہ	Mantinea
میساپی	Mesapii
میتاپونتوم	Metapontum
یونان عظمیٰ	Magna graecia
ماگنیس	Magnes
منداروس	Mindarus
میفیا	Meña
موئی کیا	Munyobia
مدونتی خاندان	Medontid
باشندگان میکےنائی	Mycenaeans
مےنےلاؤس	Menelaus
میکالے	Mycale
مگنےتیس	Magnetes
ملےسیاس	Milesias

نشیہ	Nisaea
نوتیوم	Notium
نسی روس	Nisyros
نمفائیم	Nymphaeum
نمفودوروس	Nymphodorus
نیسیوتس	Nesiotis
نسطور	Nestor
نکیاس	Nicias
نکےراتوس	Niceratus
نکوستراتوس	Nicostratus
نیاپلس	Neapolis
نولا	Nola
نکومیدیس	Nicomedes
نیپوس	Nepos
ناکسوس	Naxos
ناکسوی	Naxian
نوپاکتوس	Naupactus

اوئےنیاداے	Oeniadae
اوئےنوفیتہ	Oenophyta
اوناتاس	Onatas
ایڈی پس	Oedipus
اوئےنونیائی	Oenonians
اولنتھوس	Olynthus
اولوفیروس	Olophyrus
ایتائی	Oetaeans
اپونتی لوکری	Opuntian Locrians

اورستائے	Orestae	فنیقیان	Phoenissae
اودریسی	Odrysians	پلاٹیہ	Plataea
اولمپیاس	Olympias	پرومےتھیوس	Prometheus
اوروپس	Oropus	فی نیوس	Phineus
اوزولی	Ozolian	فیثا غورس	Pythagoras
لوکرسی	Locrians	پولگنوتوس	Polygnotus
اورخومینوس	Orchomenus	پایونیوس	Paionios
اوئےنیوم	Oeneum	پوئے کیلے	Poikile
اولپائے	Olpae	پانائیوس	Panaeus
اولوروس	Olorus	پتروکلوس	Petroclus
ایتا	Oeta	فگالیا	Phigalaia
اوناتاس	Onatas	پیلوپس	Pelops
اونوماکلیس	Onomacles	پی روتھوس	Peirothous
		فلوکتےتیس	Philoctetes
فارسالوس	Pharsalus	فالیروم	Phalerum
پےگائے	Pegae	پیلاگورائے	Pylagorae
فنیقی	Phoenicians	پرہے بی	Perhaebi
فاسےلس	Phaselis	پیرئوکی	Perioici
پروسوپی تیس	Prosopitis	پروتاغورس	Protagoras
پاؤسرس	Pausiris	پولا	Pola
بسامطیق	Psammetichus	فلیوس	Phlius
پمفیلیہ	Pamphylia	فیولے۔فیلے	Phyle
پولی نکس	Polynices	پارالوس	Paralus
پنڈار	Pindar	پروسکیوم	Proschium
فری نخوس	Phrynichus	پتی کیا	Ptychia

پارنیس	Parnes	پارالی	Parali
پلیستوانا کس	Plaistoanax	فلیہ	Phlya
فثیہ	Pythia	فارس	Persia
پتے لیوم	Ptelium	پولمارخ	Polemarch
پیتھو	Pytho	فوروس	Phoros
پارمنے ڈیس	Parmenides	پونتوس	Pontus
پولوس	Polus	پیلوپونیز	Peloponnesus
پری تانس	Prytanis	پیلوپونیزی	Peloponnesians
پری اسے نے	Priene	پیری اوس	Piraeus
پسوتھنیس	Pissuthnes	پوسانیاس	Pausanias
فورمیون	Phormion	پرگاموم	Pergamum
پولیکراتیس	Polycrates	پالےگامبریم	Palaegambreum
		پیدنا	Pydna
پروکسی نوس	Proxenos	پوتی دیہ	Potidea
فائےدون	Phaedon	پالےنے	Pellene
پاروس	Paros	فوکیسی	Phocians
پولی آئےنوس	Polyaenus	پرازی آئے	Prasiae
فانودےموس	Phanodemus	پردی کاس	Perdiccas
پسی دیا	Pisidia	پیرا	Pyrrha
فیرنداتیس	Pherendates	پاکیس	Paches
فاسے لس	Phaselis	پاگونداس	Pagondas
فارقلیس	Pericles	پلیٹیس	Plastolas
پی سیستراتوسی	Peisistratidae	پوسیڈونیہ	Posidonia
پےدیائی ای	Pediaei	پروڈیکوس	Prodicus
پی سیستراتوس	Peisistratus	فدیاس	Phidias

افلاطون	Plato
پرنتھوس	Perinthos
پروکونےسوس	Proconnesus
پرکوتے	Percote
پیداوس	Pedasus
پانتی کاپیوم	Panticapeum
فتیائی	Phtiotie
اکائیائی	Achaeans
پیلارگیکون	Pelaigicon
پیلاسگی کون	Pelasgicon
پایونیائی	Paconians
فیلقوس	Philip
فیلوخوروس	Philochorus
پلوتوس	Plutus
پنڈار	Pindar
فایکس	Phaeax
پلےمیریوم	Plemmyrium
افروجیہ	Phrygia
فارسالوس	Pharsalus
پولیکلےتوس	Polycletus

رہوڈوپ	Rhodope
رہامفیوس	Rhamphius
رہیوم	Rhium
رہتیوم	Rhoetium
ریگیوم	Rhegium
رہودانوس	Rhodhanus

استرلتےگوء	Strategoi
سوس	Susa
سیبارس	Sybaris
شام	Synia
اسپارٹا	Sparta
اسپارٹی	Spartiate
استسمبروتوس	Stesimbrotus
سستوس	Sestos
ساموسی	Samian
سرقوسہ	Syracuse
سکیون	Sicyon
خلیج سارون	Saronic gulf
اسکیروس	Scyros
اسکیروسی	Scyrians
سوفوکلیس	Sophocles
استریمون	Strymon
سکیونی	Sicyonians
سمونڈیس	Simonidis
سالامس	Salamis
سوساندرا	Sosandra
سکدروس	Soidros
سکونے	Scione

اردو	English
تھسلی	Thessaly
تھسالوی	Thessalian
تگیہ	Tegea
ترینز	Tiryns
ترینزی	Tirynthians
تئے ناری	Taenarian
پوسیڈون	Poseidon
تھیسیوس	Theseus
تھریسی	Thracian
تتھراوس تیس	Tithraustes
تھمسطاکلس	Themistocles
تھوسی ڈیڈش	Thucydides
تھریس	Thrace
ملک ٹروائے	Troad
تناگرہ	Tanagra
تسامینوس	Tissamenus
تھس پس	Thespis
تھاسوس	Thasos
تارنتم	Tarentum
تارنتی	Tarentines
تھراسی لوس	Thrasyllulus
بحر ترہینیہ	Tyrrtenion Sea
تھراسی بولوس	Thrasybulus
تارنتم۔ تاراس	Taras
تیمیسا	Temesa
تھس موفوریا سوزائے	Thesmophoriazusae
تھسالوس	Thessalos
تیوس	Teos

اردو	English
تمایا	Timaea
تھارگیلیون	Thargelion
تیلیاس	Tellias
تراگیا	Tragia
تریپولیموس	Trepolemus
تھاسوس۔ تھاسوی	Thasos Thasian
تورونے	Torone
تیمےسی لاؤس	Timesilaus
تھوریئی	Thurii
تسےتسیز	Tzetze
تھوریا	Thuria
تھورینیا	Thurina
ترائس	Trals
تھرمی	Therme
تیوتیاپلوس	Teuteaplus
تھریا	Thrya
زینوکریتوس	Xenocritus
زینوفون	Xenophon
زیناخوس	Xenarchus
زینوفانیس	Xenophanes
زانتھی پوس	Xanthippus
زیوگے تائی	Zeugetai
زوپیروس	Zopyrus
زاکنتھوسی	Zacynthians
زاکنتھوسی	Zacynthos
زینو	Zeno
زیوس	Zeus

وہ کتابیں وغیرہ جن کا حوالہ تاریخ یونان قدیم جلد ۲ باب الخ میں دیا ہوا ہے

1 Vischer: "Kimon" Basel, 1847.	(۱) فیشر: "کیمون" - بازل - ۱۸۴۷ء (جرمن)
2. "Kl. Schriften" I, Leipzig, 1877.	(۲) "مکتوبات مختصر" - جلد ۱ - لائپزگ - ۱۸۷۷ء
3. Oncken: "Athen und Hellas," Leipzig, 1865.	(۳) اونکن: "ایتھنز و یونان" لائپزگ - ۱۸۶۵ء (جرمن)
4. Cox. "History of Greece," London 1874	(۴) کوکس: "تاریخ یونان" لندن - ۱۸۷۴ء (انگریزی)
5. Cox: "Lives of Greek Statesmen," London 1886.	(۵) کوکس: "یونانی مدبروں کی سوانح عمریاں" لندن ۱۸۸۶ء - (انگریزی)
6. P. Monceaux: "Les Proxenies grecques." Paris, 1886	(۶) پ مونسو: "یونانی پرکسی نوسیان" پیرس ۱۸۸۶ء - (فرانسیسی)
7. L Holzapfel: "Untersuchungen uber die Darstellung der griechischen Geschichte Von 489-413" Lpz -1879	(۷) ل ہولسٹاپفل: "تحقیقات متعلق تواریخ یونان از ۴۸۹ ق م تا ۴۱۳ ق م" لائپزگ ۱۸۷۹ء (جرمن)
8 Fricke: Unters uber die Quellen des Plut, im	(۸) فریکے: "تحقیقات ماخذ ہائے پلوٹارک - متعلق نکیاس و الکبیادیس"

Nikias und Alkib' Leipz (جرمن) لائپزگ - سنہ ۱۸۶۹ء
1869.

9. Schmidt. "Zeitalter des Pericles" (۹) اشمٹ "دورِ فارقلیس" (جرمن)

10 K. W. Kruger: Historisch-Philologische Studien I, 1837. (۱۰) ک دکر یوگر: تاریخی اور لسانیاتی مطالعات" سنہ ۱۸۳۷ء (جرمن)

11. A. Schafer: "De rerum post bellum Pers usque ad tricnn foedus in Graecia gestar temporibus; Lips: 1865 (۱۱) اےشیفر: "واقعات جنگ ایران من ابتدائے لیگ سہ سالہ" لائپزگ سنہ ۱۸۶۵ء - (لاطینی)

12. W Pierson. "Die Thukyd. Darstellung der Pentecontaetia" 1869 (۱۲) وا پیرسن: "طوسی ویدیش کا بیان خمسینی کی متعلق" سنہ ۱۸۶۹ء (جرمن)

13. Unger: 'Diodors. Quellen 1881-2. (۱۳) انگر: "ماخذ دیودورس" سنہ ۱۸۸۱-۲ء (جرمن)

14 Volquardsen: "Untersuchungen uber die Quellen des Diodors" Kiel, 1868 (۱۴) فولکوارڈسن: "تحقیقات متعلق ماخذ دیودورس" کیل - سنہ ۱۸۶۸ء (جرمن)

15. A. Bauer: Pl Them' fur Quellenkrit., Leipzig, 1884. (۱۵) اے باوئر: "تنقید ماخذ سوانح عمری تمسطاکلیس مولفۂ پلوٹارک" سنہ ۱۸۸۴ء - (جرمن)

16. Ruhl: "Die Quellen Plut. (۱۶) ریول: "پلوٹارک کی سوانح عمری

im Leben des Kimon marb, 1867	کیمون کے ماخذ" ماربرگ ۱۸۶۷ء (جرمن)
17 "Die Qu des Plut Perikles"	(۱۷) "سوانح عمری کیمون مولفہ پلوٹارک کے ماخذ (جرمن)
18 Sauppe. Abh d r Gott Ges des Wiss" 1867	(۱۸) مضامین ساؤپے (" کارروائی انجمن علمیہ گیٹنگن" ۱۸۶۷ء (جرمن)
19. C. I A = "Corpus inscriptionum Atticarum"	(۱۹) "مجموعہ نوشتہائے آٹیکا" (لاطینی و یونانی)
20. Pohlmann: "Gesch Griechenlands" (Muller's Handbuch der Klass Alterthumswiss).	(۲۰) پیولمان: "تاریخ یونان" (سلسلہ کتب علوم قدیمہ مجموعہ میولر) (جرمن)
21 Fink "De Themistocles Aetate, &c," 1849.	(۲۱) فنک: دور تمسٹاکلیس وغیرہ ۱۸۴۹ء۔ (لاطینی)
22. Schomann "Griech Alt."	(۲۲) شیومان: "یونان قدیم"۔ (جرمن)
23. Busolt: "Gr. G."	(۲۳) بوسولٹ: "تاریخ یونان"
24. Holzapfel "Beitrage z Griech. Gesch."	(۲۴) ہولتساپفل: "تاریخ یونان کے متعلق مزید معلومات۔
25 Fabricius. "Theben" Freiburg, 1890.	(۲۵) فبریکیوس "تھیبز" (جرمن) فرائبرگ ۱۸۹۰ء
26. A. Holm: "Lange Fehde" (in articles dedicated to E. Curtius).	(۲۶) اڈولف ہولم: "تنازعۂ طویل" (مضامین جو ای کرتیوس کے نام پر معنون کئے گئے) (جرمن)
27 Wachsmuth." Die Stadt	(۲۷) واخسموت: "شہر ایتھنز

Athen"	بزمانۂ قدیم" ۱۸۷۴ء (جرمن)
28. Weidemann: "Geschichte Aegyptens"	(۲۸) وائیڈےمان: "تاریخ مصر" (جرمن)
29. Schömann: "Die solonische Heliaea und der Staats streich des Ephialtes" Jahrb. F. Kl. Phil.	(۲۹) شیومان:- سولن کی ہیلیائیہ اور افیالتیس کی حکمت عملی" "جریدۂ لسانیات" (جرمن)
30. Dahlmann. "Forschungen auf dem Gebeite der Geschichte"-Alt-1822.	(۳۰) ڈالمان: "تحقیقات متعلق اقلیم تاریخ" الٹونا ۱۸۲۲ء (جرمن)
31. A. Motte "Lapaix de cimon" Gand, 1880	(۳۱) اے موت "صلحنامۂ کیمون" گینٹ ۱۸۸۰ء (فرانسیسی)
32. L. Holzapfel "Athen und Persian. Von 465-412 V. Christ" (Beitr. Z. griech Gesch, Berlin, Calvary, 1888.)	(۳۲) ایل ہولتساپفل: "ایتھنز اور ایران کے باہمی تعلقات ۴۶۵ ق م تا ۴۱۲ ق م (اضافہ جات بہ تاریخ یونان" برلن - کالواری - ۱۸۸۸ء)
33. Noldeke: "Aufs. zur pers Gesch,, Lpz., 1887.	(۳۳) نیولدکے: "مضامین متعلق تاریخ ایران" لائپزگ ۱۸۸۸ء (جرمن)
34. Andoc: "De pace," &c.	(۳۴) اندوکلیس: "حالات متعلق صلح" (لاطینی)
35. K. Sittl: "G. D Gr L"	(۳۵) کے سٹل: "تاریخ ادبیات یونان" (جرمن)
36. Merriam: Report of the American School of	(۳۶) میریام: "روئداد مدرسۂ امریکائی در ایتھنز" (انگریزی)

Athens

37. Schuster "Heraclit von Ephesus" (Actasoc. Phil Lips) 1873 — (۳۷) شوستر: "ہراقلیطس ساکن افیسوس" (روئداد انجمن فلسفہ - لائپزگ - ۱۸۷۳ء (جرمن)

38 Bywster ' Her Eph R. ; London, 1877 — (۳۸) بائی واٹر: "آثار ہراقلیطس ساکن افیسوس" لندن ۱۸۷۷ء یہی

39. E Pfleiderer. "Die Phil sophie des Heraclit im Lichte der mysterien deen" Berlin 1886 — (۳۹) ایفلائی ڈرر: "فلسفہ ہراقلیطس مخفی اسرار کی روشنی میں" برلن ۱۸۸۶ء (جرمن)

40 Brunn ' Beschreibung der Glyptothek Konig Ludwigs I in Munchen" — (۴۰) برون: "شاہ لڈوک کے مجموعہ مجسمات میونخ کے حالات" (جرمن)

41. K. Lange: "Die Composition der Aeginetan" 1878. — (۴۱) ک، لانگے: "ای گینا کے مجسموں کی ترکیب" ۱۸۷۸ء (جرمن)

42. Friedriche - Welters "Die Gyps - abgusse antiker Bildwerke", Berlin, 1885. — (۴۲) فریدرش دو لیٹرز: "قدیم سنگ تراشی میں پلاستر کا کام" برلن ۱۸۸۵ء (جرمن)

43. Loschke "Die westlische Giebelgruppe am Zeus-tempel Zu Olympia," Dorpat, 1887. — (۴۳) لیوشکے: "اولمپیا کے مندر کے غربی مجموعے کا سر مثلث" دور پت ۱۸۸۷ء (جرمن)

44 Benndorf "Metopen von Selinunt" Berl., 1873. — (۴۴) بین ڈورف: "سلی نوس کے سقفی حاشیے کے مجسمے" برلن ۱۸۷۳ء (جرمن)

45. Waldstein "Journal of Hellenic Studies," 1880. & 1881	(۴۵) والڈسٹاین: "رسالہ مطالعات یونانی" ۱۸۸۰-۸۱ء (انگریزی)
46. Ullrichs. "Archaologische Analekten" Würzb. 1885.	(۴۶) الرخس: "تحلیل آثار قدیم" ورتس برگ ۱۸۸۵ء (جرمن)
47 Brunn "Paionios und die nordgriechische Kunst" munchener Sitzungsberichte, 1876.	(۴۷) برن: "پایونیوس اور شمالی یونان کے فنون لطیفہ" (رپورٹ اجلاسہائے میونخ ۱۸۷۶ء) (جرمن)
48. Von Rohden Art. & "Vasenkunde" (in Baumeisters' "Denkmaler").	(۴۸) فون روڈن: "برتن بنانے کا فن" (بومیسٹر کا مجموعہ) (جرمن)
49. Klein Archæolog-epigraphische mittheilungen aus Oesterreich Ungarn — XI.	(۴۹) کلائن: "اطلاع متعلق آثار قدیم و نوشتہ جات آسٹریا ہنگری" جلد ۱۱ (جرمن)
50 Egelhaaf analekten zu Geschichte, Stut., 1886	(۵۰) ایگل ہاف: "تجزیہ تاریخ" شٹگارٹ ۱۸۸۶ء (جرمن)
51 Busolt "Zum Perikl Plan einer hellen, national Versammlung"	(۵۱) بوسولٹ: "تحریک فارقلیس بنابر اتحاد اقوام یونان" (جرمن)
52 Milchhöfers; Art "Athen" (in Baumeister's "Denkmaler")	(۵۲) ملش ہوفر "ایتھنز" (بومیسٹر: مجموعہ یادگارہائے") (جرمن)

53 Foucart Bull. de corresp Hellenique IV 225	(۵۳) فوکارٹ: ”رسالۂ امور یونانی“ ۲۲۵؍۴ (فرانسیسی)
54. G Busolt "Der Argeiische Sonderbund (Forschungen Zur griech Geschichte Breslau 1880)	(۵۴) گ، بُوسولٹ: ”آرگوس کی وفاقیت منفصلہ“ (”تاریخ یونان میں مزید اضافے“ بریز لاؤ سنہ ۱۸۸۰ء) (جرمن)
55 W Hertzberg "Alkibiades, der Staatsmann und Feldherr" Haile, 1853	(۵۵) گ، ف، ہرٹسبرگ: ”الکبیادیس مدبر و سپہ سالار“ ہالے سنہ ۱۸۵۳ء (جرمن)
56 W Vischer. "Alkibiades und Lysandros" (Kl. Sch. I)	(۵۶) فیشر: ”الکبیادیس لیساندروس“ (بیاض مختلف جلد ۱) (جرمن)
57 Muller Strubing Die Strategie des Demosthenes in 14 jahre despelop Krieges - N Rhein mus	(۵۷) میولر اشٹریوبنگ ”دیموستھنیس کی نقل و حرکت جنگ پیلوپونیز کے چودہ سال میں“ (جرمن)
58. Zurborg. "Der letzte Ostrakismos" Hermes, 12 & 13.	(۵۸) لستوربورگ: ”آخری اوستراکزم“ ہرمیس ۱۲ و ۱۳ (جرمن)
59. Zeeliger. Der Ostrakism des Hyperbolas" N. Jahrb F. Phil. Bd 115	(۵۹) زےلیگر ”ہی پربولوس کا اوستراکزم“ جریدہ لسانیات جلد ۱۱ (جرمن)
60 Kubiki: De Phaeacis contra Alcib tesful contentione" Glatz, 1881.	(۶۰) کوبیکی: ”فایاکس اور الکبیادیس کی جلاوطنی کا مسئلہ“ گلاتس سنہ ۱۸۸۱ء (لاطینی)

61 Valeton "De Ostracismo" (mnemosyne. 1888).
(٦١) والے توں: "اوستراکزم" (منے موسینے ۱۸۸۸ء) (لاطینی)

62. Classen "Thuk"
(٦٢) کلاسن: "توسی دیدش" (جرمن)

63. Plutarch s Lives.
(٦٣) پلوٹارک: "سوانح عمریاں" (انگریزی)

64 Thucydides, works
(٦٤) "کلیات توسی دیدش" (یونانی)

65. G. M. Columba, "La prima spedizione Ateniese in Sicilia Pal 1887.
(٦٥) گ، م، کولمبا: "سسلی پر اتھینز کا پہلا حملہ" پالرمو ۱۸۸۷ء (اطالوی)

66. Kohler. Mitth. des deutscher archaolog, Inst in Athen, 4. 29
(٦٦) کیوہلر: "روئداد المانی انجمن آثار قدیم اتھنز ۲۹،۴" (جرمن)

67. Andoc De myster.
(٦٧) اندوکیدیس: "رازہائے مخفی" (لاطینی)

68. Goetz 8th Supplementary volume of Jahrbuch F. Klass Phil
(٦٨) گیوتز: "سالیانہ لسانیات قدیم" آٹھواں تتمہ (جرمن)

69 Philippi: "Ueber einige zuge aus der Geschichtes des Alkibiades" Histor. Zeitschrift, 1887.
(٦٩) فلپی: "تاریخ دور الکبیادیس کے مختلف پیرائے" جریدہ تاریخ ۱۸۸۷ء (جرمن)

70 Topografia archaeologica di Siracusa da S. Cavallari, Pal 1883, 4 vols
(٧٠) کاوالاری: "سرقوسہ کا جغرافیہ باعتبار آثار قدیم" (۴ جلد) پالرمو ۱۸۸۳ء (اطالوی)

71. Lupus "Die Stadt Syrakus in Alterthum," Strassburg, 1887.
(٧١) لوپس: "بلدیہ سرقوسہ زمانۂ قدیم" اشتراس بورگ ۱۸۸۷ء (جرمن)

72. Xenophon. 'Hellenica" With L. Breitenbach's introduction Berlin (Weidem 1834)	(۷۲) زینوفون: "ہیلینیکا" (مع تمہید براٹین باخ) برلن (وائیڈمان ۱۸۳۴ء (یونانی جرمن)
73 Steidcfeldt "De Lysandri Plutarchei fontibus" Bonn	(۷۳) شٹیڈسے فیلٹ: ماخذ سوانح عمری لیساندر مرتبہ پلوٹارک (لاطینی)
74. Aristophanes 'Lysistrata'	(۷۴) ارسطوفانیس: "لی سسترا تا" (یونانی)
75 Deeke Berl. Phil. Woch. 1886 No 26.	(۷۵) دیکے: ہفتہ وار جریدہ لسانیات برلن ۱۸۸۶ء نمبر ۲۶
76. Herbst "Rukkehr des Alcibiades Hamburg. 1843	(۷۶) ہربسٹ: "السیبیادیس کی واپسی" ہامبرگ ۱۸۴۳ء (جرمن)
77. Nicolai. "Politik des Tissaphernes" Bernberg 1863.	(۷۷) نکولائی: "تسافرنیز کا تدبر" برن برگ ۱۸۶۳ء (جرمن)
78 Wattenbach 'De Quadringentorum Athenis factione Berol. 1842	(۷۸) واٹن باخ: "ایتھنز کا فرق چارصد" برلن ۱۸۴۲ء (لاطینی)
79. Vischer Die Oligarchische Partei und die Hetairia in Athen" Bas. 1836 (rep. in Kl. Schr)	(۷۹) فیشر: "عدیدی گروہ اور ایتھنز کی انجمنیں" بازل ۱۸۳۶ء (جرمن)
80. Buttner: Geschichte der politischer Hetairia in Athen, Leipz., 1840.	(۸۰) بیوٹنر: "تاریخ انجمن ہائے سیاسیہ ایتھنز" لائپزگ ۱۸۴۰ء (جرمن)

81. Scheibe: "Die Oligarische Umwalzung zu Athen am Ende des pelop Krieges" Leipz., 1841.	(۸۱) شائی بے: "جنگ پیلوپونیز کے اختتام پر عدیدی انقلاب" لائپزگ سنہ ۱۸۴۱ء (جرمن)
82. Blass: "Die attische Beredsamkeit" 2nd ed Leipzig, 1887.	(۸۲) بلاس: "اٹیکا کا علم الترغیب" لائپزگ سنہ ۱۸۸۷ء (جرمن)
83. Lyc Leocr	(۸۳) لیکیاس: "لیوکراتیس" (لاطینی)
84. Vischer. "Untersuchungen uber die Verf Athens in dem letzten Jahren des pelop: Krieges" Bas 1844 (Kl Schr 1.)	(۸۴) فیشر: "جنگ پیلوپونیز کے آخری ایام میں ایتھنز کے دستور کے متعلق تحقیقات" بازل سنہ ۱۸۴۴ء (جرمن)
85. Nep "Alcib."	(۸۵) نیپوس: "الکبیادیس" (یونانی)
86. Grote : History of Greece	(۸۶) گروٹ: "تاریخ یونان" (انگریزی)
87. Lallier: "Cleophon d' Athenes" (Revue Historique-2 me annee) 1 5	(۸۷) لالئے: "کلیوفون ساکن ایتھنز" (جریدہ تاریخ۔ سال دوم۔ جلد اوّل صفحہ ۵) (فرانسیسی)
88 Hidromenos: "He dike tou en Argenousais Strategon"-Kerk	(۸۸) ہدرومینوس: "جنگ آرگنوسا" (یونانی)
89 Aristophanes: The Frogs	(۸۹) ارسطوفانیس: "غوکان" (یونانی)
90 Luckenbach: "De ordine rerum a pugna apud Aegosp commissa usque	(۹۰) لوکن باخ: "جنگ آئی گوسپ تامی سے تیس کی حکومت کے واقعات

ad XXX viros institutos gestarum." Strassburg Diss, 1876 | اشتراس بورگ ۱۸۷۶ء (لاطینی)

91. Zielinski "Die Gliederung der altattischen Komodie" Leipzig 1885 | (۹۱) تسی لنسکی "ترتیب سرورِ اٹیکا" لائپزگ ۱۸۸۵ء (جرمن)

92. Denis "La comedie grecque," Paris, 1886 | (۹۲) دنی: "سرورِ یونان" پیرس ۱۸۸۶ء (فرانسیسی)

93 Vischer "Uber die Benutzung der alten Komodie als geschichtliche Quelle" Bas. 1840 | (۹۳) فیشر: "قدیم یونانی سرور کا اثر" بازل ۱۸۴۰ء (جرمن)

94. G. Gilbert. "Beitrage zur innern Geschichte Athens in Zeitalter des pelop-Krieges" Leipz, 1877. | (۹۴) گ، گلبرٹ: "اضافہ جات بہ تاریخ ایتھنز بہ زمانۂ جنگ پیلو پونیز" لائپزگ ۱۸۷۷ء (جرمن)

95 Beloch: "Die attische Politik Seit Pericles," Leipzig 1889 | (۹۵) بیلوخ: "سیاسیات اٹیکا بعہد فارقلیس" لائپزگ ۱۸۸۹ء (جرمن)

96. Muller-Strubing "Aristophanes und die historische Kritik" Leipzig. 1873 | (۹۶) میولر شٹر یوبنگ: "ارسطوفانیس اور تنقید تاریخی" لائپزگ ۱۸۷۳ء (جرمن)

97. G. Julius: "De Nicia demagogo et belli duce" Ultr 1858. | (۹۷) گ، یولیوس: "نیکیاس سرانبوہ و سپہ سالار افواج" اوٹرخٹ ۱۸۵۸ء (لاطینی)

98 Antoine: "Cleon." (Rev. histor. 3-6)	(۹۸) آں توآن: "کلیون" (جریدہ تاریخی ۳-۶) (فرانسیسی)
99 Emminger "Kleon" 1882	(۹۹) اینگر: "کلیون" ۱۸۸۲ء (جرمن)
100 W Herbst "Der Abfall mytilenes von Athen" Koln, 1861.	(۱۰۰) و، ہربسٹ: "بغاوت متی لنہ" کولون ۱۸۶۱ء (جرمن)
101. Muller-Strubing. "Thukydeische Forschungen" Vienna, 1881	(۱۰۱) میولر شٹریوبنگ: "تحقیقات متعلق طوسی دیدش" وائنا ۱۸۸۱ء (جرمن)
102. Müller-Strubing: "Die Glaubwrdigkeit des Thukydides gepruft an seiner Darstellung der Belagerung von Plataea" (Jahrb F. Phil., 131. pp. 289-348)	(۱۰۲) میولر شٹریوبنگ: "محاصرہ پلاٹیہ کے حالات اور ان کی صحت کا اندازہ" جریدہ لسانیات جلد ۱۳۱ صفحہ ۲۸۹ تا صفحہ ۳۴۸۔
103 St. Schubert: "Abh. uber Plutarchs Quellen im Eumenes" (Jahrbuch F Phil. IX. Supp. vol.)	(۱۰۳) شوبرٹ: مضمون متعلق پلوٹارک (جریدہ فلسفہ تتمہ ۹ صفحہ ۷۷۰) (جرمن)
104. Szanto: Wiener Studien. Bd, 6.	(۱۰۴) چانتو: "مطالعات وائنا" جلد ۶ (جرمن)
105. M. Str.: "Die Korkyraeschen Handel bei Thuk." (N. Jahrb. F. Phil. Bd. 133).	(۱۰۵) میولر شٹریوبنگ: "تنازعات کورکائرا کے متعلق طوسی دیدش کا بیان" (جریدہ لسانیات جلد ۱۳۳) (جرمن)

106 Ullrich: "Der Kampf um Amphilochien, Hamburg" 1863 — (۱۰۶) اُلرِچ: "امفی لوکی آرگوس کا میدان" ہامبرگ ۱۸۶۳ء (جرمن)

107. Kohler: Urk. und Unters zur Gesch. des delisch-attischen Bundes, Abh. der Berl. Akadem 1869 — (۱۰۷) کیوہلر: "دستاویزات و تحقیقات دربارہ تاریخ و فاقیہ دیلوس و اٹیکا" انجمن علمیہ برلن ۱۸۶۹ء

108. Bauer Kriegsalterthum - er "(Müllers Handbuch) 4, 298. — (۱۰۸) باؤئر: "تاریخ فن حرب" (ا میولر: "بیاض علوم قدیمہ" ۴، ۲۹۸) (جرمن)

109. Onken: "Histor Zeitsch rift" 10' 289 — (۱۰۹) اونکن: مضمون جریدہ تاریخ جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۹ وغیرہ (جرمن)

110. Poppelmann: "Brasidas" Regburg. 1868. — (۱۱۰) پیوپل مان: "براسی داس" ریگنبرگ ۱۸۶۸ء (جرمن)

111. Droysen: "De Demophanti &c. populiscitis", Berol 1873 — (۱۱۱) ڈروائے سن: "دیموفانتوس" برلن ۱۸۷۳ء (جرمن)

112 "Com. in hon. Th. Mommseni, "Berol, 1877. — (۱۱۲) "کتابچہ بیادگار تھیودور موم سن" برلن ۱۸۷۷ء (جرمن)

113. Usener: Jahrb. f. Kl. Phil., 1871, p. 311 sq — (۱۱۳) اوزنر: "جریدہ سالیانہ لسانیات قدیمہ" ۱۸۷۱ء صفحہ ۳۱۱ وغیرہ (جرمن)

114. Plutarch: Lysias. — (۱۱۴) پلوٹارک: "لیسیاس"

115. Schleicher: "Kritias," — (۱۱۵) شلائی خر: "کری تیاس" (جرمن)

116. Luebbert: De amnestia — (۱۱۶) لیوبرٹ: "۴۰۳ ق م کی اتیھنز کی

a ccccii a chr. ab Athen, decreta, 1881,	کی عام معافی" سنہ ۱۸۸۱ء (جرمن)
117. A. Holm: "Gesch. Siciliens im Alterthum"	(۱۱۷) اے ہولم: "تاریخ سسلی بزمانہ قدیم" (جرمن)
118. Meltzer: "Gesch. der Karthager" Berlin, 1879.	(۱۱۸) میلتزر: "تاریخ اہالیان قرطاجنہ" برلن ۱۸۷۹ء (جرمن)
119. Topografia archaeologia di Siracusa.	(۱۱۹) "جغرافیہ آثار قدیمہ سرقوسہ" (اطالوی)
120. Theopompus: Phillipian History	(۱۲۰) تھیوپومپس: "تاریخ فیلقوسی" (یونانی)
121 Filleul: Histone du Siecle de Pericles 2 Vols Paris, 1873 (German by Dohler Leipz, 1874.)	(۱۲۱) فلیول: تاریخ دور فارقلیس۔ دو جلد۔ پیرس ۱۸۷۳ء (جرمن ترجمہ۔ دیولر۔ لائپزگ ۱۸۷۴ء)
122. W. Lloyd: The Age of Pericles 2 Vols London 1875.	(۱۲۲) ڈبلیو لوئڈ: "دور فارقلیس" دو جلد۔ لندن ۱۸۷۵ء (انگریزی)
123. Von Willamowitz Moellendorff: Von des attischen Reiches Herrlichkeit (Philol. Untersuchungen-Bd I).	(۱۲۳) فون ولاموو تز میولینڈورف "شہنشاہی اٹیکا" (فلسفیانہ تحقیقات جلد ۱)۔ (جرمن)
124. H. Delbruck: Die Strate-Gi[illegible] der Pericles erlantart durch die Strategie	(۱۲۴) ڈیلبروک: اصول جنگ فارقلیس کا حال اوس کا مقابلہ فریڈرک اعظم کے اصول جنگ سے (پروشوی)

Friedrichs der Grossen, (Preussiche Jahrbucher Bd. 64, Heft 3-4)	کتب سالانہ - جلد ۶۴ - حصہ ۳ و ۴) - (جرمن)
125. Von Pflugk-Harttung: Pericles als Feldherr, Stutt. 1884.	(۱۲۵) لفلگ ہارٹنگ: "فارقلیس بطور سپہ سالار کے" شٹگارٹ ۱۸۸۴ء (جرمن)
126. Duncker: Ein angeblisches Gesetz des Pericles, Berl. Akad. Sitzungsber.	(۱۲۶) ڈنکر: "فارقلیس کا ایک نام نہاد قانون" (برلن اکاڈمی کی رپورٹ) (جرمن)
127. Duncker. Gesch. D. Alt	(۱۲۷) ڈنکر: "تاریخ قدیمہ" (جرمن)
128 Beloch: Die Bevolk. der griechrom. Welt, Leipz 1886	(۱۲۸) بیلوخ: "یونانی اور رومن دنیا کی آبادی" لائپزگ ۱۸۸۶ء (جرمن)
129. Haussoulier La vie municipale en Attique, Par., 1884	(۱۲۹) ہوسولئے: "اٹیکا میں بلدی زندگی" پیرس ۱۸۸۴ء (فرانسیسی)
130. Gilbert: Staatsalt. I.	(۱۳۰) گلبرٹ: "آئین یونان قدیم جلد ۱
131. Curtius: G. G.	(۱۳۱) کرتیس: "تاریخ یونان" (جرمن)
132. Von Willamowitz Mosllendorff: Phil Unters.	(۱۳۲) فون ولاموونز میولینڈورف: "تحقیقات متعلق لسانیات" (جرمن)
133 Ovette Besnault: Les Strateges athenlens, Par., 1884	(۱۳۳) اوویت بینو: "اتھنزی استراتگو" پیرس ۱۸۸۴ء (فرانسیسی)
134. Boeckh Staatshaush: der Athener.	(۱۳۴) بوئخ: "مالیات اتھنز" (جرمن)

135 Thumser: Uber die Attischen metoken (Wiener Studien)	(۱۳۵) ٹھمزر: "غیر ملکیان اٹیکا" "مطالعہ جات وائینا" (جرمن)
136, Aristophanes: Pax.	(۱۳۶) ارسطوفانیس: "صلح" (یونانی وغیرہ)
137. Kirchhoff Tributpflichtigkeit der attischen Kleruchen, Abh. der Berl Akad., 1873.	(۱۳۷) کرشہوف: "کابیر وخیان اور طریق تحصیل خراج" (مضامین انجمن علمیہ برلن۔ سنہ ۱۸۷۳ع) (جرمن)
138. Foucart: Mem. Sur les colonies Atheniennes au 5e Siecle (mem pres, par divers savants a l' Academie des Inscriptions, 1878) I. 9	(۱۳۹) فوکارٹ: "پانچویں صدی ق م کی ایتھنزی نو آبادیاں" (فرانسیسی)
139. Krafft: Die Polit. Verhaltn d Thrak. cherson, 560-413,	(۱۳۹) کرافٹ: "تھریسی خرسونیز کے سیاسی حالات سنہ ۵۶۰ ق م سے ۴۱۳ ق م" (جرمن)
140. Kirchhoff: Der delisch-attische Bund im ersten Dezennium seines Bestehens, Hermes II, I Seq.	(۱۴۰) کرشہوف: "ڈیلوسی اٹیکائی وفاقیہ اپنے حیات کے پہلے دس سال میں" ہرمیس ۱۱، ۱ وغیرہ (جرمن)
141. Kirchhoff: Tributlisten der jahre Ol 85,2-87,1, Abh. des Berl. Akad., 1872.	(۱۴۱) کرشہوف: "فہرستہائے خراج اولمپیاد ۸۵، ۲ تا ۸۷، ۱۔ انجمن علمیہ برلن سنہ ۱۸۷۲ء (جرمن)

142. Lees: Die Entstehrung des delisch-attischen Bundes (Verh. des Philologenvers in Wiesbaden 1877).	(۱۴۲) لیو: "آغاز وفاقیت ویلوس واٹیکا" ویسباڈن ۱۸۷۷ء (جرمن)
143. Stahl: De Soc. Ath. judic. münster, 1861.	(۱۴۳) شٹال: "وفاقیہ ایتھنز" منسٹر ۱۸۶۱ء (جرمن)
144. Girand: conditions des allies, &c., Par., 1883.	(۱۴۴) ژیرو: "شرائط حلفا" وغیرہ پیرس ۱۸۸۳ء (فرانسیسی)
145. Greenwall. The Electron coin of cyzicus, London 1887.	(۱۴۵) گرین وال: "کیزیکوس کے الکترون کے سکے" لندن ۱۸۸۷ء (انگریزی)
146. Lenormant: La monnai dans l' antiquite.	(۱۴۶) لےنورمان: "سکہ جات قدیمہ"
147. Head: Historia numorum. Oxford, 1887.	(۱۴۷) ہیڈ: "تاریخ سکہ جات" آکسفرڈ ۱۸۸۷ء (لاطینی)
148. Boetticher: "Akropolis"	(۱۴۸) بیوتی شر: "اکروپولس" (جرمن)
149. Demosthenes. Aristocr	(۱۴۹) دیموس تھنیس: "اعیانیات"
150. Thirion: De civit quae a Graecis in chers. Taur. etc., Nancy, 1884.	(۱۵۰) تھریون: "کریمیہ میں یونانی نوآبادیاں" نانسی ۱۸۸۴ء (لاطینی)
151. Droysen: Athen und der Westen, Berl., 1882.	(۱۵۱) ڈروئےسن: "ایتھنز اور دیار مغربی" برلن ۱۸۸۲ء (جرمن)
152. Schiller: De rebus Thuriorum, Gott., 1838.	(۱۵۲) شیلر: "معاملات تھوریئی" گیوٹنگن ۱۸۳۶ء (لاطینی)

153. Th Müller: De Thuriorum republica, Gott, 1888	(۱۵۳) ت، میولر: "جمہوریہ ٹھوریئی" (گیوٹنگن ۱۸۳۸ء) (جرمن)
154. Bursian: Geographie Griechenland, 1862.	(۱۵۴) برسیان: "جغرافیہ یونان" ۱۸۶۲ء (جرمن)
155. Lolling: Topographical map of Athens (Muller Handbuch der Klass Alterthumswiss Bund, 3)	(۱۵۵) لولینگ: "ایتھنز کا تفصیلی نقشہ" ("میولر: "بیاض قدیمیات" جلد ۳) (انگریزی)
156. Baedeker: Griechenland. 1888.	(۱۵۶) بیڈیکر: "رہنمائے یونان" ۱۸۸۸ء (جرمن)
157. Boeticher: Die Akropolis von Athen, Berl., 1888.	(۱۵۷) بیوٹی ثر: "ایتھنز کا اکروپلس" برلن ۱۸۸۸ء (جرمن)
158. P. Graef: "Theseion" (Baumoister's Denkmaler)	(۱۵۸) پ، گریف: مضمون "تھے سائیون" (مجموعہ بئو میئسٹر) (جرمن)
159. L. de Ronchand: "Phidias" Paris, 1861.	(۱۵۹) ل، دے رولنشو: "فدیاس" پیرس ۱۸۶۱ء (فرانسیسی)
160. Petersen: "Die Kunst des-Phidias" Berlin 1873	(۱۶۰) پیٹرسن: صنعت فدیاس- برلن ۱۸۷۳ء (جرمن)
161. Waldstein: Essays on the art of Phidias, London 1885.	(۱۶۱) والڈشٹائن: "فدیاس کی صنعت پر سبقت" لندن ۱۸۸۵ء (جرمن)
162. Colignon: "Phidias," Paris 1885.	(۱۶۲) کولی نیون: "فدیاس" پیرس ۱۸۸۵ء (فرانسیسی)
163. Muller-Strubing: Die	(۱۶۳) میولر سشٹریوبنگ

Legende von Tode des Phidias, 1882.	"روایات بابت وفات فدیاس": ۱۸۸۲ء (جرمن)
164. Loeschcke: Phidias' Tod (Histor. Untersuchungen, dedicated to A Schaefer, Bonn 1883)	(۱۶۴) "وفات فدیاس" (بون ۱۸۸۳ء) (جرمن)
165 Michaelis. Der Parthenon Leipzig, 1871.	(۱۶۵) میکائلس: "پارتھے نون" لائپزگ ۱۸۷۱ء (جرمن)
166 Von Wilamowitz-Moellandorff: Phil. Untersuchungen.	(۱۶۶) فون وِلاموودِتز میولینڈورف: "تحقیقات لسانیات" (جرمن)
167 Petersen: Athen. Mittheilungen des Archaeol. Instituts–1885.	(۱۶۷) پیٹرسن: "رسالہ انجمن آثار قدیمہ ایتھنز" ۱۸۸۵ء (جرمن)
168. Durm: Zeitshrift fur bild Kunst.	(۱۶۸) ڈُرم: "جریدہ فن مصوری" (جرمن)
169. R Bohn: "Die propylaen" Berl. 1882.	(۱۶۹) آر بون: "پروپی لیا" (جرمن)
170. Kaupert: Supplement to No. 18 of Berliner Philologische Wochenschrift. 1887.	(۱۷۰) کاؤپرٹ: "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات ایتھنز" ۱۸ کا ضمیمہ ۱۸۸۷ء (جرمن)
171 E. Ziller: Mitth des 6 arch. Inst. 2,107.	(۱۷۱) ای ٹسلر: روئداد ہائے انجمن تعمیرات ۲،۱۰۷ وغیرہ (جرمن)
172. L. Schmidt: Ethik der	(۱۷۲) ل شمدٹ: "اخلاق اہل یونان

alten Griechen.	قدیم" (جرمن)
173. Goethe : Ital. Reise	(۱۷۳) گیوٹے: "سفر اطالیہ" (جرمن)
174. A. Muller: Lehrbuch der Griech. Buhnenalter-thumer, Freiburg, 1886.	(۱۷۴) اے میولر: "تاریخ تماشہ گاہ یونان" فریبرگ ۱۸۸۶ء (جرمن)
175 Hermann De Hippodamo Milesio Marb. 1841.	(۱۷۵) ہرمن: "ہپوداموس ملطی" ماربرگ ۱۸۴۱ء (لاطینی)
176. Hirschfeld: Hippodamos von Milet.	(۱۷۶) ہرش فیلڈ: "ہپوداموس ساکن ملطہ" (جرمن)
177. Windelband: Gesch. der alten Phil (I. Muller).	(۱۷۷) ونڈل بانڈ: "تاریخ فلسفۂ قدیم" (مجموعہ ای میولر) (جرمن)
178. Schwarcz: Die Demokratie, Leipz. 1888.	(۱۷۸) شوارکس: "عمومیت" لائپزگ ۱۸۸۳ء (جرمن)
179. Plass: Urs. des archidam Krieges; Stade, 1858.	(۱۷۹) پلاس: "اسباب جنگ آرکی دامی" تشٹاڈے ۱۸۵۸ء (جرمن)
180. Ullrich: Das megarische Psephisma, Hamb., 1838.	(۱۸۰) اُلرخ: "مگاری پیسے فزما" ہامبرگ ۱۸۳۸ء (جرمن)
181. Hertzberg. Gesch. von Hellas und Rom. Berl., 1879.	(۱۸۱) ہرتسبرگ: "تاریخ یونان و روما" برلن ۱۸۷۹ء (جرمن)
182. Aristop.: Ach.	(۱۸۲) ارسطوفانیس: "اکارنیان" (یونانی)
183. H. Landwehr: Die Forsehung uber die Griech Geschichte, (The Philologus vol 47, 1.)	(۱۸۳) ہ، لانڈویر: "تحقیقات متعلق تاریخ یونان" حصہ ۲ (رسالہ فلولوگس جلد ۴۷ صفحہ ۱) (جرمن)

184. A. Bauer: Thukydides und H. Muller-Strubing 1887.

(۱۸۴) اے باؤر: "طوسی دیدیش ومیولر شٹریو بنگ" ۱۸۸۷ء (جرمن)

185. Fricke: Untersuchungen uber die Quellen des Plutarch in Nikias und Alkebiades.

(۱۸۵) "تحقیقات مآخذ پلوٹارک در تذکرہ ہائے نکیاس و الکبیادیس" لائپزگ ۱۸۶۹ء (جرمن)

186. Hicks: A manual of Greek Historical Inscriptions, 1882.

(۱۸۶) ہکس: "کتابچہ نوشتہ جات تاریخ یونان" ۱۸۸۲ء (انگریزی)

187. Foucart: Les Victoire en or de l' Acro-pole (Bull. de corresp. hellenique X11 283 ff.)

(۱۸۷) فوکارٹ: "مجسمات فتح در اکروپولس" ("جریدہ معاملات یونان" جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۳ وغیرہ) (فرانسیسی)

188 Aristophanes: "Babylonians"

(۱۸۸) ارسطوفانیس: "اہالیان بابل" (یونانی)

189. Aristophanes: "Acharnians".

(۱۸۹) ارسطوفانیس: "اکارنیان" (یونانی)

190. Aristophanes: "Clouds"

(۱۹۰) ارسطوفانیس: "سحاب" (یونانی)

191. Lenormant: "Grande Grèce"

(۱۹۱) لنارمان: "یونان عظمیٰ" (فرانسیسی)

192. Lenormant: A Travers l' Apulie"

(۱۹۲) لنارمان: "سفرنامہ اپولیہ" (فرانسیسی)

193. Volkmann: Die Rhetorik der Griechen und Romer,

(۱۹۳) فولکمان: "یونانیوں اور رومیوں کا علم البیان" لائپزگ

Leipsig 1885. — ۱۸۸۵ء (جرمن)

194. Zeller: "Die Philosophie der Griechen". — (۱۹۴) تسیلر "فلسفۂ یونان"

195. Geel: "Hist. Crit. Sophistarum". — (۱۹۵) گیل: "سوفسطائیوں کی تاریخ" (لاطینی)

196. Baumbauer: "Quam vim Sophistae habverunt". Utr., 1844. — (۱۹۶) باؤم باؤئر: "سوفسطائیوں کا اثر"۔ اوٹرخت ۱۸۴۴ء (لاطینی)

197. Martha: Les Sacerdotes athenieus, Paris, 1882. — (۱۹۷) مارتھا: "ایتھنزی پجاری" پیرس ۱۸۸۲ء (فرانسیسی)

198. Herbst: "Die Schlacht bei den Arginusen" Hamburg 1853. — (۱۹۸) ہربسٹ: "جنگ آرگینوسائی" ہامبرگ ۱۸۵۳ء (جرمن)

199. Stedefeldt: De Lysandri Plutarchei fontibius—Boun, 1867. — (۱۹۹) شٹیڈے فیلٹ: "ماخذ سوانح عمری لیساندر مرتبہ پلوٹارک" بون ۱۸۶۷ء (لاطینی)

200 Meltzer: Gesch. des Karthager. — (۲۰۰) میلتسر "تاریخ قرطاجنہ" (جرمن)

201. Schleicher: Kritias. — (۲۰۱) شلائخر "کرتیاس" (جرمن)

202 Xenophou, Hellenica — (۲۰۲) زینوفون۔ ہے لینیکا (یونانی)

غلط نامہ تاریخ یونان قدیم جلد ۲ باب الخ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱	۳	یونانی	یونان کی	۱۲	۱۲	سائیبرس	سیباریس
۲	۱۲	کرونئے	کرنئے	،،	۱۹	اسطوبوئے	ارشطوبوے
،،	۱۴	کرٹیس	کروٹوس	۱۸	۱۳ وغیرہ	لمپاکوسس	لیمپساکوس
۳	۱۱	کرنے کا علم بھی تھا	کرنا جانتے بھی تھے	،،	۲۲	زد	رو
،،	۱۹	اجوناج	امتجاج	،،	۲۶	+	٭
،،	۲۰	بگی تسطاکلیس	لکنی تھمسطاکلیس	۱۵	۱۵	ہوگئی	ہوگی
۴	۶	جائے	جائے	،،	۲۱	(Arist)	اسطوفانیس کے
۵	آخری	سسرے ۲۷ ہم	فقرہ ۲۷	،،	،،		ناٹک وسوا رانہ
۶	۴	دوریکس	دوریکس	۱۶	۱۱	ایفیالیتس	ایفیالتیس
۷	۵	اسیس	جسمیں	۱۸	۱۹	باضابط	سرکاری
،،	۱۵	کیپا داس	کیپادوس	۱۹	۱۲	اسنادیں	اسناد
۸	۱۲	گیما	گیا	۲۰	۵و۹	اسنادوں	اسناد
،،	۱۳	شائر	شائد	،،	۱۳	دھیانی	وجیانی
،،	آخری	میں اعلیٰ	میں ایسے اعلیٰ	۲۱	۷	نغنی	نعنی
۹	۳	کے	سے	،،	۱۴	الکیبادیس	الکیبیادیس
۱۰	۱۳	لی وبالی ای	پے ویالی اای	۲۳	۷	بیچ	بیمیح
،،	،،	ٹیموں	کیموں	۲۶	آخری	سے	سے (الف) تو
،،	۱۸	خانت	جانب ٭	۲۷	۱	(الف)	٭
،،	۲۱	تھیوپومپس	تھیوپومپوس	۳۲	۳	اوینادائے	اوینیاوائے
۱۲	۶	اسنے	اسوقت اسے	،،	۹	دیکھی	دیکھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۲	۱۸	(ف) اور (ص)	(ف) اور (ص)
″	″	(ت)	(ث)
″	۱۹	(خ)	(خ)
۳۳	۲۰	نیپٹس	سفے بیوس
″	۲۳	کوریولانس	کوریولانُس
۳۴	۱۴	کلفت	کلفت
۳۵	۷	ارسطیدشس	ارسٹیدیس
″	۱۴	جملے	لفظ
۳۶	۴	آیون	ایون
″	۱۵	یوسیدون	یوریمدن
″	۲۰	ہیں	ہے
۳۸	۲۰	فدپاس	فدیاس
″	۲۱	اسپاسیہ ویسانا کغورش	اسپازیہ وراناسی غورس
۴۱	۹	آیریخ	ایرنخ
″	۱۶	بریا	بزیا
″	۱۸	ہستیاپیا	ہستیانیا
″	۱۹	ڈونبرگر	ڈنبرگر
۴۲	۳ وغیرہ	کاپیاس	کابیاس
″	۸	وادوفس	وادوخوس
۴۳		ہونا	
″	۲۲ وغیرہ	پروکپوس	پردکشی نوس
۴۴	۳	ملتپیادسیس	ملتیادیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶	۶	نیپوس	تیپوس
″	۱۳	ہپوپومپس	تھیوپوپوس
″	۱۸	قبرس	قبرس
″	۲۲	"ملک میں اسکے قبرس	قبرس میں اسکے "ملک
۴۸	۱	ویلغی	دیلفی
۴۹	۹	ہپومارپداس	ہیتوسماریداس
″	۱۰	بڑسلہ	سلہ بڑ
۵۰	۱	سلہ	سلہ
″	۴	کی دصوری کہجتی	کانیسم کمل
″	۷	ڈھیلی ڈھالی	اتحاد
″	۷	سوائے اسکے	لیکن
″	۹	سلہ	۵۲ھ
″	۱۰	بیوقبہ	بیوتیہ
″	۱۳	فطبوطی الی نپانی	فطیوطی الی نیانی
۵۱	۱۱ وغیرہ	ایپوتی خدیس	ایبوتی خدیس
″	۱۲	اپیوواسے	ایبوواسے
″	″	سلہ	۵۳ھ
″	″	سکہ	۵۴ھ
″	″	سکہ	۵۵ھ
۵۲	″	سلہ	۵۶ھ
″	″	سکہ	۵۷ھ
″	″	سکہ	۵۸ھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۷۶	۴	سکئے سپاس	سکنے سپاس	۹۹	۱۷	پہلے تو یو بیہ	پہلے یو بیہ
۷۷	۱۶	خوسے رُلیس	خوسے رلیوس	〃	۲۳	ایبیوسس	ایلیوسس
۷۸	۹	فرباری	فریاری	۱۰۰	۱۳	اسپارٹ	اسپارٹا
۷۹	۱۷	جو ٹکے	جو ناٹکے	۱۰۳	۱۲	ہری اسینے	پَری اسینے
〃	۲۲	ہفت خلاف	ہفت اشخاص خلاف	۱۰۵	۱۵	کراکرا درسلط	کراکر ملط
۸۰	۸	سمندر کا دیوتا	سمندر کا دیوتا	۱۰۹	۱۲	(۱۰)	۱۰
		گلاؤکوس	گلاؤکوس"	۱۱۱	۳	اثنینیہ	اتیھنز
۸۱	۲۲	شوشتر	شوستر	〃	آخری	ناموں کی	ناموں کا
۸۴	۲۲	پیلوپونیز	پیلوپونیز	۱۱۲	۱۵	فارلیس	فارقلیس
۸۵	آخری	ورش برگ	ڈرش برگ	۱۱۳	۱۰	ہوتی تھی	ہوتی تھیں
۸۶	〃	۸۴۰	۸۴۵	〃	۲۱	اریوپاگس	اریوپاگوس
۸۹	۱	گی	کی	〃	۲۲	ہیلیاستائے	ہیلیاشتائے
〃	۷	پوٹلیلے	پوٹے کیلے	۱۱۴	۱۸	〃	〃
۹۰	۱	پوٹکیلے	〃	۱۱۶	۱۸	بیساغورث	ایساغورث
۹۱	۷	۴۵۰-۴۵	۴۵۰-۴۹	〃	۲۳	فارتِلیس	فارقلیس
〃	آخری	دیوڈرس	دیوودروس	۱۱۷	۲۳	پرہی	پڑی
۹۲	۲	دلالوں	دلدلوں	۱۱۸	۱۹	تھیوفراسنفوس	تھیوفراسٹوس
۹۴	۱۷	نیولاسے	نیوئنڈر کے	〃	آخری	موسو	مونسو
۹۵	۲۲	ٹا آئے	بٹا سکے	۱۱۹	۱۷	اس	یہ ہر ایک
۹۶	۷	چرم	حرج	〃	۲۳	انھوتے تیس	اتھلو تھے تیس
۹۷	۹	کلپیوں	کلیوں	۱۲۰	۱۶	کو	کے
۹۹	۱۲ وغیرہ	بیوطیہ	بیوطیہ	〃	۱۹	میں	بن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۲۱	۹	لیگ کی	لیگ خراج کے علاوہ ایتھنز کی
〃	۲۱	میوئرشٹریونگ	میوئرشٹریونگ
۱۲۲	۷	ہیلپاشتائے	ہیلیاشتائے
〃	آخری	احرت	اجرت
۱۲۴	آخری	(Gesety)	(Gesetz)
۱۲۵	۷	الکبادیس	الکبیاویس
۱۲۷	۷	سیکوماڈبا	سیکوماخیا
〃	۴	کارماسوس	کارناسوس
〃	〃	لیگراموس	لیگڈاموس
۱۲۹	۱۱	ناکسوس	ناکسوس
〃	۲۰	ہو۔ اور اس	ہو۔ اس
۱۳۰	۱۴	واشکیون	واشکیون
〃	۱۵	لمپاکوس	لمپساکوس
〃	۱۶	کیبرینے	کیبرسینے
〃	۲۴	لیبیدوس	لیبیدوس
۱۳۱	۲۴	فلسفہ	لسانیات
۱۳۲	۹	شکیونے	سکیونے
〃	۲۱	صرفات	×
۱۳۴	۱	اور اسکے معاوضے	معاوضے میں
〃	〃	میں روپیے	وہ روپیے
۱۳۵	۷	تھا+ اور یہ امر	تھا+ یہ امر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۳۶	۱۴	جائے لیگ	جائے کر لیگ
۱۳۷	۲۲	گیورٹنگس	گیوٹنگن
۱۳۸	۲۰	آکہ ڈمی	آکاڈمی
〃	۲۴	جرم نہ صرف ایتھنز سے سرزد ہو	جرم صرف ایتھنز ہی سے سرزد نہیں ہوا
۱۳۹	۲۱	شکوپا وسئے	شکو پا رسئے
۱۴۰	۱۰	اور غالبا	اور غالباً
۱۴۱	۵	ایتھنز لانے	ایتھنز آنے
۱۴۲	۳	ویکلوگالس	ایکلوگاکس
〃	۱۵	آلہیہ	آلہہ
〃	۱۹ وغیرہ	فرزارخوسے	فرکورازشوسے
〃	۱۷	تجسسات	تحقیقات
۱۴۳	۹	یہ تو عیاں	یہ عیاں
〃	۲۱	ایتھنز کا کوئی ... نہیں ہوسکتا	۴
۱۴۴	۲	ہاکی کارناسوس	ہالی کارناسوس
〃	۱۴	الوٹکیاسے	اپوٹکیائے
〃	۱۷	تحراج	خراج"
۱۴۶	۳	تھریسی	تھریسی
〃	۴	بزمانہ فارنلیس	"بزمانہ فارقلیس"
〃	۹	ڈنگر	ڈنگر
〃	آخری	محاصل سے چھ گنے تھے	محاصل سے بہت کم تھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۴۷	۶	اتھنری	ایتھنزیوں	۱۷۰	۲۲	اشراقیات	اعیانیات
〃	۱۶ وغیرہ	مشارکت	وفاقیت	۱۷۴	۲۴	اتھنز	ایتھنز
۱۴۸	۱۶	نیفقی	فنیقی	۱۷۵	آخری	دوڑکے ہیں"	دوڑ" کے ہیں
۱۵۰	۱۸	سکپونے	سکیونے	۱۸۴	۲۱	گورسس	گوراسس
〃	۲۰	کریا اور یہی	کریا۔ یہی	۱۸۶	۲۰	میں تسلیم	میں بعض جگہ تسلیم
۱۵۱	۶	نہیں۔	نہیں آتا۔	〃	۲۳	زوسس	زروس
〃	۹	آرکیریون	آرگیریون	〃	آخری	کیا۔	کیا ہے
۱۵۲	۲۴	لیپاکوس	لیپساکوس	۱۸۸	۱۸	کورکیرا	کورکائرا
۱۵۳ ۱۵۴	۱۳ ۱	شکیبسس	سکیپسس	〃	۲۰	(Cortsor)	(Controv)
۱۵۴	آخری	گارونہ	گارڈونز	۱۸۹	۱۳	اوتریکوئی	اوٹری کولی
۱۵۵	۱۱	گھرے	گہرے	۱۹۰	۱۱	سادھی	سادی
۱۵۸	۱	باب اٹھارہ	اٹھارھواں باب	۱۹۴	۲۳	چاہیئے لینورموں	چاہیئے لینورموں
〃	۱۸	پیوتیہ	بیوتیہ	۱۹۵	۱۰	میولینڈوف	میولینڈورف
۱۵۹	۱۴	دیرپا نہ تھا	دیرپا ثابت نہ ہوا	〃	آخری	جزبرہٗ	جریدہٗ
〃	۱۸	متفقیت	وفاقیت	۲۰۰	۱۲	تھی + اور	تھی اور
۱۶۰	۱۹	مشارکتی	عہدیتی	۲۰۸	۵	لگے اور فارقلیس	لگے۔ فارقلیس
〃	۲۳	متفقیت کی رکنیت	رکنیت	۲۱۰	۱۴	تراخی نئے	تراخی سینے
۱۶۳	۱۹	دیمارخوں	دیمارخوں	۲۱۳	۲۳	فریئبرگ	فرائی برگ
۱۶۶	۹	مقابل ہوں	مقابل نہ ہوں	۲۱۶	۱۱	پروتاغورث	پروتاغورس
	۱۸	صفحہ ۱۸۴	باب ۱۷	۲۱۷	۸	عوادل	عواذل
۱۶۷ ۱۶۹	۱۹ ۱۶	پروکاس	پیرڈکاس	۲۱۸	۲۱	ماتربرگ	مارُبرگ
۲۶۹	۳ وغیرہ	اسکیشیہ	اشکیتھیہ	۲۲۰	۶	نہیں معلوم	نہ معلوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۲۲	۵	چار سالہ	×
۲۲۳	۱	اسمروس	سمرنس
״	۴	اسکشیوں	اسکیثیوں
״	۶	اسکیثیہ	سیثیوں
״	۱۰	دیمارتوس	دیمارتوس
۲۲۹	۸	رہیگا در لطف	رہیگا لطف
۲۳۰	۴	تھی اور وہ	تھی وہ
۲۳۲	۱۳	فوج	قوم
״	۲۱	مرثیہ	مرتبہ پیدا
۲۳۴	۱۲	پوپیگنوٹس	پولیگنوٹس
۲۳۵	۱۵	اپی دامنوس	اپی دامنوسی
۲۳۶	۱۰	دیدی اور جب	دیدی جب
۲۳۷	۲	اسی	اسکی
״	۲۲	۱۸۶۸	۱۸۵۸
۲۳۸	۱۳	مشارکت	وفاقیت
۲۳۹	۶	اناکتوریوں	اناکتوریون
۲۴۱	۴	ورغلاتا	ورغلایا
۲۴۲	۱۹	لڑرہے تھے	لڑتے رہے
۲۴۵	۱۸	نہیں ہوتا	نہ ہو
۲۴۶	۲۲	جب ایک مرتبہ قرار پا گیا	اگر ایک مرتبہ قرار پا جائے
۲۴۷	۳	اب	بہرحال اب
״	۱۰	یہ تھا	یہ پیدا ہوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۴۹	۲۰	متذکرۂ	متذکرہ
۲۵۱	۲۲	قربا	تقریباً
۲۵۶	۴	سے مکانات	سے بعض مکانات
۲۵۷	۱۰	اور عام	[illegible]
״	۱۹	اکائیالی	[illegible]
״	۲۲	بوکاسس	[illegible]
״	۲۵	بوکس	[illegible]
۲۵۸	۱۳	مشارکت	
۲۶۰	۴	[illegible]	[illegible]
۲۶۱	۲۱	پھر	[illegible]
۲۶۲	۱۲	و	ور
۲۶۳	۱۹	ہیں اور صرف	ہیں [illegible]
۲۶۴	۲۳	فتح اور	فتح ور
۲۶۵	۳	ہوگی	ہوتی
״	۱۱	اور واپس	واپس
۲۶۶	۱	کلیردقیاں	کلیروخیاں
״	۲۱	نہیں کیا ہوگا	کیا ہوگا
۲۶۸	۵	ہیں	ہم ہی
۲۷۰	۱۲	[illegible] بنیادی	[illegible]
۲۷۱	۱۴	اور اس سفارت	اس سفارت
۲۷۳	۱۷	ہیں	رہیں
۲۷۵	۱۶	اب	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲۸۱	۱	منتظم	منتظر
۲۸۳	۲۱	فطرنی	فطری
۲۸۴	۱۷	اتیمیڈا	ارتی میزیا
۲۸۵	۱۲	پی سسٹروتوس	پی سستراتوس
″	۱۴	گوکس	کونکس
۲۸۷	۸	ادرفٹ	اوٹرخٹ
″	۱۳	مگر	×
۲۸۸	۱۱	فینی نوسس	فرینی توسس
″	۱۷	بالکل	×
۲۹۳	۲۱	اور	×
۲۹۵	۲۲	ہولتاپئل صفحہ	ہوئشا پیئل (Rh. mus) N.F. ۷، ۳، صفحہ
۲۹۷	۲۰	اور ۲۲۵	۲۲۵
	۲۱	اور صرف	صرف
۲۹۹	۱۰	کردیا اور	کرکے
۳۰۰	۵	اب	اسکے بعد
۳۰۳	۷	ایتیوں	ایتیوں
۳۰۴	۱۹	ائی گیتوم	ائی گی یتوم
۳۰۶	۳	اور	×
۳۰۷	۶	سمجھا اور	سمجھ کر
۳۰۹	۲	مگر	×

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۱۶، ۳۱۷	۲	دیموس تھینیس	دیموستھنیس
۳۱۸	۱۸	اور	جسکی وجہ سے
۳۲۱	۱	ادیول	اربول
″	۱۸	لوسولٹ	بوسونٹ
۳۲۷	۱۲	اتھنزی... سپیر ہوگئے	اتھنزیوں کے سینہ سپر ہونےکے دو،یاب تھے
۳۳۳	۶	انگاری	انکاری
۳۳۳	۱۰	تدبیر	تدبّر
۳۳۷	۱۹	فیتوتس	رفیتوتس
۳۴۲	۸	ی	ای
″	۱۲	گفت وشنید ہوجاتی ہے۔	اتحاد عمل ہوجاتا ہے۔
۳۴۳	آخری	اور	×
۳۴۴	۱۹	ہوگیا	ہوگیا
″	″	لیپریوم	لیپریوم
۳۵۳	۹	مگر	بہرحال
۳۵۷	۱۵	کے بعد کیا	کے فوراً بعد کیا گیا
۳۵۸	۷	مشارکت	رفاقت
۳۶۳	آخری	یونان	یُونان
۳۶۴	۲	دوریانی ادر	دوریانی اور
۳۶۶	۳	اور	اِسکے برعکس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۷۰	۱۱	اور	—
؍؍	۱۷	دولقیترا	دیلقیترا
۳۷۱	۲۱	نارکھوسس	نارکتھوسس
؍؍	آخری	میں اسپنا	ہتیرا دسپینا
۳۷۲	۱۱	(۱۱	(جلد۲)
۳۷۳	۱۰	حکمت عملی و اخلاقیات	علمی اخلاقیات
۳۷۴	۷	مجموعے	مجموعے میں
۳۷۶	۱۳	پرودیکوس	پَرودیکوس
۳۷۷	۱۶	ہے	ہے
۳۷۹	۷	سوفسطائی	"سوفسطائی"
؍؍	۱۲	ناٹک	ناٹک
۳۸۱	۲۱	گورگیاس	گورگیاس
۳۸۳ (۳۸۴)	ابتدا	بست و پنجم	بست و ششم
۳۸۴	۱۹	سائنٹک	سائنٹیفک
۳۸۵	۲۰	تھیس جتنی	تھیسیا جتنی
۳۸۷	۸	ایپی دوکلیس	ایپی دوکلیس
۳۸۸	۸	تقابل	تقابل
۳۸۹	۷	پنلوپونیز	پیلوپونیز
۳۹۱	۱۶	جوپانوں	جو "باتوں
۳۹۲	۱۹	ہوئی۔(۱۳۹-۱۴۰)	ہوئی(۱۳۹-۱۴۵)
۴۰۰	۱۲	(۱۳)	۱۳
۴۰۱	۱۱	توام	اقوام
؍؍	۱۸	اسن	اِس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۰۱	۲۰	"ہے گویا میں"	ہے "گویا" میں
۴۰۲	۹	ایون	"ایون"
؍؍	؍؍	ربیبوسس	ریبیوسس
؍؍	۲۱	ان	اسلئے ان
۴۰۳	۱	میں	ہی
؍؍	۵	عذر	بہانہ
۴۰۶	۲۱	سوفسطائیہ	سوفسطائیت
۴۰۸	۲	تو پھر	پھر بھی
۴۱۳	۱	تخت	تحت
۴۲۵	۲۳	کا وادی سیاہینا" تو	کا وادی سیاہینا تو"
۴۳۲	۷	کی	کے
۴۳۶	۱۴	گی لبوس	گی ربوس
۴۴۰	۲۰	ایس	اِس
۴۴۱	۲۲	کرے انھوں نے	کرے کہ انھوں نے
۴۴۲	۲۱	مکتبہ	کتبہ
۴۴۴	۲۳	ہرمقیس	ہرمیس
۴۴۹	۱۱	اور پھر	پھر
۴۴۹	۲۲	اور پولیس	اور دلیس
۴۵۲	۲۱	"عوام الناس	"عوام الناس"
۴۵۸	۲۲	امیرالبحری	عہدۂ امیرالبحر
۴۶۰	۲۳	۴۵	(۴۵)
۴۶۲	۱۶	کرتا"	کرتا
۴۶۳	۱۰	کی سی	کی